عکسی

فضائلِ اعمال

قسم اعلیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب
نور اللہ مرقدہ

ناشر

کتب خانہ فیضی
لاہور (پاکستان)

فضائل اعمال

فضائل نماز

فضائل ذکر

فضائل رمضان

فضائل قرآن مجید

فضائل تبلیغ

حکایات صحابہؓ

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج

عکسی

فضائلِ اعمال

قسم اعلیٰ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

نور اللہ مرقدہ

ناشر

کتب خانہ فیضی لاہور

پاکستان

عکسی

حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

مؤلفہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

نوّر اللہ مرقدہ

کتب خانہ فیضی
لاہور
پاکستان

نوٹ: یہ کتاب محدود تعداد میں چھپتی ہے اس لئے بذریعہ ڈاک پارسل یا تاجران کو نہیں بھیجی جاتی۔

فہرست مضامین

تمت

کتب خانہ فیضی لاہور پاکستان

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علٰی رسولہ الکریم واٰلہٖ وصحبہٖ واتباعہٖ الحماۃ للدّین القویم

اما بعد اللہ کے ایک برگزیدہ بندے اور میرے مُربّی و محسن کا ارشاد ۱۳۵۳ھ میں ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے چند قصّے بالخصوص کم سن صحابہؓ اور عورتوں کی دینداری کی کچھ حالت اُردو میں لکھی جائے تاکہ جو لوگ قصّوں کے شوقین ہیں وہ واہی تباہی جھوٹی حکایات کی بجائے اگر اُن کو دیکھیں تو ان کے لئے دینی ترقی کا سبب ہو اور گھر کی عورتیں اگر راتوں میں بچّوں کو جھوٹی کہانیوں کے بجائے ان کو سنائیں تو بچّوں کے دل میں صحابہؓ کی محبت اور عظمت کے ساتھ دینی اُمور کی طرف رغبت پیدا ہو۔ میرے لئے اس ارشاد کی تعمیل بہت ہی ضروری تھی کہ احسانات میں ڈوبے ہوئے ہونے کے علاوہ اللہ والوں کی خوشنودی دو جہان میں فلاح کا سبب ہوتی ہے۔ مگر اس کے باوجود اپنی کم مائیگی سے یہ اُمید نہ ہوئی کہ میں اس خدمت کو مرضی کے موافق ادا کرسکتا ہوں۔ اس لئے چار برس تک بار بار اس ارشاد کو سنتا رہا اور اپنی نااہلیت سے شرمندہ ہوتا رہا۔ کہ صفر ۱۳۵۷ھ میں ایک مرض کی وجہ سے چند روز کے لئے دماغی کام سے روک دیا گیا۔ تو مجھے خیال ہوا کہ ان خالی ایّام کو اس بابرکت مشغلہ میں گذار دوں کہ اگر یہ اوراق پسندِ خاطر نہ ہوئے تب بھی میرے یہ خالی اوقات تو بہترین اور بابرکت مشغلہ میں گذر ہی جائیں گے۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کے قصّے ان کے حالات یقیناً اس قابل ہیں، کہ اُن کی تحقیق اور تفتیش کی جائے اور ان سے سبق حاصل کیا جائے۔ بالخصوص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت جس کو اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے لاڈلے نبی اور پیارے رسول ﷺ کی مصاحبت کے لئے چنا، اس کی مستحق ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے۔ اس کے علاوہ اللہ والوں کے ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ صوفیاء کے سردار حضرت جُنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ حکایتیں اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس سے مُریدین کے دلوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ کسی نے دریافت کیا کہ اس کی کوئی دلیل بھی ہے۔ فرمایا ہاں، اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ وَکُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَکَ ج وَجَآءَکَ فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (ترجمہ) ”اور پیغمبروں کے قصّوں میں سے ہم یہ سارے قصّے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے

ہیں (ایک فائدہ تو یہ ہوا) اور ان قصّوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچتا ہے جو خود بھی راست اور واقعی ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے (اور اچھے کام کرنے کی) یاد دہانی ہے" (بیان القرآن) ایک ضروری بات یہ بھی دل میں جما لینے کی ہے کہ نبیِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حدیثیں ہوں یا بزرگوں کے حالات، اسی طرح مسائل کی کتابیں ہوں یا مُعتبر لوگوں کے وعظ و ارشادات، یہ ایسی چیزیں نہیں ہوتیں کہ ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بعد ہمیشہ کو ختم کر دیا جائے بلکہ اپنی حالت اور استعداد کے مُوافق بار بار دیکھتے رہنا چاہیئے۔ ابُو سُلیمان دارانیؒ ایک بزرگ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں، کہ میں ایک وعظ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اُن کے وعظ نے میرے دل پر اثر کیا مگر جب وعظ ختم ہوا تو وہ اثر بھی ختم ہو گیا میں دوبارہ اُن کی مجلس میں حاضر ہوا تو اس وعظ کا اثر فارغ ہونے کے بعد گھر کے راستہ میں بھی رہا۔ تیسری مرتبہ پھر حاضر ہوا، تو اس کا اثر گھر میں پہنچنے پر بھی رہا۔ میں نے گھر جا کر اللہ کی نافرمانی کے جو اسباب تھے سب توڑ دیئے اور اللہ کا راستہ اختیار کر لیا۔ اسی طرح دینی کتابوں کا بھی حال ہے کہ محض سرسری طور پر ایک مرتبہ ان کے پڑھ لینے سے اثر کم ہوتا ہے، اس لئے کبھی کبھی پڑھتے رہنا چاہیئے۔ پڑھنے والوں کی سہولت اور مضامین کے دل نشین ہونے کے خیال سے میں نے اس رسالہ کو بارہ ۱۲ بابوں اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے۔

پہلا باب

دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور تکالیف و مشقّت کا جھیلنا

حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کے پھیلانے میں جس قدر تکلیفیں اور مشقّتیں برداشت کی ہیں ان کا برداشت کرنا تو درکنار اس کا ارادہ کرنا بھی ہم جیسے نالائقوں سے دشوار ہے: تاریخ کی کتابیں ان واقعات سے بھری ہوئی ہیں، مگر ان پر عمل کرنا تو علیحدہ رہا، ہم اُن کے معلوم کرنے کی بھی تکلیف نہیں کرتے۔ اس باب میں چند قصّوں کو نمونہ کے طور پر ذکر کرتا ہے۔ ان میں سب سے پہلے خود حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ایک قصّہ سے ابتداء کرتا ہوں کہ حضورؐ کا ذکر برکت کا ذریعہ ہے۔

① حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طائف کے سفر کا قصّہ

نبوّت مل جانے کے بعد نو برس تک نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم مکّہ مکرّمہ میں تبلیغ فرماتے رہے اور قوم کی ہدایت اور اصلاح کی کوشش فرماتے رہے لیکن تھوڑی سی جماعت کے سوا جو مسلمان ہو گئی تھی اور تھوڑے سے ایسے لوگوں کے علاوہ جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ کی مدد کرتے تھے۔ اکثر کفّارِ مکہ آپ کو اور آپ کے صحابہؓ کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ مذاق اُڑاتے تھے اور جو ہو سکتا تھا اس سے درگذر نہ کرتے تھے۔ حضورؐ کے چچا ابو طالب بھی انہی نیک دل لوگوں میں تھے جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے حضورؐ کی ہر قسم کی مدد فرماتے تھے۔ دسویں سال میں جب ابو طالب کا بھی انتقال ہو گیا تو کافروں کو اور بھی ہر طرح کھلے مُہار اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع ملا۔ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم اس خیال سے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلہ ثقیف کی بڑی جماعت ہے، اگر وہ قبیلہ مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین کے پھیلنے کی بُنیاد پڑ جائے۔ وہاں پہنچ کر

قبیلہ کے تین سرداروں سے جو بڑے درجے کے سمجھے جاتے تھے گفتگو فرمائی اور اللہ کے دین کی طرف بُلایا اور اللہ کے رسول کی یعنی اپنی مدد کی طرف مُتوجّہ کیا۔ مگران لوگوں نے بجائے اس کے کہ دین کی بات کو قبول کرتے یاکم سے کم عرب کی مشہور مہمان نوازی کے لحاظ سے ایک نووارد مہمان کی خاطر مدارات کرتے صاف جواب دے دیا اور نہایت بے رُخی اور بداَخلاقی سے پیش آئے۔ اُن لوگوں نے یہ بھی گوارانہ کیا کہ آپؐ یہاں قیام فرمالیں جن لوگوں کو سردار سمجھ کر بات کی تھی کہ وہ شریف ہوں گے اور مُہذّب گفتگو کریں گے اُن میں سے ایک شخص بولا کہ اوہو آپ ہی کو اللہ نے نبی بناکر بھیجا ہے۔ دوسرا بولا کہ اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور ملتا ہی نہیں تھا جس کو رسول بناکر بھیجتے۔ تیسرے نے کہا کہ میں تجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا اس لئے کہ اگر تو واقعی نبی ہے جیسا کہ دعویٰ ہے تو تیری بات سے انکار کر دینا مصیبت سے خالی نہیں، اور اگر جھوٹ ہے تو میں ایسے شخص سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ اس کے بعد ان لوگوں سے نااُمّید ہوکر حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اور لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ فرمایا کہ آپؐ تو ہمت اور استقلال کے پہاڑ تھے مگر کسی نے بھی قبول نہ کیا۔ بلکہ بجائے قبول کرنے کے حضورؐ سے کہا کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ۔ اور جہاں تمہاری چاہت کی جگہ ہو وہاں چلے جاؤ۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم جب اُن سے بالکل مایوس ہوکر واپس ہونے لگے تو ان لوگوں نے شہر کے لڑکوں کو پیچھے لگادیا کہ آپؐ کا مذاق اُڑائیں، تالیاں پیٹیں، پتھر ماریں، حتیٰ کہ آپؐ کے دونوں جُوتے خون کے جاری ہونے سے رنگین ہوگئے۔ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اسی حالت میں واپس ہوئے جب راستہ میں ایک جگہ ان شریروں سے اطمینان ہوا تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ دُعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَاَنْتَ رَبِّیْ اِلٰی مَنْ تَكِلُنِیْ اِلٰی بَعِیْدٍ یَّتَجَهَّمُنِیْ اَمْ اِلٰی عَدُوٍّ مَلَّكْتَهٗ اَمْرِیْ اِنْ لَّمْ یَكُنْ بِكَ عَلَیَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِیْ وَلٰكِنْ عَافِیَتُكَ ھِیَ اَوْسَعُ لِیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ

"اے اللہ تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بیکسی کی اور لوگوں میں ذلّت اور رسوائی کی۔ اے اَرحم الرّاحمین تو ہی ضُعفاء کا رَبّ ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رُو ہوتا ہے اور منہ چڑھاتا ہے یا کسی دشمن کے جس کو تونے مجھ پر قابو دیدیا۔ اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے

وَجْهِكَ الَّذِي اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ اَنْ تُنْزِلَ بِيْ غَضَبَكَ اَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِكَ كذا فی سیرۃ ابن ھشام قلت واختلفت الروایات فی الفاظ الدعاء کما فی قرۃ العیون

کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ تیری حفاظت مجھے کافی ہے میں تیرے چہرہ کے اُس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصّہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو، نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوّت۔

مَالِکُ الْمُلک کی شانِ قہاری کو اس پر جوش آنا ہی تھا کہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے آکر سلام کیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ سے ہوئی سُنی اور اُن کے جوابات سُنے اور ایک فرشتہ کو جس کے متعلّق پہاڑوں کی خدمت ہے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں، اس کے بعد اس فرشتہ نے سلام کیا اور عرض کیا کہ جو ارشاد ہو میں اس کی تعمیل کروں اگر ارشاد ہو تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں یا اور جو سزا آپ تجویز فرمائیں۔ حضورؐ کی رحیم و کریم ذات نے جواب دیا کہ میں اللہ سے اس کی اُمید رکھتا ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہیں ہوئے تو اُن کی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ کی پرستش کریں اور اس کی عبادت کریں۔

ف: یہ ہیں اخلاق اس کریم ذات کے جس کے ہم لوگ نام لیوا ہیں کہ ہم ذرا سی تکلیف سے کسی کی معمولی سی گالی دیدینے سے ایسے بھڑک جاتے ہیں کہ پھر عمر بھر اس کا بدلہ نہیں اُترتا ظلم پر ظلم اس پر کرتے رہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں اپنے محمدیؐ ہونے کا، نبیؐ کے پیرو بننے کا، نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اتنی سخت تکلیف اور مشقّت اُٹھانے کے باوجود نہ بددُعا فرماتے ہیں نہ کوئی بدلہ لیتے ہیں۔

(۲) —— قصّہ حضرت انسؓ بن نضرؓ کی شہادت کا

حضرت انسؓ بن نضرؓ ایک صحابی تھے جو بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ ان کو اس

چیز کا صدمہ تھا اس پر اپنے نفس کو ملامت کرتے تھے کہ اسلام کی پہلی عظیم الشّان لڑائی اور تُو اس میں شریک نہ ہو سکا. اس کی تمنّا تھی کہ کوئی دوسری لڑائی ہو تو حوصلے پورے کروں. اتّفاق سے اُحد کی لڑائی پیش آگئی جس میں یہ بڑی بہادری اور دلیری سے شریک ہوئے. اُحد کی لڑائی میں اوّل اوّل تو مسلمانوں کو فتح ہوئی مگر آخر میں ایک غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی. وہ غلطی یہ تھی کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کچھ آدمیوں کو ایک خاص جگہ مقرر فرمایا تھا کہ تم لوگ اتنے میں نہ کہوں اس جگہ سے نہ ہٹنا کہ وہاں سے دشمن کے حملہ کرنے کا اندیشہ تھا. جب مسلمانوں کو شروع میں فتح ہوئی تو کافروں کو بھاگتا ہوا دیکھ کر یہ لوگ بھی اپنی جگہ سے یہ سمجھ کر ہٹ گئے کہ اب جنگ ختم ہو چکی اس لئے بھاگتے ہوئے کافروں کا پیچھا کیا جائے اور غنیمت کا مال حاصل کیا جائے. اس جماعت کے سردار نے منع بھی کیا کہ حضورؐ کی مُمانعت تھی تم یہاں سے نہ ہٹو. مگر ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ حضورؐ کا ارشاد صرف لڑائی کے وقت کے واسطے تھا. وہاں سے ہٹ کر میدان میں پہنچ گئے. بھاگتے ہوئے کافروں نے اس جگہ کو خالی دیکھ کر اُس طرف سے آکر حملہ کر دیا مسلمان بے فکر تھے اس اچانک بے خبری کے حملہ سے مغلوب ہو گئے اور دونوں طرف سے کافروں کے بیچ میں آگئے. جس کی وجہ سے اِدھر اُدھر پریشان بھاگ رہے تھے. حضرت اَنسؓ نے دیکھا کہ سامنے سے ایک دوسرے صحابی حضرت سعدؓ بن مُعاذ آرہے ہیں. اُن سے کہا کہ اے سعد کہاں جا رہے ہو، خدا کی قسم جنّت کی خوشبو اُحد کے پہاڑ سے آرہی ہے. یہ کہہ کر تلوار تو ہاتھ میں تھی ہی کافروں کے ہجوم میں گھس گئے اور اتنے شہید نہیں ہو گئے واپس نہیں ہوئے شہادت کے بعد اُن کے بدن کو دیکھا گیا تو چھلنی ہو گیا تھا. اسّی سے زیادہ زخم تیر اور تلوار کے بدن پر تھے. اُن کی بہن نے اُنگلیوں کے پوروں سے اُن کو پہچانا.

ف: جو لوگ اِخلاص اور سچّی طلب کے ساتھ اللہ کے کام میں لگ جاتے ہیں اُن کو دنیا ہی میں جنّت کا مزہ آنے لگتا ہے. یہ حضرت اَنسؓ زندگی ہی میں جنّت کی خوشبو سونگھ رہے تھے. اگر اخلاص آدمی میں ہو جاوے تو دنیا میں بھی جنّت کا مزہ آنے لگتا ہے. میں نے ایک معتبر شخص سے جو حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبدُ الرحیم صاحب رائے پوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے مُخلص خادم ہیں حضرت کا مَقولہ سُنا ہے کہ "جنّت کا مزہ آرہا ہے". فضائلِ رمضان میں اس قِصّہ کو لکھ چکا ہوں.

(۳) ـــــ صلح حدیبیہ اور ابوجندلؓ اور ابوبصیرؓ کا قصّہ

۶ھ میں حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عمرہ کے ارادہ سے مکّہ تشریف لے جا رہے تھے۔ کفّارِ مکّہ کو اس کی خبر ہوئی اور وہ اس خبر کو اپنی ذلّت سمجھے اس لئے مزاحمت کی اور حدیبیہ میں آپ کو رُکنا پڑا۔ جاں نثار صحابہؓ ساتھ تھے جو حضورؐ پر جان قربان کرنا فخر سمجھتے تھے۔ لڑنے کو تیار ہو گئے۔ مگر حضورؐ نے مکّہ والوں کی خاطر سے لڑنے کا ارادہ نہیں فرمایا اور صلح کی کوشش کی اور باوجود صحابہؓ کی لڑائی پر مستعدی اور بہادری کے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کفّار کی اس قدر رعایت فرمائی کہ ان کی ہر شرط کو قبول فرمالیا۔ صحابہؓ کو اس طرح دب کر صلح کرنا بہت ہی ناگوار تھا مگر حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ارشاد کے سامنے کیا ہو سکتا تھا کہ جاں نثار تھے اور فرمانبردار اس لئے حضرت عمرؓ جیسے بہادروں کو بھی دبنا پڑا۔ صلح میں جو شرطیں طے ہوئیں ان شرطوں میں ایک یہ شرط بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کرے مسلمان اس کو مکّہ واپس کر دیں اور مسلمانوں میں سے خدانخواستہ اگر کوئی شخص مرتد ہو کر چلا آئے تو وہ واپس نہ کیا جائے یہ صلحنامہ ابھی تک پورا لکھا بھی نہیں گیا تھا کہ حضرت ابوجندلؓ ایک صحابی تھے جو اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں گرتے پڑتے مسلمانوں کے لشکر میں اس اُمّید پر پہنچے کہ ان لوگوں کی حمایت میں جا کر اس مصیبت سے چھٹکارا پاؤں گا۔ اُن کے باپ سُہیل نے جو اس صلحنامہ میں کفّار کی طرف سے وکیل تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، فتح مکّہ میں مسلمان ہوئے۔ اُنہوں نے صاحبزادے کے طمانچے مارے اور واپس لے جانے پر اصرار کیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی صلحنامہ مرتّب بھی نہیں ہوا اس لئے ابھی پابندی کس بات کی مگر اُنہوں نے اصرار کیا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ ایک آدمی مجھے مانگا ہی دے دو۔ مگر وہ لوگ ضد پر تھے نہ مانا۔ ابوجندلؓ نے مسلمانوں کو پکار کر فریاد بھی کی کہ میں مسلمان ہو کر آیا اور کتنی مصیبتیں اُٹھا چکا اب واپس کیا جا رہا ہوں، اس وقت مسلمانوں کے دلوں پر جو گذر رہی ہوگی اللہ ہی کو معلوم ہے مگر حضورؐ کے ارشاد سے واپس ہوئے حضورؐ نے تسلّی فرمائی اور صبر کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ عنقریب حق تعالیٰ شانُہٗ تمہارے لئے راستہ نکالیں گے صلحنامہ کے مکمل ہو جانے کے بعد ایک دوسرے صحابی ابوبصیرؓ بھی مسلمان ہو کر مدینہ منوّرہ پہنچے۔ کفّار نے اُن کو واپس بلانے کے لئے دو آدمی بھیجے

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے حسب وعدہ واپس فرمادیا۔ ابوبصیرؓ نے عرض بھی کیا کہ یارسول اللہ میں مسلمان ہوکر آیا، آپ مجھے کفار کے پنجہ میں پھر بھیجتے ہیں۔ آپؐ نے ان سے بھی صبر کرنے کو ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ انشاءاللہ عنقریب تمہارے واسطے راستہ کھلے گا۔ یہ صحابی ان دونوں کافروں کے ساتھ واپس ہوئے۔ راستہ میں ان میں سے ایک سے کہنے لگے کہ یار تیری یہ تلوار توبڑی نفیس معلوم ہوتی ہے۔ شیخی باز آدمی ذراسی بات میں پھول ہی جاتا ہے وہ نیام سے تلوار نکال کر کہنے لگا کہ ہاں میں نے بہت سے لوگوں پر اس کا تجربہ کیا۔ یہ کہہ کر تلوار ان کے حوالہ کردی۔ اُنہوں نے اسی پر اس کا تجربہ کیا۔ دوسرا ساتھی یہ دیکھ کر کہ ایک کو تو نمٹا دیا اب میرا نمبر ہے۔ بھاگا ہوا مدینہ آیا اور حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرا ساتھی مرچکا ہے اب میرا نمبر ہے۔ اس کے بعد ابوبصیرؓ پہنچے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ اپنا وعدہ پورا فرماچکے کہ مجھے واپس کردیا اور مجھ سے کوئی عہد ان لوگوں کا نہیں ہے جس کی ذمّہ داری ہو۔ وہ مجھے میرے دین سے ہٹاتے ہیں۔ اس لئے میں نے یہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ لڑائی بھڑکانے والا ہے۔ کاش کوئی اس کا معین و مددگار ہوتا۔ وہ اس کلام سے سمجھ گئے کہ اب بھی اگر کوئی میری طلب میں آئے گا تو میں واپس کردیا جاؤں گا۔ اس لئے وہ وہاں سے چل کر سمندر کے کنارے ایک جگہ آپڑے۔ مکّہ والوں کو اس قصّہ کا حال معلوم ہوا تو ابوجندلؓ بھی جن کا قصّہ پہلے گذرا چھپ کر وہیں پہنچ گئے۔ اسی طرح جو شخص مسلمان ہوتا وہ ان کے ساتھ جاملتا۔ چند روز میں یہ ایک مختصر سی جماعت ہوگئی۔ جنگل میں جہاں نہ کھانے کا کوئی انتظام نہ وہاں باغات اور آبادیاں، اس لئے ان لوگوں پر جو گذری ہوگی وہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ مگر جن ظالموں کے ظلم سے پریشان ہوکر یہ لوگ بھاگتے تھے ان کا ناطقہ بند کردیا۔ جو قافلہ ادھر کو جاتا اس سے مقابلہ کرتے اور لڑتے۔ حتّٰی کہ کفار مکّہ نے پریشان ہوکر حضورؐ کی خدمت میں عاجزی اور منّت کرکے اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آدمی بھیجا کہ اس بے سری جماعت کو آپ اپنے پاس بلالیں کہ یہ معاہدہ میں تو داخل ہوجائیں اور ہمارے لئے آنے جانے کا راستہ کھلے۔ لکھا ہے کہ حضورؐ کا اجازت نامہ جب ان حضرات کے پاس پہنچا تو ابوبصیرؓ مرض الموت میں گرفتار تھے۔ حضورؐ کا والانامہ ہاتھ میں تھا کہ اسی حالت میں انتقال فرمایا (رضی اللہ عنہم وارضاہ)[۱]

ف: آدمی اگر اپنے دین پر پکا ہو، بشرطیکہ دین بھی سچا ہو تو بڑی سے بڑی طاقت اس کو نہیں ہٹا سکتی اور مسلمان کی مدد کا تو اللہ کا وعدہ ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

[۱] بخاری و فتح

۴ حضرت بلال حبشیؓ کا اسلام اور مصائب

حضرت بلال حبشیؓ مشہور صحابی ہیں جو مسجد نبوی کے ہمیشہ مؤذن رہے۔ شروع میں ایک کافر کے غلام تھے۔ اسلام لے آئے جس کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں دیئے جاتے تھے۔ اُمیہ بن خلف جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا ان کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا کر ان کے سینہ پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تھا تاکہ وہ حرکت نہ کرسکیں اور کہتا تھا کہ یا اس حال میں مرجائیں اور زندگی چاہیں تو اسلام سے ہٹ جائیں مگر وہ اس حالت میں بھی اَحَد اَحَد کہتے تھے یعنی معبود ایک ہی ہے۔ رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے اور اگلے دن ان زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا تاکہ بے قرار ہوکر اسلام سے پھر جاویں یا تڑپ تڑپ کر مرجائیں۔ عذاب دینے والے اُکتا جاتے۔ کبھی ابوجہل کا نمبر آتا۔ کبھی اُمیہ بن خلف کا کبھی اوروں کا، اور ہر شخص اس کی کوشش کرتا کہ تکلیف دینے میں زور ختم کردے۔ حضرت اَبُوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے اس حالت میں دیکھا تو اُن کو خرید کر آزاد فرمایا۔

ف : چونکہ عرب کے بُت پرست اپنے بتوں کو بھی معبود کہتے تھے اس لئے اُن کے مقابلہ میں اسلام کی تعلیم توحید کی تھی، جس کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ کی زبان پر ایک ہی ایک کا ورد تھا۔ یہ تعلق اور عشق کی بات ہے ہم جھوٹی محبتوں میں دیکھتے ہیں کہ جس سے محبت ہوجاتی ہے اس کا نام لینے میں لُطف آتا ہے۔ بے فائدہ اس کو رٹا جاتا ہے تو اللہ کی محبت کا کیا کہنا جو دین اور دنیا میں دونوں جگہ کام آنے والی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بلالؓ کو ہر طرح سے ستایا جاتا تھا۔ سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں۔ مکّہ کے لڑکوں کے حوالہ کردیا جاتا کہ وہ اُن کو گلی کوچوں میں چکر دیتے پھریں اور یہ تھے کہ "ایک ہی ایک ہے" کی رٹ لگاتے تھے۔ اسی کا یہ صلہ ملا کہ پھر حضورؐ کے دربار میں مؤذن بنے اور سفر حضر میں ہمیشہ اذان کی خدمت اُن کے سپرد ہوئی حضورؐ کے وصال کے بعد مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضورؐ کی جگہ کو خالی دیکھنا مشکل ہوگیا۔ اس لئے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی کے بچے دن ہیں جہاد میں گذار دوں اس لئے جہاد میں شرکت کی نیت سے چل دیئے۔ ایک عرصہ تک مدینہ منوّرہ لوٹ کر نہیں آئے۔ ایک مرتبہ حضورؐ کی خواب میں زیارت کی۔ حضورؐ نے فرمایا بلال یہ کیا ظلم ہے ہمارے پاس کبھی نہیں آتے تو آنکھ کھُلنے پر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ حضرت حسنؓ حسینؓ نے اذان کی فرمائش کی۔ لاڈلوں کی فرمائش ایسی نہیں تھی کہ انکار کی گنجائش

ہوتی۔ اذان کہنا شروع کی اور مدینہ میں حضورؐ کے زمانہ کی اذان کانوں میں پڑ کر کہرام مچ گیا۔ عورتیں تک روتی ہوئی گھر سے نکل پڑیں۔ چند روز قیام کے بعد واپس ہوتے اور ۲۰ھ کے قریب دمشق میں وصال ہوا۔ (اسد الغابہ)

⑤ ــــــ حضرت ابُوذر غفاریؓ کا اسلام

حضرت ابُوذر غفاریؓ مشہور صحابی ہیں جو بعد میں بڑے زاہدوں اور بڑے علماء میں سے ہوئے حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کا ارشاد ہے کہ ابُوذرؓ ایسے علم کو حاصل کیے ہوئے ہیں جس سے لوگ عاجز ہیں مگر انہوں نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے۔ جب ان کو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کی پہلے پہل خبر پہنچی، تو انہوں نے اپنے بھائیؓ کو حالات کی تحقیق کے واسطے مکہ بھیجا کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور آسمان کی خبریں آتی ہیں اُس کے حالات معلوم کریں اور اس کے کلام کو غور سے سنیں۔ وہ مکہ مکرمہ آئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے بھائی سے جا کر کہا کہ میں نے اُن کو اچھی عادتوں اور عمدہ اخلاق کا حکم کرتے دیکھا اور ایک ایسا کلام سُنا جو نہ شعر ہے نہ کاہنوں کا کلام ہے۔ ابُوذرؓ کی اس مُجمل بات سے تشفّی نہ ہوئی۔ تو خود سامانِ سفر کیا اور مکہ پہنچے اور سیدھے مسجد حرام میں گئے۔ حضورؐ کو پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے پوچھنا مصلحت کے خلاف سمجھا، شام تک اسی حال میں رہے۔ شام کو حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ نے دیکھا کہ ایک پردیسی مسافر ہے۔ مسافروں کی، غریبوں کی، پردیسیوں کی خبر گیری، ان کی ضرورتوں کا پورا کرنا ان حضرات کی گھُٹی میں پڑا ہوا تھا۔ اس لئے ان کو اپنے گھر لے آئے۔ میزبانی فرمائی لیکن اس کے پوچھنے کی کچھ ضرورت نہ سمجھی کہ کون ہو، کیوں آئے۔ مسافر نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا۔ صبح کو پھر مسجد میں آ گئے اور دن بھر اسی حال میں گذرا کہ خود پتہ نہ چلا اور دریافت کسی سے کیا نہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہو گی کہ حضورؐ کے ساتھ دشمنی کے قصے بہت مشہور تھے، آپ کو اور آپ کے ملنے والوں کو ہر طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ اُن کو خیال ہوا ہو کہ صحیح حال معلوم نہیں ہو گا اور بدگمانی کی وجہ سے مفت کی تکلیف علیحدہ رہی۔ دوسرے دن شام کو بھی حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خیال ہوا کہ پردیسی مسافر ہے بظاہر جس غرض کے لئے آیا ہے وہ پوری نہیں ہوئی، اس لئے پھر اپنے گھر لے گئے اور رات کو کھلایا سلایا، مگر پوچھنے کی اس رات بھی نوبت نہ آئی۔ تیسری رات کو پھر یہی صورت ہوئی۔ تو حضرت علیؓ نے دریافت کیا کہ تم کس کام آئے ہو، کیا غرض ہے تو حضرت ابوذرؓ نے اوّل ان کو قسم اور

عہد پیمان دیئے، اس بات کے کہ وہ صحیح بتائیں۔ اس کے بعد اپنی غرض بتلائی۔ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ نے فرمایا کہ وہ بیشک اللہ کے رسولؐ ہیں اور صبح کو جب میں جاؤں تو تم میرے ساتھ چلنا میں وہاں تک پہنچادوں گا۔ لیکن مخالفت کا زور ہے اس لئے راستہ میں اگر مجھے کوئی شخص ایسا ملا جس سے میرے ساتھ چلنے کی وجہ سے تم پر کوئی اندیشہ ہو تو میں پیشاب کرنے لگوں گا یا اپنا جوتہ درست کرنے لگوں گا، تم سیدھے چلے چلنا، میرے ساتھ ٹھہرنا نہیں جس کی وجہ سے تمہارا میرا ساتھ ہونا معلوم نہ ہو۔ چنانچہ صبح کو حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کے پیچھے پیچھے حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ وہاں جاکر بات چیت ہوئی، اسی وقت مسلمان ہوگئے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اُن کی تکلیف کے خیال سے فرمایا کہ اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرنا چپکے سے اپنی قوم میں چلے جاؤ، جب ہمارا غلبہ ہوجاتے اس وقت چلے آنا۔ اُنہوں نے عرض کیا یارسول اللہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کلمہ توحید کو ان بے ایمانوں کے بیچ میں چلا کے پڑھوں گا۔ چنانچہ اسی وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ پڑھا۔ پھر کیا تھا چاروں طرف سے لوگ اٹھے اور اس قدر مارا کہ زخمی کردیا مرنے کے قریب ہوگئے۔ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ جو اس وقت تک مسلمان بھی نہیں ہوتے تھے اُن کے اوپر بچانے کے لئے لیٹ گئے اور لوگوں سے کہا کہ کیا ظلم کرتے ہو، یہ شخص قبیلۂ غفار کا ہے اور یہ قبیلہ ملک شام کے راستہ میں پڑتا ہے تمہاری تجارت وغیرہ سب ملک شام کے ساتھ ہے۔ اگر یہ مرگیا تو شام کا جانا آنا بند ہوجائے گا۔ اس پر ان لوگوں کو بھی خیال ہوا کہ ملک شام سے ساری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں وہاں کا راستہ بند ہوجانا مصیبت ہے اس لئے اُن کو چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پھر اسی طرح اُنہوں نے جاکر باآواز بلند کلمہ پڑھا۔ اور لوگ اس کلمہ کے سُننے کی تاب نہ لاسکتے تھے، اس لئے اُن پر ٹوٹ پڑے دوسرے دن بھی حضرت عباسؓ نے اسی طرح اُن کو سمجھا کر ہٹایا کہ تمہاری تجارت کا راستہ بند ہوجائے گا۔ **ف** حضورؐ کے اس ارشاد کے باوجود کہ اپنے اسلام کو چھپاؤ، اُن کا یہ فعل حق کے اظہار کا وَلولہ اور غلبہ تھا کہ جب یہ دین حق ہے تو کسی کے باپ کا کیا اجارہ ہے جس سے ڈر کر چھپایا جائے۔ اور حضورؐ کا منع فرمانا شفقت کی وجہ سے تھا کہ ممکن ہے تکالیف کا تحمل نہ ہو، ورنہ حضورؐ کے حکم کے خلاف صحابہؓ کی یہ مجال ہی نہ تھی، چنانچہ اس کا کچھ نمونہ مستقل باب میں آرہا ہے۔ چونکہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خود ہی دین کے پھیلانے میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت فرمارہے تھے،

اس لئے حضرت ابُوذرؓ نے سہولت پر عمل کے بجائے حضورؐ کے اِتباع کو ترجیح دی. یہی ایک چیز تھی کہ جس کی وجہ سے ہر قسم کی ترقی دینی و دُنیوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے قدم چوم رہی تھی اور ہر میدان اُن کے قبضہ میں تھا کہ جو شخص بھی ایک مرتبہ کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام کے جھنڈے کے نیچے آجاتا تھا، بڑی سے بڑی قوّت بھی اس کو روک نہ سکتی تھی اور نہ بڑے سے بڑا ظلم اس کو دین کی اِشاعت سے ہٹا سکتا تھا۔

⑥ حضرت خبّابؓ بن الارتّ کی تکلیفیں

حضرت خبّابؓ بن الارتّ بھی انہی مبارک ہستیوں میں ہیں جنہوں نے امتحان کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا اور اللہ کے راستہ میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کیں. شروع ہی میں پانچ چھ آدمیوں کے بعد مسلمان ہوگئے تھے، اس لئے بہت زمانہ تک تکلیفیں اُٹھائیں. لوہے کی زرہ پہنا کر ان کو دھوپ میں ڈال دیا جاتا جس سے گرمی اور تپش کی وجہ سے پسینوں پر پسینے بہتے رہتے تھے. اکثر اوقات بالکل سیدھا گرم ریت پر لٹا دیا جاتا جس کی وجہ سے کمر کا گوشت تک گل گل کر گر گیا تھا. یہ ایک عورت کے غلام تھے اس کو خبر پہنچی کہ یہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ملتے ہیں تو اس کی سزا میں لوہے کو گرم کر کے ان کے سر کو اس سے داغ دیتی تھی. حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ عرصہ کے بعد اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت خبّابؓ سے ان تکالیف کی تفصیل پوچھی، جو اُن کو پہنچائی گئیں انہوں نے عرض کیا کہ میری کمر دیکھیں. حضرت عمرؓ نے کمر دیکھ کر فرمایا کہ ایسی کمر تو کسی کی دیکھی ہی نہیں اُنہوں نے عرض کیا کہ مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا گیا۔ میری کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بُجھی۔ ان حالات کے باوجود جب اسلام کو ترقی ہوئی اور فتوحات کا دروازہ کُھلا تو اس پر رویا کرتے کہ خدانخواستہ ہماری تکالیف کا بدلہ کہیں دنیا ہی میں تو نہیں مِل گیا. حضرت خبّابؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خلافِ عادت بہت ہی لمبی نماز پڑھی، صحابہؓ نے اس کے متعلق عرض کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ رغبت و ڈر کی نماز تھی. میں نے اس میں اللہ تعالیٰ سے تین دُعائیں کی تھیں، دو اُن میں سے قبول ہوئیں اور ایک کو انکار فرما دیا. میں نے یہ دُعا کی کہ میری ساری اُمت قحط سے ہلاک نہ ہوجائے یہ قبول ہوگئی. دوسری یہ دُعا کی کہ اُن پر کوئی ایسا دشمن مُسلّط نہ ہو جو اُن کو بالکل مٹا دے یہ بھی قبول ہوگئی. تیسری یہ دُعا کی کہ ان میں آپس میں لڑائی جھگڑے نہ ہوں یہ بات منظور نہیں ہوئی. حضرت خبّابؓ کا انتقال سینتیس ۳۷ ہجری میں ہوا اور کوفہ میں سب سے

پہلے صحابی یہی دفن ہوتے۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کا گذر اُن کی قبر پر ہوا تو ارشاد فرمایا۔ اللہ خبابؓ پر رحم فرمائیں اپنی رغبت سے مسلمان ہوا اور خوشی سے ہجرت کی اور جہاد میں زندگی گذار دی اور مصیبتیں برداشت کیں۔ مبارک ہے وہ شخص جو قیامت کو یاد رکھے اور حساب کتاب کی تیاری کرے اور گذارہ کے قابل مال پر قناعت کرے اور اپنے مولا کو راضی کرلے۔ (اسد الغابہ) **ف** حقیقت میں مولا کو راضی کرلینا انہی لوگوں کا حصّہ تھا کہ ان کی زندگی کا ہر کام مولیٰ ہی کی رضا کے واسطے تھا۔

⑦ حضرت عمارؓ اور اُن کے والدینؓ کا ذکر

حضرت عمارؓ اور ان کے ماں باپ کو بھی سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ مکہ کی سخت گرم اور ریتلی زمین میں اُن کو عذاب دیا جاتا اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا اس طرف گذر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کی بشارت فرماتے۔ آخر اُن کے والد حضرت یاسرؓ اسی حالتِ تکلیف میں وفات پاگئے کہ ظالموں نے مرنے تک چین نہ لینے دیا اور اُن کی والدہ حضرت سُمَیَّہؓ کی شرمگاہ میں ابوجہل ملعون نے ایک برچھا مارا جس سے وہ شہید ہوگئیں مگر اسلام سے نہ ہٹیں حالانکہ بوڑھی تھیں ضعیف تھیں مگر اس بدنصیب نے کسی چیز کا بھی خیال نہیں کیا۔ اسلام میں سب سے پہلی شہادت ان کی ہے اور اسلام میں سب سے پہلی مسجد حضرت عمارؓ کی بنائی ہوئی ہے۔ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہجرت فرماکر مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت عمارؓ نے کہا کہ حضورؐ کے لئے ایک مکان سایہ کا بنانا چاہیئے جس میں تشریف رکھا کریں، دوپہر کو آرام فرمالیا کریں اور نماز بھی سایہ میں پڑھ سکیں تو قُبا میں حضرت عمارؓ نے اوّل پتھر جمع کئے اور پھر مسجد بنائی۔ لڑائی میں نہایت جوش سے شریک ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مزے میں آکر کہنے لگے کہ اب جاکر دوستوں سے ملیں گے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور اُن کی جماعت سے ملیں گے۔ اتنے میں پیاس لگی اور پانی کسی سے مانگا، اس نے دودھ سامنے کیا۔ اُس کو پیا اور پی کر کہنے لگے کہ میں نے حضورؐ سے سُنا کہ تو دنیا میں سب سے آخری چیز دودھ پیئے گا اس کے بعد شہید ہوگئے۔ اُس وقت چورانوے ۹۴ برس کی عمر تھی۔ بعض نے ایک آدھ سال کم بتلائی ہے۔ (اسد الغابہ)

(۸) ــــ حضرت صُہَیبؓ کا اسلام

حضرت صُہَیبؓ بھی حضرت عمّارؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم حضرت اَرْقَمؓ صَحابی کے مکان پر تشریف فرما تھے کہ یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضرِ خدمت ہوتے اور مکان کے دروازہ پر دونوں اِتّفاقیہ اکٹھے ہو گئے۔ ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضورؐ کے فیض سے مُستفید ہونا دونوں کا مقصود تھا۔ اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو اُس زمانہ میں اس قلیل اور کمزور جماعت کو پیش آتا تھا وہ پیش آیا، ہر طرح ستائے گئے، تکلیفیں پہنچائی گئیں، آخر تنگ آکر ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری ہی جگہ جاکر آرام سے زندگی بسر کریں۔ اسلئے جس کسی کی ہجرت کا حال معلوم ہوتا تھا اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے، کہ تکالیف سے نجات نہ پاسکے۔ چنانچہ اُن کا بھی پیچھا کیا گیا اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لئے گئی۔ انہوں نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تمھیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیر انداز ہوں، اتنے ایک بھی تیر میرے پاس باقی رہے گا تم لوگ مجھ تک نہیں آسکو گے اور جب ایک بھی تیر نہ رہے گا تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے۔ اس کے بعد جو تم سے ہوسکے کرنا۔ اس لئے اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلہ میں اپنے مال کا پتہ بتلاسکتا ہوں جو مکّہ میں ہے، اور دو باندیاں بھی ہیں وہ سب تم لے لو۔ اس پر وہ لوگ راضی ہو گئے اور اپنا مال دیکر جان چھڑائی۔ اسی بارہ میں آیتِ پاک وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ نازل ہوئی۔ (درمنثور) ترجمہ۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی رضا کے واسطے اپنی جان کو خرید لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہیں۔ حضورؐ اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے، صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ نفع کی تجارت کی۔ صُہَیبؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ اس وقت کھجور نوش فرمارہے تھے اور میری آنکھ دُکھ رہی تھی۔ میں بھی ساتھ کھانے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا آنکھ تو دُکھ رہی ہے اور کھجوریں کھاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ اُس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو تندرست ہے۔ حضورؐ یہ جواب سُن کر ہنس پڑے۔ حضرت صُہَیبؓ بڑے ہی خرچ کرنے والے تھے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے اُن سے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ ناحق کہیں خرچ نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ کا جب وصال ہونے لگا تو ان ہی کو جنازہ کی نماز پڑھانے کی وصیّت فرمائی تھی۔ (اسد الغابہ)

(۹) —— حضرت عمرؓ کا قصہ

حضرت عمرؓ جن کے پاک نام پر آج مسلمانوں کو فخر ہے اور جن کے جوشِ ایمانی سے آج تیرہ سو برس بعد تک کافروں کے دل میں خوف ہے۔ اسلام لانے سے قبل مسلمانوں کے مقابلہ اور تکلیف پہنچانے میں بھی ممتاز تھے۔ نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے قتل کے درپے رہتے تھے۔ ایک روز کفّار نے مشورہ کی کمیٹی قائم کی کہ کوئی ہے جو محمدؐ کو قتل کر دے۔ عمر نے کہا کہ میں کرونگا۔ لوگوں نے کہا کہ بیشک تم ہی کر سکتے ہو۔ عمر تلوار لٹکاتے ہوئے اُٹھے اور چل دیئے۔ اسی فکر میں جا رہے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ زُہرہ کے جن کا نام حضرت سعد بن اَبی وَقّاصؓ ہے اور بعضوں نے اور صاحب لکھے ہیں، ملے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ عمر کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگے کہ محمّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے قتل کی فکر میں ہوں (نعوذ باللہ) سعد نے کہا کہ بنو ہاشم اور بنو زُہرہ اور بنو عبدِ مناف سے کیسے مُطمئن ہو گئے، وہ تم کو بدلہ میں قتل کر دیں گے۔ اس جواب پر بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے تو بھی بے دین (یعنی مسلمان) ہو گیا۔ لا پہلے تجھی کو نمٹا دوں۔ یہ کہہ کر تلوار سونت لی اور حضرت سعدؓ نے بھی یہ کہہ کر کہ ہاں میں مسلمان ہو گیا ہوں، تلوار سنبھالی۔ دونوں طرف سے تلوار چلنے کو تھی کہ حضرت سعدؓ نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے، تیری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سُننا تھا کہ غصہ سے بھر گئے اور سیدھے بہن کے گھر گئے۔ وہاں حضرت خبابؓ جن کا ذکر نمبر ۶ پر گذرا، کواڑ بند کئے ہوئے ان دونوں میاں بیوی کو قرآن شریف پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمر نے کواڑ کھلوائے۔ اُن کی آواز سے حضرت خبابؓ تو جلدی سے اندر چھپ گئے اور وہ صحیفہ بھی جلدی میں باہر ہی رہ گیا جس پر آیاتِ قرآنی لکھی ہوئی تھیں۔ ہمشیرہ نے کواڑ کھولے۔ حضرت عمر کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس کو بہن کے سر پر مارا، جس سے سر سے خون بہنے لگا اور کہا کہ اپنی جان کی دشمن تو بھی بددین ہو گئی۔ اس کے بعد گھر میں آئے اور پوچھا کہ کیا کر رہے تھے اور یہ آواز کس کی تھی۔ بہنوئی نے کہا کہ بات چیت کر رہے تھے۔ کہنے لگے "کیا تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا"۔ بہنوئی نے کہا کہ اگر دوسرا دین حق ہو تب، یہ سُننا تھا کہ اُن کی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچی اور بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور زمین پر گرا کر خوب مارا۔ بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو اُن کے منہ پر ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ خون نکل آیا۔ وہ بھی آخر عمر ہی کی بہن تھیں، کہنے لگیں کہ عمر ہم کو اس وجہ سے مارا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہو گئے بیشک ہم مسلمان ہو گئے ہیں جو تجھ سے ہو سکے تو کر لے۔ اس

کے بعد حضرت عمرؓ کی نگاہ اس صحیفہ پر پڑی جو جلدی میں باہر رہ گیا تھا اور غصّہ کا جوش بھی اس مار پیٹ سے کم ہو گیا تھا۔ اور بہن کے اس طرح خون میں بھر جانے سے شرم سی بھی آ رہی تھی۔ کہنے لگے کہ اچھا مجھے دکھلاؤ یہ کیا ہے۔ بہن نے کہا کہ تو ناپاک ہے اور اس کو ناپاک ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ ہر چند اصرار کیا مگر وہ بے وضو اور غسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں۔ حضرت عمرؓ نے غسل کیا اور اس کو لے کر پڑھا۔ اس میں سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اس کو پڑھنا شروع کیا اور اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ تک پڑھا تھا کہ حالت ہی بدل گئی۔ کہنے لگے کہ اچھا مجھے بھی محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لے چلو۔ یہ الفاظ سُن کر حضرت خبابؓ اندر سے نکلے اور کہا کہ اے عمرؓ تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ کل شب پنجشنبہ میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دُعا مانگی تھی کہ یا اللہ عمرؓ اور ابوجہل میں جو تجھے زیادہ پسند ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرما (یہ دونوں قوّت میں مشہور تھے) معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کی دُعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی۔ اُس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جمعہ کی صبح کو مسلمان ہوئے (خصاص) ان کا مسلمان ہونا تھا کہ کُفّار کے حوصلے پست ہونا شروع ہو گئے۔ مگر پھر بھی یہ نہایت مختصر جماعت تھی اور وہ سارا مکّہ بلکہ سارا عرب، اس لئے اور بھی جوش پیدا ہوا اور جلسے کر کے مشورہ کر کے ان حضرات کو ناپید کرنے کی کوشش ہوتی تھی اور طرح طرح کی تدبیریں کی جاتی تھیں تاہم اتنا ضرور ہوا کہ مسلمان مکّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عمرؓ کا اسلام لانا مسلمانوں کی فتح تھی اور ان کی ہجرت مسلمانوں کی مدد تھی اور اُن کی خلافت رحمت تھی۔

(اسد الغابہ)

(۱۰) مسلمانوں کی حبشہ کی ہجرت اور شعب ابی طالب میں قید ہونا

مسلمانوں کو اور ان کے سردار فخرِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو جب کُفّار سے تکالیف پہنچتی ہی رہیں اور آئے دن اُن میں بجائے کمی کے اضافہ ہی ہوتا رہا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے صحابہؓ کو اس کی اجازت فرما دی کہ وہ یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں تو بہت سے حضرات نے حبشہ کی ہجرت فرمائی۔ حبشہ کے بادشاہ اگرچہ نصرانی تھے اور اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے مگر ان کے رحمدل اور منصف مزاج ہونے کی شہرت تھی۔ چنانچہ نبوّت کے پانچویں برس رجب کے مہینہ میں پہلی جماعت کے گیارہ یا بارہ مرد اور چار یا پانچ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ مکّہ والوں نے ان کا پیچھا بھی کیا کہ یہ نہ جا سکیں مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے۔ وہاں پہنچکر اُن کو یہ خبر ملی کہ مکّہ والے سب مسلمان ہو گئے اور اسلام

کو غلبہ ہو گیا۔ اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن واپس آ گئے لیکن مکّہ مکرّمہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور مکّہ والے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دشمنی اور تکلیفیں پہنچانے میں مصروف ہیں تو بڑی دِقّت ہوئی۔ اُن میں سے بعض حضرات وہیں سے واپس ہو گئے اور بعض کسی کی پناہ لے کر مکّہ مکرّمہ میں داخل ہوئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتی ہے اس کے بعد ایک بڑی جماعت نے جو تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں بتلائی جاتی ہیں متفرق طور پر ہجرت کی اور یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے بعض صحابہؓ نے دونوں ہجرتیں کیں اور بعض نے ایک۔ کفّار نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ حبشہ میں چین کی زندگی بسر کرنے لگے تو اُن کو اور بھی غصہ آیا اور بہت سے تحفے تحائف لے کر نجاشی شاہ حبشہ کے پاس ایک وفد بھیجا جو بادشاہ کے لئے بھی بہت سے تحفے لے کر گیا اور اس کے خواص اور پادریوں کے لئے بھی بہت سے ہدیے لے کر گیا۔ جاکر اوّل حُکّام اور پادریوں سے ملا اور ہدیے دے کر ان سے بادشاہ کے یہاں اپنی سفارش کا وعدہ لیا اور پھر بادشاہ کی خدمت میں یہ وفد حاضر ہوا۔ اوّل بادشاہ کو سجدہ کیا اور پھر تحفے پیش کرکے اپنی درخواست پیش کی اور رشوت خور حُکّام نے تائید کی۔ اُنہوں نے کہا کہ اے بادشاہ ہماری قوم کے چند بیوقوف لڑکے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہو گئے جس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ جانتے ہیں اور آپ کے ملک میں آ کر رہنے لگے۔ ہم کو شُرفائے مکّہ نے اور ان لوگوں کے باپ، چچا اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ ان کو واپس لائیں۔ آپ اُن کو ہمارے سپرد کر دیں۔ بادشاہ نے کہا کہ جن لوگوں نے میری پناہ پکڑی ہے بغیر تحقیق ان کو حوالہ نہیں کر سکتا۔ اوّل ان سے بُلا کر تحقیق کر لوں اگر یہ صحیح ہوا تو حوالہ کر دوں گا۔ چنانچہ مسلمانوں کو بُلایا گیا۔ مسلمان اوّل بہت پریشان ہوئے کیا کریں مگر اللہ کے فضل نے مدد کی اور ہمت سے یہ طے کیا کہ چلنا چاہیئے اور صاف بات کہنا چاہیئے۔ بادشاہ کے یہاں پہنچ کر سلام کیا۔ کسی نے اعتراض کیا کہ تم نے بادشاہ کو آدابِ شاہی کے موافق سجدہ نہیں کیا۔ اُن لوگوں نے کہا، ہم کو ہمارے نبی ؐ نے اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کے بعد بادشاہ نے ان سے حالات دریافت کئے۔ حضرت جعفرؓ آگے بڑھے اور فرمایا کہ ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے۔ نہ اللہ کو جانتے تھے نہ اس کے رسولوں سے واقف تھے۔ پتھروں کو پوجتے تھے، مُردار کھاتے تھے، بُرے کام کرتے تھے، رشتے ناتوں کو توڑتے تھے، ہم میں کا قوی ضعیف کو ہلاک کر دیتا تھا۔ ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ نے اپنا ایک رسول بھیجا جس کے نسب کو اس کی سچائی کو، اُس کی امانت داری کو، پرہیزگاری کو ہم خوب جانتے ہیں۔ اُس نے ہم کو ایک اللہ وحدہٗ

لاشریک لہٗ کی عبادت کی طرف بلایا اور پتھروں اور بتوں کے پوجنے سے منع فرمایا، اُس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا، بُرے کاموں سے منع کیا۔ اُس نے ہم کو سچ بولنے کا حکم دیا، امانت داری کا حکم دیا، صلۂ رحمی کا حکم کیا۔ پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ نماز، روزہ، صدقہ خیرات کا حکم دیا اور اچھے اخلاق تعلیم کئے۔ زنا بدکاری، جھوٹ بولنا، یتیم کا مال کھانا، کسی پر تہمت لگانا اور اس قسم کے بُرے اعمال سے منع فرمایا۔ ہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی، ہم اس پر ایمان لائے اور اس کے فرمان کی تعمیل کی۔ جس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی، اور ہم کو ہر طرح ستایا۔ ہم لوگ مجبور ہو کر تمہاری پناہ میں اپنے نبیؐ کے ارشاد سے آئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا جو قرآن تمہارے نبیؐ لے کر آئے ہیں وہ کچھ مجھے سناؤ۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریمؑ کی اوّل کی آیتیں پڑھیں جس کو سُن کر بادشاہ بھی رو دیا اور اس کے پادری بھی جو کثرت سے موجود تھے سب کے سب اس قدر روئے کہ ڈاڑھیاں تر ہوگئیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور جو کلام حضرت موسیٰؑ لے کر آئے تھے ایک ہی نور سے نکلے ہیں اور اُن لوگوں سے صاف انکار کر دیا کہ میں اُن کو تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ بڑے پریشان ہوئے کہ بڑی ذلت اُٹھانا پڑی، آپس میں صلاح کر کے ایک شخص نے کہا کہ کل میں ایسی تدبیر کروں گا کہ بادشاہ اُن کی جڑ ہی کاٹ دے۔ ساتھیوں نے کہا بھی ایسا نہیں چاہیئے۔ یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہوگئے مگر پھر بھی رشتہ دار ہیں مگر اُس نے نہ مانا۔ دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، اُن کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔ بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بُلایا۔ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن کے بُلانے سے ہمیں اور بھی زیادہ پریشانی ہوئی۔ بہر حال گئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں کیا کہتے ہو۔ اُنہوں نے کہا وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبیؐ پر اُن کی شان میں نازل ہوا، کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، اس کے رسول ہیں، اُس کی رُوح ہیں اور اس کے کلمہ ہیں جس کو خدا نے کنواری اور پاک مریمؑ کی طرف ڈالا۔ نجاشی نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ بھی اس کے سوا کچھ نہیں فرماتے۔ پادری لوگ آپس میں کچھ چخ چخ کرنے لگے۔ نجاشی نے کہا تم جو چاہے کہو۔ اُس کے بعد نجاشی نے اُن کے تحفے واپس کر دیئے اور مسلمانوں سے کہا تم امن سے ہو، جو تمہیں ستائے اس کو تاوان دینا پڑے گا اور اس کا اعلان بھی کرا دیا کہ جو شخص اُن کو ستائے گا اس کو تاوان دینا ہوگا۔ (خمیس) اُسکی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا اکرام اور بھی زیادہ ہونے لگا اور اس وفد کو ذلت سے واپس آنا پڑا تو پھر کفارِ مکہ کا جتنا بھی غصہ جوش کرتا ظاہر ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ کے اسلام لانے نے اُن

کو اور بھی جلا رکھا تھا اور ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ ان لوگوں کا اُن سے ملنا جُلنا بند ہو جائے اور اسلام کا چراغ کسی طرح بُجھے۔ اس لئے سردارانِ مکّہ کی ایک بڑی جماعت نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کُھلّم کُھلّا محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قتل کر دیا جائے، لیکن قتل کر دینا بھی آسان کام نہ تھا۔ اس لئے کہ بنو ہاشم بھی بڑے جتھے اور اُونچے طبقہ کے لوگ شمار ہوتے تھے۔ وہ اگرچہ اکثر مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جو مسلمان نہیں تھے وہ بھی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قتل ہو جانے پر آمادہ نہیں تھے۔ اس لئے ان سب کفّار نے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ سارے بنو ہاشم اور بنو المطّلب کا بائیکاٹ کیا جاوے۔ نہ اُن کو کوئی شخص اپنے پاس بیٹھنے دے، نہ اُن سے کوئی خرید و فروخت کرے نہ بات چیت کرے، نہ اُن کے گھر جائے، نہ اُن کو اپنے گھر میں آنے دے، اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے جب تک کہ وہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قتل کے لئے حوالہ نہ کر دیں۔ یہ معاہدہ زبانی ہی گفتگو پر ختم نہیں ہوا، بلکہ یکم محرم ۷ نبوی کو ایک معاہدہ تحریری لکھ کر بیت اللہ میں لٹکایا گیا، تاکہ ہر شخص اس کا احترام کرے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے، اور اس معاہدہ کی وجہ سے تین برس تک یہ سب حضرات دو پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی میں نظر بند رہے کہ نہ کوئی اُن سے مل سکتا تھا نہ یہ کسی سے مل سکتے تھے۔ نہ مکّہ کے کسی آدمی سے کوئی چیز خرید سکتے تھے، نہ باہر سے آنے والے کسی تاجر سے مل سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو پیٹا جاتا اور کسی ضرورت کا اظہار کرتا تو صاف جواب پاتا۔ معمولی سا سامان غلّہ وغیرہ جو ان لوگوں کے پاس تھا وہ کہاں تک کام دیتا۔ آخر فاقوں پر فاقے گذرنے لگے اور عورتیں اور بچّے بھوک سے بے تاب ہو کر روتے اور چلاتے اور اُن کے اعزّہ کو اپنی بھوک اور تکالیف سے زیادہ ان بچوں کی تکالیف ستاتیں۔ آخر تین برس کے بعد اللہ کے فضل سے وہ صحیفہ دیمک کی نذر ہوا، اور ان حضرات کی یہ مصیبت دُور ہوئی۔ تین برس کا زمانہ ایسے سخت بائیکاٹ اور نظر بندی میں گذرا اور ایسی حالت میں ان حضرات پر کیا کیا مشقّتیں گذری ہوں گی وہ ظاہر ہے۔ لیکن اس کے باوجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہایت ثابت قدمی کے ساتھ اپنے دین پر جمے رہے بلکہ اُسکی اشاعت فرماتے رہے۔

ف۔ یہ تکالیف اور مشقّتیں ان لوگوں نے اُٹھائی ہیں جن کے آج ہم نام لیوا کہلاتے ہیں اور اپنے کو اُن کا متبع بتلاتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ ہم لوگ ترقّی کے باب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسی ترقیوں کے خواب دیکھتے ہیں۔ لیکن کسی وقت ذرا غور کر کے یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ ان حضرات نے قربانیاں کتنی فرمائیں، اور ہم نے دین کی خاطر، اسلام کی خاطر، مذہب کی خاطر کیا کیا۔ کامیابی ہمیشہ کوشش اور سعی کے مناسب ہوتی ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ عیش و آرام، بد دینی اور دنیا طلبی میں

کافروں کے دوش بدوش چلیں اور اسلامی ترقی ہمارے ساتھ ہو. یہ کیسے ہو سکتا ہے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

ترجمہ:۔ مجھے خوف ہے او بدوی کہ تو کعبہ کو نہیں پہنچ سکتا، اس لئے کہ یہ راستہ کعبہ کی دوسری جانب ترکستان کی طرف جاتا ہے۔

دُوسرا باب

اللہ جَلَّ جلالہٗ عَمَّ نوالہٗ کا خوف اور ڈر

دین کے ساتھ اس جانفشانی کے باوجود جس کے قصے ابھی گذرے اور دین کے لئے اپنی جان، مال، آبرو سب کچھ فنا کر دینے کے بعد جس کا نمونہ ابھی آپ دیکھ چکے ہیں. اللہ جَلَّ شانُہٗ کا خوف اور ڈر جس قدر ان حضرات میں پایا جاتا تھا، اللہ کرے اس کا کچھ شمّہ ہم سے سیہ کاروں کو بھی نصیب ہو جائے. مثال کے طور پر اس کے بھی چند قصے لکھے جاتے ہیں.

۱ آندھی کے وقت حضور ﷺ کا طریقہ

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ جب ابر، آندھی وغیرہ ہوتی تھی تو حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چہرۂ انور پر اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا اور چہرہ کا رنگ فق ہو جاتا تھا اور خوف کی وجہ سے کبھی اندر تشریف لے جاتے، کبھی باہر تشریف لاتے اور یہ دعا پڑھتے رہتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ ۔(ترجمہ) "یا اللہ اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں ہو، بارش وغیرہ اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور جس غرض کے لئے یہ بھیجی گئی اس کی بھلائی چاہتا ہوں، یا اللہ میں اس ہوا کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں اور جو چیز اس میں ہے اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی اس کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں۔" اور جب بارش شروع ہو جاتی تو چہرہ پر انبساط شروع ہوتا. میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! سب لوگ جب

اَبر دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ بارش کے آثار معلوم ہوئے مگر آپؐ پر ایک گرانی محسوس ہوتی ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ عائشہؓ! مجھے اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو۔ قومِ عاد کو ہوا کے ساتھ ہی عذاب دیا گیا اور وہ اَبر کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے کہ اس اَبر میں ہمارے لئے پانی برسایا جائے گا حالانکہ اس میں عذاب تھا[۱]۔ اللہ جلّ شانُہٗ کا ارشاد ہے۔ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ الآية (ترجمہ) ان لوگوں نے (یعنی قومِ عاد نے) جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مُقابل آتے دیکھا تو کہنے لگے یہ بادل تو ہم پر بارش برسانے والا ہے (ارشادِ خداوندی ہوا کہ) نہیں برسنے والا نہیں بلکہ یہ وہی (عذاب ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے (اور نبیؑ سے کہتے تھے کہ اگر تو سچا ہے تو ہم پر عذاب لا) ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے جو ہر چیز کو اپنے رَبّ کے حکم سے ہلاک کر دے گی، چنانچہ وہ لوگ اس آندھی کی وجہ سے ایسے تباہ ہوگئے کہ بجُز ان کے مکانات کے کچھ نہ دکھلائی دیتا تھا اور ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں[۲]۔ **ف** یہ اللہ کے خوف کا حال اسی پاک ذات کا ہے جس کا سَیِّدُ الْاَوَّلِینَ وَالْآخِرِیْن ہونا خود اسی کے اِرشاد سے سب کو معلوم ہے۔ خود کلامِ پاک میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ اُن میں آپ کے ہوتے ہوئے اُن کو عذاب دیں۔ اس وعدۂ خداوندی کے باوجود پھر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے خوفِ الٰہی کا یہ حال تھا کہ اَبر اور آندھی کو دیکھ کر پہلی قوموں کے عذاب یاد آجاتے تھے۔ اسی کے ساتھ ایک نگاہ اپنے حال پر بھی کرنا ہے کہ ہم لوگ ہر وقت گناہوں میں مُبتلا رہتے ہیں اور زلزلوں اور دوسری قسم کے عذابوں کو دیکھ کر بجائے اس سے مُتأثّر ہونے کے، توبہ اِستِغفَار نماز وغیرہ میں مشغول ہونے کے دوسری قِسم قِسم کی لغو تحقیقات میں پڑ جاتے ہیں۔

(۲) —— اندھیرے میں حضرت اَنسؓ کا فعل

نَضرؓ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت اَنسؓ کی زندگی میں ایک مرتبہ دن میں اندھیرا چھا گیا۔ میں حضرت اَنسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضورؐ کے زمانے میں بھی اس قسم کی چیزیں پیش آتی تھیں اُنہوں نے فرمایا خدا کی پناہ حضورؐ کے زمانہ میں تو ذرا سی ہوا تیز ہو جاتی تھی تو ہم لوگ قیامت کے آجانے کے خوف سے مسجدوں میں دوڑ جاتے تھے۔ ایک دوسرے صحابی اَبُو الدَّرْدَاءؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا معمول تھا کہ جب آندھی چلتی تو حضورؐ گھبرائے ہوئے مسجد میں تشریف لے جاتے[۳]۔ **ف** آج کسی بڑے سے بڑے حادثہ، مصیبت، بلا میں بھی مسجد کسی کو یاد آتی ہے۔ عوام کو چھوڑ کر خواص میں بھی اس کا اہتمام

[۱] درمنثور [۲] بیان القرآن [۳] جمع الفوائد

کچھ پایا جاتا ہے۔ آپ خود ہی اس کا جواب اپنے دل میں سوچیں۔

(۳) سورج گرہن میں حضورؐ کا عمل

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوگیا۔ صحابہؓ کو فکر ہوئی کہ اس موقع پر حضورؐ کیا عمل فرمائیں گے کیا کریں گے، اس کی تحقیق کی جائے۔ جو حضرات اپنے اپنے کام میں مشغول تھے چھوڑ کر دوڑے ہوئے آئے۔ نوعمر لڑکے جو تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے ان کو چھوڑ کر لپکے ہوئے آئے تاکہ یہ دیکھیں کہ حضورؐ اس وقت کیا کریں گے۔ نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دو رکعت کسوف کی نماز پڑھی جو اتنی لانبی تھی کہ لوگ غش کھا کر گرنے لگے۔ نماز میں نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم روتے تھے اور فرماتے تھے۔ اے رب کیا آپ نے مجھ سے اس کا وعدہ نہیں فرما رکھا کہ آپ ان لوگوں کو میرے موجود ہوتے ہوئے عذاب نہ فرمائیں گے اور ایسی حالت میں بھی عذاب نہ فرمائیں گے کہ وہ لوگ استغفار کرتے رہیں (سورۂ انفال میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے اس کا وعدہ فرما رکھا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ) پھر حضورؐ نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ جب کبھی ایسا موقع ہو اور آفتاب یا چاند گرہن ہو جائے تو گھبرا کر نماز کی طرف متوجّہ ہو جایا کرو۔ میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو ہنسنا کم کر دو اور رونے کی کثرت کر دو۔ جب کبھی ایسی حالت پیش آئے۔ نماز پڑھو، دُعا مانگو، صدقہ کرو۔

(۴) حضورؐ کا تمام رات روتے رہنا

نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ایک مرتبہ تمام رات روتے رہے اور صبح تک نماز میں یہ آیت تلاوت فرماتے رہے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اے اللہ اگر آپ ان کو سزا دیں جب بھی آپ مختار ہیں کہ یہ آپ کے بندے ہیں اور آپ اُن کے مالک ہیں اور مالک کو حق ہے کہ بندوں کو جرائم پر سزا دے اور اگر آپ اُن کو معاف فرما دیں تو بھی آپ مختار ہیں کہ آپ زبردست قدرت والے ہیں تو معافی پر بھی قدرت ہے اور حکمت والے ہیں تو معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی[۱] امام اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے متعلق بھی نقل کیا گیا ہے کہ وہ ایک شب تمام رات وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ مطلب آیتِ شریفہ کا یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو حکم ہوگا کہ دُنیا میں تو سب ملے جلے

[۱] بیان القرآن

رہے مگر آج مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں اور غیر مجرم علیحدہ۔ اس حکم کو سُن کر جتنا بھی رو دیا جاوے تھوڑا ہے کہ نامعلوم اپنا شمار مجرموں میں ہوگا یا فرمانبرداروں میں۔

(۵) حضرت ابوبکرؓ پر اللہ کا ڈر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو باجماعِ اہلِ سنت انبیاءؑ کے علاوہ تمام دنیا کے آدمیوں سے افضل ہیں اور اُن کا جنتی ہونا یقینی ہے کہ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کو جنتی ہونے کی بشارت دی بلکہ جنتیوں کی ایک جماعت کا سردار بتایا اور جنت کے سب دروازوں سے اُن کی پکار اور بلاوے کی خوشخبری دی اور یہ بھی فرمایا کہ میری اُمت میں سب سے پہلے ابوبکرؓ جنت میں داخل ہوں گے۔ اس سب کے باوجود فرمایا کرتے کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ کبھی فرماتے کاش میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے۔ کبھی فرماتے کاش میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک جانور کو بیٹھا ہوا دیکھ کر ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ تو کس قدر لُطف میں ہے کہ کھاتا ہے پیتا ہے، درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں۔ کاش ابوبکرؓ بھی تجھ جیسا ہوتا۔[1] ربیعہؓ اسلمی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی بات پر مجھ میں اور حضرت ابوبکرؓ میں کچھ بات بڑھ گئی اور اُنہوں نے مجھے کوئی سخت لفظ کہہ دیا جو مجھے ناگوار گذرا۔ فوراً اُن کو خیال ہوا، مجھ سے فرمایا کہ تو بھی مجھے کہہ دے تاکہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے کہنے سے انکار کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ یا تو کہہ لو ورنہ میں حضورؐ سے جا کر عرض کروں گا۔ میں نے اس پر بھی جوابی لفظ کہنے سے انکار کیا۔ وہ تو اُٹھ کر چلے گئے۔ بنو اسلم کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے کہ یہ بھی اچھی بات ہے کہ خود ہی تو زیادتی کی اور خود ہی اُلٹی حضورؐ سے شکایت کریں۔ میں نے کہا تم جانتے بھی ہو یہ کون ہیں۔ یہ ابوبکر صدیقؓ ہیں اگر یہ خفا ہو گئے تو اللہ کا لاڈلا رسولؐ مجھ سے خفا ہو جائے گا اور اس کی خفگی سے اللہ تعالیٰ شانہٗ ناراض ہو جائیں گے تو ربیعہؓ کی ہلاکت میں کیا تردد ہے۔ اس کے بعد میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تجھے جواب میں اور بدلہ میں کہنا نہیں چاہیئے۔ البتہ اس کے بدلہ میں یوں کہہ کہ اے ابوبکرؓ اللہ تمہیں معاف فرمادیں۔

ف یہ ہے اللہ کا خوف کہ ایک معمولی سے کلمہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بدلہ کا اس قدر فکر اور اہتمام ہوا کہ اول خود درخواست کی اور پھر حضورؐ کے واسطہ سے اس کا ارادہ فرمایا کہ ربیعہؓ بدلہ لے لیں۔ آج ہم سینکڑوں باتیں ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہیں۔ اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ

[1] تاریخ الخلفاء

اس کا آخرت میں بدلہ بھی لیا جائے گا یا حساب کتاب بھی ہوگا۔

⑥ — حضرت عمرؓ کی حالت

حضرت عمرؓ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے، کاش میں یہ تنکا ہوتا۔ کبھی فرماتے، کاش مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ کسی کام میں مشغول تھے۔ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ آپ چل کر مجھے بدلہ دلوادیجئے۔ آپؓ نے اس کے ایک دُرّہ مارا کہ جب میں اس کام کے لئے بیٹھتا ہوں اس وقت تو آتے نہیں، جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہوجاتا ہوں تو آکر کہتے ہیں کہ بدلہ دلوا۔ وہ شخص چلا گیا۔ آپؓ نے آدمی بھیج کر اُس کو بلوایا اور دُرّہ اس کو دیکر فرمایا کہ بدلہ لے لو، اس نے عرض کیا کہ میں نے اللہ کے واسطے مُعاف کیا۔ گھر تشریف لائے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد اپنے آپ کو خطاب کرکے فرمایا۔ اے عمر تو کمینہ تھا اللہ نے تجھ کو اُونچا کیا، تو گمراہ تھا اللہ نے تجھ کو ہدایت کی، تو ذلیل تھا اللہ نے تجھے عزت دی، پھر لوگوں کا بادشاہ بنایا۔ اب ایک شخص آکر کہتا ہے کہ مجھے ظلم کا بدلہ دلوادے تو تو اس کو مارتا ہے۔ کل کو قیامت کے دن اپنے رب کو کیا جواب دیگا۔ بڑی دیر تک اسی طرح اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے[1] آپؓ کے غلام حضرت اسلمؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حَرّہ[2] کی طرف جارہا تھا۔ ایک جگہ آگ جلتی ہوئی جنگل میں نظر آئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شاید یہ کوئی قافلہ ہے جو رات ہوجانے کی وجہ سے شہر میں نہیں گیا باہر ہی ٹھہر گیا۔ چلو اس کی خیر خبر لیں رات کو حفاظت کا انتظام کریں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ چند بچے ہیں جو رو رہے ہیں اور چلّا رہے ہیں، اور ایک دیگچی چُولہے پر رکھی ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہے اور اس کے نیچے آگ جل رہی ہے۔ اُنہوں نے سلام کیا اور قریب آنے کی اجازت لیکر اس کے پاس گئے اور پوچھا کہ یہ بچے کیوں رو رہے ہیں۔ عورت نے کہا کہ بھوک سے لاچار ہوکر رو رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اس دیگچی میں کیا ہے۔ عورت نے کہا کہ پانی بھر کر بہلانے کے واسطے آگ پر رکھدی ہے کہ ذرا ان کو تسلّی ہوجائے اور سوجائیں۔ امیرُ المؤمنین عمرؓ کا اور میرا اللہ ہی کے یہاں فیصلہ ہوگا کہ میری اس تنگی کی خبر نہیں لیتے۔ حضرت عمرؓ رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے بھلا عمرؓ کو تیرے حال کی کیا خبر ہے۔ کہنے لگی کہ وہ ہمارے امیر بنے ہیں اور ہمارے حال کی خبر بھی نہیں رکھتے۔ اسلمؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مجھے ساتھ لیکر واپس ہوئے اور ایک بوری میں بَیتُ المال میں سے کچھ آٹا اور کھجوریں اور چربی اور کچھ کپڑے اور کچھ دِرہم لئے۔ غرض اس بوری کو خوب

[1] اسد الغابہ
[2] مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

بھر لیا، اور فرمایا کہ یہ میری کمر پر رکھدے۔ میں نے عرض کیا کہ میں لے چلوں۔ آپؓ نے فرمایا نہیں میری کمر پر رکھدے۔ دو تین مرتبہ جب میں نے اصرار کیا تو فرمایا کیا قیامت میں بھی میرے بوجھ کو تو ہی اُٹھائے گا اس کو میں ہی اُٹھاؤں گا اس لئے کہ قیامت میں مجھ ہی سے اس کا سُوال ہوگا۔ میں نے مجبور ہو کر بوری کو آپکی کمر پر رکھدیا۔ آپ نہایت تیزی کے ساتھ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ وہاں پہنچکر اس دیگچی میں آٹا اور کچھ چربی اور کھجوریں ڈالیں اور اس کو چلانا شروع کیا اور چولہے میں خود ہی پھونک مارنا شروع کیا۔ اسلم رضؓ کہتے ہیں کہ آپؓ کی گنجان داڑھی سے دُھواں نکلتا ہوا میں دیکھتا رہا، حتّیٰ کہ حَرِیرہ سا تیار ہوگیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دستِ مبارک سے نکال کر اُن کو کھلایا۔ وہ سیر ہو کر خوب ہنسی کھیل میں مشغول ہوگئے اور جو بچا تھا وہ دوسرے وقت کے واسطے اُن کے حوالے کر دیا۔ وہ عورت بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی اللہ تعالیٰ تمھیں جزائے خیر دے، تم تھے اس کے مُستحق کہ بجائے حضرت عمرؓ کے تم ہی خلیفہ بناتے جاتے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو تسلّی دی اور فرمایا کہ جب تم خلیفہ کے پاس جاؤگی تو مجھ کو بھی وہیں پاؤگی۔ حضرت عمرؓ اس کے قریب ہی ذرا ہٹ کر زمین پر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد چلے آئے اور فرمایا کہ میں اس لئے بیٹھا تھا کہ میں نے اُن کو روتے ہوئے دیکھا تھا۔ میرا دل چاہا کہ تھوڑی دیر اُن کو ہنستے ہوئے بھی دیکھوں[1]۔ صبح کی نماز میں اکثر سورۂ کہف، طٰہٰ وغیرہ بڑی سورتیں پڑھتے اور روتے کہ کئی کئی صفوں تک آواز جاتی۔ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں سورۂ یوسف پڑھ رہے تھے اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ پر پہنچے تو روتے روتے آواز نہ نکلی۔ تہجُّد کی نماز میں بعض مرتبہ روتے روتے گر جاتے اور بیمار ہو جاتے۔ **ف** یہ ہے اللہ کا خوف اس شخص کا جس کے نام سے بڑے بڑے نامور بادشاہ ڈرتے تھے، کانپتے تھے۔ آج بھی ساڑھے تیرہ سو برس کے زمانہ تک اس کا دَبدَبہ مانا ہوا ہے۔ آج کوئی بادشاہ نہیں، حاکم نہیں، کوئی معمولی سا امیر بھی اپنی رعایا کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے؟

(۷) حضرت ابنِ عبّاسؓ کی نصیحت

وَہب بن مُنَبِّہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عبّاسؓ کی ظاہری بینائی جانے کے بعد میں اُن کو لئے جارہا تھا وہ مسجدِ حرام میں تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر ایک مجمع سے کچھ جھگڑے کی آواز آرہی تھی۔ فرمایا مجھے اس مجمع کی طرف لے چلو۔ میں اس طرف لے گیا۔ وہاں پہنچ کر آپؓ نے سلام کیا۔ ان لوگوں نے بیٹھنے کی درخواست کی تو آپ نے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ کے خاص بندوں

[1] اشہر مشاہیر منتخب کنز العمال

کی جماعت وہ لوگ ہیں جن کو اُس کے خوف نے چپ کرا رکھا ہے۔ حالانکہ نہ وہ عاجز ہیں نہ گونگے بلکہ فصیح لوگ ہیں، بولنے والے ہیں سمجھ دار ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے ذکر نے اُن کی عقلوں کو اُڑا رکھا ہے۔ اُن کے دل اس کی وجہ سے ٹوٹے رہتے ہیں اور زبانیں چپ رہتی ہیں اور جب اس حالت پر اُن کو پختگی مُیَسّر ہو جاتی ہے تو اُس کی وجہ سے نیک کاموں میں وہ جلدی کرتے ہیں تم لوگ اُن سے کہاں ہٹ گئے۔ وُہبؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دو آدمیوں کو بھی ایک جگہ جمع نہیں دیکھا۔

ف حضرت ابنِ عباسؓ اللہ کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ چہرہ پر آنسوؤں کے ہر وقت بہنے سے دو نالیاں سی بن گئی تھیں۔ اُوپر کے قصہ میں حضرت ابنِ عباسؓ نے نیک کاموں پر اہتمام کا یہ ایک سہل نسخہ بتلایا کہ اللہ کی عظمت اور اُسکی بڑائی کا سوچ کیا جائے کہ اس کے بعد ہر قسم کا نیک عمل سہل ہے اور پھر وہ یقیناً اخلاص سے بھرا ہوا ہوگا۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں اگر تھوڑا سا وقت بھی ہم لوگ اس سوچنے کی خاطر نکال لیں تو کیا مشکل ہے؟

(۸) تبوکؔ کے سفر میں قومِ ثمود کی بستی پر گذر

غزوۂ[۱] تبوک مشہور غزوہ ہے اور نبیِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا آخری غزوہ ہے۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اطلاع ملی کہ روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے اور بہت بڑا لشکر لے کر شام کے راستے سے مدینہ کو آ رہا ہے۔ اس خبر پر ۵ رجب ۹ھ پنجشنبہ کو نبیِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کے مقابلہ کے لئے مدینۂ طیّبہ سے روانہ ہو گئے۔ چونکہ زمانہ سخت گرمی کا تھا اور مقابلہ بھی سخت تھا اس لئے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صاف اعلان فرما دیا تھا کہ روم کے بادشاہ سے مقابلہ کے لئے چلنا ہے تیاری کر لی جائے اور حضورؐ نے خود اس کے لئے چندہ فرمانا شروع کیا۔ یہی لڑائی ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان لے آئے اور جب اُن سے پوچھا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا تو فرمایا کہ اُن کے لئے اللہ اور اُس کے رسول کو چھوڑ آیا۔ اور حضرت عمرؓ گھر کے پورے سامان میں سے آدھا لے آئے جس کا قصہ ۶ باب میں آتا ہے اور حضرت عثمان غنیؓ نے ایک تہائی لشکر کا پورا سامان مہیا فرمایا اور اسی طرح ہر شخص اپنی حیثیت سے زیادہ ہی لایا اس کے باوجود چونکہ عام طور سے تنگی تھی اس لئے دس دس آدمی ایک اُونٹ پر تھے کہ نوبت نوبت اس پر سوار ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کا نام جَیْشُ الْعُسْرَۃ (تنگی کا لشکر) بھی تھا۔ یہ لڑائی نہایت ہی سخت تھی کہ سفر بھی دُور کا تھا اور موسم بھی اس قدر سخت کہ گرمی کی انتہا نہیں تھی

[۱] غزوہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں حضورؐ خود شریک ہوئے ہوں ۱۲

اور اس کے ساتھ ہی مدینہ طیبہ میں کھجور کے پکنے کا زمانہ زور پر تھا کہ سارے باغ بالکل پکے ہوئے کھڑے تھے اور کھجور ہی پر مدینہ طیبہ والوں کی زندگی کا زیادہ دار و مدار تھا کہ سال بھر کی روزی جمع کرنے کا گویا یہی زمانہ تھا۔ ان حالات میں یہ وقت مسلمانوں کے لئے نہایت سخت امتحان کا تھا کہ ادھر اللہ کا خوف، حضورؐ کا ارشاد جس کی وجہ سے بغیر جائے نہ بنتی تھی اور دوسری جانب یہ ساری دقتیں کہ ہر وقت مستقل روک تھی، بالخصوص سال بھر کی محنت اور پکے پکائے درختوں کا یوں بے یار و مددگار چھوڑ جانا جتنا مشکل تھا وہ ظاہر ہے مگر اس سب کے باوجود اللہ کا خوف ان حضرات پر غالب تھا۔ اس لئے بجز منافقین اور معذورین جن میں عورتیں اور بچے بھی داخل تھے اور وہ لوگ بھی جو بضرورت مدینہ طیبہ میں چھوڑے گئے یا کسی قسم کی سواری نہ مل سکنے کی وجہ سے روتے ہوئے رہ گئے تھے جن کے بارے میں آیت تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ نازل ہوئی اور سب ہی حضرات ہم رکاب تھے البتہ تین حضرات بلا عذر کے شریک نہیں تھے جن کا قصہ آئندہ آرہا ہے۔ راستہ میں قومِ ثمود کی بستی پر گذر ہوا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دامن سے اپنے چہرۂ انور کو ڈھانک لیا اور اونٹنی کو تیز کر دیا اور صحابہؓ کو بھی حکم فرمایا کہ یہاں سے تیز چلو اور ظالموں کی بستیوں میں سے روتے ہوئے گذرو اور اس سے ڈرتے ہوئے گذرو کہ تم پر بھی خدانخواستہ وہ عذاب کہیں نازل نہ ہو جائے جو اُن پر نازل ہوا تھا۔[1]

ف اللہ کا پیارا نبیؐ اور لاڈلا رسولؐ عذاب والی جگہ سے ڈرتا ہوا خوف کرتا ہوا گذرتا ہے اور اپنے جاں نثار دوستوں کو جو اس سخت مجبوری کے وقت میں بھی جاں نثاری کا ثبوت دیتے ہیں روتے ہوئے جانے کا حکم فرماتا ہے کہ خدانخواستہ وہ عذاب اُن پر نہ نازل ہو جائے۔ ہم لوگ کسی بستی میں زلزلہ آجاتے تو اُس کو سیرگاہ بناتے ہیں کھنڈروں کی تفریح کو جاتے ہیں اور رونا تو درکنار رونے کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے۔

(۹) — تبوکؔ میں حضرت کعبؓ کی غیر حاضری اور توبہ

اسی تبوک کی لڑائی میں معذورین کے علاوہ اسیؔ سے زیادہ تو منافق انصار میں سے تھے اور اتنے ہی تقریباً بدوی لوگوں میں سے۔ ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت باہر کے لوگوں میں سے ایسی تھی جو شریک نہیں ہوئے اور اتنا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ دوسروں کو بھی لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ کہہ کر روکتے تھے (گرمی میں نہ نکلو) حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ "جہنم کی آگ کی گرمی بہت سخت ہے"۔ ان کے علاوہ تین سچے پکے مسلمان بھی ایسے تھے جو بلا کسی عذر قوی کے اس لڑائی میں شریک نہیں

[1] اسلام خمیس

ہوسکے۔ ایک کعبؓ بن مالک، دوسرے ہلالؓ بن اُمیّہ، تیسرے مُرارہ بن ربیعؓ۔ یہ تینوں حضرت کسی نفاق یا عذر سے نہیں ٹھیرے بلکہ خوشحالی ہی رہ جانے کا سبب بن گئی کعبؓ اپنی سرگذشت جو اس موقع پر پیش آئی مُفصّل سناتے ہیں جو آئندہ آرہی ہے۔

مُرارہ بنؓ رَبیع کا باغ خوب پھل رہا تھا اُن کو خیال ہوا کہ اگر میں چلا گیا تو یہ سب ضائع ہوجائیگا ہمیشہ میں لڑائیوں میں شریک ہوتا ہی رہا ہوں اگر اس مرتبہ رہ گیا تو کیا مضائقہ ہے اس لئے ٹھہر گئے۔ مگر جب تنبُّہ ہوا تو چونکہ باغ ہی اس کا سبب ہوا تھا اس لئے سب کو اللہ کے راستہ میں صدقہ کردیا۔

ہلالؓ کے اہل و اعزہؓ جو کہیں گئے ہوئے تھے اتّفاق سے اس موقع پر سب جمع ہوگئے ان کو بھی یہی خیال ہوا کہ ہمیشہ شرکت کرتا ہی رہتا ہوں اگر اس موقع پر نہ جاؤں تو کیا حرج ہے اس لئے ٹھہر گئے مگر تنبُّہ ہونے پر سب سے تعلقات مُنقطع کرلینے کا ارادہ کیا کہ یہ تعلّقات ہی اس لڑائی میں شرکت نہ کرسکنے کا سبب ہوئے۔

حضرت کعبؓ کا قصہ احادیث میں کثرت سے آتا ہے وہ اپنی سرگذشت بڑی تفصیل سے سُنایا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا قوی و مالدار نہیں تھا جتنا کہ تبوک کے وقت تھا۔ اس وقت میرے پاس خود اپنی ذاتی دو اونٹنیاں تھیں۔ اس سے پہلے کبھی بھی دو اونٹنیاں میرے پاس ہونے کی نوبت نہیں آئی حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی ہمیشہ عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جس طرف لڑائی کا ارادہ ہوتا تھا اس کا اظہار نہیں ہوتا تھا بلکہ دوسری جانبوں کے احوال دریافت فرماتے تھے مگر اس لڑائی میں چونکہ گرمی بھی شدید تھی اور سفر بھی دور کا تھا۔ ان کے علاوہ دشمنوں کی بھی بہت بڑی جماعت تھی اس لئے صاف اعلان فرمادیا تھا تاکہ لوگ تیاری کرلیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضورؐ کے ساتھ ہوگئی کہ رجسٹر میں اُن کا نام بھی لکھنا دُشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں نہ پتہ چلے تو دُشوار نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی پھل بالکل پک رہے تھے۔ میں بھی سامانِ سفر کی تیاری کا صبح ہی سے ارادہ کرتا مگر شام ہوجاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی۔ لیکن میں اپنے دل میں خیال کرتا رہا کہ مجھے وسعت حاصل ہے جب ارادہ پختہ کروں گا فوراً ہوجائے گا حتیٰ کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم روانہ بھی ہوگئے اور مسلمان آپؐ کے ساتھ ساتھ۔ مگر میرا سامانِ سفر تیار نہ ہوا۔ پھر بھی یہی خیال رہا کہ ایک دو روز میں تیار کرکے جاملوں گا اسی طرح آج کل پر ٹلتا رہا حتّٰی کہ حضورؐ کے وہاں پہنچنے کا زمانہ تقریباً آ

گیا۔ اس وقت میں نے کوشش بھی کی مگر سامان نہ ہو سکا۔ اب میں جب مدینہ طیّبہ میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہوں تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں جن کے اوپر نفاق کا بدنما داغ لگا ہوا تھا یا وہ معذور تھے اور حضورؐ نے بھی تبوک پہنچ کر دریافت فرمایا کہ کعبؓ نظر نہیں پڑتے۔ کیا بات ہوئی۔ ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہ اس کو اپنے مال و جمال کی اکڑ نے روکا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ غلط کہا۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلا آدمی ہے مگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سکوت فرمایا اور کچھ نہیں بولے۔ حتّٰی کہ چند روز میں مَیں نے واپسی کی خبر سُنی تو مجھے رنج و غم سوار ہوا اور بڑا فکر ہوا۔ دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے حضورؐ کے غصّہ سے جان بچالوں پھر کسی وقت معافی کی درخواست کرلوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھدار سے مشورہ کرتا رہا، مگر جب مجھے معلوم ہو گیا کہ حضورؐ تشریف لے ہی آئے تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دے گی اور میں نے سچ سچ عرض کرنے کی ٹھان ہی لی۔ حضورؐ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اوّل مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں۔ چنانچہ حسبِ معمول حضورؐ تشریف فرما رہے اور منافق لوگ آکر جھوٹے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ظاہر حال کو قبول فرماتے رہے اور باطن کو اللہ کے سپرد فرماتے رہے کہ اتنے میں مَیں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ حضورؐ نے ناراضگی کے انداز میں تبسّم فرمایا اور اعراض فرمایا۔ میں نے عرض کیا، یا نبیّ اللہ آپ نے اعراض فرمالیا۔ میں خدا کی قسم نہ تو منافق ہوں نہ مجھے ایمان میں کچھ تردّد ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہاں آ۔ میں قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے روکا۔ کیا تو نے اونٹنیاں نہیں خرید رکھی تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں کسی دنیا دار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصّہ سے معقول عذر کے ساتھ خلاصی پالیتا کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ تعالٰی نے عطا فرمایا ہے۔ لیکن آپؐ کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ اگر آج جھوٹ سے آپؐ کو راضی کرلوں تو قریب ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ مجھ سے ناراض ہو نگے اور اگر آپ سے صاف صاف عرض کردوں تو آپؐ کو غصّہ آئے گا لیکن قریب ہے کہ اللہ کی پاک ذات آپؐ کے عتاب کو زائل فرمادے گی۔ اس لئے سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ مجھے کوئی عُذر نہیں تھا اور جیسا فارغ اور وُسعت والا میں اس زمانہ میں تھا کسی زمانہ میں بھی اس سے پہلے نہیں ہوا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اُٹھ جاؤ تمہارا فیصلہ حق تعالٰی شانہٗ فرمائیں

گے۔ میں وہاں سے اُٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھے ملامت کی کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ اگر تو کوئی عذر کر کے حضورؐ سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضورؐ کا استغفار تیرے لئے کافی تھا میں نے اُن سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو۔ لوگوں نے بتلایا کہ دو شخصوں کے ساتھ اور بھی یہی معاملہ ہوا کہ انہوں نے بھی یہی گفتگو کی جو تو نے کی اور یہی جواب ان کو ملا جو تجھ کو ملا۔ ایک ہلالؓ بن اُمیہؓ، دوسرے مرارہؓ بن ربیع۔ میں نے دیکھا کہ دو صالح شخص جو دونوں بدری[1] ہیں وہ بھی میرے شریک حال ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں سے بولنے کی ممانعت بھی فرما دی کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ غصہ اُسی پر آتا ہے جس سے تعلق ہوتا ہے اور تنبیہ اُسی کو کی جاتی ہے جس میں اس کی اہلیت بھی ہو۔ جس میں اصلاح وصلاح کی قابلیت ہی نہ ہو اس کو تنبیہ ہی کون کرتا ہے۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کرنے لگے۔ اور گویا دنیا ہی بدل گئی۔ حتیٰ کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے مجھے تنگ معلوم ہونے لگی۔ سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے۔ درو دیوار اوپرے بن گئے۔ مجھے سب سے زیادہ اس کا فکر تھا کہ میں اس حال میں مر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور خدانخواستہ حضورؐ کا وصال ہو گیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا ہی رہوں گا نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا، نہ میری نماز پڑھے گا کہ حضورؐ کے ارشاد کے خلاف کون کر سکتا ہے۔ غرض ہم لوگوں نے پچاس۵۰ دن اسی حال میں گذارے۔ میرے دونوں ساتھی تو شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ میں سب میں قوی تھا۔ چلتا پھرتا بازار میں جاتا۔ نماز میں شریک ہوتا۔ مگر مجھ سے بات کوئی نہ کرتا۔ حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کرتا اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضورؐ کے لب مبارک جواب کے لئے ہلے یا نہیں۔ نماز کے بعد حضورؐ کے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پوری کرتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضورؐ مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں جب میں نماز میں مشغول ہوتا تو حضورؐ مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر متوجہ ہوتا تو حضورؐ منہ پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرما لیتے۔

غرض یہی حالات گذرتے رہے اور مسلمانوں کا بات چیت بند کرنا مجھ پر بہت ہی بھاری

---

[1] بدری وہ لوگ کہلاتے ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے۔ ان کی بزرگی اور بڑائی مسلم ہے۔ احادیث میں بھی ان کی فضیلت آئی ہے کتنی ہی حدیثوں میں ان کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی ان سے خوش ہونے کی بشارتیں آئی ہیں ۱۲

ہو گیا تو میں ابُو قتادہؓ کی دیوار پر چڑھا۔ وہ میرے رشتہ کے چچازاد بھائی بھی تھے اور مجھ سے تعلقات بھی بہت ہی زیادہ تھے۔ میں نے اوپر چڑھ کر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے اُن کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبّت ہے۔ انہوں نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی چُپ ہی رہے۔ میں نے تیسری مرتبہ پھر قسم دیکر پوچھا انہوں نے کہا۔ اللہ جانے اور اس کا رسولؐ۔ یہ کلمہ سُن کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہاں سے لوٹ آیا۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ مدینہ کے بازار میں جار ہا تھا کہ ایک قبطی کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منوّرہ اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا یہ کہتے ہوئے سُنا کہ کوئی کعبؓ بن مالک کا پتہ بتادو۔ لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کر کے بتایا وہ میرے پاس آیا اور غسّان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لاکر دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ تمھارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے تمہیں اللہ ذلّت کی جگہ نہ رکھے اور نہ ضائع کرے تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمھاری مدد کریں گے (دنیا کا قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بڑے کی طرف سے اگر چھوٹوں کو تنبیہ ہوتی ہے تو ان کو بہکانے والے اور زیادہ کھونے کی کوشش کیا کرتے ہیں اور خیر خواہ بن کر اس قسم کے الفاظ سے اِشتعال دلایا ہی کرتے ہیں) کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر اِنَّا لِلّٰہ پڑھی کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگیں۔ یہ ایک اور مصیبت آئی اور اس خط کو لے جاکر میں نے ایک تنُّور میں پھونک دیا اور حضورؐ سے جاکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے اِعراض کی وجہ سے میری یہ حالت ہوگئی کہ کافر مجھ میں طمع کرنے لگے۔ اسی حالت میں چالیس روز ہم پر گذرے تھے کہ حضورؐ کا قاصد میرے پاس حضورؐ کا یہ ارشاد لے کر آیا کہ اپنی بیوی کو بھی چھوڑ دو میں نے دریافت کیا کہ کیا منشاء ہے اس کو طلاق دے دوں کہا نہیں بلکہ علیحدگی اختیار کر لو۔ اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی ان ہی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہدیا کہ تو اپنے میکے چلی جا جب تک اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ فرمائیں وہیں رہنا۔ ہلالؓ بن اُمیّہ کی بیوی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہوگا تو ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر آپؐ اجازت دیں اور آپ کو گرانی نہ ہو تو میں کچھ کام کاج اُن کا کر دیا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا مضائقہ نہیں لیکن صحبت نہ کریں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس چیز کی طرف تو ان کو میلان بھی نہیں جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا آج تک ان کا وقت روتے ہی گذر رہا ہے۔ کعبؓ[1] کہتے ہیں۔ مجھ سے بھی کہا گیا کہ ہلال کی طرح تو بھی اگر بیوی کی

[1] ممکن ہے بیوی نے کہا ہو کہ بیویوں سے علیحدگی کا حکم اب تک نہیں ہوا تھا یا کسی بچے یا منافق نے کہا ہو کہ صحابہؓ تو بولتے ہی نہ تھے ۱۲

کی خدمت کی اجازت لے لے تو شاید مل جائے۔ میں نے کہا وہ بوڑھے ہیں میں جوان ہوں، نہ معلوم مجھے کیا جواب ملے اس لئے میں جرأت نہیں کرتا غرض اسی حال میں دس روز اور گذرے کہ ہم سے بات چیت میل جول چھٹے ہوئے پورے پچاس دن ہو گئے۔ پچاسویں دن کی صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا۔ زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دوبھر ہو رہی تھی کہ سَلع پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک زور سے چلّانے والے نے آواز دی کہ کعبؓ خوشخبری ہو تم کو۔ میں اتنا ہی سن کر سجدے میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دُور ہو گئی۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صبح کی نماز کے بعد ہماری مُعافی کا اِعلان فرمایا۔ جس پر ایک شخص نے تو پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی کہ وہ سب سے پہلے پہنچ گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگے ہوئے آئے۔ میں جو کپڑے پہن رہا تھا وہ نکال کر بشارت دینے والے کی نذر کر دیئے۔ خدا کی قسم ان دو کپڑوں کے سوا اور کوئی کپڑا[1] اس وقت میری ملک میں نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے دو کپڑے مانگے ہوئے پہنے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اسی طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوش خبری لے کر لوگ گئے۔ میں جب مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو وہ لوگ جو خدمتِ اقدس میں حاضر تھے مجھے مبارک باد دینے کے لئے دوڑے اور سب سے پہلے ابو طلحہؓ نے بڑھ کر مبارک باد دی اور مُصافحہ کیا جو ہمیشہ ہی یادگار رہے گا۔ میں نے حضورؐ کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا تو چہرۂ انور کھل رہا تھا اور انوار خوشی کے چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت میں چاند کی طرح سے چمکنے لگتا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جائداد جو ہے وہ سب اللہ کے راستے میں صدقہ ہے (کہ یہ ثروت ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی) حضورؐ نے فرمایا کہ اس میں تنگی ہوگی۔ کچھ حصّہ اپنے پاس بھی رہنے دو۔ میں نے عرض کیا کہ بہتر ہے خیبر کا حصّہ رہنے دیا جائے۔ مجھے سچ ہی نے نجات دی۔ اس لئے میں نے عہد کر لیا کہ ہمیشہ ہی سچ بولوں گا۔

ف یہ ہے صحابۂ کرام رضؓ کی اِطاعت اور دین داری کا اور اللہ کے خوف کا نمونہ کہ ہمیشہ جنگ میں یہ حضرات شریک رہے ہیں۔ ایک مرتبہ کی غیر حاضری پر کیا کیا عتاب ہوا اور اس کو کس فرمانبرداری سے برداشت کیا کہ پچاس دن رو کر گذار دیئے اور مال جس کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا تھا وہ بھی صَدَقہ کر دیا اور کافروں نے طمع دلائی تو بجائے مشتعِل ہونے کے اور زیادہ پشیمان ہوتے اور اس کو بھی اللہ کا عتاب اور حضورؐ کے اِعراض کی وجہ سے سمجھا کہ میرے دین کا ضُعف اس درجہ تک پہنچ گیا کہ کافروں کو اس کی طمع ہونے لگی کہ وہ مجھے بے دین بنا دیں۔ ہم لوگ بھی مسلمان ہیں اللہ اور اس کے پاک رسولؐ کے اِرشادات بھی سامنے ہیں۔ بڑے سے بڑا حکم نماز ہی کا لے لو کہ ایمان کے بعد اس کے برابر کوئی چیز

[1] اگرچہ کپڑے کے سوا اور مال موجود تھا مگر اس وقت کی عام زندگی یہی تھی کہ فضول چیزیں زیادہ نہ ہوتی تھیں اسلئے کپڑے دو ہی تھے ۱۲ فتح الباری درمنثور

بھی نہیں۔ کتنے ہیں جو اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور جو کرتے ہیں وہ بھی کیسی کرتے ہیں۔ اس کے بعد زکوٰۃ اور حج کا تو پوچھنا ہی کیا کہ اس میں تو مال بھی خرچ ہوتا ہے۔

⑩ صحابہؓ کے ہنسنے پر حضورؐ کی تنبیہ اور قبر کی یاد

نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک مرتبہ نماز کے لئے تشریف لائے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ کھِل کھِلا کر ہنس رہی تھی اور ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو کثرت سے یاد کیا کرو تو جو حالت میں دیکھ رہا ہوں وہ پیدا نہ ہو لہذا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ آواز نہ دیتی ہو کہ میں بیگانگی کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں مٹی کا گھر ہوں، کیڑوں کا گھر ہوں۔ جب کوئی مومن قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا مبارک ہے۔ بہت اچھا کیا تو آگیا۔ جتنے آدمی زمین پر چلتے تھے تو اُن سب میں مجھے زیادہ پسند تھا۔ آج جب تو میرے پاس آیا ہے تو میرے بہترین سلوک کو دیکھے گا اس کے بعد وہ قبر جہاں تک مردے کی نظر پہنچ سکے وہاں تک وسیع ہو جاتی ہے اور ایک دروازہ اس میں جنت کا کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی ہوا اور خوشبوئیں اس کو آتی رہتی ہیں۔ اور جب کوئی بدکردار قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا نامبارک ہے بُرا کیا جو تو آیا۔ زمین پر جتنے آدمی چلتے تھے اُن سب میں تجھ ہی سے مجھے زیادہ نفرت تھی۔ آج جب تو میرے حوالہ ہوا ہے تو میرے برتاؤ کو بھی دیکھ لے گا۔ اس کے بعد وہ اس طرح سے اس کو دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور ستر اژدہے اس پر ایسے مسلّط ہو جاتے ہیں کہ اگر ایک بھی زمین پر پھونکار مارے تو اس کے اثر سے زمین پر گھاس تک باقی نہ رہے۔ وہ اس کو قیامت تک ڈستے رہتے ہیں۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا ہے۔ **ف** اللہ کا خوف بڑی ضروری اور اہم چیز ہے یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اکثر کسی گہری سوچ میں رہتے تھے اور موت کا یاد کرنا اس کے لئے مفید ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ نسخہ ارشاد فرمایا۔ کبھی کبھی موت کو یاد کرتے رہنا بہت ہی ضروری اور مفید ہے۔

⑪ حضرت حنظلہؓ کو نفاق کا ڈر

حضرت حنظلہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضورؐ کی مجلس میں تھے۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نے وعظ فرمایا جس سے قلوب نرم ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اپنی حقیقت ہمیں ظاہر ہو گئی۔ حضورؐ کی مجلس سے اُٹھ کر میں گھر آیا۔ بیوی بچے پاس آ گئے اور کچھ دنیا کا ذکر تذکرہ شروع ہو گیا اور بچوں کے ساتھ ہنسنا بولنا، بیوی کے ساتھ مذاق شروع ہو گیا اور وہ حالت جاتی رہی جو حضورؐ کی مجلس میں تھی۔ دفعۃً خیال آیا کہ میں پہلے سے کس حال میں تھا اب کیا ہو گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تُو تو منافق ہو گیا، کہ ظاہر میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو وہ حال تھا اور اب گھر میں آ کر یہ حالت ہو گئی۔ میں اس پر افسوس اور رنج کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا گھر سے نکلا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ سامنے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لا رہے تھے، میں نے ان سے عرض کیا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ وہ یہ سُن کر فرمانے لگے کہ سُبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو ہرگز نہیں۔ میں نے صورت بیان کی کہ ہم لوگ جب حضورؐ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور حضورؐ دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم لوگ ایسے ہو جاتے ہیں گویا وہ دونوں ہمارے سامنے ہیں اور جب حضورؐ کے پاس سے آ جاتے ہیں تو بیوی بچوں اور جائداد وغیرہ کے دھندوں میں پھنس کر اس کو بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ یہ بات تو ہم کو بھی پیش آتی ہے اس لئے دونوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جا کر حنظلہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں تو منافق ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہوئی۔ حنظلہؓ نے عرض کیا کہ جب ہم لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپؐ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تب تو ہم ایسے ہو جاتے ہیں کہ گویا وہ ہمارے سامنے ہیں، لیکن جب خدمتِ اقدس سے چلے جاتے ہیں تو جا کر بیوی بچوں اور گھر بار کے دھندوں میں لگ کر بھول جاتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا میرے سامنے ہوتا ہے تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں۔ لیکن حنظلہ بات یہ ہے کہ گاہے گاہے گاہے ہے۔ لہ

ف یعنی آدمی کے ساتھ انسانی ضرورتیں بھی لگی ہوئی ہیں جن کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ کھانا پینا، بیوی بچے اور اُن کی خیر خبر لینا یہ بھی ضروری چیزیں ہیں۔ اس لئے اس قسم کے حالات کبھی کبھی حاصل ہوتے ہیں۔ نہ ہر وقت یہ حاصل ہوتے ہیں اور نہ اُس کی اُمید رکھنی چاہیئے۔ یہ فرشتوں کی شان ہے کہ ان کو کوئی دوسرا دھندا ہی نہیں۔ نہ بیوی بچے نہ فکرِ معاش اور نہ دُنیوی قصے۔ اور انسان کے ساتھ چونکہ بشری ضروریات لگی ہوئی ہیں اس لئے وہ ہر وقت ایک سی حالت پر نہیں رہ سکتا۔ لیکن غور کی بات یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے دین کی کتنی فکر تھی کہ ذرا سی بات سے کہ حضورؐ کے سامنے جو حالت ہماری ہوتی ہے وہ بعد میں نہیں رہتی۔ اس سے اپنے منافق ہونے کا

لہ احیاء، مسلم

اُن کو فکر ہوگیا "عشق است و ہزار بدگمانی" عشق جس سے ہوتا ہے اس کے متعلق ہزار طرح کی بدگمانی اور فکر ہو جاتا ہے۔ بیٹے سے محبت ہو اور وہ کہیں سفر میں چلا جائے پھر دیکھئے ہر وقت خیریت کی خبر کا فکر رہتا ہے اور جو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہاں طاعون ہے یا فساد ہو گیا پھر خدا جانے کتنے خطوط اور تار پہنچیں گے۔

تکمیل ـــــــ اللہ کے خوف کے متفرق احوال

قرآن شریف کی آیات اور حضور کی احادیث اور بزرگوں کے واقعات میں اللہ جل شانہ، سے ڈرنے کے متعلق جتنا کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا احاطہ تو دشوار ہے لیکن مختصر طور پر اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ دین کے ہر کمال کا زینہ اللہ کا خوف ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے۔ حضرت ابنِ عمر رض بہت رویا کرتے تھے حتّٰی کہ روتے روتے آنکھیں بھی بیکار ہو گئی تھیں۔ کسی شخص نے ایک مرتبہ دیکھ لیا تو فرمانے لگے کہ میرے رونے پر تعجب کرتے ہو، اللہ کے خوف سے سورج روتا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ آیا، تو فرمایا کہ اللہ کے خوف سے چاند روتا ہے۔ ایک نوجوان صحابی رض پر حضور کا گذر ہوا وہ پڑھ رہے تھے، جب فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ پر پہنچے تو بدن کے بال کھڑے ہو گئے۔ روتے روتے دم گھٹنے لگا۔ اور کہہ رہے تھے ہاں جس دن آسمان پھٹ جاویں گے (یعنی قیامت کے دن) میرا کیا حال ہوگا۔ ہائے میری بربادی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے اس رونے کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے۔ ایک انصاری نے تہجد پڑھا اور پھر بیٹھ کر بہت روئے۔ کہتے تھے کہ اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنّم کی آگ کی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رُلا دیا۔ عبد اللہ بن رواحہ رض ایک صحابی ہیں۔ رو رہے تھے۔ بیوی بھی ان کی اس حالت کو دیکھ کر رونے لگیں، پوچھا کہ کیوں روتی ہو۔ کہنے لگیں کہ جس وجہ سے تم روتے ہو۔ عبد اللہ بن رواحہ رض نے کہا کہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ جہنّم پر تو گذرنا ہے ہی، نہ معلوم نجات ہو سکے گی یا وہیں رہ جاؤں گا[1]۔ زرارہ بن اوفیٰ ایک مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ الآیۃ پر جب پہنچے تو فوراً گر گئے اور انتقال ہو گیا۔ لوگ اُٹھا کر گھر تک لائے۔ حضرت خُلَیدؒ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ پر پہنچے تو اس کو بار بار پڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر میں گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ کتنی مرتبہ اس کو پڑھو گے تمھارے اس بار بار کے پڑھنے سے چار جن مر چکے ہیں۔ ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے، کہ پڑھتے پڑھتے جب وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ پر پہنچے تو ایک چیخ ماری اور تڑپ تڑپ کر

[1] قیام اللیل

مر گئے۔ اور بھی اس قسم کے واقعات کثرت سے گذرے ہیں۔ حضرت فُضَیلؒ مشہور بزرگ ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کا خوف ہر خیر کی طرف رہبری کرتا ہے۔ حضرت شِبلیؒ کے نام سے سب ہی واقف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب بھی میں اللہ سے ڈرا ہوں اس کی وجہ سے مجھ پر حکمت اور عبرت کا ایسا دروازہ کھُلا ہے جو اس سے پہلے نہیں کھلا۔ حدیث میں آیا ہے اللہ جَلَّ شَانُہٗ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کرتا اور دو بے فکریاں نہیں دیتا اگر دنیا میں مجھ سے بے فکر رہے تو قیامت میں ڈراتا ہوں اور دنیا میں ڈرتا ہے تو آخرت میں بے فکری عطا کرتا ہوں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے اس کو ہر چیز ڈراتی ہے۔ یحییٰ بن معاذؒ کہتے ہیں کہ آدمی بے چارہ اگر جہنم سے اتنا ڈرنے لگے جتنا تنگ دستی سے ڈرتا ہے تو سیدھا جنت میں جائے۔ ابو سلیمانؒ دارانی کہتے ہیں کہ جس دل سے اللہ کا خوف جاتا رہتا ہے وہ برباد ہو جاتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے ذرا سا آنسو خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو نکل کر چہرہ پر گرتا ہے اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آگ پر حرام فرما دیتے ہیں۔ حضورؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔ میرے نبیؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے اس کا آگ میں جانا ایسا ہی مشکل ہے جیسا دودھ کا تھنوں میں واپس جانا۔ حضرت عُقبہؓ بن عامر ایک صحابی ہیں انہوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ نجات کا راستہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو، گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ آپؐ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بے حساب کتاب جنت میں داخل ہو۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا رہے۔ میرے آقاؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو، دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی ایسے ہوں گے جن کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ اپنا سایہ عطا فرماویں گے۔ ایک وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی وجہ سے اُس کی آنکھ سے آنسو بہنے لگیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ارشاد ہے جو رو سکتا ہو وہ روئے اور جس کو رونا نہ آئے وہ رونے کی صورت ہی بنالے۔ محمدؒ بن منکدرؒ جب روتے تھے تو آنسوؤں کو اپنے منہ اور داڑھی سے پونچھتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جہنم کی آگ اس جگہ کو نہیں چھوتی جہاں آنسو پہنچے ہوں۔ ثابتؒ بنانی کی آنکھیں دُکھنے لگیں طبیب

نے کہا کہ ایک بات کا وعدہ کر لو آنکھ اچھی ہو جاوے گی کہ رویا نہ کرو۔ کہنے لگے آنکھ میں کوئی خوبی ہی نہیں اگر وہ روئے نہیں۔ یزیدؒ بن مَیْسَرہ کہتے ہیں کہ رونا سات وجہ سے ہوتا ہے۔ خوشی[۱] سے، جنون[۲] سے درد[۳] سے، گھبراہٹ[۴] سے، دکھلاوے[۵] سے، نشہ[۶] سے اور اللہ کے خوف[۷] سے۔ یہی ہے وہ رونا کہ اُس کا ایک آنسو بھی آگ کے سمندر کو بُجھا دیتا ہے۔ کعب اَحْبارؒ کہتے ہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کہ اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے لگیں۔ یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کروں۔ ان کے عِلاوہ اور بھی ہزاروں اِرشادات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی یاد میں اور اپنے گناہوں کی فکر میں رونا کیمیا ہے اور بہت ہی ضروری اور مفید اور اپنے گناہوں پر نظر کر کے یہی حالت ہونا چاہیئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی اُمّید میں بھی کمی نہ ہو، یقیناً اللہ کی رحمت ہر شئے کو وسیع ہے۔ حضرت عُمرؓ کا اِرشاد ہے کہ اگر قیامت میں یہ اعلان ہو کہ ایک شخص کے سوا سب کو جہنم میں داخل کرو تو مجھے اللہ کی رحمت سے یہ اُمّید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ اور اگر یہ اعلان ہو کہ ایک شخص کے سوا سب کو جنّت میں داخل کرو تو مجھے اپنے اَعمال سے یہ خوف ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ اس لئے دونوں چیزوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھنا اور رکھنا چاہیئے۔ بالخصوص موت کے وقت میں اُمید کا معاملہ زیادہ ہونا چاہیئے۔ حضُورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ مرے مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھتا ہوا۔ امام احمدؒ بن حَنبل کا جب اِنتقال ہونے لگا تو اُنہوں نے اپنے بیٹے کو بُلایا اور فرمایا کہ ایسی احادیث مجھے سناؤ جن سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُمید بڑھتی ہو۔

تیسرا باب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زُہد و فقر کے بیان میں

اس بارہ میں خود نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اپنا معمول اور اس کے واقعات جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ چیز حضُورؐ کی خود اختیار فرمائی ہوئی اور پسند کی ہوئی تھی، اتنی کثرت سے حدیثوں

کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں کہ ان کا مثال کے طور پر بھی جمع کرنا مشکل ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ فقر مومن کا تحفہ ہے۔

(۱) حضورؐ کا پہاڑوں کو سونا بنا دینے سے انکار

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میرے رب نے مجھ پر یہ پیش کیا کہ میرے لئے مکّہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جاوے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں تاکہ جب بھوکا ہوں تو تیری طرف زاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں تو تیرا شکر کروں، تیری تعریف کروں[1]۔ ف: یہ اس ذاتِ مقدّس کا حال ہے جس کے ہم نام لیوا ہیں اور اس کی اُمّت میں ہونے پر فخر ہے، جس کی ہر بات ہمارے لئے قابلِ اتباع ہے۔

(۲) حضرت عمرؓ کے وُسعت طلب کرنے پر تنبیہ اور حضورؐ کے گذر کی حالت

بیویوں کی بعض زیادتیوں پر ایک مرتبہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے قسم کھالی تھی کہ ایک مہینہ تک اُن کے پاس نہ جاؤں گا تاکہ ان کو تنبیہ ہو اور علیحدہ اوپر ایک حُجرہ میں قیام فرمایا تھا۔ لوگوں میں یہ شہرت ہو گئی کہ حضورؐ نے سب کو طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ اس وقت اپنے گھر تھے۔ جب یہ خبر سُنی تو دوڑے ہوئے تشریف لائے مسجد میں دیکھا کہ لوگ متفرق طور پر بیٹھے ہوئے حضورؐ کے رنج اور غصّہ کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ بیبیاں بھی سب اپنے اپنے گھروں میں رو رہی ہیں۔ اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ بھی مکان میں رو رہی تھیں فرمایا کہ اب کیوں رو رہی ہے کیا میں ہمیشہ اس سے ڈرایا نہیں کرتا تھا کہ حضورؐ کی ناراضگی کی کوئی بات نہ کیا کر۔ اس کے بعد مسجد میں تشریف لائے، وہاں ایک جماعت منبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھے رہے مگر شدّتِ رنج سے بیٹھا نہ گیا تو حضورؐ جس جگہ تشریف فرما تھے اس کے قریب تشریف لے گئے اور حضرت رباحؓ ایک غلام کے ذریعہ سے جو دو باری کے زینہ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے اندر حاضری کی اجازت چاہی۔ انہوں نے حاضرِ خدمت ہو کر حضرت عمرؓ کے لئے اجازت مانگی مگر حضورؐ نے سکوت فرمایا کوئی جواب نہ دیا حضرت رباحؓ نے آکر یہی جواب حضرت عمرؓ کو دے دیا کہ میں نے عرض کر دیا تھا مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ حضرت عمرؓ مایوس ہو کر منبر کے پاس آبیٹھے مگر بیٹھا نہ گیا۔ تو پھر تھوڑی دیر میں حاضر ہو کر حضرت رباحؓ کے ذریعہ سے اجازت چاہی۔ اسی طرح تین مرتبہ پیش آیا کہ یہ بیتابی سے غلام کے ذریعہ

[1] ترمذی

اجازت حاضری کی مانگتے۔ اُدھر سے جواب میں سکوت اور خاموشی ہی ہوتی۔ تیسری مرتبہ جب لوٹنے لگے تو حضرت رَباحؓ نے آواز دی اور کہا کہ تمھیں حاضری کی اجازت ہوگئی۔ حضرت عمرؓ حاضرِ خدمت ہوئے تو دیکھا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک بوریئے پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی چیز بچھی ہوئی نہیں ہے اس وجہ سے جسم اطہر پر بوریئے کے نشانات بھی اُبھر آئے ہیں۔ خوبصورت بدن پر نشانات صاف نظر آیا ہی کرتے ہیں اور سرہانے ایک چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے میں نے سلام کیا اور سب سے اوّل تو یہ پوچھا۔ کیا آپ نے بیویوں کو طلاق دے دی۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اس کے بعد میں نے دلبستگی کے طور پر حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم قریشی لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے مگر جب مدینہ آئے تو دیکھا کہ انصار کی عورتیں مردوں پر غالب ہیں۔ اُن کو دیکھ کر قریش کی عورتیں بھی اس سے متأثر ہوگئیں۔ اس کے بعد میں نے ایک آدھ بات اور کی جس سے نبی اکرمؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چہرۂ انور پر تبسم کے آثار ظاہر ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ گھر کا کل سامان یہ تھا۔ تین چمڑے بغیر دباغت دیئے ہوئے اور ایک مُٹھی جَو ایک کونے میں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے اِدھر اُدھر نظر دوڑا کر دیکھا تو اس کے سوا کچھ نہ ملا۔ میں دیکھ کر رو دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیوں رو رہے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیوں نہ روؤں کہ یہ بوریئے کے نشانات آپ کے بدن مبارک پر پڑ رہے ہیں اور گھر کی کل کائنات یہ ہے جو میرے سامنے ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ دعا کیجئے کہ آپ کی اُمت پر بھی وسعت ہو۔ یہ روم اور فارس بے دین ہونے کے باوجود کہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ اُن پر تو یہ وسعت، یہ قیصر و کسریٰ تو باغوں اور نہروں کے درمیان ہوں اور آپؐ اللہ کے رسولؐ اور اس کے خاص بندہ ہو کر یہ حالت۔ نبی اکرمؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تکیہ لگائے ہوئے لیٹے تھے۔ حضرت عمرؓ کی یہ بات سُن کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ عمر کیا اب تک اس بات کے اندر شک میں پڑے ہوئے ہو۔ سنو، آخرت کی وسعت دنیا کی وسعت سے بہت بہتر ہے۔ ان کفار کو طیبات اور اچھی چیزیں دنیا میں مل گئیں اور ہمارے لئے آخرت میں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے لئے استغفار فرمائیں کہ واقعی میں نے غلطی کی۔[1]

ف یہ دین اور دنیا کے بادشاہ اور اللہ کے لاڈلے رسولؐ کا طرزِ عمل ہے کہ بوریئے پر کوئی چیز بچھی ہوئی بھی نہیں نشانات بدن پر پڑے ہوئے ہیں۔ گھر کے ساز و سامان کا حال بھی معلوم ہوگیا اس پر ایک شخص نے دعا کی درخواست کی تو تنبیہ فرمائی۔ حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپؓ کے گھر میں حضورؐ کا بستر کیسا تھا۔ فرمایا کہ ایک چمڑہ کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہؓ سے بھی

کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضورؐ کا بستر کیسا تھا۔ فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے حضورؐ کے نیچے بچھا دیتی تھی۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اس کو چوہرا کر کے بچھا دوں، تو زیادہ نرم ہو جائے۔ چنانچہ ہم نے بچھا دیا۔ حضورؐ نے صبح کو فرمایا کہ رات کیا بچھا دیا تھا۔ ہم نے عرض کیا، کہ وہی ٹاٹ تھا اس کو چوہرا کر دیا تھا۔ فرمایا اس کو ویسا ہی کر دو جیسا پہلے تھا۔ اس کی نرمی رات کو اُٹھنے میں مانع بنتی ہے[۱]۔ اب ہم لوگ اپنے نرم نرم اور روئیں دار گدّوں پر بھی نگاہ ڈالیں کہ اللہ نے کس قدر وُسعت فرما رکھی ہے اور پھر بھی بجائے شکر کے ہر وقت تنگی کی شکایت ہی زبان پر رہتی ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ کی بھوک میں حالت

حضرت ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ کتان کے کپڑے میں ناک صاف کر کے فرمانے لگے کیا کہنے ابو ہریرہؓ کے آج کتان کے کپڑے میں ناک صاف کرتا ہے۔ حالانکہ مجھے وہ زمانہ بھی یاد ہے جب حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے منبر اور حجرہ کے درمیان بے ہوش پڑا ہوا ہوتا تھا اور لوگ مجنون سمجھ کر پاؤں سے گردن دباتے تھے حالانکہ جنون نہیں تھا بلکہ بھوک تھی۔ **ف** یعنی بھوک کی وجہ سے کئی کئی روز کا فاقہ ہو جاتا تھا۔ بے ہوشی ہو جاتی تھی اور لوگ سمجھتے تھے کہ جنون ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں مجنون کا علاج گردن کو پاؤں سے دبانے سے کیا جاتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ بڑے صابر اور قانع لوگوں میں تھے۔ کئی کئی وقت فاقہ میں گذر جاتے تھے۔ حضورؐ کے بعد اللہ نے فتوحات فرمائیں تو اُن پر تونگری آئی۔ اس کے ساتھ ہی بڑے عابد تھے۔ اُن کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں بھری رہتیں اس پر تسبیح پڑھا کرتے۔ جب وہ ساری تھیلی خالی ہو جاتی تو باندی اُس کو پھر بھر کر پاس رکھ دیتی اُن کا یہ بھی معمول تھا کہ خود اور بیوی اور خادم تین آدمی رات کے تین حصے کر لیتے اور نمبروار ایک شخص تینوں میں سے عبادت میں مشغول رہتا[۲]۔ میں نے اپنے والد صاحبؒ سے سُنا، کہ میرے دادا صاحبؒ کا بھی تقریباً یہی معمول تھا کہ رات کو ایک بجے تک والد صاحبؒ مُطالعہ میں مشغول رہتے۔ ایک بجے دادا صاحبؒ تہجّد کے لئے اُٹھتے تو تقاضا فرما کر والد صاحبؒ کو سُلا دیتے اور خود تہجّد میں مشغول ہو جاتے اور صبح سے تقریباً پون گھنٹہ قبل میرے تائے صاحبؒ کو تہجّد کے لئے جگا دیتے اور خود اتباعِ سُنّت میں آرام فرماتے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ اِتِّبَاعَھُمْ۔

[۱] شمائل [۲] تذکرۃ الحفاظ

④ حضرت اَبُوبکر صِدّیقؓ کا بَیتُ المال سے وظیفہ

حضرت اَبُوبکر صِدّیقؓ کے یہاں کپڑے کی تجارت ہوتی تھی اور اسی سے گذر اوقات تھا جب خلیفہ بنائے گئے تو حسبِ معمول صبح کو چند چادریں ہاتھ پر ڈال کر بازار میں فروخت کے لئے تشریف لے چلے۔ راستہ میں حضرت عمرؓ ملے۔ پوچھا کہاں چلے، فرمایا، بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اگر تم تجارت میں مشغول ہو گئے تو خلافت کے کام کا کیا ہوگا۔ فرمایا پھر اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں۔ عرض کیا کہ اَبُوعُبیدہؓ جن کو حضورؐ نے امین ہونے کا لقب دیا ہے اُن کے پاس چلیں وہ آپ کے لئے بَیتُ المال سے کچھ مقرر کر دیں گے۔ دونوں حضرات اُن کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک مُہاجری کو جو اَوسطاً ملتا تھا نہ کم نہ زیادہ، وہ مقرر فرمادیا۔ ایک مرتبہ بیوی نے درخواست کی کہ کوئی میٹھی چیز کھانے کو دل چاہتا ہے حضرت ابوبکر صِدّیقؓ نے فرمایا کہ میرے پاس تو دام نہیں کہ خریدوں اَہلیہ نے عرض کیا کہ ہم اپنے روز کے کھانے میں سے تھوڑا تھوڑا بچالیا کریں کچھ دنوں میں اتنی مقدار ہو جاوے گی۔ آپؓ نے اجازت فرمادی۔ اَہلیہ نے کئی روز میں کچھ تھوڑے سے پیسے جمع کئے۔ آپ نے فرمایا کہ تجربے سے یہ معلوم ہوا کہ اتنی مقدار ہمیں بَیتُ المال سے زیادہ ملتی ہے۔ اس لئے جو اَہلیہ نے جمع کیا تھا وہ بھی بَیتُ المال میں جمع فرمادیا اور آئندہ کے لئے اتنی مقدار جتنا اُنہوں نے روزانہ جمع کیا تھا اپنی تنخواہ میں سے کم کر دیا

ف اتنے بڑے خلیفہ اور بادشاہ پہلے سے اپنی تجارت بھی کرتے تھے اور وہ ضروریات کو کافی بھی تھی جیسا کہ اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے جو بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت اَبُوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو آپؓ نے فرمایا کہ میری قوم کو یہ بات معلوم ہے کہ میرا پیشہ تجارت میرے اَہل وعیال کو ناکافی نہیں تھا لیکن اب خِلافت کی وجہ سے مسلمانوں کے کاروبار میں مشغولی ہے اس لئے بَیتُ المال سے میرے اَہل وعیال کا کھانا مقرر ہوگا۔ اس کے باوجود حضرت اَبُوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ کا وصال ہونے لگا تو حضرت عائشہؓ کو وصیت فرمائی کہ میری ضرورتوں میں جو چیزیں بَیتُ المال کی ہیں وہ میرے بعد آنے والے خلیفہ کے حوالہ کر دی جائیں۔ حضرت اَنسؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی دِینار یا دِرہم نہیں تھا ایک اونٹنی دودھ کی، ایک پیالہ، ایک خادم تھا۔ بعض روایات میں ایک اوڑھنا، ایک بچھونا بھی آیا ہے۔ یہ اَشیاء جب حضرت عمرؓ کے پاس نیابت میں پہنچیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اَبُوبکرؓ پر رحم فرمائیں کہ اپنے سے بعد والے کو

مَشَقَّت میں ڈال گئے ہیں[1]

⑤ حضرت عُمر فارُوقؓ کا بَیتُ المال سے وظیفہ

حضرت عمرؓ بھی تجارت کیا کرتے تھے۔ جب خلیفہ بنائے گئے تو بَیتُ المال سے وظیفہ مقرر ہوا۔ مدینہ طیّبہ میں لوگوں کو جمع فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں تجارت کیا کرتا تھا۔ اب تم لوگوں نے اس میں مشغول کر دیا۔ اس لئے اب گذارہ کی کیا صورت ہو۔ لوگوں نے مُختلف مقداریں تجویز کیں۔ حضرت علی کَرّمَ اللہُ وَجْہَہٗ چُپ بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ تمھاری کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ توسُّط کے ساتھ جو تمہیں اور تمھارے گھر والوں کو کافی ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور قبول کر لیا اور مُتوسّط مقدار تجویز ہو گئی۔ اس کے بعد ایک مرتبہ ایک مجلس میں جس میں خود حضرت علیؓ بھی تھے اور حضرت عُثمانؓ، حضرت زُبیرؓ، حضرت طلحہؓ شریک تھے یہ ذکر آیا، کہ حضرت عمرؓ کے وظیفہ میں اِضافہ کرنا چاہیئے کہ گذر میں تنگی ہوتی ہے۔ مگر اُن سے عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس لئے ان کی صاحبزادی حضرت حَفصہؓ جو حضورؐ کی بیوی ہونے کی وجہ سے اُمُّ المؤمنین بھی تھیں ان کی خدمت میں یہ حضرات تشریف لے گئے اور ان کے ذریعہ سے حضرت عمرؓ کی اجازت اور رائے معلوم کرنے کی کوشش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ ہم لوگوں کے نام معلوم نہ ہوں۔ حضرت حَفصہؓ نے جب حضرت عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو چہرہ پر غُصّہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے نام دریافت کیے۔ حضرت حَفصہؓ نے عرض کیا کہ پہلے آپ کی رائے معلوم ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے ان کے نام معلوم ہو جاتے تو اُن کے چہرے بدل دیتا۔ یعنی ایسی سزائیں دیتا کہ مُنہ پر نشان پڑ جاتے۔ تو ہی بتا کہ حضورؐ کا عُمدہ سے عُمدہ لباس تیرے گھر میں کیا تھا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ دو کپڑے گیروی رنگ کے جن کو حضورؐ جمعہ کے دن یا کسی وفد کی وجہ سے پہنتے تھے۔ پھر فرمایا کہ کونسا کھانا تیرے یہاں عمدہ سے عُمدہ کھایا۔ عرض کیا کہ ہمارا کھانا جَو کی روٹی تھی۔ ہم نے گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبہ کی تلچھٹ اُلٹ کر اُس کو ایک مرتبہ چُپڑ دیا تو حضورؐ خود بھی اس کو مزے لے کر نوش فرما رہے تھے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔ فرمایا کونسا بستر عمدہ ہوتا تھا جو تیرے یہاں بچھاتے تھے۔ عرض کیا ایک موٹا سا کپڑا تھا گرمی میں اُس کو چوہرا کر کے بچھا لیتے تھے اور سردی میں آدھے کو بچھا لیتے اور آدھے کو اوڑھ لیتے۔ فرمایا حَفصہؓ ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دے کہ حضورؐ نے اپنے طرزِ عمل سے ایک اندازہ مقرر فرما دیا اور اُمّید (آخرت) پر کفایت فرمائی۔ مَیں بھی حضورؐ کا اِتّباع کروں گا۔ میری مثال اور میرے دو ساتھی

[1] فتح

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مثال ان تین شخصوں کی سی ہے جو ایک راستہ پر چلے۔ پہلا شخص ایک توشہ لے کر چلا اور مقصد کو پہنچ گیا دوسرے نے بھی پہلے کا اتباع کیا اور اسی کے طریقہ پر چلا وہ بھی پہلے کے پاس پہنچ گیا۔ پھر تیسرے شخص نے چلنا شروع کیا اگر وہ ان دونوں کے طریقہ پر چلے گا تو اُن کے ساتھ مل جائے گا اور اگر ان کے طریقہ کے خلاف چلے گا تو کبھی بھی اُن کے ساتھ نہیں مل سکے گا[۱]۔ **ف**۔ یہ اس شخص کا حال ہے جس سے دنیا کے بادشاہ ڈرتے تھے، کانپتے تھے کہ کس زاہدانہ زندگی کے ساتھ عمر گذار دی۔ ایک مرتبہ آپؓ خطبہ پڑھ رہے تھے اور آپ کی لنگی میں بارہ پیوند تھے جن میں سے ایک چمڑہ کا بھی تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لئے تشریف لانے میں دیر ہوئی تو تشریف لا کر معذرت فرمائی کہ مجھے اپنے کپڑے دھونے میں دیر ہوئی اور ان کپڑوں کے علاوہ اور تھے نہیں[۲]۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کھانا نوش فرمارہے تھے۔ غلام نے آکر عرض کیا کہ عتبہؓ بن ابی فرقد حاضر ہوتے ہیں۔ آپ نے اندر آنے کی اجازت فرمائی اور کھانے کی تواضع فرمائی۔ وہ شریک ہوگئے تو ایسا موٹا کھانا تھا کہ نگلا نہ گیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ چھنے ہوئے آٹے کا کھانا بھی تو ہوسکتا تھا۔ آپؓ نے فرمایا کیا سب مسلمان میدہ کھا سکتے ہیں۔ عرض کیا کہ سب تو نہیں کھا سکتے۔ فرمایا کہ افسوس تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی ساری لذتیں دنیا ہی میں ختم کردوں[۳]۔ اس قسم کے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں واقعات ان حضرات کرام کے ہیں۔ ان کا اتباع نہ اب ہوسکتا ہے نہ ہر شخص کو کرنا چاہیئے کہ قُویٰ ضعیف ہیں جس کی وجہ سے تحمل بھی اُن کا اس زمانہ میں دشوار ہے۔ اسی وجہ سے اس زمانہ میں مشائخ تصوف ایسے مجاہدوں کی اجازت نہیں دیتے جن سے ضعف پیدا ہو کہ قوتیں پہلے ہی سے ضعیف ہیں۔ ان حضرات کو اللہ جلّ شانہٗ نے قوتیں بھی عطا فرمائی تھیں البتہ یہ ضروری ہے کہ اتباع کی خواہش اور تمنا ضرور رکھنا چاہیئے کہ اس کی وجہ سے آرام طلبی میں کچھ کمی واقع ہو اور نگاہ کچھ تو نیچی رہے اور اس زمانہ کے مناسب اعتدال پیدا ہو جائے کہ ہم لوگ ہر وقت لذاتِ دنیا میں بڑھتے جاتے ہیں اور ہر شخص اپنے سے زیادہ مال و دولت والے کی طرف نگاہ رکھتا ہے اور اس حسرت میں مرا جاتا ہے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ وسعت میں ہے۔

(۶) حضرت بلالؓ کا حضورؐ کیلئے ایک مشرک سے قرض لینا

حضرت بلالؓ سے ایک صاحب نے پوچھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات

[۱] اشہر [۲] اشہر [۳] اسد الغابہ

کی کیا صورت ہوتی تھی. حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کے پاس کچھ جمع تو رہتا ہی نہیں تھا. یہ خدمت میرے سپرد تھی جس کی صورت یہ تھی کہ کوئی مسلمان بھوکا آتا تو حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مجھے ارشاد فرما دیتے. میں کہیں سے قرض لے کر اس کو کھانا کھلا دیتا. کوئی ننگا آتا تو مجھے ارشاد فرما دیتے. میں کسی سے قرض لیکر اس کو کپڑا پہنا دیتا. یہ صورت ہوتی رہتی تھی. ایک مرتبہ ایک مشرک مجھے ملا. اُس نے مجھ سے کہا کہ مجھے وُسعت اور ثروت حاصل ہے تو کسی سے قرض نہ لیا کر. جب ضرورت ہو اکرے مجھ ہی سے قرض لے لیا کر. میں نے کہا اس سے بہتر کیا ہوگا، اس سے قرض لینا شروع کر دیا. جب ارشاد عالی ہوتا اس سے قرض لے آیا کرتا اور ارشاد والا کی تعمیل کر دیتا. ایک مرتبہ وضو کر کے اذان کہنے کے لئے کھڑا ہی تھا کہ وہی مشرک ایک جماعت کے ساتھ آیا اور کہنے لگا او حبشی! ادھر متوجہ ہوا تو ایک دم بے تحاشا گالیاں دینے لگا اور بُرا بھلا جو مُنہ میں آیا کہا اور کہنے لگا کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں. میں نے کہا قریب ختم کے ہے. کہنے لگا کہ چار دن باقی ہیں اگر مہینہ کے ختم تک میرا سب قرضہ ادا نہ کیا تو تجھے اپنے قرضہ میں غلام بناؤں گا اور اسی طرح بکریاں چراتا پھریگا. جیسا پہلے تھا. یہ کہہ کر چلا گیا. مجھ پر دن بھر جو گذرنا چاہیئے تھا وہی گذرا. تمام دن رنج و صدمہ سوار رہا اور عشاء کی نماز کے بعد حضورؐ کی خدمت میں تنہائی میں حاضر ہوا اور سارا قصہ سُنایا اور عرض کیا یا رسول اللہ نہ آپ کے پاس اس وقت ادا کرنے کو فوری انتظام ہے اور نہ کھڑے کھڑے میں کوئی انتظام کر سکتا ہوں وہ ذلیل کرے گا اس لئے اگر اجازت ہو تو اتنے قرض اُترنے کا انتظام ہو میں کہیں روپوش ہو جاؤں. جب آپ کے پاس کہیں سے کچھ آجائے گا میں حاضر ہو جاؤں گا. یہ عرض کر کے میں گھر آیا. تلوار لی، ڈھال اُٹھائی، جوتہ اُٹھایا. یہی سامانِ سفر تھا اور صبح ہونے کا انتظار کرتا رہا کہ صبح کے قریب کہیں چلا جاؤں گا. صبح قریب ہی تھی کہ ایک صاحب دوڑے ہوئے آئے کہ حضورؐ کی خدمت میں جلدی چلو. میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ چار اونٹنیاں جن پر سامان لدا ہوا تھا بیٹھی ہیں. حضورؐ نے فرمایا خوشی کی بات سُناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قرضہ کی بے باقی کا انتظام فرما دیا. یہ اونٹنیاں بھی تیرے حوالے اور ان کا سب سامان بھی، فَدَک کے رئیس نے یہ نذرانہ مجھے بھیجا ہے. میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور خوشی خوشی اُن کو لے کر گیا اور سارا قرضہ ادا کر کے واپس آیا. حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اتنے مسجد میں انتظار فرماتے رہے. میں نے واپس آکر عرض کیا کہ حضورؐ اللہ کا شکر ہے حق تعالیٰ نے سارے قرضہ سے آپؐ کو سبکدوش کر دیا اور اب کوئی چیز بھی قرضہ کی باقی نہیں رہی. حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ سامان میں سے بھی

کچھ باقی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں کچھ باقی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسے بھی تقسیم ہی کر دے تاکہ مجھے راحت ہو جائے۔ میں گھر میں بھی اس وقت تک نہیں جانے کا جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے۔ تمام دن گذر جانے کے بعد عشاء کی نماز سے فراغت پر حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ بچا ہوا مال تقسیم ہو گیا یا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ موجود ہے ضرورت مند آئے نہیں۔ تو حضورؐ نے مسجد ہی میں آرام فرمایا۔ دوسرے دن عشاء کے بعد پھر حضورؐ نے فرمایا کہو جی کچھ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے آپ کو راحت عطا فرمائی کہ وہ سب نمٹ گیا۔ حضورؐ نے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی حمد و ثنا فرمائی۔ حضورؐ کو یہ ڈر ہوا کہ خدانخواستہ موت آجائے اور کچھ حصہ مال کا آپؐ کی مِلک میں رہے۔ اس کے بعد گھروں میں تشریف لے گئے اور بیویوں سے ملے[1]۔ **ف**۔ اللہ والوں کی یہ بھی خواہش رہتی ہے کہ ان کی مِلک میں مال و متاع کچھ نہ رہے پھر حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا تو کیا پوچھنا جو سارے نبیوں کے سردار، سارے اولیاء کے سرتاج، حضورؐ کو اس کی خواہش کیوں نہ ہوتی، کہ میں دنیا سے بالکل فارغ ہو جاؤں۔ میں نے معتبر ذرائع سے سُنا ہے کہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ کا یہ معمول تھا کہ جب نذرانوں کی رقم کچھ جمع ہو جاتی تو اہتمام سے منگوا کر سب تقسیم فرما دیتے اور وصال سے قبل تو اپنے پہننے کے کپڑے وغیرہ بھی اپنے خادمِ خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب[2] مُدَّظِلُّہٗ[3] کو دے دیئے تھے اور فرمایا تھا کہ بس اب تم سے مستعار لے کر پہن لیا کروں گا اور اپنے والد صاحبؒ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کو میں نے بارہا دیکھا کہ مغرب کے بعد جو کوئی روپیہ پاس ہوتا وہ کسی قرض خواہ کو دیدیتے کہ کئی ہزار کے مقروض تھے اور یہ فرمایا کرتے کہ یہ جھگڑے کی چیز میں رات کو اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اس نوع کے بہت سے حالات اکابر کے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر شیخ کا ایک ہی رنگ ہو۔ مشائخ کے الوان مختلف ہوتے ہیں اور چمن کے پھولوں میں ہر پھول کی صورت سیرت ممتاز ہوتی ہے۔

(۷)۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بھوک میں مسئلہ دریافت کرنا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگ اس وقت ہماری حالتیں دیکھتے کہ ہم میں سے بعضوں

---

[1] بذل [2] یعنی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ [3] حضرت مولانا عبدالقادر صاحب قدس سرہٗ وفات پا گئے۔ آپ کا وصال ۱۴؍ ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ کو لاہور میں ہوا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

کو کئی کئی وقت تک اتنا کھانا نہیں ملتا تھا جس سے کمر سیدھی ہو سکے۔ میں بھوک کی وجہ سے جگر کو زمین سے چمٹا دیتا اور کبھی پیٹ کے بل پڑا رہتا تھا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ میں راستہ میں بیٹھ گیا جہاں کو ان حضرات کا راستہ تھا۔ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گذرے میں نے اُن سے کوئی بات پوچھنا شروع کر دی خیال تھا کہ یہ بات کرتے ہوئے گھر تک لے جائیں گے اور پھر عادت شریفہ کے موافق جو موجود ہو گا اس میں تواضع ہی فرمائیں گے۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا (غالباً ذہن منتقل نہیں ہوا یا اپنے گھر کا حال معلوم ہو گا کہ وہاں بھی کچھ نہیں)، اس کے بعد حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ اُن کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میری حالت اور غرض سمجھ گئے اور ارشاد فرمایا ابوہریرہؓ میرے ساتھ آؤ۔ میں ساتھ ہو لیا حضورؐ گھر تشریف لے گئے۔ میں ساتھ اندر حاضری کی اجازت لیکر حاضر ہوا۔ گھر میں ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا تھا جو خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ دریافت فرمایا کہ کہاں سے آیا ہے۔ عرض کیا فلاں جگہ سے حضورؐ کے لئے ہدیۃً میں آیا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ابوہریرہؓ جاؤ اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ اہل صفہ اسلام کے مہمان شمار ہوتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے نہ گھر تھا نہ در نہ ٹھکانہ۔ نہ کھانے کا کوئی مستقل انتظام۔ ان حضرات کی مقدار کم و بیش ہوتی رہتی تھی مگر اس قصہ کے وقت ستّر تھی حضورؐ کا معمول یہ بھی تھا کہ ان میں سے دو دو چار چار کو کسی کھاتے پیتے صحابی کا کبھی کبھی مہمان بھی بنا دیتے اور خود اپنا معمول یہ تھا کہ کہیں سے صدقہ آتا تو ان لوگوں کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں شرکت نہ فرماتے اور کہیں سے ہدیہ آتا تو اُن کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس میں شرکت فرماتے۔ حضورؐ نے بلانے کا حکم دیا مجھے گراں تو ہوا کہ اس دودھ کی مقدار ہی کیا ہے جس پر سب کو بلا لاؤں۔ سب کا کیا بھلا ہو گا۔ ایک آدمی کو بھی مشکل سے کافی ہو گا اور پھر بلانے کے بعد مجھ ہی کو پلانے کا حکم ہو گا اسلئے نمبر بھی اخیر میں آئے گا جس میں بچے گا بھی نہیں۔ لیکن حضورؐ کی اطاعت کے بغیر چارہ ہی کیا تھا۔ میں گیا اور سب کو بلا لایا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ لے ان کو پلا۔ میں ایک ایک شخص کے پیالہ حوالہ کرتا اور وہ خوب سیر ہو کر پیتا اور پیالہ مجھے واپس دیتا۔ اسی طرح سب کو پلایا اور سب سیر ہو گئے۔ تو حضورؐ نے پیالہ دستِ مبارک میں لے کر مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا پھر فرمایا کہ بس اب تو میں اور تو ہی باقی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ بیشک۔ فرمایا کہ لے پی۔ میں نے پیا۔ ارشاد فرمایا اور پی۔ میں نے اور پیا۔ بالآخر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اب میں نہیں پی سکتا۔ اس کے

بعد حضورؐ نے سب کا بچا ہوا خود نوش فرمایا۔

(۸) حضورؐ کا صحابہؓ سے دو شخصوں کے بارے میں سوال

نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے۔ کہ ایک شخص سامنے سے گذرا حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ شریف لوگوں میں ہے۔ وَاللہ اس قابل ہے کہ اگر کہیں نکاح کا پیام دے دے تو قبول کیا جائے۔ کسی کی سفارش کر دے تو مانی جائے۔ حضورؐ سُن کر خاموش ہو گئے۔ اُس کے بعد ایک اور صاحب سامنے سے گذرے حضورؐ نے ان کے متعلق بھی سوال کیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ایک مسلمان فقیر ہے کہیں منگنی کرے تو بیاہا نہ جائے، کہیں سفارش کرے تو قبول نہ ہو، بات کرے تو کوئی متوجہ نہ ہو۔ آپؐ نے اِرشاد فرمایا کہ اس پہلے جیسوں سے اگر ساری دنیا بھر جائے تو ان سب سے یہ شخص بہتر ہے۔

ف ۔ مطلب یہ ہے کہ محض دُنیاوی شرافت اللہ کے یہاں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ ایک مسلمان فقیر جس کی دنیا میں کوئی بھی وقعت نہ ہو، اس کی بات کہیں بھی نہ سُنی جاتی ہو۔ اللہ کے نزدیک سینکڑوں اُن شرفاء سے بہتر ہے جن کی بات دنیا میں بڑی وقعت سے دیکھی جاتی ہو اور ہر شخص اُن کی بات سُننے اور ماننے کو تیار رہو۔ لیکن اللہ کے یہاں اس کی کوئی وقعت نہ ہو۔ دنیا کا قیام ہی اللہ والوں کی برکت سے ہے۔ یہ تو حدیث میں خود موجود ہے کہ جس دن دنیا میں اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا، قیامت آجائے گی اور دنیا کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔ اللہ کے پاک نام ہی کی یہ برکت ہے کہ یہ دُنیا کا سارا انتظام قائم ہے۔

(۹) حضورؐ سے محبّت کرنیوالے پر فقر کی دوڑ

ایک صحابی حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپؐ سے محبّت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا دیکھ کیا کہتا ہے۔ انہوں نے پھر یہی عرض کیا کہ مجھے آپؐ سے محبّت ہے۔ حضورؐ نے پھر یہی ارشاد فرمایا۔ جب تین مرتبہ یہ سُوال و جواب ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر کے اوڑھنے بچھانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس لئے کہ مجھ سے محبّت رکھنے والوں کی طرف فقر ایسے زور سے دوڑتا ہے جیسا کہ پانی کی رَو نچان کی طرف دوڑتی ہے۔ **ف** ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تو اکثر فقر و فاقہ میں رہے

ہی، اکابر مُحدِّثین، اکابر صوفیاء، اکابر فقہاء بھی تونگری میں زیادہ نہیں رہے۔

(۱۰) سَرِیَّۃُ العَنبَر میں فقر کی حالت

نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رجب ۸ھ میں سمندر کے کنارے ایک لشکر تین سو آدمیوں کا جن پر حضرت ابو عُبَیدہؓ امیر بنائے گئے تھے، بھیجا۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک تھیلی میں کھجوروں کا توشہ بھی ان کو دیا۔ پندرہ روز ان حضرات کا وہاں قیام رہا اور توشہ ختم ہو گیا۔ حضرت قیسؓ نے جو اس قافلہ میں تھے مدینہ منوّرہ میں قیمت ادا کرنے کے وعدہ پر قافلہ والوں سے اونٹ خرید کر ذبح کرنا شروع کئے اور تین اونٹ روزانہ ذبح کرتے۔ مگر تیسرے دن امیر قافلہ نے اس خیال سے کہ سواریاں ختم ہو گئیں تو واپسی بھی مشکل ہو جائے گی، ذبح کی ممانعت کی اور سب لوگوں کے پاس اپنی اپنی جو کچھ کھجوریں موجود تھیں جمع کر کے ایک تھیلی میں رکھ لیں اور ایک ایک کھجور روزانہ تقسیم فرما دیا کرتے جس کو چوس کر یہ حضرات پانی پی لیتے اور رات تک کے لئے یہی کھانا تھا۔ کہنے کو مختصر سی بات ہے مگر لڑائی کے موقع پر جب کہ قوت اور طاقت کی بھی ضرورت ہو، ایک کھجور پر دن بھر گذار دینا دل و جگر کی بات ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ نے جب یہ قصہ لوگوں کو حضورؐ کے بعد سُنایا تو ایک شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت ایک کھجور کیا کام دیتی ہو گی۔ آپ نے فرمایا اس کی قدر جب معلوم ہوئی جب وہ بھی نہ رہی کہ اب بجز فاقہ کے کچھ نہ تھا۔ درخت کے خشک پتے جھاڑتے اور پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ مجبوری سب کچھ کرا دیتی ہے اور ہر تنگی کے بعد اللہ تعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ کے یہاں سے سُہولت ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان تکالیف اور مشقتوں کے بعد سمندر میں سے ایک مچھلی ان لوگوں کو پہنچائی جس کو عَنبر کہتے ہیں۔ اتنی بڑی تھی کہ اٹھارہ روز تک یہ حضرات اس میں سے کھاتے رہے اور مدینہ منوّرہ پہنچنے تک اس کا گوشت توشوں میں ساتھ تھا۔ حضورؐ کے سامنے جب سفر کا مُفصّل قصہ سُنایا گیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کا ایک رزق تھا جو تمہاری طرف بھیجا گیا۔ **ف**۔ مشقّت اور تکالیف اس دنیا میں ضروری ہیں اور اللہ والوں کو خاص طور پر پیش آتی ہیں۔ اسی وجہ سے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سب سے زیادہ مشقّت میں رکھا جاتا ہے، پھر جو سب سے افضل ہوں، پھر ان کے بعد جو بقیہ میں افضل ہوں۔ آدمی کی آزمائش اس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتی ہے اور ہر مشقّت کے بعد اللہ کی طرف سے اس کے لُطف و فضل سے سُہولت بھی عطا ہوتی ہے۔ یہ بھی غور کیا کریں کہ ہمارے بڑوں پر کیا کیا گذر

چکا اور یہ سب دین ہی کی خاطر تھا۔ اس دین کے پھیلانے میں جس کو آج ہم اپنے ہاتھوں سے کھو رہے ہیں ان حضرات نے فاقے کئے، پتے چبائے، اپنے خون بہائے اور اس کو پھیلایا، جس کو ہم آج باقی بھی نہیں رکھ سکتے۔

چوتھا باب

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تقویٰ کے بیان میں

حضرات صحابۂ کرامؓ کی ہر عادت، ہر خصلت اس قابل ہے کہ اس کو چنا جائے اور اس کا اتباع کیا جائے اور کیوں نہ ہو کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے لاڈلے اور محبوب رسولؐ کی مصاحبت کے لئے اس جماعت کو چنا اور چھانٹا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں بنی آدم کے بہترین قرن اور زمانہ میں بھیجا گیا۔[۱] اس لئے ہر اعتبار سے یہ زمانہ خیر کا تھا اور زمانہ کے بہترین آدمی حضورؐ کی صحبت میں رکھے گئے۔

(۱) حضورؐ کی ایک جنازہ سے واپسی اور ایک عورت کی دعوت

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک عورت کا پیام کھانے کی درخواست لے کر پہنچا۔ حضورؐ خدام سمیت تشریف لے گئے اور کھانا سامنے رکھا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لقمہ چبا رہے ہیں نگلا نہیں جاتا۔ حضورؐ نے فرمایا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بکری کا گوشت مالک کی بغیر اجازت لے لیا گیا۔ اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ریوڑ میں بکری خریدنے آدمی بھیجا تھا۔ وہاں ملی نہیں۔ پڑوسی نے بکری خریدی تھی۔ میں نے اس کے پاس قیمت سے لینے کو بھیجا وہ تو ملے نہیں۔ اُن کی بیوی نے بکری بھیجدی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قیدیوں کو کھلادو۔[۲]

[۱] شفا [۲] ابو داؤد

ف۔ حضورؐ کی علوِّ شان کے مقابلہ میں ایک مُشتبہ چیز کا گلے میں اٹک جانا کوئی ایسی اہم بات نہیں کہ حضورؐ کے ادنیٰ غلاموں کو بھی اس قسم کے واقعات پیش آجاتے ہیں۔

(۲) حضورؐ کا صدقہ کی کھجور کے خوف سے تمام رات جاگنا

ایک مرتبہ نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمام رات جاگتے رہے اور کروٹیں بدلتے رہے۔ اَزواجِ مُطہرات میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آج نیند نہیں آتی۔ ارشاد فرمایا کہ ایک کھجور پڑی ہوئی تھی میں نے اُٹھا کر کھالی تھی کہ ضائع نہ ہو۔ اب مجھے یہ فکر ہے کہ کہیں وہ صدقہ کی نہ ہو۔ ف۔ اَقرب یہی ہے کہ وہ حضورؐ کی اپنی ہی ہوگی مگر چونکہ صدقہ کا مال بھی حضورؐ کے یہاں آتا تھا اس شبہہ کی وجہ سے نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو رات بھر نیند نہ آئی کہ خدانخواستہ وہ صدقہ کی ہو اور اس صورت میں صدقہ کا مال کھایا گیا ہو۔ یہ تو آقا کا حال ہے کہ محض شبہہ پر رات بھر کروٹیں بدلیں اور نیند نہیں آئی۔ اب غلاموں کا حال دیکھو کہ رشوت، سود، چوری، ڈاکہ ہر قسم کا ناجائز مال کس سرخروئی سے کھاتے ہیں اور ناز سے اپنے کو غلامانِ محمدؐ شمار کرتے ہیں۔

(۳) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک کاہن کے کھانے سے قے کرنا

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک غلام تھا جو غلّہ[1] کے طور پر اپنی آمدنی میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کچھ کھانا لایا اور حضرت نے اس میں سے ایک لقمہ نوش فرمالیا۔ غلام نے عرض کیا کہ آپ روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کس ذریعہ سے کمایا، آج دریافت نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ بھوک کی شدّت کی وجہ سے دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی، اب بتاؤ۔ عرض کیا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں ایک قوم پر گذرا، اور اُن پر منتر پڑھا، اُنھوں نے مجھ سے وعدہ کر رکھا تھا۔ آج میرا گذر اُدھر کو ہوا تو اُن کے یہاں شادی ہو رہی تھی انہوں نے مجھے یہ دیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تو مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔ اس کے بعد حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر ایک لقمہ وہ بھی بھوک کی شدّت کی حالت میں کھایا گیا نہ نکلا۔ کسی نے عرض کیا کہ پانی سے قے ہو سکتی ہے۔ ایک بہت بڑا پیالہ پانی کا منگوایا اور پانی پی پی کر قے فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ لقمہ نکلا۔ کسی نے عرض کیا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائیں یہ ساری مشقّت اس ایک لقمہ کی وجہ سے برداشت فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری جان کے ساتھ بھی یہ

[1] غلام پر کوئی تعداد معین کردی جاتی کہ اتنا روزانہ یا ماہوار ہمیں دے دیا کرو باقی جو کماؤ وہ تمہارا، یہ غلہ کہلاتا ہے یہ جائز ہے اور اس طرح صحابہؓ کے زمانہ میں بھی غلاموں سے مقرر کر لیا جاتا تھا۔

لقمہ نکلتا تو میں اس کو نکالتا۔ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ جو بدن مالِ حرام سے پرورش پائے آگ اُس کے لئے بہتر ہے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس لُقمہ سے پرورش نہ پا جائے۔

ف۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس قسم کے واقعات مُتعدّد بار پیش آئے کہ احتیاط مزاج میں زیادہ تھی، تھوڑا سا بھی شبہہ ہو جاتا تھا تو قے فرماتے۔ بخاری شریف میں ایک اور قصہ اسی قسم کا ہے کہ کسی غلام نے زمانۂ جاہلیت میں کوئی کہانت یعنی غیب کی بات نجومیوں کے طور پر کسی کو بتلائی تھی وہ اتفاق سے صحیح ہو گئی۔ ان لوگوں نے اس غلام کو کچھ دیا۔ جس کو انہوں نے اپنی مقررہ رقم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لا کر دے دیا۔ حضرت نے نوش فرمایا اور پھر جو کچھ پیٹ میں تھا سب قے کیا۔ ان واقعات میں غلاموں کا مال ضروری نہیں کہ ناجائز ہی ہو، دونوں احتمال ہیں۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کمال احتیاط نے اس مُشتبہ مال کو بھی گوارا نہ کیا۔

(۴) حضرت عمرؓ کی صدقہ کے دودھ سے قے

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا کہ اس کا مزا کچھ عجیب سا نیا سا معلوم ہوا جن صاحب نے پلایا تھا ان سے دریافت فرمایا کہ یہ دُودھ کیسا ہے، کہاں سے آیا ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ فلاں جنگل میں صدقہ کے اونٹ چر رہے تھے کہ میں وہاں گیا تو اُن لوگوں نے دُودھ نکالا جس میں سے مجھے بھی دیا۔ حضرت عمرؓ نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور سارے کا سارا قے فرما دیا[1]۔ ف۔ ان حضرات کو اس کا ہمیشہ فکر رہتا تھا کہ مشتبہ مال بھی بدن کا جز نہ بنے چہ جائے کہ بالکل حرام جیسا کہ ہمارے اس زمانہ میں شائع ہو گیا۔

(۵) حضرت اُبوبکر صدیقؓ کا احتیاطاً باغ وقف کرنا

ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت اُبوبکر صدیقؓ کی جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ بیتُ المال سے کچھ لوں مگر عمرؓ نے نہ مانا کہ دِقت ہو گی اور تمہاری تجارت کی مشغولی سے مسلمانوں کا حرج ہو گا۔ اس مجبوری سے مجھے لینا پڑا۔ اس لئے اب میرا فلاں باغ اس کے عوض میں دے دیا جائے۔ جب حضرت ابوبکرؓ کا وصال ہو گیا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس آدمی بھیجا اور والد کی وصیت کے موافق وہ باغ دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ شانُہٗ تمہارے باپ پر رحم فرمائیں۔ انہوں نے یہ چاہا کہ

[1] منتخب کنز العمال [2] موطا امام مالک

کسی کو لب کشائی کا موقعہ ہی نہ دیں۔ (کتاب الاموال)، **ف** ۔غور کرنے کی بات ہے کہ اول تو وہ مقدار ہی کیا تھی جو حضرت اَبُوبکر صدّیقؓ نے لی۔ اس کے بعد لینا بھی اَہلُ الرّائے کے اصرار پر تھا اور مسلمانوں کے نفع کی وجہ سے اس میں بھی جتنی ممکن سے ممکن اِحتیاط ہو سکتی تھی اس کا اندازہ قصہ ۴ باب ۳ سے معلوم ہوگیا کہ بیوی نے تنگی اُٹھا کر پیٹ کاٹ کر کچھ دام میٹھے کے لئے جمع کئے تو اُن کو بَیتُ المال میں جمع فرما دیا اور اتنی مقدار مستقل کم کر دی۔ اس سب کے بعد یہ آخری فعل ہے کہ جو کچھ لیا اس کا بھی معاوضہ داخل کر دیا۔

(۶) حضرت علی بِن مَعبد کا کرایہ کے مکان سے تحریر کو خشک کرنا

علیؒ بن مَعبد ایک محدِّث ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے کچھ لکھا اور اس کو خُشک کرنے کے لئے مٹّی کی ضرورت ہوئی۔ کچی دیوار تھی۔ مجھے خیال آیا کہ اس پر سے ذرا سی کھرچ کے تحریر پر ڈال لوں۔ پھر خیال آیا کہ مکان کرایہ کا ہے (جو رہنے کے واسطے کرایہ پر لیا گیا نہ مٹّی لینے کے واسطے) مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اتنی ذرا سی مٹّی میں کیا مُضائقہ ہے معمولی چیز ہے۔ میں نے مٹّی لے لی اور رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں جو یہ فرما رہے ہیں کہ کل قیامت کو معلوم ہوگا یہ کہنا کہ معمولی مٹّی کیا چیز ہے۔ **ف** "کل معلوم ہوگا" کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ تقویٰ کے دَرجات بہت زیادہ ہیں۔ کمال درجہ یہ یقیناً تھا کہ اس سے بھی اِحتراز کیا جاتا اگرچہ عُرفاً معمولی چیز شمار ہونے سے جواز کی حد میں تھا۔ (احیاء)

(۷) حضرت علیؓ کا ایک قبر پر گذر

کُمَیلؒ ایک شخص ہیں کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کے ساتھ ایک مرتبہ جا رہا تھا۔ وہ جنگل میں پہنچے پھر ایک مَقبرہ کی طرف مُتوجّہ ہوئے اور فرمایا۔ اے مَقبرہ والو، اے بوسیدگی والو، اے وحشت اور تنہائی والو! کیا خبر ہے کیا حال ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اَموال تقسیم ہوگئے اولادیں یتیم ہوگئیں۔ بیویوں نے دوسرے خاوند کر لئے۔ یہ تو ہماری خبر ہے کچھ اپنی تو کہو۔ اس کے بعد میری طرف مُتوجّہ ہو کر فرمایا۔ کُمَیل! اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ جواب میں یہ کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ یہ فرمایا اور پھر رونے لگے اور فرمایا، اے کُمَیل! قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت بات معلوم ہو جاتی ہے[۱]۔ **ف** یعنی آدمی جو کچھ

[۱] منتخب کنز

اچھا یا بُرا کام کرتا ہے وہ اس کی قبر میں محفوظ رہتا ہے جیسا کہ صندوق میں۔ مُتعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ نیک اعمال اچھے آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں جو میّت کے جی بہلانے اور اُنس پیدا کرنے کے لئے رہتا ہے اور اس کی دلداری کرتا ہے اور بُرے اعمال بُری صورت میں بدبو دار بنکر آتے ہیں جو اور بھی اَذِیّت کا سبب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آدمی کے ساتھ تین چیزیں قبر تک جاتی ہیں۔ اس کا مال (جیسا کہ عرب میں دستور تھا) اس کے رشتہ دار اور اعمال۔ دو[2] چیزیں مال اور رشتہ دار دفن کرکے واپس آجاتے ہیں، عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔ حضور اَقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تمھیں معلوم ہے کہ تمھاری مثال اور تمھارے اہل و عیال اور مال و اعمال کی مثال کیا ہے۔ صحابہؓ کے دریافت فرمانے پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کے تین بھائی ہوں اور وہ مرنے لگے اس وقت ایک بھائی کو وہ بُلائے اور پوچھے کہ بھائی تجھے میرا حال معلوم ہے کہ مجھ پر کیا گذر رہی ہے اس وقت تُو میری کیا مدد کرے گا۔ وہ جواب دیتا ہے کہ تیری تیمارداری کروں گا، علاج کروں گا، ہر قسم کی خدمت کروں گا اور جب تو مر جائے گا تو نہلاؤں گا، کفن پہناؤں گا اور کاندھے پر اُٹھا کر لے جاؤں گا اور دفن کے بعد تیرا ذکرِ خیر کرونگا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بھائی تو اہل و عیال ہیں۔ پھر وہ دوسرے بھائی سے یہی سوال کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا تیرا واسطہ زندگی کا ہے۔ جب تو مر جاوے گا تو میں دوسری جگہ چلا جاؤں گا۔ یہ بھائی مال ہے۔ پھر وہ تیسرے بھائی کو بُلا کر پوچھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں قبر میں تیرا ساتھی ہوں، وحشت کی جگہ تیرا دل بہلانے والا ہوں۔ جب تیرا حساب کتاب ہونے لگے تو نیکیوں کے پلڑے میں بیٹھ کر اس کو جھکاؤں گا۔ یہ بھائی عمل ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اب بتلاؤ کون سا بھائی کار آمد ہوا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولَ اللہ یہی بھائی کار آمد ہے۔ پہلے دونوں تو بے فائدہ ہی رہے[1]

(۸) حضورؐ کا ارشاد جس کا کھانا پینا حرام ہو اسکی دُعا قبول نہیں ہوتی

نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ خود پاک ہیں اور پاک مال ہی قبول فرماتے ہیں مسلمانوں کو اسی چیز کا حکم دیا جس کا اپنے رسولوں کو حکم فرمایا۔ چنانچہ کلامِ پاک میں ارشاد ہے۔ یٰٓاَیُّہَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ[2] اے رسولو! پاک چیزوں کو کھاؤ اور نیک عمل کرو، میں تمھارے اعمال سے باخبر

[1] منتخب کنز [2] مؤمنون ۴۰

ہوں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ۔ [ع۵]
اے ایمان والو ہمارے دیئے ہوئے پاک رزق میں سے کھاؤ۔ اس کے بعد حضورؐ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ لمبے لمبے سفر کرتا اور مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے)، اور اس کے ساتھ ہی بکھرے ہوئے بالوں والا، غبار آلود کپڑوں والا (یعنی پریشان حال)، دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے اے اللہ اے اللہ اے اللہ لیکن کھانا بھی اس کا حرام ہے پینا بھی حرام ہے لباس بھی حرام ہے۔ ہمیشہ حرام ہی کھایا۔ تو اس کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے[۱] **ف** لوگوں کو ہمیشہ سوچ رہتا ہے کہ مسلمانوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ لیکن حالات کا اندازہ اس حدیث شریف سے کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اللہ جل شانہٗ اپنے فضل سے کبھی کافر کی بھی دعا قبول فرما لیتے ہیں چہ جائیکہ فاسق کی۔ لیکن متقی کی دعا اصل چیز ہے اسی لئے متقیوں سے دعا کی تمنا کی جاتی ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں ان کو بہت ضروری ہے کہ حرام مال سے احتراز کریں اور ایسا کون ہے جو یہ چاہتا ہے کہ میری دعا قبول نہ ہو۔

(۹) حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو مشک تولنے سے انکار

حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک مرتبہ بحرین سے مشک آیا۔ ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا۔ آپؓ کی اہلیہ حضرت عاتکہؓ نے عرض کیا میں تول دوں گی آپؓ نے سن کر سکوت فرمایا۔ تھوڑی دیر میں پھر یہی ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول دیتا تاکہ میں تقسیم کر دیتا۔ آپ کی اہلیہ نے پھر یہی عرض کیا۔ آپ نے سکوت فرمایا۔ تیسری دفعہ میں ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ تو اس کو اپنے ہاتھ سے ترازو کے پلڑے میں رکھے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے بدن پر پھیرلے اور اتنی مقدار کی زیادتی مجھے حاصل ہو **ف** یہ کمال احتیاط تھی اور اپنے آپ کو محلِ تہمت سے بچانا، ورنہ جو بھی تولے گا اس کے ہاتھ کو تو لگے ہی گا اس لئے اس کے جواز میں کوئی تردد نہ تھا لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی کے لئے اس کو گوارا نہ فرمایا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جن کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے زمانہ میں ایک مرتبہ مشک تولا جارہا تھا تو انھوں نے اپنی ناک بند فرمالی اور ارشاد فرمایا کہ مشک کا نفع تو خوشبو ہی سونگھنا ہے[۲] **ف** یہ ہے احتیاط ان صحابہؓ اور تابعینؒ کی اور ہمارے بڑوں کی، پیشواؤں کی

[۱] جمع الفوائد [۲] احیاء (ع۵ بقرہ۔۲۱)

(۱۰) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا حجّاج کے حاکم کو حاکم نہ بنانا

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک شخص کو کسی جگہ کا حاکم بنایا۔ کسی شخص نے عرض کیا کہ یہ صاحب حجّاج بن یوسف کے زمانہ میں اس کی طرف سے بھی حاکم رہ چکے ہیں۔ عمر بن عبد العزیزؒ نے ان حاکم کو معزول کر دیا۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ میں نے تو حجّاج بن یوسف کے یہاں تھوڑے ہی زمانہ کام کیا۔ عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ بُرا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تو اس کے ساتھ ایک دن یا اس سے بھی کم رہا[1]۔ ف مطلب یہ ہے کہ پاس رہنے کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ جو شخص مُتّقیوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر غیر معمولی اور غیر محسوس طریقہ سے تقویٰ کا اثر پڑتا ہے اور جو فاسقوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر فسق کا اثر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بُری صحبت سے روکا جاتا ہے۔ آدمی تو درکنار جانوروں تک کے اَثرات پاس رہنے سے آتے ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ فخر اور بڑائی اونٹ اور گھوڑے والوں میں ہوتی ہے اور مَسکنت بکری والوں میں[2]۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مُشک والے کے پاس بیٹھا ہے کہ اگر مشک نہ بھی ملے تب بھی اس کی خوشبو سے دماغ کو فرحت ہوگی اور بُرے ساتھی کی مثال آگ کی بھٹی والے کی سی ہے کہ اگر چنگاری نہ بھی پڑے تو دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں[3]۔

پانچواں باب

نماز کا شَغَف اور شوق اور اس میں خُشوع و خُضوع

نماز ساری عبادتوں میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے۔ قیامت میں ایمان کے بعد سب سے پہلے نماز ہی کا سوال ہوتا ہے۔ حضورؐ کا اِرشاد ہے کہ کُفر اور اسلام کے درمیان میں نماز ہی آڑ ہے[4]۔ اس کے علاوہ اور بہت سے اِرشادات اس بارہ میں وارد ہیں جو میرے ایک دوسرے رسالہ[5] میں مذکور ہیں۔

[1] احیاء [2] بخاری [3] جمع [4] ... [5] رسالہ فضائل نماز

① اللہ تعالیٰ کا ارشاد نوافل والے کے حق میں

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے۔ میری طرف سے اس کو لڑائی کا اعلان ہے اور کوئی شخص میرا قرب اس چیز کی بہ نسبت زیادہ حاصل نہیں کر سکتا جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔ یعنی سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی مجھ سے فرائض کے ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور نوافل کی وجہ سے بندہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے سُنے اور اُسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑے اور اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں اور کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں[1] **ف**۔ آنکھ کان بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دیکھنا، سُننا، چلنا، پھرنا سب میری خوشی کے تابع بن جاتا ہے اور کوئی بات بھی میری خلافِ مرضی نہیں ہوتی۔ کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو فرائض کے بعد نوافل پر کثرت کی توفیق ہو اور یہ دولت نصیب ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے مجھے اور میرے دوستوں کو بھی نصیب فرمائیں۔

② حضورؐ کا تمام رات نماز پڑھنا

ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ حضورؐ کی کوئی عجیب بات جو آپ نے دیکھی ہو وہ سُنا دیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کی کونسی بات عجیب نہ تھی۔ ہر بات عجیب ہی تھی۔ ایک دن رات کو تشریف لائے اور میرے پاس لیٹ گئے۔ پھر فرمانے لگے۔ لے چھوڑ میں تو اپنے رَبّ کی عبادت کروں۔ یہ فرما کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور رونا شروع کیا یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک تک بہنے لگے۔ پھر رکوع فرمایا۔ اس میں بھی اسی طرح روتے رہے پھر سجدہ کیا اس میں بھی اسی طرح روتے رہے، پھر سجدہ سے اُٹھے اس میں بھی اسی طرح روتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلالؓ نے آکر صبح کی نماز کے لئے آواز دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ اتنے روئے حالانکہ آپؐ معصوم ہیں اگلے پچھلے سب گناہوں کی (اگر بالفرض ہوں بھی تو) مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر میں شکر گذار نہ بنوں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آلِ عمران

[1] جمع الفوائد

کا اخیر رکوع۔[1] بہ متعدد روایات میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر لمبی نماز پڑھا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آگیا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اتنی مشقت اُٹھاتے ہیں حالانکہ آپ بخشے بخشائے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں شکر گذار بندہ نہ بنوں۔[2]

(۳) — حضورؐ کا چار رکعت میں چھ پارے پڑھنا

حضرت عوف رضؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھا۔ حضورؐ نے مسواک فرمائی، وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ میں بھی حضورؐ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ حضورؐ نے سورۂ بقرہ ایک رکعت میں پڑھی اور جو آیت رحمت کی آتی حضورؐ اس جگہ دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے اور جو آیت عذاب کی آتی اس جگہ دیر تک عذاب سے پناہ مانگتے رہتے۔ سورۃ کے ختم پر رکوع کیا اور اتنا ہی لمبا رکوع کیا جتنی دیر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی، اور رکوع میں سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْعَظَمَۃِ پڑھتے جاتے تھے پھر اتنا ہی لمبا سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں اسی طرح سورۂ آلِ عمران پڑھی اور اسی طرح ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورۃ پڑھتے رہے۔ اس طرح چار رکعتوں میں سوا چھ پارے ہوتے ہیں۔ یہ کتنی لمبی نماز ہوئی ہوگی جس میں ہر آیتِ رحمت اور آیتِ عذاب پر دیر تک دعا کا مانگنا اور پھر اتنا ہی لمبا رکوع اور سجدہ تھا۔ حضرت حذیفہ رضؓ بھی اپنا ایک قصہ حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کا اسی طرح نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چار رکعتوں میں چار سورتیں سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ مائدہ کے ختم تک پڑھیں۔ ف ان چار سورتوں کے سوا چھ پارے ہوتے ہیں جو حضورؐ نے چار رکعتوں میں پڑھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تجوید و ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی تھی جیسا کہ اکثر احادیث میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہر آیتِ رحمت اور آیتِ عذاب پر ٹھہرنا اور دعا مانگنا پھر اتنا ہی لمبا رکوع سجدہ۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح چار رکعات میں کس قدر وقت خرچ ہوا ہوگا۔ بعض مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں سورۂ بقرہ، آلِ عمران، مائدہ تین سورتیں پڑھیں جو تقریباً پانچ پارے ہوتے ہیں۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب نماز میں چین اور آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ اِتِّبَاعَہٗ۔

[1] اقامۃ الحجۃ [2] بخاری

④ حضرت ابوبکر صدیقؓ وحضرت ابن زبیرؓ وحضرت علیؓ وغیرہ کی نمازوں کے حالات

مُجاہدؒ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا حال نقل کرتے ہیں کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک لکڑی گڑی ہوئی ہے۔[1] یعنی بالکل حرکت نہیں ہوتی تھی۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نماز سیکھی اور انھوں نے حضورؐ سے یعنی جس طرح حضورؐ نماز پڑھتے تھے اسی طرح ابوبکر صدیقؓ پڑھتے تھے اور اسی طرح عبداللہ بن زبیرؓ۔ ثابتؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ کی نماز ایسی ہوتی تھی کہ گویا لکڑی ایک جگہ گاڑ دی۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ ابن زبیرؓ جب سجدہ کرتے تو اس قدر لمبا اور بے حرکت ہوتا تھا کہ چڑیاں آکر کمر پر بیٹھ جاتیں۔ بعض مرتبہ اتنا لمبا رکوع کرتے کہ تمام رات صبح تک رکوع ہی میں رہتے۔ بعض اوقات سجدہ اتنا ہی لمبا ہوتا کہ پوری رات گذر جاتی۔ جب حضرت ابن زبیرؓ سے لڑائی ہو رہی تھی تو ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا جس سے دیوار کا ایک ٹکڑا اڑا اور حضرت ابن زبیرؓ کے حلق اور داڑھی کے درمیان کو گذرا۔ مگر نہ اُن کو کوئی اِنتشار ہوا نہ رکوع سجدہ مختصر کیا۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے بیٹا جس کا نام ہاشم تھا پاس سو رہا تھا۔ چھت میں سے ایک سانپ گرا اور بچہ پر لپٹ گیا۔ وہ چلایا، گھر والے سب دوڑے ہوئے آئے، شور مچ گیا۔ اس سانپ کو مارا۔ ابن زبیرؓ اسی اطمینان سے نماز پڑھتے رہے۔ سلام پھیر کر فرمانے لگے۔ کچھ شور کی سی آواز آئی تھی کیا تھا۔ بیوی نے کہا اللہ تم پر رحم کرے بچہ کی تو جان بھی گئی تھی تمھیں پتہ ہی نہ چلا۔ فرمانے لگے تیرا ناس ہو اگر نماز میں دوسری طرف توجہ کرتا تو نماز کہاں باقی رہتی (ہدایہ وغیرہ)۔ حضرت عمرؓ کے اخیر زمانہ میں جب اُن کے خنجر مارا گیا جس کی وجہ سے اُن کا انتقال ہوا تو ہر وقت خون بہتا تھا اور اکثر غفلت بھی ہو جاتی تھی لیکن اس حالت میں بھی جب نماز کے لئے مُتنبّہ کئے جاتے تو اسی حالت میں نماز ادا فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑ دے۔ حضرت عثمانؓ تمام رات جاگتے اور ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کر لیتے۔[2] حضرت علیؓ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب نماز کا وقت آجاتا تو بدن میں کپکپی آجاتی اور چہرہ زرد ہو جاتا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے فرمایا کہ اس امانت کا وقت ہے جس کو اللہ جلّ شانہٗ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اتارا تو وہ اس کے تحمّل سے عاجز ہو گئے اور میں نے اس کا تحمّل کیا ہے۔ خلف بن ایوبؒ سے کسی نے پوچھا کہ تمھیں نماز میں مکھیاں دق نہیں کرتیں۔ فرمایا کہ فاسق لوگ حکومت کے

[1] تاریخ الخلفاء [2] منتخب کنز

کوڑے کھاتے ہیں اور حرکت نہیں کرتے اور اس پر فخر کرتے ہیں اور اپنے صبر و تحمل پر اکڑتے ہیں کہ اتنے کوڑے مارے مَیں ہلا تک نہیں۔ میں اپنے رَبّ کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کر جاؤں۔ مُسلمؒ بن یسار جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے گھر والوں سے کہتے کہ تم باتیں کرتے رہو مجھے تمہاری بات کا پتہ ہی نہیں چلے گا ایک مرتبہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد کا ایک حصہ گرا۔ لوگ اس کی وجہ سے دوڑے وہاں جمع ہوئے۔ شور و شغب ہوا مگر اُن کو پتہ ہی نہ چلا۔ حاتم اصمؒ سے کسی نے ان کی نماز کی کیفیت پوچھی تو کہنے لگے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو وضو کے بعد اس جگہ پہنچ کر جہاں نماز پڑھوں تھوڑی دیر بیٹھتا ہوں کہ بدن کے تمام حصہ میں سکون پیدا ہو جائے۔ پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اس طرح کہ بیت اللہ کو اپنی نگاہ کے سامنے سمجھتا ہوں اور پُل صراط کو پاؤں کے نیچے، جنت کو دائیں طرف اور جہنم کو بائیں طرف اور موت کے فرشتے کو اپنے پیچھے کھڑا ہوا خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ یہ آخری نماز ہے اس کے بعد پورے خشوع و خضوع سے نماز پڑھتا ہوں اور اس کے بعد اُمید اور ڈر کے درمیان رہتا ہوں کہ نا معلوم قبول ہوتی یا نہیں[1]۔

⑤ ایک مہاجر اور ایک انصاری کی چوکیداری اور انصاری کا نماز میں تیر کھانا

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ شب کو ایک جگہ قیام فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ آج شب کو حفاظت اور چوکیدارہ کون کرے گا۔ ایک مہاجری اور ایک انصاری حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت عباد بن بشرؓ نے عرض کیا کہ ہم دونوں کریں گے۔ حضورؐ نے ایک پہاڑی جہاں سے دشمن کے آنے کا راستہ ہو سکتا تھا بتادی کہ اس پر دونوں قیام کرو۔ دونوں حضرات وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر انصاری نے مہاجری سے کہا کہ رات کو دو حصوں پر منقسم کر کے ایک حصہ میں آپ سو رہیں میں جاگتا رہوں دوسرے حصہ میں آپ جاگیں میں سوتا رہوں کہ دونوں کے تمام رات جاگنے میں یہ بھی احتمال ہے کہ کسی وقت نیند کا غلبہ ہو جائے اور دونوں کی آنکھ لگ جائے۔ اگر کوئی خطرہ جاگنے والے کو محسوس ہو تو اپنے ساتھی کو جگا لے۔ رات کا پہلا آدھا حصہ انصاری کے جاگنے کا قرار پایا اور مہاجری سو گئے انصاری نے نماز کی نیت باندھ لی۔ دشمن کی جانب سے ایک شخص آیا اور دُور سے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھ کر تیر مارا اور جب کوئی حرکت نہ ہوئی تو دوسرا اور پھر اسی طرح تیسرا تیر مارا

[1] احیاء

اور ہر تیر ان کے بدن میں گھستا رہا اور یہ ہاتھ سے اُس کو بدن سے نکال کر پھینکتے رہے اُس کے بعد اطمینان سے رکوع کیا، سجدہ کیا، نماز پوری کر کے اپنے ساتھی کو جگایا۔ وہ تو ایک کی جگہ دو کو دیکھ کر بھاگ گیا کہ نامعلوم کتنے ہوں۔ مگر ساتھی نے جب اُٹھ کر دیکھا تو انصاری کے بدن سے تین جگہ سے خون ہی خون بہہ رہا تھا۔ مہاجری نے فرمایا سُبحانَ اللہ تم نے مجھے شروع ہی میں نہ جگا لیا۔ انصاری نے فرمایا کہ میں نے ایک سورۃ (سورۂ کہف) شروع کر رکھی تھی میرا دل نہ چاہا کہ اس کو ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں۔ اب بھی مجھے اس کا اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ میں بار بار تیر لگنے سے مرجاؤں اور حضورؐ نے جو حفاظت کی خدمت سپرد کر رکھی ہے وہ فوت ہو جائے۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں مر جاتا مگر سورۃ ختم کرنے سے پہلے رکوع نہ کرتا۔[1] **ف**۔ یہ تھی ان حضرات کی نماز اور اس کا شوق کہ تیر پر تیر کھائے جائیں اور خون ہی خون ہو جائے مگر نماز کے لُطف میں فرق نہ پڑے ایک ہماری نماز ہے کہ اگر مچھر بھی کاٹ لے تو نماز کا خیال جاتا رہے۔ بھڑ کا تو پوچھنا ہی کیا۔ یہاں ایک فقہی مسئلہ بھی اختلافی ہے کہ خون نکلنے سے ہمارے امام یعنی امام اعظمؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔ ممکن ہے کہ ان صحابی کا مذہب بھی یہی ہو یا اُس وقت تک اس مسئلہ کی تحقیق نہ ہوئی ہو کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس مجلس میں تشریف فرما نہ تھے یا اس وقت تک یہ حکم ہوا ہی نہ ہو۔

۶ حضرت ابُوطلحہؓ کا نماز میں خیال آجانے سے باغ وقف کرنا

حضرت ابُوطلحہؓ ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک پرندہ اُڑا اور چونکہ باغ گنجان تھا اس لئے اس کو جلدی سے باہر جانے کا راستہ نہ ملا کبھی اِس طرف کبھی اُس طرف اُڑتا رہا اور نکلنے کا راستہ ڈھونڈتا رہا۔ اُن کی نگاہ اس پر پڑی اور اس مَنظر کی وجہ سے اُدھر خیال لگ گیا اور نگاہ اس پرندے کے ساتھ پھرتی رہی۔ دَفعۃً نماز کا خیال آیا تو سَہو ہو گیا کہ کونسی رکعت ہے نہایت قلق ہوا کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی کہ نماز میں بھول ہوئی فوراً حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قصّہ عرض کر کے درخواست کی کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی اس لئے میں اس کو اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ آپؐ جہاں دل چاہے اس کو صرف فرما دیجئے۔ اسی طرح ایک اور قصہ حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں پیش آیا کہ ایک اَنصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کھجوریں پکنے کا زمانہ شباب پر تھا اور خوشے کھجوروں کے بوجھ اور کثرت سے جُھکے پڑے تھے نگاہ

[1] بیہقی۔ ابوداؤد

خوشوں پر پڑی اور کھجوروں سے بھرے ہونے کی وجہ سے بہت ہی اچھے معلوم ہوئے. خیال اُدھر لگ گیا جس کی وجہ سے یہ بھی یاد نہ رہا کہ کے رکعتیں ہوئیں. اس کے رنج اور صدمہ کا ایسا غلبہ ہوا کہ اس کی وجہ سے یہ ٹھان لی کہ اس باغ ہی کو اب نہیں رکھنا جس کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی. چنانچہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آکر عرض کیا کہ یہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں اس کو جو چاہے کیجئے. اُنھوں نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت کر کے اس کی قیمت دینی کاموں میں خرچ فرمادی[۱]. **ف**۔ یہ ایمان کی غیرت ہے کہ نماز جیسی اہم چیز میں خیال آجانے سے پچاس ہزار درہم کا باغ ایک دم صدقہ کر دیا. ہمارے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قولِ جمیل میں صوفیہ کی نسبت کی قسمیں تحریر فرماتے ہوئے اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ یہ نسبت ہے اللہ کی اطاعت کو ماسویٰ پر مقدم رکھنا اور اس پر غیرت کرنا، کہ ان حضرات کو اس پر غیرت آئی کہ اللہ کی اطاعت میں کسی دوسری چیز کی طرف توجہ کیوں ہوئی؟

(۷) حضرت ابنِ عباسؓ کا نماز کی وجہ سے آنکھ نہ بنوانا

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی آنکھ میں جب پانی اُتر آیا تو آنکھ بنانے والے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم آنکھ بنادیں. لیکن پانچ دن تک آپ کو احتیاط کرنا پڑے گی کہ سجدہ بجائے زمین کے کسی اُونچی لکڑی پر کرنا ہوگا. اُنھوں نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا. واللہ ایک رکعت بھی مجھے اس طرح پڑھنا منظور نہیں. حضورؐ کا ارشاد مجھے معلوم ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی جان کر چھوڑے وہ حق تعالیٰ شانہٗ سے ایسی طرح ملے گا کہ حق سبحانہٗ و تقدس اس پر ناراض ہوں گے[۲]. **ف**۔ اگرچہ شرعًا نماز اس طرح سے مجبوری کی حالت میں پڑھنا جائز ہے اور یہ صورت نماز چھوڑنے کی وعید میں داخل نہیں ہوتی مگر حضراتِ صحابہؓ کو نماز کے ساتھ جو شغف تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرنے کی جس قدر اہمیت تھی اس کی وجہ سے حضرت ابنِ عباسؓ نے آنکھ بنوانے کو بھی پسند نہ کیا کہ ان حضرات کے نزدیک ایک نماز پر ساری دنیا قربان تھی. آج ہم بے حیائی سے جو چاہے ان مر مٹنے والوں کی شان میں منہ سے نکال دیں. جب کل اُن کا سامنا ہوگا اور یہ فدائی میدانِ حشر کی سیر کے لطف اُڑا رہے ہوں گے جب حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ کیا تھے اور ہم نے اُن کے ساتھ کیا برتاؤ کیا.

[۱] موطا امام مالک [۲] درِ منثور

(۸) صحابہؓ کا نماز کے وقت فوراً دکانیں بند کرنا

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ جماعت کا وقت ہو گیا۔ دیکھا کہ فوراً سب کے سب اپنی اپنی دکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہو گئے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورہ نور۔ ۳۷) ترجمہ پوری آیت شریفہ کا یہ ہے کہ ان مسجدوں میں ایسے لوگ صبح اور شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے، نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے نہ بیچنا۔ وہ ایسے دن کی پکڑ سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جائیں گی[1]۔ حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تجارت وغیرہ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے تھے لیکن جب اذان کی آواز سُنتے تو سب کچھ چھوڑ کر فوراً مسجد میں چلے جاتے۔ ایک جگہ کہتے ہیں۔ خدا کی قسم یہ لوگ تاجر تھے مگر ان کی تجارت اُن کو اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ اذان ہو گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے سامان کو چھوڑ کر نماز کی طرف چل دیئے۔ ابنِ مسعودؓ نے فرمایا یہی لوگ ہیں جن کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ سے یاد فرمایا۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب حق تعالیٰ شانُہٗ تمام دنیا کو ایک جگہ جمع فرمائیں گے تو ارشاد ہو گا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو خوشی اور رنج دونوں حالتوں میں اللہ کی حمد کرنے والے تھے تو ایک مختصر جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر ارشاد ہو گا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں میں اپنی خواب گاہ سے دُور رہتے اور اپنے رَبّ کو خوف اور رغبت کے ساتھ یاد کرتے تھے تو ایک دوسری مختصر جماعت اُٹھے گی اور وہ بھی جنت میں بغیر حساب کتاب کے داخل ہو جائے گی۔ پھر ارشاد ہو گا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت یا بیچنا اللہ کے ذکر سے نہیں روکتا تھا۔ تو ایک تیسری جماعت مختصر سی کھڑی ہو گی اور جنت میں بغیر حساب داخل ہو گی۔ اُس کے بعد بقیہ لوگوں کا حساب شروع ہو جائے گا[2]۔

---

[1] ماخوذ از بیان القرآن [2] درمنثور

⑨ حضرت خُبیبؓ کا قتل کے وقت نماز پڑھنا اور زیدؓ و عاصمؓ کا قتل

اُحد کی لڑائی میں جو کافر مارے گئے تھے اُن کے عزیزوں میں انتقام کا جوش زور پر تھا سُلافہ نے جس کے دو بیٹے اس لڑائی میں مارے گئے تھے مَنّت مانی تھی کہ اگر عاصم کا (جنہوں نے اس کے بیٹوں کو قتل کیا تھا) سَر ہاتھ آجائے تو اس کی کھوپڑی میں شراب پیوؤں گی۔ اِس لئے اُس نے اعلان کیا تھا کہ جو عاصم کا سر لائے گا اس کو سَو اونٹ اِنعام دوں گی۔ سُفیان بن خالد کو اس لالچ نے آمادہ کیا کہ وہ ان کا سر لانے کی کوشش کرے چنانچہ اس نے عَضَل وقارہ کے چند آدمیوں کو مدینہ مُنوّرہ بھیجا۔ ان لوگوں نے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے تعلیم و تبلیغ کے لئے اپنے ساتھ چند حضرات کو بھیجنے کی درخواست کی اور حضرت عاصمؓ کے بھی ساتھ بھیجنے کی درخواست کی کہ ان کا وعظ پسندیدہ بتلایا۔ چنانچہ حضورؐ نے دس آدمیوں کو اور بعض روایات میں چھ آدمیوں کو اُن کے ساتھ کر دیا جن میں حضرت عاصمؓ بھی تھے۔ راستہ میں جاکر اُن لے جانے والوں نے بد عہدی کی، اور دشمنوں کو مقابلہ کے لئے بُلایا جو دو سَو آدمی تھے اور اُن میں سے سَو آدمی بہت مشہور تیر انداز تھے اور بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ نے ان حضرات کو مکہ والوں کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ راستہ میں بَنُو لحیان کے دو سَو آدمیوں سے مقابلہ ہوا۔ یہ مُختصر جماعت دس آدمیوں کی یا چھ آدمیوں کی، یہ حالت دیکھ کر ایک پہاڑی پر جس کا نام فَدفَد تھا چڑھ گئی۔ کُفّار نے کہا کہ ہم تمھارے خون سے اپنی زمین رنگنا نہیں چاہتے۔ صرف اہلِ مکّہ سے تمھارے بدلہ میں کچھ مال لینا چاہتے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ آجاؤ ہم تم کو قتل نہ کریں گے مگر انہوں نے کہا کہ ہم کافر کے عہد میں آنا نہیں چاہتے اور ترکش سے تیر نکال کر مقابلہ کیا۔ جب تیر ختم ہو گئے تو نیزوں سے مقابلہ کیا۔ حضرت عاصمؓ نے ساتھیوں سے جوش میں کہا کہ تم سے دھوکہ کیا گیا مگر گھبرانے کی بات نہیں۔ شہادت کو غنیمت سمجھو۔ تمھارا محبوب تمھارے ساتھ ہے اور جنّت کی حوریں تمھاری مُنتظر ہیں۔ یہ کہہ کر جوش سے مقابلہ کیا اور جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار سے مقابلہ کیا۔ مقابلوں کا مجمع کثیر تھا۔ آخر شہید ہو گئے اور دُعا کی کہ یا اللہ اپنے رسولؐ کو ہمارے قصہ کی خبر کر دے چنانچہ یہ دُعا قبول ہوئی اور اسی وقت اس واقعہ کا علم حضورؐ کو ہو گیا اور چونکہ عاصمؓ یہ بھی سُن چکے تھے کہ سُلافہ نے میرے سَر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی مَنّت مانی ہے اس لئے مرتے وقت دُعا کی کہ یا اللہ میرا سَر تیرے راستہ میں کاٹا جا رہا ہے تو ہی اس کا مُحافظ ہے وہ دُعا بھی قبول ہوئی اور شہادت کے بعد جب کافروں نے

سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا اور بعض روایتوں میں بھڑوں کا ایک غول بھیج دیا جنہوں نے اُن کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کافروں کو خیال تھا کہ رات کے وقت جب یہ اُڑ جائیں گی تو سر کاٹ لیں گے مگر رات کو ایک بارش کی رَو آئی اور ان کی نعش کو بہا کر لے گئی۔ اسی طرح سات آدمی یا تین آدمی شہید ہو گئے۔ غرض تین باقی رہ گئے۔ حضرت خُبَیبؓ اور زیدؓ بن دثنہؓ اور عبد اللہ بن طارقؓ۔ ان تینوں حضرات سے پھر انہوں نے عہد پیمان کیا کہ تم نیچے آجاؤ ہم تم سے بدعہدی نہ کریں گے۔ یہ تینوں حضرات نیچے اُتر آئے اور نیچے اُترنے پر کُفار نے اُن کی کمانوں کی تانت اُتار کر اُن کی مُشکیں باندھیں۔ حضرت عبد اللہ بن طارقؓ نے فرمایا کہ یہ پہلی بدعہدی ہے میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا ان شہید ہونے والوں کا اِقتِدا ہی مجھے پسند ہے۔ انہوں نے زبردستی اُن کو کھینچنا چاہا مگر یہ نہ ٹلے تو ان لوگوں نے اُن کو بھی شہید کر دیا صرف دو حضرات ان کے ساتھ رہے جن کو لے جا کر ان لوگوں نے مکّہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا ایک حضرت زید بن دثنہؓ، جن کو صفوان بن اُمَیَّہ نے پچاس اونٹ کے بدلہ میں خریدا تا کہ اپنے باپ اُمَیَّہ کے بدلہ میں قتل کرے۔ دوسرے حضرت خُبَیبؓ جن کو حُجَیر بن ابی اِہاب نے سو اونٹ کے بدلہ میں خریدا تا کہ اپنے باپ کے بدلہ میں ان کو قتل کرے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حارث بن عامر کی اولاد نے خریدا کہ انہوں نے بدر میں حارث کو قتل کیا تھا۔ صفوان نے تو اپنے قیدی حضرت زیدؓ کو فوراً ہی حرم سے باہر اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دیا کہ قتل کر دیئے جاویں اس کا تماشا دیکھنے کے واسطے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے جن میں ابُو سفیانؓ بھی تھا۔ اس نے حضرت زیدؓ سے شہادت کے وقت پوچھا کہ اے زید تجھ کو خدا کی قسم سچ کہنا کیا تجھ کو یہ پسند ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گردن تیرے بدلہ میں ماری جائے اور تجھ کو چھوڑ دیا جائے کہ اپنے اہل و عیال میں خوش و خرّم رہے۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جہاں ہیں وہیں اُن کے ایک کانٹا بھی چُبھے اور ہم اپنے گھر آرام سے رہیں۔ یہ جواب سُن کر قریش حیران رہ گئے۔ ابُو سُفیان نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں کو جتنی ان سے محبت دیکھی اُس کی نظیر کہیں نہیں دیکھی۔ اس کے بعد حضرت زیدؓ شہید کر دیئے گئے۔ حضرت خُبَیبؓ ایک عرصہ تک قید میں رہے۔ حُجَیر کی باندی جو بعد میں مسلمان ہو گئیں کہتی ہیں کہ جب خُبَیبؓ ہم لوگوں کی قید میں تھے تو ہم نے دیکھا کہ خُبَیبؓ ایک دن انگور کا بہت بڑا خوشہ آدمی کے سر کے برابر ہاتھ میں لئے ہوئے انگور کھا رہے ہیں اور مکہ میں اس وقت انگور بالکل نہیں تھا۔ وہی کہتی ہیں کہ جب اُن کے قتل کا وقت قریب آیا تو انہوں نے صفائی کے لئے اُسترا مانگا وہ دے دیا گیا۔ اتفاق سے ایک کمسن بچہ اس وقت

خُبیبؓ کے پاس چلا گیا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ اُسترا ان کے ہاتھ میں ہے اور بچہ ان کے پاس، یہ دیکھ کر گھبرائے۔ خُبیبؓ نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بچہ کو قتل کر دونگا، ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد اُن کو حرم سے باہر لایا گیا اور سولی پر لٹکانے کے وقت آخری خواہش کے طور پر پوچھا گیا کہ کوئی تمنا ہو تو بتاؤ۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں کہ دنیا سے جانے کا وقت ہے اور اللہ جلّ شانہٗ کی ملاقات قریب ہے۔ چنانچہ مہلت دی گئی۔ انہوں نے دو رکعتیں نہایت اطمینان سے پڑھیں اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر کی وجہ سے دیر کر رہا ہوں تو دو رکعت اور پڑھتا۔ اس کے بعد سولی پر لٹکا دیئے گئے تو انہوں نے دُعا کی یا اللہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک میرا آخری سلام پہنچا دے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اسی وقت سلام پہنچایا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا وعلیکم السلام یا خُبیبؓ۔ اور ساتھیوں کو اطلاع فرمائی کہ خُبیبؓ کو قریش نے قتل کر دیا۔ حضرت خُبیبؓ کو جب سولی پر چڑھایا گیا تو چالیس کافروں نے نیزے لیکر چاروں طرف سے اُن پر حملہ کیا اور بدن کو چھلنی کر دیا۔ اس وقت کسی نے قسم دیکر یہ بھی پوچھا کہ تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیں اور تم کو چھوڑ دیں انہوں نے فرمایا واللہ العظیم مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میری جان کے فدیہ میں ایک کانٹا بھی حضورؐ کے چُبھے۔[۱]

ف ویسے تو ان قصوں کا ہر ہر لفظ عبرت ہے لیکن اس قصہ میں دو چیزیں خاص طور سے قابلِ قدر اور قابلِ عبرت ہیں۔ ان حضرات کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت و عشق کہ اپنی جان جائے اور اس کے بدلہ میں اتنا لفظ کہنا بھی گوارا نہیں کہ حضورؐ کو کسی قسم کی تکلیف معمولی سی بھی پہنچ جائے اس لئے کہ حضرت خُبیبؓ سے صرف زبان سے ہی کہلانا چاہتے تھے اور صرف زبان سے کہنا ہی تھا ورنہ بدلہ میں حضورؐ کو تکلیف پہنچانے پر تو اُن کفار کو بھی قدرت نہ تھی بلکہ وہ لوگ خود ہی ہر وقت تکلیف پہنچانے کی کوشش میں رہتے تھے جس میں بدلہ بے بدلہ سب برابر تھا۔ دوسری چیز نماز کی عظمت اور اُس کا شغف کہ ایسے آخری وقت میں عام طور سے بیوی بچوں کو آدمی یاد کرتا ہے، صورت دیکھنا چاہتا ہے، پیام وسلام کہتا ہے مگر ان حضرات کو پیام وسلام دینا ہے تو حضورؐ کو اور آخری تمنا ہے تو دو رکعت نماز کی

(۱۰) حضورؐ کی جنّت میں معیّت کیلئے نماز کی مدد

حضرت ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گذارتا تھا اور تہجد کے وقت وضو کا پانی اور دوسری ضروریات مثلاً مسواک مصلّٰی وغیرہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور

[۱] فتح اسلام

اَقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے میری خدمات سے خوش ہو کر فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت میں آپؐ کی رَفاقت۔ آپؐ نے فرمایا اور کچھ، کہا بس یہی چیز مطلوب ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اچھا میری مدد کیجیو، سجدوں کی کثرت سے[1] **ف**۔ اس میں تنبیہ ہے اس امر پر کہ صرف دُعا پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھنا چاہیئے بلکہ کچھ طلب اور عمل کی بھی ضرورت ہے اور اعمال میں سب سے اہم نماز ہے کہ جتنی اس کی کثرت ہوگی اتنے ہی سجدے زیادہ ہوں گے۔ جو لوگ اس سہارے پر بیٹھے رہتے ہیں کہ فلاں پیر فلاں بُزرگ سے دُعا کرائیں گے۔ سخت غلطی ہے۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے اس دنیا کو اسباب کے ساتھ چلایا ہے۔ اگرچہ بے اَسباب ہر چیز پر قدرت ہے اور قدرت کے اظہار کے واسطے کبھی ایسا بھی کر دیتے ہیں۔ لیکن عام عادت یہی ہے کہ دنیا کے کاروبار اسباب سے لگا رکھے ہیں۔ حیرت ہے کہ ہم لوگ دنیا کے کاموں میں تو تقدیر پر اور صرف دُعا پر بھروسہ کر کے کبھی نہیں بیٹھتے۔ پچاس طرح کی کوشش کرتے ہیں مگر دین کے کاموں میں تقدیر اور دُعا بیچ میں آجاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کی دُعا نہایت اہم ہے مگر حضورؐ نے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ سجدوں کی کثرت سے میری دُعا کی مدد کرنا۔

○

چھٹا باب

ایثار و ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

ایثار کہتے ہیں اپنی ضرورت کے وقت دوسرے کو ترجیح دینا۔ اوّل تو صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْھُم کی ہر ادا، ہر عادت ایسی ہی ہے جس کی برابری تو در کنار اس کا کچھ حصہ بھی کسی خوش قسمت کو نصیب ہو جائے تو عین سعادت ہے لیکن بعض عادتیں ان میں سے ایسی ممتاز ہیں کہ انہیں کا حصہ تھیں۔ ان کے منجملہ ایثار ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کلام اللہ شریف میں اس کی تعریف فرمائی اور یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ[2] میں اس صفت کو ذکر فرمایا کہ وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو

[1] ابوداؤد ۵۲ [2] (حشر-۱)

ترجیح دیتے ہیں گو اُن پر فاقہ ہی ہو۔

(۱) صحابیؓ کا مہمان کی خاطر چراغ بُجھا دینا

ایک صحابیؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک اور پریشانی کی حالت کی اطلاع دی۔ حضورؐ نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا کہیں کچھ نہ ملا تو حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو ان کی ایک رات کی مہمانی قبول کرے۔ ایک انصاری صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں مہمانی کروں گا۔ ان کو گھر لے گئے اور بیوی سے فرمایا کہ یہ حضورؐ کے مہمان ہیں جو اکرام کر سکے اس میں کسر نہ کرنا اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا خدا کی قسم بچوں کے قابل کچھ تھوڑا سا رکھا ہے اور کچھ بھی گھر میں نہیں۔ صحابیؓ نے فرمایا کہ بچوں کو بہلا کر سُلا دیجیو اور جب وہ سو جائیں تو کھانا لیکر مہمان کے ساتھ بیٹھ جاویں گے اور تو چراغ کے درست کرنے کے بہانے سے اُٹھ کر اس کو بُجھا دینا۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور دونوں میاں بیوی اور بچوں نے فاقہ سے رات گذاری۔ جس پر یہ آیت يُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ نازل ہوئی۔ ترجمہ۔ اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر اگرچہ اُن پر فاقہ ہی ہو۔ **ف**۔ اِس قسم کے مُتعدِّد واقعات ہیں جو صحابہؓ کے یہاں پیش آئے۔ چنانچہ ایک دوسرا واقعہ اسی قسم کا لکھا ہے۔[ل]

(۲) روزہ دار کے لئے چراغ بُجھا دینا

ایک صحابیؓ روزہ پر روزہ رکھتے تھے۔ افطار کے لئے کوئی چیز کھانے کی مُیَسّر نہ آتی تھی۔ ایک انصاری صحابی حضرت ثابتؓ نے تاڑ لیا۔ بیوی سے کہا کہ میں رات کو ایک مہمان کو لاؤں گا جب کھانا شروع کریں تو تم چراغ کو درست کرنے کے حیلہ سے بُجھا دینا اور اتنے مہمان کا پیٹ نہ بھر جائے خود نہ کھانا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ساتھ میں سب شریک رہے جیسے کھا رہے ہوں۔ صبح کو حضرت ثابتؓ جب حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو حضورؐ نے فرمایا کہ رات کا تمہارا اپنے مہمان کے ساتھ کا برتاؤ حق تعالیٰ شانُہٗ کو بہت ہی پسند آیا۔[ل]

(۳) ایک صحابیؓ کا زکوٰۃ میں اونٹ دینا

حضرت اُبَیّ بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ

[ل] در منثور

کا مال وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ میں ایک صاحب کے پاس گیا اور اُن سے اُن کے مال کی تفصیل معلوم کی تو ان پر ایک اونٹ کا بچہ ایک سالہ واجب تھا۔ میں نے ان سے اس کا مطالبہ کیا۔ وہ فرمانے لگے کہ ایک سال کا بچہ نہ دودھ کے کام کا، نہ سواری کے کام۔ انہوں نے ایک نفیس عمدہ جوان اونٹنی سامنے کی کہ یہ لے جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں تو اس کو نہیں لے سکتا کہ مجھے عمدہ مال لینے کا حکم نہیں۔ البتہ اگر تم یہی دینا چاہتے ہو تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سفر میں ہیں اور آج پڑاؤ فلاں جگہ تمہارے قریب ہی ہے حضور کی خدمت میں جاکر پیش کر دو۔ اگر منظور فرمالیا تو مجھے انکار نہیں ورنہ میں معذور ہوں۔ وہ اس اونٹنی کو لے کر میرے ساتھ ہو لئے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے پاس آپ کے قاصد زکوٰۃ کا مال لینے آئے تھے اور خدا کی قسم مجھے آج تک یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ رسول اللہؐ یا ان کے قاصد نے میرے مال میں کبھی تصرّف فرمایا ہو، اس لئے میں نے اپنا سارا مال سامنے کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس میں ایک سالہ اونٹ کا بچہ زکوٰۃ کا واجب ہے۔ حضورؐ ایک سال کے بچہ سے نہ تو دودھ کا ہی نفع ہے نہ سواری کا۔ اس لئے میں نے ایک عمدہ جوان اونٹنی پیش کی تھی جس کو انہوں نے قبول نہیں فرمایا۔ اس لئے میں خود لے کر حاضر ہوا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم پر واجب تو وہی ہے جو انہوں نے بتلائی۔ مگر تم اپنی طرف سے اس سے زیادہ اور عمدہ مال دو تو قبول ہے اللہ تمہیں اس کا اجر مرحمت فرمائیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ حاضر ہے۔ حضورؐ نے قبول فرمالیا اور برکت کی دعا فرمائی۔ **ف** یہ زکوٰۃ کے مال کا منظر ہے آج بھی اسلام کے بہت سے دعویدار ہیں اور حضورؐ کی محبّت کا دم بھی بھرتے ہیں لیکن زکوٰۃ کے ادا کرنے میں زیادتی کا تو کیا ذکر ہے۔ پوری مقدار بھی ادا کرنا موت ہے۔ جو اُونچے طبقے والے زیادہ مال والے کہلاتے ہیں اُن کے یہاں تو اکثر و بیشتر اس کا ذکر ہی نہیں لیکن جو متوسط حیثیت کے لوگ ہیں اور اپنے کو دیندار بھی سمجھتے ہیں وہ بھی اس کی کوشش کرتے ہیں کہ جو خرچ اپنے عزیز رشتہ داروں میں یا کسی دوسری جگہ مجبوری سے پیش آجائے اس میں زکوٰۃ ہی کی نیت کر لیں۔

(۴) حضرات شیخین رضؓ کا صدقہ میں مقابلہ

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اتفاقاً اس زمانہ میں میرے پاس کچھ مال موجود تھا۔ میں نے کہا آج میرے پاس اتفاق سے مال موجود ہے اگر میں اَبُوبَکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے کبھی بھی بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر خوشی خوشی میں گھر گیا

اور جو کچھ بھی گھر میں رکھا تھا اس میں سے آدھا لے آیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ میں نے عرض کیا کہ چھوڑ آیا۔ حضورؐ نے فرمایا آخر کیا چھوڑا۔ میں نے عرض کیا کہ آدھا چھوڑ آیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ جو کچھ رکھا تھا سب لے آئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ابوبکر گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ انہوں نے فرمایا ان کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کو چھوڑ آیا۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول پاکؐ کے نام کی برکت اور انکی رضا اور خوشنودی کو چھوڑ آیا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ میں نے کہا حضرت ابوبکرؓ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ **ف** خوبیوں اور نیکیوں میں اس کی کوشش کرنا کہ دوسرے سے بڑھ جاؤں یہ مُستحسن اور مَندُوب ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس کی ترغیب آئی ہے۔ یہ قصہ غزوۂ تبوک کا ہے۔ اس وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے چندہ کی خاص طور سے ترغیب فرمائی تھی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے حوصلہ کے موافق بلکہ ہمت و وسعت سے زیادہ اعانتیں فرمائیں جن کا ذکر باب ۲ کے قصہ ۸ میں بھی مختصر طور پر گذرا ہے (جزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء)

(۵) صحابہؓ کا دوسروں کی وجہ سے پیاسے مرنا

حضرت ابوجہم بن حذیفہؓ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے اور ایک مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا کہ ممکن ہے وہ پیاسے ہوں تو پانی پلاؤں اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جان کنی شروع تھی۔ میں نے پوچھا پانی کا گھونٹ دوں۔ انہوں نے اشارے سے ہاں کی۔ اتنے میں دوسرے صاحب نے جو قریب ہی پڑے تھے اور وہ بھی مرنے کے قریب تھے آہ کی۔ میرے چچازاد بھائی نے آواز سنی تو مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ میں ان کے پاس پانی لے کر گیا۔ وہ ہشام بن ابی العاصؓ تھے۔ ان کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ان کے قریب ایک تیسرے صاحب اسی حال میں پڑے دم توڑ رہے تھے۔ انہوں نے آہ کی۔ ہشامؓ نے مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کر دیا۔ میں ان کے پاس پانی لے کر پہنچا تو ان کا دم نکل چکا تھا۔ ہشامؓ کے پاس واپس آیا تو وہ بھی جان بحق ہو چکے تھے۔ ان کے پاس سے اپنے بھائی کے پاس لوٹا تو اتنے میں وہ بھی ختم ہو چکے تھے۔ اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون ۔[۱]

ف اس نوع کے متعدد واقعات کتب حدیث میں ذکر کئے گئے۔ کیا انتہا ہے اس ایثار کی کہ اپنا بھائی آخری دم توڑ رہا ہو اور پیاسا ہو۔ ایسی حالت میں کسی دوسرے کی طرف توجہ کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس کو پیاسا چھوڑ کر دوسرے کو پانی پلانے چلا جائے اور ان مرنے والوں

[۱] درایہ

کی روحوں کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ اپنے لُطف و فضل سے نوازیں کہ مرنے کے وقت بھی جب ہوش و حواس سب ہی جواب دے دیتے ہیں یہ لوگ ہمدردی میں جان دیتے ہیں۔

(۶) حضرت حمزہؓ کا کفن

حُضُورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے چچا حضرت حمزہؓ غزوۂ اُحُد میں شہید ہوگئے اور بے درد کافروں نے آپؓ کے کان ناک وغیرہ اعضاء کاٹ دیئے اور سینہ چیر کر دل نکالا اور طرح طرح کے ظلم کئے۔ لڑائی کے ختم پر حُضُورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور دوسرے صحابہؓ شہیدوں کی لاشیں تلاش فرما کر ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ حضرت حمزہؓ کو اس حالت میں دیکھا۔ نہایت صدمہ ہوا اور ایک چادر سے ان کو ڈھانک دیا۔ اتنے میں حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں۔ حضورؐ نے اس خیال سے کہ آخر عورت ہیں ایسے ظلموں کے دیکھنے کا تحمل مشکل ہوگا۔ اُن کے صاحبزادہ حضرت زُبیرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کرو۔ اُنہوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضورؐ نے دیکھنے کو منع فرمادیا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے یہ سُنا ہے کہ میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے گئے۔ اللہ کے راستے میں یہ کونسی بڑی بات ہے۔ ہم اس پر راضی ہیں۔ میں اللہ سے ثواب کی اُمید رکھتی ہوں اور اِنشاء اللہ صبر کروں گی۔ حضرت زُبیرؓ نے حضورؐ سے جا کر اس کلام کو ذکر کیا تو حضورؐ نے اس جواب کو سُن کر دیکھنے کی اجازت عطا فرمادی۔ آکر دیکھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ پڑھی اور اُن کے لئے اِستغفار اور دُعا کی۔ ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ اُحُد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں ایک عورت تیزی سے آرہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ دیکھو، عورت کو روکو۔ حضرت زُبیرؓ کہتے ہیں، میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں میں جلدی سے روکنے کے لئے بڑھا مگر وہ قوی تھیں ایک گھونسا میرے مارا اور کہا۔ پرے ہٹ۔ میں نے کہا کہ حضورؐ نے منع فرمایا ہے تو فوراً کھڑی ہوگئیں۔ اس کے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے کفن کے لئے لائی تھی کہ میں اُن کے اِنتقال کی خبر سُن چکی تھی۔ ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا۔ ہم لوگ وہ کپڑے لے کر حضرت حمزہؓ کو کفنانے لگے کہ برابر میں ایک انصاری شہید پڑے ہوئے تھے جن کا نام حضرت سُہیلؓ تھا۔ اُن کا بھی کُفّار نے ایسا ہی حال کر رکھا تھا جیسا کہ حضرت حمزہؓ کا تھا۔ ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہؓ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو۔ اس لئے ہم نے دونوں کے لئے ایک ایک کپڑا تجویز کردیا۔ مگر ایک کپڑا اُن میں بڑا تھا دوسرا چھوٹا۔ تو ہم نے قُرعہ ڈالا کہ قُرعہ میں جو کپڑا جن کے حصّہ میں آئے

گا وہ اُن کے کفن میں لگایا جائے۔ قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سُہیل رضؓ کے حصہ میں آیا اور چھوٹا حضرت حمزہ رضؓ کے حصہ میں آیا۔ جو اُن کے قد سے بھی کم تھا کہ اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھُل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھُل جاتا۔ حُضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانک دو اور پاؤں پر پتّے وغیرہ ڈال دو[۱]۔ ابنِ سعدؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت صَفِیَّہ رضؓ جب دو کپڑے لے کر حضرت حمزہ رضؓ کی نعش پر پہنچیں تو اُن کے قریب ہی ایک انصاری اسی حال میں پڑے ہوئے تھے تو ایک ایک کپڑے میں دونوں کو کفن دیا گیا۔ حضرت حمزہ رضؓ کا کپڑا بڑا تھا۔ یہ روایت مختصر ہے اور خمیس کی روایت مُفَصَّل ہے **ف**۔ یہ دو جہاں کے بادشاہ کے چچا کا کفن ہے وہ بھی اس طرح کہ ایک عورت اپنے بھائی کے لئے دو کپڑے دیتی ہیں اس میں یہ گوارا نہیں کہ دوسرا انصاری بے کفن رہے۔ ایک ایک کپڑا بانٹ دیا جاتا ہے اور پھر چھوٹا کپڑا اس شخص کے حصہ میں آتا ہے جو کسی وجہ سے ترجیح کا استحقاق بھی رکھتا ہے۔ غریب پروری اور مُساوات کے دعویدار اگر اپنے دعوؤں میں سچے ہیں تو ان پاک ہستیوں کا اِتّباع کریں جو کہہ کر نہیں بلکہ کر کے دکھلا گئے۔ ہم لوگوں کو اپنے لئے اُن کا پیرو کہنا بھی شرم کی بات ہے۔

(۷) بکرے کی سِری کا چکّر کاٹ کر واپس آنا

حضرت اِبنِ عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک صَحابی رضؓ کو کسی شخص نے بکرے کی سری ہدیہ کے طور پر دی۔ اُنہوں نے خیال فرمایا کہ میرے فلاں ساتھی زیادہ ضرورت مند ہیں، کنبہ والے ہیں اور اُن کے گھر والے زیادہ محتاج ہیں اس لئے اُن کے پاس بھیج دی۔ اُن کو ایک تیسرے صاحب کے مُتعلّق یہی خیال پیدا ہوا، اور اُن کے پاس بھیج دی۔ غرض اسی طرح سات گھروں میں پھر کر وہ سری سب سے پہلے صَحابی رضؓ کے گھر لوٹ آئی۔ **ف** اس قصّہ سے اُن حضرات کا عام طور سے محتاج اور ضرورت مند ہونا بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی کہ ہر شخص کو دوسرے کی ضرورت اپنے سے مُقدّم معلوم ہوتی تھی۔

(۸) حضرت عُمر رضؓ کا اپنی بیوی کو زَچگی میں لے جانا

اَمیرُ المُؤمِنِین حضرت عمر رضؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں بسا اوقات رات کو چوکیدارہ کے طور پر شہر کی حفاظت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گذر ہوا۔ دیکھا کہ

[۱] خمیس

ایک خیمہ بالوں کا بنا ہوا لگا ہوا ہے جو پہلے وہاں نہیں دیکھا تھا۔ اُس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور خیمہ سے کچھ کراہنے کی آواز آرہی ہے۔ سلام کرکے ان صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت کیا کہ تم کون ہو اُنہوں نے کہا۔ ایک مسافر ہوں جنگل کا رہنے والا ہوں۔ اَمیرُ المُؤمنین کے سامنے کچھ اپنی ضرورت پیش کرکے مدد چاہنے کے واسطے آیا ہوں۔ دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ میں سے آواز کیسی آرہی ہے۔ ان صاحب نے کہا میاں جاؤ اپنا کام کرو۔ آپ نے اصرار فرمایا کہ نہیں بتادو کچھ تکلیف کی آواز ہے۔ ان صاحب نے کہا کہ عورت کی ولادت کا وقت قریب ہے، دردِ زہ ہورہا ہے۔ آپؓ نے دریافت فرمایا کہ کوئی دوسری عورت بھی پاس ہے۔ انہوں نے کہا کوئی نہیں، آپؓ وہاں سے اُٹھے اور مکان تشریف لے گئے اور اپنی بیوی حضرت اُمِّ کلثومؓ سے فرمایا کہ ایک بڑے ثواب کی چیز مُقدّر سے تمہارے لئے آئی ہے۔ اُنہوں نے پوچھا کیا ہے آپؓ نے فرمایا ایک گاؤں کی رہنے والی بیچاری تنہا ہے۔ اُس کو دردِ زہ ہورہا ہے۔ اُنہوں نے ارشاد فرمایا ہاں ہاں تمہاری صلاح ہو تو میں تیار ہوں۔ اور کیوں نہ تیار ہوتیں کہ یہ بھی آخر حضرت سیّدہ فاطمہؓ کی ہی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ولادت کے واسطے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو، تیل گودڑ وغیرہ لے لو اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور دانے وغیرہ بھی ساتھ لے لو۔ وہ لے کر چلیں حضرت عمرؓ خود پیچھے پیچھے ہولئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت اُمِّ کلثومؓ تو خیمہ میں چلی گئیں اور آپؓ نے آگ جلا کر اُس ہانڈی میں دانے اُبالے، گھی ڈالا۔ اتنے میں ولادت سے فراغت ہوگئی۔ اندر سے حضرت اُمِّ کلثومؓ نے آواز دے کر عرض کیا۔ اَمیرُ المُؤمنین اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دیجئے۔ اَمیرُ المُؤمنین کا لفظ جب ان صاحب کے کان میں پڑا تو وہ بڑے گھبرائے آپؓ نے فرمایا۔ گھبرانے کی بات نہیں۔ وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھ دی کہ اس عورت کو بھی کچھ کھلادیں۔ حضرت اُمِّ کلثومؓ نے اس کو کھلایا۔ اُس کے بعد ہانڈی باہر دے دی۔ حضرت عمرؓ نے اس بَدّو سے کہا کہ لو تم بھی کھاؤ۔ رات بھر تمہاری جاگنے میں گذر گئی۔ اُس کے بعد اَہلیہؓ کو ساتھ لے کر گھر تشریف لے آئے اور ان صاحب سے فرمادیا کہ کل آنا تمہارے لئے انتظام کردیا جائے گا۔[1]

ف۔ ہمارے زمانے کا کوئی بادشاہ یا رئیس نہیں کوئی معمولی حیثیت کا مال دار بھی ایسا ہے جو غریب کی ضرورت میں مسافر کی مدد کے واسطے اس طرح بیوی کو رات کو جنگل میں لے جاتے اور خود اپنے آپ چولہا دھونک کر پکاتے۔ مال دار کو چھوڑیئے کوئی دیندار بھی ایسا کرتا ہے۔ سوچنا چاہیئے کہ جن کے ہم نام لیوا ہیں اور ان جیسی برکات کی ہر بات میں اُمید رکھتے ہیں، کوئی کام بھی ہم ان جیسا کرلیتے ہیں۔

[1] اشہر

⑨ ابُوطلحہؓ کا باغ وقف کرنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ابُوطلحہؓ انصاری مدینہ منوّرہ میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑے باغ والے تھے۔ ان کا ایک باغ تھا جس کا نام بیرُحا تھا۔ وہ ان کو بہت ہی زیادہ محبوب تھا۔ مسجد نبویؐ کے قریب تھا۔ پانی بھی اس میں نہایت شیریں اور افراط سے تھا۔ حضورؐ بھی اکثر اُس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے۔ جب قرآن شریف کی آیت لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ترجمہ۔ تم نیکی (کے کامل درجہ) کو نہیں پہنچ سکتے جب تک ایسی چیزوں سے خرچ نہ کروگے جو تم کو پسند ہیں، نازل ہوئی تو ابُوطلحہؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے اپنا باغ بیرُحا سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محبوب مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرو۔ اس لئے وہ اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ آپؐ جیسا مناسب سمجھیں اس کے موافق اس کو خرچ فرمادیں۔ حضورؐ نے بہت زیادہ مسرّت کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ بہت ہی عُمدہ مال ہے۔ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کو اپنے اہلِ قرابت میں تقسیم کردو۔ ابُوطلحہؓ نے اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم فرمادیا[1]۔ ف۔ ہم بھی اپنا کوئی محبوب ترین مال جائداد کوئی ایک آدھ وعظ سُن کر، قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھ کر یا سُن کر اس طرح بے دھڑک خیرات کردیتے ہیں۔ اگر وقف وغیرہ کرنے کا خیال بھی آتا ہے تو زندگی سے مایوس ہوجانے کے بعد یا وارثوں سے خفا ہوکر اُن کو محروم کرنے کی نیت سے اور برس کے برس اس سوچ میں لگادیتے ہیں کہ کوئی صورت ایسی پیدا ہوجائے کہ میری زندگی میں تو میرے ہی کام آوے بعد میں جو ہو وہ ہوتا رہے۔ ہاں نام ونمود کی کوئی چیز ہو، بیاہ شادی کی تقریب ہو تو سودی قرض سے بھی انکار نہیں۔

⑩ حضرت ابوذرؓ کا اپنے خادم کو تنبیہ کرنا

حضرت ابُوذر غفاریؓ مشہور صحابی ہیں جن کے اسلام لانے کا قصہ باب ۱ کے ۵ پر گذر چکا۔ یہ بڑے زاہد لوگوں میں تھے۔ مال نہ اپنے پاس جمع رکھتے تھے نہ یہ چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا جمع رکھے۔ مالدار لوگوں سے ہمیشہ لڑائی رہتی تھی۔ اس لئے حضرت عثمانؓ کے حکم سے رَبذہ میں رہنے لگے تھے جو جنگل میں ایک معمولی سی آبادی تھی۔ حضرت ابُوذرؓ کے پاس چند اونٹ تھے اور ایک ناتواں ضعیف سا چرواہا تھا۔ جو ان کی خبر گیری کرتا تھا۔ اسی پر گذر تھا۔ ایک شخص قبیلہ بنُوسُلیم کے آپ کی

[1] درمنثور ۔ (آلِ عمران ۱۰)

خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمنا ظاہر کی کہ میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کے فیوض سے اِستفادہ حاصل کروں۔ میں آپ کے چرواہے کی مدد کرتا رہوں گا اور آپ کی برکات سے فائدہ بھی حاصل کروں گا حضرت اَبُوذرؓ نے اِرشاد فرمایا کہ میرا دوست وہ ہے جو میری اطاعت کرے اگر تم بھی میری اطاعت کے لئے تیار ہو تو شوق سے رہو۔ کہنا نہ مانو تو تمہاری ضرورت نہیں۔ سُلَیمی صاحب نے عرض کیا۔ کس چیز میں آپ اپنی اطاعت چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ جب میں اپنے مال میں سے کسی چیز کے خرچ کا حکم کروں تو عمدہ سے عمدہ مال خرچ کیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے قبول کیا اور رہنے لگا۔ اِتّفاق سے ایک دن اُن سے کسی نے ذکر کیا کہ پانی پر کچھ لوگ رہتے ہیں جو ضرورت مند ہیں، کھانے کے محتاج ہیں مجھ سے فرمایا ایک اُونٹ لے آؤ۔ میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عمدہ اونٹ ہے جو نہایت قیمتی نہایت کار آمد اور سواری میں مُطِیع۔ میں نے حسبِ وعدہ اس کو لے جانے کا اِرادہ کیا۔ مگر مجھے خیال ہوا کہ غُرباء کو کھلانا ہی تو ہے اور یہ اُونٹ بہت زیادہ کار آمد ہے۔ حضرت کی اور مُتَعلِّقِین کی ضرورت کا ہے اس کو چھوڑ کر اس سے ذرا کم درجہ کی عمدہ اونٹنی کہ اس اُونٹ کے عِلاوہ اور باقی سب سے بہتر تھی لے کر حاضرِ خدمت ہوا۔ فرمایا کہ تم نے خیانت کی۔ میں سمجھ گیا اور واپس آ کر وہی اُونٹ لے گیا۔ پاس بیٹھنے والوں سے اِرشاد فرمایا کہ دو آدمی ایسے ہیں جو اللہ کے واسطے ایک کام کریں۔ دو آدمی اُٹھے۔ اُنہوں نے اپنے کو پیش کیا۔ فرمایا کہ اس کو ذبح کرو۔ اور ذبح کے بعد گوشت کاٹ کر جتنے گھر پانی پر آباد ہیں اُن کو شمار کر کے اَبُوذرؓ کا یعنی اپنا گھر بھی ایک عدد ان میں شمار کر لو اور سب کو برابر تقسیم کر دو۔ میرے گھر بھی اتنا ہی جائے جتنا ان میں سے ہر گھر میں جائے۔ اُنہوں نے تعمیلِ ارشاد کی اور تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد مجھے بُلایا اور فرمایا کہ تونے میری وصیّت عمدہ مال خرچ کرنے کی جان بوجھ کر چھوڑی یا بھول گیا تھا اگر بھول گیا تھا تو معذور ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بھولا تو نہیں تھا میں نے اوّل اسی اُونٹ کو لیا تھا مگر مجھے خیال ہوا کہ یہ بہت کار آمد ہے۔ آپ کو اکثر اس کی ضرورت رہتی ہے محض اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا کہ محض میری ضرورت سے چھوڑا تھا۔ عرض کیا کہ محض آپ کی ضرورت سے چھوڑا تھا۔ فرمایا اپنی ضرورت کا دن بتاؤں۔ میری ضرورت کا دن وہ ہے جس دن میں قبر کے گڑھے میں اکیلا ڈال دیا جاؤں گا۔ وہ دن میری ضرورت اور اِحتیاج کا ہے۔ مال کے اندر تین حصّہ دار ہیں، ایک تقدیر جو مال لے جانے میں کسی چیز کا اِنتظار نہیں کرتی، اچھا بُرا ہر قسم کا لے جاتی ہے۔ دوسرا وارث جو اس کے اِنتظار میں ہے تو مرے تو وہ لے لے۔ اور تیسرا حصّہ دار تُو خود ہے اگر

ہو سکتا ہو اور تیری طاقت میں ہو تو تینوں حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز نہ بن۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ؂ اس لئے جو مال مجھے سب سے زیادہ پسند ہے اس کو میں اپنے لئے آگے چلتا کروں، تاکہ وہ میرے لئے جمع رہے؂۔ ف "تین حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز نہ بن"، کا مطلب یہ ہے کہ جو ہو سکے اپنے لئے آخرت کا ذخیرہ جمع کرلے۔ ایسا نہ ہو کہ مقدّر غالب آجائے اور وہ مال تجھ سے ضائع ہوجائے یا تو مرجائے اور وہ دوسروں کے قبضہ میں آجائے کہ بعد میں کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ آل اولاد بیوی بچے سب تھوڑے بہت دنوں رو کر چپ ہوجائیں گے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ مرنے والے کے لئے بھی کچھ صدقہ خیرات کردیں اور اس کو یاد رکھیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہے۔ آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کا مال صرف وہ ہے جو کھالیا اور ختم کردیا یا پہن لیا اور پرانا کردیا یا اللہ کے راستہ میں خرچ کردیا اور اپنے لئے خزانہ میں جمع کردیا۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ دوسروں کا مال ہے۔ لوگوں کے لئے جمع کر رہا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تم میں سے ایسا کون شخص ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے سے اچھا لگے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا کون ہوگا جس کو دوسرے کا مال اپنے سے زیادہ محبوب ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اپنا مال صرف وہی ہے جو آگے بھیجدیا جائے اور جو چھوڑ دیا جائے وہ وارث کا مال ہے؂۔

(۱۱) حضرت جعفرؓ کا قصہ

حضرت جعفر طیارؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی ہیں۔ اوّل تو یہ سارا ہی گھرانہ اور خاندان بلکہ آل اولاد سخاوت، کرم، شجاعت، بہادری میں ممتاز ہے اور ہیں۔ لیکن حضرت جعفرؓ مساکین کے ساتھ خاص تعلّق رکھتے تھے اور زیادہ اُٹھنا بیٹھنا غرباء ہی کے ساتھ ہوتا تھا۔ کفّار کی تکالیف سے تنگ ہوکر اوّل حبشہ کی ہجرت کی اور کفّار نے وہاں بھی پیچھا کیا تو نجاشی کے یہاں اپنی صفائی پیش کرنا پڑی جس کا قصہ پہلے باب کے نمبر ۱۰ پر گذرا۔ وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی اور غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے جس کا قصہ اگلے باب کے ختم پر آرہا ہے۔ اُن کے انتقال کی خبر پر حضورؐ ان کے گھر تعزیت کے طور پر تشریف لے گئے اور ان کے صاحبزادوں عبداللہ اور عون اور محمد کو بلایا۔ وہ سب کم عمر تھے۔ اُن کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی۔ ساری ہی اولاد میں باپ کا رنگ تھا مگر عبداللہ میں سخاوت کا مضمون بہت زیادہ تھا۔ اسی وجہ

سے ان کا لقب قُطْبُ السَّخَاء، سخاوت کا قُطب تھا۔ سات برس کی عمر میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بیعت ہوئی۔ انہی عبد اللہ بن جعفرؓ سے کسی شخص نے حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کے یہاں سفارش کرائی۔ ان کی سفارش پر اُس کا کام ہو گیا۔ تو اس نے نذرانہ کے طور پر چالیس ہزار درہم بھیجے۔ انہوں نے واپس کر دیئے کہ ہم لوگ اپنی نیکی کو فروخت نہیں کیا کرتے۔ ایک مرتبہ کہیں سے دو ہزار درہم نذرانہ میں آئے۔ اسی مجلس میں تقسیم فرما دیئے۔ ایک تاجر بہت سی شکر لے کر آیا مگر بازار میں فروخت نہ ہوئی۔ اس کو فکر و رنج ہوا۔ عبد اللہ بن جعفرؓ نے اپنے کارندوں سے کہا کہ ساری شکر اس سے خرید لو اور لوگوں میں مُفت لٹا دو۔ رات کو قبیلہ میں جو مہمان آجاتا تھا وہ ان کے یہاں سے کھانا پینا ہر قسم کی ضروریات پوری کرتا۔[1] حضرت زُبیرؓ ایک لڑائی میں شریک تھے، ایک دن اپنے بیٹے عبد اللہ کو وصیّت فرمائی کہ میرا خیال یہ ہے کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا۔ تم میرا قرضہ ادا کر دینا اور فلاں فلاں کام کرنا۔ یہ وصیتیں کر کے اسی دن شہید ہو گئے۔ صاحبزادہ نے جب قرضہ کو جوڑا تو بائیس لاکھ درہم تھے اور یہ قرضہ بھی اس طرح ہوا تھا کہ امانت دار بہت مشہور تھے۔ لوگ اپنی اپنی امانتیں بہت کثرت سے رکھتے یہ فرما دیتے کہ رکھنے کی جگہ تو میرے پاس نہیں یہ رقم قرض ہے۔ جب تمہیں ضرورت ہو لے لینا۔ یہ کہہ کر اس کو صدقہ کر دیتے اور یہ بھی وصیّت کی کہ جب کوئی مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے کہہ دینا۔ عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ میں مولیٰ کو نہ سمجھا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے مولیٰ کون؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ حضرت عبد اللہؓ نے تمام قرضہ ادا کر دیا۔ کہتے ہیں کہ جب کوئی دِقت پیش آتی میں کہتا کہ اے زُبیر کے مولیٰ فلاں کام نہیں ہوتا، وہ فوراً ہو جاتا۔ یہ عبد اللہ بن زُبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ان عبد اللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ میرے والد کے قرضہ کی فہرست میں تمہارے ذمّہ دس لاکھ درہم لکھے ہیں۔ کہنے لگے کہ جب چاہو لے لو۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں دوبارہ گیا۔ میں نے کہا کہ وہ تو تمہارے اُن کے ذمہ ہیں۔ کہنے لگے کہ میں نے مُعاف کر دیئے۔ میں نے کہا کہ میں مُعاف نہیں کراتا۔ کہنے لگے جب تمہیں سہولت ہو دے دینا۔ میں نے کہا کہ اس کے بدلہ میں زمین لے لو۔ غنیمت کے مال میں بہت سی زمین آئی ہوئی ہے۔ عبد اللہ بن جعفرؓ نے کہا اچھا۔ میں نے ایک زمین ان کو دے دی۔ جو معمولی حیثیت کی تھی۔ پانی وغیرہ بھی اس میں نہیں تھا۔ انہوں نے فوراً قبول کر لی اور غلام سے کہا کہ اس زمین میں مصلّٰی بچھا دے۔ اُس نے مصلّٰی بچھا دیا۔ دو رکعت نماز وہاں پڑھی اور بہت دیر تک سجدہ میں پڑے رہے۔ نماز سے فارغ ہو کر غلام سے کہا کہ اس جگہ کو کھودو۔ اس نے کھودنا شروع کیا۔ ایک پانی کا چشمہ

[1] اصابہ

وہاں سے اُبلنے لگا۔ **ف** ۔ ان حضرات صحابہ کرامؓ کے یہاں یہ اور اس قسم کی چیزیں جو اس باب میں لکھی گئیں کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ان حضرات کی عام عادتیں ایسی ہی تھیں۔

ساتواں باب

بہادری، دلیری اور موت کا شوق

جس کا لازمی نتیجہ بہادری ہے کہ جب آدمی مرنے ہی کے سَر ہو جائے تو پھر سب کچھ کر سکتا ہے ساری بزدلی، سوچ فکر زندگی ہی کے واسطے ہے اور جب مرنے کا اِشتیاق پیدا ہو جائے تو نہ مال کی محبت رہے نہ دشمن کا خوف۔ کاش مجھے بھی ان سچوں کے طُفیل یہ دولت نصیب ہو جاتی۔

(۱) ابنِ جحشؓ اور حضرت سعدؓ کی دُعا

حضرت عبداللہؓ بن جحش نے غزوۂ اُحد میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا کہ اے سعد آؤ مل کر دُعا کریں۔ ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق دُعا کرے دوسرا آمین کہے کہ یہ قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے دونوں حضرات نے ایک کونے میں جاکر دُعا فرمائی۔ اوّل حضرت سعدؓ نے دُعا کی یا اللہ جب کل کو لڑائی ہو تو میرے مقابلہ میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرما جو سخت حملہ والا ہو وہ مجھ پر سخت حملہ کرے اور میں اس پر زوردار حملہ کروں۔ پھر مجھے اس پر فتح نصیب فرما کہ میں اس کو تیرے راستے میں قتل کروں اور اس کی غنیمت حاصل کروں۔ حضرت عبداللہؓ نے آمین کہی اور اس کے بعد حضرت عبداللہؓ نے دُعا کی۔ اے اللہ کل کو میدان میں ایک بہادر سے مقابلہ کرا جو سخت حملہ والا ہو۔ میں اس پر شدت سے حملہ کروں، وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور پھر وہ مجھے قتل کر دے پھر میرے ناک کان کاٹ لے۔ پھر قیامت میں جب تیرے حضور میں پیشی ہو تو تُو کہے کہ عبداللہ تیرے ناک، کان کیوں کاٹے گئے۔ میں عرض کروں یا اللہ تیرے اور تیرے رسولؐ کے راستے میں کاٹے گئے پھر تو کہے کہ سچ ہے میرے

ہی راستے میں کاٹے گئے۔ حضرت سعدؓ نے آمین کہی۔ دوسرے دن لڑائی ہوئی اور دونوں حضرات کی دعائیں اسی طرح قبول ہوئیں جس طرح مانگی تھیں[۱]۔ سعدؓ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جحش کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ میں نے شام کو دیکھا کہ اُن کے ناک کان ایک تاگے میں پروئے ہوئے ہیں۔ اُحد کی لڑائی میں اُن کی تلوار بھی ٹوٹ گئی تھی۔ حضورؐ نے اُن کو ایک ٹہنی عطا فرمائی جو اُن کے ہاتھ میں جاکر تلوار بن گئی اور عرصہ تک بعد میں رہی اور دو سو دینار کو فروخت ہوئی[۲]۔ دینار سونے کے ایک سکہ کا نام ہے۔ ف۔ اس قصہ میں جہاں ایک جانب کمال بہادری ہے کہ بہادر دشمن سے مقابلہ کی تمنا ہے وہاں دوسری جانب کمال عشق بھی کہ محبوب کے راستے میں بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی تمنا کرے اور آخر میں جب وہ پوچھیں کہ سب کیوں ہوا تو میں عرض کروں کہ تمھارے لئے[۱]

رہے گا کوئی تو تیغِ ستم کے یادگاروں میں ٭ مرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سو مزاروں میں

(۲) — اُحد کی لڑائی میں حضرت علیؓ کی بہادری

غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی تھی جس کی بڑی وجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد پر عمل نہ کرنا تھی جس کا ذکر باب۱ قصہ۱۲ میں گذر چکا۔ اس وقت مسلمان چاروں طرف سے کفار کے بیچ میں آگئے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ شہید بھی ہوئے اور کچھ بھاگے بھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کے ایک جتھے کے بیچ میں آگئے اور کفار نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضور شہید ہو گئے۔ صحابہؓ اس خبر سے بہت پریشان حال تھے اور اسی وجہ سے بہت سے بھاگے بھی اور اِدھر اُدھر متفرق ہو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب کفار نے مسلمانوں کو گھیر لیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میری نظر سے اوجھل ہو گئے تو میں نے حضورؐ کو اوّل زندوں میں تلاش کیا نہ پایا۔ پھر شہداء میں جاکر تلاش کیا وہاں بھی نہ پایا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ حضورؐ لڑائی سے بھاگ جائیں۔ بظاہر حق تعالیٰ شانہٗ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہم پر ناراض ہوئے اس لئے اپنے پاک رسولؐ کو آسمان پر اٹھا لیا اس لئے اب اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ میں بھی تلوار لے کر کافروں کے جتھے میں گھس جاؤں یہاں تک کہ مارا جاؤں۔ میں نے تلوار لے کر حملہ کیا یہاں تک کہ کفار بیچ میں سے ہٹتے گئے اور میری نگاہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑ گئی تو بیحد مسرت ہوئی اور میں نے سمجھا کہ اللہ جل شانہٗ نے ملائکہ کے ذریعہ سے اپنے محبوب کی حفاظت کی۔ میں حضورؐ کے پاس جاکر کھڑا ہوا کہ ایک جماعت کی جماعت کفار کی حضورؐ پر حملہ کے لئے آئی۔

[۱] خمیس [۲] اصابہ

حضورؐ نے فرمایا۔ علیؓ ان کو روکو۔ میں نے تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا اور اُن کے مُنہ پھیر دیئے اور بعضوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد پھر ایک اور جماعت حضورؐ پر حملہ کی نیت سے بڑھی۔ آپؐ نے پھر حضرت علی رضؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔ انہوں نے پھر تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے آکر حضرت علیؓ کی اس جوانمردی اور مدد کی تعریف کی تو حضورؐ نے فرمایا اِنَّہٗ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ " بیشک علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں" یعنی کمال اتحاد کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا وَ اَنَا مِنْکُمَا " میں تم دونوں سے ہوں[۱]"۔ ف ایک تنہا آدمی کا جماعت سے بڑھ جانا اور نبیٔ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مُقدّس ذات کو نہ پاکر مر جانے کی نیّت سے کُفّار کے جمگھٹے میں گُھس جانا جہاں ایک طرف حضورؐ کے ساتھ سچی محبت اور عشق کا پتہ دیتا ہے وہاں دوسری جانب کمال بہادری اور دلیری جرأت کا بھی نقشہ پیش کرتا ہے۔

۳ — حضرت حنظلہؓ کی شہادت

غزوۂ اُحد میں حضرت حنظلہؓ اوّل سے شریک نہیں تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی نئی شادی ہوئی تھی بیوی سے ہمبستر ہوئے تھے۔ اس کے بعد غسل کی تیاری کر رہے تھے اور غسل کرنے کے لئے بیٹھ بھی گئے، سر کو دھو رہے تھے کہ ایک دم مسلمانوں کی شکست کی آواز کان میں پڑی جس کی تاب نہ لاسکے۔ اسی حالت میں تلوار ہاتھ میں لی اور لڑائی کے میدان کی طرف بڑھے چلے گئے اور کُفّار پر حملہ کیا اور برابر بڑھتے چلے گئے کہ اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ چونکہ شہید کو اگر جُنبی نہ ہو تو بغیر غسل دیئے دفن کیا جاتا ہے اس لئے ان کو بھی اسی طرح کر دیا۔ مگر حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دیکھا کہ ملائکہ ان کو غسل دے رہے ہیں۔ حضورؐ نے صحابہؓ سے ملائکہ کے غسل دینے کا تذکرہ فرمایا۔ ابُو سعید ساعدی رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کا یہ ارشاد سُن کر حنظلہؓ کو جا کر دیکھا تو ان کے سر سے غسل کا پانی ٹپک رہا تھا۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے واپسی پر تحقیق فرمایا تو اُن کے بغیر نہائے جانے کا قصہ معلوم ہوا[۲]۔

ف یہ بھی کمال بہادری ہے۔ بہادر آدمی کو اپنے ارادہ میں تاخیر کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اس لئے اتنا انتظار بھی نہیں کیا کہ غسل پورا کر لیتے۔

۴ — عَمرو بن جموحؓ کی تمنّائے شہادت

حضرت عَمرو بن جموحؓ پاؤں سے لنگڑے تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے جو اکثر حضورؐ کی خدمت میں

[۱] قرة العیون [۲] ایضاً

بھی حاضر ہوتے اور لڑائیوں میں شرکت بھی کرتے تھے۔ غزوۂ اُحد میں عمرو بن جموحؓ کو بھی شوق پیدا ہوا کہ میں بھی جاؤں۔ لوگوں نے کہا کہ تم معذور ہو، لنگڑے پن کی وجہ سے چلنا دشوار ہے۔ انہوں نے فرمایا کیسی بُری بات ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں رہ جاؤں۔ بیوی نے بھی اُبھارنے کے لئے طعنہ کے طور پر کہا، کہ میں تو دیکھ رہی ہوں کہ وہ لڑائی سے بھاگ کر لوٹ آیا۔ عمروؓ نے یہ سُن کر ہتھیار لئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دُعا کی۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ (اے اللہ مجھے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹائیو) اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم کے منع کرنے کا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ اپنے لنگڑے پیر سے جنت میں چلوں پھروں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ نے تم کو معذور کیا ہے تو نہ جانے میں کیا حرج ہے۔ انہوں نے پھر خواہش کی تو آپؐ نے اجازت دے دی۔ ابُو طلحہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عمروؓ کو لڑائی میں دیکھا اکڑتے ہوئے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں جنت کا مشتاق ہوں۔ ان کا ایک بیٹا بھی ان کے پیچھے دوڑا ہوا جاتا تھا۔ دونوں لڑتے رہے حتی کہ دونوں شہید ہوئے۔ ان کی بیوی اپنے خاوند اور بیٹے کی نعش کو اونٹ پر لاد کر دفن کے لئے مدینہ لانے لگیں تو وہ اونٹ بیٹھ گیا۔ بڑی دقت سے اس کو مار کر اُٹھایا اور مدینہ لانے کی کوشش کی مگر وہ اُحد ہی کی طرف کا منہ کرتا تھا۔ اُن کی بیوی نے حضورؐ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اونٹ کو یہی حکم ہے۔ کیا عمروؓ چلتے ہوئے کچھ کہہ کر گئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا کی تھی۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ آپؐ نے فرمایا۔ اسی وجہ سے یہ اونٹ اُس طرف نہیں جاتا۔[1] **ف** اسی کا نام ہے جنت کا شوق اور یہی ہے وہ سچا عشق اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا جس کی وجہ سے صحابہؓ کہاں سے کہاں پہنچ گئے کہ ان کے جذبے مرنے کے بعد بھی ویسے ہی رہتے۔ بہتیری کوشش کی کہ اونٹ چلے۔ مگر یا تو وہ بیٹھ جاتا یا اُحد کی طرف چلتا تھا۔

(۵) حضرت مُصعب بن عُمیرؓ کی شہادت

حضرت مُصعب بن عُمیرؓ اسلام لانے سے پہلے بڑے ناز کے پلے ہوئے اور مالدار لڑکوں میں تھے ان کے باپ اُن کے لئے دو دو سو درہم کا جوڑا خرید کر پہناتے تھے۔ نوعمر تھے بہت زیادہ ناز و نعمت میں پرورش پاتے تھے۔ اسلام کے شروع ہی زمانے میں گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے اور اسی حالت میں رہتے۔ کسی نے اُن کے گھر والوں کو بھی خبر کر دی۔ انہوں نے اُن کو باندھ کر

قید کر دیا۔ کچھ روز اسی حالت میں گذرے۔ اور جب موقع ملا تو چُھپ کر بھاگ گئے اور جو لوگ حبشہ کی ہجرت کر رہے تھے ان کے ساتھ ہجرت کر کے چلے گئے۔ وہاں سے واپس آ کر مدینہ مُنوّرہ کی ہجرت فرمائی اور زُہد و فقر کی زندگی بسر کرنے لگے اور ایسی تنگی کی حالت تھی کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما تھے۔ حضرت مُصعبؓ سامنے سے گذرے۔ اُن کے پاس صرف ایک چادر تھی جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی اور ایک جگہ بجائے کپڑے کے چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اُن کی اس حالت اور اس پہلی حالت کا تذکرہ فرماتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھر لائے غزوۂ اُحد میں مہاجرین کا جھنڈا اُن کے ہاتھ میں تھا۔ جب مسلمان نہایت پریشانی کی حالت میں مُنتشر ہو رہے تھے تو یہ جمے ہوئے کھڑے تھے۔ ایک کافر ان کے قریب آیا اور تلوار سے ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا گر جاوے، اور مسلمانوں کو گویا کھلی شکست ہو جائے۔ اُنہوں نے فوراً دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ ڈالا۔ انہوں نے دونوں بازوؤں کو جوڑ کر سینہ سے جھنڈے کو چمٹا لیا کہ گرے نہیں۔ اس نے ان کے تیر مارا جس سے شہید ہو گئے مگر زندگی میں جھنڈے کو نہ گرنے دیا۔ اس کے بعد جھنڈا گرا جس کو فوراً دوسرے شخص نے اُٹھا لیا۔ جب اُن کو دفن کرنے کی نوبت آئی تو صرف ایک چادر اُن کے پاس تھی جو پورے بدن پر نہیں آتی تھی۔ اگر سر کی طرف سے ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کی جاتی تو سر کھُل جاتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ چادر کو سر کی جانب کر دیا جائے اور پاؤں پر اِذخر کے پتے ڈال دیئے جائیں[1]۔ ف۔ یہ آخری زندگی ہے اس نازک اور نازوں سے پلے ہوئے کی جو دو سو درہم کا جوڑا پہنتا تھا کہ آج اس کو کفن کی ایک چادر بھی پوری نہیں ملتی اور اس پر ہمّت یہ کہ زندگی میں جھنڈا نہ گرنے دیا۔ دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ مگر پھر بھی اس کو نہ چھوڑا۔ بڑے نازوں کے پلے ہوئے تھے۔ مگر ایمان ان لوگوں کے دلوں میں کچھ اس طرح سے جمتا تھا کہ پھر وہ اپنے سوا کسی چیز کا بھی نہ چھوڑتا تھا۔ روپیہ، پیسہ، راحت، آرام ہر قسم کی چیز سے ہٹا کر اپنے میں لگا لیتا تھا۔

(۶) قادسیہ کی لڑائی میں حضرت سعدؓ کا خط

عراق کی لڑائی کے وقت حضرت عمرؓ کا ارادہ خود لڑائی میں شرکت فرمانے کا تھا۔ عوام اور خواص دونوں قسم کے مجمعوں سے کئی روز تک اس میں مشورہ ہوتا رہا کہ حضرت عمرؓ کا خود شریک ہونا زیادہ مناسب ہے یا مدینہ رہ کر لشکروں کے روانہ کرتے رہنے کا انتظام زیادہ مناسب

[1] قرۃ۔ اصابہ

ہے. عوام کی رائے تھی کہ خود شرکت مناسب ہے اور خواص کی رائے تھی کہ دوسری صورت زیادہ بہتر ہے. مشوروں کی گفتگو میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھی تذکرہ آگیا. ان کو سب نے پسند کرلیا کہ اگر ان کو بھیجا جاوے تو بہت مناسب ہے. پھر حضرت عمرؓ کے جانے کی ضرورت نہیں. حضرت سعدؓ بڑے بہادر اور عرب کے شیروں میں شمار ہوتے تھے. غرض یہ تجویز ہوگئی اور ان کو بھیج دیا گیا. جب قادسیہ پر حملہ کے لئے پہنچے تو شاہِ کسریٰ نے ان کے مقابلہ کے لئے رُستم کو جو مشہور پہلوان تھا تجویز کیا. رُستم نے ہر چند کوشش کی اور بادشاہ سے بار بار اس کی درخواست کی کہ مجھے اپنے پاس رہنے دیں. خوف کا غلبہ تھا مگر اظہار اس کا کرتا تھا کہ میں یہاں سے لشکروں کے بھیجنے میں اور صلاح مشورہ میں مدد دوں گا. مگر بادشاہ نے جس کا نام یزدجرد تھا قبول نہ کیا اور اس کو مجبوراً جنگ میں شریک ہونا پڑا[1]. حضرت سعدؓ جب روانہ ہونے لگے تو حضرت عمرؓ نے ان کو وصیت فرمائی جس کے الفاظ کا مختصر ترجمہ یہ ہے. "سعدؓ تمہیں یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ تم حضورؐ کے ماموں کہلاتے ہو اور حضورؐ کے صحابیؓ ہو. اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں دھوتے بلکہ بُرائی کو بھلائی سے دھوتے ہیں. اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے اس کے یہاں صرف اس کی بندگی مقبول ہے. اللہ کے یہاں شریف رذیل سب برابر ہیں سب ہی اس کے بندے ہیں اور وہ سب کا ربّ ہے، اس کے انعامات بندگی سے حاصل ہوتے ہیں. ہر امر میں اس چیز کو دیکھنا جو حضورؐ کا طریقہ تھا وہی عمل کی چیز ہے. میری اس نصیحت کو یاد رکھنا. تم ایک بہت بڑے کام کے لئے بھیجے جارہے ہو. اس سے چھٹکارا صرف حق کے اتباع سے ہوسکتا ہے. اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو خوبی کا عادی بنانا. اللہ کے خوف کو اختیار کرنا اور اللہ کا خوف دو باتوں میں جمع ہوتا ہے، اس کی اطاعت میں اور گناہ سے پرہیز کرنے میں. اور اللہ کی اطاعت جس کو بھی نصیب ہوئی، دنیا سے بغض اور آخرت کی محبت سے نصیب ہوئی ہے[2]." اس کے بعد حضرت سعدؓ نہایت بشاشت سے لشکر لے کر روانہ ہوئے جس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو انہوں نے رُستم کو لکھا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں. فَاِنَّ مَعِیَ قَوْمًا یُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ کَمَا یُحِبُّوْنَ الْاَعَاجِمُ الْخَمْرَ بیشک میرے ساتھ ایسی جماعت ہے جو موت کو ایسا ہی محبوب رکھتی ہے جیسا کہ تم لوگ شراب پینے کو محبوب رکھتے ہو[3]. ف شراب کے دل دادوں سے پوچھو کہ اس میں کیا مزہ ہے جو لوگ موت کو ایسا محبوب رکھتے ہوں کامیابی کیوں نہ ان کے قدم چومے.

---

[1] [2] اشہر [3] تفسیر عزیزی اوّل.

⑦ حضرت وَہبؓ بن قابُوسؓ کی اُحُد میں شہادت

حضرت وَہبؓ بن قابُوسؓ ایک صحابی ہیں جو کسی وقت میں مسلمان ہوئے تھے اور اپنے گھر کسی گاؤں میں رہتے تھے۔ بکریاں چراتے تھے۔ اپنے بھتیجے کے ساتھ ایک رسّی میں بکریاں باندھے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے پوچھا کہ حضورؐ کہاں تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ اُحُد کی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں۔ بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضورؐ کے پاس پہنچ گئے۔ اتنے میں ایک جماعت کفّار کی حملہ کرتی ہوئی آئی۔ حضورؐ نے فرمایا جو ان کو منتشر کر دے وہ جنّت میں میرا ساتھی ہے۔ حضرت وَہبؓ نے زور سے تلوار چلانی شروع کی اور سب کو ہٹا دیا۔ دوسری مرتبہ پھر یہی صورت پیش آئی تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ حضورؐ نے ان کو جنّت کی خوشخبری دی۔ اس کا سننا تھا کہ تلوار لے کر کفار کے جمگھٹے میں گھس گئے اور شہید ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے وَہبؓ جیسی دلیری اور بہادری کسی کی بھی کسی لڑائی میں نہیں دیکھی اور شہید ہونے کے بعد حضورؐ کو میں نے دیکھا کہ وَہبؓ کے سرہانے کھڑے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تم سے راضی ہو۔ میں تم سے راضی ہوں اس کے بعد حضورؐ نے خود اپنے دستِ مبارک سے دفن فرمایا باوجودیکہ اس لڑائی میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم خود بھی زخمی تھے حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ مجھے کسی کے عمل پر بھی اتنا رشک نہیں آیا جتنا وَہبؓ کے عمل پر آیا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ کے یہاں ان جیسا اعمال نامہ لے کر پہنچوں۔[۱] ف ان پر رشک اس خاص کارنامہ کی وجہ سے ہے کہ جان کو جان نہیں سمجھا ورنہ خود حضرت عمرؓ اور دوسرے حضرات کے دوسرے کارنامے اس سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔

⑧ بیرِ مَعُونہ کی لڑائی

بیرِ مَعُونہ کی ایک مشہور لڑائی ہے جس میں ستّر صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت پوری کی پوری شہید ہوئی جن کو قُرّاء کہتے ہیں۔ اس لئے کہ سب حضرات قرآن مجید کے حافظ تھے اور سوائے چند مُہاجرین کے اکثر انصار تھے۔ حضورؐ کو ان کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ کیونکہ یہ حضرات رات کا اکثر حصہ ذکر و تلاوت میں گذارتے تھے اور دن کو حضورؐ کی بیبیوں کے گھروں کی ضروریات لکڑی پانی وغیرہ پہنچایا کرتے تھے۔ اس مقبول جماعت کو نجد کا رہنے والا قوم بنی عامر کا ایک شخص جس کا نام عامر بن مالک اور کنیت ابُو بَراء تھی اپنے ساتھ اپنی پناہ میں تبلیغ اور وعظ کے نام سے لے گیا تھا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد

۱؎ اصابہ - قرۃ

بھی فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے اصحاب کو مُضرت نہ پہنچے مگر اس شخص نے بہت زیادہ اطمینان دلایا۔ آپؐ نے ان ستّر صحابہؓ کو ہمراہ کر دیا اور ایک والا نامہ عامر بن طُفیل کے نام جو بنی عامر کا رئیس تھا، تحریر فرمایا جس میں اسلام کی دعوت تھی۔ یہ حضرات مدینہ سے رخصت ہو کر بیرِ مَعُونہ پہنچے تو ٹھہر گئے اور دو ساتھی ایک حضرت عمرؓ بن اُمیّہ دوسرے حضرت مُنذِرؓ بن عمرو سب کے اُونٹوں کو لے کر چَرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ اور حضرت حرامؓ اپنے ساتھ دو حضرات کو ساتھیوں میں سے لے کر عامر بن طُفَیل کے پاس حضورؐ کا والا نامہ دینے کے لئے تشریف لے گئے قریب پہنچ کر حضرت حرامؓ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہر جاؤ میں آگے جاتا ہوں۔ اگر میرے ساتھ کوئی دغا نہ کی گئی تو تم بھی چلے آنا ورنہ یہیں سے واپس ہو جانا کہ تین کے مارے جانے سے ایک کا مارا جانا بہتر ہے۔ عامر بن طُفَیل اس عامر بن مالک کا بھتیجا تھا جو ان صحابہؓ کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس کو اسلام سے اور مسلمانوں سے خاص عداوت تھی۔ حضرت حرامؓ نے والا نامہ دیا تو اس نے غصّہ میں پڑھا بھی نہیں بلکہ حضرت حرامؓ کے ایک ایسا نیزہ مارا جو پار نکل گیا۔ حضرت حرامؓ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ (ربِ کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا) کہہ کر جان بحق ہوتے۔ اس نے نہ اس کی پرواہ کی کہ قاصد کو مارنا کسی قوم کے نزدیک بھی جائز نہیں اور نہ اس کا لحاظ کیا کہ میرا چچا ان حضرات کو اپنی پناہ میں لایا ہے۔ ان کو شہید کرنے کے بعد اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور اس پر آمادہ کیا کہ ان مسلمانوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو لیکن ان لوگوں نے ابُو برا کی پناہ کی وجہ سے تردُّد کیا تو اُس نے آس پاس کے اور لوگوں کو جمع کیا اور بہت بڑی جماعت کے ساتھ ان ستّر صحابہ کا مقابلہ کیا۔ یہ حضرات آخر کہاں تک مقابلہ کرتے اور چاروں طرف سے کُفّار میں گھرے ہوئے تھے۔ بجز ایک کعب بن زیدؓ کے جن میں کچھ زندگی کی رمق باقی تھی اور کُفّار ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے، باقی سب شہید ہو گئے۔ حضرت مُنذِرؓ اور عمرؓ جو اونٹ چرانے گئے ہوتے تھے انھوں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مردار خور جانور اُڑ رہے تھے۔ دونوں حضرات یہ کہہ کر لوٹے کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا۔ یہاں آکر دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو شہید پایا اور سواروں کو خون کی بھری ہوئی تلواریں لئے ہوئے ان کے گرد چکّر لگاتے دیکھا۔ یہ حالت دیکھ کر دونوں حضرات ٹھٹکے اور باہم مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ عُمرؓ بن اُمیّہ نے کہا کہ چلو واپس چل کر حضورؐ کو اطلاع دیں مگر حضرت مُنذِرؓ نے جواب دیا کہ خبر تو ہو ہی جاوے گی۔ میرا تو دل نہیں مانتا کہ شہادت کو چھوڑوں اور اس جگہ سے چلا جاؤں جہاں ہمارے دوست پڑے سو رہے ہیں۔ آگے بڑھو اور ساتھیوں سے جا ملو۔ چنانچہ دونوں آگے بڑھے اور میدان میں کود گئے۔ حضرت مُنذِرؓ شہید ہوئے اور حضرت عُمرؓ بن اُمیّہ گرفتار ہوئے مگر چونکہ عامر کی ماں کے ذِمّہ کسی مَنّت کے سلسلہ میں ایک غلام کا آزاد

کرتا تھا اس لئے عامر نے اُن کو اس مِنّت پر آزاد کیا۔[۱] ان حضرات میں حضرت ابُو بکرِ صدّیقؓ کے غلام حضرت عامر بن فُہیرہؓ بھی تھے۔ ان کے قاتل جبّار بن سُلمیٰ کہتے ہیں کہ میں نے جب اُن کے برچھا مارا اور وہ شہید ہوئے تو اُنہوں نے کہا فُزْتُ وَاللّٰہِ "خدا کی قسم میں کامیاب ہوگیا"۔ اُس کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی نعش آسمان کو اُڑی چلی گئی۔ میں بہت مُتحیّر ہوا اور میں نے بعد میں لوگوں سے پوچھا کہ میں نے خود برچھا مارا وہ مرے لیکن پھر بھی وہ کہتے ہیں میں کامیاب ہوگیا، تو وہ کامیابی کیا تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ کامیابی جنّت کی تھی۔ اس پر میں مسلمان ہوگیا۔[۲] **ف** یہ ہی ہیں وہ لوگ جن پر اسلام کو بجا طور پر فخر ہے بیشک موت ان کے لئے شراب سے زیادہ محبوب تھی اور کیوں نہ ہوتی جب دنیا میں کام ہی ایسے کئے تھے جن پر اللہ کے یہاں کی سرخروئی یقینی تھی۔ اس لئے جو مرتا تھا وہ کامیاب ہوتا تھا۔

(۹) حضرت عُمیرؓ کا قول کہ کھجوریں کھانا طویل زندگی ہے

غزوۂ بدر میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ اٹھو اور بڑھو ایسی جنّت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان وزمین سے کہیں زیادہ ہے اور مُتقیوں کے واسطے بنائی گئی ہے۔ حضرت عُمیر بن الحمامؓ ایک صحابی ہیں وہ بھی سُن رہے تھے کہنے لگے واہ واہ۔ حضورؐ نے فرمایا، واہ واہ کس بات پر کہا۔ عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہ تمنّا ہے کہ میں بھی ان میں سے ہوتا آپؐ نے فرمایا، تم بھی ان میں سے ہو۔ اس کے بعد جھولی میں سے چند کھجوریں نکال کر کھانے لگے۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ ان کھجوروں کے ختم ہونے کا انتظار جو ہاتھ میں ہیں بڑی لمبی زندگی ہے کہاں تک انتظار کروں گا۔ یہ کہہ کر ان کو پھینک دیا اور تلوار لے کر مجمع میں گھس گئے اور شہید ہونے تک لڑتے رہے۔[۳] **ف** حقیقت میں یہی لوگ جنّت کے قدر دان ہیں اور اُس پر یقین رکھنے والے۔ ہم لوگوں کو بھی اگر یقین نصیب ہو جائے تو ساری باتیں سہل ہو جائیں۔

(۱۰) حضرت عُمرؓ کی ہجرت

حضرت عمرؓ کا تو ذکر ہی کیا ہے بچّہ بچّہ ان کی بہادری سے واقف اور شجاعت کا مُعترف ہے۔ اسلام کے شروع میں جب مسلمان سب ہی ضعف کی حالت میں تھے۔ حضورؐ نے خود اسلام کی قوّت کے واسطے عمرؓ کے مسلمان ہونے کی دُعا کی اور قبول ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے

۱؎ اسلام ۲؎ خمیس ۳؎ طبقات ابن اسعد ۹۲

ہیں کہ ہم لوگ کعبہ کے قریب اس وقت تک نماز نہیں پڑھ سکتے تھے جب تک کہ عمرؓ مسلمان نہیں ہوئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اول اول ہر شخص نے ہجرت چھپ کر کی۔ مگر جب عمرؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں ڈالی، کمان ہاتھ میں لی اور بہت سے تیر ساتھ لئے۔ اول مسجد میں گئے۔ طواف اطمینان سے کیا۔ پھر نہایت اطمینان سے نماز پڑھی اس کے بعد کفار کے مجمعوں میں گئے اور فرمایا کہ جس کا یہ دل چاہے کہ اس کی ماں اس کو روئے، اس کی بیوی رانڈ ہو، اس کے بچے یتیم ہوں وہ مکہ سے باہر آ کر میرا مقابلہ کرے۔ یہ الگ الگ جماعتوں کو سنا کر تشریف لے گئے۔ کسی ایک شخص کی بھی ہمت نہ پڑی کہ پیچھا کرتا۔[1]

(۱۱) غزوۂ مُوتہ کا قصہ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بادشاہوں کے پاس تبلیغی دعوت نامے ارسال فرمائے تھے۔ ان میں ایک خط حضرت حارث بن عُمیرؓ ازدی کے ہاتھ بُصریٰ کے بادشاہ کے پاس بھی بھیجا تھا۔ جب یہ مُوتہ پہنچے تو شرحبیل غسّانی نے جو قیصر کے حکام میں سے ایک شخص تھا ان کو قتل کر دیا۔ قاصد کا قتل کسی کے نزدیک بھی پسندیدہ نہیں۔ حضورؐ کو یہ بات بہت گراں ہوئی اور آپؐ نے تین ہزار کا ایک لشکر تجویز فرما کر حضرت زید بن حارثہؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ امیر بنائے جائیں، وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہؓ امیر ہوں، وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو دل چاہے امیر بنا لیں۔ ایک یہودی اس گفتگو کو سُن رہا تھا۔ اس نے کہا یہ تینوں تو ضرور شہید ہوں گے پہلے انبیاءؑ کی اس قسم کی کلام کا یہی مطلب ہوتا ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید جھنڈا بنا کر حضرت زیدؓ کے حوالے فرمایا اور خود مع ایک جماعت کے ان حضرات کو رخصت فرمانے تشریف لے گئے۔ شہر کے باہر جب پہنچانے والے واپس آنے لگے تو ان مجاہدین کے لئے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہٗ تم کو سلامتی کے ساتھ کامیابی کے ساتھ واپس لائے اور ہر قسم کی برائی سے محفوظ رکھے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے اس کے جواب میں تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں تو اپنے رب سے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ایک ایسی تلوار ہو جس سے میرے خون کے فوارے چھوٹنے لگیں یا ایسا برچھا ہو جو آنتوں اور کلیجہ کو چیرتا ہوا نکل جائے اور جب لوگ میری قبر پر گذریں تو یہ کہیں کہ اللہ تجھ غازی کو رشید اور کامیاب کرے واقعی تُو تو رشید اور کامیاب تھا۔ اس کے بعد یہ حضرات روانہ ہو گئے

[1] اسد الغابہ

شرحبیل کو بھی ان کی روانگی کا علم ہوا وہ ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔ یہ حضرات کچھ آگے چلے تو معلوم ہوا کہ خود ہرقل روم کا بادشاہ بھی ایک لاکھ فوج ساتھ لئے ہوئے مقابلہ کے لئے آرہا ہے۔ ان حضرات کو اس خبر سے تردّد ہوا، کہ اتنی بڑی جمعیت کا مقابلہ کیا جاوے یا حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اطلاع دی جاوے۔ حضرت عبد اللہ بن رَوَاحہ رضؓ نے للکار کر فرمایا۔ اے لوگو! تم کس بات سے گھبرا رہے ہو، تم کس چیز کے ارادے سے نکلے ہو۔ تمہارا مقصود شہید ہو جانا ہے۔ ہم لوگ کبھی بھی قوّت اور آدمیوں کی کثرت کے زور پر نہیں لڑے۔ ہم صرف اس دین کی وجہ سے لڑے ہیں جس کی وجہ سے اللہ نے ہمیں اکرام نصیب فرمایا ہے۔ آگے بڑھو، دو کامیابیوں میں سے ایک تو ضروری ہے یا شہادت یا غلبہ۔ یہ سن کر مسلمانوں نے ہمّت کی اور آگے بڑھ گئے۔ حتّٰی کہ مُوتہ پر پہنچ کر لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت زیدؓ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور میدان میں پہنچے۔ گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ شرحبیل کا بھائی بھی مارا گیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ خود شرحبیل بھی بھاگ کر ایک قلعہ میں چھپ گیا اور ہرقل کے پاس مدد کے لئے آدمی بھیجا۔ اُس نے تقریبًا دو لاکھ فوج بھیجی اور لڑائی زور سے ہوتی رہی حضرت زیدؓ شہید ہوئے تو حضرت جعفرؓ نے جھنڈا لیا اور اپنے گھوڑے کے خود ہی پاؤں کاٹ دیئے تاکہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آئے اور چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اے لوگو! کیا ہی اچھی چیز ہے جنّت اور کیا ہی اچھا ہے اس کا قریب ہونا کتنی بہترین چیز ہے اور کتنا ٹھنڈا ہے اس کا پانی اور ملک روم کے لوگوں پر عذاب کا وقت آگیا مجھ پر بھی لازم ہے کہ ان کو ماروں۔ یہ اشعار پڑھے اور اپنے گھوڑے کے پاؤں خود ہی کاٹ چکے تھے کہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آوے اور تلوار لے کر کافروں کے مجمع میں گھس گئے۔ امیر ہونے کی وجہ سے جھنڈا بھی انہی کے پاس تھا۔ اوّل جھنڈا دائیں ہاتھ میں لیا۔ کافروں نے دایاں ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا گر جائے۔ انہوں نے فورًا بائیں ہاتھ میں لیا۔ اُنہوں نے وہ بھی کاٹا تو انہوں نے دونوں بازوؤں سے اُس کو تھاما اور منہ سے مضبوط پکڑ لیا۔ ایک شخص نے پیچھے سے اُن کے دو ٹکڑے کر دیئے جس سے یہ گر پڑے۔ اس وقت ان کی عمر تینتیس ۳۳ سال کی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نے بعد میں نعشوں میں سے حضرت جعفرؓ کو جب اُٹھایا تو اُن کے بدن کے اگلے حصّہ میں نوّے ۹۰ زخم تھے۔ جب یہ شہید ہو گئے تو لوگوں نے عبد اللہ بن رَوَاحہؓ کو آواز دی۔ وہ لشکر کے ایک کونہ میں گوشت کا ٹکڑا کھا رہے تھے کہ تین دن سے کچھ چکھنے کو بھی نہ ملا تھا۔ وہ آواز سنتے ہی گوشت کے ٹکڑے کو پھینک کر اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہ جعفرؓ تو شہید ہو جائیں اور تو دنیا میں مشغول رہے۔ آگے بڑھے اور جھنڈا لے کر قتال شروع کر دیا۔ انگلی میں زخم آیا وہ لٹک گئی تو

انہوں نے پاؤں سے اس کٹی ہوئی انگلی کو دبا کر ہاتھ کھینچا وہ الگ ہو گئی۔ اس کو پھینک دیا اور آگے بڑھے۔ اس گھمسان اور پریشانی کی حالت میں تھوڑا سا تردُّد بھی پیش آیا کہ نہ ہمت نہ مقابلہ کی طاقت۔ لیکن اس تردُّد کو تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ اپنے دِل کو مخاطب بنا کر کہا۔ او دِل کس چیز کا اب اشتیاق باقی ہے جس کی وجہ سے تردُّد ہے۔ کیا بیوی کا ہے تو اس کو تین طلاق، یا غلاموں کا ہے تو وہ سب آزاد۔ یا باغ کا ہے تو وہ اللہ کے راستہ میں صدقہ۔ اس کے بعد چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ قسم ہے او دل تجھے اُترنا ہوگا، خوشی سے اُتر یا ناگواری سے اُتر۔ تجھے اطمینان کی زندگی گذارتے ہوئے ایک زمانہ گذر چکا۔ سوچ تو آخر تو ایک قطرۂ منی ہے۔ دیکھ کافر لوگ مسلمانوں پر کھینچے ہوئے آرہے ہیں۔ تجھے کیا ہوا کہ جنّت کو پسند نہیں کرتا۔ اگر تو قتل نہ ہوا تو ویسے بھی آخر مرے ہی گا۔ اس کے بعد گھوڑے سے اُترے۔ ان کے چچا زاد بھائی گوشت کا ایک ٹکڑا لائے کہ ذرا سا کھا لو، کمر سیدھی کر لو۔ کئی دن سے کچھ نہیں کھایا۔ اُنہوں نے لے لیا۔ اتنے میں ایک جانب سے حملے کی آواز آئی۔ اس کو پھینک دیا اور تلوار لے کر جماعت میں گھس گئے اور شہید ہونے تک تلوار چلاتے رہے[1] **ف** صحابہؓ کی پوری زندگی کا یہی نمونہ ہے۔ اُن کا ہر ہر قصہ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے شوق کا سبق دیتا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا تو پوچھنا ہی کیا تابعین پر بھی یہی رنگ چڑھا ہوا تھا۔ ایک قصّہ پر اس باب کو ختم کرتا ہوں جو دوسرے رنگ کا ہے دشمن سے مقابلہ کے نمونے تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔ اب حکومت کے سامنے کا منظر بھی دیکھ لیجئے۔ نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے۔ اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ. بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے

حضرت سعیدؒ بن جُبیر اور حجاج کی گفتگو: حجاج کا ظلم و ستم دنیا میں مشہور ہے گو اس زمانہ کے بادشاہ باوجود ظلم و ستم کے دین کی اشاعت کا کام بھی کرتے رہتے تھے لیکن پھر بھی دین دار اور عادل بادشاہوں کے لحاظ سے وہ بدترین شمار ہوتے تھے۔ اور اس وجہ سے لوگ ان سے بیزار تھے۔ سعیدؒ بن جُبیرؒ نے بھی ابنُ الاَشعث کے ساتھ مل کر حجّاج کا مقابلہ کیا۔ حجّاج، عبدُالملک بن مَروان کی طرف سے حاکم تھا۔ سعیدؒ بن جُبیر مشہور تابعی ہیں اور بڑے عُلماء میں سے ہیں۔ حکومت اور بالخصوص حجّاج کو ان سے بغض و عداوت تھی اور چونکہ مقابلہ کیا تھا اس لئے عداوت کا ہونا بھی ضروری تھا۔ مقابلہ میں حجّاج اُن کو گرفتار نہ کر سکا۔ یہ شکست کے بعد چھپ کر مکّہ مکرمہ چلے گئے۔ حکومت نے اپنے ایک خاص آدمی کو مکّہ کا حاکم بنایا اور پہلے حاکم کو اپنے پاس بُلا لیا۔ اس نئے حاکم نے جا کر خطبہ پڑھا جس کے اخیر میں عبدُالملک بن مَروان بادشاہ کا یہ حکم بھی سُنایا کہ جو شخص سعیدؒ بن جُبیرؒ

[1] خمیس

کو ٹھکانہ دے اس کی خیر نہیں اس کے بعد اس حاکم نے خود اپنی طرف سے بھی قسم کھائی کہ جس کے گھر میں بھی وہ ملے گا اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس کے گھر کو نیز اس کے پڑوسیوں کے گھر کو ڈھاؤں گا۔ غرض بڑی دِقّت سے مکّہ کے حاکم نے ان کو گرفتار کر کے حجّاج کے پاس بھیجدیا۔ اس کو غصہ نکالنے اور ان کو قتل کرنے کا موقع مل گیا۔ سامنے بُلایا اور پوچھا۔ حجّاج: تیرا نام کیا ہے۔ سعید: میرا نام سعید ہے۔ حجّاج: کس کا بیٹا ہے۔ سعید: جُبیرؔ کا بیٹا ہوں (سعید کا ترجمہ نیک بخت ہے اور جُبیرؔ کے معنی اصلاح کی ہوئی چیز) اگرچہ ناموں میں معنی اکثر مقصود نہیں ہوتے لیکن حجّاج کو اُن کے نام کا اچھے معنی والا ہونا پسند نہیں آیا۔ اس لئے کہا۔ نہیں تو شَقی بن کُسیر ہے۔ (شَقی کہتے ہیں بدبخت کو اور کُسیر ٹوٹی ہوئی چیز) سعید: میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھیں۔ حجّاج: تو بھی بدبخت اور تیری ماں بھی بدبخت۔ سعید: غیب کا جاننے والا تیرے علاوہ اور شخص ہے (یعنی عَلّامُ الغُیُوب) حجّاج: دیکھ میں اب تجھے موت کے گھاٹ اُتارتا ہوں۔ سعید: تو میری ماں نے میرا نام درست رکھا۔ حجّاج: اب میں تجھ کو زندگی کے بدلہ کیسا جہنّم رسید کرتا ہوں۔ سعید: اگر میں جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو تجھ کو معبود بنالیتا۔ حجّاج: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی نسبت تیرا کیا عقیدہ ہے۔ سعید: وہ رحمت کے نبی تھے اور اللہ کے رسول تھے جو بہترین نصیحت کے ساتھ تمام دنیا کی طرف بھیجے گئے۔ حجّاج: خُلَفَاء کی نسبت تیرا کیا خیال ہے۔ سعید: میں ان کا مُحافِظ نہیں ہوں۔ ہر شخص اپنے کئے کا ذِمّہ دار ہے۔ حجّاج: میں اُن کو بُرا کہتا ہوں یا اچھا۔ سعید: جس چیز کا مجھے علم نہیں میں اس میں کیا کہہ سکتا ہوں، مجھے اپنا ہی حال معلوم ہے۔ حجّاج: ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ تیرے نزدیک کون ہے۔ سعید: جو سب سے زیادہ میرے مالک کو راضی کرنے والا تھا۔ بعض کُتُب میں بجائے اس کے یہ جواب ہے کہ ان کے حالات بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔ حجّاج: سب سے زیادہ راضی رکھنے والا کون تھا۔ سعید: اس کو وہی جانتا ہے جو دل کے بھیدوں اور چھپے ہوئے رازوں سے واقف ہے۔ حجّاج: حضرت علیؓ جنّت میں ہیں یا دوزخ میں۔ سعید: اگر میں جنت اور جہنم میں جاؤں اور وہاں والوں کو دیکھ لوں تو بتا سکتا ہوں۔ حجّاج: میں قیامت میں کیسا آدمی ہوں گا۔ سعید: میں اس سے کم ہوں کہ غیب پر مُطّلع کیا جاؤں۔ حجّاج: تو مجھ سے سچ بولنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ سعید: میں نے جھوٹ بھی نہیں کہا۔ حجّاج: تو کبھی ہنستا کیوں نہیں۔ سعید: کوئی بات ہنسنے کی دیکھتا نہیں اور وہ شخص کیا ہنسے جو مٹی سے بنا ہو اور قیامت میں اس کو جانا ہو اور دنیا کے فتنوں میں دن رات رہتا ہو۔ حجّاج: میں تو ہنستا ہوں۔ سعید: اللہ نے ایسے ہی مختلف طریقوں میں ہم کو بنایا ہے۔ حجّاج:

میں تجھے قتل کرنے والا ہوں۔ سعید: میری موت کا سبب پیدا کرنے والا اپنے کام سے فارغ ہو چکا۔ حجاج: میں اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہوں۔ سعید: اللہ پر کوئی بھی جرأت نہیں کر سکتا جب تک کہ اپنا مرتبہ معلوم نہ کرلے اور غیب کی اللہ ہی کو خبر ہے۔ حجاج: میں کیوں جرأت نہیں کر سکتا حالانکہ میں جماعت کے بادشاہ کے ساتھ ہوں اور تو باغیوں کی جماعت کے ساتھ ہے۔ سعید: میں جماعت سے علیحدہ نہیں ہوں اور فتنہ کو خود ہی پسند نہیں کرتا اور جو تقدیر میں ہے اُس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ حجاج: ہم جو کچھ امیر المؤمنین کے لئے جمع کرتے ہیں اس کو تو کیسا سمجھتا ہے۔ سعید: میں نہیں جانتا کہ کیا جمع کیا۔ حجاج نے سونا چاندی کپڑے وغیرہ منگا کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ سعید: یہ اچھی چیزیں ہیں اگر اپنی شرط کے موافق ہوں۔ حجاج: شرط کیا ہے۔ سعید: یہ کہ تو ان سے ایسی چیزیں خریدے جو بڑے گھبراہٹ کے دن یعنی قیامت کے دن امن پیدا کرنے والی ہوں ورنہ ہر دودھ پلانے والی دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور حمل گر جائیں گے اور آدمی کو اچھی چیز کے سوا کچھ بھی کام نہ دے گی۔ حجاج: ہم نے جو جمع کیا یہ اچھی چیز نہیں۔ سعید: تو نے جمع کیا تو ہی اس کی اچھائی کو سمجھ سکتا ہے۔ حجاج: کیا تو اس میں سے کوئی چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ سعید: میں صرف اس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو اللہ پسند کرے۔ حجاج: تیرے لئے ہلاکت ہو۔ سعید: ہلاکت اس شخص کے لئے ہے جو جنت سے ہٹا کر جہنم میں داخل کر دیا جائے۔ حجاج (دق ہو کر) بتلا کہ میں تجھے کس طریقہ سے قتل کروں۔ سعید: جس طرح سے قتل ہونا اپنے لئے پسند ہو۔ حجاج: کیا تجھے مُعاف کر دوں۔ سعید: مُعافی اللہ کے یہاں کی مُعافی ہے۔ تیرا مُعاف کرنا کوئی چیز بھی نہیں۔ حجاج نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو۔ سعید باہر لائے گئے اور ہنسے۔ حجاج کو اس کی اطلاع دی گئی پھر بلایا اور پوچھا۔ حجاج: تو کیوں ہنسا۔ سعید: تیری اللہ پر جرأت اور اللہ تعالیٰ کے تجھ پر حلم سے۔ حجاج: میں اس کو قتل کرتا ہوں جس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کی۔ پھر جلاد سے خطاب کر کے کہا میرے سامنے اس کی گردن اُڑاؤ۔ سعید: میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ نماز پڑھی پھر قبلہ رُخ ہو کر اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ پڑھا یعنی میں نے اپنا منہ اس پاک ذات کی طرف کیا جس نے آسمان زمین بنائے اور میں سب طرف سے ہٹ کر اُدھر مُتوجّہ ہوا اور نہیں ہوں مشرکین میں سے۔ حجاج: اس کا منہ قبلہ سے پھیر دو اور نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کر دو کہ انہوں نے بھی اپنے دین میں تفریق کی اور اختلاف پیدا کیا چنانچہ فوراً پھیر دیا گیا۔ سعید: فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ الْکَافِیْ بِالسَّرَائِرِ جدھر تم منہ پھیرو اُدھر بھی خدا ہے جو بھیدوں کا جاننے والا ہے۔ حجاج: اوندھا ڈال دو (یعنی زمین کی طرف منہ کر دو)

ہم تو ظاہر پر عمل کرنے کے ذمّہ دار ہیں۔ سعید: مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى۔ ہم نے زمین ہی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ اُٹھائیں گے۔ حجّاج: اس کو قتل کردو۔ سعید: میں تجھے اس بات کا گواہ بناتا ہوں اَشۡهَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ تُو اس کو محفوظ رکھنا۔ جب میں تجھ سے قیامت کے دن ملوں گا تو لے لوں گا۔ اُس کے بعد وہ شہید کر دیئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ۔ ان کے انتقال کے بعد بدن سے خون بہت زیادہ نکلا جس سے حجّاج کو بھی حیرت ہوئی۔ اپنے طبیب سے اُس کی وجہ پوچھی اُس نے کہا کہ ان کا دِل نہایت مُطمئن تھا اور قتل کا ذرا بھی خوف ان کے دل میں نہیں تھا۔ اس لئے خون اپنی اصلی مقدار پر قائم رہا، بخلاف اور لوگوں کے کہ خوف سے اُن کا خون پہلے ہی خشک ہو جاتا ہے[1]۔ ف۔ اس قصہ کے سوال جواب میں کُتُب میں کمی زیادتی بھی ہے۔ اور بھی بعض سوال جواب نقل کئے گئے۔ ہمیں تو نمونہ ہی دکھانا تھا اس لئے اسی پر اکتفاء کیا گیا۔ تابعین کے اس قسم کے قصّے بہت زیادہ ہیں۔ حضرت امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ حضرات اسی حق گوئی کی وجہ سے ہمیشہ مشقتیں برداشت فرماتے رہے۔ لیکن حق کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

آٹھواں باب

علمی وَلوَلہ اور اُس کا انہماک

چونکہ اصل دین کلمۂ توحید ہے اور وہی سب کمالات کی بُنیاد ہے۔ جب تک وہ نہ ہو کوئی کارِ خیر بھی مقبول نہیں۔ اس لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہمت بالخصوص ابتدائی زمانہ میں زیادہ تر کلمۂ توحید کے پھیلانے اور کفّار سے جہاد کرنے میں مشغول تھی اور وہ علمی انہماک کے لئے فارغ و یکسو

---

[1] علمائے سلف کتاب الامامت والسیاست۔

نہ تھے لیکن اس کے باوجود ان مشاغل کے ساتھ ان کا انہماک اور شوق وشغف جس کا ثمرہ آج چودہ سو برس تک علوم قرآن وحدیث کا بقا ہے، ایک کھلی ہوئی چیز ہے۔ ابتدائے اسلام کے بعد جب کچھ فراغت ان حضرات کو میسّر ہو گئی اور جماعت میں بھی کچھ اضافہ ہوا تو آیت کلام اللہ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ؀ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے: مسلمانوں کو یہ نہ چاہیئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ وہ قوم کو جب وہ ان کے پاس واپس آویں، ڈراویں تاکہ وہ احتیاط رکھیں"۔[1] حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا اور اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ؀ سے جو عموم معلوم ہوتا ہے اس کو مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً نے منسوخ کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جامعیت عطا فرمائی تھی اور اس وقت کے لئے یہ چیز نہایت ہی ضروری تھی کہ وہی ایک مختصر سی جماعت دین کے سارے کام سنبھالنے والی تھی، مگر تابعین کے زمانہ میں جب اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی بڑی جماعت اور جمعیت ہو گئی نیز صحابہ کرام جیسی جامعیت بھی باقی نہ رہی تو ہر ہر شعبہ دین کے لئے پوری توجہ سے کام کرنے والے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔ محدثین کی مستقل جماعت بننی شروع ہو گئی جن کا کام احادیث کا ضبط اور ان کا پھیلانا تھا۔ فقہاء کی علیحدہ جماعت ہوئی صوفیاء، قراء، مجاہدین غرض دین کے ہر ہر شعبہ کو مستقل سنبھالنے والے پیدا ہوئے۔ اس وقت کے لئے یہ ہی چیز مناسب اور ضروری تھی۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو ہر شعبہ میں کمال اور ترقی دشوار تھی۔ اس لئے ہر شخص تمام چیزوں میں انتہائی کمال پیدا کرلے، یہ بہت دشوار ہے۔ یہ صفت حق تعالیٰ شانہٗ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہی کو عطا فرمائی تھی۔ اس لئے اس باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ اور دیگر حضرات کے واقعات بھی ذکر کئے جائیں گے۔

(۱) فتوے کا کام کرنے والی جماعت کی فہرست

اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کی مشغولی کے باوجود سب ہی

[1] بیان القرآن ع۵ و ع۱۵ (توبہ۔۱۵)

علمی مشغلہ میں ہر وقت مُنہمک تھے اور ہر شخص ہر وقت جو کچھ حاصل کر لیتا تھا، اس کو پھیلانا پہنچانا یہی اس کا مشغلہ تھا لیکن ایک جماعت فتوے کے ساتھ مخصوص تھی جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی فتوے کا کام کرتی تھی۔ وہ حضرات حسبِ ذیل ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، اُبَیّ بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، مُعاذ بن جبلؓ، عمار بن یاسرؓ، حُذیفہؓ، سلمان فارسیؓ، زید بن ثابتؓ، ابوموسیٰؓ، ابو الدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین۔[1] ف یہ ان حضرات کے کمالِ علم کی بات ہے کہ حضورؐ کی موجودگی میں یہ لوگ اہلِ فتویٰ شمار کیے جاتے تھے۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مجموعہ کو جلا دینا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پانسو۵۰۰ احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ نہایت بے چین ہیں، کروٹیں بدل رہے ہیں۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر بے چینی ہوئی۔ دریافت کیا کہ کوئی تکلیف ہے یا کوئی فکر کی بات سننے میں آئی ہے۔ غرض تمام رات اسی بے چینی میں گذری اور صبح کو فرمایا کہ وہ احادیث جو میں نے تیرے پاس رکھوا رکھی ہیں، اُٹھا لا۔ میں لے کر آئی۔ آپ نے ان کو جلا دیا۔ میں نے پوچھا کہ کیوں جلا دیا۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور یہ میرے پاس ہوں ان میں دوسروں کی سُنی ہوئی روایتیں بھی ہیں کہ میں نے معتبر سمجھا ہو اور واقع میں وہ معتبر نہ ہوں اور اس کی روایت میں کوئی گڑبڑ ہو جس کا وبال مجھ پر ہو۔[2] ف حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ تو علمی کمال اور شغف تھا کہ اُنہوں نے پانسو۵۰۰ احادیث کا ایک رسالہ جمع کیا اور اس کے بعد اس کو جلا دینا یہ کمال احتیاط تھا۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا حدیث کے بارے میں احتیاط کا یہی حال تھا۔ اسی وجہ سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہت کم روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ ہم لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے جو ممبروں پر بیٹھ کر بے دھڑک احادیث نقل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر وقت کے حاضر باش، سفر حضر کے ساتھی، ہجرت کے رفیق۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم میں بڑے عالم حضرت ابوبکرؓ تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے وصال کے بعد جب بیعت کا قصہ پیش آیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تقریر فرمائی تو کوئی آیت اور کوئی حدیث ایسی نہیں چھوڑی جس میں انصار کی فضیلت آئی ہو اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنی تقریر میں نہ فرما دی ہو۔ اس

[1] تلقیح [2] تذکرۃ الحفاظ

سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن پاک پر کتنا عبور تھا اور احادیث کس قدر یاد تھیں. مگر پھر بھی بہت کم روایتیں حدیث کی آپ سے منقول ہیں. یہی راز ہے کہ حضرت امام اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے بھی حدیث کی روایتیں بہت کم نقل کی گئی ہیں۔

(۳) تبلیغ حضرت مُصْعَب بن عُمَیرؓ

مُصْعَب بن عُمَیرؓ جن کا ایک قصہ ساتویں باب کے نمبر ۵ پر بھی گذر چکا ہے ان کو حضور اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدینہ مُنوَّرہ کی اس جماعت کے ساتھ جو سب سے پہلے مِنیٰ کی گھاٹی میں مسلمان ہوئی تھی، تعلیم اور دین کے سکھانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ یہ مدینہ طیّبہ میں ہر وقت تعلیم اور تبلیغ میں مشغول رہتے. لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے اور دین کی باتیں سکھلاتے تھے۔ اَسعد بن زُرارہؓ کے پاس اُن کا قیام تھا اور مُقْرِئُ (پڑھانے والا، مدرس) کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ سعد بن مُعاذؓ اور اُسَید بن حُضَیرؓ یہ دونوں سرداروں میں تھے۔ ان کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ سعد نے اُسَید سے کہا کہ تم اَسعد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم نے یہ سُنا ہے کہ تم کسی پردیسی کو اپنے ساتھ لے آئے ہو جو ہمارے ضعیف لوگوں کو بیوقوف بناتا ہے، بہکاتا ہے۔ وہ اَسعد کے پاس گئے اور ان سے سختی سے یہ گفتگو کی. اَسعدؓ نے کہا کہ تم ان کی بات سُن لو۔ اگر تمھیں پسند آئے قبول کر لو، اگر سُننے کے بعد ناپسند ہو تو روکنے کا مضائقہ نہیں۔ اُسَید نے کہا کہ یہ انصاف کی بات ہے۔ سُننے لگے۔ حضرت مُصْعَبؓ نے اسلام کی خوبیاں سنائیں اور کلام اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کیں۔ حضرت اُسَیدؓ نے کہا کیا ہی اچھی باتیں ہیں اور کیا ہی بہتر کلام ہے۔ جب تم اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے ہو تو کس طرح داخل کرتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم نہاؤ، پاک کپڑے پہنو اور کلمۂ شہادت پڑھو۔ حضرت اُسَیدؓ نے اُسی وقت سب کام کئے اور مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد یہ سعد کے پاس گئے اور ان کو بھی اپنے ہمراہ لائے۔ ان سے بھی یہی گفتگو ہوئی۔ سعدؓ بن مُعاذ بھی مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہوتے ہی اپنی قوم بَنُو الْاَشْہَل کے پاس گئے۔ ان سے جا کر کہا کہ میں تم لوگوں کی نگاہ میں کیسا آدمی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں سب سے افضل اور بہتر ہو۔ اس پر سعد نے کہا کہ مجھے تمہارے مردوں اور عورتوں سے کلام حرام ہے جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان نہ لے آؤ۔ ان کے اس کہنے سے قبیلۂ اَشْہَل کے سب مرد عورت مسلمان ہو گئے اور حضرت مُصْعَبؓ اُن کو تعلیم[1] دینے میں مشغول ہو گئے۔

ف صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کا یہ عام دستور تھا کہ جو شخص بھی مسلمان ہو جاتا وہ مُستقل ایک مُبلِّغ ہوتا

[1] تلقیح

اور جو بات اسلام کی اس کو آتی تھی اس کا پھیلانا اور دوسروں تک پہنچانا اس کی زندگی کا ایک مُستقِل کام تھا جس میں نہ کھیتی مانع تھی نہ تجارت نہ پیشہ نہ ملازمت۔

(۴) حضرت اُبَیِّؓ بن کعبؓ کی تعلیم

حضرت اُبَیّؓ بن کعبؓ مشہور صحابہؓ اور مشہور قاریوں میں ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ عرب میں لکھنے کا عام دستور نہیں تھا۔ اسلام کے بعد سے اس کا چرچا ہوا۔ لیکن یہ پہلے سے واقف تھے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر رہ کر وحی بھی لکھا کرتے تھے۔ قرآن شریف کے بڑے ماہر تھے اور ان لوگوں میں تھے جنھوں نے حضورؐ کی زندگی ہی میں تمام قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میری اُمت کے بڑے قاری اُبَیّ بن کعبؓ ہیں۔ تہجد میں آٹھ راتوں میں قرآن پاک ختم کرنے کا اہتمام تھا۔ ایک مرتبہ حضور اُقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ تمھیں قرآن شریف سناؤں۔ عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیکر کہا۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں تیرا نام لے کر کہا۔ یہ سُن کر فرطِ خوشی سے رونے لگے۔ ع

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

جُندُب بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تو مسجد نبوی میں حدیث پڑھانے والے مُتعدِّد حضرات تھے اور شاگردوں کے حلقے مُتفرِّق طور پر علیحدہ علیحدہ ہر استاد کے پاس موجود تھے۔ میں ان حلقوں پر گذرتا ہوا ایک حلقہ پر پہنچا جس میں ایک صاحب مسافرانہ ہیئت کے ساتھ صرف دو۲ کپڑے بدن پر ڈالے ہوئے بیٹھے حدیث پڑھا رہے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ بتایا کہ مسلمانوں کے سردار اُبَیّ بن کعبؓ ہیں۔ میں ان کے حلقۂ درس میں بیٹھ گیا۔ جب حدیث سے فارغ ہوئے تو گھر جانے لگے۔ میں بھی پیچھے ہو لیا۔ وہاں جاکر دیکھا، ایک پرانا سا گھر خستہ حالت، نہایت معمولی سامان، زاہدانہ زندگی[۱]۔ حضرت اُبَیّؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اُقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (میرا امتحان لیا) ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف میں سب سے بڑی آیت (برکت اور فضل کے اعتبار سے) کونسی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضورؐ نے دوبارہ سُوال فرمایا۔ مجھے ادب مانع ہوا۔ میں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ پھر ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا آیۃُ الکرسی۔ حضورؐ خوش ہوئے اور فرمایا۔ اللہ تجھے تیرا علم مبارک کرے۔ ایک مرتبہ حضور اُقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز

[۱] طبقات

پڑھا رہے تھے ایک آیت چھوٹ گئی۔ حضرت اُبَیؓ نے نماز میں لقمہ دیا۔ حضورؐ نے نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ کس نے بتایا۔ حضرت اُبَیؓ نے عرض کیا۔ میں نے بتایا تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ میرا ابھی یہ گمان تھا کہ تم نے ہی بتایا ہوگا۔[۱] ف یہ حضرت اُبَیؓ باوجود اس علمی شغف اور قرآن پاک کی خصوصی خدمات کے حضورؐ کے ساتھ ہر غزوہ میں شریک ہوئے ہیں حضورؐ کا کوئی جہاد ایسا نہیں جس میں ان کی شرکت نہ ہوئی ہو۔

⑤ حضرت حُذَیفہؓ کا اہتمامِ فِتَن

حضرت حُذَیفہؓ مشہور صحابہ میں ہیں۔ صاحبُ السِّر (بھیدی) ان کا لقب ہے۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے منافقین اور فتنوں کا علم ان کو بتایا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے قیامت تک جتنے فتنے آنے والے ہیں سب کو نمبر وار بتایا تھا۔ کوئی ایسا فتنہ جس میں تین سو آدمیوں کے بقدر لوگ شریک ہوں حضورؐ نے نہیں چھوڑا بلکہ اس فتنہ کا حال اور اس کے مُقتدا کا حال مع اس کے نام کے نیز اس کی ماں کا نام، اس کے باپ کا نام اس کے قبیلہ کا نام صاف صاف بتا دیا تھا۔ حضرت حُذَیفہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ حضورؐ سے خیر کی باتیں دریافت کیا کرتے تھے اور میں برائی کی باتیں دریافت کیا کرتا تھا تاکہ اس سے بچا جائے۔ ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ یہ خیر و خوبی جس پر آجکل آپ کی برکت سے ہم لوگ ہیں، اس کے بعد بھی کوئی برائی آنے والی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں برائی آنے والی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس برائی کے بعد پھر بھلائی لوٹ کر آئے گی یا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حُذَیفہ اللہ کا کلام پڑھ اور اس کے معانی پر غور کر، اُس کے احکام کی اِتباع کر (مجھے فکر سوار تھا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس بُرائی کے بعد بھلائی ہو گی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں پھر بھلائی ہو گی لیکن دل ایسے نہیں ہوں گے جیسے پہلے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس بھلائی کے بعد پھر بُرائی ہو گی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو آدمیوں کو گمراہ کریں گے اور جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو کیا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اگر مسلمانوں کی کوئی مُتحدہ جماعت ہو اور ان کا کوئی بادشاہ ہو تو اس کے ساتھ ہو جانا ورنہ ان سب فرقوں کو چھوڑ کر ایک کونہ میں علیحدہ بیٹھ جانا یا کسی درخت کی جڑ میں جا کر بیٹھ جانا اور مرنے تک وہیں بیٹھے رہنا۔ چونکہ ان کو منافقوں کا حال حضورؐ نے سب کا بتلا دیا تھا۔ اس لئے حضرت عمرؓ ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرے حکام میں کوئی منافق

[۱] مسند احمد

تو نہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے عرض کیا کہ ایک منافق ہے لیکن میں نام نہیں بتاؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا۔ غالباً اپنی فراست سے پہچان لیا ہوگا۔ جب کوئی شخص مرجاتا تو حضرت عمرؓ تحقیق فرماتے کہ حذیفہؓ ان کے جنازہ میں شریک ہیں یا نہیں۔ اگر حذیفہؓ شریک ہوتے تو حضرت عمرؓ بھی نماز پڑھتے ورنہ وہ بھی نہ پڑھتے۔ حضرت حذیفہؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو نہایت گھبراہٹ اور بے چینی میں رو رہے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ فرمایا کہ دنیا کے چھوٹنے پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ موت تو مجھے محبوب ہے، البتہ اس پر رو رہا ہوں کہ مجھے اس کی خبر نہیں کہ میں اللہ کی ناراضی پر جا رہا ہوں، یا خوشنودی پر۔ اس کے بعد کہا کہ یہ میری دنیا کی آخری گھڑی ہے۔ یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے محبت ہے اس لئے اپنی ملاقات میں برکت عطا فرمایا[1]

(۶) حضرت ابوہریرہؓ کا احادیث کو حفظ کرنا

حضرت ابوہریرہؓ نہایت مشہور اور جلیل القدر صحابی ہیں اور اتنی کثرت سے حدیثیں ان سے نقل ہیں کہ کسی دوسرے صحابی سے اتنی زیادہ نقل کی ہوئی موجود نہیں۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ ۷ھ میں یہ مسلمان ہو کر تشریف لائے اور ۱۱ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اتنی قلیل مدت میں جو تقریباً چار برس ہوتی ہے اتنی زیادہ حدیثیں کیسے یاد ہوئیں۔ خود حضرت ابوہریرہؓ اس کی وجہ بتاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ بہت روایتیں نقل کرتے ہیں۔ میرے مہاجر بھائی تجارت پیشہ تھے بازار میں آنا جانا پڑتا تھا اور میرے انصاری بھائی کھیتی کا کام کرتے تھے اس کی مشغولی ان کو در پیش رہتی تھی اور ابوہریرہؓ اصحابِ صُفّہ کے مساکین میں سے ایک مسکین تھا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں جو کچھ کھانے کو مل جاتا تھا اس پر قناعت کئے پڑا رہتا تھا۔ ایسے اوقات میں موجود ہوتا تھا جس میں وہ نہیں ہوتے تھے اور ایسی چیزیں یاد کر لیتا تھا جن کو وہ یاد نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے حضورؐ سے حافظہ کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ چادر بچھا۔ میں نے چادر بچھائی۔ حضورؐ نے دونوں ہاتھوں سے اس میں کچھ اشارہ فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا۔ اس چادر کو ملا لے۔ میں نے اپنے سینہ سے ملا لیا۔ اس کے بعد سے کوئی چیز نہیں بھولا[2] **ف** اصحابِ صُفّہ وہ لوگ کہلاتے ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گویا خانقاہ کے رہنے والے تھے ان حضرات کے اخراجات کا کوئی خاص نظم نہیں تھا۔ گویا حضورؐ کے مہمان تھے جو کہیں سے کچھ ہدیہ یا صدقہ کے طور پر آتا۔ اس پر ان کا زیادہ تر

[1] ابوداؤد و اسد الغابہ [2] بخاری

گذر تھا۔ حضرت ابُوہُریرہ رضؓ بھی ان ہی لوگوں میں تھے۔ بسا اوقات کئی کئی وقت فاقے کے بھی ان پر گذر جاتے تھے۔ بعض اوقات بھوک کی وجہ سے جُنون کی سی حالت ہو جاتی تھی جیسا کہ تیسرے باب کے قصہ ۳ و ۷ میں گذرا لیکن اس کے باوجود احادیث کا کثرت سے یاد کرنا ان کا مشغلہ تھا جس کی بدولت آج سب سے زیادہ احادیث انہی کی بتائی جاتی ہیں۔ ابنِ جُوزیؒ نے تلقیح میں لکھا ہے کہ پانچ ہزار تین سو چوہتر ۵۳۷۴ حدیثیں ان سے مَروی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت ابُوہُریرہؓ نے جنازہ کے متعلق ایک حدیث بیان کی کہ حُضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے۔ جو شخص جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس آجائے اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک شریک رہے اس کو دو قیراط ثواب ملتا ہے اور ایک قیراط کی مقدار اُحُد کے پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اس حدیث میں کچھ تردُّد ہوا۔ اُنہوں نے فرمایا۔ ابُوہُریرہؓ سوچ کر کہو۔ ان کو غصہ آگیا۔ سیدھے حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور جاکر عرض کیا کہ میں آپ کو قسم دیکر پوچھتا ہوں، یہ قیراط والی حدیث آپ نے حضورؐ سے سُنی۔ اُنہوں نے فرمایا۔ ہاں سُنی ہے۔ ابُوہُریرہؓ فرمانے لگے کہ مجھے حضورؐ کے زمانہ میں نہ تو باغ میں کوئی درخت لگانا تھا، نہ بازار میں مال بیچنا تھا۔ میں تو حضورؐ کے دربار میں پڑا رہتا تھا اور صرف یہ کام تھا کہ کوئی بات یاد کرنے کو مل جائے یا کچھ کھانے کو مِل جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا۔ بیشک تم ہم لوگوں سے زیادہ حاضر باش تھے اور احادیث کو زیادہ جاننے والے۔ [۱] اس کے ساتھ ہی ابُوہُریرہؓ کہتے ہیں کہ میں بارہ ہزار مرتبہ روزانہ اِستِغفَار پڑھتا ہوں اور ایک تاگا ان کے پاس تھا جس میں ایک ہزار گرہ لگی ہوئی تھی، رات کو اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک اس کو سُبْحَانَ اللہ کے ساتھ پورا نہیں کر لیتے تھے۔ (تذکرہ)

⑦ قتلِ مُسَیلمہ و قرآن کا جمع کرنا

حُضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وِصال کے بعد مُسَیلمہ کذّاب کا جس نے حضورؐ کے سامنے ہی نُبُوّت کا دعوٰی کر دیا تھا، اثر بڑھنے لگا اور چونکہ عرب میں اِرتداد بھی زور شور سے شروع ہو گیا تھا اس سے اس کو اور بھی تقویت پہونچی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اس سے لڑائی کی۔ حق تعالیٰ شانُہٗ نے اسلام کو قُوّت عطا فرمائی اور مُسَیلمہ قتل ہوا۔ لیکن اس لڑائی میں صحابہ کرام رِضوَانُ اللہِ عَلَیْھِم اَجْمَعِین کی بھی ایک بڑی جماعت شہید ہو گئی۔ بِالخُصُوص قرآن پاک کے حافظوں کی ایک بڑی جماعت

[۱] مسند احمد

شہید ہوئی۔ حضرت عمرؓ، امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس لڑائی میں قاری بہت شہید ہو گئے۔ اگر اسی طرح ایک دو لڑائی میں اور شہید ہو گئے تو قرآن پاک کا بہت سا حصہ ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لئے اس کو ایک جگہ لکھوا کر محفوظ کر لیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ ایسے کام کی کیسے جرأت کرتے ہو جس کو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ اس پر اصرار فرماتے رہے اور ضرورت کا اظہار کرتے رہے بالآخر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے بھی موافق ہو گئی تو حضرت زید بن ثابتؓ کو جن کا قصہ باب ۱۱ قصہ ۱۸ پر آرہا ہے، بلایا۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اوّل اپنی اور حضرت عمرؓ کی ساری گفتگو نقل فرمائی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم جوان ہو اور دانش مند، تم پر کسی قسم کی بدگمانی بھی نہیں اور ان سب باتوں کے علاوہ یہ کہ خود حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں بھی تم وحی کے لکھنے پر مامور رہ چکے ہو۔ اس لئے اس کام کو تم کرو۔ لوگوں کے پاس سے قرآن پاک جمع کرو اور اس کو ایک جگہ نقل کر دو۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر مجھے یہ حکم فرماتے کہ فلاں پہاڑ کو توڑ کر ادھر سے اُدھر منتقل کر دو تو یہ حکم بھی میرے لئے قرآن پاک جمع کرنے کے حکم سے سہل تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ حضرات ایسا کام کس طرح کر رہے ہیں جس کو حضورؐ نے نہیں کیا۔ وہ حضرات مجھے سمجھاتے رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زیدؓ سے کہا کہ اگر تم عمرؓ کی موافقت کرو تو میں اس کا حکم دوں اور نہیں تو پھر میں بھی ارادہ نہ کروں۔ زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ طویل گفتگو کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے میرا بھی اسی جانب شرحِ صدر فرما دیا کہ قرآن پاک کو یکجا جمع کیا جائے چنانچہ میں نے تعمیلِ ارشاد میں لوگوں کے پاس جو قرآن شریف متفرق طور پر لکھا ہوا تھا اور جو ان حضرات صحابۂ کرامؓ کے سینوں میں بھی محفوظ تھا، سب کو تلاش کر کے جمع کیا۔ ف اس قصہ میں اوّل تو ان حضرات کے اتباع کا اہتمام معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ کا منتقل کرنا ان کے لئے اس سے سہل تھا کہ کوئی ایسا کام کیا جائے جس کو حضورؐ نے نہیں کیا۔ اس کے بعد کلام پاک کا جمع کرنا جو دین کی اصل ہے، اللہ نے ان حضرات کے اعمالنامہ میں رکھا تھا۔ پھر حضرت زیدؓ نے اتنا اہتمام اس کے جمع فرمانے میں کیا کہ کوئی آیت بغیر لکھی ہوئی نہیں لیتے تھے۔ جو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانہ کی لکھی ہوئی تھیں ان ہی سے جمع کرتے تھے اور حفاظ کے سینوں سے اس کا مقابلہ کرتے تھے اور چونکہ تمام قرآن شریف متفرق جگہوں میں لکھا ہوا تھا۔ اس لئے اس کی تلاش میں گو محنت ضرور کرنا پڑی مگر سب مل گیا۔ اُبی بن کعبؓ جن کو خود

حضورؐ نے قرآن پاک کا سب سے زیادہ ماہر بتایا ان کی اعانت کرتے تھے. اس محنت سے کلام اللہ شریف کو ان حضرات نے سب سے پہلے جمع فرمایا۔

⑧ حضرت ابنِ مسعودؓ کی احتیاط روایتِ حدیث میں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بڑے مشہور صحابہ میں ہیں اور ان صحابہؓ میں شمار ہیں جو فتوے کے مالک تھے. ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے اور حبشہ کی ہجرت بھی کی تھی. تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ شریک رہے اور مخصوص خادم ہونے کی وجہ سے صَاحِبُ النَّعْل، صَاحِبُ الْوِسَادَة، صَاحِبُ الْمِطْهَرَة. جوتے والے، تکیہ والے، وضو کے پانی والے، یہ القاب بھی ان کے لئے ہیں. اس لئے کہ حضورِ اقدس صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی یہ خدمتیں اکثر ان کے سپرد رہتی تھیں. حضورؐ کا ان کے بارے میں یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ امیر بناؤں تو عبداللہ بن مسعودؓ کو بناؤں. حضورؐ کا یہ بھی ارشاد تھا کہ تمھیں ہر وقت حاضری کی اجازت ہے. حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف بالکل ایسی طرح پڑھنا ہو جس طریقہ سے اُترا ہے تو عبداللہ بن مسعودؓ کے طریقہ کے موافق پڑھے. حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ابنِ مسعودؓ جو حدیث تم سے بیان کریں اس کو سچ سمجھو. ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب یمن سے آئے تو ایک زمانہ تک ابنِ مسعودؓ کو اہلِ بیت میں سے سمجھتے رہے اس لئے کہ اتنی کثرت سے ان کی اور اُن کی والدہ کی آمد و رفت حضورؐ کے گھر میں تھی جیسی گھر کے آدمیوں کی ہوتی ہے[1] لیکن ان سب باتوں کے باوجود ابو عمرو شیبانیؒ کہتے ہیں کہ میں ایک سال تک ابن مسعودؓ کے پاس رہا. میں نے کبھی ان کو حضورؐ کی طرف منسوب کر کے بات کرتے نہیں سُنا لیکن کبھی اگر حضورؐ کی طرف کوئی بات منسوب کر دیتے تھے تو بدن پر کپکپی آجاتی تھی. عمرو بن میمونؒ کہتے ہیں کہ میں ہر جمعرات کو ایک سال تک ابنِ مسعودؓ کے پاس آتا رہا. میں نے کبھی حضورؐ کی طرف نسبت کر کے بات کرتے نہیں سُنا. ایک مرتبہ حدیث بیان فرماتے ہوئے زبان پر یہ جاری ہو گیا کہ حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا تو بدن کانپ گیا آنکھوں میں آنسو بھر آئے، پیشانی پر پسینہ آگیا، رگیں پھول گئیں اور فرمایا ان شاء اللہ یہی فرمایا تھا یا اس کے قریب قریب تھا یا اس سے کچھ زیادہ یا اس سے کچھ کم[2]۔ ف یہ تھی ان حضرات صحابہ کرامؓ کی احتیاط حدیث شریف کے بارہ میں. اس لئے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو میری طرف سے جھوٹ نقل کرے، اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے اس خوف کی وجہ سے یہ حضرات باوجودیکہ مسائل حضورؐ کے ارشادات اور حالات ہی سے بتاتے تھے

[1] بخاری [2] مقدمہ ادجزو مسند احمد

مگر یہ نہیں کہتے تھے کہ حضورؐ کا یہ ارشاد ہے کہ خدانخواستہ جھوٹ نہ نکل جائے۔ اس کے بالمقابل ہم اپنی حالتیں دیکھتے ہیں کہ بے دھڑک، بے تحقیق حدیث نقل کر دیتے ہیں ذرا بھی نہیں جھجکتے۔ حالانکہ حضورؐ کی طرف منسوب کر کے بات کا نقل کرنا بڑی سخت ذمہ داری ہے۔ فقہ حنفی انہی عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ تر لیا گیا ہے۔

⑨ حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس حدیث کیلئے جانا

کثیر بن قیسؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا ایک شخص ان کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث کی وجہ سے آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ وہ آپ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ ابوالدرداءؓ نے پوچھا کوئی اور تجارتی کام نہیں تھا۔ انہوں نے کہا نہیں۔ ابوالدرداءؓ نے پھر پوچھا کہ کوئی دوسری غرض تو نہ تھی۔ کہا نہیں، صرف حدیث ہی معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جو شخص کوئی راستہ علم حاصل کرنے کے لئے چلتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے جنت کا راستہ سہل فرما دیتے ہیں اور فرشتے اپنے پر طالب علم کی خوشنودی کے واسطے بچھا دیتے ہیں اور طالب علم کے لئے آسمان زمین کے رہنے والے استغفار کرتے ہیں حتیٰ کہ مچھلیاں جو پانی میں رہتی ہیں وہ بھی استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسا کہ چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور علماء، انبیاءؑ کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں۔ جو شخص علم کو حاصل کرتا ہے وہ ایک بڑی دولت کو حاصل کرتا ہے۔[۱] ف حضرت ابوالدرداءؓ فقہائے صحابہؓ میں ہیں۔ حکیم الامّت کہلاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی نبوّت کے وقت میں تجارت کیا کرتا تھا۔ میں نے مسلمان ہونے کے بعد چاہا کہ تجارت اور عبادت دونوں کو جمع کروں مگر دونوں اکٹھی نہ رہ سکیں تو مجھے تجارت چھوڑنا پڑی۔ اب میرا دل یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ بالکل دروازہ ہی پر دکان ہو جس کی وجہ سے ایک بھی نماز فوت نہ ہو اور روزانہ چالیس دینار کا نفع ہو اور میں ان سب کو صدقہ کر دوں۔ کسی نے پوچھا کہ ایسی تجارت سے کیوں خفا ہوتے ہیں کہ نماز بھی نہ جائے اور اتنا نفع روزانہ کا اللہ کے راستہ میں خرچ ہو پھر بھی پسند نہیں کرتے۔ فرمایا حساب تو دینا ہی پڑے گا۔ ابوالدرداءؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھے موت سے محبّت ہے اپنے مولیٰ سے ملاقات کے شوق میں، اور فقر سے محبّت ہے تواضع کے واسطے

[۱] ابن ماجہ

اور بیماری سے محبت ہے گناہ دُھلنے کے واسطے[۱]۔ اوپر کے قصّہ میں ایک حدیث کی خاطر اتنا طویل سفر کیا ہے۔ ان حضرات کے ہاں حدیث حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا کچھ اہم نہیں تھا ایک ایک حدیث سُننے اور معلوم کرنے کے لئے دُور دُور کا سفر طے کر لینا ان حضرات کو بہت سہل تھا۔ شعبیؒ ایک مشہور محدِث ہیں، کوُفہ کے رہنے والے ہیں۔ اپنے کسی شاگرد کو ایک مرتبہ حدیث سنائی اور فرمایا کہ لے، گھر بیٹھے مفت مِل گئی، ورنہ اس سے کم کے لئے بھی مدینہ منورہ کا سفر کرنا پڑتا تھا کہ ابتداء میں حدیث کا مخزن مدینہ طیبہ ہی تھا۔ علمی شغف رکھنے والے حضرات نے بڑے بڑے طویل سفر علم کی خاطر اختیار فرمائے ہیں۔ سعید بن المُسَیّبؒ جو ایک مشہور تابعی ہیں کہتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر راتوں اور دِنوں پیدل چلا ہوں امام الائمہ امام بخاریؒ شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۰۵ھ میں یعنی گیارہ سال کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی۔ عبداللہ بن مبارکؒ کی سب تصانیف بچپن ہی میں حفظ کر لی تھیں۔ اپنے شہر میں جتنی احادیث مِل سکیں اُن کو حاصل کر لینے کے بعد ۲۱۶ھ میں سفر شروع کیا۔ والد کا انتقال ہو چکا تھا اس وجہ سے یتیم تھے والدہ سفر میں ساتھ تھیں۔ اس کے بعد بلخ، بغداد، مکّہ مکرمہ، بصرہ، کوفہ، شام، عسقلان، حمص، دمشق ان شہروں میں گئے اور ہر جگہ جو ذخیرہ حدیث کا مل سکا حاصل فرمایا اور ایسی نوعمری میں اُستادِ حدیث بن گئے تھے کہ منہ پر داڑھی کا ایک بال بھی نہ نکلا تھا۔ کہتے ہیں کہ میری اٹھارہ برس کی عمر تھی جب میں نے صحابہؓ تابعین کے فیصلے تصنیف کئے۔ حاشدؒ اور اُن کے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ ہم لوگوں کے ساتھ استاد کے پاس جایا کرتے۔ ہم لوگ لکھتے اور بخاریؒ ویسے ہی واپس آجاتے۔ ہم نے کئی روز گذر جانے پر ان سے کہا کہ تم وقت ضائع کرتے ہو۔ وہ چُپ ہو گئے۔ جب کئی مرتبہ کہا تو کہنے لگے کہ تم نے دِق ہی کر دیا۔ لاؤ تم نے کیا لکھا۔ ہم نے اپنا مجموعہ احادیث نکالا جو پندرہ ہزار حدیثوں سے زیادہ مقدار میں تھا۔ انہوں نے اس سب کو حفظ سُنا دیا۔ ہم دنگ رہ گئے۔

(۱۰) حضرت ابن عبّاسؓ کا انصاری کے پاس جانا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے وِصال کے بعد میں نے ایک انصاری سے کہا کہ حضورؐ کا تو وصال ہو گیا۔ ابھی تک صحابہ کرامؓ کی بڑی جماعت موجود ہے۔ آؤ ان سے پوچھ پوچھ کر مسائل یاد کریں۔ ان انصاری نے کہا۔ کیا ان صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ہوتے ہوئے بھی لوگ تم سے مسئلہ پوچھنے آئیں گے صحابہؓ کی بہت بڑی جماعت موجود ہے۔

[۱] تذکرہ

غرض ان صاحب نے تو ہمت کی نہیں. میں مسائل کے پیچھے پڑ گیا اور جن صاحب کے متعلق بھی مجھے علم ہوتا کہ فلاں حدیث انہوں نے حضورؐ سے سُنی ہے، ان کے پاس جاتا اور تحقیق کرتا. مجھے مسائل کا بہت بڑا ذخیرہ انصار سے ملا. بعض لوگوں کے پاس جاتا اور معلوم ہوتا کہ وہ سورہے ہیں تو اپنی چادر وہیں چوکھٹ پر رکھ کر انتظار میں بیٹھ جاتا. گو ہوا سے مُنہ پر اور بدن پر مٹی بھی پڑتی رہتی مگر میں وہیں بیٹھا رہتا. جب وہ اُٹھتے تو جس بات کو معلوم کرنا تھا وہ دریافت کرتا. وہ حضرات کہتے بھی کہ تم نے حضورؐ کے چچا زاد بھائی ہو کر کیوں تکلیف کی مجھے بلا لیتے مگر میں کہتا کہ میں علم حاصل کرنے والا ہوں اس لئے میں ہی حاضر ہونے کا زیادہ مستحق تھا. بعض حضرات پوچھتے کہ تم کب سے بیٹھے ہو. میں کہتا بہت دیر سے. وہ کہتے کہ تم نے بُرا کیا، مجھے اطلاع کردیتے. میں کہتا. میرا دل نہ چاہا کہ تم میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آؤ. حتیٰ کہ ایک وقت میں یہ بھی نوبت آئی کہ لوگ علم حاصل کرنے کے واسطے میرے پاس جمع ہونے لگے. تب ان انصاری صاحب کو بھی قلق ہوا. کہنے لگے کہ یہ لڑکا ہم سے زیادہ ہوشیار تھا۔ **ف مختلف علمی کارنامے**. یہی چیز تھی جس نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے وقت میں حبرالامۃ اور بحرالعلم کا لقب دلوایا. جب اُن کا وِصال ہوا تو طائف میں تھے. حضرت علی رضؓ کے صاحبزادہ محمدؒ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور فرمایا کہ اس اُمت کا امامِ ربانی آج رخصت ہوا. حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ابنِ عباسؓ آیتوں کے شانِ نزول جاننے میں سب سے ممتاز ہیں. حضرت عمرؓ اُن کو علماء کی ممتاز صف میں جگہ دیتے تھے. یہ سب اسی جانفشانی کا ثمرہ تھا. ورنہ اگر یہ صاحبزادگی کے زُعم میں رہتے تو یہ مراتب کیسے حاصل ہوتے. خود آقائے نامدار نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جن سے علم حاصل کرو ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ. بخاریؒ میں مجاہدؒ سے نقل کیا کہ جو شخص پڑھنے میں حیا کرے یا تکبر کرے، وہ علم حاصل نہیں کرسکتا. حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے مجھ کو ایک حرف بھی پڑھا دیا میں اس کا غلام ہوں خواہ وہ مجھے آزاد کردے یا بیچ دے. یحییٰ بن کثیرؒ کہتے ہیں کہ علم تن پروری کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا. امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم کو بے دلی اور اِستغناء کے ساتھ حاصل کرے، وہ کامیاب نہیں ہوسکتا. ہاں جو شخص خاکساری اور تنگ دستی کے ساتھ حاصل کرنا چاہے وہ کامیاب ہوسکتا ہے. مُغیرہؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے اُستاد ابراہیمؒ سے ایسے ڈرتے تھے جیسا کہ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں. یحییٰ بن مَعینؒ بہت بڑے مُحدِث

ا۔ دارمی

ہیں۔ امام بخاریؒ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ محدثین کا جتنا احترام وہ کرتے تھے اتنا کسی دوسرے کو کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سُنا ہے کہ جو اُستاد کی قدر نہیں کرتا وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس قصہ میں جہاں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے اساتذہ کے ساتھ تواضع اور انکساری معلوم ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی علم کا شغف اور اہتمام بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس کسی حدیث کا ہونا معلوم ہوتا۔ فوراً جاتے اس کو حاصل فرماتے خواہ اس میں کتنی ہی مشقت محنت اور تکلیف اٹھانا پڑتی اور حق یہ ہے کہ بے محنت اور مشقت کے علم تو درکنار معمولی سی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی اور یہ تو ضرب المثل ہے مَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَهِرَ اللَّيَالِي "جو شخص بلند مرتبوں کا طالب ہو گا راتوں کو جاگے گا"۔ حارث بن یزیدؒ، ابن شبرمہؒ، قعقاعؒ، مغیرہؒ چاروں حضرات عشاء کی نماز کے بعد علمی بحث شروع کرتے، صبح کی اذان تک ایک بھی جدا نہ ہوتا۔ لیثؒ بن سعد کہتے ہیں کہ امام زہریؒ عشاء کے بعد باوضو بیٹھ کر حدیث کا سلسلہ شروع فرماتے تو صبح کر دیتے[1]۔ دراوردیؒ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کو میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں عشاء کے بعد سے ایک مسئلہ میں بحث شروع فرماتے اور وہ بھی اس طرح کہ نہ کوئی طعن و تشنیع ہوتی نہ تغلیظ، اور اسی حالت میں صبح ہو جاتی اور اسی جگہ صبح کی نماز پڑھتے[2]۔ ابن فراتؒ بغدادی ایک محدث ہیں۔ جب انتقال ہوا تو اٹھارہ صندوق کتابوں کے چھوڑے جن میں سے اکثر خود اپنے قلم کی لکھی ہوئی تھیں اور کمال یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک صحتِ نقل اور عمدگیِ ضبط کے اعتبار سے ان کا لکھا ہوا حجت بھی ہے۔ ابن جوزیؒ مشہور محدث ہیں۔ تین سال کی عمر میں باپ نے مفارقت کی۔ یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔ لیکن محنت کی حالت یہ تھی کہ جمعہ کی نماز کے علاوہ گھر سے دور نہیں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ منبر پر کہا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ ڈھائی سو سے زیادہ خود ان کی اپنی تصنیفات ہیں۔ کہتے ہیں کہ کوئی وقت ضائع نہیں جاتا تھا۔ چار جزء روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ درس کا یہ عالم تھا کہ مجلس میں بعض مرتبہ ایک لاکھ سے زیادہ شاگردوں کا اندازہ کیا گیا۔ اُمراء، وزراء، سلاطین تک مجلس درس میں حاضر ہوتے تھے۔ ابن جوزیؒ خود کہتے ہیں کہ ایک لاکھ آدمی مجھ سے بیعت ہوئے اور بیس ہزار میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں۔ اس سب کے باوجود شیعوں کا زور تھا۔ اس وجہ سے تکلیفیں بھی اُٹھانا پڑیں[3]۔ احادیث لکھنے کے وقت میں قلموں کے تراشے جمع کرتے رہتے تھے۔ مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میرے نہانے کا پانی اسی سے گرم کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ صرف غسلِ میت کے پانی گرم کرنے ہی کے لئے کافی نہ تھا بلکہ گرم کرنے کے بعد بچ بھی گیا تھا۔ یحییٰ بن معینؒ حدیث کے مشہور استاذ ہیں۔ کہتے ہیں

[1] دارمی [2] مقدمہ [3] تذکرہ

کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ ابن جریرؒ طبری مشہور مؤرخ ہیں۔ صحابہؓ اور تابعینؒ کے احوال کے ماہر، چالیس سال تک ہمیشہ چالیس ورق روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ ان کے انتقال پر شاگردوں نے روزانہ کی لکھائی کا حساب لگایا تو بلوغ کے بعد سے مرنے تک چودہ ورق روزانہ کا اوسط نکلا۔ ان کی تاریخ مشہور ہے عام طور سے ملتی ہے۔ جب اُس کی تصنیف کا ارادہ ظاہر کیا تو لوگوں سے پوچھا کہ تمام عالم کی تاریخ سے تو تم لوگ بہت خوش ہو گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اندازاً کتنی بڑی ہو گی۔ کہنے لگے کہ تقریباً تیس ہزار ورق پر آئے گی۔ لوگوں نے کہا۔ اس کے پورا کرنے سے پہلے عمریں فنا ہو جائیں گی۔ کہنے لگے کہ اِنَّا لِلّٰہ ہمتیں پست ہو گئیں اس کے بعد مختصر کیا اور تقریباً تین ہزار ورق پر لکھی۔ اسی طرح ان کی تفسیر کا بھی قصہ ہوا۔ وہ بھی مشہور ہے اور عام طور سے ملتی ہے۔ دارقطنیؒ حدیث کے مشہور مصنّف ہیں۔ حدیث حاصل کرنے کے لئے بغداد، بصرہ، کوفہ، واسط، مصر اور شام کا سفر کیا۔ ایک مرتبہ استاذ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ استاذ پڑھ رہے تھے اور یہ کوئی کتاب نقل کر رہے تھے۔ ایک ساتھی نے اعتراض کیا کہ تم دوسری طرف متوجہ ہو۔ کہنے لگے کہ میری اور تمھاری توجہ میں فرق ہے بتاؤ استاذ نے اب تک کتنی حدیثیں سنائیں۔ وہ سوچنے لگے۔ دارقطنیؒ نے کہا کہ شیخ نے اٹھارہ حدیثیں سنائی ہیں۔ پہلی یہ تھی۔ دوسری یہ تھی۔ اسی طرح ترتیب وار سب کی سب مع سَند کے سُنا دیں۔ حافظ اثرمؒ ایک محدِّث ہیں۔ احادیث کے یاد کرنے میں بڑے مشّاق تھے۔ ایک مرتبہ حج کو تشریف لے گئے۔ وہاں خراسان کے دو بڑے استاذ حدیث آئے ہوئے تھے اور حرم شریف میں دونوں علیحدہ علیحدہ درس دے رہے تھے۔ ہر ایک کے پاس پڑھنے والوں کا ایک بڑا مجمع موجود تھا۔ یہ دونوں کے درمیان بیٹھ گئے اور دونوں کی حدیثیں ایک ہی وقت میں لکھ ڈالیں عبداللہ بن مبارکؒ مشہور محدّث ہیں۔ حدیث حاصل کرنے میں اُن کی محنتیں مشہور ہیں۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے چار ہزار استاذوں سے حدیث حاصل کی ہے۔ علی بن الحسنؒ کہتے ہیں کہ ایک رات سخت سردی تھی، میں اور ابن مبارکؒ مسجد سے عشاء کے بعد نکلے۔ دروازہ پر ایک حدیث میں گفتگو شروع ہو گئی۔ میں کچھ کہتا رہا وہ بھی فرماتے رہے۔ وہیں کھڑے کھڑے صبح کی اذان ہو گئی۔ حمیدیؒ ایک مشہور محدِث ہیں جنھوں نے بخاریؒ اور مسلمؒ کی احادیث کو ایک جگہ جمع بھی کیا ہے۔ رات بھر لکھتے تھے اور گرمی کے موسم میں جب گرمی بہت ستاتی تو ایک لگن میں پانی بھر لیتے اور اس میں بیٹھ کر لکھتے۔ سب سے الگ رہتے تھے۔ شاعر بھی ہیں۔ ان کے شعر ہیں ؎

(شعر اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

لِقَاءُ النَّاسِ لَيْسَ يُفِيْدُ شَيْئًا سِوَى الْهَذَيَانِ مِنْ قِيْلٍ وَّقَالٍ
فَاَقْلِلْ مِنْ لِقَاءِ النَّاسِ اِلَّا لِاَخْذِ الْعِلْمِ اَوْ اِصْلَاحِ حَالٍ

ترجمہ: "لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں دیتی بجز قیل وقال کی بکواس کے اس لئے لوگوں کی ملاقات کم کر بجز اس کے کہ علم حاصل کرنے کے واسطے استاذ سے یا اصلاحِ نفس کے واسطے کسی شیخ سے ملاقات ہو"

امام طبرانیؒ مشہور مُحدِّث ہیں۔ بہت سی تصانیف فرمائی ہیں۔ کسی نے ان کی کثرتِ تصانیف کو دیکھ کر پوچھا کہ کس طرح لکھیں۔ کہنے لگے کہ تیس برس بوریئے پر گذار دیئے۔ یعنی رات دن بوریئے پر پڑے رہتے تھے۔ اَبُو العَبّاس شیرازیؒ کہتے ہیں کہ میں نے طبرانیؒ سے تین لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ بڑی شدت کے ساتھ ناسخ اور منسوخ احادیث کی تحقیق فرماتے تھے۔ کوفہ جو اس زمانہ میں علم کا گھر کہلاتا تھا اس میں جتنے محدثین تھے سب کی احادیث کو جمع فرمایا تھا۔ اور جب کوئی باہر سے مُحدِّث آتے تو شاگردوں کو حکم فرماتے کہ ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو جو اپنے پاس نہ ہو تو اس کی تحقیق کرو۔ ایک علمی مجلس امام صاحب کے یہاں تھی جس میں مُحدِّث، فقیہ، اہلِ لغت کا مجمع تھا۔ جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اس مجلس میں اس پر بحث ہوتی اور بعض مرتبہ ایک ایک مہینہ بحث رہتی۔ اس کے بعد جب کوئی بات طے ہوتی تو وہ مذہب قرار دی جاتی اور لکھ لی جاتی۔ امام ترمذیؒ کے نام سے کون ناواقف ہوگا۔ احادیث کا کثرت سے یاد کرنا اور یاد رکھنا اُن کی خصوصی شان تھی۔ اور قوتِ حافظہ میں ضَرْبُ الْمَثَل تھے۔ بعض مُحدِّثین نے اُن کا امتحان لیا اور چالیس حدیثیں ایسی سُنائیں جو غیر معروف تھیں۔ امام ترمذیؒ نے فوراً سنادیں۔ خود امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک شیخ کی احادیث کے دو جزو نقل کئے تھے۔ اِتّفاق سے خود ان شیخ سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے درخواست کی کہ وہ دونوں جزو، احادیث کے اُستاذ سے سُن بھی لوں۔ اُنہوں نے قبول کر لیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ جزو میرے پاس ہیں۔ مگر استاذ کی خدمت میں گیا تو بجائے اُن کے دو سادے جزو ہاتھ میں تھے۔ اُستاذ نے سُنانا شروع کیا۔ اِتّفاقاً ان کی نظر پڑی تو میرے ہاتھ میں سادے جزو تھے۔ ناراض ہو کر فرمایا تمھیں شرم نہیں آتی۔ میں نے قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ آپ جو سُناتے ہیں وہ مجھے یاد ہو جاتا ہے۔ اُستاذ کو یقین نہ آیا۔ فرمایا اچھا سناؤ۔ میں نے سب حدیثیں سُنادیں۔ فرمایا کہ یہ تم کو پہلے سے یاد ہوں گی۔ میں نے عرض کیا کہ اور نئی حدیثیں سُنا دیجئے۔ اُنہوں نے چالیس حدیثیں اور سُنادیں۔ میں نے اُن کو بھی فوراً سُنا دیا اور ایک بھی غلطی

نہیں کی۔ محدّثین نے جو جو محنتیں احادیث کے یاد کرنے میں، اُن کو پھیلانے میں کی ہیں اُن کا اتباع تو درکنار اُن کا شمار بھی مشکل ہے۔ قرطمہؒ ایک محدّث ہیں۔ زیادہ مشہور بھی نہیں ہیں۔ اُن کے ایک شاگرد داؤدؒ کہتے ہیں کہ لوگ ابوحاتمؒ وغیرہ کے حافظہ کا ذکر کرتے ہیں۔ میں نے قرطمہؒ سے زیادہ حافظ نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ میں اُن کے پاس گیا۔ کہنے لگے کہ ان کتب میں سے جونسی دل چاہے اُٹھالو میں سُنادوں گا۔ میں نے کتاب الاَشْرِبہ اُٹھائی وہ ہر باب کے اخیر سے اوّل کی طرف پڑھتے گئے اور پوری کتاب سُنادی۔ اَبُوزُرعہؒ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ اسحٰق بن راہویہؒ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ حدیثیں میں نے جمع کی ہیں اور تیس ہزار مجھے ازبر یاد ہیں۔ خفافؒ کہتے ہیں کہ اسحٰقؒ نے گیارہ ہزار حدیثیں اپنی یاد سے ہمیں لکھوائیں اور پھر اُن کو نمبروار سُنایا نہ کوئی حرف کم ہوا نہ زیادہ۔ ابوسعدِ اصبہانی بغدادیؒ سولہ سال کی عمر میں ابونصرؒ کی احادیث سُننے کے لئے بغداد پہنچے۔ راستے میں ان کے انتقال کی خبر سُن کر بے ساختہ رو پڑے۔ چیخیں نکل گئیں کہ ان کی سَنَد کہاں ملے گی۔ اتنا رنج کہ رونے میں چیخیں نکل جائیں جب ہی ہو سکتا ہے جب کسی چیز کا عشق ہو جائے۔ ان کو مسلم شریف پوری حفظ یاد تھی اور حفظ ہی طلبہ کو لکھوایا کرتے تھے۔ گیارہ حج کئے۔ جب کھانا کھانے بیٹھتے تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔ ابوعمر ضریرؒ پیدائشی نابینا تھے مگر حُفّاظ حدیث میں شمار ہیں۔ علم فقہ تاریخ، فرائض، حساب میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ اَبُوالحُسَینؒ اِصفہانی کو بخاری شریف اور مسلم شریف دونوں یاد تھیں۔ بالخصوص بخاری شریف کا تو یہ حال تھا کہ جو کوئی سَنَد پڑھتا اس کا متن یعنی حدیث پڑھ دیتے اور جو متن پڑھتا، اس کی سَنَد پڑھ دیتے تھے۔ شیخ تقیُ الدینؒ بَعلبکی نے چار مہینے میں مسلم شریف تمام حفظ کر لی تھی اور جَمعُ بَینَ الصَّحِیحَین کے بھی حافظ تھے۔ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ قرآن پاک کے بھی حافظ تھے کہتے ہیں کہ سورۂ انعام ساری ایک دن میں حفظ کر لی تھی۔ اِبنُ السُّنِّیؒ امام نسائیؒ کے مشہور شاگرد ہیں۔ حدیث لکھنے میں اخیر تک مشغول رہے۔ اُن کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ میرے والد نے لکھتے لکھتے دوات میں قلم رکھا اور دونوں ہاتھ دُعا کے واسطے اُٹھائے اور اسی حال میں انتقال ہو گیا۔ علامہ ساجیؒ نے بچپن میں فقہ حاصل کیا۔ اس کے بعد علمِ حدیث کا شغل رہا ہرات میں دس برس قیام کیا جس میں چھ مرتبہ ترمذی شریف اپنے ہاتھ سے لکھی۔ اِبنِ مُندہؒ سے غرائب شعبہ پڑھ رہے تھے کہ اسی حال میں اِبنِ مُندہؒ کا عشاء کی نماز کے بعد انتقال ہوا۔ پڑھنے والے سے پڑھانے والے کا ولولۂ علمی قابلِ قدر ہے کہ اخیر وقت تک پڑھاتے رہے۔ اَبُوعمرو خَفّافؒ کو ایک لاکھ حدیثیں اَزبَر تھیں۔ امام بخاریؒ کے استاذ عاصم بن علیؒ جب بغداد پہنچے تو شاگردوں کا اس قدر ہجوم

تھا کہ اکثر ایک لاکھ سے زائد ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اندازہ لگایا گیا تو ایک لاکھ بیس ہزار ہوئے۔ اسی وجہ سے بعض الفاظ کو کئی کئی مرتبہ کہنا پڑتا۔ ان کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ کو چودہ مرتبہ کہنا پڑا۔ ظاہر بات ہے کہ سوا لاکھ آدمیوں کو آواز پہنچانے کے واسطے بعض لفظوں کو کئی کئی مرتبہ کہنا ہی پڑے گا۔ ابو مسلم بصریؒ جب بغداد پہنچے تو ایک بڑے میدان میں حدیث کا درس شروع ہوا، سات آدمی کھڑے ہو کر لکھواتے تھے۔ جس طرح عید کی تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ سبق کے بعد دواتیں شمار کی گئیں تو چالیس ہزار سے زیادہ تھیں اور جو لوگ صرف سُننے والے تھے وہ اُن سے علیحدہ۔ فریابیؒ کی مجلس میں اسی طرح لکھوانے والے تین سو سولہ تھے اس سے مجمع کا اندازہ اپنے آپ ہو جاتا ہے۔ اس محنت اور مشقّت سے یہ پاک علم آج تک زندہ ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے بخاری شریف لکھی ہے جس میں سات ہزار دو سو پچھتر حدیثیں ہیں اور ہر حدیث لکھتے وقت دو رکعت نفل نماز پڑھ کر حدیث لکھی ہے۔ جب یہ بغداد پہنچے تو وہاں کے محدِّثین نے ان کا امتحان لیا، اس طرح کہ دس آدمی متعین ہوئے ان میں سے ہر شخص نے دس دس حدیثیں چھانٹیں ان کو بدل بدل کر ان سے پوچھا۔ یہ ہر سوال کے جواب میں "مجھے معلوم نہیں" کہتے رہے۔ جب دس کے دس پوچھ چکے تو انہوں نے سب سے پہلے پوچھنے والے کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے سب سے پہلی حدیث یہ پوچھی تھی تم نے اس طرح بیان کی یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے دوسری حدیث یہ پوچھی تھی وہ اس طرح تم نے بیان کی یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے غرض اسی طرح سو کی سو حدیثیں ترتیب وار بیان فرما دیں کہ ہر حدیث کو اوّل اس طرح پڑھتے جس طرح امتحان لینے والے نے پڑھا تھا پھر کہتے کہ یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔ امام مسلمؒ نے چودہ برس کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی۔ اسی میں اخیر تک مشغول رہے۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے تین لاکھ احادیث میں سے چھانٹ کر مسلم شریف تصنیف کی ہے جس میں بارہ ہزار حدیثیں ہیں۔ امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث سُنی ہیں جن میں سے انتخاب کر کے سُنَنِ ابو داؤد شریف تصنیف کی ہے جس میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں۔ یوسف مزی مشہور مُحدِّث ہیں۔ اسماء رجال کے امام ہیں۔ اوّل اپنے شہر میں فقہ اور حدیث حاصل کیا۔ اس کے بعد مکّہ مکرّمہ، مدینہ منوّرہ، حلب، حمات، بعلبک وغیرہ کا سفر کیا۔ بہت سی کتابیں اپنے قلم سے لکھیں۔ تہذیبُ الکمال دو سو جلدوں میں تصنیف کی اور کتابُ الأطراف اسّی جلدوں سے زیادہ میں۔ ان کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر چُپ رہتے۔ بات کسی سے بہت ہی کم کرتے تھے۔ اکثر اوقات کتاب کے دیکھنے میں مشغول رہتے تھے۔ حاسدوں کی

عداوت کا شکار بھی بنے مگر انتقام نہیں لیا۔ ان حضرات کے حالات کا احاطہ دشوار ہے۔ بڑی بڑی کتابیں ان کے حالات اور جانفشانیوں کا احاطہ نہیں کرسکیں۔ یہاں نمونہ کے طور پر چند حضرات کے دو چار واقعات کا ذکر اس لئے کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ علمِ حدیث جو آج ساڑھے تیرہ سو برس تک نہایت آب و تاب سے باقی ہے وہ کس محنت اور جانفشانی سے باقی رکھا گیا ہے اور جو لوگ علم حاصل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اپنے آپ کو طالب علم کہتے ہیں وہ کتنی محنت اور مشقت اس کے لئے گوارا کرتے ہیں۔ اگر ہم لوگ یہ چاہیں کہ ہم اپنی عیش و عشرت، راحت و آرام، سیر و تفریح اور دنیا کے دوسرے مشاغل میں لگے رہیں اور حضورؐ کے پاک کلام کا یہ شیوع اسی طرح باقی رہے تو ”ایں خیال است و محال است و جنون“ کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

نواں باب

حضورؐ کی فرماں برداری اور امتثالِ حکم

اور یہ دیکھنا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا منشاء مبارک کیا ہے۔ ویسے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کا ہر فعل فرماں برداری تھا اور گذشتہ قصوں سے بھی یہ بات خوب روشن ہے۔ لیکن خاص طور سے چند قصے اس باب میں اس لئے ذکر کئے جاتے ہیں کہ ہم لوگ اپنی حالتوں کا اس باب سے خاص طور پر مقابلہ کرکے دیکھیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے احکام کی فرمانبرداری کہاں تک کرتے ہیں جس پر ہم لوگ ہر وقت اس کے بھی منتظر رہتے ہیں کہ وہ برکات و ترقیات اور ثمرات جو صحابۂ کرامؓ کو حاصل ہوتے تھے ہمیں بھی حاصل ہوں۔ اگر واقعی ہم لوگ اس چیز کے متمنی ہیں تو ہمیں بھی وہ کرنا چاہیئے جو وہ حضرات کرکے دکھلا گئے ہیں۔

① حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا چادر کو جلا دینا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں ہم لوگ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ تھے۔ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے اوپر ایک چادر تھی جو کُسُم کے رنگ میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے دیکھ کر فرمایا۔ یہ کیا اوڑھ رکھا ہے۔ مجھے اس سوال سے حضورؐ کی ناگواری کے آثار معلوم ہوئے۔ میں گھر والوں کے پاس واپس ہوا تو انہوں نے چولہا جلا رکھا تھا۔ میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی۔ دوسرے روز جب حاضری ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا وہ چادر کیا ہوئی۔ میں نے قصہ سنا دیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنا دی۔ عورتوں کے پہننے میں تو مضائقہ نہ تھا۔[1] ف اگرچہ چادر کے جلانے کی ضرورت نہ تھی مگر جس کے دل میں کسی کی ناگواری اور ناراضی کی چوٹ لگی ہوئی ہو، وہ اتنی سوچ کا مُتحمّل ہی نہیں ہوتا کہ اس کی کوئی اور صورت بھی ہو سکتی ہے۔ ہاں مجھ جیسا نالائق ہوتا، تو نا معلوم کتنے احتمالات پیدا کر لیتا کہ یہ ناگواری کس درجہ کی ہے اور دریافت تو کر لوں اور کوئی صورت اجازت کی بھی ہو سکتی ہے یا نہیں اور حضورؐ نے پوچھا ہی تو ہے منع تو نہیں کیا وغیرہ وغیرہ۔

② انصاریؓ کا مکان کو ڈھا دینا

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک مرتبہ دولت کدہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک قُبّہ (گنبد دار حُجرہ) دیکھا جو اونچا بنا ہوا تھا۔ ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری نے قُبّہ بنایا ہے۔ حضورؐ سُن کر خاموش ہو رہے۔ کسی دوسرے وقت وہ انصاری حاضرِ خدمت ہوئے اور سلام کیا۔ حضورؐ نے اعراض فرمایا، سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ انہوں نے اس خیال سے کہ شائد خیال نہ ہوا ہو، دوبارہ سلام کیا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پھر بھی اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا۔ وہ اس کے کیسے مُتحمّل ہو سکتے تھے۔ صحابہؓ سے جو وہاں موجود تھے۔ دریافت کیا، پوچھا، تحقیق کیا، کہ میں آج حضورؐ کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں، خیر تو ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضورؐ باہر تشریف لے گئے تھے۔ راستہ میں تمہارا قُبّہ دیکھا تھا اور دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا ہے۔ یہ سُن کر وہ انصاری فوراً گئے اور اس کو توڑ کر ایسا زمین کی برابر کر دیا کہ نام و نشان بھی نہ رہا اور پھر آکر عرض بھی نہیں کیا۔ اتفاقاً حضورؐ ہی کا اس جگہ کسی دوسرے موقع پر گذر ہوا تو دیکھا کہ وہ قُبّہ وہاں

[1] ابوداؤد

نہیں ہے۔ دریافت فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا، کہ انصاری نے آنحضرتؐ کے اعراض کا کئی روز ہوئے ذکر کیا تھا۔ ہم نے کہہ دیا تھا کہ تمہارا قبّہ دیکھا ہے۔ انہوں نے آکر اس کو بالکل توڑ دیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو۔[۱] **ف** یہ کمال عشق کی باتیں ہیں ان حضرات کو اس کا تحمّل ہی نہیں تھا، کہ چہرۂ انور کو رنجیدہ دیکھیں یا کوئی شخص اپنے سے حضورؐ کی گرانی کو محسوس کرے۔ ان صحابی رضؓ نے قبّہ کو گرایا اور پھر یہ بھی نہیں گرانے کے بعد جتانے کے طور پر آکر کہتے کہ آپؐ کی خوشی کے واسطے گرا دیا بلکہ جب حضورؐ کا خود ہی اِتّفاق سے ادھر کو تشریف لے جانا ہوا تو ملاحظہ فرمایا۔ حضورؐ کو تعمیر میں روپے کا ضائع کرنا خاص طور سے ناگوار تھا بہت سی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔ خود اَزواجِ مطہّراتؓ کے مکانات کھجور کی ٹہنیوں کے ٹٹے تھے جن پر ٹاٹ کے پردے پڑے رہتے تھے تاکہ اجنبی نگاہ اندر نہ جاسکے۔ ایک مرتبہ حضورؐ کہیں سفر میں تشریف لے گئے۔ حضرت اُمِّ سلمہؓ کو کچھ ثروت حاصل تھی۔ انہوں نے اپنے مکان پر بجائے ٹٹوں کے کچّی اینٹیں لگالیں۔ واپسی پر جب حضورؐ نے ملاحظہ فرمایا تو دریافت کیا کہ یہ کیا کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس میں بے پردگی کا احتمال رہتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بدترین چیز جس میں آدمی کا روپیہ خرچ ہو، تعمیر ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میری والدہ اپنے مکان کی ایک دیوار کو جو خراب ہوگئی تھی درست کر رہے تھے، حضورؐ نے ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ موت اس دیوار کے گرنے سے زیادہ قریب ہے۔[۲]

(۳) صحابہؓ کا سُرخ چادروں کو اُتارنا

حضرت رافع رضؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ سفر میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہم رکاب تھے اور ہمارے اونٹوں پر چادریں پڑی ہوئی تھیں جن میں سُرخ ڈورے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ سُرخی تم پر غالب ہوتی جاتی ہے۔ حضورؐ کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ ہم لوگ ایک دم ایسے گھبرا کے اُٹھے کہ ہمارے بھاگنے سے اُونٹ بھی اِدھر اُدھر بھاگنے لگے اور ہم نے فوراً سب چادریں اونٹوں سے اُتار لیں۔[۳] **ف** صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْن کی زندگی میں اس قسم کے واقعات کوئی اہمیّت نہیں رکھتے۔ ہاں ہماری زندگی کے اعتبار سے ان پر تعجّب ہوتا ہے۔ ان حضرات کی عام زندگی ایسی ہی تھی، عُروہ بن مسعود جب صلحِ حُدَیبیہ میں جس کا قصہ باب ۱ کے ۳ پر گذرا کفّار کی طرف سے قاصد کی حیثیت سے آئے تھے تو مسلمانوں کی حالت کا بڑی غور سے مطالعہ کیا تھا اور مکّہ واپس جاکر کفّار سے کہا تھا کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں قاصد بن کر گیا ہوں

[۱] [۲] [۳] ابوداؤد

فارس، روم اور حبشہ کے بادشاہوں سے ملا ہوں۔ میں نے کسی بادشاہ کے یہاں یہ بات نہیں دیکھی کہ اس کے درباری اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی جماعت ان کی تعظیم کرتی ہے۔ کبھی ان کا بلغم زمین پر گرنے نہیں دیتی، وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے اور وہ اس کو منہ اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو ہر شخص دوڑتا ہے کہ تعمیل کرے۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی بدن پر ملنے اور لینے کے واسطے ایسے دوڑتے ہیں گویا آپس میں جنگ وجدل ہو جاوے گا اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب چپ ہو جاتے ہیں۔ کوئی شخص ان کی طرف عظمت کی وجہ سے نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔[۱]

(۴) حضرت وائلؓ کا ذُباب کے لفظ سے بال کٹوا دینا

وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حاضرِ خدمت ہوا۔ میرے سر کے بال بہت بڑھے ہوئے تھے میں سامنے آیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا ذُباب ذُباب۔ میں یہ سمجھا کہ میرے بالوں کو ارشاد فرمایا۔ میں واپس گیا اور ان کو کٹوا دیا۔ جب دوسرے دن خدمت میں حاضری ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ میں نے تمھیں نہیں کہا تھا لیکن یہ اچھا کیا۔[۲] ف ذُباب کے معنی منحوس کے بھی ہیں اور بُری چیز کے بھی۔ یہ اشاروں پر مر مٹنے کی بات ہے کہ منشاء سمجھنے کے بعد خواہ وہ غلط ہی سمجھا ہو اس کی تعمیل میں دیر نہ ہوتی تھی۔ یہاں حضورؐ نے ارشاد بھی فرما دیا کہ تم کو نہیں کہا تھا مگر یہ چونکہ اپنے متعلق سمجھے اس لئے کیا مجال تھی کہ دیر ہوتی۔ ابتدائے اسلام میں نماز میں بولنا جائز تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حاضرِ خدمت ہوئے، حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے حسبِ معمول سلام کیا چونکہ نماز میں بولنا منسوخ ہو چکا تھا۔ حضورؐ نے جواب نہ دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے جواب نہ دینے سے نئی اور پرانی باتیں یاد آ کر مختلف خیالات نے مجھے آگھیرا۔ کبھی سوچتا فلاں بات سے ناراضی ہوئی۔ کبھی خیال کرتا کہ فلاں بات پیش آئی۔ آخر حضورؐ نے جب سلام پھیرا اور ارشاد فرمایا کہ نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا ہے اس لئے میں نے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ تب جان میں جان آئی۔

(۵) حضرت سُہیلؓ بن حنظلیہ کی عادت اور خُریمؓ کا بال کٹوا دینا

دمشق میں سُہیلؓ بن حنظلیہ نامی ایک صحابی رہا کرتے تھے جو نہایت یکسو تھے۔ بہت کم کسی سے

[۱] بخاری [۲] ابوداؤد

ملتے جلتے تھے اور کہیں آتے جاتے نہ تھے۔ دن بھر نماز میں مشغول رہتے یا تسبیح اور وظائف میں مسجد میں آتے جاتے۔ راستہ میں حضرت ابُوالدرداء رضی اللہ عنہم پر جو مشہور صحابی ہیں گذر ہوتا۔ ابُوالدرداءؓ فرماتے کہ کوئی کلمہ خیر سناتے جاؤ تمہیں کوئی نقصان نہیں ہمیں نفع ہو جائے گا۔ تو وہ کوئی واقعہ حضورؐ کے زمانہ کا یا کوئی حدیث سُنا دیتے۔ ایک مرتبہ اسی طرح جا رہے تھے۔ ابُوالدرداءؓ نے معمول کے موافق درخواست کی کہ کوئی کلمہ خیر سُناتے جائیں۔ کہنے لگے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خُرَیم اَسَدی اچھا آدمی ہے۔ اگر دو باتیں نہ ہوں۔ ایک سر کے بال بہت بڑے رہتے ہیں دوسرے لنگی ٹخنوں کے نیچے باندھتا ہے۔ ان کو حضورؐ کا یہ ارشاد پہنچا فوراً چاقو لے کر بال کانوں کے نیچے سے کاٹ دیئے اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کر دی[۱]۔ **ف** بعض روایات میں آیا ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان دونوں باتوں کو ارشاد فرمایا اور انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اب سے نہ ہوں گی۔ مگر دونوں روایتوں میں کچھ اشکال نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ خود ان سے بھی ارشاد فرمایا ہو اور غیبت میں بھی ارشاد فرمایا ہو جو سُننے والے نے اُن سے جا کر عرض کر دیا۔

(۶) حضرت ابن عمرؓ کا اپنے بیٹے سے نہ بولنا

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دے دیا کرو۔ ابن عمرؓ کے ایک صاحبزادہ نے عرض کیا کہ ہم تو اجازت نہیں دے سکتے۔ کیونکہ وہ اس کو آئندہ چل کر بہانہ بنا لیں گی آزادی اور فساد و آوارگی کا۔ حضرت ابن عمرؓ بہت ناراض ہوئے۔ بُرا بھلا کہا اور فرمایا کہ میں تو حضورؐ کا ارشاد سُناؤں اور تو کہے کہ اجازت نہیں دے سکتے۔ اس کے بعد سے ہمیشہ کے لئے ان صاحبزادے سے بولنا چھوڑ دیا[۲]۔ **ف** صاحبزادہ کا یہ کہنا کہ فساد کا حیلہ بنا لیں گی، اپنے زمانہ کی حالت کو دیکھ کر تھا۔ اسی وجہ سے خود حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ اگر حضورؐ اس زمانہ کی عورتوں کا حال دیکھتے تو ضرور عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرما دیتے حالانکہ حضرت عائشہؓ کا زمانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ زیادہ بعد کا نہیں لیکن اس کے باوجود حضرت ابن عمرؓ کو اس کا تحمل نہیں ہو سکا کہ حضورؐ کے ارشاد کو سُن کر اس میں کوئی تردد یا تامل کیا جائے اور صرف اس بات پر کہ حضورؐ کے ارشاد پر انہوں نے انکار کیا عمر بھر نہیں بولے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

[۱] ابوداؤد [۲] مسلم، ابوداؤد

کو بھی اس میں دقتیں اٹھانا پڑیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاک ارشاد کی اہمیت کی وجہ سے جو ان کی جان تھی، مسجد سے روکنا بھی مشکل تھا اور زمانہ کے فساد کی وجہ سے جس کا اندیشہ اسی وقت سے شروع ہو گیا تھا، اجازت بھی مشکل تھی چنانچہ حضرت عاتکہؓ جن کے کئی نکاح ہوئے جن میں سے حضرت عمرؓ سے بھی ہوا وہ مسجد میں تشریف لے جاتی تھیں اور حضرت عمرؓ کو گراں ہوتا تھا۔ کسی نے ان کو کہا کہ عمرؓ کو گراں ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ان کو گراں ہے تو منع کر دیں حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد حضرت زُبیرؓ سے نکاح ہوا۔ ان کو بھی یہ چیز گراں تھی مگر روکنے کی ہمت نہ ہوئی۔ تو ایک مرتبہ عشاء کی نماز کے لئے یہ جہاں کو جاتی تھیں، راستہ میں بیٹھ گئے اور جب یہ پاس کو گذریں تو ان کو چھیڑا خاوند تھے اس لئے ان کو تو جائز تھا ہی مگر ان کو خبر نہ ہوئی۔ اندھیرا تھا کہ یہ کون ہیں۔ اس کے بعد سے انہوں نے جانا چھوڑ دیا۔ دوسرے وقت حضرت زُبیرؓ نے پوچھا کہ مسجد میں کیوں جانا چھوڑ دیا۔ کہنے لگیں کہ اب زمانہ نہیں رہا۔

(۷) حضرت ابنِ عمرؓ سے سُوال کہ نماز قصر قرآن میں نہیں

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ قرآن شریف میں مُقیم کی نماز کا بھی ذکر ہے اور خوف کی نماز کا بھی، مسافر کی نماز کا ذکر نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ برادر زادہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نبی بنا کر بھیجا۔ ہم لوگ انجان تھے کچھ نہیں جانتے تھے۔ بس جو ہم نے ان کو کرتے دیکھا وہ کریں گے۔[۱] ف مقصود یہ ہے کہ ہر مسئلہ کا صراحۃً قرآن شریف میں ہونا ضروری نہیں عمل کے واسطے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ثابت ہو جانا کافی ہے۔ خود حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ مجھے قرآن شریف عطا ہوا اور اس کے برابر اور احکام دیئے گئے۔ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ پیٹ بھرے لوگ اپنے گدّوں پر بیٹھ کر کہیں گے کہ بس قرآن شریف کو مضبوط پکڑ لو جو اس میں احکام ہیں ان پر عمل کرو۔[۲] ف پیٹ بھرے سے مراد یہ ہے کہ اس قسم کے فاسد خیال دولت کے نشہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔

(۸) حضرت ابنِ مُغَفَّلؓ کا خذف کی وجہ سے کلام چھوڑ دینا

عبد اللہ بن مُغَفَّل کا ایک نوعمر بھتیجہ خَذف سے کھیل رہا تھا۔ انہوں نے دیکھا اور فرمایا کہ

[۱] شفا [۲] ابو داؤد

برادرزادہ ایسا نہ کرو۔ حضورؐ نے اِرشاد فرمایا کہ اس سے فائدہ کچھ نہیں۔ نہ شکار ہوسکتا ہے اور نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جاسکتا ہے اور اِتّفاقاً کسی کے لگ جائے تو آنکھ پھوٹ جائے، دانت ٹوٹ جائے۔ بھتیجہ کم عمر تھا۔ اس نے جب چچا کو غافل دیکھا تو پھر کھیلنے لگا۔ انہوں نے دیکھ لیا۔ فرمایا کہ میں تجھے حضورؐ کا اِرشاد سُناتا ہوں۔ تو پھر اسی کام کو کرتا ہے۔ خدا کی قسم تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ ایک دوسرے قِصّہ میں اس کے بعد ہے خدا کی قسم نہ تیرے جنازہ میں شریک ہوں گا۔ نہ تیری عیادت کروں گا۔[۱] ف خَذَف اس کو کہتے ہیں کہ انگوٹھے پر چھوٹی سی کنکری رکھ کر اس کو اُنگلی سے پھینک دیا جائے۔ بچوں میں عام طور سے اس طرح کھیلنے کا مرض ہوتا ہے وہ ایسا تو ہوتا نہیں کہ اس سے شکار ہوسکے۔ ہاں آنکھ میں کسی کے اِتفاقاً لگ جائے تو اس کو زخمی کر ہی دے۔ حضرت عبداللہ بن مُغَفّلؓ کو اس کا تحمّل نہ ہوسکا کہ حضورؐ کا اِرشاد سُنانے کے بعد بھی وہ بچہ اس کام کو کرے۔ ہم لوگ صبح سے شام تک حضورؐ کے کتنے اِرشادات سُنتے ہیں اور ان کا کتنا اِہتمام کرتے ہیں۔ ہر شخص خود ہی اپنے مُتعلق فیصلہ کرسکتا ہے۔

(۹) حضرت حکیم بن حزامؓ کا سُوال نہ کرنے کا عہد

حکیم بن حزامؓ ایک صحابی ہیں۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ طلب کیا۔ حضورؐ نے عطا فرمایا پھر کسی موقع پر کچھ مانگا۔ حضورؐ نے پھر مرحمت فرمادیا۔ تیسری دفعہ پھر سُوال کیا۔ حضورؐ نے عطا فرمادیا اور یہ اِرشاد فرمایا کہ حکیم یہ مال سبز باغ ہے۔ ظاہر میں بڑی میٹھی چیز ہے مگر اُس کا دستور یہ ہے کہ اگر یہ دل کے اِستغناء سے ملے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور اگر طمع اور لالچ سے حاصل ہو تو اس میں برکت نہیں ہوتی ایسا ہو جاتا ہے (جیسے جُوعُ البَقَر کی بیماری ہو) کہ ہر وقت کھائے جائے اور پیٹ نہ بھرے۔ حکیمؓ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے بعد اب کسی کو نہیں ستاؤں گا۔ اس کے بعد حضرت اَبُوبکر صِدّیق رضؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں حکیمؓ کو بیت المال سے کچھ عطا فرمانے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں بار بار اِصرار کیا مگر اُنہوں نے انکار ہی فرمادیا۔[۲] ف یہی وجہ ہے کہ آجکل ہم لوگوں کے مالوں میں برکت نہیں ہوتی کہ لالچ اور طمع میں گھرے رہتے ہیں۔

[۱] ابن ماجہ۔ دارمی [۲] بخاری

(۱۰) حضرت حُذَیفہؓ کا جاسوسی کے لئے جانا

حضرت حُذَیفہؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں ہماری ایک طرف تو مکّہ کے کُفّار اور ان کے ساتھ دوسرے کافروں کے بہت سے گروہ تھے جو ہم پر چڑھائی کر کے آئے تھے اور حملہ کے لئے تیار تھے اور دوسری طرف خود مدینہ منوّرہ میں بنُو قُریظہ کے یہود ہماری دشمنی پر تُلے ہوئے تھے جن سے ہر وقت اندیشہ تھا کہ کہیں مدینہ منوّرہ کو خالی دیکھ کر وہ ہمارے اہل و عیال کو بالکل ختم نہ کر دیں۔ ہم لوگ مدینہ منوّرہ سے باہر لڑائی کے سلسلہ میں پڑے ہوئے تھے۔ منافقوں کی جماعت گھر کے خالی اور تنہا ہونے کا بہانہ کر کے اجازت لے کر اپنے گھروں کو واپس جا رہی تھی اور حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہر اجازت مانگنے والے کو اجازت مرحمت فرما دیتے تھے۔ اسی دوران میں ایک رات آندھی اس قدر شدّت سے آئی کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنی آئی اور نہ اس کے بعد۔ اندھیرا اس قدر زیادہ کہ آدمی کو پاس والا آدمی تو کیا، اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا تھا اور ہوا اتنی سخت کہ اس کا شور بجلی کی طرح گرج رہا تھا۔ مُنافِقین اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ ہم تین سَو کا مجمع اسی جگہ تھا۔ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک ایک کا حال دریافت فرما رہے تھے اور اسی اندھیری میں ہر طرف تحقیقات فرما رہے تھے۔ اتنے میں میرے پاس کو حضورؐ کا گذر ہوا۔ میرے پاس نہ تو دشمن سے بچاؤ کے واسطے کوئی ہتھیار، نہ سردی سے بچاؤ کے لئے کوئی کپڑا، صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی جو اوڑھنے میں گھٹنوں تک آتی تھی اور وہ بھی میری نہیں بیوی کی تھی۔ میں اس کو اوڑھے ہوئے گھٹنوں کے بَل زمین سے چمٹا ہوا بیٹھا تھا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کون ہے۔ میں نے عرض کیا حُذَیفہ مگر مجھ سے سردی کے مارے اُٹھا بھی نہ گیا اور شرم کے مارے زمین سے چمٹ گیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اُٹھ کھڑا ہو اور دشمنوں کے جتھے میں جا کر ان کی خبر لا کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں اس وقت گھبراہٹ خوف اور سردی کی وجہ سے سب سے زیادہ خستہ حال تھا۔ مگر تعمیلِ ارشاد میں اُٹھ کر فوراً چل دیا۔ جب میں جانے لگا تو حضورؐ نے دعا دی۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْہُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ وَمِنْ فَوْقِہٖ وَمِنْ تَحْتِہٖ۔ "یا اللہ آپ اس کی حفاظت فرمائیں سامنے سے اور پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے، اوپر سے اور نیچے سے۔" حُذَیفہؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ گویا مجھ سے خوف اور سردی بالکل ہی جاتی رہی اور ہر ہر قدم

پر یہ معلوم ہوتا تھا گویا گرمی میں چل رہا ہوں۔ حضورؐ نے چلتے وقت یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی حرکت نہ کر کے آئیو۔ چپ چاپ دیکھ کر آجاؤ کہ کیا ہو رہا ہے میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آگ جل رہی ہے اور لوگ سینک رہے ہیں۔ ایک شخص آگ پر ہاتھ سینکتا ہے اور کوکھ پر پھیر لیتا ہے اور ہر طرف سے واپس چلو واپس چلو کی آوازیں آرہی ہیں۔ ہر شخص اپنے قبیلہ والوں کو آواز دے کر کہتا ہے کہ واپس چلو اور ہوا کی تیزی کی وجہ سے چاروں طرف سے پتھر ان کے خیموں پر برس رہے تھے۔ خیموں کی رسیاں ٹوٹتی جاتی تھیں اور گھوڑے وغیرہ جانور ہلاک ہو رہے تھے۔ ابوسفیان جو ساری جماعتوں کا اس وقت گویا سردار بن رہا تھا آگ پر سینک رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ موقع اچھا ہے اس کو نمٹاتا چلوں۔ ترکش میں سے تیر نکال کر کمان میں بھی رکھ لیا مگر پھر حضورؐ کا ارشاد یاد آیا کہ کوئی حرکت نہ کیجیو دیکھ کر چلے آنا۔ اس لئے میں نے تیر کو ترکش میں رکھ دیا۔ ان کو شبہ ہو گیا کہنے لگے۔ تم میں سے کوئی جاسوس ہے ہر شخص اپنے برابر والے کا ہاتھ پکڑ لے۔ میں نے جلدی سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔ تو کون؟ وہ کہنے لگا۔ سبحان اللہ تو مجھے نہیں جانتا میں فلاں ہوں۔ میں وہاں سے واپس آیا۔ جب آدھے راستہ پر تھا تو تقریباً بیس سوار عمامہ باندھے ہوئے مجھے ملے۔ انہوں نے کہا۔ اپنے آقا سے کہہ دینا کہ اللہ نے دشمنوں کا انتظام کر دیا، بے فکر رہیں۔ میں واپس پہنچا تو حضورؐ ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ ہمیشہ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو حضورؐ نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے تھے۔ نماز سے فراغت پر میں نے وہاں کا جو منظر دیکھا تھا عرض کر دیا۔ جاسوس کا قصہ سن کر دندان مبارک چمکنے لگے۔ حضورؐ نے مجھے اپنے پاؤں مبارک کے قریب لٹا لیا اور اپنی چادر کا ذرا سا حصہ مجھ پر ڈال دیا۔ میں نے اپنے سینے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے چمٹا لیا۔ [1]

ف ان ہی حضرات کا یہ حصہ تھا اور ان ہی کو زیبا تھا کہ اس قدر سختیوں اور دقتوں کی حالت میں بھی تعمیلِ ارشاد تن، من جان مال سب سے زیادہ عزیز تھی۔ اللہ جل شانہٗ بلا استحقاق اور بلا اہلیت مجھ ناپاک کو بھی اُن کے اتباع کا کوئی حصہ نصیب فرما دیں تو زہے قسمت۔

[1] درمنثور

دسواں بابؒ

عورتوں کا دینی جذبہ

حقیقت یہ ہے کہ اگر عورتوں میں دین کا شوق اور نیک اعمال کا جذبہ پیدا ہو جائے تو اولاد پر اس کا اثر ضروری ہے۔ اس کے برخلاف ہمارے زمانہ میں اولاد کو شروع ہی سے ایسے ماحول میں رکھا جاتا ہے جس میں اُس پر دین کے خلاف اثر پڑے یا کم از کم یہ کہ دین کی طرف سے بے توجہی پیدا ہو جائے۔ جب ایسے ماحول میں ابتدائی زندگی گذرے گی تو اس سے جو نتائج پیدا ہوں گے وہ ظاہر ہیں۔

(۱) تسبیحات حضرت فاطمہؓ

حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمھیں اپنا اور فاطمہ رضؓ کا جو حضورؐ کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھیں قصہ سناؤں۔ شاگرد نے کہا ضرور۔ فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں جس کی وجہ سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے تھے اور خود پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں جس کی وجہ سے سینہ پر مشک کی رسی کے نشان پڑ گئے تھے اور گھر کی جھاڑو وغیرہ بھی خود ہی دیتی تھیں جس کی وجہ سے تمام کپڑے میلے کچیلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس کچھ غلام باندیاں آئیں۔ میں نے فاطمہ رضؓ سے کہا کہ تم بھی جاکر حضورؐ سے ایک خدمت گار مانگ لو تاکہ تم کو کچھ مدد مل جاوے۔ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ وہاں مجمع تھا اور شرم مزاج میں بہت زیادہ تھی۔ اس لئے شرم کی وجہ سے سب کے سامنے باپ سے بھی مانگتے ہوئے شرم آئی۔ واپس آگئیں۔ دوسرے دن حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خود تشریف لائے۔ اِرشاد فرمایا کہ فاطمہ کل تم کس کام کے لئے گئی تھیں۔ وہ شرم کی وجہ سے چپ ہو گئیں۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ان کی یہ حالت ہے کہ چکی کی وجہ سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے اور مشک کی وجہ سے سینہ پر رسّی کے نشان ہو گئے ہر وقت کے کاروبار

کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں۔ میں نے ان سے کل کہا تھا کہ آپ کے پاس خادم آئے ہوئے ہیں ایک یہ بھی مانگ لیں اس لئے گئی تھیں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے اور علیؓ کے پاس ایک ہی بستر ہے اور وہ بھی مینڈھے کی ایک کھال ہے۔ رات کو اس کو بچھا کر سوجاتے ہیں، صبح کو اسی پر گھاس دانہ ڈال کر اونٹ کو کھلاتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹی صبر کر۔ حضرت موسیٰؑ اور ان کی بیوی کے پاس دس برس تک ایک ہی بچھونا (بسترہ) تھا۔ وہ بھی حضرت موسیٰؑ کا چوغہ تھا۔ رات کو اسی کو بچھا کر سوجاتے تھے۔ تو تقویٰ حاصل کر اور اللہ سے ڈر اور اپنے پروردگار کا فریضہ ادا کرتی رہ اور گھر کے کاروبار کو انجام دیتی رہ اور جب سونے کے واسطے لیٹا کرے تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ، الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے زیادہ اچھی چیز ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے راضی ہوں[۱]۔ **ف** یعنی جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا میرے بارہ میں ہو مجھے بخوشی منظور ہے۔ یہ تھی زندگی دوجہان کے بادشاہ کی بیٹی کی۔ آج ہم لوگوں میں سے کسی کے پاس دو پیسہ ہو جائیں تو اس کے گھر والے گھر کا کام کاج درکنار اپنا کام بھی نہ کرسکیں۔ پاخانہ میں لوٹا بھی ماما ہی رکھ کر آئے۔ اس واقعہ میں جو اوپر ذکر کیا گیا صرف سونے کے وقت کا ذکر ہے دوسری حدیثوں میں ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ یہ تینوں کلمے اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بھی آیا ہے۔

(۲) حضرت عائشہؓ کا صدقہ

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں دو گونین درہموں کی بھر کر پیش کی گئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درہم تھے۔ حضرت عائشہؓ نے طباق منگایا اور ان کو بھر بھر کر تقسیم فرمانا شروع کر دیا اور شام تک سب ختم کر دیئے۔ ایک درہم بھی باقی نہ چھوڑا۔ خود روزہ دار تھیں۔ افطار کے وقت باندی سے کہا کہ افطار کے لئے کچھ لے آؤ۔ وہ ایک روٹی اور زیتون کا تیل لے آئیں اور عرض کرنے لگیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ ایک درہم کا گوشت ہی منگا لیتیں۔ آج ہم روزہ گوشت سے افطار کر لیتے۔ فرمانے لگیں۔ اب طعن دینے سے کیا ہوتا ہے۔ اس وقت یاد دلاتی تو میں منگا لیتی[۲]۔

ف حضرت عائشہؓ کی خدمت میں اس نوع کے نذرانہ امیر معاویہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ حضرات کی طرف سے پیش کئے جاتے تھے۔ کیونکہ وہ زمانہ فتوحات کی کثرت کا تھا۔

[۱] ابوداؤد [۲] تذکرہ

مکانوں میں غلہ کی طرح سے اشرفیوں کے انبار پڑے رہتے تھے اور اس کے باوجود اپنی زندگی نہایت سادہ اور نہایت معمولی گذاری جاتی تھی حتّٰی کہ افطار کے واسطے بھی ماما کے یاد دلانے کی ضرورت تھی، پچیس ہزار روپے کے قریب تقسیم کر دیا اور یہ خیال بھی نہ آیا کہ میرا روزہ ہے اور گوشت بھی منگانا ہے آج کل اس قسم کے واقعات اتنے دور ہو گئے ہیں کہ خود واقعہ کے سچّا ہونے میں تردّد ہونے لگا لیکن اُس زمانہ کی عام زندگی جن لوگوں کی نظر میں ہے۔ ان کے نزدیک یہ اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات کچھ بھی تعجّب کی چیز نہیں۔ خود حضرت عائشہؓ کے بہت سے واقعات اس کے قریب قریب ہیں۔ ایک دفعہ روزہ دار تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایک فقیر نے آکر سُوال کیا۔ خادمہ سے فرمایا کہ وہ روٹی اس کو دیدو۔ اُس نے عرض کیا کہ افطار کے لئے گھر میں کچھ بھی نہیں۔ فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ وہ روٹی اس کو دے دو۔ اس نے دیدی۔[۱] ایک مرتبہ ایک سانپ مار دیا۔ خواب میں دیکھا کوئی کہتا ہے کہ تم نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔ فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا تو حضورؐ کی بیویوں کے یہاں نہ آتا۔ اس نے کہا۔ مگر پردے کی حالت میں آیا تھا۔ اس پر گھبرا کر آنکھ کھل گئی اور بارہ ہزار درہم جو ایک آدمی کا خون بہا ہوتے ہیں صدقے کئے۔ عُروۃؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ ستّر ہزار درہم صدقہ کئے اور اپنے کرتہ میں پیوند لگ رہا تھا۔[۲]

۳ حضرت ابنِ زبیرؓ کا حضرت عائشہؓ کو صدقہ سے روکنا

حضرت عبداللہ بن زُبیرؓ، حضرت عائشہؓ کے بھانجے تھے اور وہ ان سے بہت محبّت فرماتی تھیں انہوں نے ہی گویا بھانجے کو پالا تھا۔ حضرت عائشہؓ کی اس فیاضی سے پریشان ہو کر کہ خود تکلیفیں اُٹھائیں اور جو آئے وہ فوراً خرچ کر دیں، ایک دفعہ کہہ دیا کہ خالہ کا ہاتھ کسی طرح روکنا چاہیئے۔ حضرت عائشہؓ کو بھی یہ فقرہ پہنچ گیا۔ اس پر ناراض ہو گئیں کہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے اور ان سے نہ بولنے کی نذر کے طور پر قسم کھائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خالہ کی ناراضی کا بہت صدمہ ہوا۔ بہت سے لوگوں سے سفارش کرائی۔ مگر انہوں نے اپنی قسم کا عذر فرما دیا۔ آخر جب عبداللہ بن زُبیرؓ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ننھیال کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ لے گئے وہ دونوں حضرات اجازت لے کر اندر گئے۔ یہ بھی چھپ کر ساتھ ہو لئے۔ جب وہ دونوں پردہ کے پیچھے بیٹھے اور حضرت عائشہؓ پردہ کے اندر بیٹھ کر بات چیت

[۱] موطا [۲] طبقات

فرمانے لگیں تو یہ جلدی سے پردہ میں چلے گئے اور جاکر خالہ سے لپٹ گئے اور بہت روئے اور خوشامد کی۔ وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضورؐ کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو ممانعت اس کی آئی ہے وہ سناتے رہے جس کی وجہ سے حضرت عائشہؓ ان احادیث میں جو ممانعت اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے پر جو عتاب وارد ہوا۔ اس کی تاب نہ لاسکیں اور رونے لگیں۔ آخر معاف فرمادیا اور بولنے لگیں۔ لیکن اپنی اس قسم کے کفارہ میں بار بار غلام آزاد کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کئے اور جب بھی اس قسم توڑنے کا خیال آجاتا۔ اتنا روتیں کہ دوپٹہ تک آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔[1] اف۔ ہم لوگ صبح سے شام تک کتنی قسمیں ایک سانس میں کھا لیتے ہیں اور پھر اس کی کتنی پرواہ کرتے ہیں۔ اس کا جواب اپنے ہی سوچنے کا ہے۔ دوسرا شخص کون ہر وقت پاس رہتا ہے جو بتاوے لیکن جن لوگوں کے ہاں اللہ کے نام کی وقعت ہے۔ اور اللہ سے عہد کر لینے کے بعد پورا کرنا ضروری ہے۔ ان سے پوچھو کہ عہد کے پورا نہ ہونے سے دل پر کیا گذرتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو جب یہ واقعہ یاد آتا تھا تو بہت زیادہ روتی تھیں۔

(۴) حضرت عائشہؓ کی حالت اللہ کے خوف سے

حضرت عائشہؓ سے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو جتنی محبت تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ حتیٰ کہ جب حضورؐ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے تو آپؐ نے فرمایا عائشہؓ سے۔ اس کے ساتھ ہی مسائل سے اتنی زیادہ واقف تھیں کہ بڑے بڑے صحابہؓ مسائل کی تحقیق کے لئے آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام ان کو سلام کرتے تھے۔ جنت میں بھی حضرت عائشہؓ کو حضورؐ کی بیوی ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ منافقوں نے آپؓ پر تہمت لگائی تو قرآن شریف میں آپؓ کی براءۃ نازل ہوئی۔ خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دس خصوصیات مجھ میں ایسی ہیں کہ کوئی دوسری بیوی اُن میں شریک نہیں۔ ابن سعدؒ نے ان کو مفصل نقل کیا ہے۔ صدقہ کی کیفیت پہلے قصوں سے معلوم ہو ہی چکی لیکن ان سب باتوں کے باوجود اللہ کے خوف کا یہ حال تھا۔ فرمایا کرتی تھیں کہ کاش میں درخت ہی ہو جاتی کہ تسبیح کرتی رہتی اور کوئی آخرت کا مطالبہ مجھ سے نہ ہوتا۔ کاش میں پتھر ہوتی۔ کاش میں مٹی کا ڈلا ہوتی۔ کاش میں پیدا ہی نہ ہوتی۔ کاش میں درخت کا پتا ہوتی۔ کاش میں کوئی

[1] بخاری

گھاس ہوتی ہے[1] ف اللہ کے خوف کا یہ منظر دوسرے باب کے پانچویں چھٹے قصہ میں بھی گذر چکا ہے۔ ان حضرات کی یہ عام حالت تھی۔ اللہ سے ڈرنا انہیں کا حصہ تھا۔

(۵) حضرت اُمِّ سلمہؓ کے خاوند کی دُعا اور ہجرت

اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت اَبُو سلمہؓ صحابی کے نکاح میں تھیں۔ دونوں میں بہت ہی زیادہ محبت اور تعلق تھا۔ جس کا اندازہ اس قصہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ اُمِّ سلمہؓ نے اَبُو سلمہؓ سے کہا کہ میں نے یہ سُنا ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں جنتی ہوں اور عورت[2] مرد کے بعد کسی سے نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنت میں اُسی مرد کو ملے گی۔ اسی طرح اگر مرد دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اس کو ملے گی۔ اس لئے لاؤ ہم اور تم دونوں عہد کرلیں کہ ہم میں سے جو پہلے مر جائے وہ دوسرا نکاح نہ کرے۔ اَبُو سلمہؓ نے کہا کہ تم میرا کہنا مان لو گی۔ اُمِّ سلمہؓ نے کہا کہ میں تو اسی واسطے مشورہ کر رہی ہوں کہ تمہارا کہنا مانوں۔ اَبُو سلمہؓ نے کہا کہ تو میرے بعد تم نکاح کر لینا۔ پھر دُعا کی کہ یا اللہ میرے بعد اُمِّ سلمہؓ کو مجھ سے بہتر خاوند عطا فرما جو نہ اس کو رنج پہنچائے اور نہ تکلیف دے۔ ابتدائے اسلام میں دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی ہجرت ساتھ ہی کی۔ اس کے بعد وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی۔ جس کا مفصل قصہ خود اُمِّ سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب اَبُو سلمہؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنے اونٹ پر سامان لادا اور مجھے اور میرے بیٹے سلمہؓ کو سوار کرایا اور خود اونٹ کی نکیل ہاتھ میں لے کر چلے۔ میرے میکے کے لوگوں بنو مغیرہ نے دیکھ لیا۔ انہوں نے اَبُو سلمہؓ سے کہا کہ تم اپنی ذات کے بارے میں تو آزاد ہو سکتے ہو مگر ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ کیوں جانے دیں، کہ یہ شہر در شہر پھرے۔ یہ کہہ کر اونٹ کی نکیل اَبُو سلمہؓ کے ہاتھ سے چھین لی اور مجھے زبردستی واپس لے آئے۔ میرے سسرال کے لوگ بنو عبد الاسد کو جو اَبُو سلمہؓ کے رشتہ دار تھے جب اس قصہ کی خبر ملی تو وہ میرے میکہ والوں بنو مغیرہ سے جھگڑنے لگے کہ تمہیں اپنی لڑکی کا تو اختیار ہے مگر ہم اپنے لڑکے سلمہؓ کو تمہارے پاس کیوں چھوڑدیں جب کہ تم نے اپنی لڑکی کو اس کے خاوند کے

---

[1] بخاری [2] اگر عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرے تو اس میں دو حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ دوسرے کو ملے گی اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اس کو اختیار دیدیا جاوے گا کہ جس خاوند کے پاس رہنا چاہے اس کو اختیار کرلے۔ یہ دوسری حدیث زیادہ مشہور ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن عورتوں کے دونوں خاوند برابر ہوں ان کے حق میں پہلی حدیث ہو۔ اس بارہ میں بھی روایات مختلف ہیں کہ ہر شخص کو کتنی بیبیاں ملیں گی۔

پاس نہیں چھوڑا اور یہ کہہ کر میرے لڑکے سَلَمہؓ کو بھی مجھ سے چھین لیا۔ اب میں اور میرا لڑکا اور میرا شوہر تینوں جدا جدا ہو گئے۔ خاوند تو مدینہ چلے گئے۔ میں اپنے میکہ میں رہ گئی اور بیٹا اپنی ددھیال میں پہنچ گیا۔ میں روز میدان میں نکل جاتی اور شام تک رویا کرتی۔ اسی طرح پورا ایک سال مجھے روتے گذر گیا۔ نہ میں خاوند کے پاس جا سکی نہ بچہ مجھے مل سکا۔ ایک دن میرے ایک چچازاد بھائی نے میرے حال پر ترس کھا کر اپنے لوگوں سے کہا کہ تمہیں اس مسکینہ پر ترس نہیں آتا کہ اس کو بچہ اور خاوند سے تم نے جدا کر رکھا ہے اس کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ غرض میرے چچازاد بھائی نے کہہ سُن کر اس بات پر ان سب کو راضی کر لیا۔ انہوں نے مجھے اجازت دے دی کہ تو اپنے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہے تو چلی جا۔ یہ دیکھ کر بنُو عبد الاَسَد نے بھی لڑکا دے دیا میں نے ایک اونٹ تیار کیا اور بچہ گود میں لیکر اونٹ پر تنہا سوار ہو کر مدینہ کو چل دی۔ تین چار میل چلی تھی کہ تنعیم میں عثمان بن طلحہ مجھے ملے۔ مجھ سے پوچھا کہ اکیلی کہاں جا رہی ہو۔ میں نے کہا کہ اپنے خاوند کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔ انھوں نے کہا کوئی تمھارے ساتھ نہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑی اور آگے آگے چل دیئے۔ خدا پاک کی قسم مجھے عثمان سے زیادہ شریف آدمی کوئی نہیں ملا۔ جب اُترنے کا وقت ہوتا وہ میرے اونٹ کو بٹھا کر خود علیحدہ درخت کی آڑ میں ہو جاتے۔ میں اتر جاتی اور جب سوار ہونے کا وقت ہوتا، اونٹ کو سامان وغیرہ لاد کر میرے قریب بٹھا دیتے۔ میں اس پر سوار ہو جاتی اور وہ آکر اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلنے لگتے۔ اسی طرح ہم مدینہ منوّرہ پہنچے جب قُبا میں پہنچے تو انہوں نے کہا، تمھارا خاوند یہیں ہے۔ اس وقت تک اَبُو سَلَمہؓ قُبا ہی میں مُقیم تھے۔ عثمان مجھے وہاں پہنچا کر خود مکہ مکرّمہ واپس ہو گئے۔ پھر کہا کہ خدا کی قسم عثمان بن طلحہ سے زیادہ کریم اور شریف آدمی میں نے نہیں دیکھا اور اس سال میں جتنی مشقت اور تکلیف میں نے برداشت کی شاید ہی کسی نے کی ہو[۱]۔ ف اللہ پر بھروسہ کی بات تھی کہ تنہا ہجرت کے ارادہ سے چل دیں۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے اپنے فضل سے ان کی مدد کا سامان مہیا کر دیا۔ جو اللہ پر بھروسہ کر لیتا ہے اللہ جَلَّ شَانُہٗ اس کی مدد فرماتا ہے۔ بندوں کے دل اسی کے قبضہ میں ہیں۔ ہجرت کا سفر اگر کوئی محرم نہ ہو تو تنہا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ ہجرت فرض ہو۔ اس لئے ان کے تنہا سفر پر شرعی اشکال نہیں۔

[۱] اسد الغابہ

(۶) حضرت اُمِّ زیادؓ کی چند عورتوں کے ساتھ خیبر میں شرکت

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں مردوں کو تو جہاد کی شرکت کا شوق تھا ہی، جس کے واقعات کثرت سے نقل کئے جاتے ہیں۔ عورتیں بھی اس چیز میں مردوں سے پیچھے نہیں تھیں، ہمیشہ مشتاق رہتی تھیں اور جہاں موقع مِل جاتا پہنچ جاتیں۔ اُمِّ زیادؓ کہتی ہیں کہ خیبر کی لڑائی میں ہم چھ عورتیں جہاد میں شرکت کے لئے چل دیں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو اطلاع ملی تو ہم کو بُلایا۔ حضورؐ کے چہرۂ انور پر غصہ کے آثار تھے۔ ارشاد فرمایا کہ تم کس کی اجازت سے آئیں اور کس کے ساتھ آئیں۔ ہم نے عرض کیا۔ یا رسولَ اللہ ہم کو اُون بُننا آتا ہے اور جہاد میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ زخموں کی دوائیں بھی ہمارے پاس ہیں، اور کچھ نہیں تو مجاہدین کو تیر ہی پکڑانے میں مدد دیں گی، اور جو بیمار ہو گا اس کی دوا دارو کی مدد ہو سکے گی۔ ستّو وغیرہ گھولنے اور پلانے میں کام دے دیں گی۔ حضورؐ نے ٹھیر جانے کی اجازت دیدی۔[۱] ف حق تعالیٰ شانہٗ نے اس وقت عورتوں میں بھی کچھ ایسا وَلولہ اور جُرأت پیدا فرمائی تھی جو آجکل مردوں میں بھی نہیں ہے۔ دیکھئے یہ سب اپنے شوق سے خود ہی پہنچ گئیں اور کتنے کام اپنے کرنے کے تجویز کر لئے۔ حُنَین کی لڑائی میں اُمِّ سُلَیمؓ باوجودیکہ حاملہ تھیں، عبد اللہ بِنؓ ابی طلحہ پیٹ میں تھے، شریک ہوئیں اور ایک خنجر ساتھ لئے رہتی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ یہ کس لئے ہے۔ عرض کیا کہ اگر کوئی کافر میرے پاس آئے گا تو اس کے پیٹ میں بھونک دوں گی۔ اس سے پہلے اُحُد وغیرہ کی لڑائی میں بھی یہ شریک ہوئی تھیں۔ زخمیوں کی دوا دارو اور بیماروں کی خدمت کرتی تھیں۔ حضرت اَنسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور اُمِّ سُلَیمؓ کو دیکھا کہ نہایت مُستعدی سے مشک بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں اور جب خالی ہو جاتی تو پھر بھر لاتیں۔

(۷) حضرت اُمِّ حرامؓ کی غزوۃُ البحر میں شرکت کی تمنّا

حضرت اُمِّ حرامؓ حضرت اَنسؓ کی خالہ تھیں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کثرت سے اُن کے گھر تشریف لے جاتے اور کبھی دوپہر وغیرہ کو وہیں آرام بھی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم اُن کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ مسکراتے ہوئے اُٹھے۔ اُمِّ حرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسولَ اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں کس بات پر آپؐ مسکرا رہے تھے۔ آپؐ نے

[۱] ابو داؤد

فرمایا کہ میری اُمّت کے کچھ لوگ مجھے دکھلائے گئے جو سمندر پر لڑائی کے ارادہ سے اس طرح سوار ہوئے جیسے تختوں پر بادشاہ بیٹھے ہوں۔ اُمِّ حرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ دُعا فرما دیجئے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ مجھے بھی ان میں شامل فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا تم بھی ان میں شامل ہوگی۔ اس کے بعد پھر حضورؐ نے آرام فرمایا اور پھر مسکراتے ہوئے اُٹھے۔ اُمِّ حرامؓ نے پھر مسکرانے کا سبب پوچھا۔ آپؐ نے پھر اسی طرح ارشاد فرمایا اُمِّ حرامؓ نے پھر وہی درخواست کی کہ یا رسول اللہ آپ دُعا فرماویں کہ میں بھی اُن میں ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم پہلی جماعت میں ہوگی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں امیر مُعاویہؓ نے جو شام کے حاکم تھے جزائرِ قبرص پر حملہ کرنے کی اجازت چاہی۔ حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی امیر معاویہؓ نے ایک لشکر کے ساتھ حملہ فرمایا جس میں اُمِّ حرامؓ بھی اپنے خاوند حضرت عُبادہؓ کے ساتھ لشکر میں شریک ہوئیں اور واپسی پر ایک خچر پر سوار ہو رہی تھیں کہ وہ بدکا اور یہ اس پر سے گر گئیں۔ جس سے گردن ٹوٹ گئی اور انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن کی گئیں[1]۔ **ف** یہ وَلولہ تھا جہاد میں شرکت کا کہ ہر لڑائی میں شرکت کی دعا کراتی تھیں مگر چونکہ ان دونوں لڑائیوں میں سے پہلی لڑائی میں انتقال فرمانا متعیّن تھا اس لئے دوسری لڑائی میں شرکت نہ ہوسکی اور اسی وجہ سے حضورؐ نے اس میں شرکت کی دُعا بھی نہ فرمائی تھی۔

(۸) حضرت اُمِّ سُلَیمؓ کا لڑکے کے مرنے پر عمل۔

اُمِّ سُلَیمؓ حضرت اَنسؓ کی والدہ تھیں جو اپنے پہلے خاوند یعنی حضرت انسؓ کے والد کی وفات کے بعد بیوہ ہوگئی تھیں اور حضرت انسؓ کی پرورش کے خیال سے کچھ دنوں تک نکاح نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابوطلحہؓ سے نکاح کیا جن سے ایک صاحبزادہ اَبُوعُمَیرؓ پیدا ہوئے جن سے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب اُن کے گھر تشریف لے جاتے تو ہنسی بھی فرمایا کرتے تھے۔ اتفاق سے اَبُوعُمَیرؓ کا انتقال ہوگیا۔ اُمِّ سُلَیمؓ نے اُن کو نہلایا دُھلایا۔ کفن پہنایا اور ایک چارپائی پر لٹا دیا۔ ابوطلحہؓ کا روزہ تھا۔ اُمِّ سُلَیمؓ نے ان کے لئے کھانا وغیرہ تیار کیا اور خود اپنے آپ کو بھی آراستہ کیا۔ خوشبو وغیرہ لگائی۔ رات کو خاوند آئے۔ کھانا وغیرہ بھی کھایا۔ بچہ کا حال پوچھا تو اُنھوں نے کہہ دیا کہ اب تو سکون معلوم ہوتا ہے بالکل اچھا ہوگیا۔ وہ بے فکر ہوگئے۔ رات کو خاوند نے صحبت بھی کی۔ صبح کو جب وہ اُٹھے تو کہنے لگیں کہ ایک بات دریافت کرنا تھی۔ اگر کوئی شخص کسی کو مانگی چیز دیدے۔ پھر وہ اُسے واپس لینے لگے تو واپس کر دینا چاہیئے یا اُسے روک لے واپس نہ کرے وہ کہنے لگے کہ ضرور واپس کر دینا چاہیئے۔ روکنے کا کیا حق ہے مانگی چیز کا تو واپس کرنا ہی ضروری ہے۔

[1] بخاری۔

یہ سُنکر اُمِّ سُلیمؓ نے کہاکہ تمھارا لڑکا جو اللہ کی امانت تھا وہ اللہ نے لے لیا۔ ابُوطلحہؓ کو اس پر رنج ہوا اور کہنے لگے کہ تم نے مجھ کو خبر بھی نہ دی۔ صبح کو حضورؐ کی خدمت میں ابوطلحہؓ نے اس سارے قصّہ کو عرض کیا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دُعا دی اور فرمایا کہ شاید اللہ جَلَّ شانُہٗ اس رات میں برکت عطا فرماویں۔ ایک انصاری کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی دُعا کی برکت دیکھی کہ اس رات کے حمل سے عبدُ اللہ بن اَبی طلحہؓ پیدا ہوئے، جن کے نو بچے ہوئے اور سب نے قرآن شریف پڑھا۔[۱] ف بڑے صبر اور ہمت کی بات ہے کہ اپنا بچہ مرجائے اور ایسی طرح اس کو برداشت کرے کہ خاوند کو بھی محسوس نہ ہونے دے چونکہ خاوند کا روزہ تھا اس لئے خیال ہؤا کہ خبر ہونے پر کھانا بھی مشکل ہوگا۔

(۹) حضرت اُمِّ حَبیبہؓ کا اپنے باپ کو بستر پر نہ بٹھانا

اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ حَبیبہؓ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے عبید اللہ بن جَحش کے نکاح میں تھیں۔[۲] دونوں خاوند بیوی ساتھ ہی مسلمان ہوئے اور حَبَشہ کی ہجرت بھی اکٹھے ہی کی۔ وہاں جاکر خاوند مُرتَد ہوگیا اور اسی حالتِ اِرتداد میں انتقال کیا۔ حضرت اُمِّ حَبیبہؓ نے یہ بیوگی کا زمانہ حَبَشہ ہی میں گذارا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وہیں نکاح کا پیام بھیجا اور حَبَشہ کے بادشاہ کی معرفت نکاح ہوا۔ جیساکہ باب کے ختم پر بیبیوں کے بیان میں آئے گا۔ نکاح کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لائیں۔ صلح کے زمانہ میں اُن کے باپ ابُوسُفیان مدینہ طیبہ آئے کہ حضورؐ سے صلح کی مضبوطی کے لئے گفتگو کرنا تھی۔ بیٹی سے ملنے گئے وہاں بستر بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھنے لگے تو حضرت اُمِّ حَبیبہؓ نے وہ بستر اُلٹ دیا۔ باپ کو تعجّب ہوا کہ بجائے بستر بچھانے کے اُس بچھے ہوئے کو بھی اُلٹ دیا۔ پوچھا کہ یہ بستر میرے قابل نہیں تھا اس لئے لپیٹ دیا یا میں بستر کے قابل نہیں تھا۔ حضرت اُمِّ حَبیبہؓ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے پاک اور پیارے رسُول کا بستر ہے اور تم بوجہ مشرک ہونے کے ناپاک ہو، اس پر کیسے بٹھا سکتی ہوں۔ باپ کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور کہا کہ تم مجھ سے جُدا ہونے کے بعد بُری عادتوں میں مُبتلا ہوگئیں۔ مگر اُمِّ حَبیبہؓ کے دل میں حضورؐ کی جو عظمت تھی اس کے لحاظ سے وہ کب اس کو گوارا کرسکتی تھیں کہ کوئی ناپاک مشرک، باپ ہو یا غیر ہو، حضورؐ کے بستر پر بیٹھ سکے۔ ایک مرتبہ حضورؐ سے چاشت کی بارہ رکعتوں کی فضیلت سنی تو ہمیشہ ان کو پابندی سے نبھادیا۔ ان کے والد بھی جن کا قصہ

[۱] بخاری۔ فتح [۲] سیر الصحابہؓ

ابھی گذرا ہے بعد میں مسلمان ہوگئے تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو تیسرے دن خوشبو منگائی اور اس کو استعمال کیا اور فرمایا کہ مجھے نہ خوشبو کی ضرورت نہ رغبت، مگر میں نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ عورت کو جائز نہیں کہ خاوند کے علاوہ کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ ہاں خاوند کے لیے چار مہینہ دس دن ہیں۔ اسلیئے خوشبو استعمال کرتی ہوں کہ سوگ نہ سمجھا جائے۔ جب خود اپنے انتقال کا وقت ہوا تو حضرت عائشہؓ کو بُلایا اور اُن سے کہا کہ میرا تمھارا معاملہ سوکنوں کا تھا اور سوکنوں میں آپس میں کسی نہ کسی بات پر تھوڑی بہت رنجش ہو ہی جاتی ہے۔ اللہ مجھے بھی مُعاف فرمادیں اور تمھیں بھی حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ تمھیں سب معاف کرے اور درگذر فرمائیں۔ یہ سُن کر کہنے لگیں کہ تم نے مجھے اس وقت بہت ہی خوشی پہنچائی اللہ تمھیں بھی خوش و خُرّم رکھے۔ اس کے بعد اسی طرح اُم سَلَمہؓ کے پاس بھی آدمی بھیجا[۱] **ف** سوکنوں کے جو تعلّقات آپس میں ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے کی صورت بھی دیکھنا نہیں چاہا کرتیں۔ مگر ان کو یہ اہتمام تھا کہ دنیا کا جو معاملہ ہو وہ یہیں نمٹ جائے۔ آخرت کا بوجھ سر پر نہ رہے اور حضورؐ کی محبت اور عظمت کا اندازہ تو اس بسترہ کے معاملہ سے ہو ہی گیا۔

(۱۰) حضرت زینبؓ کا اِفک کے معاملہ میں صفائی پیش کرنا

اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ رشتہ میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پھوپھی زاد بہن تھیں، شروع ہی زمانہ میں مسلمان ہوگئی تھیں، ابتداء میں آپ کا نکاح حضرت زیدؓ سے ہوا جو حضورؐ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے اور حضورؐ کے مُتَبَنّیٰ بھی تھے جس کو لے پالک کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے زیدؓ بن محمدؐ کہلاتے تھے مگر حضرت زیدؓ سے حضرت زینبؓ کا نباہ نہ ہو سکا تو انہوں نے طلاق دے دی۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس خیال سے کہ زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم ٹوٹے وہ یہ کہ مُتَبَنّیٰ بالکل ہی بیٹے جیسا ہوتا ہے اور اس کی بیوی سے نکاح بھی نہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے اپنے نکاح کا پیام بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ میں اپنے رَبّ سے مشورہ کر لوں، یہ کہہ کر وضو کیا اور نماز کی نیت باندھی کہ اللہ سے مشورہ کئے بغیر میں کچھ جواب نہیں دیتی۔ جس کی برکت یہ ہوئی کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے خود حضورؐ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کیا اور قرآن پاک کی آیت نازل ہوئی۔ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَهَا لِکَیْلَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَکَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ پس جب زیدؓ نے اپنی حاجت کو اس سے پورا کر لیا تو ہم نے اس کو تمھارے

[۱] طبقات

نکاح میں دے دیا تاکہ نہ رہے مومنین پر تنگی اپنے لے پالکوں کی بیبیوں کے بارہ میں جب کہ وہ اپنی حاجت ان سے پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہا" جب حضرت زینبؓ کو اس آیت کے نازل ہونے پر نکاح کی خوشخبری دی گئی تو جس نے بشارت دی تھی، اس کو وہ زیور نکال کر دیدیا جو وہ اس وقت پہن رہی تھیں اور خود سجدہ میں گر گئیں اور دو مہینے کے روزوں کی منّت مانی۔ حضرت زینبؓ کو اس بات پر بجا طور پر فخر تھا کہ سب بیبیوں کا نکاح ان کے عزیز رشتہ داروں نے کیا مگر حضرت زینبؓ کا نکاح آسمان پر ہوا اور قرآن پاک میں نازل ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ سے مقابلہ کی نوبت بھی آجاتی تھی کہ ان کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوبہ ہونے پر ناز تھا اور اُن کو آسمان کے نکاح پر ناز تھا۔ لیکن اس کے باوجود حضرت عائشہؓ پر تہمت کے قصّہ میں جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ اوروں کے ان سے بھی دریافت کیا۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ میں عائشہؓ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی۔ یہ تھی سچّی دینداری ورنہ یہ وقت سوکن کے الزام لگانے کا تھا اور خاوند کی نگاہ سے گرانے کا۔ بالخصوص اس سوکن کے جو لاڈلی بھی تھی مگر اس کے باوجود زور سے صفائی کی اور تعریف کی۔ حضرت زینبؓ بڑی بزرگ تھیں۔ روزے بھی کثرت سے رکھتی تھیں اور نوافل بھی کثرت سے پڑھتی تھیں۔ اپنے ہاتھ سے محنت بھی کرتی تھیں اور جو حاصل ہوتا تھا اس کو صدقہ کر دیتی تھیں۔ حضورؐ کے وصال کے وقت اَزواجِ مطہرات نے پوچھا کہ ہم میں سے سب سے پہلے آپؐ سے کون سی بیوی ملے گی۔ آپؐ نے فرمایا جس کا ہاتھ لمبا ہو۔ وہ لکڑی لے کر ہاتھ ناپنے لگیں۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ ہاتھ کے لمبا ہونے سے بہت زیادہ خرچ کرنا مراد تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت زینبؓ ہی کا وصال ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اَزواجِ مطہرات کی تنخواہ مقرر فرمائی اور ان کے پاس ان کے حصّے کا مال بارہ ہزار درہم بھیجے، تو یہ سمجھیں کہ یہ سب کا ہے فرمانے لگیں کہ تقسیم کے لئے تو اور بیبیاں زیادہ مناسب تھیں۔ قاصد نے کہا، کہ یہ سب آپ ہی کا حصّہ ہے اور تمام سال کے لئے ہے تو تعجّب سے کہنے لگیں سُبْحَانَ اللہ اور منہ پر کپڑا ڈال لیا کہ اس مال کو دیکھیں بھی نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ حجرہ کے کونہ میں ڈال دیا جائے اور اس پر ایک کپڑا ڈلوا دیا۔ پھر برزہؓ سے فرمایا (جو اس قصّہ کو نقل کر رہے ہیں) کہ اس میں سے ایک مٹھی بھر کر فلاں کو دے آؤ اور ایک مٹھی فلاں کو، غرض رشتہ دار اور غریبوں، بیواؤں کو ایک ایک مٹھی تقسیم فرما دیا۔ اس میں جب ذرا سا رہ گیا تو برزہؓ نے بھی خواہش ظاہر کی۔ فرمایا کہ جو کپڑے کے نیچے رہ گیا وہ تم لے جاؤ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جو رہ گیا تھا وہ لے لیا اور

لے کر گنا تو چوراسی دِرہم تھے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی کہ یا اللہ آئندہ سال یہ مال مجھے نہ ملے کہ اس کے آنے میں بھی فتنہ ہے۔ چنانچہ دوسرے سال کی تنخواہ آنے سے پہلے ہی ان کا وصال ہوگیا۔ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی کہ وہ بارہ ہزار تو ختم کر دیئے گئے تو انہوں نے ایک ہزار اور بھیجے کہ اپنی ضرورتوں میں خرچ کریں۔ انہوں نے وہ بھی اسی وقت تقسیم کر دیئے۔ باوجود کثرت فتوحات کے اِنتقال کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا نہ مال، صرف وہ گھر ترکہ تھا جس میں رہتی تھیں۔ صَدَقہ کی کثرت کی وجہ سے مَاْوَی الْمَسَاکِین (مساکین کا ٹھکانا) ان کا لقب تھا۔ ایک عورت کہتی ہیں کہ میں حضرت زینبؓ کے یہاں تھی اور ہم گیرو سے کپڑے رنگنے میں مشغول تھے۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ تشریف لائے ہم کو رنگتے ہوئے دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت زینبؓ کو خیال پیدا ہوا کہ حضورؐ کو یہ چیز ناگوار ہوئی، سب کپڑوں کو جو رنگے تھے فوراً دھو ڈالا۔ دوسرے موقع پر حضورؐ تشریف لائے، جب دیکھا کہ وہ رنگ کا منظر نہیں ہے تو اندر تشریف لائے۔[2] **ف** عورتوں کو بالخصوص مال سے جو محبت ہوتی ہے وہ بھی مخفی نہیں اور رنگ وغیرہ سے جو اُنس ہوتا ہے وہ بھی محتاجِ بیان نہیں لیکن وہ بھی آخر عورتیں تھیں جو مال کا رکھنا جانتی ہی نہ تھیں اور حضورؐ کا معمولی سا اشارہ پاکر سارا رنگ دھو ڈالا۔

(۱۱) حضرت خَنْسَاءؓ کی اپنے چار بیٹوں سمیت جنگ میں شرکت

حضرت خنساءؓ مشہور شاعرہ ہیں۔ اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ آکر مسلمان ہوئیں، ابنِ اثیرؒ کہتے ہیں کہ اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی عورت نے ان سے بہتر شعر نہیں کہا۔ نہ ان سے پہلے نہ ان کے بعد۔ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ۱۶ھ میں قادِسیّہ کی لڑائی ہوئی جس میں خنساءؓ اپنے چاروں بیٹوں سمیت شریک ہوئیں۔ لڑکوں کو ایک دن پہلے بہت نصیحت کی اور لڑائی کی شرکت پر بہت ابھارا، کہنے لگیں کہ میرے بیٹو! تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو اور اپنی ہی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو، اسی طرح ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی نہ تمہارے ماموں کو رُسوا کیا نہ میں نے تمہاری شرافت میں کوئی دھبہ لگایا۔ نہ تمہارے نسب کو میں نے خراب کیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے مسلمانوں کے لئے کافروں سے لڑائی میں کیا کیا ثواب رکھا ہے۔ تمہیں یہ بات بھی یاد رکھنا

[1] طبقات [2] ابوداؤد

چاہئے کہ آخرت کی باقی رہنے والی زندگی دنیا کی فنا ہوجانے والی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ کا پاک ارشاد ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (ترجمہ) "اے ایمان والو تکالیف پر صبر کرو (اور کفّار کے مقابلہ میں) صبر کرو اور مقابلہ کے لئے تیار رہو، تاکہ تم پورے کامیاب ہو۔[۱]" لہٰذا کل صبح کو جب تم صحیح وسالم اُٹھو تو بہت ہوشیاری سے لڑائی میں شریک ہو، اور اللہ تعالیٰ سے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد مانگتے ہوئے بڑھو اور جب تم دیکھو کہ لڑائی زور پر آگئی اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو اس کی گرم آگ میں گھس جانا اور کافروں کے سردار کا مقابلہ کرنا۔ انشاء اللہ جنّت میں اکرام کے ساتھ کامیاب ہوکر رہوگے۔ چنانچہ جب صبح کو لڑائی زوروں پر ہوئی تو چاروں لڑکوں میں سے ایک ایک نمبروار آگے بڑھتا تھا اور اپنی ماں کی نصیحت کو اشعار میں پڑھ کر اُمنگ پیدا کرتا تھا اور جب شہید ہوجاتا تھا تو اسی طرح دوسرا بڑھتا تھا اور شہید ہونے تک لڑتا رہتا تھا۔ بالآخر چاروں شہید ہوئے اور جب ماں کو چاروں کے مرنے کی خبر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کی شہادت سے مجھے شرف بخشا۔ مجھے اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ اس کی رحمت کے سایہ میں ان چاروں کے ساتھ میں بھی رہوں گی۔[۲] ف ایسی بھی اللہ کی بندی مائیں ہوتی ہیں جو چاروں جوان بیٹوں کو لڑائی کی تیزی اور زور میں گھس جانے کی ترغیب دیں اور جب چاروں شہید ہوجائیں اور ایک ہی وقت میں سب کام آجائیں تو اللہ کا شکر ادا کریں۔

(۱۲) حضرت صفیہؓ کا یہودی کو تنہا مارنا

حضرت صفیہؓ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی پھوپھی اور حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ اُحُد کی لڑائی میں شریک ہوئیں اور جب مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی اور بھاگنے لگے تو وہ برچھا اُن کے منہ پر مار مار کر واپس کرتی تھیں۔ غزوۂ خندق میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سب مستورات کو ایک قلعہ میں بند فرمادیا تھا اور حضرت حسّان بن ثابتؓ کو بطور محافظ کے چھوڑ دیا تھا، یہود کے لئے یہ موقع بہت غنیمت تھا کہ وہ تو اندرونی دشمن تھے ہی۔ یہود کی ایک جماعت نے عورتوں پر حملہ کا ارادہ کیا اور ایک یہودی حالات معلوم کرنے کے لئے

[۱] بیان القرآن [۲] اسد الغابہ

قلعہ پر پہنچا۔ حضرت صَفِیَّہؓ نے کہیں سے دیکھ لیا۔ حضرت حَسَّانؓ سے کہا کہ یہ یہودی موقع دیکھنے آیا ہے تم قلعہ سے باہر نکلو اور اس کو مار دو۔ وہ ضعیف تھے۔ ضعف کی وجہ سے ان کی ہمت نہ ہوئی تو حضرت صَفِیَّہؓ نے ایک خیمہ کا کھونٹا اپنے ہاتھ میں لیا اور خود نکل کر اس کا سر کچل دیا۔ پھر قلعہ میں واپس آکر حضرت حَسَّانؓ سے کہا کہ چونکہ وہ یہودی مرد تھا۔ نامحرم ہونے کی وجہ سے میں نے اُس کا سامان اور کپڑے نہیں اُتارے تم اس کے سب کپڑے اُتار لاؤ اور اس کا سر بھی کاٹ لاؤ۔ حضرت حَسَّانؓ ضعیف تھے جس کی وجہ سے اس کی بھی ہمت نہ فرما سکے۔ تو دوبارہ تشریف لے گئیں اور اس کا سر کاٹ لائیں اور دیوار پر کو یہود کے مجمع میں پھینک دیا۔ وہ دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی سے سمجھتے تھے کہ مُحَمَّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) عورتوں کو بالکل تنہا نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔ ضرور اُن کے مُحافظ مرد اندر موجود ہیں[1]۔ **ف** سنہ ۲۰ھ میں حضرت صَفِیَّہؓ کا وصال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر تہتر[۷۳] سال کی تھی۔ اس لحاظ سے خندق کی لڑائی میں جو سنہ ۵ھ میں ہوئی اُن کی عمر اٹھاون[۵۸] سال کی ہوئی۔ آج کل اس عمر کی عورتوں کو گھر کا کام کاج بھی دوبھر ہو جاتا ہے چہ جائیکہ ایک مرد کا اس طرح تنہا قتل کر دینا اور ایسی حالت میں کہ یہ تنہا عورتیں اور دوسری جانب یہود کا مجمع۔

(۱۳) حضرت اسماءؓ کا عورتوں کے اجر کے بارے میں سوال

اَسماءؓ بنتِ یزید انصاری صحابیہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان میں مسلمان عورتوں کی طرف سے بطور قاصد کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ بیشک آپؐ کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے مرد اور عورت دونوں کی طرف نبیؐ بنا کر بھیجا۔ اس لئے ہم عورتوں کی جماعت آپؐ پر ایمان لائی اور اللہ پر ایمان لائی۔ لیکن ہم عورتوں کی جماعت مکانوں میں گھری رہتی ہے پردوں میں بند رہتی ہے، مردوں کے گھروں میں گڑی رہتی ہے اور مردوں کی خواہشیں ہم سے پوری کی جاتی ہیں۔ ہم ان کی اولاد کو پیٹ میں اُٹھائے رہتی ہیں اور ان سب باتوں کے باوجود مرد بہت سے ثواب کے کاموں میں ہم سے بڑھے رہتے ہیں۔ جمعہ میں شریک ہوتے ہیں، جماعت کی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں، بیماروں کی عیادت کرتے ہیں، جنازوں میں شرکت کرتے ہیں، حج پر حج کرتے رہتے ہیں اور ان سب سے بڑھ کر جہاد کرتے رہتے ہیں اور جب وہ حج کے لئے یا عمرہ کے لئے یا جہاد کے لئے جاتے ہیں تو ہم عورتیں ان کے مالوں کی حفاظت کرتی ہیں، اُن کے لئے کپڑا بُنتی ہیں۔ اُن کی اولاد

[1] اسد الغابہ

کو پالتی ہیں. کیا ہم ثواب میں ان کی شریک نہیں. حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ سُن کر صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ تم نے دین کے بارہ میں اس عورت سے بہتر سوال کرنے والی کوئی سُنی. صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کو خیال بھی نہ تھا کہ عورت بھی ایسا سوال کر سکتی ہے اس کے بعد حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ غور سے سُن اور سمجھ اور جن عورتوں نے تجھ کو بھیجا ہے اُن کو بتادے کہ عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اس کی خوشنودی کو ڈھونڈنا اور اس پر عمل کرنا ان سب چیزوں کے ثواب کے برابر ہے. اسماءؓ یہ جواب سُن کر نہایت خوش ہوتی ہوئی واپس ہوگئیں[1] **ف** عورتوں کا اپنے خاوندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا بہت ہی قیمتی چیز ہے مگر عورتیں اس سے بہت ہی غافل ہیں. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ عجمی لوگ اپنے بادشاہوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں. آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں. حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں. پھر حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عورت اپنے رَبّ کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ خاوند کا حق ادا نہ کرے. ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک اونٹ آیا اور حضورؐ کو سجدہ کیا. صحابہؓ نے عرض کیا جب یہ جانور آپؐ کو سجدہ کرتا ہے تو ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپؐ کو سجدہ کریں. حضورؐ نے منع فرمایا اور یہی ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ کسی کو اللہ کے سوا سجدہ کرے تو عورت کو حکم کرتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے. ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو عورت ایسی حالت میں مرے کہ خاوند اس سے راضی ہو وہ جنّت میں جائے گی. ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر عورت خاوند سے ناراض ہو کر علیحدہ رات گذارے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں. ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آدمیوں کی نماز قبولیت کے لئے آسمان کی طرف اتنی بھی نہیں جاتی کہ سر سے اوپر ہی ہو جائے. ایک وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگا ہو اور ایک وہ عورت جو کہ خاوند کی نافرمانی کرتی ہو.

(۱۴) حضرت اُمّ عمارہؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت

حضرت اُمّ عمارہ انصاریہؓ ان عورتوں میں ہیں جو اسلام کے شروع زمانہ میں مسلمان ہوئیں اور

[1] اسد الغابہ

بَیْعَۃُ الْعَقَبَہ میں شریک ہوئیں. عَقَبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں. حضورؐ اوّل چھپ کر مسلمان کرتے تھے کیونکہ مشرک و کافر لوگ نومسلموں کو سخت تکلیف پہنچاتے تھے. مدینہ کے کچھ لوگ حج کے زمانہ میں آتے تھے اور مِنیٰ کے پہاڑ میں ایک گھاٹی میں چھپ کر مسلمان ہوتے تھے. تیسری مرتبہ جو لوگ مدینہ سے آئے ہیں ان میں یہ بھی تھیں. ہجرت کے بعد جب لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ اکثر لڑائیوں میں شریک ہوئیں. بالخصوص اُحُد، حُدَیبِیَہ، خیبر، عُمرۃُ القضا، حُنَین اور یمامہ کی لڑائی میں. اُحُد کی لڑائی کا قصّہ خود ہی سُناتی ہیں کہ میں مشکیزہ پانی کا بھر کر اُحُد کو چل دی کہ دیکھوں مسلمانوں پر کیا گذری اور کوئی پیاسا زخمی ملا تو پانی پلادوں گی. اس وقت ان کی عمر تینتالیس ۴۳ برس کی تھی. ان کے خاوند اور دو بیٹے بھی لڑائی میں شریک تھے. مسلمانوں کو فتح اور غلبہ ہو رہا تھا مگر تھوڑی دیر میں جب کافروں کو غلبہ ظاہر ہونے لگا تو میں حضورؐ کے قریب پہنچ گئی اور جو کافر ادھر کا رُخ کرتا تھا اس کو ہٹاتی تھی. اِبتداء میں ان کے پاس ڈھال بھی نہ تھی بعد میں ملی. جس پر کافروں کا حملہ روکتی تھیں. کمر پر ایک کپڑا باندھ رکھا تھا جس کے اندر مُختلف چیتھڑے بھرے ہوئے تھے. جب کوئی زخمی ہوجاتا تو ایک چیتھڑا نکال کر جلا کر اس زخم میں بھر دیتیں. خود بھی کئی جگہ سے زخمی ہوئیں. بارہ تیرہ جگہ زخم آئے جن میں ایک بہت سخت تھا. اُمِ سعیدؓ کہتی ہیں کہ میں نے ان کے مونڈھے پر ایک بہت گہرا زخم دیکھا. میں نے پوچھا کہ یہ کس طرح پڑا تھا. کہنے لگیں کہ اُحُد کی لڑائی میں جب لوگ اِدھر اُدھر پریشان پھر رہے تھے تو ابن قُمیئہ یہ کہتا ہوا بڑھا کہ مُحمّد (صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کہاں ہیں. مجھے کوئی بتادو کہ کدھر ہیں. اگر آج وہ بچ گئے تو میری نجات نہیں. مُصعبؓ بن عُمیر اور چند آدمی اس کے سامنے آگئے اُن میں مَیں بھی تھی. اُس نے میرے مونڈھے پر وار کیا. میں نے بھی اس پر کئی وار کئے مگر اس پر دوہری زِرہ تھی اس لئے زِرہ سے حملہ رُک جاتا تھا. یہ زخم ایسا سخت تھا کہ سال بھر تک علاج کیا مگر اچھا نہ ہوا. اسی دَوران میں حضورؐ نے حَمرَاءُ الاَسَد کی لڑائی کا اعلان فرمادیا. اُمِّ عُمارہؓ بھی کمر باندھ تیار ہوگئیں مگر چونکہ پہلا زخم بالکل ہرا تھا اس لئے شریک نہ ہوسکیں. حضورؐ جب حمراءُ الاسد سے واپس ہوئے تو سب سے پہلے اُمِّ عُمارہؓ کی خیریت معلوم کی اور جب معلوم ہوا کہ افاقہ ہے تو بہت خوش ہوئے. اس زخم کے علاوہ اور بھی بہت سے زخم اُحُد کی لڑائی میں آئے تھے. اُمِّ عُمارہؓ کہتی ہیں کہ اصل میں وہ لوگ گھوڑے سوار تھے اور ہم پیدل تھے اگر وہ بھی ہماری طرح پیدل ہوتے جب بات تھی اس وقت اصل مقابلہ کا پتہ چلتا. جب گھوڑے پر کوئی آتا اور مجھے مارتا تو اُس کے حملوں کو میں ڈھال پر روکتی رہتی اور جب وہ مجھ سے منہ موڑ کر دوسری طرف چلتا تو میں اس

کے گھوڑے کی ٹانگ پر حملہ کرتی اور وہ کٹ جاتی جس سے وہ بھی گرتا اور سوار بھی گرتا اور جب وہ گرتا تو حضورؐ میرے لڑکے کو آواز دے کر میری مدد کو بھیجتے ہیں اور وہ دونوں مل کر اُس کو نمٹا دیتے۔ اُن کے بیٹے عبد اللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ میرے بائیں بازو پر زخم آیا اور خون تھمتا نہ تھا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس پر پٹی باندھ لو۔ میری والدہ آئیں اپنی کمر میں سے کچھ کپڑا نکالا، پٹی باندھی اور باندھ کر کہنے لگیں کہ جا کافروں سے مقابلہ کر، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ فرمانے لگے اُمِّ عمارہؓ اتنی ہمت کون رکھتا ہوگا جتنی تو رکھتی ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران میں ان کو اور ان کے گھرانے کو کئی بار دُعائیں بھی دیں اور تعریف بھی فرمائی۔ اُمِّ عمارہؓ کہتی ہیں کہ اسی وقت ایک کافر سامنے آیا تو حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ یہی ہے جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا ہے۔ میں بڑھی اور اُس کی پنڈلی پر وار کیا جس سے وہ زخمی ہوا اور ایک دم بیٹھ گیا۔ حضورؐ مسکرائے اور فرمایا کہ بیٹے کا بدلہ لے لیا۔ اس کے بعد ہم لوگ آگے بڑھے اور اس کو نمٹا دیا۔ حضورؐ نے جب ہم لوگوں کو دُعائیں دیں تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمایئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جنت میں آپ کی رفاقت نصیب فرمائیں۔ جب حضورؐ نے اُس کی دُعا فرمادی تو کہنے لگیں کہ اب مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ دنیا میں مجھ پر کیا مصیبت گذری۔ اُحد کے علاوہ اور بھی کئی لڑائیوں میں اُن کی شرکت اور کارنامے ظاہر ہوئے ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اِرتداد کا زور شور ہوا اور یمامہ میں زبردست لڑائی ہوئی۔ اس میں بھی اُمِّ عمارہؓ شریک تھیں۔ ان کا ایک ہاتھ بھی اس میں کٹ گیا تھا اور اس کے علاوہ گیارہ زخم بدن پر آئے تھے۔ اُنھیں زخموں کی حالت میں مدینہ طیبہ پہنچیں۔[1] ف ایک عورت کے یہ کارنامے ہیں جن کی عمر اُحد کی لڑائی میں تینتالیس ۴۳ برس کی تھی جیسا کہ پہلے گذرا اور یمامہ کی لڑائی میں تقریباً باون ۵۲ برس کی۔ اس عمر میں ایسے معرکوں کی اس طرح شرکت کرامت ہی کہی جا سکتی ہے۔

(۱۵) حضرت اُمِّ حکیمؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت

اُمِّ حکیمؓ بنتِ حارث جو عکرمہؓ بن ابی جہل کی بیوی تھیں اور کفّار کی طرف سے اُحد کی لڑائی میں بھی شریک ہوئی تھیں۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو مسلمان ہوگئیں۔ خاوند سے بہت زیادہ محبت تھی مگر وہ اپنے باپ کے اثر کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جب مکہ فتح ہوگیا تو یمن بھاگ گئے تھے۔ انھوں نے حضورؐ سے اپنے خاوند کے لئے امن چاہا اور خود یمن پہنچیں۔

[1] طبقات

خاوند کو بڑی مشکل سے واپس آنے پر راضی کیا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے ان کے دامن ہی میں پناہ مل سکتی ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔ وہ مدینہ طیبہ واپس آکر مسلمان ہوئے اور اور دونوں میاں بیوی خوش و خرم رہے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب روم کی لڑائی ہوئی تو اس میں عکرمہؓ بھی شریک ہوتے اور یہ بھی ساتھ تھیں۔ حضرت عکرمہؓ اس میں شہید ہو گئے تو خالد بن سعیدؓ نے ان سے نکاح کر لیا اور اسی سفر میں مَرْجُ الصَّفَر ایک جگہ کا نام ہے وہاں رخصتی کا ارادہ کیا۔ بیوی نے کہا کہ ابھی دشمنوں کا جمگھٹا ہے اس کو نمٹنے دیجئے خاوند نے کہا مجھے اس معرکہ میں اپنے شہید ہونے کا یقین ہے وہ بھی چپ ہو گئیں اور وہیں ایک منزل پر خیمہ میں رخصتی ہوئی۔ صبح کو ولیمہ کا انتظام ہو ہی رہا تھا کہ رومیوں کی فوج چڑھ آئی اور گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ جس میں خالد بن سعیدؓ شہید ہوئے۔ اُمِّ حکیمؓ نے اس خیمہ کو اکھاڑا جس میں رات گذری تھی اور اپنا سب سامان باندھا اور خیمہ کا کھونٹا لے کر خود بھی مقابلہ کیا اور سات آدمیوں کو تن تنہا نے قتل کیا۔[۱] ف ہمارے زمانہ کی کوئی عورت تو درکنار مرد بھی ایسے وقت میں نکاح کو تیار نہ ہوتا اور اگر نکاح ہو بھی جاتا تو اس اچانک شہادت پر روتے روتے نہ معلوم کتنے دن سوگ میں گذرتے۔ اس اللہ کی بندی نے خود بھی جہاد شروع کر دیا اور عورت ہو کر سات آدمیوں کو قتل کیا۔

(۱۶) حضرت سُمَیَّہ اُمِّ عمّارؓ کی شہادت

سُمَیَّہ بنت خیاط حضرت عمّارؓ کی والدہ تھیں جن کا قصہ پہلے باب کے ساتویں نمبر پر گذر چکا ہے۔ یہ بھی اپنے لڑکے حضرت عمّارؓ اور اپنے خاوند حضرت یاسرؓ کی طرح اسلام کی خاطر قسم قسم کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کرتی تھیں مگر اسلام کی سچی محبت جو دل میں گھر کر چکی تھی اس میں ذرا بھی فرق نہ آتا تھا۔ ان کو گرمی کے سخت وقت دھوپ میں کنکریوں پر ڈالا جاتا تھا اور لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کیا جاتا تھا تاکہ دھوپ سے لوہا تپنے لگے اور اس کی گرمی سے تکلیف میں زیادتی ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اُدھر کو گذر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کا وعدہ فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت سُمَیَّہؓ کھڑی تھیں کہ ابوجہل کا اُدھر کو گذر ہوا۔ بُرا بھلا کہا اور غصہ میں برچھا شرمگاہ پر مارا جس کے زخم سے انتقال فرما گئیں۔ اسلام کی خاطر سب سے پہلی شہادت انہیں کی ہوئی۔[۲] ف عورتوں کا اس قدر صبر، ہمت اور استقلال قابلِ رشک ہے لیکن بات یہ ہے کہ جب آدمی کے دل میں

[۱] اسد الغابہ [۲] اسد الغابہ

کوئی چیز گھر کر جاتی ہے تو اس کو ہر بات سہل ہو جاتی ہے۔ اب بھی عشق کے بیسیوں قصے اس قسم کے سُننے میں آتے ہیں کہ جان دے دی مگر یہی جان دینا اگر اللہ کے راستہ میں ہو، دین کی خاطر ہو تو دوسری زندگی میں جو مرنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے سرخروئی کا سبب ہے اور اگر کسی دنیاوی غرض سے ہو تو دنیا تو گئی تھی ہی، آخرت بھی برباد ہوئی۔

(۱۷) حضرت اَسماء بنتِ ابوبکرؓ کی زندگی اور تنگی

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اور عبد اللہ بن زُبیرؓ کی والدہ اور حضرت عائشہؓ کی سوتیلی بہن مشہور صحابیات میں سے ہیں۔ شروع ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں۔ کہتے ہیں کہ سترہ آدمیوں کے بعد یہ مسلمان ہوئی تھیں۔ ہجرت سے ستائیس سال پہلے پیدا ہوئیں اور جب حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت ابوبکرؓ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو حضرت زیدؓ وغیرہ کو بھیجا کر ان دونوں حضرات کے اہل وعیال کو لے آئیں۔ ان کے ساتھ ہی حضرت اسماءؓ بھی چلی آئیں جب قُبا میں پہنچیں تو عبد اللہ بن زُبیرؓ پیدا ہوئے اور ہجرت کے بعد سب سے پہلی پیدائش اُن کی ہوئی اس زمانہ کی عام غربت، تنگ دستی، فقر وفاقہ مشہور ومعروف ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس زمانہ کی ہمت جفاکشی، بہادری، جرأت ضَرْبُ الْمَثَل ہیں۔ بخاری میں حضرت اَسماءؓ کا طرز زندگی خود ان کی زبان سے نقل کیا ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب میرا نکاح زبیرؓ سے ہوا تو ان کے پاس نہ مال تھا نہ جائداد، نہ کوئی خادم کام کرنے والا نہ کوئی اور چیز۔ ایک اونٹ پانی لاد کر لانے والا اور ایک گھوڑا میں ہی اونٹ کے لئے گھاس وغیرہ لاتی تھی اور کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر دانہ کے طور پر کھلاتی تھی۔ خود میں پانی بھر کر لاتی اور پانی کا ڈول پھٹ جاتا تو اس کو آپ ہی سیتی تھی اور خود ہی گھوڑے کی ساری خدمت گھاس دانہ وغیرہ کرتی تھی اور گھر کا سارا کاروبار بھی انجام دیتی تھی مگر ان سب کاموں میں گھوڑے کی خبر گیری اور خدمت میرے لئے زیادہ مشقت کی چیز تھی۔ روٹی البتہ مجھے اچھی طرح پکانا نہیں آتی تھی تو میں آٹا گوندھ کر اپنے پڑوس کی انصار عورتوں کے یہاں لے جاتی۔ وہ بڑی سچی مخلص عورتیں تھیں۔ میری روٹی بھی پکا دیتی تھیں۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدینہ پہنچنے پر زبیرؓ کو ایک زمین جاگیر کے طور پر دے دی جو دو میل کے قریب تھی میں وہاں سے اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں لاد کر لایا کرتی تھی۔ میں ایک مرتبہ اسی طرح آرہی تھی اور گٹھری میرے سر پر تھی۔ راستہ میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مل گئے اُونٹ پر تشریف لا رہے تھے اور انصار کی ایک جماعت ساتھ تھی۔ حضور صَ

نے مجھے دیکھ کر اونٹ ٹھیرایا اور اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں مجھے مردوں کے ساتھ جاتے ہوئے شرم آئی اور یہ بھی خیال آیا کہ زُبیرؓ کو غیرت بہت ہی زیادہ ہے۔ ان کو بھی یہ ناگوار ہو گا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میرے انداز سے سمجھ گئے کہ مجھے اس پر بیٹھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضورؐ تشریف لے گئے میں گھر آئی اور زُبیرؓ کو قصہ سُنایا کہ اس طرح حضورؐ ملے اور یہ ارشاد فرمایا مجھے شرم آئی اور تمہاری غیرت کا خیال بھی آیا۔ زُبیرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم تمہارا گٹھلیاں سر پر رکھ کر لانا میرے لئے اس سے بہت زیادہ گراں ہے (مگر مجبوری یہ تھی کہ یہ حضرات خود تو زیادہ تر جہاد میں اور دین کے دوسرے اُمور میں مشغول رہتے تھے اس لئے گھر کے کاروبار عام طور پر عورتوں ہی کو کرنا پڑتے تھے) اس کے بعد میرے باپ حضرت ابوبکرؓ نے ایک خادم جو حضورؐ نے ان کو دیا تھا میرے پاس بھیج دیا جس کی وجہ سے گھوڑے کی خدمت سے مجھے خلاصی ملی گویا بڑی قید سے میں آزاد ہو گئی۔[1] **ف** عرب کا دستور پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے کہ کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر یا چکی میں دَل کر پھر پانی میں بھگو کر جانوروں کو دانہ کے طور پر کھلاتے ہیں۔

(۱۸) حضرت ابوبکر صدّیقؓ کا ہجرت کے وقت مال لے جانا اور حضرت اسماءؓ کا اپنے دادا کو اطمینان دلانا

حضرت ابوبکرؓ ہجرت فرما کر تشریف لے جا رہے تھے تو اس خیال سے کہ نہ معلوم راستہ میں کیا ضرورت درپیش ہو کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بھی ساتھ تھے۔ اس لئے جو کچھ مال اس وقت موجود تھا، جس کی مقدار پانچ چھ ہزار درہم تھی وہ سب ساتھ لے گئے تھے۔ ان حضرات کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے والد ابوقحافہ جو نابینا ہو گئے تھے اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے پوتیوں کے پاس تسلی کے لئے آئے۔ اور افسوس سے کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ ابوبکرؓ نے اپنے جانے کا صدمہ بھی تم کو پہنچایا اور مال بھی شاید سب لے گیا کہ یہ دوسری مشقت تم پر ڈالی۔ اسماءؓ کہتی ہیں۔ میں نے کہا۔ نہیں دادے ابا وہ تو بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ یہ کہہ کر میں نے چھوٹی چھوٹی پتھریاں جمع کر کے گھر کے اس طاق میں بھر دیں جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درہم پڑے رہتے تھے اور ان پر ایک کپڑا ڈال کر دادے کا ہاتھ اس کپڑے پر رکھ دیا۔ جس سے انہوں نے ہاتھ سے یہ اندازہ کیا کہ یہ درہم بھرے ہوئے ہیں۔ کہنے لگے

[1] بخاری۔ فتح

خیر یہ اس نے اچھا کیا۔ تمہارے گذارہ کی صورت اس میں ہو جائے گی۔ اسماءؓ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا مگر میں نے دادے کی تسلّی کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ ان کو اس کا صدمہ نہ ہو[1]۔ ف یہ دل گردہ کی بات ہے ورنہ دادے سے زیادہ ان لڑکیوں کو صدمہ ہونا چاہیئے تھا اور جتنی بھی شکایت اس وقت دادا کے سامنے کرتیں درست تھا کہ اس وقت کا ظاہری سہارا ان پر ہی تھا۔ ان کے متوجہ کرنے کی بظاہر بہت ضرورت تھی کہ ایک تو باپ کی جدائی دوسرے گذارہ کی کوئی صورت ظاہراً نہیں۔ پھر مکّہ والے عام طور سے دشمن اور بے تعلق مگر اللہ جلّ شانہٗ نے ایک ایک ادا ان سب حضرات کو مرد ہوں یا عورت ایسی عطا فرمائی تھی کہ رشک آنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اوّل میں نہایت مالدار اور بہت بڑے تاجر تھے لیکن اسلام کی اور اللہ کی راہ میں یہاں تک خرچ فرمایا کہ غزوۂ تبوک میں جو کچھ گھر میں تھا سب ہی کچھ لا دیا جیسا کہ چھٹے باب کے چوتھے قصّے میں مفصّل گذرا ہے اسی وجہ سے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے۔ میں ہر شخص کے احسانات کا بدلہ دے چکا ہوں مگر ابوبکرؓ کے احسانات کا بدلہ اللہ ہی دیں گے۔

(۱۹) حضرت اسماءؓ کی سخاوت

حضرت اسماءؓ بڑی سخی تھیں۔ اوّل جو کچھ خرچ کرتی تھیں اندازہ سے ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں مگر جب حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ باندھ باندھ کر نہ رکھا کر اور حساب نہ لگایا کر جتنا بھی قدرت میں ہو خرچ کر لیا کر۔ تو پھر خوب خرچ کرنے لگیں۔ اپنی بیٹیوں اور گھر کی عورتوں کو نصیحت کیا کرتی تھیں کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے اور صدقہ کرنے میں ضرورت سے زیادہ ہونے اور بچنے کا انتظار نہ کیا کرو، کہ اگر ضرورت سے زیادتی کا انتظار کرتی رہو گی تو ہونے کا ہی نہیں (کہ ضرورت خود بڑھتی رہتی ہے) اور اگر صدقہ کرتی رہو گی تو صدقہ میں خرچ کر دینے سے نقصان میں نہ رہو گی[2]۔ ف ان حضرات کے پاس جتنی تنگی اور ناداری تھی اتنی ہی صدقہ وخیرات اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی گنجائش اور وسعت تھی۔ آج کل مسلمانوں میں افلاس و تنگی کی عام شکایت ہے مگر شاید ہی کوئی ایسی جماعت نکلے جو پیٹ پر پتھر باندھ کر گذر کرتی ہو یا ان پر کئی کئی دن کا مسلسل فاقہ ہو جاتا ہو۔

[1] مسند احمد [2] طبقات

(۲۰) حضورؐ کی بیٹی حضرت زینبؓ کی ہجرت اور انتقال

دو جہان کے سردار حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ نبوت سے دس برس پہلے جب کہ حضورؐ کی عمر شریف تیئس ۲۳ برس کی تھی پیدا ہوئیں اور خالہ زاد بھائی ابُو العاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے وقت حضورؐ کے ساتھ نہ جا سکیں۔ ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کے ساتھ شریک ہوئے اور قید ہوئے۔ اہلِ مکہ نے جب اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیے ارسال کئے تو حضرت زینبؓ نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کے لئے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں دیا تھا۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس کو دیکھا تو حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہوگئی۔ آبدیدہ ہوئے اور صحابہؓ کے مشورہ سے یہ قرار پایا کہ ابُو العاص کو بلا فدیہ کے اس شرط پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ واپس جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ طیبہ بھیجدیں۔ حضورؐ نے دو ۲ آدمی حضرت زینبؓ کو لینے کے لئے ساتھ کر دیئے کہ وہ مکہ سے باہر ٹھہر جائیں اور ان کے پاس تک ابُو العاص پہنچوا دیں۔ چنانچہ حضرت زینبؓ اپنے دیور کنانہ کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں۔ کفار کو جب اس کی خبر ہوئی تو آگ بگولہ ہوگئے اور ایک جماعت مزاحمت کے لئے پہنچ گئی جن میں حبار بن اسود جو حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی کا لڑکا تھا اور اس لحاظ سے حضرت زینبؓ کا بھائی ہوا، وہ اور اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ ان دونوں میں سے کسی نے اور اکثروں نے حبار ہی کو لکھا ہے، حضرت زینبؓ کو نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر اونٹ سے گریں۔ چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے پیٹ سے بچہ بھی ضائع ہوا۔ کنانہ نے تیروں سے مقابلہ کیا۔ ابُو سفیان نے ان سے کہا کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان چلی جائے، یہ تو گوارا نہیں۔ اس وقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیجدینا۔ کنانہ نے اس کو قبول کر لیا اور واپس لے آئے۔ دو ایک روز بعد پھر روانہ کیا۔ حضرت زینبؓ کا یہ زخم کئی سال تک رہا اور کئی سال اس میں بیمار رہ کر ۸ھ میں انتقال فرمایا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا وَاَرْضَاہَا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔ دفن کے وقت نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خود قبر میں اترے اور دفن فرمایا۔ اترتے وقت بہت رنجیدہ تھے جب باہر تشریف لائے تو چہرہ کھلا ہوا تھا۔ صحابہؓ نے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ مجھے زینبؓ کے ضعف کا خیال تھا۔ میں نے دعا کی کہ قبر کی تنگی اور اس کی سختی اس سے ہٹا دی جائے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا[۱]۔ ف حضور اقدس

[۱] خمیس

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تو صاحبزادی اور دین کی خاطر اتنی مشقت اٹھائی کہ جان بھی اُسی میں دی۔ پھر بھی قبر کی تنگی کے لئے حضورؐ کی دُعا کی ضرورت پیش آئی تو ہم جیسوں کا کیا پوچھنا۔ اس لئے آدمی کو اکثر اوقات قبر کے لئے دُعا کرنا چاہیئے۔ خود نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تعلیم کی وجہ سے اکثر اوقات عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ بِمَنِّكَ وَكَرَمِكَ وَفَضْلِكَ۔

(۲۱) حضرت رُبَیِّع بنتِ مُعَوِّذ کی غیرتِ دینی

رُبَیِّع رض بنت مُعَوِّذ ایک انصاری صحابیہ رض ہیں۔ اکثر لڑائیوں میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ شریک ہوتی ہیں۔ زخمیوں کی دوا دارو فرمایا کرتی تھیں اور مقتولین اور شہداء کی نعشیں اُٹھا کر لایا کرتی تھیں۔ حضورؐ کی ہجرت سے پہلے مسلمان ہوگئی تھیں۔ ہجرت کے بعد شادی ہوئی۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی شادی کے دن ان کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ وہاں چند لڑکیاں خوشی میں شعر پڑھ رہی تھیں جن میں انصار کے اسلامی کارنامے اور ان کے بڑوں کا ذکر تھا جو بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے، ان میں سے ایک نے یہ مصرعہ بھی پڑھا۔ وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ (ہم میں ایک ایسے نبی ہیں جو آئندہ کی باتوں کو جانتے ہیں) حضورؐ نے اس کے پڑھنے کو منع فرمادیا کیونکہ آئندہ کے حالات اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ رُبَیِّع کے والد حضرت مُعَوِّذ رض، ابوجہل کے قتل کرنے والوں میں ہیں۔ ایک عورت جس کا نام اسماء تھا عطر بیچا کرتی تھی، وہ ایک مرتبہ چند عورتوں کے ساتھ حضرت رُبَیِّع رض کے گھر بھی گئی اور ان سے نام حال پتہ وغیرہ جیسے کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے دریافت کیا انھوں نے بتادیا۔ ان کے والد کا نام سُن کر وہ کہنے لگی کہ تُو اپنے سردار کے قاتل کی بیٹی ہے۔ ابوجہل چونکہ عرب کا سردار شمار کیا جاتا تھا اس لئے اپنے سردار کا قاتل کہا۔ یہ سُن کر رُبَیِّع رض کو غصہ آگیا۔ کہنے لگی کہ میں اپنے غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں۔ رُبَیِّع رض کو غیرت آئی کہ ابوجہل کو اپنے باپ کا سردار سُنے اس لئے انہوں نے اپنے غلام کے لفظ سے ذکر کیا۔ اسماء کو ابوجہل کے متعلق غلام کا لفظ سُن کر غصہ آیا۔ اور کہنے لگی کہ مجھ پر حرام ہے کہ تیرے ہاتھ عطر فروخت کروں۔ رُبَیِّع رض نے کہا کہ مجھ پر بھی حرام ہے کہ تجھ سے عطر خریدوں۔ میں نے تیرے عطر کے سوا کسی عطر میں گندگی اور بدبو نہیں دیکھی۔[1] ف رُبَیِّع رض کہتی ہیں کہ میں نے بدبو کا لفظ اس کے جلانے کو کہا تھا یہ حمیت اور دینی غیرت تھی کہ دین کے اس سخت دُشمن کے متعلق وہ سرداری کا لفظ نہ سُن سکیں۔ آجکل دین کے بڑے سے بڑے دشمن پر بھی اس سے اونچے اونچے لفظ بولے جاتے

[1] اسد الغابہ

ہیں اور کوئی شخص اگر منع کرے تو وہ تنگ نظر بتا دیا جاتا ہے۔ نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ مُنافق کو سردار مت کہو۔ اگر وہ تمھارا سردار ہو گیا تو تم نے اپنے رَبّ کو ناراض کیا[1]

معلومات

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بیبیاں اور اولاد

اپنے آقا اور دو جہان کے سردار حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بیبیوں اور اولاد کا حال معلوم کرنے کا اشتیاق ہوا کرتا ہے اور ہر مسلمان کو ہونا بھی چاہیئے۔ اس لئے مختصر حال ان کا لکھا جاتا ہے کہ تفصیلی حالات کے لئے تو بڑی ضخیم کتاب چاہیئے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا نکاح جن پر مُحدّثین اور مُؤرخین کا اتفاق ہے۔ گیارہ عورتوں سے ہوا۔ اس سے زیادہ میں اختلاف ہے۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ان میں سب سے پہلا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا جو بیوہ تھیں۔ حضورؐ کی عمر شریف اس وقت پچیس برس کی تھی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ حضورؐ کی اولاد بھی بجز حضرت ابراہیمؓ کے سب انہیں سے ہوئی۔ جن کا بیان بعد میں آئے گا۔ حضرت خدیجہؓ کے نکاح کی سب سے اوّل تجویز وَرَقہ بن نوفل سے ہوئی تھی مگر نکاح کی نوبت نہیں آئی۔ اس کے بعد دو شخصوں سے نکاح ہوا۔ اہلِ تاریخ کا اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں پہلے کس سے ہوا۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ پہلے عتیق بن عائذ سے ہوا جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام ہند تھا اور وہ بڑی ہو کر مسلمان ہوئیں اور صاحب اولاد بھی۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ عتیق سے ایک لڑکا بھی ہوا جس کا نام عبداللہ یا عبدِ مناف تھا۔ عتیق کے بعد پھر خدیجہؓ کا نکاح ابُو ہالہ سے ہوا جن سے ہند اور ہالہ دو اولاد ہوئیں۔ اکثر نے کہا ہے کہ دونوں لڑکے تھے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ ہند لڑکا ہے اور ہالہ لڑکی۔ ہند حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت تک زندہ رہے۔ ابُو ہالہ کے انتقال کے بعد حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے نکاح ہوا۔ جس وقت کہ حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ نکاح کے بعد پچیس برس حضورؐ کے نکاح میں رہیں اور رمضان ۱۰ھ نبوی میں پینسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ان سے بے حد محبت تھی اور ان کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ ان کا لقب اسلام سے پہلے ہی سے طاہرہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کی اولاد جو دوسرے خاوندوں سے ہے وہ بھی بنُو الطّاہرہ کہلاتی ہے۔ ان

[1] ابوداؤد

کے فضائل حدیث کی کتابوں میں کثرت سے ہیں۔ ان کے انتقال پر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ نے خود قبر مبارک میں اُتر کر اُن کو دفن فرمایا تھا۔ نمازِ جنازہ اس وقت تک مشروع نہیں ہوئی تھی۔ اُن کے بعد اسی سال شوال میں حضرت عائشہؓ اور حضرت سَودہؓ سے نکاح ہوا۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان دونوں میں پہلے کس کا نکاح ہوا۔ بعض مؤرخین نے حضرت عائشہؓ سے نکاح پہلے ہونا لکھا ہے اور بعضوں کی رائے یہ ہے کہ حضرت سَودہؓ سے پہلے ہوا بعد میں حضرت عائشہؓ سے۔

حضرت سودہؓ کے حالات

حضرت سَودہؓ بھی بیوہ تھیں۔ اُن کے والد کا نام زَمْعَہ بن قَیْس ہے۔ پہلے سے اپنے چچازاد بھائی سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ دونوں مسلمان ہوئے اور ہجرت فرما کر حَبَشہ تشریف لے گئے اور حَبَشہ میں سکران کا انتقال ہو گیا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ مکہ واپس آکر انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے بعد ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے کچھ دنوں بعد ان سے نکاح ہوا اور رخصتی حضرت عائشہؓ کی رخصتی سے سب کے نزدیک پہلے ہی ہوئی۔ حضورؐ کی عادت شریفہ تو کثرت سے نماز میں مشغول رہنا تھی ہی۔ ایک مرتبہ حضورؐ سے انہوں نے عرض کیا کہ رات آپ نے اتنا لمبا رکوع کیا کہ مجھے اپنی ناک سے نکسیر نکلنے کا ڈر ہو گیا (یہ بھی حضورؐ کے پیچھے نماز پڑھ رہی تھیں، چونکہ بدن کی بھاری تھیں اس وجہ سے اور بھی مشقت ہوئی ہوگی) ایک مرتبہ حضورؐ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسولَ اللہ مجھے خاوند کی خواہش نہیں مگر یہ تمنا ہے کہ جنت میں حضورؐ کی بیویوں میں داخل ہوں اس لئے مجھے آپ طلاق نہ دیں میں اپنی باری عائشہؓ کو دیتی ہوں۔ اس کو حضورؐ نے قبول فرما لیا اور اس وجہ سے ان کی باری کا دن حضرت عائشہؓ کے حصہ میں آتا تھا۔ ۵۴ھ یا ۵۵ھ میں اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اخیر زمانۂ خلافت میں وفات پائی۔ ان کے علاوہ ایک سَودہ اور بھی ہیں جو قریش ہی کی ہیں۔ حضورؐ نے ان سے نکاح کا ارادہ فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے ساری دنیا میں سب سے زیادہ محبوب آپ ہیں۔ مگر میرے پانچ چھ بچے ہیں۔ مجھے یہ بات گراں ہے کہ وہ آپؐ کے سرہانے روئیں چلائیں۔ حضورؐ نے ان کی اس بات کو پسند فرمایا۔ تعریف کی اور نکاح کا ارادہ ملتوی فرما دیا۔

حضرت عائشہؓ کے حالات

حضرت عائشہؓ سے بھی نکاح مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے شوال ۱۰ نبوی میں ہوا۔ جس وقت کہ ان کی عمر چھ سال کی تھی۔ حضورؐ کی بیویوں میں صرف یہی ایک ایسی ہیں جن سے کنوارے پن میں نکاح ہوا اور باقی سب سے نکاح بیوگی کی حالت میں ہوا۔ نبوت سے چار سال بعد یہ پیدا ہوئیں اور ہجرت کے بعد جب کہ ان کی عمر نواں برس

تھا رخصتی ہوئی اور اٹھارہ سال کی عمر میں حضورؐ کا وصال ہوا، اور چھیاسٹھ سال کی عمر میں ۱۷ رمضان ۵۷ھ کو منگل کی شب میں ان کا وصال ہوا۔ خود ہی وصیت فرمائی تھی کہ مجھے عام قبرستان میں جہاں اور بیبیاں دفن کی گئی ہیں دفن کیا جائے، حضورؐ کے قریب حجرہ شریفہ میں نہ دفن کیا جائے چنانچہ بقیع میں دفن کی گئیں۔ عرب میں یہ مشہور تھا کہ شوال کے مہینہ میں نکاح نامبارک ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا نکاح بھی شوال میں ہوا، رخصتی بھی شوال میں ہوئی۔ حضورؐ کی بیویوں میں کونسی مجھ سے زیادہ نصیبہ ور اور حضورؐ کی محبوبہ تھی۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد خولہؓ حکیم کی بیٹی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ نکاح نہیں کرتے۔ حضورؐ نے فرمایا کس سے عرض کیا۔ کنواری بھی ہے بیوہ بھی ہے جو منظور ہو۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ کنواری تو آپؐ کے سب سے زیادہ دوست ابوبکرؓ کی لڑکی عائشہؓ ہے اور بیوہ سَودَہؓ بنت زَمعہ، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا تذکرہ کر کے دیکھ لو۔ وہ وہاں سے حضرت ابوبکرؓ کے گھر آئیں اور حضرت عائشہؓ کی والدہ اُمّ رومانؓ سے عرض کیا کہ میں ایک بڑی خیر و برکت لے کر آئی ہوں۔ دریافت کرنے پر کہا کہ حضورؐ نے مجھے عائشہؓ سے منگنی کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اُمّ رُومانؓ نے کہا کہ وہ تو اُن کی بھتیجی ہے۔ اس سے کیسے نکاح ہو سکتا ہے۔ اچھا ابوبکرؓ کو آنے دو۔ حضرت ابوبکرؓ اس وقت گھر پر موجود نہ تھے۔ ان کے تشریف لانے پر ان سے بھی یہی ذکر کیا۔ انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ وہ تو حضورؐ کی بھتیجی ہے۔ حضورؐ سے کیسے نکاح ہو سکتا ہے۔ خَولہؓ نے جا کر حضورؐ سے عرض کیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ میرے اسلامی بھائی ہیں ان کی لڑکی سے میرا نکاح جائز ہے۔ خولہؓ واپس ہوئیں اور حضرت ابوبکرؓ کو جواب سُنایا۔ وہاں کیا دیر تھی۔ کہا بلا لاؤ۔ حضورؐ تشریف لے گئے اور نکاح ہو گیا۔ ہجرت کے بعد چند مہینے گذر جانے پر حضرت اَبُوبکرؓ صدیق نے دریافت کیا کہ آپؐ اپنی بیوی عائشہؓ کو کیوں نہیں بلا لیتے۔ حُضور اَقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سامان مہیّا نہ ہونے کا عذر فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نذرانہ پیش کیا۔ جس سے تیاری ہوئی اور شوال ۱ھ یا ۲ھ میں چاشت کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کے دولت کدہ پر بنا یعنی رخصتی ہوئی۔ یہ تین نکاح حضورؐ کے ہجرت سے پہلے ہوئے۔ اس کے بعد جتنے نکاح ہوئے وہ ہجرت کے بعد ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کے بعد حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حَفصہؓ سے نکاح ہوا۔ حضرت حفصہؓ نبوّت سے پانچ برس قبل مکّہ میں پیدا ہوئیں۔ پہلا نکاح مکّہ ہی میں خُنَیسؓ بن حُذافہ سے ہوا۔ یہ بھی پُرانے مسلمان ہیں۔ جنہوں نے حبشہ کی ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی۔

بدر میں بھی شریک ہوئے اور اسی لڑائی میں یا اُحد کی لڑائی میں ان کے ایسا زخم آیا جس سے اچھے
نہ ہوئے اور ۲ھ یا ۳ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت حفصہؓ بھی اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت فرما
کر مدینہ طیبہ ہی آگئیں تھیں جب بیوہ ہوگئیں تو حضرت عمرؓ نے اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ سے
درخواست کی کہ میں حفصہؓ کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے سکوت فرمایا۔ اس کے بعد
حضرت عثمانؓ کی اہلیہ حضورؐ کی صاحبزادی حضرت رُقیہؓ کا جب انتقال ہوا تو حضرت عثمانؓ سے
ذکر فرمایا۔ انھوں نے فرمادیا کہ میرا تو اس وقت نکاح کا ارادہ نہیں۔ حضورؐ سے حضرت عمرؓ نے اس
کی شکایت کی تو حضورؐ نے اِرشاد فرمایا کہ میں حفصہؓ کے لئے عثمانؓ سے بہتر خاوند اور عثمانؓ کے
لئے حفصہؓ سے بہتر بیوی بتاتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت حفصہؓ سے ۲ھ یا ۳ھ میں خود نکاح
کیا اور حضرت عثمانؓ کا نکاح اپنی صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثومؓ سے کردیا۔ ان کے پہلے خاوند کے
انتقال میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ بدر کے زخم سے شہید ہوئے یا اُحد کے۔ بدر ۲ھ میں ہے
اور اُحد ۳ھ میں۔ اسی وجہ سے ان کے نکاح میں بھی اختلاف ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر
صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جب تم نے حفصہؓ کے نکاح کا ذکر کیا تھا اور میں نے سکوت
کیا تھا تمھیں اس وقت ناگواری ہوئی ہوگی۔ مگر چونکہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجھ سے نکاح کا
تذکرہ فرماچکے تھے اس لئے نہ تو میں قبول کرسکتا تھا اور نہ حضورؐ کے راز کو ظاہر کرسکتا تھا اس لئے
سکوت کیا تھا۔ اگر حضورؐ ارادہ مُلتوی فرمادیتے تو میں ضرور کرلیتا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے
ابوبکرؓ کے سکوت کا حضرت عثمانؓ کے انکار سے بھی زیادہ رنج تھا۔ حضرت حفصہؓ بڑی عابدہ
زاہدہ تھیں۔ رات کو اکثر جاگتی تھیں اور دن میں کثرت سے روزہ رکھا کرتی تھیں۔ کسی وجہ سے حضور
اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُن کو ایک طلاق بھی دی تھی جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو بہت رنج ہوا اور ہونا
بھی چاہیئے تھا۔ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور عرض کیا۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا اِرشاد ہے کہ حفصہؓ
سے رُجوع کرلو۔ یہ بڑی شب بیدار اور کثرت سے روزہ رکھنے والی ہیں اور عمرؓ کی خاطر بھی منظور ہے۔
اس لئے حضورؐ نے رُجوع فرمالیا۔ جُمادَی الاُولیٰ ۴۵ھ میں جب کہ ان کی عمر تقریباً تریسٹھ برس کی
تھی مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا۔ بعض نے ان کا انتقال ۴۱ھ میں اور عمر ساٹھ برس کی لکھی ہے۔ ان
کے بعد حضورؐ کا نکاح حضرت زینبؓ سے ہوا۔ حضرت زینبؓ خُزیمہ کی بیٹی جن کے پہلے نکاح میں
اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ پہلے عبداللہ بن جحشؓ سے نکاح ہوا تھا۔ جب وہ غزوۂ اُحُد
میں شہید ہوئے جن کا قصہ باب ۷ کی پہلی حدیث میں گذرا۔ تو حضورؐ نے نکاح کیا۔ اور بعض نے لکھا

حضرت زینبؓ کے حالات

کہ ان کا پہلا نکاح طفیل بن حارث سے ہوا تھا۔ ان کے طلاق دینے کے بعد اُن کے بھائی عُبَیدہؓ بن الحارث سے ہوا جو بدر میں شہید ہوئے۔ اس کے بعد حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے ہجرت کے اکتیس مہینے بعد رمضان ۳ھ میں ہوا۔ آٹھ مہینے حضورؐ کے نکاح میں رہیں اور ربیع الآخر ۴ھ میں انتقال فرمایا۔ حضورؐ کی بیویوں میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ دو ہی بیبیاں ایسی ہیں جن کا وصال حضورؐ کے سامنے ہوا۔ باقی نو ۹ حضورؐ کے وصال کے وقت زندہ تھیں جن کا بعد میں انتقال ہوا۔ حضرت زینبؓ بڑی سخی تھیں۔ اسی وجہ سے ان کا نام اسلام سے پہلے بھی اُمّ المساکین (مسکینوں کی ماں) تھا۔ ان کے بعد حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا نکاح حضرت اُمِّ سلمہؓ سے ہوا

حضرت اُمِّ سلمہؓ ابواُمیّہ کی بیٹی تھیں جن کا پہلا نکاح اپنے چچازاد بھائی ابوسلمہؓ سے ہوا تھا جن کا نام عبداللہؓ بن عبدالاسد تھا۔ دونوں میاں بیوی ابتدائی مسلمانوں میں ہیں۔ کفار کے ہاتھ سے تنگ آکر اوّل دونوں نے حبشہ کی ہجرت کی۔ وہاں جاکر ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جن کا نام سلمہؓ تھا۔ حبشہ سے واپسی کے بعد مدینہ طیبہ کی ہجرت کی۔ جس کا قصہ اسی باب کے ۵ پر مفصل گذر چکا ہے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر ایک لڑکا عمرؓ اور دو لڑکیاں دُرّہ اور زینب پیدا ہوئیں۔ ابوسلمہؓ دس آدمیوں کے بعد مسلمان ہوتے تھے۔ بدر اور اُحد کی لڑائی میں بھی شریک ہوئے تھے۔ اُحد کی لڑائی میں ایک زخم آگیا تھا جس کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی۔ اس کے بعد صفر ۴ھ میں ایک سریّہ میں تشریف لے گئے تو واپسی پر وہ زخم پھر ہرا ہو گیا اور اسی میں آٹھ جمادی الاُخریٰ ۴ھ میں انتقال کیا۔ حضرت اُمِّ سلمہؓ اس وقت حاملہ تھیں اور زینبؓ پیٹ میں تھیں۔ جب وہ پیدا ہوئیں تو عدت پوری ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نکاح کی خواہش فرمائی تو انھوں نے عذر کر دیا۔ اس کے بعد حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارادہ فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میرے بچّے بھی ہیں اور میرے مزاج میں غیرت کا مضمون بہت ہے اور میرا کوئی ولی یہاں ہے نہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بچوں کا اللہ محافظ ہے اور یہ غیرت بھی انشاء اللہ جاتی رہے گی اور کوئی ولی اس کو ناپسند نہیں کرے گا۔ تو انھوں نے اپنے بیٹے سلمہؓ سے کہا کہ حضورؐ سے میرا نکاح کر دو۔ اخیر شوال ۴ھ میں حضورؐ سے نکاح ہوا۔ بعض نے ۳ھ میں اور بعض نے ۲ھ میں لکھا ہے۔ اُمِّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سُنا تھا کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دُعا کرے اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْنِیْ خَیْرًا مِّنْھَا۔ اے اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کا نعم البدل نصیب فرما تو اس کو اللہ جلّ شانہٗ بہترین بدل عطا فرماتے ہیں۔ ابوسلمہؓ کے مرنے پر میں یہ دُعا تو پڑھ لیتی مگر یہ

سوچتی تھی کہ ابو سلمہؓ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ نے حضورؐ سے نکاح کرا دیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان کے حُسن کی بہت شہرت تھی۔ جب نکاح ہو گیا تو میں نے چھپ کر حیلہ سے جا کر دیکھا تو جیسا سُنا تھا اس سے زیادہ پایا۔ میں نے حفصہؓ سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا نہیں ایسی حسین نہیں ہیں جتنی شہرت ہے۔ اُمّہاتُ المؤمنین میں سب سے اخیر میں حضرت اُمّ سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ یا ۶۲ھ میں ہوا۔ اس وقت چوراسی ۸۴ سال کی عمر تھی۔ اس لحاظ سے نبوّت سے تقریباً نو ۹ برس پہلے پیدا ہوئیں۔ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کے انتقال کے بعد ان سے نکاح ہوا اور حضرت زینبؓ کے مکان میں مقیم ہوئیں۔ انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک مٹکے میں جَو رکھے ہیں اور ایک چکّی اور ہانڈی بھی۔ انہوں نے جَو خود پیسے اور چکنائی ڈال کر ملیدہ تیار کیا اور پہلے ہی دن حضورؐ کو وہ ملیدہ کھلایا جو نکاح کے دن اپنے ہی ہاتھ سے پکایا تھا۔ ان کے بعد حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نکاح زینبؓ بنتِ جحش سے ۵ھ ہوا۔ یہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ ان کا پہلا نکاح حضورؐ نے اپنے مُتبنّٰی حضرت زید بن حارثہؓ سے کیا تھا۔ ان کے طلاق دینے کے بعد اللہ جلّ شانہٗ نے خود ان کا نکاح حضورؐ سے کر دیا جس کا قصّہ سورۂ احزاب میں بھی ہے اس وقت ان کی عمر پینتیس ۳۵ سال کی تھی۔ مشہور قول کے موافق ذیقعدہ ۵ھ میں نکاح ہوا۔ بعض نے ۳ھ میں لکھا ہے مگر صحیح ۵ھ ہے۔ اور اس حساب سے نبوّت سے گویا سترہ سال قبل ان کی پیدائش ہوئی۔ ان کو اس بات پر فخر تھا کہ سب عورتوں کا نکاح ان کے اولیا نے کیا اور ان کا نکاح اللہ جلّ شانہٗ نے کیا۔ حضرت زیدؓ نے جب ان کو طلاق دی اور عدت پوری ہو گئی تو حضورؐ نے ان کے پاس پیام بھیجا۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک اپنے اللہ سے مشورہ نہ کر لوں اور یہ کہہ کر وضو کیا اور نماز کی نیّت باندھ لی اور یہ دُعا کی کہ یا اللہ تیرے رسولؐ مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اگر میں ان کے قابل ہوں تو میرا نکاح ان سے فرما دے۔ ادھر حضورؐ پر قرآن شریف کی آیت فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا نازل ہوئی تو حضورؐ نے خوشخبری بھیجی۔ حضرت زینبؓ خوشی کے وجہ سے سجدہ میں گر گئیں۔ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے نکاح کا ولیمہ بڑی شان سے کیا۔ بکری ذبح کی اور گوشت روٹی کی دعوت فرمائی۔ ایک ایک جماعت کو بلایا جاتا تھا اور جب وہ فارغ ہو جاتی تھی تو دوسری جماعت اسی طرح بلائی جاتی حتیٰ کہ سب ہی لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ حضرت زینبؓ بڑی سخی تھیں اور بڑی محنتی۔ اپنے ہاتھ سے محنت کرتیں اور جو حاصل ہوتا وہ

حضرت زینب بنت جحشؓ کے حالات

صدقہ کر دیتیں۔ ان ہی کے بارہ میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ سے سب سے پہلے مرنے کے بعد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لانبا ہوگا۔ بیبیاں ظاہری لمبائی سمجھیں۔ اس لئے لکڑی لے کر سب کے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے۔ دیکھنے میں حضرت سودہؓ کا ہاتھ سب سے لانبا ملا۔ مگر جب حضرت زینبؓ کا انتقال سب سے پہلے ہوا جب سمجھیں کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ کی کثرت تھی۔ روزے بھی بہت زیادہ رکھتی تھیں۔ ۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پچاس برس کی عمر تھی۔ ان کا قصہ اسی باب کے ۱۰ پر بھی گذرا ہے۔ ان کے بعد آپؐ کا نکاح حضرت جویریہؓ بنت الحارث بن ابی ضرار سے ہوا۔ یہ غزوۂ مریسیع میں قید ہو کر آئیں تھیں اور غنیمت میں حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آئیں۔ قید ہونے سے پہلے مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ثابتؓ نے ان کو نو ۹ اوقیہ سونے پر مکاتب کر دیا۔ مکاتب اس غلام یا باندی کو کہتے ہیں جس سے یہ مقرر کر لیا جاوے کہ اتنے دام تم اگر دے دو تو تم آزاد۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم تقریباً ساڑھے تین آنے کا۔ اس حساب سے نو ۹ اوقیہ کی قیمت (۱؎ ۸۷ روپے) ہوئی اور چار آنے کا اگر درہم ہو تو ۹۰ روپے ہوئی۔ یہ حضورؐ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنی قوم کے سردار حارث کی بیٹی جویریہؓ ہوں۔ جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی آپؐ کو معلوم ہے اب اتنی مقدار پر میں مکاتب ہوئی ہوں اور یہ مقدار میری طاقت سے باہر ہے۔ آپؐ کی امید پر آئی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تجھے اس سے بہتر راستہ بتاؤں کہ تجھے مال ادا کر کے آزاد کرا دوں اور تجھ سے نکاح کر لوں۔ ان کے لئے اس سے بہتر کیا تھا۔ بخوشی منظور کر لیا اور ۵ھ میں مشہور قول کے موافق اور بعضوں نے ۶ھ میں اس قصہ کو بتایا ہے نکاح ہو گیا۔ صحابہؓ نے جب سنا، کہ بنو المصطلق حضورؐ کی سسرال بن گئی۔ تو انہوں نے بھی اس رشتہ کے اعزاز میں اپنے اپنے غلام آزاد کر دیئے۔ کہتے ہیں کہ ایک حضرت جویریہؓ کی وجہ سے سو گھرانے آزاد ہوئے جن میں تقریباً سات سو آدمی تھے۔ اس قسم کی مصلحتیں حضورؐ کے ان سب نکاحوں میں تھیں۔ حضرت جویریہؓ نہایت حسین تھیں۔ چہرے پر ملاحت تھی۔ کہتے ہیں کہ جو نگاہ پڑ جاتی تھی اٹھتی نہ تھی۔ حضرت جویریہؓ نے اس لڑائی سے تین دن پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ یثرب سے ایک چاند چلا اور میری گود میں آ گیا۔ کہتی ہیں کہ جب میں قید ہوئی تو مجھے اپنے خواب کی تعبیر کی امید بندھی۔ اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی اور ربیع الاول ۵۰ھ میں صحیح قول کے موافق پینسٹھ برس کی عمر میں مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا۔ اور بعضوں نے ان کا انتقال ۵۶ھ میں ستر برس کی عمر میں لکھا ہے۔ ام المومنین

۱؎ کتاب ہذا کی تصنیف کے وقت یہ قیمت تھی۔ در اصل درہم ساڑھے تین ماشہ چاندی کے ایک قدیم سکہ کا نام ہے۔ مصحح

حضرت جویریہؓ کے حالات

حضرت اُمِّ حَبیبہؓ [۹] ابو سُفیان کی صاحبزادی ان کے نام میں اختلاف ہے۔ اکثروں نے رملہ اور بعضوں نے ہند بتایا ہے۔ ان کا پہلا نکاح عبید اللہ [۱] بن جحش سے مکّہ مکرّمہ میں ہوا تھا۔ دونوں میاں بیوی مسلمان ہوگئے تھے۔ کفّار کی تکالیف کی بدولت وطن چھوڑنا پڑا اور حبشہ کی ہجرت دونوں نے کی۔ وہاں جاکر خاوند نصرانی ہوگیا۔ یہ اسلام پر باقی رہیں۔ انھوں نے اسی رات میں اپنے خاوند کو خواب میں نہایت بُری شکل میں دیکھا۔ صبح کو معلوم ہوا کہ وہ نصرانی ہوگیا ہے۔ اس تنہائی میں اس حالت میں ان پر کیا گذری ہوگی، اللہ ہی کو معلوم ہے۔ لیکن حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کا نِعْمَ الْبَدَل یہ عطا فرمایا کہ حضورؐ کے نکاح میں آگئیں۔ حضورؐ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس پیام بھیجا کہ ان کا نکاح مجھ سے کردو۔ چنانچہ نجاشی نے ایک عورت ابرہہ کو ان کے پاس اس کی خبر کے لئے بھیجا۔ اُنھوں نے خوشی میں اپنے دونوں کنگن جو پہن رہی تھیں اس کو عطا کر دیئے اور پاؤں کے چھلّے کڑے وغیرہ مُتعَدِّد چیزیں دیں۔ نجاشی نے نکاح کیا اور اپنے پاس سے چار سو دینار مہر کے ادا کئے اور بہت کچھ سامان دیا۔ جو لوگ مجلسِ نکاح میں موجود تھے ان کو بھی دینار دیئے اور کھانا کھلایا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ نکاح ۷ھ میں ہوا جیسا کہ اکثر کا قول ہے یا ۶ھ میں جیسا کہ بعض نے کہا ہے۔ صاحب تاریخ خمیس نے لکھا ہے کہ ان کا نکاح ۶ھ میں ہوا اور رخصتی ۷ھ میں، جب یہ مدینہ طیبہ پہنچیں۔ نجاشی نے بہت سی خوشبو اور سامان جہیز وغیرہ دے کر ان کو نکاح کے بعد حضورؐ کی خدمت میں بھیجدیا۔ بعض کتُب تواریخ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے باپ نے نکاح کیا مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کے باپ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اس قصّہ کے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کا ایک قصّہ اسی باب کے ۹ پر گذر چکا ہے۔ ان کے انتقال میں بہت اختلاف ہے۔ اکثر نے ۴۴ھ بتایا ہے اور اس کے علاوہ ۴۲ھ اور ۵۵ھ اور ۵۰ھ وغیرہ اقوال بھی ہیں۔

حضرت اُمِّ حبیبہؓ کے حالات

اُمُّ المؤمنین حضرت صَفِیَّہؓ [۱۰] حُیَیّ کی بیٹی حضرت موسٰی علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ اوّل سَلاّم بن مشکم کے نکاح میں تھیں اس کے بعد کنانہ بن اَبی حُقیق کے نکاح میں آئیں۔ اس سے نکاح اس زمانہ میں ہوا تھا کہ خیبر کی لڑائی شروع ہو گئی تھی۔ اور ان کا خاوند قتل ہوگیا تھا۔ خیبر کی لڑائی کے بعد دِحیہؓ کلبی ایک صحابی تھے۔ انہوں نے حضورؐ سے ایک باندی مانگی۔ حضورؐ نے ان کو مرحمت فرمادیا۔ چونکہ مدینہ میں بھی دو قبیلے قُرَیظہ اور نَضیر آباد تھے اور یہ سردار کی بیٹی تھیں اس لئے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ بات بہت سے لوگوں کو ناگوار ہوگی۔ صفیہؓ کو اگر حضورؐ اپنے نکاح میں لے لیں تو بہت سے لوگوں کی دلداری ہے اس لئے حضورؐ نے دحیہؓ کو خاطر خواہ

حضرت صفیہؓ کے حالات

۱؎ سیر الصحابہ جلد دوم

عوض دے کر ان کو لے لیا اور ان کو آزاد فرما کر نکاح کر لیا اور خیبر سے واپسی میں ایک منزل پر ان کی رخصتی ہوئی۔ صبح کو حضورؐ نے ارشاد فرمایا جس کے پاس جو کھانے کی چیز ہو وہ لے آئے۔ صحابہؓ کے پاس متفرق چیزیں کھجور، پنیر، گھی وغیرہ جو تھا وہ لے آئے ایک چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا اور اس پر وہ سب ڈال دیا گیا اور سب نے شریک ہو کر کھا لیا۔ یہی ولیمہ تھا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضورؐ نے ان کو اختیار دے دیا تھا کہ اگر تم اپنی قوم اور اپنے ملک میں رہنا چاہو تو آزاد ہو چلی جاؤ اور میرے پاس میرے نکاح میں رہنا چاہو تو رہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں شرک کی حالت میں حضورؐ کی تمنا کرتی تھی اب مسلمان ہو کر کیسے جا سکتی ہوں۔ اس سے مراد غالباً ان کا وہ خواب ہے جو انہوں نے مسلمان ہونے سے پہلے دیکھا تھا کہ ایک چاند کا ٹکڑا میری گود میں ہے۔ اس خواب کو انہوں نے اپنے خاوند کنانہ سے کہا اُس نے ایک طمانچہ اس زور سے منہ پر مارا کہ آنکھ پر اس کا نشان پڑ گیا اور یہ کہا کہ تو یثرب کے بادشاہ کے نکاح کی تمنا کرتی ہے۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ آفتاب ان کے سینہ پر ہے۔ خاوند سے اس کو بھی ذکر کیا۔ اُس نے اس پر بھی یہی کہا کہ تو یہ چاہتی ہے کہ یثرب کے بادشاہ کے نکاح میں جائے۔ ایک مرتبہ انہوں نے چاند کو گود میں دیکھا تو اپنے باپ سے ذکر کیا۔ اس نے بھی ایک طمانچہ مارا اور یہ کہا کہ تیری نگاہ یثرب کے بادشاہ پر جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ چاند کا وہی ایک خواب خاوند اور باپ دونوں سے کہا ہو یا چاند دو مرتبہ دیکھا ہو۔ رمضان ۵۰ھ میں صحیح قول کے موافق اِنتقال ہوا اور تقریباً ساٹھ برس کی عمر پائی خود کہتی ہیں کہ میں جب حضورؐ کے نکاح میں آئی تو میری عمر سترہ سال کی نہیں ہوئی تھی۔ اُمّ المؤمنین حضرت میمونہؓ حارث بن حزن کی بیٹی ان کا اصل نام بَرّہ تھا۔ حضورؐ نے بدل کر میمونہؓ رکھا پہلے سے ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں۔ اکثر مؤرخین کا یہی قول ہے اور بہت سے اقوال ان کے پہلے خاوند کے نام میں ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضورؐ سے پہلے بھی دو نکاح ہوئے تھے۔ بیوہ ہو جانے کے بعد ذیقعدہ ۷ھ میں جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے جا رہے تھے۔ موضع سَرِف میں نکاح ہوا۔ حضورؐ نے ارادہ فرمایا کہ عمرہ سے فراغت کے بعد مکہ میں رخصتی ہو جائے مگر مکہ والوں نے قیام کی اجازت نہ دی۔ اس لئے واپسی میں سَرِف ہی میں رخصتی ہوئی اور سَرِف ہی میں خاص اسی جگہ جہاں رخصتی کا خیمہ تھا ۵۱ھ میں صحیح قول کے موافق اِنتقال ہوا اور بعض نے ۶۱ھ میں لکھا ہے۔ اس وقت ان کی عمر اکیاسی برس کی تھی اور اسی جگہ قبر بنی۔ یہ بھی عبرت کا مقام ہے اور تاریخ کا عجیبہ ہے کہ ایک سفر میں وہاں نکاح ہوا اور دوسرے سفر میں وہاں رخصتی اور عرصہ کے بعد اُسی جگہ قبر بنی۔ حضرت عائشہؓ

حضرت میمونہؓ کے حالات

فرماتی ہیں کہ میمونہؓ ہم سب میں زیادہ متقی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔ یزید بن اَصَمؒ کہتے ہیں کہ ان کا مشغلہ ہر وقت نماز تھا یا گھر کا کام۔ اگر دونوں سے فراغت ہوتی تو مسواک کرتی رہتی تھیں۔ جن عورتوں کے نکاح پر مُحدِّثین و مُؤرِّخین کا اِتّفاق ہے، ان میں حضرت میمونہؓ کا نکاح سب سے آخری نکاح ہے۔ ان کی درمیانی ترتیب میں البتہ اختلاف ہے جس کی وجہ سے ان نکاحوں کی تاریخ کا اختلاف ہے جیساکہ مختصر طور پر معلوم ہوا ان گیارہ بیویوں میں سے دو کا وصال حضورؐ کے سامنے ہو چکا تھا۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ بنت خُزیمہ کا۔ باقی نو بیبیاں حضورؐ کے وصال کے وقت موجود تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض نکاح بعض مُحدِّثین و مُؤرِّخین نے لکھے ہیں جن کے ہونے میں اختلاف ہے اس لئے انہیں بیبیوں کا ذکر لکھا ہے جن پر اتفاق ہے۔

معلومات

حضورؐ کی اولاد

مؤرخین اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپؐ کی چار لڑکیاں ہوئیں اور اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ ان میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ ہیں پھر حضرت رُقیہؓ پھر حضرت اُمِّ کلثومؓ پھر حضرت سیدہ فاطمہؓ۔ لڑکوں میں البتہ بہت اِختلاف ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب حضرات بچپن ہی میں انتقال فرما گئے تھے اور عرب میں اس زمانہ میں تاریخ کا اہتمام کچھ ایسا نہ تھا۔ صحابہؓ جیسے جاں نثار بھی اس وقت تک کثرت سے نہیں ہوئے تھے جو ہر بات پوری پوری محفوظ رہتی۔ اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ تین لڑکے حضرت قاسمؓ حضرت عبداللہؓ حضرت ابراہیمؓ ہوئے بعضوں نے کہا کہ چوتھے صاحبزادے حضرت طیّبؓ اور پانچویں حضرت طاہرؓ تھے۔ اس طرح پانچ ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ طیّبؓ اور طاہرؓ دونوں ایک ہی صاحبزادے کے نام ہیں اس طرح چار ہوئے اور بعض نے کہا کہ حضرت عبداللہؓ ہی کا نام طیّبؓ اور طاہرؓ تھا۔ اس طرح تین ہی لڑکے ہوئے اور بعضوں نے دو لڑکے اور بھی بتاتے۔ مُطیّبؓ اور مُطہّرؓ اور لکھا ہے کہ طیّبؓ اور مطیّبؓ ایک ساتھ پیدا ہوئے اور طاہرؓ اور مطہرؓ ایک ساتھ پیدا ہوئے۔ اس طرح سات لڑکے ہوئے لیکن اکثر کی تحقیق تین لڑکوں کی ہے اور حضورؐ کی ساری اولاد حضرت ابراہیمؓ کے سوا حضرت خدیجہؓ ہی سے پیدا

ہوئی۔ لڑکوں میں حضرت قاسمؓ سب سے پہلے پیدا ہوئے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ حضرت زینبؓ ان سے بڑی تھیں یا چھوٹی حضرت قاسمؓ نے بچپن ہی میں انتقال فرمایا۔ دو سال کی عمر اکثر نے لکھی ہے اور بعضوں نے اس سے کم یا زیادہ بھی لکھی ہے۔ دوسرے صاحبزادے حضرت عبد اللہؓ جو نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور اسی وجہ سے ان کا نام طیّبؓ اور طاہرؓ بھی پڑا اور بچپن ہی میں انتقال ہوا۔ ان کے انتقال پر بعضوں نے لکھا ہے کہ حضرت قاسمؓ کے انتقال پر کفار بہت خوش ہوئے کہ آپؐ کی نسل مُنقطع ہو گئی جس پر سورۂ اِنَّآ اَعْطَیْنَا نازل ہوئی اور کفار کے اس کہنے کا کہ جب نسل ختم ہو گئی تو کچھ دنوں میں نام مبارک بھی مٹ جائے گا۔ یہ جواب ملا کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس بعد تک بھی حضورؐ کے نام کے فدائی کروڑوں موجود ہیں۔ تیسرے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ تھے جو ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں بالاتفاق ذی الحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ حضورؐ کی باندی حضرت ماریہؓ کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور حضورؐ کی سب سے آخری اولاد ہیں۔ حضورؐ نے ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا اور دو مینڈھے ذبح کئے اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ فرمائی اور بالوں کو دفن کرایا۔ اَبُو ہند بَیاضیؓ نے سر کے بال اُتارے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کے نام پر نام رکھا ہے اور سولہ مہینے کی عمر میں ان صاحبزادہ نے بھی ۱۰ ربیع الاوّل ۱۰ھ میں انتقال فرمایا بعضوں نے اٹھارہ مہینے کی عمر بتلائی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ابراہیمؓ کے لئے جنّت میں دودھ پلانے والی تجویز ہو گئی۔ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ ہیں اور جن مؤرخین نے اس کے خلاف لکھا ہے غلط ہے۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے نکاح سے پانچ برس بعد جب کہ آپؐ کی عمر شریف تیس برس کی تھی پیدا ہوئیں اور اپنے والدین کے آغوش میں جوان ہوئیں۔ مسلمان ہوئیں اور اپنے خالہ زاد بھائی اَبُو العاص بن رَبیع سے نکاح ہوا۔ غزوۂ بدر کے بعد ہجرت کی جس میں مشرکین کی ناپاک حرکتوں سے زخمی ہوئیں جس کا قصّہ اسی باب کے نمبر ۲ پر گذر چکا ہے اور اسی بیماری کا سلسلہ اخیر تک چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ۸ھ کے شروع میں انتقال فرمایا۔ ان کے خاوند بھی ۶ھ یا ۷ھ میں مسلمان ہو کر مدینہ منوّرہ پہنچ گئے تھے اور انہی کے نکاح میں رہیں۔ ان سے دو بچّے ہوئے ایک لڑکا ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام حضرت علیؓ تھا۔ جنہوں نے اپنی والدہ کے انتقال کے بعد بلوغ کے قریب حضورؐ کی زندگی ہی میں انتقال فرمایا۔ فتح مکّہ میں حضورؐ کے ساتھ اونٹنی پر جو سوار تھے وہ یہی حضرت علیؓ تھے۔ لڑکی کا نام حضرت اُمامہؓ تھا جن کے متعلق حدیث کی کتابوں میں کثرت سے قصّہ آتا ہے کہ جب حضورؐ نماز

میں سجدہ کرتے تو یہ کمر پر سوار ہو جاتیں۔ یہ حضورؐ کے بعد تک زندہ رہیں۔ حضرت سیدہ فاطمہؓ کے وصال کے بعد جو ان کی خالہ تھیں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے ان سے نکاح کیا اور ان کے وصال کے بعد مُغیرہؓ بن نوفل سے نکاح ہوا۔ حضرت علیؓ کے کوئی اولاد ان سے نہیں ہوئی البتہ مُغیرہؓ سے بعضوں نے ایک لڑکا بھی لکھا ہے۔ اور بعضوں نے انکار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے خود وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد حضرت علیؓ کا نکاح بھانجی سے کر دیا جائے ان کا انتقال ۵۰ھ میں ہوا۔

حضورؐ کی دوسری صاحبزادی حضرت رُقیہؓ تھیں جو اپنی بہن حضرت زینبؓ سے تین برس بعد پیدا ہوئیں جب کہ حضورؐ کی عمر شریف تینتیس ۳۳ برس کی تھی اور بعضوں نے حضرت رقیہؓ کو حضرت زینبؓ سے بڑا بتایا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ حضرت زینبؓ سے چھوٹی تھیں۔ حضورؐ کے چچا ابُولہب کے بیٹے عتبہ سے نکاح ہوا تھا۔ جب سورۂ تَبَّتْ نازل ہوئی تو ابولہب نے ان سے اور ان کے دوسرے بھائی عُتَیبہ سے جس کے نکاح میں حضورؐ کی تیسری صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثومؓ تھیں یہ کہا کہ میری ملاقات تم دونوں سے حرام ہے اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دے دو۔ اس پر دونوں نے طلاق دے دی۔ یہ دونوں نکاح بچپن میں ہوئے تھے رخصتی کی نوبت بھی نہیں آئی تھی۔ اس کے بعد فتح مکّہ پر حضرت رُقیہؓ کے خاوند عُتبہ مسلمان ہو گئے تھے مگر بیوی کو پہلے ہی طلاق دے چکے تھے اور حضرت رُقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے عرصہ ہوا ہو چکا تھا۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت رُقیہؓ نے دونوں مرتبہ حبشہ کی ہجرت کی تھی جس کا بیان پہلے باب کے نمبر ۱ پر گذر چکا۔ اس کے بعد جب حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی ہجرت کا حکم ہونے والا ہے اور مدینہ منوّرہ میری ہجرت کی جگہ ہوگی تو صحابہؓ نے مدینہ طیّبہ کی ہجرت شروع کر دی۔ اسی سلسلہ میں حضورؐ سے پہلے ہی یہ دونوں حضرات بھی مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے۔ حضور کی ہجرت کے بعد جب حضورؐ بدر کی لڑائی میں تشریف لے جانے لگے تو حضرت رُقیہؓ بیمار تھیں۔ اسی لئے حضورؐ حضرت عثمانؓ کو ان کی تیمارداری کے واسطے مدینہ چھوڑ گئے۔ بدر کی فتح کی خوشخبری مدینہ طیبہ میں اس وقت پہنچی جب یہ حضرات حضرت رقیہؓ کو دفن کر کے آرہے تھے۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دفن میں شرکت نہ فرما سکے۔ حضرت رُقیہؓ کے پہلے خاوند کے یہاں رخصتی بھی نہیں ہوسکی تو اولاد کا کیا ذکر۔ البتہ حضرت عثمانؓ سے ایک صاحبزادہ جن کا نام عبداللہؓ تھا، حبشہ میں پیدا ہوئے تھے جو اپنی والدہ کے انتقال کے بعد تک زندہ رہے اور چھ ۶ سال کی عمر میں ۴ھ میں انتقال فرمایا اور بعض نے لکھا ہے کہ اپنی والدہ سے ایک سال پہلے انتقال کیا۔ ان کے علاوہ کوئی اور اولاد حضرت

رقیہؓ سے نہیں ہوئی۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تیسری صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثومؓ تھیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان میں اور حضرت فاطمہؓ میں سے کونسی بڑی تھیں۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ اُمِّ کلثومؓ بڑی تھیں اوّل عُتَیبہ بن اَبی لَہَب سے نکاح ہوا مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ سورۂ تبّت کے نازل ہونے پر طلاق کی نوبت آئی جیساکہ حضرت رقیہؓ کے بیان میں گذرا۔ لیکن ان کے خاوند تو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے جیساکہ گذر چکا اور ان کے خاوند عتیبہ نے طلاق دی اور حضورؐ کی خدمت اقدس میں آکر نہایت گستاخی، بے ادبی اور نامناسب الفاظ بھی زبان سے نکالے۔ حضورؐ نے بددعا دی کہ یا اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مُسَلَّط فرما۔ ابو طالب اس وقت موجود تھے۔ باوجود مسلمان نہ ہونے کے سہم گئے اور کہا کہ اس کی بددعا سے تجھے خلاصی نہیں۔ چنانچہ عتیبہ ایک مرتبہ شام کے سفر میں جا رہا تھا۔ اس کا باپ اَبُولَہَب باوجود ساری عداوت اور دشمنی کے کہنے لگا کہ مجھے مُحَمَّد صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بددُعا کا فکر ہے۔ قافلہ کے سب لوگ ہماری خبر رکھیں۔ ایک منزل پر پہنچے وہاں شیر زیادہ تھے۔ رات کو تمام قافلہ کا سامان ایک جگہ جمع کیا اور اس کا ٹیلہ سا بنا کر اس پر عتیبہ کو سلایا اور قافلہ کے تمام آدمی چاروں طرف سوتے۔ رات کو ایک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے۔ اس کے بعد ایک زقند لگائی اور اس ٹیلے پر پہنچ کر عُتَیْبَہ کا سر بدن سے جُدا کر دیا۔ اس نے ایک آواز دی مگر ساتھ ہی کام تمام ہو چکا تھا بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ مسلمان ہو گیا تھا اور یہ قصہ پہلے بھائی کے ساتھ پیش آیا۔ بہرحال حضرت رُقیہؓ اور حضرت اُمِّ کلثومؓ کے پہلے شوہروں میں سے ایک مسلمان ہوئے۔ دوسرے کے ساتھ یہ عبرت کا واقعہ پیش آیا۔ اسی واسطے اللہ والوں کی دشمنی سے ڈرایا جاتا ہے۔ خود اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا ارشاد ہے[1] مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (جو میرے کسی ولی کو ستائے میری طرف سے اس کو لڑائی کا اعلان ہے) حضرت رُقیہؓ کے انتقال کے بعد ربیع الاوّل ۳ھ میں حضرت اُمِّ کلثومؓ کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ سے ہوا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ کہ میں نے اُمِّ کلثومؓ کا نکاح آسمانی وحی کے حکم سے حضرت عثمانؓ سے کیا۔ بعض روایات میں حضرت رُقیہؓ اور حضرت اُمِّ کلثومؓ دونوں کے متعلق یہی ارشاد فرمایا۔ پہلے خاوند کے یہاں تو رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی۔ اولاد کوئی حضرت عثمانؓ سے بھی نہیں ہوئی۔ اور شعبان ۹ھ میں انتقال فرمایا۔ حضورؐ نے ان کے انتقال کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر میری سو لڑکیاں ہوتیں اور انتقال کرتیں تو اسی طرح ایک دوسری کے بعد سب کا نکاح عثمانؓ سے کرتا۔ حضورؐ کی چوتھی صاحبزادی جنّتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہؓ جو عمر میں اکثر مؤرخین کے نزدیک سب سے چھوٹی ہیں۔ نبوت کے ایک سال بعد

[1] یعنی حدیث قدسی

جب کہ حضورؐ کی عمر شریف اکتالیس ۴۱ برس کی تھی پیدا ہوئیں اور بعض نے نبوّت سے پانچ سال پہلے پینتیس ۳۵ سال کی عمر میں لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کا نام فاطمہؓ الہام یا وحی سے رکھا گیا فطم کے معنی روکنے کے ہیں۔ یعنی یہ جہنم کی آگ سے محفوظ ہیں۔ ۲ھ محرم یا صفر یا رجب یا رمضان میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ سے نکاح ہوا اور نکاح سے سات ماہ اور پندرہ دن بعد رخصتی ہوئی۔ یہ نکاح بھی اللہ جلّ شانہٗ کے حکم سے ہوا۔ کہتے ہیں کہ نکاح کے وقت آپؓ کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ کی تھی۔ اس سے بھی اکتالیسویں سال میں پیدائش یعنی پہلے قول کی تصدیق ہوتی ہے اور حضرت علیؓ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ یا چوبیس سال ڈیڑھ ماہ کی تھی۔ حضورؐ کو اپنی تمام صاحبزادیوں میں ان سے زیادہ محبت تھی۔ جب حضورؐ سفر کو تشریف لے جاتے تو سب سے اخیر میں ان سے رخصت ہوتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے ان کے پاس تشریف لے جاتے۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ نے ابوجہل کی لڑکی سے دوسرے نکاح کا ارادہ فرمایا تو ان کو رنج ہوا۔ حضورؐ سے شکایت کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ میرے بدن کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو رنج پہنچایا اُس نے مجھے رنج پہنچایا۔ اس لئے حضرت علیؓ نے ان کی زندگی میں کوئی نکاح نہیں کیا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی بھانجی اُمامہؓ سے نکاح کیا۔ جس کا ذکر حضرت زینبؓ کے بیان میں گذرا۔ نبیٔ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے وصال کے چھ مہینے بعد حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں اور ایک روز خادمہ سے فرمایا کہ میں غسل کروں گی۔ پانی رکھ دو۔ غسل فرمایا۔ نئے کپڑے پہنے۔ پھر فرمایا کہ میرا بسترہ گھر کے بیچ میں کر دو۔ اس پر تشریف لے گئیں اور قبلہ رُخ لیٹ کر داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھا اور فرمایا کہ بس اب میں مرتی ہوں۔ یہ فرما کر وصال فرمایا حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی اولاد کا سلسلہ انہیں سے چلا اور انشاء اللہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ ان کی چھ اولاد تین لڑکے تین لڑکیاں ہوئیں۔ سب سے اوّل حضرت حسنؓ نکاح سے دوسرے سال میں پیدا ہوئے پھر حضرت حُسینؓ تیسرے سال میں یعنی ۴ھ میں پھر حضرت مُحسّنؓ (یہ سین کی تشدید کے ساتھ ہے) پیدا ہوئے جن کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا۔ صاحبزادیوں میں سے حضرت رُقیّہؓ کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے بعض مؤرخین نے ان کو لکھا بھی نہیں۔ دوسری صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثومؓ کا پہلا نکاح حضرت عمرؓ امیر المؤمنین سے ہوا جن سے ایک صاحبزادے زیدؓ اور ایک صاحبزادی رُقیّہؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد اُمِّ کلثومؓ کا نکاح عونؓ بن جعفرؓ سے ہوا۔ اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے بھائی محمّد بن جعفرؓ سے ہوا۔ ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن ہی میں

انتقال کر گئیں۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے تیسرے بھائی عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا۔ ان سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور انہی کے نکاح میں حضرت اُمِّ کلثومؓ کا انتقال ہوا اور اسی دن اُن کے صاحبزادے زیدؓ کا بھی انتقال ہوا۔ دونوں جنازے ساتھ ہی اُٹھے اور کوئی سلسلہ اولاد کا ان سے نہیں چلا۔ یہ تینوں بھائی وہی عبداللہؓ اور عونؓ اور محمدؓ ہیں جن کا قصہ چھٹے باب کے ۱۱ پر گذرا ہے۔ یہ حضرت علیؓ کے بھتیجے اور جعفر طیارؓ کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی تیسری صاحبزادی حضرت زینبؓ تھیں جن کا نکاح عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا اور دو صاحبزادے عبداللہؓ اور عونؓ پیدا ہوئے اور انھیں کے نکاح میں انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے بعد عبداللہ بن جعفرؓ کا نکاح ان کی ہمشیرہ حضرت اُمِّ کلثومؓ سے ہوا تھا۔ یہ اولاد حضرت فاطمہؓ سے ہے ورنہ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کی دوسری بیویوں سے جو بعد میں ہوئیں اور بھی اولاد ہے۔ مؤرخین نے حضرت علیؓ کی تمام اولاد بتیس ۳۲ لکھی ہے جن میں سولہ لڑکے سولہ لڑکیاں اور حضرت امام حسنؓ کے پندرہ لڑکے آٹھ لڑکیاں اور حضرت امام حسینؓ کے چھ لڑکے تین لڑکیاں رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ وَاَرْضَاہُمْ اَجْمَعِیْنَ وَجَعَلَنَا بِھَدْیِھِمْ مُتَّبِعِیْنَ وَاللہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ مُلَخَّصٌ من الخميس والزرقاني على المواهب والتلقيح والاصابة واسد الغابة۔

گیارھواں باب

بچّوں کا دینی جذبہ

کم سن اور نوعمر بچوں میں جو دین کا جذبہ تھا وہ حقیقت میں بڑوں کی پرورش کا ثمرہ تھا۔ اگر ماں باپ اور دوسرے اَولیا اولاد کو شفقت میں کھو دینے اور ضائع کر دینے کے بجائے شروع ہی سے ان کی دینی حالت کی خبر گیری اور اس پر تنبیہ رکھیں تو دین کے اُمور بچوں کے دلوں میں جگہ پکڑیں اور بڑی عمر میں جاکر وہ چیزیں ان کے لئے بمنزلہ عادت کے ہو جائیں۔ لیکن ہم لوگ اس کے برخلاف بچّے کی ہر بُری بات پر بچہ سمجھ کر چشم پوشی کرتے ہیں بلکہ زیادہ محبّت کا جوش ہوتا ہے تو اس پر خوش ہوتے

ہیں اور دین میں جتنی کوتاہی دیکھتے ہیں اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلّی دیتے ہیں کہ بڑے ہو کر سب درست ہو جاوے گا۔ حالانکہ بڑے ہو کر وہی عادات پکتی ہیں جن کا شروع میں بیج بویا جا چکا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ بیج چنے کا ڈالا جائے اور اس سے گیہوں پیدا ہو۔ یہ مشکل ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ بچے میں اچھی عادتیں پیدا ہوں، دین کا اہتمام ہو، دین پر عمل کرنے والا ہو تو بچپن ہی سے اس کو دین کے اہتمام کا عادی بنائیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بچپن سے ہی اپنی اولاد کی نگہداشت فرماتے تھے اور دینی امور کا اہتمام کراتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایک شخص پکڑ کر لایا گیا جس نے رمضان میں شراب پی رکھی تھی اور روزہ سے نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا ناس ہو ہمارے تو بچے بھی روزہ دار ہیں[۱]۔ **ف** یعنی تو اتنا بڑا ہو کر بھی روزہ نہیں رکھتا۔ اس کے بعد اس کے اسی[۸۰] کوڑے شراب کی سزا میں مارے اور مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم فرما کر ملک شام کو چلتا کر دیا۔

① بچوں کو روزہ رکھوانا

رُبیّع بنتِ مُعَوِّذ جن کا قصہ پہلے[۶] باب کے اخیر میں گذرا ہے کہتی ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ اعلان کرایا کہ آج عاشورہ کا دن ہے سب کے سب روزہ رکھیں۔ ہم لوگ اس کے بعد سے ہمیشہ روزہ رکھتے رہے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے۔ جب وہ بھوک کی وجہ سے رونے لگتے تو روئی کے گالے کے کھلونے بنا کر ان کو بہلایا کرتے تھے اور افطار کے وقت تک اسی طرح ان کو کھیل میں لگائے رکھتے تھے[۲]۔ **ف** بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مائیں دودھ پیتے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ اگرچہ اس وقت قویٰ نہایت قوی تھے اور اب بہت ضعیف، وہ لوگ اور وہ بچے اس کے متحمل تھے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جتنے کا اب تحمل ہے وہی کہاں کیا جاتا ہے، تحمل کا دیکھنا تو نہایت ضروری ہے مگر اب جس کا تحمل ہو اس میں کوتاہی یقیناً نامناسب ہے۔

② حضرت عائشہؓ کی احادیث اور آیت کا نزول

حضرت عائشہ رضؓ چھ سال کی عمر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں مکّہ مکرمہ میں نکاح ہوا اور نویں سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں رخصتی ہوئی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں حضورؐ کا وصال ہوا۔ اٹھارہ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے جس میں اس قدر دینی مسائل اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ

[۱] بخاری [۲] بخاری

وسلم کے ارشادات اور افعال ان سے نقل کئے جاتے ہیں کہ حد نہیں۔ مسروقؒ کہتے ہیں کہ بڑے بڑے صحابہؓ کو میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ عطاءؒ کہتے ہیں کہ مردوں سے زیادہ مسائل سے واقف اور عالم تھیں۔ ابوموسیٰؓ کہتے ہیں کہ جو علمی مشکل ہمیں درپیش آتی تھی حضرت عائشہؓ کے پاس اس کے متعلق تحقیق ملتی تھی۔[۱] دو ہزار دو سو دس حدیثیں کتب حدیث میں ان کی ملتی ہیں۔[۲] خود فرماتی ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں بچپن میں کھیل رہی تھی اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ قمر کی آیت بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ نازل ہوئی۔[۳] مکہ مکرمہ میں آٹھ برس کی عمر تک حضرت عائشہؓ رہی ہیں۔ اس کم عمری میں اس آیت کے نازل ہونے کی خبر ہونا اور پھر اس کا یاد بھی رکھنا دین کے ساتھ خاص ہی لگاؤ سے ہوسکتا ہے ورنہ آٹھ برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔

(۳) حضرت عُمیرؓ کا جہاد کی شرکت کا شوق

حضرت عُمیرؓ آبی اللحم کے غلام اور کم عمر بچے تھے۔ جہاد میں شرکت کا شوق اس وقت ہر چھوٹے بڑے کی جان تھا۔ خیبر کی لڑائی میں شرکت کی خواہش کی، ان کے سرداروں نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سفارش کی کہ اجازت فرمادی جائے چنانچہ حضورؐ نے اجازت فرمادی اور ایک تلوار مرحمت فرمائی جو گلے میں لٹکالی۔ مگر تلوار بڑی تھی اور قد چھوٹا تھا اس لئے وہ زمین پر گھسٹتی جاتی تھی۔ اسی حال میں خیبر کی لڑائی میں شرکت کی۔ چونکہ بچے بھی تھے اور غلام بھی اس لئے غنیمت کا پورا حصہ تو ملا نہیں البتہ بطور عطا کے کچھ سامان حصہ میں آیا۔[۴] **ف** ان جیسے حضرات کو یہ بھی معلوم تھا کہ غنیمت میں ہمارا پورا حصہ بھی نہیں اس کے باوجود پھر یہ شوق کہ دوسرے حضرات سے سفارشیں کرائی جاتی تھیں۔ اس کی وجہ دینی جذبہ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسولؐ کے وعدوں پر اطمینان کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے۔

(۴) حضرت عُمیرؓ کا بدر کی لڑائی میں چھپنا

حضرت عُمیرؓ بن ابی وقاص ایک نوعمر صحابی ہیں۔ شروع ہی میں مسلمان ہوگئے تھے۔ سعد بن ابی وقاص مشہور صحابی کے بھائی ہیں۔ سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی عُمیرؓ کو بدر کی لڑائی کے وقت دیکھا کہ لشکر کی روانگی کی تیاری ہو رہی تھی اور وہ اِدھر اُدھر چھپتے پھر رہے تھے کہ کوئی دیکھے نہیں۔ مجھے یہ بات دیکھ کر تعجب ہوا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا چھپتے کیوں پھر رہے ہو۔ کہنے لگے مجھے یہ ڈر ہے

[۱] اصابہ [۲] تلقیح [۳] بخاری [۴] ابوداؤد

کہ کہیں حضورِ اقدس صَلَّی اللہ علیہ وسلم مجھے نہ دیکھ لیں اور بچہ سمجھ کر جانے کی ممانعت کردیں کہ پھر نہ جاسکوں گا اور مجھے تمنا ہے کہ لڑائی میں ضرور شریک ہوں کیا بعید ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی کسی طرح شہادت نصیب فرمائیں آخر جب لشکر پیش ہوا تو جو خطرہ تھا وہ پیش آیا اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہ عَلَیہ وسلم نے ان کے کم عمر ہونے کی وجہ سے انکار فرمادیا مگر شوق کا غلبہ تھا تحمّل نہ کر سکے اور رونے لگے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہ عَلَیہ وسلم کو شوق کا اور رونے کا حال معلوم ہوا تو اجازت عطا فرمادی۔ لڑائی میں شریک ہوئے اور دوسری تمنا بھی پوری ہوئی کہ اسی لڑائی میں شہید ہوئے۔ ان کے بھائی سعدؓ کہتے ہیں کہ ان کے چھوٹے ہونے اور تلوار کے بڑے ہونے کی وجہ سے میں اس کے تسموں میں گرہیں لگاتا تھا کہ اونچی ہو جائے [1]

(۵) دو انصاری بچوں کا ابوجہل کو قتل کرنا

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ مشہور اور بڑے صحابہؓ میں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں بدر کی لڑائی میں میدان میں لڑنے والوں کی صف میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں جانب انصار کے دو کم عمر لڑکے ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ میں اگر قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو اچھا تھا کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکتے۔ میرے دونوں جانب بچے ہیں یہ کیا مدد کر سکیں گے۔ اتنے میں ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ چچا جان تم ابوجہل کو بھی پہچانتے ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں پہچانتا ہوں۔ تمہاری کیا غرض ہے۔ اس نے کہا مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہ وسلم کی شان میں گالیاں بکتا ہے۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں، تو اس وقت تک اس سے جدا نہ ہوں گا کہ وہ مر جائے یا میں مر جاؤں۔ مجھے اس کے اس سوال اور جواب پر تعجب ہوا۔ اتنے میں دوسرے نے بھی سوال کیا اور جو پہلے نے کہا تھا وہی اس نے بھی کہا۔ اتفاقاً میدان میں ابوجہل دوڑتا ہوا مجھے نظر پڑ گیا۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ تمہارا مطلوب جس کے بارہ میں تم مجھ سے سوال کر رہے تھے وہ جا رہا ہے۔ دونوں یہ سُن کر تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے ایک دم بھاگے چلے گئے اور جا کر اس پر تلوار چلانی شروع کر دی یہاں تک کہ اس کو گرا دیا۔ [2] **ف** یہ دونوں صاحبزادے معاذؓ بن عمروؓ بن جموح اور معاذؓ بن عفراؓ ہیں۔ معاذ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ میں لوگوں سے سنتا تھا کہ ابوجہل کو کوئی نہیں مار سکتا۔ وہ بڑی حفاظت میں رہتا ہے۔ مجھے اسی وقت سے خیال تھا کہ میں اس کو ماروں گا۔

[1] اصابہ [2] بخاری

یہ دونوں صاحبزادے پیدل تھے اور ابوجہل گھوڑے پر سوار تھا صفوں کو درست کر رہا تھا جس وقت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دیکھا اور یہ دونوں دوڑے۔ تو گھوڑے سوار پر براہِ راست حملہ مشکل تھا اس لئے ایک نے گھوڑے پر حملہ کیا اور دوسرے نے ابوجہل کی ٹانگ پر حملہ کیا جس سے گھوڑا بھی گرا اور ابوجہل بھی گرا اور اُٹھ نہ سکا۔ یہ دونوں حضرات تو اس کو ایسا کر کے چھوڑ آئے تھے کہ اُٹھ نہ سکے اور وہیں پڑا تڑپتا رہے۔ مگر مُعَوِّذْ بن عفراءؓ ان کے بھائی نے اور ذرا ٹھنڈا کر دیا کہ مبادا اُٹھ کر چلا جائے لیکن بالکل انھوں نے بھی نہ نمٹایا۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ نے بالکل ہی سر جدا کر دیا۔ معاذؓ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ جس وقت میں نے اس کی ٹانگ پر حملہ کیا تو اس کا لڑکا عکرمہ ساتھ تھا۔ اُس نے میرے مونڈھے پر حملہ کیا جس سے میرا ہاتھ کٹ گیا اور صرف کھال میں لٹکا ہوا رہ گیا[۱]۔ میں نے اس لٹکے ہوئے ہاتھ کو کمر کے پیچھے ڈال لیا اور دن بھر دوسرے ہاتھ سے لڑتا رہا۔ لیکن جب اُس کے لٹکے رہنے سے دقت ہوئی تو میں نے اس کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا، وہ کھال بھی ٹوٹ گئی جس سے وہ اٹک رہا تھا اور میں نے اس کو پھینک دیا[۲]۔

(۶) حضرت رافعؓ اور ابنِ جُندُبؓ کا مقابلہ

نبیِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب لڑائی کے لئے تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ سے باہر جانے کے بعد لشکر کا معائنہ فرماتے۔ ان کے احوال کو، ان کی ضرورتوں کو دیکھتے اور لشکر کی اصلاح فرماتے۔ کم عمر بچوں کو واپس فرما دیتے۔ یہ حضرات شوق میں نکل پڑتے۔ چنانچہ اُحُد کی لڑائی کے لئے جب تشریف لے جانا ہوا تو ایک موقع پر جا کر لشکر کا معائنہ فرمایا اور نو عمروں کو لڑکپن کی وجہ سے واپس فرما دیا جن میں حضراتِ ذیل بھی تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، اُسامہ بن زیدؓ، زید بن ارقمؓ، براء بن عازبؓ، عمرو بن حزمؓ، اُسَید بن ظُہیرؓ، عرابۃ بن اَوسؓ، ابوسعید خُدریؓ، سَمُرَۃ بن جُندُبؓ، رافع بن خَدِیجؓ، کہ ان کی عمریں تقریباً تیرہ چودہ برس کی تھیں۔ جب ان کو واپسی کا حکم ہوا تو حضرت خَدِیجؓ نے سفارش کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا لڑکا رافع تیر چلانا بہت اچھا جانتا ہے اور خود رافع بھی اجازت کے اشتیاق میں اُبھر اُبھر کر کھڑے ہوتے تھے کہ قد لانبا معلوم ہو۔ حضورؐ نے اجازت عطا فرما دی تو سَمُرَۃ بن جُندُبؓ نے اپنے سوتیلے باپ مُرّہ بن سنان سے کہا کہ حضورؐ نے رافعؓ کو تو اجازت مرحمت فرما دی اور مجھے اجازت نہیں عطا فرمائی حالانکہ میں رافعؓ سے قوی ہوں اگر میرا اور اس کا مقابلہ ہو تو میں اس کو پچھاڑ لوں گا۔ حضورؐ نے دونوں کا مقابلہ

کرایا تو سمرۃؓ نے رافعؓ کو واقعی پچھاڑ لیا۔ اس لئے حضورؐ نے سمرۃؓ کو بھی اجازت عطا فرما دی۔ اس کے بعد اور بچوں نے بھی کوشش کی اور بعضوں کو اور بھی اجازت مل گئی۔ اسی سلسلے میں رات ہو گئی حضورؐ نے تمام لشکر کی حفاظت کا انتظام فرمایا اور پچاس آدمیوں کو پورے لشکر کی حفاظت کے واسطے متعین فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہماری حفاظت کون کرے گا۔ ایک صاحب اُٹھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تمھارا نام کیا ہے۔ انھوں نے کہا ذکوانؓ۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا ہماری حفاظت کون کرے گا۔ ایک صاحب اُٹھے۔ حضورؐ نے نام دریافت کیا۔ عرض کیا ابو سبعؓ (سبع کا باپ)۔ حضورؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ تیسری مرتبہ پھر ارشاد ہوا کہ ہماری حفاظت کون کرے گا۔ پھر ایک صاحب کھڑے ہوئے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نام دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کیا۔ ابنؓ عبدِ القیس (عبد قیس کا بیٹا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ارشاد ہوا کہ تینوں آدمی آجاؤ تو ایک صاحب حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمھارے دونوں ساتھی کہاں گئے انہوں نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ تینوں دفعہ میں ہی اُٹھا تھا۔ حضورؐ نے دُعا دی اور حفاظت کا حکم فرمایا۔ رات بھر یہ حضورؐ کے خیمہ کی حفاظت فرماتے رہے۔[۱]

ف یہ شوق اور ولولے تھے ان حضرات کے کہ بچہ ہو یا بڑا ہر شخص کچھ ایسا مست تھا کہ جان دینا مستقل مقصود تھا۔ اسی وجہ سے کامیابی ان کے قدم چومتی تھی۔ رافع بن خدیجؓ نے بدر کی لڑائی میں بھی اپنے آپ کو پیش کیا تھا مگر اس وقت اجازت نہ مل سکی تھی۔ پھر اُحد میں پیش کیا جس کا قصہ ابھی گذرا۔ اس کے بعد سے ہر لڑائی میں شریک ہوتے رہے۔ اُحد کی لڑائی میں سینے میں ایک تیر لگا جب اُس کو کھینچا گیا تو سارا نکل آیا مگر بھال کا حصہ اندر بدن میں رہ گیا جس نے زخم کی صورت اختیار کی اور اخیر زمانہ میں بڑھاپے کے قریب یہی زخم ہرا ہو کر موت کا سبب بنا۔[۲]

(۷) حضرت زیدؓ کا قرآن کی وجہ سے تقدم

حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی عمر ہجرت کے وقت گیارہ سال کی تھی اور چھ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ بدر کی لڑائی میں اپنے آپ کو پیش کیا، اجازت نہ ملی۔ پھر اُحد کی لڑائی میں نکلے مگر واپس کر دیئے گئے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ چونکہ سمرۃؓ اور رافعؓ دونوں کو اجازت ہو چکی تھی جیسا کہ ابھی اس سے پہلے قصہ میں گذرا۔ اس لئے ان کو بھی اجازت ہو گئی تھی، اس کے بعد سے ہر لڑائی میں شریک ہوتے رہے۔ تبوک کی لڑائی میں بنو مالک کا جھنڈا حضرت

[۱] خمیس [۲] اسد الغابہ

عمارہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ حضورؐ نے عمارہؓ سے لے کر حضرت زیدؓ کو دے دیا۔ عمارہؓ کو فکر ہوا کہ شاید مجھ سے کوئی غلطی صادر ہوئی یا کوئی وجہ ناراضی پیش آئی۔ دریافت کیا یا رسول اللہ میری کوئی شکایت حضورؐ تک پہنچی ہے۔ ارشاد فرمایا۔ یہ بات نہیں بلکہ زیدؓ قرآن شریف تم سے زیادہ پڑھا ہوا ہے۔ قرآن نے اُس کو جھنڈا اٹھانے میں مقدم کر دیا[۱]۔ ف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا کہ فضائل میں دین کے اعتبار سے ترجیح فرماتے تھے۔ یہاں اگرچہ لڑائی کا موقعہ تھا اور قرآن شریف کے زیادہ پڑھے ہوئے ہونے کو اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ اس کے باوجود حضورؐ نے قرآن پاک کی زیادتی کی وجہ سے جھنڈے کے اُٹھانے میں ان کو مُقدّم فرمایا۔ اکثر چیزوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کا لحاظ فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کئی آدمیوں کو کسی ضرورت سے ایک قبر میں دفن فرمانے کی نوبت آتی تو جس کا قرآن شریف زیادہ پڑھا ہوا ہوتا تھا اس کو مقدم فرماتے تھے جیسا کہ غزوۂ اُحد میں کیا۔

(۸) حضرت ابُوسعید خُدریؓ کے باپ کا انتقال

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں اُحد کی لڑائی میں پیش کیا گیا۔ تیرہ سال کی میری عمر تھی۔ حضورؐ نے قبول نہیں فرمایا۔ میرے والد نے سفارش بھی کی کہ اس کے قویٰ اچھے ہیں ہڈیاں بھی موٹی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نگاہ میری طرف اُوپر کو اُٹھاتے تھے پھر نیچے کر لیتے تھے۔ بالآخر کم عمر ہونے کی وجہ سے اجازت نہیں دی۔ میرے والد اس لڑائی میں شریک ہوئے اور شہید ہو گئے۔ کوئی مال وغیرہ کچھ نہ تھا۔ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ جو صبر مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو صبر عطا فرماتے ہیں اور جو پاکبازی اللہ سے مانگتا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو پاکباز بنا دیتے ہیں اور جو غنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو غنا عطا فرماتے ہیں میں نے یہ مضمون حضورؐ سے سُنا پھر کچھ نہ مانگا۔ چپکے ہی واپس آ گیا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کو وہ رتبہ عطا فرمایا کہ نوعمر صحابہؓ میں اس بڑے درجہ کا عالم دوسرا مشکل سے ملے گا[۲]۔

ف بچپن کی عمر اور باپ کے صدمہ کے علاوہ ضرورت کا وقت لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عام نصیحت کو سُن کر چپ چاپ چلے آنا اور اپنی پریشانی کا اظہار تک نہ کرنا، کیا آج کل کوئی بڑی عمر والا بھی کر سکتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے رسولؐ کی مُصاحبت کے لئے ایسے ہی لوگ چُنے تھے جو اس کے اہل تھے۔ اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے جو خاتمہ میں آتا ہے کہ اللہ نے سارے آدمیوں میں سے میرے صحابہؓ کو چنا ہے۔

[۱] اسد الغابہ [۲] اصابہ۔ استیعاب

(۹) حضرت سلمہؓ بن اکوع کی غابہ پر دوڑ

غابہ مدینہ طیبہ سے چار پانچ میل پر ایک آبادی تھی۔ وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اونٹ چرا کرتے تھے۔ کافروں کے ایک مجمع کے ساتھ عبدالرحمٰن فزاری نے اُن کو لوٹ لیا۔ جو صاحب چراتے تھے ان کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لے کر چل دیئے۔ یہ لٹیرے لوگ گھوڑوں پر سوار تھے اور ہتھیار لگائے ہوئے تھے۔ اتفاقاً حضرت سلمہ بن اکوعؓ صبح کے وقت پیدل تیر کمان لئے ہوئے غابہ کی طرف چلے جا رہے تھے کہ اچانک ان لٹیروں پر نگاہ پڑی بچے تھے دوڑتے بہت تھے کہتے ہیں کہ ان کی دوڑ ضرب المثل اور مشہور تھی۔ یہ اپنی دوڑ میں گھوڑے کو پکڑ لیتے تھے اور گھوڑا ان کو نہیں پکڑ سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی تیر اندازی میں بھی مشہور تھے۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع نے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے ایک پہاڑی پر چڑھ کر لوٹ کا اعلان کیا اور خود تیر کمان ساتھ تھی ہی ان لٹیروں کے پیچھے دوڑ لئے حتّٰی کہ ان کے پاس تک پہنچ گئے اور تیر مارنے شروع کئے اور اس پھرتی سے دنادم تیر برسائے کہ وہ لوگ بڑا مجمع سمجھے اور چونکہ خود تنہا تھے اور پیدل بھی تھے۔ اس لئے جب کوئی گھوڑا لوٹا کر پیچھا کرتا تو کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے اور آڑ میں سے اس کے گھوڑے کے تیر مارتے جس سے وہ زخمی ہوتا اور وہ اس خیال سے واپس جاتا کہ گھوڑا گر گیا تو میں پکڑا جاؤں گا۔ حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں غرض وہ بھاگتے رہے اور میں پیچھا کرتا رہا۔ حتّٰی کہ جتنے اونٹ انھوں نے حضورؐ کے لوٹے تھے وہ میرے پیچھے ہو گئے اور اس کے علاوہ تیس برچھے اور تیس چادریں وہ اپنی چھوڑ گئے اتنے میں عُیَینہ بن حِصن کی ایک جماعت مدد کے طور پر ان کے پاس پہنچ گئی اور ان لٹیروں کو قوت حاصل ہو گئی۔ یہ بھی ان کو معلوم ہو گیا کہ میں اکیلا ہوں۔ انہوں نے کئی آدمیوں نے مل کر میرا پیچھا کیا۔ میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ وہ بھی چڑھ گئے۔ جب میرے قریب ہو گئے تو میں نے زور سے کہا کہ ذرا ٹھہرو پہلے میری ایک بات سنو۔ تم مجھے جانتے بھی ہو کہ میں کون ہوں۔ انہوں نے کہا کہ بتا کون ہے۔ میں نے کہا۔ میں ابن الاکوع ہوں۔ اُس ذات پاک کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی۔ تم میں سے اگر کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو نہیں پکڑ سکتا اور تم میں سے جس کو میں پکڑنا چاہوں وہ مجھ سے ہرگز نہیں چھوٹ سکتا۔ اُن کے متعلق چونکہ عام طور سے یہ شہرت تھی کہ بہت زیادہ دوڑتے ہیں حتّٰی کہ عربی گھوڑا بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے یہ دعوٰی کچھ عجیب نہیں تھا۔ سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں اسی طرح ان سے بات چیت کرتا رہا اور میرا مقصود یہ

تھا کہ ان لوگوں کے پاس تو مدد پہنچ گئی ہے مسلمانوں کی طرف سے میری مدد بھی آجائے کہ میں بھی مدینہ میں اِعلان کر کے آیا تھا۔ غرض ان سے اسی طرح میں بات کرتا رہا اور درختوں کے درمیان سے مدینہ مُنوّرہ کی طرف غور سے دیکھتا رہا کہ مجھے ایک جماعت گھوڑے سواروں کی دوڑ کر آتی ہوئی نظر آئی ان میں سے سب سے آگے اُخرم اَسَدیؓ تھے انھوں نے آتے ہی عبدُالرحمٰن فزاری پر حملہ کیا اور عبدالرحمٰن بھی ان پر مُتوجہ ہوا۔ انھوں نے عبدالرحمٰن کے گھوڑے پر حملہ کیا اور پاؤں کاٹ دیئے جس سے وہ گھوڑا گرا اور عبدالرحمٰن نے گرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا جس سے وہ شہید ہو گئے اور عبدالرحمٰن فوراً ان کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ان کے پیچھے ابو قتادہؓ تھے فوراً انہوں نے حملہ شروع کر دیا، عبدالرحمٰن نے ابو قتادہؓ کے گھوڑے کے پاؤں پر حملہ کیا جس سے وہ گرے۔ اور گرتے ہوئے انہوں نے عبدالرحمٰن پر حملہ کیا جس سے وہ قتل ہو گیا اور اَبُو قتادہؓ فوراً اس گھوڑے پر جو اُخرم اَسَدیؓ کا تھا اور اب اس پر عبدالرحمٰن سوار ہو رہا تھا سوار ہو گئے[1]۔

ف بعض تواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت سَلَمہؓ نے اُخرم اسدی کو حملہ سے روکا بھی تھا کہ ذرا ٹھہر جاؤ اپنا مجمع اور آنے دو مگر انھوں نے فرمایا کہ مجھے شہید ہونے دو۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں صرف یہی شہید ہوئے اور کفار کے بہت سے آدمی اس لڑائی میں مارے گئے۔ اس کے بعد بڑا مجمع مسلمانوں کا پہنچ گیا اور وہ لوگ بھاگ گئے تو حضرت سَلَمہؓ نے حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے درخواست کی کہ میرے ساتھ سَو آدمی کر دیں میں ان کا پیچھا کروں مگر حضورؐ نے فرمایا کہ وہ اپنی جماعتوں میں پہنچ گئے۔ اکثر تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سَلَمہؓ کی عمر اس وقت بارہ یا تیرہ برس کی تھی۔ بارہ تیرہ برس کا لڑکا گھوڑے سواروں کی ایک بڑی جماعت کو اس طرح بھگا دے کہ ہوش و حواس گم ہو جائیں۔ جو لوٹا تھا وہ بھی چھوڑ دیں اور اپنا بھی سامان چھوڑ جائیں۔ یہ اسی اخلاص کی برکت تھی جو اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے اس جماعت کو نصیب فرمایا تھا۔

(۱۰) بدر کا مقابلہ اور حضرت بَرارؓ کا شوق

بدر کی لڑائی سب سے افضل اور سب سے زیادہ مُہتَم بالشّان لڑائی ہے اس لئے کہ اس میں مقابلہ نہایت سخت تھا۔ مسلمانوں کی جماعت نہایت قلیل۔ کُل تین سو پندرہ ۳۱۵ آدمی تھے۔ جن کے پاس صرف تین ۳ گھوڑے چھ ۶ یا نو ۹ زرہیں اور آٹھ ۸ تلواریں تھیں اور ستّر اونٹ تھے۔ ایک ایک اونٹ پر کئی کئی آدمی باری باری سوار ہوتے تھے۔ اور کفار کی جماعت ایک ہزار

[1] ابوداؤد

کے قریب تھی جن میں سو گھوڑے اور سات سو اونٹ اور لڑائی کا کافی سامان تھا۔ اسی وجہ سے وہ لوگ نہایت اطمینان کے ساتھ باجوں اور گانے والی عورتوں کے ساتھ میدان میں آ گئے۔ اِدھر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نہایت متفکّر کہ مسلمان نہایت کمزوری کی حالت میں تھے۔ جب حضورؐ نے دونوں جماعتوں کا اندازہ فرمایا تو دُعا مانگی۔ یا اللہ یہ مسلمان ننگے پاؤں ہیں تو ہی اِن کو سواری دینے والا ہے۔ یہ ننگے بدن ہیں تو ہی اِن کو کپڑا پہنانے والا ہے۔ یہ بھوکے ہیں تو ہی اِن کا پیٹ بھرنے والا ہے۔ یہ فقیر ہیں تو ہی اِن کو غنی کرنے والا ہے۔ چنانچہ یہ دُعا قبول ہوئی۔ ان سب باتوں کے باوجود حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت براء بن عاذبؓ دونوں حضرات لڑائی میں شرکت کے شوق میں گھر سے چل دیئے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ ہونے کی وجہ سے راستہ میں سے لوٹا دیا۔ یہ دونوں حضرات اُحد کی لڑائی میں سے بھی واپس کئے گئے تھے جیسا کہ پہلے قصّہ میں گذر چکا ہے۔ اُحد کی لڑائی بدر کی لڑائی سے ایک سال بعد ہوئی۔ جب اس میں بھی یہ بچوں میں شمار کئے گئے تو بدر میں بطریق اولیٰ بچے تھے مگر ان حضرات کا شوق تھا کہ بچپن ہی سے یہ وَلوَلہ اور شوق دل میں جوش مارتا تھا اور ہر لڑائی میں شریک ہونے اور اجازت ملنے کی کوشش کرتے تھے۔

(۱۱) حضرت عبد اللہؓ بن عبد اللہ بن اُبَیّ کا اپنے باپ سے معاملہ

۵ھ میں بنُو المُصطلق کی مشہور جنگ ہوئی۔ اس میں ایک مہاجری اور ایک انصاری کی باہم لڑائی ہو گئی۔ معمولی بات تھی مگر بڑھ گئی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد چاہی اور دونوں طرف جماعتیں پیدا ہو گئیں اور قریب تھا کہ آپس میں لڑائی کا معرکہ گرم ہو جائے کہ درمیان میں بعض لوگوں نے پڑ کر صلح کرا دی۔ عبد اللہ بن اُبَیّ منافقوں کا سردار اور نہایت مشہور منافق اور مسلمانوں کا سخت مخالف تھا مگر چونکہ اسلام ظاہر کرتا تھا اس لئے اُس کے ساتھ خلاف کا برتاؤ نہ کیا جاتا تھا اور یہی اس وقت منافقوں کے ساتھ عام برتاؤ تھا۔ اس کو جب اس قصّے کی خبر ہوئی تو اس نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی شان میں گستاخانہ لفظ کہے اور اپنے دوستوں سے خطاب کر کے کہا کہ یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا ہُوا ہے تم نے ان لوگوں کو اپنے شہر میں ٹھکانا دیا۔ اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھوں آدھ بانٹ لیا۔ اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو اب بھی سب چلے جاویں اور یہ بھی کہا کہ خدا کی قسم ہم لوگ اگر مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزّت والے

مل کران ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ حضرت زید بن ارقمؓ نوعمر بچے تھے، وہاں موجود تھے۔ یہ سُن کرتاب نہ لا سکے۔ کہنے لگے کہ خدا کی قسم تُو ذلیل ہے تو اپنی قوم میں بھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے تیرا کوئی حمایتی نہیں ہے اور محمّد صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں۔ رحمٰن کی طرف سے بھی عزت دیئے گئے ہیں اور اپنی قوم میں بھی عزت والے ہیں۔ عبداللہ بن اُبَیّ نے کہا کہ اچھا چُپ رہ۔ میں تو ویسے ہی مذاق میں کہہ رہا تھا۔ مگر حضرت زیدؓ نے جاکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے درخواست بھی کی کہ اس کافر کی گردن اُڑا دی جائے مگر حضورؐ نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ عبداللہ بن اُبَیّ کو جب اس کی خبر ہوئی کہ حضورؐ تک یہ قصہ پہنچ گیا ہے تو حاضرِ خدمت ہو کر جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کوئی لفظ ایسا نہیں کہا، زیدؓ نے جھوٹ نقل کر دیا۔ انصار کے بھی کچھ لوگ حاضرِ خدمت تھے۔ انھوں نے بھی سفارش کی کہ یا رسولؐ اللہ! عبداللہ قوم کا سردار ہے بڑا آدمی شمار ہوتا ہے۔ ایک بچہ کی بات اس کے مقابلہ میں قابلِ قبول نہیں۔ ممکن ہے کہ سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہو یا سمجھنے میں۔ حضورؐ نے اس کا عذر قبول فرما لیا۔ حضرت زیدؓ کو جب اس کی خبر ہوئی کہ اس نے جھوٹی قسموں سے اپنے آپ کو سچا ثابت کر دیا اور زیدؓ کو جھٹلا دیا تو شرم کی وجہ سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ حضورؐ کی مجلس میں بھی ندامت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ بالآخر سورۂ منافقون نازل ہوئی جس سے حضرت زیدؓ کی سچائی اور عبداللہ بن اُبَیّ کی جھوٹی قسموں کا حال ظاہر ہوا۔ حضرت زیدؓ کی وقعت موافق، مخالف سب کی نظروں میں بڑھ گئی اور عبداللہ بن اُبَیّ کا قصہ بھی سب پر ظاہر ہو گیا۔ جب مدینہ منورہ قریب آیا تو عبداللہ بن اُبَیّ کے بیٹے جن کا نام بھی عبداللہؓ تھا اور بڑے پکے مسلمانوں میں تھے۔ مدینہ منورہ سے باہر تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور باپ سے کہنے لگے کہ اس وقت تک مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک اس کا اقرار نہ کرے کہ تُو ذلیل ہے اور محمّد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ اس کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ صاحبزادہ ہمیشہ سے باپ کے ساتھ بہت احترام اور نیکی کا برتاؤ کرنے والے تھے مگر حضورؐ کے مقابلہ میں تحمل نہ کر سکے۔ آخر اس نے مجبور ہو کر اس کا اقرار کیا کہ واللہ میں ذلیل ہوں اور محمّد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ اس کے بعد مدینہ میں داخل ہو سکا۔[1]

(۱۲) حضرت جابرؓ کی حمراء الاسد میں شرکت

اُحد کی لڑائی سے فراغت پر مسلمان مدینہ طیبہ پہنچے۔ سفر اور لڑائی کی تکان خوب تھی مگر مدینہ منورہ پہنچتے ہی یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان نے لڑائی سے واپسی پر حمراء الاسد (ایک جگہ کا

[1] خمیس

نام ہے) پہنچ کر ساتھیوں سے مشورہ کیا اور یہ رائے قائم کی کہ اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوتی ہے ایسے موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیئے تھا کہ نہ معلوم پھر ایسا وقت آسکے یا نہ آسکے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کر کے لوٹنا چاہیئے تھا۔ اس ارادہ سے اس نے واپسی کا مشورہ کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ جو لوگ اُحد میں ساتھ تھے وہی صرف ساتھ ہوں اور دوبارہ حملہ کے لئے چلنا چاہیئے۔ اگرچہ مسلمان اس وقت تھکے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود سب کے سب تیار ہو گئے۔ چونکہ حضورؐ نے اعلان فرما دیا تھا کہ صرف وہی لوگ ساتھ چلیں جو اُحد میں ساتھ تھے اس لئے حضرت جابرؓ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ میری تمنا اُحد میں بھی شرکت کی تھی مگر والد نے یہ کہہ کر اجازت نہ دی کہ میری سات بہنیں ہیں کوئی مرد اور ہے نہیں۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا رہنا ضروری ہے اور وہ خود جانے کا ارادہ فرما چکے تھے اس لئے مجھے اجازت نہ دی تھی۔ اُحد کی لڑائی میں ان کی شہادت ہو گئی۔ اب حضورؐ مجھے اجازت مرحمت فرما دیں کہ میں بھی ہمرکاب چلوں۔ حضورؐ نے اجازت عطا فرما دی۔ ان کے علاوہ اور کوئی ایسا شخص نہیں گیا۔ جو اُحد میں شریک نہ ہوئے۔ **ف** حضرت جابرؓ کا اس شوق و تمنا سے اجازت مانگنا کس قدر قابلِ رشک ہے کہ والد کا ابھی انتقال ہوا ہے۔ قرضہ بھی باپ کے ذمہ بہت سا ہے وہ بھی یہود کا جو سختی کا برتاؤ کیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ خاص طور سے سختی کا معاملہ کر رہے تھے۔ اس سب کے علاوہ بہنوں کے گذران کا فکر کہ سات بہنیں بھی باپ نے چھوڑی ہیں جن کی وجہ سے ان کو اُحد کی لڑائی میں شرکت کی باپ نے اجازت بھی نہ دی تھی لیکن جہاد کا شوق ان سب پر غالب ہے۔

(۱۳) حضرت ابن زبیرؓ کی بہادری روم کی لڑائی میں

حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں ۲۶ھ میں مصر کے پہلے حاکم حضرت عمرو بن عاصؓ کی بجائے جب عبداللہ بن ابی سرحؓ حاکم بنائے گئے تو وہ روم کی لڑائی کے واسطے بیس ہزار کے مجمع کے ساتھ نکلے رومیوں کا لشکر دو لاکھ کے قریب تھا۔ بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ رومیوں کے امیر جرجیر نے اعلان کیا کہ جو شخص عبداللہ بن ابی سرحؓ کو قتل کرے گا اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کروں گا اور ایک لاکھ دینار انعام بھی دوں گا۔ اس اعلان سے بعض مسلمانوں کو فکر ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو علم ہوا۔ انہوں نے کہا یہ فکر کی بات نہیں ہماری طرف سے بھی اعلان کیا جائے کہ جو جرجیر کو قتل کرے گا اس کی بیٹی سے اس کا نکاح کیا جائے گا اور ایک لاکھ دینار انعام اور مزید یہ کہ اُس کو ان شہروں کا امیر

بھی بنا دیا جائے. الغرض دیر تک مقابلہ ہوتا رہا حضرت عبداللہؓ نے دیکھا کہ جرجیر سارے لشکر کے پیچھے ہے اور لشکر اس سے آگے بڑھا ہوا ہے. دو باندیاں مور کے پروں سے اس پر سایہ کئے ہوئے ہیں انہوں نے غفلت کی حالت میں لشکر سے ہٹ کر اس پر تنہا جا کر حملہ کیا وہ یہ سمجھتا رہا کہ یہ تنہا اس طرح بڑھے آرہے ہیں، کوئی پیغام صلح لے کر آئے ہیں. مگر انھوں نے سیدھے پہنچ کر اس پر حملہ کر دیا. اور تلوار سے سر کاٹ کر برچھے پر اُٹھا کر لے آئے اور سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے. **ف** حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نو عمر ہی تھے. ہجرت کے بعد سب سے پہلی پیدائش مہاجرین میں ان ہی کی ہے. مسلمانوں کو ان کی پیدائش سے بہت خوشی ہوئی تھی اس لئے کہ ایک سال تک کسی مہاجری کے کوئی لڑکا نہ ہوا تھا تو یہود نے یہ کہہ دیا تھا کہ ہم نے ان مہاجرین پر جادو کر رکھا ہے ان کے لڑکا نہیں ہو سکتا. حضورؐ کا معمول بچوں کو بیعت فرمانے کا نہیں تھا لیکن حضرت ابن زبیرؓ کو سات برس کی عمر میں بیعت فرما لیا تھا. اس لڑائی کے وقت ان کی عمر چوبیس پچیس سال کی تھی. اس عمر میں دو لاکھ کے مجمع کو پھلانگ کر اس طرح سے بادشاہ کا سر کاٹ لانا معمولی چیز نہیں.

(۱۴) حضرت عمرو بن سلمہؓ کا کفر کی حالت میں قرآن پاک یاد کرنا

عمرو بن سلمہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ طیبہ کے راستے میں ایک جگہ رہا کرتے تھے. وہاں کے آنے جانے والے ہمارے پاس سے گذرتے تھے. جو لوگ مدینہ منورہ سے واپس آتے ہم ان سے حالات پوچھا کرتے تھے کہ لوگوں کا کیا حال چال ہے. جو صاحب نبوت کا دعوٰی کرتے ہیں ان کی کیا خبر ہے. وہ لوگ حالات بیان کرتے کہ وہ کہتے ہیں. مجھ پر وحی آتی ہے یہ یہ آیتیں نازل ہوئیں. میں کم عمر بچہ تھا. وہ جو بیان کرتے میں اس کو یاد کر لیا کرتا. اسی طرح مسلمان ہونے سے پہلے ہی مجھے بہت سا قرآن شریف یاد ہو گیا تھا. عرب کے سب لوگ مسلمان ہونے کے لئے مکہ والوں کا انتظار کر رہے تھے. جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو ہر جماعت اسلام میں داخل ہونے کے لئے حاضرِ خدمت ہوئی. میرے باپ بھی اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ ساری قوم کی طرف سے قاصد بن کر حاضرِ خدمت ہوئے. حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شریعت کے احکام بتائے اور نماز سکھائی. جماعت کا طریقہ بتایا اور ارشاد فرمایا کہ جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو وہ امامت کے لئے افضل ہے. میں چونکہ آنے والوں سے آیتیں سنکر ہمیشہ یاد کر لیا کرتا تھا اس لئے سب سے زیادہ حافظِ قرآن میں ہی تھا. سب نے تلاش کیا تو مجھ سے زیادہ

حافظِ قرآن کوئی بھی قوم میں نہ نکلا تو مجھ ہی کو انہوں نے امام بنایا۔ میری عمر اس وقت چھ سات برس کی تھی۔ جب کوئی مجمع ہوتا یا جنازہ کی نماز کی نوبت آتی تو مجھ ہی کو امام بنایا جاتا[۱]۔ **ف** یہ دین کی طرف طبعی میلان اور رُجحان کا اثر تھا کہ اس عمر میں بغیر مسلمان ہوئے قرآن شریف کا حصہ بہت سا یاد کر لیا۔ رہا بچّہ کی امامت کا قصہ یہ مسئلہ کی بحث ہے جن کے نزدیک جائز ہے اُن کے نزدیک تو اشکال نہیں اور جن کے نزدیک جائز نہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ان ہی لوگوں کو ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں جس کو قرآن زیادہ یاد ہو بچّے اس سے مراد نہیں تھے۔

(۱۵) حضرت ابنِ عبّاسؓ کا اپنے غلام کے پاؤں میں بیڑی ڈالنا

حضرت عبداللہ بن عبّاسؓ کے غلام حضرت عِکُرمہؒ مشہور علماء میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ میرے آقا حضرت عبداللہ بن عبّاسؓ نے قرآن اور حدیث اور شریعت کے احکام پڑھانے کے لئے میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی تھی کہ کہیں آؤں جاؤں نہیں۔ وہ مجھے قرآن شریف پڑھاتے اور حدیث شریف پڑھاتے[۲]۔ **ف** حقیقت میں پڑھنا اسی صورت سے ہو سکتا ہے۔ جو لوگ پڑھنے کے زمانہ میں سیر و سفر اور بازار کی تفریح کے شوق میں رہتے ہیں وہ بیکار اپنی عمر ضائع کرتے ہیں۔ اسی چیز کا اثر تھا کہ پھر عکرمہ غلام حضرت عکرمہؒ بن گئے کہ بحرُ الاُمّۃ اور حَبرُ الاُمّۃ کے القاب سے یاد کئے جانے لگے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ تمام تابعین میں زیادہ عالم چار ہیں جن میں سے ایک عِکُرمہؒ ہیں۔

(۱۶) حضرت اِبنِ عبّاسؓ کا بچپن میں حفظِ قرآن

خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے تفسیر پوچھو میں نے بچپن میں قرآن شریف حفظ کیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے دس برس کی عمر میں اخیر کی منزل پڑھ لی تھی[۳]۔ **ف** اُس زمانہ کا پڑھنا ایسا نہیں تھا جیسا کہ اس زمانہ میں ہم لوگ غیر زبان والوں کا، بلکہ جو کچھ پڑھتے تھے وہ مع تفسیر کے پڑھتے تھے۔ اسی واسطے حضرت ابنِ عباسؓ تفسیر کے بہت بڑے امام ہیں کہ بچپن کا یاد کیا ہوا بہت محفوظ ہوتا ہے، چنانچہ تفسیر کی حدیثیں جتنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل ہیں بہت کم دوسرے حضرات سے اتنی نقل ہوں گی۔ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ قرآن کے بہترین مُفسِّر ابن عبّاسؓ ہیں۔ ابوعبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم کو قرآن شریف پڑھاتے تھے وہ کہتے تھے کہ صحابہؓ حضورؐ سے دس آیتیں قرآن کی سیکھتے تھے اس کے

[۱] بخاری۔ ابوداود [۲] بخاری۔ ابن سعد [۳] بخاری۔ فتح

بعد دوسری دس آیتیں اس وقت تک نہیں سیکھتے تھے جب تک پہلی دس آیتوں کے موافق علم اور عمل نہیں ہو جاتا تھا۔ تیرہ سال کی عمر تھی جس وقت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ اس عمر میں جو درجہ تفسیر و حدیث میں حاصل کیا وہ کھلی کرامت اور قابلِ رشک ہے کہ امام تفسیر ہیں اور بڑے بڑے صحابہؓ تفسیر ان سے دریافت کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ حضورؐ ہی کی دعا کا ثمرہ تھا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم استنجے تشریف لے گئے۔ باہر تشریف لائے تو لوٹا بھرا ہوا رکھا تھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا، یہ کس نے رکھا ہے عرض کیا گیا کہ ابنِ عباسؓ نے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خدمت پسند آئی اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دین کا فہم اور کتاب اللہ کی سمجھ عطا فرمائیں۔ اس کے بعد ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نوافل پڑھ رہے تھے، یہ بھی نیت باندھ کر پیچھے کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ نے ہاتھ سے کھینچ کر برابر کھڑا کر لیا کہ ایک مقتدی اگر ہو تو اس کو برابر کھڑا ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد حضورؐ تو نماز میں مشغول ہو گئے، یہ ذرا سا پیچھے کو ہٹ گئے۔ حضورؐ نے نماز کے بعد دریافت فرمایا۔ عرض کیا کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں، آپؐ کے برابر کس طرح کھڑا ہو سکتا ہوں۔ حضورؐ نے علم و فہم کے زیادہ ہونے کی دعا دی۔[۱]

(۱۷) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کا حفظِ حدیث

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اُن عابد اور زاہد صحابہؓ میں تھے کہ روزانہ ایک کلام مجید ختم کرتے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ دار رہتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کثیر محنت پر تنبیہ بھی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ایسی صورت میں بدن ضعیف ہو جائے گا۔ آنکھیں رات بھر جاگنے سے پتھرا جائیں گی۔ بدن کا بھی حق ہے۔ اہل و عیال کا بھی حق ہے۔ آنے جانے والوں کا بھی حق ہے۔ کہتے ہیں میرا معمول تھا کہ روزانہ ایک ختم کرتا تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مہینے میں ایک قرآن پڑھا کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ مجھے اپنی قوت اور جوانی سے مُنتفع ہونے کی اجازت فرما دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اچھا بیس روز میں ایک ختم کر لیا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ بہت کم ہے۔ مجھے اپنی جوانی اور قوت سے مُتمتّع ہونے کی اجازت دیجئے۔ غرض اسی طرح عرض کرتا رہا۔ اخیر میں تین دن میں ایک ختم کی اجازت ہوئی۔ ان کا معمول تھا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو تحریر کیا کرتے تھے تاکہ یاد رہیں۔ چنانچہ ان کے پاس ایک مجموعہ حضورؐ کی احادیث کا لکھا ہوا تھا جس کا نام انھوں نے صادقہ رکھا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ سے جو سنتا اس کو لکھ لیا کرتا تاکہ یاد رہے۔ مجھے لوگوں نے منع کیا کہ حضورؐ بہرحال آدمی ہیں، کبھی غصہ اور

[۱] منتخب کنز [۲] اصابہ

ناراضی میں کسی کو کچھ فرماتے ہیں، کبھی خوشی اور مزاح میں کچھ ارشاد ہوتا ہے ہر بات نہ لکھا کرو۔ میں نے چھوڑ دیا۔ ایک مرتبہ حضورؐ سے میں نے اس کا ذکر کیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ لکھا کرو۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے غصہ میں یا خوشی میں حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔[1] ف حضرت عبداللہ بن عمروؓ باوجود اس قدر زاہد عابد ہونے کے کہ کثرتِ عبادت میں ممتاز شمار کیے جاتے ہیں۔ پھر بھی ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ صحابہؓ میں مجھ سے زیادہ روایت کرنے والا کوئی نہیں بجز عبداللہ بن عمروؓ کے کہ وہ لکھتے تھے میں لکھتا نہیں تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روایات ابوہریرہؓ سے بھی بہت زیادہ ہیں۔ اگرچہ ہمارے زمانے میں ابوہریرہؓ کی روایات ان سے کہیں زیادہ ملتی ہیں جس کی بہت سی وجوہ ہیں لیکن اُس زمانہ میں اتنی عبادت پر بھی کثرت سے ان کی احادیث موجود تھیں۔

(۱۸) حضرت زید بن ثابتؓ کا حفظِ قرآن

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اُن جلیل القدر صحابہؓ میں ہیں جو اپنے زمانے میں بڑے عالم اور بڑے مفتی شمار ہوتے تھے۔ بالخصوص فرائض کے ماہر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں فتویٰ قضاء فرائض، قراءت میں ان کا شمار چوٹی کے لوگوں میں تھا جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت کم عمر بچے تھے۔ گیارہ برس کی عمر تھی اسی وجہ سے باوجود خواہش کے ابتدائی لڑائیوں، یعنی بدر وغیرہ میں شرکت کی اجازت نہیں ہوئی۔ ہجرت سے پانچ برس پہلے چھ سال کی عمر میں یتیم بھی ہو گئے تھے۔ حضورؐ جب ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو جیسے اور لوگ حاضرِ خدمت ہو رہے تھے اور حصول برکت کے واسطے بچوں کو بھی ساتھ لا رہے تھے۔ زیدؓ بھی خدمت میں حاضر کیے گئے۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں جب پیش کیا گیا تو عرض کیا گیا کہ یہ قبیلہ نجّار کا ایک لڑکا ہے۔ آپؐ کی تشریف آوری سے قبل ہی اس نے سترہ سورتیں قرآن پاک کی حفظ کر لیں۔ حضورؐ نے امتحان کے طور پر مجھے پڑھنے کو ارشاد فرمایا میں نے سورۂ قٓ حضورؐ کو سنائی۔ حضورؐ کو میرا پڑھنا پسند آیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطوط یہود کے پاس بھیجنا ہوتے تھے۔ وہ یہود ہی لکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہود کی جو خط وکتابت ہوتی ہے اس پر مجھ کو اطمینان نہیں کہ گڑبڑ نہ کر دیتے ہوں۔ تو یہود کی زبان سیکھ لے۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ میں پندرہ دن میں اُن کی زبان عبرانی میں کامل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سے جو تحریر ان کو جاتی وہ میں ہی لکھتا اور جو تحریر یہود کے پاس سے آتی وہ میں ہی پڑھتا۔ ایک

[1] مسند احمد - ابن سعد

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بعض لوگوں کو سُریانی زبان میں خطوط لکھنا پڑتے ہیں اس لئے مجھ کو سُریانی زبان سیکھنے کے لئے ارشاد فرمایا میں نے سترہ دن میں سُریانی زبان سیکھ لی تھی۔[۱]

(۱۹) حضرت امام حسنؓ کا بچپن میں علمی مشغلہ

سید السّادات حضرت حسن رضی اللّٰہ عنہ کی پیدائش جمہور کے قول کے موافق رمضان ۳ھ میں ہے اس اعتبار سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے وصال کے وقت ان کی عمر سات برس اور کچھ مہینوں کی ہوئی، سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے جس میں کوئی علمی کمال حاصل کیا جاسکتا ہو لیکن اس کے باوجود حدیث کی کئی روایتیں ان سے نقل کی جاتی ہیں۔ اَبُوالحَوراءؒ ایک شخص ہیں انہوں نے حضرت حسنؓ سے پوچھا کہ تمہیں حضور کی کوئی بات یاد ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ ہاں میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ جا رہا تھا۔ راستہ میں صدقہ کی کھجوروں کا ایک ڈھیر لگ رہا تھا میں نے اس میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کخ کخ (ہاہا) فرمایا اور میرے منہ سے نکال دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے اور میں نے پانچوں نمازیں حضورؐ سے سیکھی ہیں۔[۲] حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ مجھے وتر میں پڑھنے کے لئے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ دعا بتائی تھی۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ۔ ترجمہ: اے اللّٰہ تو مجھے ہدایت فرما منجملہ ان کے جن کو تو نے ہدایت فرمائی اور مجھے عافیت عطا فرما۔ ان لوگوں کے ذیل میں جن کو تو نے عافیت بخشی اور تو میرے کاموں کا مُتَوَلِّی بن جا جہاں اور بہت سے لوگوں کا مُتَوَلِّی ہے اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا اس میں برکت عطا فرما اور جو کچھ تو نے مقدّر فرمایا ہے اس کی برائی سے مجھے بچا کہ تو تو جو چاہے طے فرما سکتا ہے تیرے خلاف کوئی شخص کچھ بھی فیصلہ نہیں کرسکتا اور جس کا تو والی ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوسکتا۔ تیری ذات بابرکت ہے اور سب سے بلند ہے۔ امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سُنا کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک اسی جگہ بیٹھا رہے وہ جہنم کی آگ سے نجات پائے گا۔ حضرت حسنؓ نے کئی حج پیدل کئے اور ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ مرنے کے بعد اللّٰہ سے ملوں اور اس کے گھر پاؤں

[۱] فتح۔ اصابہ [۲] مسند احمد

چل کر نہ گیا ہوں۔ نہایت حلیم مزاج تھے اور پرہیزگار۔ مُسند احمد میں مُتعدِّد روایات اُن سے نقل کی گئی ہیں اور صاحبِ تلقیح نے ان صحابہؓ میں ان کا ذکر کیا ہے جن سے تیرہ حدیثیں روایت کی جاتی ہیں۔ سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔ اس وقت کی اتنی احادیث کا یاد رکھنا اور نقل کرنا حافظہ کا کمال ہے اور شوق کی انتہا۔ افسوس ہے کہ ہم لوگ اپنے بچوں کو سات برس تک دین کی معمولی سی باتیں بھی نہیں بتاتے۔

(۲۰) حضرت امام حُسینؓ کا بچپن میں علمی مشغلہ

سَیِّدُ السَّادات حضرت حُسینؓ اپنے بھائی حضرت حسنؓ سے بھی ایک سال چھوٹے تھے اس لئے ان کی عمر حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وصال کے وقت اور بھی کم تھی۔ یعنی چھ برس اور چند مہینے کی تھی۔ چھ برس کا بچّہ کیا دین کی باتوں کو محفوظ کر سکتا ہے۔ لیکن امام حُسینؓ کی روایتیں حدیث کی کتابوں میں نقل کی جاتی ہیں اور مُحدِّثین نے اس جماعت میں ان کا شمار کیا ہے جن سے آٹھ حدیثیں منقول ہیں۔ امام حُسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سُنا کہ کوئی مسلمان مرد ہو یا عورت اس کو کوئی مصیبت پہنچی ہو پھر وہ عرصہ کے بعد یاد آئے اور یاد آنے پر پھر وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھے تو اس کو اس وقت بھی اتنا ہی ثواب پہنچے گا جتنا کہ مصیبت کے وقت پہنچا تھا۔ یہ بھی حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میری اُمت جب دریا پر سوار ہو اور سوار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ پڑھے تو یہ ڈوبنے سے امن کا ذریعہ ہے۔ حضرت حُسینؓ نے پچیس ۲۵ حج پیدل کئے ہیں۔ نماز اور روزہ کی بھی بہت کثرت فرماتے تھے اور صدقہ اور دین کے ہر کام میں کثرت کا اہتمام تھا۔ رَبِیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسینؓ سے پوچھا کہ حضورؐ کی کوئی بات آپ کو یاد ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں میں ایک کھڑکی پر چڑھا جس میں کھجوریں رکھی تھیں۔ اس میں سے ایک کھجور میں نے منہ میں رکھ لی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو پھینک دو ہم کو صدقہ جائز نہیں۔ حضرت حسینؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار کاموں میں مشغول نہ ہو[۱]۔ ان کے علاوہ اور بھی مُتعدِّد روایات آپؓ سے منقول ہیں۔ **ف** اس قسم کے واقعات صحابہ کرام رضی اللہُ عنہم کے بکثرت ہیں کہ بچپن کے واقعات حضورؐ سے نقل کئے اور یاد رکھے۔ محمود بن الرَّبیعؓ ایک صحابی ہیں جن کی عمر حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وصال کے وقت پانچ برس کی تھی وہ کہتے ہیں کہ میں عمر بھر اس بات کو نہیں بھولوں گا کہ نبیِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

[۱] اسد الغابہ۔ استیعاب

ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہمارے یہاں ایک کنواں تھا۔ اس کے پانی سے ایک کُلی میرے منہ پر کی[1]۔ ہم لوگ بچوں کو واہی تباہی فضول باتوں میں لگاتے ہیں۔ جھوٹے جھوٹے قصّے ان کو سُنا کر لغویات میں دماغ کو پریشان کرتے ہیں۔ اگر اللہ والوں کے قصّے تلاش کر کے ان کو سُنائے جائیں اور بجائے جن بھُوت سے ڈرانے کے اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرائیں اور اللہ کی ناراضی کی اہمیّت اور ہیبت دل میں پیدا کریں تو دنیا میں بھی ان کے کارآمد ہو اور آخرت میں تو مفید ہے ہی۔ بچپن کا زمانہ حافظہ کی قوّت کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس وقت کا یاد کیا ہوا کبھی بھی نہیں بھولتا۔ ایسے وقت میں اگر قرآن پاک حفظ کرا دیا جائے تو نہ کوئی دقّت ہو، نہ وقت خرچ ہو۔ میں نے اپنے والد صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ سے بھی بارہا سُنا اور اپنے گھر کی بوڑھیوں سے بھی سُنا ہے کہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جب دُودھ چھُڑایا گیا ہے تو پاؤ پارہ حفظ ہو چکا تھا اور ساتویں برس کی عمر میں قرآن شریف پورا حفظ ہو چکا تھا اور وہ اپنے والد یعنی میرے دادا صاحب سے مخفی فارسی کا بھی مُعتدبہٖ حصّہ بوستان، سکندر نامہ وغیرہ پڑھ چکے تھے۔ فرمایا کرتے کہ میرے والد صاحب نے قرآن شریف ختم ہونے کے بعد یہ ارشاد فرما دیا تھا کہ ایک قرآن شریف روزانہ پڑھ لیا کرو باقی تمام دن چھٹی۔ میں گرمی کے موسم میں صبح کی نماز کے بعد مکان کی چھت پر بیٹھا کرتا تھا اور چھ سات گھنٹہ میں قرآن شریف پورا کر کے دوپہر کو روٹی کھاتا تھا اور شام کو اپنی خوشی سے فارسی پڑھا کرتا تھا۔ چھ ماہ تک مُسلسل یہی معمول رہا۔ چھ ماہ تک روزانہ ایک کلام مجید پڑھنا پھر اس کے ساتھ ہی دوسرے اُسباق بھی پڑھتے رہنا اور وہ بھی سات برس کی عمر میں کوئی معمولی بات نہیں۔ اسی کا یہ ثمرہ تھا کہ قرآن شریف میں مُتشابہ لگنا یا بھُولنا جانتے ہی نہ تھے۔ چونکہ ظاہری مَعاش کتابوں کی تجارت پر تھی اور کتب خانہ کا اکثر کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے اس لئے ایسا کبھی بھی نہیں ہوتا تھا کہ ہاتھ سے کام کرتے وقت زبان سے تلاوت نہ فرماتے رہتے ہوں اور کبھی کبھی اسی کے ساتھ ہم لوگوں کو جو مدرسہ سے الگ پڑھتے تھے اَسباق بھی پڑھا دیا کرتے تھے اس طرح تین کام ایک وقت میں کر لیا کرتے تھے۔ مگر ان کا طریقۂ تعلیم ہم لوگوں کے ساتھ وہ نہیں تھا جو مدرسہ کے اسباق کا تھا اور عام مدارس کا مُروّجہ طریقہ ہے کہ سارا بوجھ اُستاد ہی کے ذمّہ رہے بلکہ مخصوص طلبہ کے ساتھ یہ طریقہ تھا کہ شاگرد عبارت پڑھے ترجمہ کرے مطلب بیان کرے۔ اگر وہ مطلب صحیح ہوتا تو آگے چلو فرما دیتے اور غلط ہوتا تو اگر غلطی قابلِ تنبیہ ہوتی، تو تنبیہ فرماتے اور بتانے کے قابل ہوتی تو بتا دیتے۔ یہ پرانے زمانے کا قصّہ نہیں ہے۔ اسی صدی کا واقعہ ہے۔ لہٰذا یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ صحابہؓ جیسے قُویٰ اور ہمتیں اب کہاں سے لائی جائیں۔

[1] اصابہ

بارھواں باب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ محبت کے واقعات

اگرچہ جتنے قصے اب تک نقل کئے گئے ہیں وہ سب ہی محبت کے کرشمے تھے کہ محبت ہی ان حضرات کی والہانہ زندگی کا سبب تھی جس کی وجہ سے نہ جان کی پرواہ تھی نہ زندگی کی تمنا، نہ مال کا خیال تھا نہ تکلیف کا خوف نہ موت سے ڈر۔ اس کے علاوہ محبت حکایت کی چیز بھی نہیں۔ وہ ایک کیفیت ہے جو الفاظ و عبارات سے بالاتر ہے، محبت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دل میں بس جانے کے بعد محبوب کو ہر چیز پر غالب کر دیتی ہے۔ نہ اس کے سامنے ننگ و ناموس کوئی چیز ہے نہ عزت و شرافت کوئی شے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے اور اپنے محبوب کے وسیلہ سے اپنی اور اپنے پاک رسولؐ کی محبت عطا فرمائیں تو ہر عبادت میں لذت ہے اور دین کی ہر تکلیف میں راحت۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اعلانِ اسلام اور تکلیف

ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو حتی الوسع مخفی رکھتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اس وجہ سے کہ ان کو کفار سے اذیت نہ پہنچے اخفا کی تلقین ہوتی تھی۔ جب مسلمانوں کی مقدار اُنتالیس تک پہنچی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اظہار کی درخواست کی کہ کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ کی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل انکار فرمایا مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اصرار پر قبول فرما لیا اور ان سب حضرات کو ساتھ لے کر مسجدِ کعبہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تبلیغی خطبہ شروع کیا۔ یہ سب سے پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ اسی دن اسلام لائے ہیں اور اس کے تین دن بعد حضرت عمرؓ مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے کفار و مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی باوجودیکہ مکہ مکرمہ میں ان کی عام طور سے عظمت و شرافت مسلّم تھی اس قدر مارا کہ تمام چہرہ مبارک خون میں بھر گیا

ناک کان سب لہولہان ہوگئے تھے۔ پہچانے نہ جاتے تھے۔ جوتوں سے لاتوں سے مارا۔ پاؤں میں روندا اور جو نہ کرنا تھا سب ہی کچھ کیا۔ حضرت اَبُوبکر صدیقؓ بیہوش ہوگئے۔ بَنُوتَیم یعنی حضرت اَبُوبکر صِدّیق رضؓ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی۔ وہ وہاں سے اُٹھا کر لائے۔ کسی کو بھی اس میں تَرَدُّد نہ تھا کہ حضرت ابوبکر صدّیق رضؓ اس وحشیانہ حملے سے زندہ نہ بچ سکیں گے۔ بَنُوتَیم مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ حضرت ابوبکر رضؓ کی اگر اس حادثہ میں وفات ہوگئی تو ہم لوگ اُن کے بدلہ میں عُتْبہ بن رَبیعہ کو قتل کریں گے۔ عُتبہ نے حضرت صدّیق اکبرؓ کے مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا اظہار کیا تھا۔ شام تک حضرت ابوبکرؓ کو بیہوشی رہی۔ باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ شام کو آوازیں دینے پر وہ بولے تو سب سے پہلا لفظ یہ تھا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے اُس پر بہت ملامت کی کہ اُنہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی اور دن بھر موت کے منہ میں رہنے پر بات کی تو وہ بھی حضورؐ ہی کا جذبہ اور اُن ہی کی لے۔ لوگ پاس سے اُٹھ کر چلے گئے کہ بددِلی بھی تھی اور یہ بھی کہ آخر کچھ جان باقی ہے کہ بولنے کی نوبت آئی اور آپ کی والدہ اُمِّ خَیر سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کے لئے کسی چیز کا انتظام کردیں۔ وہ کچھ تیار کرکے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ کی وہی ایک صدا تھی کہ حضورؐ کا کیا حال ہے، حضورؐ پر کیا گذری۔ ان کی والدہ نے فرمایا کہ مجھے تو خبر نہیں کہ کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُمِّ جَمیلؓ (حضرت عمرؓ کی بہن) کے پاس جاکر دریافت کرلو کہ کیا حال ہے۔ وہ بیچاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بے تابانہ درخواست کو پورا کرنے کے واسطے اُمّ جمیل رضؓ کے پاس گئیں اور مُحَمَّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) کا حال دریافت کیا۔ وہ بھی عام دستور کے موافق اس وقت تک اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں۔ فرمانے لگیں میں کیا جانوں کون مُحَمَّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) اور کون ابوبکرؓ۔ تیرے بیٹے کی حالت سُنکر رنج ہوا اگر تُو کہے تو میں چل کر اس کی حالت دیکھوں۔ اُمّ خیرؓ نے قبول کرلیا۔ ان کے ساتھ گئیں اور حضرت ابوبکرؓ کی حالت دیکھ کر تحمّل نہ کرسکیں۔ بے تحاشا رونا شروع کردیا کہ بدکرداروں نے کیا حال کردیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے کئے کی سزا دے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پھر پوچھا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔ اُمِّ جمیلؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی والدہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ وہ سُن رہی ہیں۔ آپ رضؓ نے فرمایا کہ ان سے خوف نہ کرو۔ تو اُمّ جمیل رضؓ نے خیریت سنائی اور عرض کیا کہ بالکل صحیح سالم ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ اَرقمؓ کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا کی قسم ہے کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک حضورؐ کی زیارت نہ کرلوں۔

ان کی والدہ کو تو بے قراری تھی کہ وہ کچھ کھالیں اور انہوں نے قسم کھالی کہ جب تک زیارت نہ کر لوں کچھ نہ کھاؤں گا۔ اس لئے والدہ نے اس کا انتظار کیا کہ لوگوں کی آمد و رفت بند ہو جائے۔ مبادا کوئی دیکھ لے اور کچھ اذیت پہنچائے۔ جب رات کا بہت سا حصہ گذر گیا تو حضرت ابوبکرؓ کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں اُرقمؓ کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضورؐ سے لپٹ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی لپٹ کر روئے اور مسلمان بھی سب رونے لگے کہ حضرت ابوبکرؓ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے درخواست کی کہ یہ میری والدہ ہیں۔ آپؐ ان کے لئے ہدایت کی دعا بھی فرمادیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمادیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول دعا فرمائی۔ اس کے بعد ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ وہ بھی اسی وقت مسلمان ہوگئیں۔[1] ف عیش و عشرت، نشاط و فرحت کے وقت محبت کے دعوے کرنے والے سینکڑوں ہوتے ہیں۔ محبت و عشق وہی ہے جو مصیبت اور تکلیف کے وقت بھی باقی رہے۔

(۲) حضرت عمرؓ کا حضورؐ کے وصال پر رنج

حضرت عمرؓ باوجود اپنی اس ضرب المثل قوت، شجاعت، دلیری اور بہادری کے جو آج ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد بھی شہرۂ آفاق ہے اور باوجودیکہ اسلام کا ظہور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے ہی سے ہوا کہ اسلام لانے کے بعد اپنے اسلام کا اخفاء گوارا نہ ہوا۔ حضورؐ کے ساتھ محبت کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ یہ ہے کہ اپنی اس بہادری کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی حالت کا تحمل نہ فرما سکے۔ سخت حیرانی اور پریشانی کی حالت میں تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے تو اس کی گردن اڑادوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام طور پر تشریف لے گئے تھے۔ عنقریب حضورؐ واپس تشریف لائیں گے اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے جو حضورؐ کے انتقال کی جھوٹی خبر اڑا رہے ہیں۔ حضرت عثمانؓ بالکل گم سم تھے کہ دوسرے دن تک بالکل آواز نہیں نکلی۔ چلتے پھرتے تھے مگر بولا نہیں جاتا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ چپ چاپ بیٹھے رہ گئے کہ حرکت بھی بدن کو نہ ہوتی تھی۔ صرف ایک حضرت ابوبکرؓ کا دم تھا کہ اس وقت کے پہاڑ جیسے وقت کو برداشت کیا اور اپنی اس محبت کے باوجود جو پہلے قصہ میں گذری، اس وقت نہایت سکون سے تشریف لاکر اول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کو

[1] خمیس

بوسہ دیا اور باہر تشریف لاکر حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد خطبہ پڑھا جس کا حاصل یہ تھا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہو وہ جان لے کہ حضورؐ کا وصال ہو چکا لیکن جو شخص اللہ کی پرستش کرتا ہو وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ زندہ ہیں اور ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اس کے بعد کلام پاک کی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اخیر تک تلاوت فرمائی۔ ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں جس پر موت وغیرہ نہ آسکے) سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید بھی ہو جاویں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص اُلٹا پھر جائے گا تو خدا تعالیٰ کا تو کوئی نقصان نہیں کرے گا (اپنا ہی کچھ کھووے گا) اور خدا تعالیٰ شانہٗ جلد ہی جزا دے گا حق شناس لوگوں کو۔ ف چونکہ اللہ جل شانہٗ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے خلافت کا اہم کام لینا تھا اس لئے ان کی شایانِ شان اس وقت یہی حالت تھی۔ اسی وجہ سے اس وقت جس قدر استقلال اور تحمل حضرت صدیق اکبرؓ میں تھا کسی میں بھی نہ تھا، اور اس کے ساتھ ہی جس قدر مسائل دفن و میراث وغیرہ کے اس وقت کے مناسب حضرت صدیق اکبرؓ کو معلوم تھے مجموعی طور پر کسی کو بھی معلوم نہ تھے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں اختلاف ہوا کہ مکہ مکرمہ میں دفن کیا جائے یا مدینہ منورہ میں یا بیت المقدس میں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ نبی کی قبر اسی جگہ ہوتی ہے جہاں اس کی وفات ہو۔ لہذا جس جگہ وفات ہوتی ہے اُسی جگہ قبر کھودی جائے۔ آپؓ نے فرمایا: میں نے حضورؐ سے سنا کہ ہم لوگوں (یعنی انبیاءؑ) کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے سنا ہے جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا متولی بنے اور وہ لاپرواہی سے کوتاہی کرتے ہوئے کسی دوسرے کو امیر بناتے اُس پر لعنت ہے۔ نیز حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قریش اس امر یعنی سلطنت کے متولی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۳) ایک عورت کا حضورؐ کی خبر کیلئے بے قرار ہونا

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو اذیت بھی بہت پہنچی اور شہید بھی بہت ہوئے۔ مدینہ طیبہ میں یہ وحشت اثر خبر پہنچی تو عورتیں پریشان ہو کر تحقیق حال کے لئے گھر سے نکل پڑیں۔ ایک انصاری عورت نے مجمع کو دیکھا تو بے تابانہ پوچھا کہ حضورؐ کیسے ہیں؟ اس مجمع میں سے کسی نے کہا کہ تمہارے والد کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھی اور پھر بے قراری سے حضورؐ کی خیریت دریافت کی۔

اتنے میں کسی نے خاوند کے اِنتقال کی خبر سنائی اور کسی نے بیٹے کی اور کسی نے بھائی کی کہ یہ سب ہی شہید ہو گئے تھے۔ مگر انہوں نے پوچھا کہ حضورؐ کیسے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ حضورؐ بخیریت ہیں تشریف لا رہے ہیں۔ اس سے اطمینان نہ ہوا۔ کہنے لگیں کہ مجھے بتادو کہاں ہیں۔ لوگوں نے اشارہ کرکے بتایا کہ اس مجمع میں ہیں۔ یہ دوڑی ہوئی گئیں اور اپنی آنکھوں کو حضورؐ کی زیارت سے ٹھنڈا کرکے عرض کیا۔ یا رسولَ اللہ آپ کی زیارت ہو جانے کے بعد ہر مصیبت ہلکی اور معمولی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا کہ یا رسولَ اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپؐ زندہ وسلامت ہیں تو مجھے کسی کی ہلاکت کی پرواہ نہیں[1] **ف** اس قسم کے مُتعدّد قصّے اس موقع پر پیش آئے ہیں۔ اسی وجہ سے مؤرِّخین میں ناموں میں اختلاف بھی ہوا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس نوع کا واقعہ کئی عورتوں کو پیش آیا ہے۔

(۴) حُدَیبیہ میں حضرت ابُوبکر صِدّیقؓ اور مُغیرہؓ کا فعل اور عام صحابہؓ کا طرزِ عمل

حدیبیہ کی مشہور لڑائی ذیقعدہ ۶ھ میں ہوئی جب کہ حُضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ عمرہ کے ارادہ سے تشریف لا رہے تھے۔ کفّارِ مکّہ کو جب اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ مسلمانوں کو مکّہ آنے سے روکا جائے۔ اس کے لئے بہت بڑے پیمانہ پر تیاری کی اور مکّہ کے علاوہ باہر کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شرکت کی دعوت دی اور بڑے مجمع کے ساتھ مقابلہ کی تیاری کی۔ ذُوالحُلَیفہ سے حُضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے ایک صاحب کو حالات کی خبر لانے کے لئے بھیجا جو مکّہ سے حالات کی تحقیق کرکے عُسفان پر حضورؐ سے ملے۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ مکّہ والوں نے مقابلہ کی بہت بڑے پیمانہ پر تیاری کر رکھی ہے اور باہر سے بھی بہت سے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے بُلا رکھا ہے حضورؐ نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا کہ اس وقت کیا کرنا چاہیئے۔ ایک صورت یہ ہے کہ جو لوگ باہر سے مدد کو گئے ہیں ان کے گھروں پر حملہ کیا جائے۔ جب وہ خبر سنیں گے تو مکّہ سے واپس آجائیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سیدھے چلے چلیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسولَ اللہ اس وقت آپؐ بیت اللہ کے ارادہ سے تشریف لائے ہیں لڑائی کا ارادہ تو تھا ہی نہیں۔ اس لئے آگے بڑھے چلیں اگر وہ ہمیں روکیں گے تو مقابلہ کریں گے ورنہ نہیں۔ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے اس کو قبول فرمایا اور آگے بڑھے۔ حُدَیبیہ میں پہنچ کر بُدَیل بن وَرقاخزاعی ایک جماعت کو ساتھ لے کر آئے اور حضورؐ سے اس کا ذکر کیا کہ کفّار آپؐ کو ہرگز مکّہ میں داخل نہ ہونے

[1] خمیس

دیں گے وہ تو لڑائی پر تلے ہوتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ لڑنے کے واسطے نہیں آئے ہیں۔ ہمارا مقصد صرف عمرہ کرنا ہے اور قریش کو روزمرہ کی لڑائی نے بہت نقصان پہنچا رکھا ہے بالکل ہلاک کر دیا ہے اگر وہ راضی ہوں تو میں ان سے مصالحت کرنے کو تیار ہوں کہ میرے اور ان کے درمیان اس پر معاہدہ ہو جائے کہ مجھ سے تعرض نہ کریں، ہیں اُن سے تعرض نہ کروں۔ مجھے اوروں سے نمٹنے دیں اور اگر وہ کسی چیز پر بھی راضی نہ ہوں تو اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں اس وقت تک اُن سے لڑوں گا جب تک کہ اسلام غالب ہو جائے یا میری گردن جدا ہو جائے۔ بدیل نے عرض کیا اچھا میں آپؐ کا پیام ان تک پہنچائے دیتا ہوں۔ وہ لوٹے اور جا کر پیام پہنچایا مگر کفار راضی نہ ہوئے۔ اسی طرح طرفین سے آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا جن میں ایک مرتبہ عُروہ بن مسعود ثقفی کفار کی جانب سے آئے کہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بعد میں مسلمان ہوئے۔ حضورؐ نے اُن سے بھی وہی گفتگو فرمائی جو بُدَیل سے کی تھی۔ عروہ نے عرض کیا۔ اے محمّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)، اگر تم یہ چاہتے ہو کہ عرب کا بالکل خاتمہ کر دو تو یہ ممکن نہیں۔ تم نے کبھی نہ سنا ہوگا کہ تم سے پہلے کوئی شخص ایسا گذرا ہو جس نے عرب کو بالکل فنا کر دیا ہو اور اگر دوسری صورت ہوئی کہ وہ تم پر غالب ہو گئے تو یاد رکھو کہ میں تمہارے ساتھ اشراف کی جماعت نہیں دیکھتا۔ یہ اطراف کے کم ظرف لوگ تمہارے ساتھ ہیں مصیبت پڑنے پر سب بھاگ جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ پاس کھڑے ہوئے تھے یہ جملہ سن کر غصّہ میں بھر گئے اور ارشاد فرمایا کہ تو اپنے معبود لات کی پیشاب گاہ کو چاٹ۔ کیا ہم حضورؐ سے بھاگ جائیں گے اور آپؐ کو اکیلا چھوڑ دیں گے۔ عروہ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارا ایک قدیمی احسان مجھ پر ہے جس کا میں بدلہ نہیں دے سکا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اس گالی کا جواب دیتا۔ یہ کہہ کر عُروہ پھر حضورؐ سے بات میں مشغول ہو گئے اور عرب کے عام دستور کے موافق بات کرتے ہوئے حضورؐ کی داڑھی مبارک کی طرف ہاتھ لے جاتے کہ خوشامد کے موقع پر داڑھی میں ہاتھ لگا کر بات کی جاتی ہے۔ صحابہؓ کو یہ بات کب گوارا ہو سکتی تھی۔ عروہ کے بھتیجے حضرت مُغیرہ بن شعبہؓ سر پر خود[۱] اوڑھے ہوئے اور ہتھیار لگائے ہوئے پاس کھڑے تھے۔ انہوں نے تلوار کا قبضہ عُروہ کے ہاتھ پر مارا کہ ہاتھ پرے کو رکھو۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مُغیرہ۔ عُروہ نے کہا۔ او غدّار تیری غداری کو میں اب تک بھگت رہا ہوں اور تیرا یہ برتاؤ (حضرت مُغیرہ بن شعبہؓ نے اسلام سے قبل چند کافروں کو قتل کر دیا تھا جن کی دیت عُروہ نے ادا کی تھی اس کی طرف یہ اشارہ تھا) غرض وہ طویل گفتگو حضورؐ سے کرتے رہے اور

[۱] لوہے کی ٹوپی

نظریں بچا کر صحابہ کرامؓ کے حالات کا اندازہ بھی کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ واپس جا کر کفّار سے کہا کہ اے قریش میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں گیا ہوں۔ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں کو بھی دیکھا ہے اور اُن کے آداب بھی دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کی جماعت اس کی ایسی تعظیم کرتی ہو جیسی محمّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی جماعت اُن کی تعظیم کرتی ہے اگر وہ تھوکتے ہیں تو جس کے ہاتھ پر پڑ جائے وہ اُس کو بدن اور منہ پر مل لیتا ہے جو بات محمّد کے مُنہ سے نکلتی ہے اس کے پورا کرنے کو سب کے سب ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ان کے وضو کا پانی آپس میں لڑ لڑ کر تقسیم کرتے ہیں، زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ اگر کسی کو قطرہ نہ ملے تو وہ دوسرے کے تر ہاتھ کو ہاتھ سے مل کر اپنے منہ پر مل لیتا ہے۔ ان کے سامنے بولتے ہیں تو بہت نیچی آواز سے ان کے سامنے زور سے نہیں بولتے۔ ان کی طرف نگاہ اُٹھا کر ادب کی وجہ سے نہیں دیکھتے۔ اگر اُن کے سر یا داڑھی کا کوئی بال گرتا ہے تو اس کو تبرّکاً اُٹھا لیتے ہیں اور اس کی تعظیم اور احترام کرتے ہیں۔ غرض میں نے کسی جماعت کو اپنے آقا کے ساتھ اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی جماعت ان کے ساتھ کرتی ہے۔ اسی دوران میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت عثمانؓ کو اپنی طرف سے قاصد بنا کر سردارانِ مکّہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عثمانؓ کی باوجود مسلمان ہو جانے کے مکّہ میں بہت عزّت تھی اور ان کے متعلق زیادہ اندیشہ نہ تھا۔ اس لئے ان کو تجویز فرمایا تھا۔ وہ تشریف لے گئے تو صحابہؓ کو رشک ہوا کہ عثمانؓ تو مزے سے کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے اُمید نہیں کہ وہ میرے بغیر طواف کریں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ مکّہ میں داخل ہوئے تو ابان بن سعید نے ان کو اپنی پناہ میں لے لیا اور ان سے کہا جہاں دِل چاہے چلو پھرو تم کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حضرت عثمانؓ، ابو سفیان وغیرہ مکّہ کے سرداروں سے ملتے رہے اور حضورؐ کا پیام پہنچاتے رہے۔ جب واپس ہونے لگے تو کفّار نے خود درخواست کی کہ تم مکّہ میں آئے ہو تم طواف کرتے جاؤ۔ انہوں نے جواب دے دیا کہ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تو روکے گئے ہوں اور میں طواف کر لوں۔ قریش کو اس جواب پر غصّہ آیا جس کی وجہ سے انھوں نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا۔ مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ ان کو شہید کر دیا۔ اس پر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے صحابہؓ سے اخیر دم تک لڑنے پر بیعت لی۔ جب کفّار کو اس کی خبر پہنچی تو گھبرا گئے اور حضرت عثمانؓ کو فوراً چھوڑ دیا۔[1] **ف** اس قصّہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ارشاد، حضرت مُغیرہؓ کا مارنا، صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کا عام برتاؤ جس کو عُروہ نے بہت غور سے دیکھا، حضرت

عثمانؓ کا طواف سے انکار، ہر واقعہ ایسا ہے کہ حضورؐ کے ساتھ بے انتہا عشق و محبت کی خبر دیتا ہے۔ یہ بیعت جس کا اس قصہ میں ذکر ہے بَیْعَۃُ الشَّجرۃ کہلاتی ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی آیت لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ الآیۃ میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ پوری آیت مع ترجمہ کے عنقریب خاتمہ میں آرہی ہے۔

(۵) حضرت ابنِ زُبیرؓ کا خُون پینا

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ سینگیاں لگوائیں اور جو خون نکلا وہ حضرت عبد اللہ بن زُبیرؓ کو دیا کہ اس کو کہیں دبا دیں۔ وہ گئے اور آکر عرض کیا کہ دبا دیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہاں۔ عرض کیا میں نے پی لیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جس کے بدن میں میرا خون جائے گا اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی۔ مگر تیرے لئے بھی لوگوں سے ہلاکت ہے اور لوگوں کو تجھ سے ہے۔ ف حضورؐ کے فضلات پاخانہ، پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں، اس لئے اس میں کوئی اشکال نہیں۔ حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب کہ ہلاکت ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ سلطنت اور امارت کی طرف اشارہ ہے کہ امارت ہوگی اور لوگ اس میں مُزاحم ہوں گے۔ چنانچہ عبد اللہ بن زبیرؓ جب پیدا ہوئے تھے اس وقت بھی حضورؐ نے اس طرف اشارہ فرمایا تھا کہ ایک مینڈھا ہے بھیڑیوں کے درمیان، ایسے بھیڑیئے جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ چنانچہ یزید اور عبد الملک دونوں کے ساتھ حضرت ابن زُبیرؓ کی مشہور لڑائیاں ہوئی اور آخر شہید ہوئے۔

(۶) حضرت مالکؓ بن سِنانؓ کا خُون پینا

اُحد کی لڑائی میں جب نبیِّ اکرم صلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چہرۂ انور یا سر مبارک میں خود کے دو۲ حلقے گھس گئے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ دوڑے ہوئے آگے بڑھے اور دوسری جانب سے حضرت ابوعبیدہؓ دوڑے اور آگے بڑھ کر خود کے حلقے دانت سے کھینچنے شروع کئے۔ ایک حلقہ نکالا جس سے ایک دانت حضرت اَبُو عُبَیْدَہؓ کا ٹوٹ گیا۔ اس کی پرواہ نہ کی، دوسرا حلقہ کھینچا جس سے دوسرا دانت بھی ٹوٹا لیکن حلقہ وہ بھی کھینچ ہی لیا۔ ان حلقوں کے نکلنے سے حضورؐ کے پاک جسم سے خون نکلنے لگا تو حضرت ابوسعیدؓ خُدری کے والد ماجد مالکؓ بن سِنان نے اپنے لبوں سے اُس خون کو چُوس لیا اور نگل لیا۔ حضورؐ نے اِرشاد فرمایا کہ جس کے خون میں میرا خون ملا ہے اُس کو

جہنّم کی آگ نہیں چھو سکتی۔[1]

(۷) حضرت زیدؓ بن حارثہ کا اپنے باپ کو انکار

حضرت زیدؓ بن حارثہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے، بنو قیس نے قافلہ کو لوٹا جس میں زیدؓ بھی تھے ان کو مکّہ کے بازار میں لاکر بیچا، حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لئے ان کو خرید لیا، جب حضورؐ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا تو انہوں نے زیدؓ کو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کر دیا، زیدؓ کے والد کو ان کے فراق کا بہت صدمہ تھا اور ہونا ہی چاہیئے تھا کہ اولاد کی محبّت فطری چیز ہے۔ وہ زیدؓ کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے تھے۔ اکثر جو اشعار پڑھتے تھے ان کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ میں زیدؓ کی یاد میں رو رہا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے تاکہ اس کی امید کی جائے یا موت نے اس کو نمٹا دیا۔ خدا کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تجھے اے زید نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئے گا یا نہیں۔ ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے جب بھی مجھے زید ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو ہوتی ہے جب بھی اسی کی یاد مجھے ستاتی ہے اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو بھڑکاتی ہیں۔ ہائے میرا غم اور میرا فکر کس قدر طویل ہو گیا۔ میں اس کی تلاش اور کوشش میں ساری دنیا میں اونٹ کی تیز رفتاری کو کام میں لاؤں گا اور دنیا کا چکّر لگانے سے نہیں اکتاؤں گا۔ اونٹ چلنے سے اُکتا جائیں تو اُکتا جائیں لیکن میں کبھی بھی نہیں اُکتاؤں گا اپنی ساری زندگی اسی میں گذار دوں گا۔ ہاں میری موت ہی آ گئی تو خیر کہ موت ہر چیز کو فنا کر دینے والی ہے۔ آدمی خواہ کتنی ہی اُمیدیں لگاویں مگر میں اپنے بعد فلاں فلاں رشتہ داروں اور آل اولاد کو وصیّت کر جاؤں گا کہ وہ بھی اسی طرح زید کو ڈھونڈتے رہیں۔ غرض یہ اشعار وہ پڑھتے تھے اور روتے ہوئے ڈھونڈتے پھرا کرتے تھے۔ اتفاق سے اُن کی قوم کے چند لوگوں کا حج کو جانا ہوا، اور انھوں نے زیدؓ کو پہچانا۔ باپ کا حال سُنایا۔ شعر سُنائے اُن کی یاد و فراق کی داستان سنائی۔ حضرت زیدؓ نے ان کے ہاتھ تین شعر کہہ کر بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں یہاں مکّہ میں ہوں۔ خیریت سے ہوں۔ تم غم اور صدمہ نہ کرو۔ میں بڑے کریم لوگوں کی غلامی میں ہوں۔ ان لوگوں نے جاکر زیدؓ کی خیر و خبر اُن کے باپ کو سنائی اور وہ اشعار سُنائے جو زیدؓ نے کہہ کر بھیجے تھے اور پتہ بتایا۔ زیدؓ کے باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی نیّت سے

[1] قرۃ العیون

مکہ مکرمہ پہنچے۔ تحقیق کی، پتہ چلایا، حضورؐ کی خدمت میں پہنچے، اور عرض کیا اے ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو اور اللہ کے گھر کے پڑوسی۔ تم خود قیدیوں کو رہا کراتے ہو، بھوکوں کو کھانا دیتے ہو۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں تمہارے پاس پہنچے ہیں ہم پر احسان کرو اور کرم فرماؤ اور فدیہ قبول کر لو اور اس کو رہا کر دو۔ بلکہ جو فدیہ ہو اس سے زیادہ لے لو۔ حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے، عرض کیا زید کی طلب میں ہم لوگ آئے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا بس اتنی سی بات ہے۔ عرض کیا کہ حضورؐ بس یہی غرض ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس کو بُلا لو اور اس سے پوچھ لو۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے وہ تمہاری نذر ہے اور اگر نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کر سکتا جو خود نہ جانا چاہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپؐ نے اِستحقاق سے بھی زیادہ احسان فرمایا۔ یہ بات خوشی سے منظور ہے۔ حضرت زیدؓ بلائے گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم ان کو پہچانتے ہو عرض کیا جی ہاں پہچانتا ہوں یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے اب تمھیں اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو، ان کے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔ حضرت زیدؓ نے عرض کیا کہ حضور میں آپؐ کے مقابلہ میں بھلا کس کو پسند کر سکتا ہوں۔ آپ میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔ ان دونوں باپ چچانے کہا کہ زیدؓ غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو اور باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو۔ زیدؓ نے کہا کہ ہاں میں نے ان میں (حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے) ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلہ میں مَیں کسی چیز کو بھی پسند نہیں کر سکتا۔ حضورؐ نے جب یہ جواب سُنا تو اُن کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ زیدؓ کے باپ اور چچا بھی یہ منظر دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور خوشی سے اُن کو چھوڑ کر چلے گئے۔[۱] حضرت زیدؓ اس وقت بچّے تھے۔ بچپن کی حالت میں سارے گھر کو، عزیز و اقارب کو غلامی پر قربان کر دینا جس مَحبّت کا پتہ دیتا ہے وہ ظاہر ہے۔

(۸) حضرت اَنَس بن نَضرؓ کا عمل اُحُد کی لڑائی میں

اُحُد کی لڑائی میں مسلمانوں کو جب شکست ہو رہی تھی تو کسی نے یہ خبر اُڑا دی کہ حضورؐ بھی شہید ہو گئے اس وحشت ناک خبر سے جو اثر صحابہؓ پر ہونا چاہیئے تھا وہ ظاہر ہے۔ اسی وجہ سے اور بھی زیادہ گھٹنے ٹوٹ گئے۔ حضرت اَنَس بن نضرؓ چلے جا رہے تھے کہ مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت میں حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ نظر پڑے کہ سب حضرات پریشان حال تھے۔ حضرت اَنَسؓ نے پوچھا یہ کیا ہو رہا

[۱] خمیس

ہے کہ مسلمان پریشان سے نظر آرہے ہیں۔ ان حضرات نے کہا کہ حضورؐ شہید ہوگئے۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ پھر حضورؐ کے بعد تم ہی زندہ رہ کر کیا کروگے۔ تلوار ہاتھ میں لو اور چل کر مرجاؤ۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے خود تلوار ہاتھ میں لی اور کفار کے جمگھٹے میں گھس گئے اور اس وقت تک لڑتے رہے کہ شہید ہوئے[1]۔ ف ان کا مطلب یہ تھا کہ جس ذات کے دیدار کے لئے جینا تھا جب وہ ہی نہیں رہی تو پھر گویا جی کر ہی کیا کرنا ہے۔ چنانچہ اسی میں اپنی جان نثار کردی۔

(۹) سعدؓ بن ربیع کا پیام اُحد میں

اسی اُحد کی لڑائی میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دریافت فرمایا کہ سعدؓ بن ربیع کا حال معلوم نہیں ہوا کہ کیا گذری۔ ایک صحابیؓ کو تلاش کے لئے بھیجا۔ وہ شہداء کی جماعت میں تلاش کررہے تھے آوازیں بھی دے رہے تھے کہ شاید وہ زندہ ہوں۔ پھر پکار کر کہا کہ مجھے حضورؐ نے بھیجا ہے کہ سعدؓ بن ربیع کی خبر لاؤں تو ایک جگہ سے بہت ضعیف سی آواز آئی۔ یہ اس طرف بڑھے جاکر دیکھا کہ سات مقتولین کے درمیان پڑے ہیں اور ایک آدھ سانس باقی ہے۔ جب یہ قریب پہنچے تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ حضورؐ کو میرا سلام عرض کردینا اور کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ کو اس سے افضل اور بہتر بدلہ عطا فرمائیں جو کسی نبیؐ کو اس کے اُمتی کی طرف سے بہتر سے بہتر عطا کیا ہو اور مسلمانوں کو میرا یہ پیام پہنچا دینا کہ اگر کافر حضورؐ تک پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ بھی چمکتی ہوئی رہے یعنی وہ زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا اور یہ کہہ کر جان بحق ہوگئے[2]۔ ف فَجَزَاہُ اللہُ عَنَّا اَفْضَلَ مَاجَزٰی صَحَابِیًّا عَنْ اُمَّۃِ نَبِیِّہٖ درحقیقت ان جاں نثاروں نے (اللہ تعالیٰ اپنے لطف سے ان کی قبروں کو نور سے بھردے) اپنی جاں نثاری کا پورا ثبوت دے دیا کہ زخموں پر زخم لگے ہوئے ہیں۔ دم توڑ رہے ہیں مگر کیا مجال ہے کہ کوئی شکوہ کوئی گھبراہٹ کوئی پریشانی لاحق ہوجائے۔ وَلولہ ہے تو حضورؐ کی حفاظت کا، حضورؐ پر جاں نثاری کا، حضورؐ پر قربانی کا۔ کاش مجھ سے نااہل کو بھی کوئی حصّہ اس محبت کا نصیب ہوجاتا۔

(۱۰) حضورؐ کی قبر دیکھ کر ایک عورت کی موت

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئیں اور آکر عرض کیا کہ مجھے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی قبر مبارک کی زیارت کرادو۔ حضرت عائشہؓ نے حجرہ شریفہ کھولا

[1] خمیس [2] خمیس

انھوں نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرما گئیں رضی اللہ عنہا و ارضاہا[1]۔ ف کیا اس عشق کی نظیر بھی کہیں ملے گی کہ قبر کی زیارت کی تاب نہ لاسکیں اور وہیں جان دے دی۔

(۱۱) صحابہؓ کی محبّت کے مُتفرّق قصّے

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدائے پاک کی قسم حضورؐ ہم لوگوں کے نزدیک اپنے مالوں سے اور اپنی اولادوں سے اور اپنی ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے[2]۔ ف سچ فرمایا درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی حالت تھی اور کیوں نہ ہوتی جب کہ وہ حضرات کامل الایمان تھے اور اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۣ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ[3] (ترجمہ) آپ اُن سے کہہ دیجیے کہ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیبیاں اور تمھارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو اگر یہ سب چیزیں، تم کو اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو تم منتظر رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجدیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت کے ان سب چیزوں سے کم ہونے پر وعید ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کو میری محبت اپنے باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون نقل کیا گیا ہے۔ علماء کا ارشاد ہے کہ ان احادیث میں محبت سے محبت اختیاری مراد ہے۔ غیر اختیاری یعنی طبعی اضطراری مراد نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر محبت طبعی مراد ہو تو پھر ایمان سے مراد کمال درجہ کا ایمان ہو جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ پائی جائیں ایمان کی حلاوت اور ایمان کا مزہ نصیب ہو جاتا ہے ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی

[1] ؎ ۵۲ شفا [2] ؎۵۳ بیان القرآن [3] ؎۵۴ (توبہ۔ ۳)

محبت ان کے ماسوا سب سے زیادہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جس کسی سے محبت کرے اللہ ہی کے واسطے کرے۔ تیسرے یہ کہ کفر کی طرف لوٹنا اس کو ایسا ہی گراں اور مشکل ہو جیسا کہ آگ میں گرنا۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اپنی جان کے علاوہ اور سب چیزوں سے آپ زیادہ محبوب ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص مؤمن اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کو میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ اَلْآنَ یَا عُمَرُ (اس وقت اے عمرؓ) علماء نے اس کے دو مطلب بتائے ہیں۔ ایک یہ کہ اس وقت تمہارا ایمان کامل ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ تنبیہ ہے کہ اس وقت یہ بات پیدا ہوئی کہ میں تمہیں اپنے نفس سے زیادہ محبوب ہوں حالانکہ یہ بات اوّل ہی سے ہونا چاہیئے تھی سُہیل تُستریؒ کہتے ہیں کہ جو شخص ہر حال میں حضورؐ کو اپنا والی نہ جانے اور اپنے نفس کو اپنی مِلک میں سمجھے وہ سُنّت کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔ ایک صحابیؓ نے آکر حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے جس کی وجہ سے انتظار ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں نے بہت سی نمازیں اور روزے اور صدقے تو تیار کر نہیں رکھے ہیں البتہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میرے دل میں ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضورؐ کا یہ ارشاد کہ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا جس سے اس کو محبت ہے۔ کئی صحابہؓ نے نقل کیا ہے جن میں عبد اللہ بن مسعودؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، صفوانؓ، ابو ذرؓ وغیرہ حضرات ہیں۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْھُم کو جس قدر خوشی اس ارشاد مبارک سے ہوتی ہے کسی چیز سے بھی اتنی خوشی نہیں ہوئی اور ظاہر بات ہے ہونا بھی چاہیئے تھی کہ حضورؐ کی محبت تو اُن کے رگ و پے میں تھی پھر ان کو کیوں نہ خوشی ہوتی۔ حضرت فاطمہؓ کا مکان شروع میں حضورؐ سے ذرا دُور تھا۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا تھا تمہارا مکان تو قریب ہی ہو جاتا۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ حارثہؓ کا مکان آپؐ کے قریب ہے ان سے فرما دیں کہ میرے مکان سے بدل لیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان سے پہلے بھی تبادلہ ہو چکا ہے اب تو شرم آتی ہے۔ حارثہؓ کو اس کی اطلاع ہوئی فوراً حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ فاطمہؓ کا مکان اپنے قریب چاہتے ہیں۔ یہ میرے مکانات موجود ہیں ان سے زیادہ قریب کوئی مکان بھی نہیں جونسا پسند ہو بدل لیں۔ یا رسول اللہ میں اور میرا مال تو اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کا ہے۔ یا رسول اللہ خدا کی قسم جو مال آپؐ لے لیں وہ مجھے

زیادہ پسند ہے اس مال سے جو میرے پاس رہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا سچ کہتے ہو، اور برکت کی دُعا دی اور مکان بدل لیا۔[1] ایک صحابیؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپؐ کی محبت مجھے میری جان و مال اور اہل وعیال سے زیادہ ہے میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں اور آپؐ کا خیال آجاتا ہے تو صبر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ حاضر ہوں اور آکر زیارت نہ کرلوں۔ مجھے یہ فکر ہے کہ موت تو آپؐ کو بھی اور مجھے بھی ضرور آنی ہی ہے اس کے بعد آپؐ تو انبیاءؑ کے درجہ پر چلے جائیں گے تو مجھے یہ خوف رہتا ہے کہ پھر میں آپؐ کو نہیں دیکھ سکوں گا۔ حضورؐ نے اس کے جواب میں سکوت فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت سنائی۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (ترجمہ)، "جو شخص اللہ اور رسولؐ کا کہنا مان لے گا۔ تو ایسے اشخاص بھی جنت میں ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، اور صدیقین اور شہداء اور صلحا اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں اور ان کے ساتھ رفاقت محض اللہ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں ہر ایک کے عمل کو۔" اس قسم کے واقعات بہت سے صحابہؓ کو پیش آئے اور آنا ضروری تھے۔ عشق است وہزار بدگمانی۔ حضورؐ نے جواب میں یہی آیت سنائی۔ چنانچہ ایک صحابیؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ مجھے آپ سے ایسی محبت ہے کہ جب خیال آجاتا ہے اگر اس وقت میں آکر زیارت نہ کرلوں تو مجھے غالب گمان ہے کہ میری جان نکل جائے۔ مگر مجھے یہ خیال ہے کہ اگر میں جنت میں داخل بھی ہوگیا تب بھی آپؐ سے تو نیچے درجہ میں ہوں گا۔ مجھے تو جنت میں بھی آپ کی زیارت کے بغیر بڑی مشقت ہوگی۔ آپؐ نے یہی آیت سنائی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک انصاریؓ حاضرِ خدمت ہوئے اور نہایت غمگین تھے۔ حضورؐ نے فرمایا غمگین کیوں ہو عرض کیا یارسول اللہ ایک سوچ میں ہوں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کیا سوچ ہے۔ عرض کیا یارسول اللہ ہم صبح وشام حاضرِ خدمت ہوتے ہیں۔ آپؐ کی زیارت سے محظوظ ہوتے ہیں آپ کی خدمت میں بیٹھتے ہیں۔ کل کو آپؐ تو انبیاء کے درجے پر پہنچ جائیں گے۔ ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہوگی۔ حضورؐ نے سکوت فرمایا، اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضورؐ نے اُن انصاریؓ کو بھی بلایا اور اُن کو اس کی بشارت دی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بہت سے صحابہؓ نے یہ اشکال کیا۔ حضورؐ نے یہ آیت اُن کو سنائی۔ ایک حدیث میں ہے صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ تو ظاہر ہے کہ نبیؐ کو امتی پر فضیلت

[1] طبقات ع ۵ (نساء - ۹)

ہے اور جنّت میں اس کے درجہ اونچے ہوں گے تو پھر اکٹھا ہونے کی کیا صورت ہو گی. حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اوپر کے درجہ والے نیچے کے درجہ والوں کے پاس آئیں گے، ان کے پاس بیٹھیں گے بات چیت کریں گے[۱] حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھ سے بہت محبت کرنے والے بعض ایسے لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہوں گے اور ان کی یہ تمنا ہو گی کہ کاش اپنے اہل وعیال اور مال کے بدلے میں وہ مجھے دیکھ لیتے. خالدؓ کی بیٹی عَبْدہ کہتی ہیں کہ میرے والد جب بھی سونے لیٹتے تو ان کی آنکھ نہ لگتی اور جاگتے رہتے، حضورؐ کی یاد اور شوق و اشتیاق میں لگے رہتے اور مہاجرین و انصار صحابہؓ کا نام لے کر یاد کرتے رہتے اور یہ کہتے کہ یہی میرے اُصول و فروع ہیں (یعنی بڑے اور چھوٹے) اور ان کی طرف میرا دل کھنچا جا رہا ہے یااللہ مجھے جلد ہی موت دیدے کہ ان لوگوں سے جا کر ملوں اور یہی کہتے کہتے سو جاتے. حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے کی بہ نسبت آپ کے چچا ابوطالب کے مسلمان ہو جانے کی زیادہ تمنا ہے اس لئے کہ اس سے آپؐ کو زیادہ خوشی ہو گی. حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ سے عرض کیا کہ آپ کے اسلام لانے کی مجھے زیادہ خوشی ہے، اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے، اس لئے کہ آپ کا اسلام حضورؐ کو زیادہ محبوب ہے. حضرت عمرؓ ایک مرتبہ رات کو حفاظتی گشت فرما رہے تھے کہ ایک گھر میں سے چراغ کی روشنی محسوس ہوئی اور ایک بڑھیا کی آواز کان میں پڑی جو اُون کو دھنتی ہوئی اشعار پڑھ رہی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیکوں کا درود پہنچے اور پاک صاف لوگوں کی طرف سے جو برگزیدہ ہوں ان کا درود پہنچے. بیشک یارسول اللہ آپ راتوں کو عبادت کرنے والے تھے اور اخیر راتوں کو رونے والے تھے. کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میں اور میرا محبوب کبھی اکٹھے ہو سکتے ہیں یا نہیں. اس لئے کہ موت مختلف حالتوں میں آتی ہے نہ معلوم میری موت کس حالت میں آئے اور حضورؐ سے مرنے کے بعد ملنا ہو سکے یا نہ ہو سکے. حضرت عمرؓ بھی ان اشعار کو سُن کر رونے بیٹھ گئے. حضرت بلالؓ کا قصہ مشہور ہے ہی کہ جب اُن کے انتقال کا وقت ہوا تو اُن کی بیوی جدائی پر رنجیدہ ہو کر کہنے لگیں کہ ہائے افسوس، وہ کہنے لگے سُبحان اللہ کیا مزے کی بات ہے کہ کل کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں گے اور ان کے صحابہؓ سے ملیں گے. حضرت زیدؓ کا قصہ باب ۵ کے قصہ نمبر ۹ میں گذر چکا ہے کہ جب اُن کو سولی دی جانے لگی تو ابوسفیان نے پوچھا کیا تجھے یہ گوارا ہے کہ ہم تجھے چھوڑ دیں اور تیرے بجائے خدانخواستہ حضورؐ کے ساتھ یہ معاملہ کریں. تو زیدؓ نے کہا خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضورؐ اپنے دولت کدہ پر تشریف فرما ہوں اور وہاں اُن

[۱] درِ منثور

کے کانٹا چبھ جائے اور میں اپنے گھر آرام سے رہ سکوں۔ ابُوسُفیان کہنے لگا کہ میں نے کبھی کسی کو کسی کے ساتھ اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا۔ جتنی محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جماعت کو اُن سے ہے۔

تنبیہ عُلماء نے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ محبّت کی مختلف علامات لکھی ہیں۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی چیز کو محبوب رکھتا ہے اس کو ماسوی پر ترجیح دیتا ہے یہی معنی محبّت کے ہیں ورنہ محبّت نہیں محض دعوی محبّت ہے پس حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ محبّت کی علامات میں سب سے مُہتمم بالشّان یہ ہے کہ آپؐ کا اقتدا کرے آپؐ کے طریقہ کو اختیار کرے اور آپؐ کے اقوال و افعال کی پیروی کرے، آپؐ کے احکامات کی بجاآوری کرے اور آپؐ نے جن چیزوں سے روک دیا ہے، اُن سے پرہیز کرے۔ خوشی میں رنج میں تنگی میں وُسعت میں ہر حال میں آپؐ کے طریقے پر چلے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ (ترجمہ) آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبّت رکھتے ہو تو تم میرا اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبّت کرنے لگیں گے اور تمہارے گناہوں کو مُعاف کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑے مُعاف کرنے والے ہیں بڑے رحم فرمانے والے ہیں۔

خاتمہ

صحابہ کرامؓ کے ساتھ برتاؤ اور اُن کے اجمالی فضائل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ چند قصّے نمونہ کے طور پر لکھے گئے ہیں ورنہ ان کے حالات بڑی ضخیم کتابوں میں بھی پورے نہیں ہو سکتے۔ اُردو میں بھی مُتعدّد کتابیں اور رسالے اس مضمون کے ملتے ہیں کئی مہینے ہوئے یہ رسالہ شروع کیا تھا۔ پھر مدرسہ کے مشاغل اور وقتی عوارض کی وجہ سے تعوُّق میں پڑ گیا۔ اس وقت ان اوراق پر خاتمہ کرتا ہوں کہ جتنے لکھے جا چکے ہیں وہ قابلِ انتفاع ہو جائیں۔ اخیر میں ایک ضروری امر پر تنبیہ بھی اَشَد ضروری ہے وہ یہ کہ اس آزادی کے زمانہ میں جہاں ہم مسلمانوں میں دین کے اور بہت سے امور میں کوتاہی اور آزادی کا رنگ ہے وہاں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حق شناسی اور ان کے ادب و احترام میں بھی حد سے زیادہ کوتاہی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر

بعض دین سے بے پرواہ لوگ تو ان کی شان میں گستاخی تک کرنے لگتے ہیں حالانکہ صحابہ کرامؓ دین کی بنیاد ہیں۔ دین کے اوّل پھیلانے والے ہیں۔ اُن کے حقوق سے ہم لوگ مرتے دم تک بھی عُہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے ان پاک نفوس پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائیں کہ اُنہوں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا۔ اس لئے اس خاتمہ میں قاضی عیاضؒ کی شفا کی ایک فصل کا مختصر ترجمہ جو اس کے مناسب ہے درج کرتا ہوں اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہی کے اعزاز واکرام میں داخل ہے حضورؐ کے صحابہؓ کا اعزاز واکرام کرنا اور اُن کے حق کو پہچاننا اور ان کا اتباع کرنا اور اُن کی تعریف کرنا، اور اُن کے لئے اِستغفار اور دُعائے مغفرت کرنا اور اُن کے آپس کے اختلاف میں لب کشائی نہ کرنا اور مورخین اور شیعہ اور بدعتی اور جاہل راویوں کی ان خبروں سے اعراض کرنا جو ان حضرات کی شان میں نقص پیدا کرنے والی ہوں اور اس نوع کی کوئی روایت اگر سُننے میں آئے تو اس کی کوئی اچھی تاویل کرے اور کوئی اچھا محمل تجویز کرے کہ وہ اس کے مستحق ہیں اور ان حضرات کو برائی سے یاد نہ کرے بلکہ ان کی خوبیاں اور اُن کے فضائل بیان کیا کرے اور عیب کی باتوں سے سُکوت کرے جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب میرے صحابہؓ کا ذکر (یعنی بُرا ذکر) ہو تو سکوت کیا کرو۔ صحابہؓ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْن کے فضائل قرآن شریف اور احادیث میں بکثرت وارد ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۚ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا ز سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ ۚ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (ترجمہ) محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان اور اے مخاطب تُو اُن کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کرنے والے ہیں کبھی سجدہ کرنے والے ہیں اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔ اُن کی عبدیت کے آثار بوجہ تاثیر ان کے سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں ان کی یہ مثال ذکر کی ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اوّل اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اپنی سُوئی کو قوی کیا (یعنی وہ کھیتی موٹی ہوئی) پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی (اسی طرح صحابہؓ میں اوّل ضعف تھا

عہ (فتح۔۴)

پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو اس لئے یہ نشوونما دیا، تاکہ ان سے کافروں کو حسد میں جلاوے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے اُن صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے" یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ تورات پر آیت ہو اور آیت کے فرق سے ترجمہ میں بھی فرق ہو جائے گا جو تفاسیر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی صورت میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝[۱] (ترجمہ) "تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے (جو کہ آپؐ کے ہم سفر ہیں) خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپؐ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ (اخلاص اور عزم) تھا اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اطمینان پیدا کر دیا تھا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح بھی دے دی (مراد اس سے فتح خیبر ہے جو اس کے قریب ہی ہوئی) اور بہت سی غنیمتیں بھی دیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہے" یہی وہ بیعت ہے جس کو بیعتُ الشجرہ کہا جاتا ہے۔ اخیر باب کے قصہ ۱۲ میں اس کا ذکر گذر چکا ہے۔ صحابہؓ کے بارے میں ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے۔ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝[۲] ترجمہ: "ان مومنین میں ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے پھر ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے (یعنی شہید ہو چکے) اور بعض ان میں اس کے مشتاق و منتظر ہیں (ابھی شہید نہیں ہوئے) اور اپنے ارادہ میں کوئی تغیّر و تبدّل نہیں کیا" ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝[۳] ترجمہ: "اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب امت سے) مقدّم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ ان آیات میں اللہ جَلَّ شانہٗ نے صحابہؓ کی تعریف اور ان سے خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے اسی طرح احادیث میں بھی بہت کثرت سے فضائل وارد ہوتے ہیں حضور اقدس

[۱] فتح - ۲ [۲] احزاب - ۳ [۳] توبہ - ۱۳

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کا اقتداء کیا کرو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں جس کا اتباع کروگے ہدایت پاؤگے۔ محدثین کو اس حدیث میں کلام ہے اور اسی وجہ سے قاضی عیاضؒ پر اس کے ذکر کرنے میں اعتراض ہے۔ مگر مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ تعددِ طرق کی وجہ سے ان کے نزدیک قابلِ اعتبار ہو یا فضائل میں ہونے کی وجہ سے ذکر کیا ہو (کیونکہ فضائل میں معمولی ضعف کی روایتیں ذکر کردی جاتی ہیں)

حضرت انسؓ کہتے ہیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے کہ کھانا بغیر نمک کے اچھا نہیں ہوسکتا۔ حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ سے میرے صحابہؓ کے بارے میں ڈرو، اُن کو ملامت کا نشانہ نہ بناؤ۔ جو شخص اُن سے محبت رکھتا ہے میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت رکھتا ہے اور جو اُن سے بغض رکھتا ہے وہ میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھتا ہے۔ جو شخص اُن کو اذیت دے اُس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اُس نے اللہ کو اذیت دی اور جو شخص اللہ کو اذیت دیتا ہے قریب ہے کہ پکڑ میں آجائے۔ حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ کو گالیاں نہ دیا کرو، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد کے پہاڑ کی برابر سونا خرچ کرے تو وہ ثواب کے اعتبار سے صحابہؓ کے ایک مُد یا آدھے مُد کی برابر بھی نہیں ہوسکتا اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص صحابہؓ کو گالیاں دے اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت، نہ اُس کا فرض مقبول ہے نہ نفل۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے علاوہ تمام مخلوق میں سے میرے صحابہؓ کو چھانٹا ہے اور ان میں سے چار کو ممتاز کیا ہے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ان کو میرے سب صحابہؓ سے افضل قرار دیا۔ ایوب سختیانیؒ کہتے ہیں کہ جس نے ابوبکرؓ سے محبت کی اس نے دین کو سیدھا کیا اور جس نے عمرؓ سے محبت کی اُس نے دین کے واضح راستے کو پالیا اور جس نے عثمانؓ سے محبت کی وہ اللہ کے نور کے ساتھ منور ہوا اور جس نے علیؓ سے محبت کی اُس نے دین کی مضبوط رسی کو پکڑ لیا۔ جو صحابہؓ کی تعریف کرتا ہے وہ نفاق سے بری ہے اور جو صحابہؓ کی بے ادبی کرتا ہے وہ بدعتی، منافق سُنّت کا مخالف ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ اُس کا کوئی عمل قبول نہ ہو۔ یہاں تک کہ اُن سب کو محبوب رکھے اور ان کی طرف سے دل صاف ہو۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! میں ابوبکرؓ سے خوش ہوں تم لوگ اُن کا مرتبہ پہچانو۔ میں عمرؓ سے، عثمانؓ سے، علیؓ سے، طلحہؓ سے، زبیرؓ سے، سعدؓ سے، سعیدؓ سے، عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے، ابوعبیدہؓ سے خوش ہوں، تم لوگ ان کا مرتبہ پہچانو۔ اے لوگو! اللہ جلّ شانہٗ نے بدر کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی اور حدیبیہ کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی مغفرت

فرمادی، تم میرے صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کیا کرو اور ان لوگوں کے بارے میں جن کی بیٹیاں میرے نکاح میں ہیں یا میری بیٹیاں ان کے نکاح میں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ قیامت میں تم سے کسی قسم کے ظلم کا مطالبہ کریں کہ وہ معاف نہیں کیا جائے گا۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ اور میرے دامادوں میں میری رعایت کیا کرو جو شخص ان کے بارے میں میری رعایت کرے گا اللہ تعالیٰ شانہٗ دنیا اور آخرت میں اُس کی حفاظت فرمائیں گے اور جو ان کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اُس سے بری ہیں اور جس سے اللہ تعالیٰ بری ہیں کیا بعید ہے کہ کسی گرفت میں آجائے۔ حضورؐ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کرے گا میں قیامت کے دن اس کا محافظ ہونگا۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ جو میرے صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت رکھے گا وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچ سکے گا اور جو اُن کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا وہ میرے پاس حوض تک نہیں پہنچ سکے گا اور مجھے دُور ہی سے دیکھے گا۔ سہلؒ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جو شخص حضورؐ کے صحابہؓ کی تعظیم نہ کرے وہ حضورؐ ہی پر ایمان نہیں لایا۔ اللہ جلّ شانہٗ اپنے لطف وفضل سے اپنی گرفت سے اور اپنے محبوب کے عتاب سے مجھ کو اور میرے دوستوں کو، میرے محسنوں کو اور ملنے والوں کو، میرے مشائخ کو، تلامذہ کو اور سب مؤمنین کو محفوظ رکھے اور ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔ اٰمین برحمتک یا ارحم الراحمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَكْمَلَانِ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَعَلٰى اَتْبَاعِهٖ وَ اَتْبَاعِهِمْ حَمَلَةِ الدِّيْنِ الْمَتِيْنِ۔ تَمَّتْ

محمد زکریا عُفِیَ عَنْہُ کاندھلوی

مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۱۲ر شوال ۱۳۵۷ھ دوشنبہ

کتب خانہ فیضی لاہور

عکسی

فضائلِ قرآن

مؤلّف

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

نوّر اللہ مرقدہٗ

کتب خانہ فیضی

لاہور

پاکستان

نوٹ: یہ کتاب محدود تعداد میں چھپتی ہے اس لئے بذریعہ ڈاک پارسل یا تاجران کو نہیں بھیجی جاتی۔

فہرست مضامین رسالہ فضائلِ قرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ وَعَلَّمَہُ الۡبَیَانَ وَ اَنۡزَلَ لَہُ الۡقُرۡاٰنَ وَجَعَلَہٗ مَوۡعِظَۃً وَّشِفَآءً وَّھُدًی وَّرَحۡمَۃً لِّذَوِی الۡاِیۡمَانِ لَارَیۡبَ فِیۡہِ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا وَّاَنۡزَلَہٗ قَیِّمًا حُجَّۃً نُوۡرًا لِّذَوِی الۡاِیۡقَانِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الۡاَتَمَّانِ الۡاَکۡمَلَانِ عَلٰی خَیۡرِ الۡخَلَائِقِ مِنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجَآنِّ الَّذِیۡ نَوَّرَ الۡقُلُوۡبَ وَالۡقُبُوۡرَ نُوۡرُہٗ وَرَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ظُھُوۡرُہٗ وَعَلٰۤی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہِ الَّذِیۡنَ ھُمۡ نُجُوۡمُ الۡھِدَایَۃِ وَنَاشِرُو الۡفُرۡقَانِ وَعَلٰی مَنۡ تَبِعَھُمۡ بِالۡاِیۡمَانِ وَبَعۡدُ فَیَقُوۡلُ الۡمُفۡتَقِرُ اِلٰی رَحۡمَۃِ رَبِّہِ الۡجَلِیۡلِ عَبۡدُہٗ الۡمَدۡعُوُّ بِزَکَرِیَّا بۡنِ یَحۡیٰی بۡنِ اِسۡمٰعِیۡلَ ھٰذِہِ الۡعُجَالَۃُ اَرۡبَعُوۡنَۃٌ فِیۡ فَضَائِلِ الۡقُرۡاٰنِ اَلَّفۡتُھَا مُمۡتَثِلًا لِاَمۡرِ مَنۡ اِشَارَتُہٗ حُکۡمٌ وَّطَاعَتُہٗ غُنۡمٌ۔

تمام تعریف اس پاک ذات کے لئے ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو وضاحت سکھائی اور اس کے لئے وہ قرآن پاک نازل فرمایا جس کو نصیحت اور شفا اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے بنایا جس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ کسی قسم کی کجی، بلکہ وہ بالکل مستقیم ہے اور حجت و نور ہے یقین والوں کے لئے۔ اور کامل و مکمل درود و سلام اس بہترین خلائق پر ہو جیو، جس کے نور نے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمادیا اور جس کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپؐ کی اولاد اور اصحابؓ پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور کلام پاک کے پھیلانے والے، نیز ان مومنین پر بھی جو ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے لگنے والے ہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد اللہ کی رحمت کا محتاج بندہ زکریّا بن یحییٰ بن اسمٰعیل عرض کرتا ہے کہ یہ جلدی میں لکھے ہوئے چند اوراق "فضائل قرآن" میں ایک چہل حدیث ہے جس کو میں نے ایسے حضرات کے اِمتثالِ حکم میں جمع کیا ہے جن کا اشارہ بھی حکم ہے اور ان کی اطاعت ہر طرح مُغتنَم ہے۔

حق سُبحانہٗ وتقدّس کے ان انعاماتِ خاصّہ میں سے جو مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارن پور کے ساتھ ہمیشہ مخصوص رہے ہیں. مدرسے کا سالانہ جلسہ ہے جو ہر سال مدرسے کے اجمالی حالات سُنانے کے لئے مُنعقِد ہوتا ہے. مدرسے کے اس جلسہ میں مقررین واعظین اور مشاہیر اہلِ ہند کے جمع کرنے کا اس قدر اہتمام نہیں کیا جاتا جتنا کہ اللہ والے، قلوب والے، گمنامی میں رہنے والے مشائخ کے اجتماع کی سعی کی جاتی ہے. وہ زمانہ اگرچہ کچھ دُور ہوگیا ہے جب کہ حُجّۃُ الاسلام حضرت مولانا محمّد قاسم صاحب نانوتوی قدّس اللہ سِرّہُ العزیز اور قطبُ الارشاد حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوّر اللہ مرقدہٗ کی تشریف آوری حاضرین جلسہ کے قلوب کو مُنوّر فرمایا کرتی تھی. مگر وہ منظر ابھی آنکھوں سے زیادہ دُور نہیں ہوا جب کہ ان مُجدّدِ دین اسلام اور شموسِ ہدایت کے جانشین حضرت شیخ الہند رحمۃُ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدُالرّحیم صاحب رحمۃُ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃُ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مجتمع ہوکر مُردہ قلوب کے لئے زندگی ونورانیت کے لئے چشمے جاری فرمایا کرتے تھے اور عشق کے پیاسوں کو سیراب فرماتے تھے.

دورِ حاضر میں مدرسے کا جلسہ اُن بدورِ ہدایت سے بھی گو محروم ہوگیا، مگر اُن کے سچے جانشین حُضّارِ جلسہ کو اب بھی اپنے فیوض وبرکات سے مالامال فرماتے ہیں. جو لوگ اِمسال جلسے میں شریک رہے ہیں وہ اس کے لئے شاہدِ عدل ہیں. آنکھوں والے برکات دیکھتے ہیں لیکن ہم سے بے بصر بھی اتنا ضرور محسوس کرتے ہیں کہ کوئی بات ضرور ہے.

مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں اگر کوئی شخص شُستہ تقاریر، زوردار لیکچروں کا طالب بن کر آئے تو شاید وہ اتنا مسرور نہ جائے جس قدر کہ دوائے دل کا طالب کامگار وفیض یاب جائے گا. فَلِلّٰہِ الحَمدُ وَالمِنّۃُ.

اسی سلسلہ میں سالِ رواں ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ کے جلسہ میں حضرت الشاہ حافظ محمد یٰسین صاحب نگینوی نے قدم رنجہ فرماکر اس سیہ کار پر جس قدر شفقت ولطف کا مینہ برسایا یہ ناکارہ اس کے تشکُّر سے بھی قاصر ہے. ممدوح کے مُتعلّق یہ معلوم ہوجانے کے بعد کہ آپ حضرت گنگوہی رحمۃُ اللہ علیہ کے خُلفاء میں سے ہیں پھر آپ کے اوصاف جلیلہ یک سوئی،

تقدس مظہر انوار و برکات وغیرہ کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی. جلسہ سے فراغت کے بعد ممدوح جب مکان واپس تشریف لے گئے تو گرامی نامہ، مکرمت نامہ، عزت نامہ سے مجھے اس کا حکم فرمایا کہ فضائل قرآن میں ایک چہل حدیث جمع کر کے اس کا ترجمہ خدمت میں پیش کروں اور نیز یہ کہ اگر ممدوح کے حکم سے مَیں نے انحراف کیا تو وہ میرے جانشین شیخ اور مَثیل والد چچا جان مولانا الحافظ الحاج مولوی محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے اس حکم کو مؤکد کرائیں گے اور بہر حال یہ خدمت ممدوح کو مجھ جیسے ناکارہ ہی سے لینا ہے. یہ افتخار نامہ اتفاقاً ایسی حالت میں پہنچا کہ میں سفر میں تھا اور میرے چچا جان یہاں تشریف فرما تھے، انھوں نے میری واپسی پر یہ گرامی نامہ اپنے تاکیدی حکم کے ساتھ میرے حوالے فرمایا کہ جس کے بعد نہ مجھے کسی معذرت کی گنجائش رہی اور نہ اپنی عدمِ اہلیت کے پیش کرنے کا موقع رہا. میرے لئے شرح موطا امام مالکؒ کی مشغولیت بھی ایک قوی عذر تھا مگر ارشاداتِ عالیہ کی اہمیت کی وجہ سے اس کو چندروز کے لئے ملتوی کر کے ماحضر خدماتِ عالیہ میں پیش کرتا ہوں اور ان لغزشوں سے جن کا وجود میری نااہلیت کے لئے لازم ہے معافی کا خواستگار ہوں.

رَجَاءَ الْحَشْرِ فِیْ سِلْكِ مَنْ قَالَ فِیْهِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ اَمْرِ دِیْنِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِیْهًا وَّکُنْتُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ شَافِعًا وَّشَهِیْدًا قَالَ الْعَلْقَمِیُّ اَلْحِفْظُ ضَبْطُ الشَّیْئِ وَمَنْعُهٗ مِنَ الضِّیَاعِ فَتَارَةً یَکُوْنُ حِفْظُ الْعِلْمِ بِالْقَلْبِ وَاِنْ لَّمْ یَکْتُبْ وَتَارَةً فِی الْکِتَابِ وَاِنْ لَّمْ یَحْفَظْهُ بِقَلْبِهٖ فَلَوْ حَفِظَ فِیْ کِتَابٍ ثُمَّ نَقَلَ اِلَی النَّاسِ دَخَلَ

اس جماعت کے ساتھ حشر ہونے کی اُمید میں جن کے بارے میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری اُمت کے لئے ان کے دینی اُمور میں چالیس حدیثیں محفوظ کرے گا حق تعالیٰ شانہٗ اس کو قیامت میں عالم اُٹھائے گا اور میں اس کے لئے سفارشی اور گواہ بنوں گا. علقمیؒ کہتے ہیں کہ محفوظ کرنا شے کے منضبط کرنے اور ضائع ہونے سے حفاظت کا نام ہے چاہے بغیر لکھے بر زبان یاد کرے یا لکھ کر محفوظ کرلے اگرچہ یاد نہ ہو پس اگر کوئی شخص کتاب میں لکھ کر دوسروں تک پہنچا دے وہ بھی حدیث کی بشارت میں داخل

فِی وَعْدِ الْحَدِیْثِ وَقَالَ الْمُنَاوِیُّ قَوْلُہٗ مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَیْ نَقَلَ اِلَیْھِمْ بِطَرِیْقِ التَّخْرِیْجِ وَالْاِسْنَادِ وَقِیْلَ مَعْنٰی حِفْظِھَا اَنْ یَّنْقُلَھَا اِلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَاِنْ لَّمْ یَحْفَظْھَا وَلَا عَرَفَ مَعْنَاھَا وَقَوْلُہٗ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا صِحَاحًا اَوْحِسَانًا قِیْلَ اَوْضِعَافًا یُعْمَلُ بِھَا فِی الْفَضَائِلِ اھ فَلِلّٰہِ دَرُّ الْاِسْلَامِ مَا اَیْسَرَہٗ وَلِلّٰہِ دَرُّ اَھْلِہٖ مَا اَجْوَدَ مَا اسْتَنْبَطُوْا رَزَقَنِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِیَّاکُمْ کَمَالَ الْاِسْلَامِ وَ مِمَّا لَابُدَّ مِنَ التَّنْبِیْہِ عَلَیْہِ اَنِّیْ اِعْتَمَدْتُّ فِی التَّخْرِیْجِ عَلَی الْمِشْکٰوۃِ وَتَخْرِیْجِہٖ وَشَرْحِہِ الْمِرْقَاۃِ وَ شَرْحِ الْاِحْیَاءِ لِلسَّیِّدِ مُحَمَّدِنِ الْمُرْتَضٰی وَالتَّرْغِیْبِ لِلْمُنْذِرِیِّ وَ مَاعَزَوْتُ اِلَیْھَا لِکَثْرَۃِ الْاَخْذِ عَنْھَا وَمَا اَخَذْتُ عَنْ غَیْرِھَا عَزَوْتُہٗ اِلٰی مَاْخَذِہٖ وَیَنْبَغِیْ لِلْقَارِیْ مُرَاعَاتُ اٰدَابِ التِّلَاوَۃِ عِنْدَ الْقِرَاءَۃِ۔

ہوگا مُناویؒ کہتے ہیں میری اُمّت پر محفوظ کر لینے سے مراد اُن کی طرف نقل کرنا ہے سند کے حوالے کے ساتھ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مسلمانوں تک پہنچانا ہے اگرچہ وہ برزبان یاد نہ ہوں نہ ان کے معنی معلوم ہوں۔ اسی طرح چالیس حدیثیں بھی عام ہیں کہ سب صحیح ہوں یا حسن یا معمولی درجہ کی ضعیف جن پر فضائل میں عمل جائز ہو اللہ اکبر اسلام میں بھی کیا کیا سہولتیں ہیں اور تعجب کی بات ہے کہ علماء نے بھی کس قدر باریکیاں نکالی ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ کمال اسلام مجھے بھی نصیب فرماویں اور تمھیں بھی۔ اس جگہ ایک ضروری امر پر مُتنبّہ کرنا بھی لابُدّی ہے وہ یہ کہ میں نے احادیث کا حوالہ دینے میں مِشکوٰۃ، تنقیح الرُّواۃ، مِرقاۃ، اور احیاء العلوم کی شرح اور مُنذِریؒ کی ترغیب پر اعتماد کیا ہے اور کثرت سے ان سے لیا ہے۔ اس لئے ان کے حوالے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ البتہ ان کے علاوہ کہیں سے لیا ہے تو اس کا حوالہ نقل کر دیا نیز قاری کے لئے تلاوت کے وقت اس کے آداب کی رعایت بھی ضروری ہے۔

مقصود سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کلام مجید پڑھنے کے کچھ آداب بھی لکھ دیئے جائیں کہ ؎

بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

مختصر طور پر آداب کا خلاصہ یہ ہے، کلام اللہ شریف معبود کا کلام ہے. محبوب و مطلوب کے فرمودہ الفاظ ہیں۔

جن لوگوں کو محبت سے کچھ واسطہ پڑا ہے وہ جانتے ہیں کہ معشوق کے خط کی، محبوب کی تقریر و تحریر کی کسی دل کھوئے ہوئے کے یہاں کیا وقعت ہوتی ہے، اس کے ساتھ جو شیفتگی و فریفتگی کا معاملہ ہوتا ہے اور ہونا چاہیئے وہ قواعد وضوابط سے بالاتر ہے ع

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی

اس وقت اگر جمالِ حقیقی اور انعامات غیر متناہی کا تصور ہو تو محبت موجزن ہوگی، اس کے ساتھ ہی وہ اَحکمُ الحاکمین کا کلام ہے، سلطانُ السلاطین کا فرمان ہے، اس سطوت و جبروت والے بادشاہ کا قانون ہے کہ جس کی ہمسری نہ کسی بڑے سے بڑے سے ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ جن لوگوں کو سلاطین کے دربار سے کچھ واسطہ پڑ چکا ہے وہ تجربے سے اور جن کو سابقہ نہیں پڑا وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ سلطانی فرمان کی ہیبت قلوب پر کیا ہو سکتی ہے۔ کلام الٰہی محبوب و حاکم کا کلام ہے اس لئے دونوں آداب کا مجموعہ اس کے ساتھ برتنا ضروری ہے۔

حضرت عکرمہؓ جب کلامِ پاک پڑھنے کے لئے کھولا کرتے تھے تو بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے۔ اور زبان پر جاری ہو جاتا تھا ھٰذَا کَلَامُ رَبِّیْ، ھٰذَا کَلَامُ رَبِّیْ (یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے) یہ اُن آداب کا اجمال ہے اور ان تفصیلات کا اختصار ہے جو مشائخ نے آدابِ تلاوت میں لکھے ہیں جن کی کسی قدر توضیح بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جن کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ بندہ نوکر بن کر نہیں، چاکر بن کر نہیں، بلکہ بندہ بن کر آقا و مالک، محسن و منعم کا کلام پڑھے صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے کو قراءت کے آداب سے قاصر سمجھتا رہے گا وہ قرب کے مراتب میں ترقی کرتا رہے گا اور جو اپنے کو رضا و عُجب کی نگاہ سے دیکھے گا وہ ترقی سے دور ہوگا۔

آداب

مسواک اور وضو کے بعد کسی یکسوئی کی جگہ میں نہایت وقار و تواضع کے ساتھ رو بقبلہ بیٹھے اور نہایت ہی حضورِ قلب اور خشوع کے ساتھ اس لطف سے جو اس وقت کے مناسب ہے اس طرح پڑھے کہ گویا خود حق سُبحانَہٗ وعزّ اسمُہٗ کو کلامِ پاک سُنا رہا ہے۔ اگر وہ معنی سمجھتا ہے تو تدبُّر و تفکّر کے ساتھ آیاتِ وعدہ رحمت پر دعائے مغفرت و رحمت مانگے اور آیاتِ عذاب و وعید

پر اللہ سے پناہ چاہے کہ اس کے سوا کوئی بھی چارہ ساز نہیں. آیاتِ تنزیہ و تقدیس پر سبحان اللہ کہے اور از خود تلاوت میں رونا نہ آوے تو بہ تکلّف رونے کی سعی کرے۔

اَلَذُّ حالاتِ الغَرَامِ لِمُغْرَمٍ ۔۔۔ شَکْوَی الْھَوٰی بِالْمَدْمَعِ الْمُھْرَاقِ

ترجمہ: کسی عاشق کے لئے سب سے زیادہ لذت کی حالت یہ ہے کہ محبوب سے اس کا گلہ ہو رہا ہو اس طرح کہ آنکھوں سے بارش ہو۔

پس اگر یاد کرنا مقصود نہ ہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے. کلام پاک کو رحل یا تکیہ یا کسی اونچی جگہ پر رکھے تلاوت کے درمیان میں کسی سے کلام نہ کرے. اگر کوئی ضرورت پیش ہی آجاوے تو کلام پاک بند کرکے بات کرے اور پھر اس کے بعد اَعُوْذُ پڑھ کر دوبارہ شروع کرے. اگر مجمع میں لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھنا افضل ہے ورنہ آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے. مشائخ نے تلاوت کے چھ آداب ظاہری اور چھ باطنی ارشاد فرمائے ہیں۔

ظاہری آداب: اوّل: غایتِ احترام سے باوضو رُو بہ قبلہ بیٹھے. دوم: پڑھنے میں جلدی نہ کرے، ترتیل و تجوید سے پڑھے. سوم: رونے کی سعی کرے چاہے بہ تکلّف ہی کیوں نہ ہو. چہارم: آیاتِ رحمت و آیاتِ عذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ پہلے گذر چکا. پنجم: اگر ریا کا احتمال ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی تکلیف و حرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے. ششم: خوش الحانی سے پڑھے کہ خوش الحانی سے کلام پاک پڑھنے کی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔

باطنی آداب: اوّل: کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے. دوم: حق سُبحانہٗ و تقدّس کی عُلوِّ شان اور رفعت و کبریائی کو دل میں رکھے جس کا کلام ہے. سوم: دل کو وساوس و خطرات سے پاک رکھے. چہارم: معانی کا تدبّر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے. حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک شب تمام رات اس آیت کو پڑھ کر گذار دی۔

اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر مغفرت فرمادے تو عزت و حکمت والا ہے۔

سعید بن جُبیرؒ نے ایک رات اس آیت کو پڑھ کر صبح کر دی ۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ○ اور مجرمو! آج قیامت کے دن فرماں برداروں سے الگ ہو جاؤ۔

پنجم: جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے دل کو ان کے تابع بنا دے۔ مثلاً اگر آیتِ رحمت زبان پر ہے، دل سرورِ محض بن جائے اور آیتِ عذاب اگر آگئی ہے تو دل لرز جائے۔ ششم: کانوں کو اس درجہ متوجہ بنا دے کہ گویا خود حق سبحانہٗ وتقدس کلام فرما رہے ہیں اور یہ سن رہا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف و کرم سے مجھے بھی ان آداب کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمھیں بھی۔

مسئلہ: اتنے قرآن شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہو جائے ہر شخص پر فرض ہے اور تمام کلام پاک کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے اگر کوئی بھی اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ حافظ نہ رہے تو تمام مسلمان گناہ گار ہیں۔ بلکہ زرکشیؒ سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآنِ پاک پڑھنے والا نہ ہو تو سب گناہ گار ہیں۔ اس زمانۂ ضلالت و جہالت میں جہاں ہم مسلمانوں میں اور بہت سے دینی امور میں گمراہی پھیل رہی ہے وہاں ایک عام آوازہ یہ بھی ہے کہ قرآن شریف کے حفظ کرنے کو فضول سمجھا جا رہا ہے، اس کے الفاظ رٹنے کو حماقت بتلایا جاتا ہے، اس کے الفاظ یاد کرنے کو دماغ سوزی اور تضییعِ اوقات کہا جاتا ہے۔ اگر ہماری بددینی کی یہی ایک وبا ہوتی تو اس پر کچھ تفصیل سے لکھا جاتا مگر یہاں ہر ادا مرض ہے اور ہر خیال باطل ہی کی طرف کھنچتا ہے۔ اس لئے کس کس چیز کو روئیے اور کس کس کا شکوہ کیجئے۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔

(۱) عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ۔

حضرت عثمانؓ سے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

(رواہ البخاری وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ ھٰذا فی الترغیب وعزاہ الی مسلم ایضًا لکن حکی الحافظ فی الفتح عن ابی العلاء اَنّ مسلمًا سکت عنہ)

اکثر کتب میں یہ روایت واؤ کے ساتھ ہے جس کا ترجمہ لکھا گیا۔ اس صورت میں فضیلت اس شخص کے لئے ہے جو کلام پاک سیکھے اور اس کے بعد دوسروں کو سکھائے۔ لیکن بعض کتب میں

یہ روایت اوؔ کے ساتھ وارد ہوتی ہے اس صورت میں بہتری اور فضیلت عام ہوگی کہ خود سیکھے یا دوسروں کو سکھائے، دونوں کے لئے مستقل خیر و بہتری ہے۔

کلامِ پاک چونکہ اصلِ دین ہے اس کی بقاء واشاعت پر ہی دین کا مدار ہے۔ اس لئے اس کے سیکھنے اور سکھانے کا افضل ہونا ظاہر ہے، کسی توضیح کا محتاج نہیں البتہ اس کی انواع مختلف ہیں۔ کمال اس کا یہ ہے کہ مطالب و مقاصد سمیت سیکھے اور ادنیٰ درجہ اس کا یہ ہے کہ فقط الفاظ سیکھے۔ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دوسرا ارشاد حدیث مذکور کی تائید کرتا ہے جو سعید بن سُلیمؓ سے مُرسلاً منقول ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو حاصل کرلے اور پھر کسی دوسرے شخص کو جو کوئی اور چیز عطا کیا گیا ہو اپنے سے افضل سمجھے تو اس نے حق تعالیٰ شانُہٗ کے اس انعام کی جو اپنے کلام پاک کی وجہ سے اس پر فرمایا ہے تحقیر کی ہے اور کُھلی ہوئی بات ہے کہ جب کلامِ الٰہی سب کلاموں سے افضل ہے جیسا کہ مستقل احادیث میں آنے والا ہے تو اس کا پڑھنا پڑھانا یقیناً سب چیزوں سے افضل ہونا ہی چاہیئے۔ ایک دوسری حدیث سے مُلّا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلامِ پاک کو حاصل کرلیا اُس نے علومِ نبوّت کو اپنی پیشانی میں جمع کرلیا۔ سُہیل تُستریؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانُہٗ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اُس کے کلام پاک کی محبت قلب میں ہو۔ شرحِ احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک دن میں عرش کے سایہ کے نیچے رہیں گے، ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو مسلمانوں کے بچّوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دیتے ہیں نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآن شریف سیکھتے ہیں اور بڑے ہو کر اُس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔

(۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی مَنْ شَغَلَہُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَمَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِیَ السَّائِلِیْنَ وَفَضْلُ کَلَامِ اللّٰہِ عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ۔

ابو سعیدؓ سے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد منقول ہے کہ حق سُبحانَہٗ وتقدّس کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی ہیں اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانُہٗ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانُہٗ کو تمام مخلوق پر۔

(رواہ الترمذی والدارمی والبیہقی فی الشعب)

یعنی جس شخص کو قرآن پاک کے یاد کرنے یا جاننے اور سمجھنے میں اس درجہ مشغولی ہے کہ کسی دوسری دُعا وغیرہ کے مانگنے کا وقت نہیں ملتا، میں دُعا مانگنے والوں کے مانگنے سے بھی افضل چیز اس کو عطا کروں گا۔ دنیا کا مشاہدہ ہے کہ جب کوئی شخص شیرینی وغیرہ تقسیم کر رہا ہو اور کوئی مٹھائی لینے والا اس کے ہی کام میں مشغول ہو اور اس کی وجہ سے نہ آسکتا ہو تو یقیناً اس کا حصہ پہلے ہی نکال لیا جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اسی موقعہ پر مذکور ہے کہ میں اس کو شکر گذار بندوں کے ثواب سے افضل ثواب عطا کروں گا۔

(۳) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَّغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ اِلٰى بُطْحَانَ اَوِ الْعَقِيْقِ فَيَاْتِيَ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِيْ غَيْرِ اِثْمٍ وَّلَا قَطِيْعَةِ رَحِمٍ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِكَ قَالَ اَفَلَا يَغْدُوْ اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمُ اَوْ يَقْرَاُ اٰيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلٰثٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلٰثٍ وَاَرْبَعٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَمِنْ اَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْاِبِلِ (رواہ مسلم وابوداؤد)

عُقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے۔ ہم لوگ صُفّہ میں بیٹھے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ علی الصبح بازار بُطحان یا عَقیق میں جاوے اور دو اونٹنیاں عمدہ سے عمدہ بلاکسی قسم کے گناہ اور قطع رحمی کے پکڑ لائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کو تو ہم میں سے ہر شخص پسند کرے گا۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ مسجد میں جاکر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھا دینا دو اونٹنیوں سے اور تین آیات کا تین اونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔

صُفّہ: مسجد نبوی میں ایک خاص معیّن چبوترہ کا نام ہے جو فقراء مہاجرین کی نشست گاہ تھی، اصحابؓ صُفّہ کی تعداد مختلف اوقات میں کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ علامہ سیوطیؒ نے ایک سو ایک نام گنوائے ہیں اور مستقل رسالہ ان کے اسماء گرامی میں تصنیف کیا ہے۔ بُطحان اور عقیق مدینہ طیبہ کے پاس دو جگہ ہیں جہاں اونٹوں کا بازار لگتا تھا۔ عرب کے نزدیک اونٹ نہایت پسندیدہ چیز تھی بالخصوص وہ اونٹنی جس کا کوہان فربہ ہو۔ بلغیر گناہ کا مطلب یہ ہے کہ بے محنت چیز اکثر یا چھین کر کسی سے لی جاتی ہے یا یہ کہ میراث وغیرہ میں کسی رشتہ دار

کے مال پر قبضہ کرے یا کسی کا مال چرا لے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی نفی فرمادی کہ بالکل بلا مشقت اور بدون کسی گناہ کے حاصل کر لینا جس قدر پسندیدہ ہے اس سے زیادہ بہتر و افضل ہے چند آیات کا حاصل کر لینا۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ ایک دو اونٹ درکنار ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اگر کسی کو مل جاوے تو کیا، آج نہیں تو کل موت اس سے جبراً جدا کر دے گی لیکن ایک آیت کا اجر ہمیشہ کے لئے ساتھ رہنے والی چیز ہے۔ دنیا ہی میں دیکھ لیجئے کہ آپ کسی شخص کو ایک روپیہ عطا فرمادیجئے اس کی اس کو مسرّت ہوگی بمقابلہ اس کے کہ ایک ہزار روپیہ اس کے حوالے کر دیں کہ اس کو اپنے پاس رکھ لے میں ابھی واپس آکر لے لوں گا کہ اس صورت میں بجز اس پر بارِ امانت کے اور کوئی فائدہ اس کو حاصل نہیں ہوگا۔ درحقیقت اس حدیث شریف میں فانی و باقی کے تقابل پر تنبیہ بھی مقصود ہے کہ آدمی اپنی حرکت و سکون پر غور کرے کہ کسی فانی چیز پر اُس کو ضائع کر رہا ہوں یا باقی رہنے والی چیز پر، اور پھر حسرت ہے اُن اوقات پر جو باقی رہنے والا وبال کماتے ہوں۔ حدیث کا اخیر جملہ اور "ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے" تین مطالب کا محتمل ہے اوّل یہ کہ چار کے عدد تک بالتفصیل ارشاد فرمایا اور اس کے مافوق کو اجمالاً فرمادیا کہ جس قدر آیات کوئی شخص حاصل کرے گا اس کے بقدر اونٹوں سے افضل ہے۔ اس صورت میں اونٹوں سے جنس مراد ہے خواہ اُونٹ ہوں یا اونٹنیاں۔ اور بیان ہے چار سے زیادہ کا اس لئے کہ چار تک کا ذکر خود تصریحاً مذکور ہو چکا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں اعداد کا ذکر ہے جو پہلے مذکور ہو چکے، اور مطلب یہ ہے کہ رغبات مختلف ہوا کرتی ہیں۔ کسی کو اونٹنی پسند ہے تو کوئی اونٹ کا گرویدہ ہے۔ اس لئے حضور نے اس لفظ سے یہ ارشاد فرمادیا کہ ہر آیت ایک اونٹنی سے بھی افضل ہے۔ اور اگر کوئی شخص اونٹ سے محبت رکھتا ہو تو ایک آیت ایک اونٹ سے بھی افضل ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہ بیان انہی اعداد کا ہے جو پہلے ذکر کئے گئے چار سے زائد کا نہیں ہے۔ مگر دوسرے مطلب میں جو تقریر گذری کہ ایک اونٹنی یا ایک اونٹ سے افضل ہے یہ نہیں بلکہ مجموعہ مراد ہے کہ ایک آیت ایک اونٹ اور ایک اونٹنی دونوں کے مجموعہ سے افضل ہے۔ اسی طرح ہر آیت اپنے موافق عدد اونٹنی اور اونٹ دونوں کے مجموعے سے افضل ہے تو گویا فی آیت کا مقابلہ ایک جوڑے سے ہوا۔ میرے والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے اسی مطلب کو پسند فرمایا ہے کہ اس میں فضیلت کی زیادتی ہے۔ اگرچہ یہ مراد نہیں کہ ایک آیت کا اجر ایک اونٹ یا دو اونٹ کا مقابلہ کر سکتا ہے یہ صرف تنبیہ اور تمثیل ہے۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ایک آیت جس کا ثواب

ے زیادہ

دائمی اور ہمیشہ رہنے والا ہے ہفت اقلیم کی بادشاہت سے جو فنا ہو جانے والی ہے افضل اور بہتر ہے۔

مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک بُزرگ کے بعض تجارت پیشہ احباب نے اُن سے درخواست کی کہ جہاز سے اُترنے کے وقت حضرت جدّہ تشریف فرما ہوں تاکہ جناب کی برکت سے ہمارے مال میں نفع ہو اور مقصود یہ تھا کہ تجارت کے منافع سے حضرت کے بعض خُدّام کو کچھ نفع حاصل ہو۔ اوّل تو حضرت نے عذر فرمایا مگر جب اُنھوں نے اِصرار کیا تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ تمھیں زائد سے زائد جو نفع مالِ تجارت میں ہوتا ہے وہ کیا مقدار ہے۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ مختلف ہوتا ہے زائد سے زائد ایک کے دو ہو جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ "اس قلیل نفع کے لئے اس قدر مشقّت اُٹھاتے ہو۔ اتنی سی بات کے لئے ہم حرم محترم کی نماز کیسے چھوڑ دیں جہاں ایک کے لاکھ ملتے ہیں"۔ درحقیقت مسلمانوں کے غور کرنے کی جگہ ہے کہ وہ ذراسی دُنیوی متاع کی خاطر کس قدر دینی مَنافع کو قربان کر دیتے ہیں۔

(۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَیَتَتَعْتَعُ فِیْهِ وَهُوَ عَلَیْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ۔ (رواه البخاری ومسلم وابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة)

حضرت عائشہؓ نے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن کا ماہر اُن ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر منشی ہیں اور نیک کار ہیں اور جو شخص قرآن شریف کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دِقت اُٹھاتا ہے اس کو دوہرا اجر ہے۔

قرآن شریف کا ماہر وہ کہلاتا ہے جس کو یاد بھی خوب ہو اور پڑھتا بھی خوب ہو اور اگر معانی و مراد پر بھی قادر ہو تو پھر کیا کہنا۔ ملائکہ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی قرآن شریف کے لوحِ محفوظ سے نقل کرنے والے ہیں اور یہ بھی اس کا نقل کرنے والا اور پہنچانے والا ہے تو گویا دونوں ایک ہی مسلک پر ہیں یا یہ کہ حشر میں ان کے ساتھ اجتماع ہو گا۔ اٹکنے والے کو دوہرا اجر ایک اس کی قراءت کا دوسرا اس کی اس مشقت کا جو اس بار بار کے اٹکنے کی وجہ سے برداشت کرتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ اس ماہر سے بڑھ جاوے۔ ماہر کے لئے جو فضیلت ارشاد فرمائی گئی ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر ہے، کہ مخصوص ملائکہ کے ساتھ اس کا اجتماع فرمایا ہے بلکہ

مقصود یہ ہے کہ اس کے اٹکنے کی وجہ سے اس مشقت کا اجر مستقل ملے گا۔ لہٰذا اس عذر کی وجہ سے کسی کو چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ مُلّا علی قاریؒ نے طبرانی اور بیہقی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور وہ یاد نہیں ہوتا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے اور اور جو اس کو یاد کرنے کی تمنا کرتا رہے لیکن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ پڑھنا بھی نہیں چھوڑتا تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا حفاظ ہی کے ساتھ حشر فرمائیں گے۔

(۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَ اٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ (رواہ البخاری والترمذی والنسائی)

ابنِ عمرؓ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ حسد دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں۔ ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے دوسرے وہ جس کو حق سبحانہٗ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے۔

قرآن شریف کی آیات اور احادیث کثیرہ کے عموم سے حسد کی برائی اور ناجائز ہونا مطلقاً معلوم ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف سے دو آدمیوں کے بارے میں جواز معلوم ہوتا ہے چونکہ وہ روایات زیادہ مشہور و کثیر ہیں اس لئے علماء نے اس حدیث کے دو مطلب ارشاد فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ حسد اس حدیث شریف میں رشک کے معنی میں ہے جس کو عربی میں غبطہ کہتے ہیں۔ حسد اور غبطہ میں یہ فرق ہے کہ حسد میں کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس کے پاس یہ نعمت نہ رہے خواہ اپنے پاس حاصل ہو یا نہ ہو۔ اور رشک میں اپنے پاس اس کے حصول کی تمنا و آرزو ہوتی ہے عام ہے کہ دوسرے سے زائل ہو یا نہ ہو۔ چونکہ حسد بالاجماع حرام ہے اس لئے علماء نے اس لفظ حسد کو مجازاً غبطہ کے معنی میں ارشاد فرمایا ہے جو دُنیوی اُمور میں مُباح ہے اور دینی اُمور میں مُستحب۔ دوسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ بسا اوقات کلام عَلٰی سَبِیْلِ الْفَرْضِ وَالتَّقْدِیْرِ مستعمل ہوتا ہے یعنی اگر حسد جائز ہوتا تو یہ دو چیزیں ایسی تھیں کہ ان میں جائز ہوتا۔

(۶) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

ابو موسٰیؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الۡمُؤۡمِنِ الَّذِیۡ یَقۡرَأُ الۡقُرۡاٰنَ مَثَلُ الۡاُتۡرُجَّۃِ رِیۡحُھَا طَیِّبٌ وَّطَعۡمُھَا طَیِّبٌ وَمَثَلُ الۡمُؤۡمِنِ الَّذِیۡ لَا یَقۡرَأُ الۡقُرۡاٰنَ مَثَلُ التَّمۡرَۃِ لَا رِیۡحَ لَھَا وَطَعۡمُھَا حُلۡوٌ وَّمَثَلُ الۡمُنَافِقِ الَّذِیۡ لَا یَقۡرَأُ الۡقُرۡاٰنَ کَمَثَلِ الۡحَنۡظَلَۃِ لَیۡسَ لَھَا رِیۡحٌ وَّطَعۡمُھَا مُرٌّ وَّمَثَلُ الۡمُنَافِقِ الَّذِیۡ یَقۡرَأُ الۡقُرۡاٰنَ مَثَلُ الرَّیۡحَانَۃِ رِیۡحُھَا طَیِّبٌ وَّطَعۡمُھَا مُرٌّ (رواہ البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ)

یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے اس کی خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور مزہ بھی لذیذ، اور جو مومن قرآن شریف نہ پڑھے اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ خوشبو کچھ نہیں مگر مزہ شیریں ہوتا ہے، اور جو منافق قرآن شریف نہیں پڑھتا، اس کی مثال حنظل کے پھل کی سی ہے کہ مزہ کڑوا اور خوشبو کچھ نہیں اور جو منافق قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال خوشبودار پھول کی سی ہے کہ خوشبو عمدہ اور مزہ کڑوا۔

مقصود اس حدیث سے غیر محسوس شے کو محسوس کے ساتھ تشبیہ دینا ہے تاکہ ذہن میں فرق کلام پاک کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں سہولت سے آجاوے ورنہ ظاہر ہے کہ کلام پاک کی حلاوت و مہک سے کیا نسبت ترنج و کھجور کو، اگرچہ ان اشیاء کے ساتھ تشبیہ میں خاص نکات بھی ہیں جو علوم نبوتیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی وسعت کی طرف مشیر ہیں۔ مثلاً ترنج ہی کو لے لیجئے۔ منہ میں خوشبو پیدا کرتا ہے، معدہ کو صاف کرتا ہے ہضم میں قوت دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ منافع ایسے ہیں کہ قرأت قرآن شریف کے ساتھ خاص مناسبت رکھتے ہیں مثلاً منہ کا خوشبودار ہونا، باطن کا صاف کرنا، روحانیت میں قوت پیدا کرنا۔ یہ منافع تلاوت میں ہیں جو پہلے منافع کے ساتھ بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں۔ ایک خاص اثر ترنج میں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جن نہیں جا سکتا۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر کلام پاک کے ساتھ خاص مشابہت ہے بعض اطبا سے میں نے سنا ہے کہ ترنج سے حافظہ بھی قوی ہوتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے احیاء میں نقل کیا ہے کہ تین چیزیں حافظہ کو بڑھاتی ہیں۔

(۱) مسواک اور (۲) روزہ اور (۳) تلاوت کلام اللہ شریف

ابوداؤد کی روایت میں اس حدیث کے ختم پر ایک اور مضمون نہایت ہی مفید ہے کہ بہتر

ہم نشیں کی مثال مشک والے آدمی کی سی ہے اگر تجھے مشک نہ مل سکا تو اس کی خوشبو تو کہیں گئی نہیں، اور بدتر ہم نشیں کی مثال آگ کی بھٹی والے کی طرح سے ہے کہ اگر سیاہی نہ پہنچے تب بھی دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں، نہایت ہی اہم بات ہے۔ آدمی کو اپنے ہم نشینوں پر بھی نظر کرنا چاہیئے کہ کس قسم کے لوگوں میں ہر وقت نشست و برخاست ہے۔

(۷) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ (رواہ مسلم)

حضرت عمرؓ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔

یعنی جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، عمل کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ ان کو دنیا و آخرت میں رفعت و عزت عطا فرماتے ہیں اور جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے حق سُبحانَہٗ وتقدّس اُن کو ذلیل کرتے ہیں کلام اللہ شریف کی آیات سے بھی یہ مضمون ثابت ہوتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا ؏ حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ؏ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد منقول ہے کہ اس اُمت کے بہت سے منافق قاری ہوں گے۔ بعض مشائخ سے احیاء میں نقل کیا ہے کہ بندہ ایک سورت کلام پاک کی شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ فارغ ہو، اور دوسرا شخص ایک سورت شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے ختم تک اس پر لعنت کرتے ہیں۔ بعض علماء سے منقول ہے کہ آدمی تلاوت کرتا ہے اور خود اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ قرآن شریف میں پڑھتا ہے اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ؏ اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اس وعید میں داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح پڑھتا ہے لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ؏ اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔

عامر بن واثلہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نافع بن عبدالحارثؓ کو مکہ مکرمہ کا حاکم بنا رکھا تھا۔ ان سے ایک دفعہ دریافت فرمایا کہ جنگلات کا ناظم کس کو مقرر کر رکھا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ابن اَبزیٰؓ کو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ ابن اَبزیٰؓ کون شخص ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہمارا ایک

غلام ہے۔ حضرت عمرؓ نے اعتراضاً فرمایا کہ غلام کو امیر کیوں بنا دیا۔ اُنھوں نے کہا کہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کلام کی بدولت بہت سے لوگوں کے رفع درجات فرماتے ہیں اور بہت سوں کو پست کرتے ہیں۔

(۸) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رضؓ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَلْقُرْاٰنُ يُحَاجُّ الْعِبَادَ لَهٗ ظَهْرٌ وَّ بَطْنٌ وَّ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ تُنَادِيْ اَلَا مَنْ وَّصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ (رواہ فی شرح السنۃ)

عبد الرحمن رضؓ بن عَوف حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی ایک کلام پاک کہ جھگڑے گا بندوں سے، قرآن پاک کے لئے ظاہر ہے اور باطن، دوسری چیز امانت ہے۔ اور تیسری رشتہ داری جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھ کو جوڑا اللہ اس کو اپنی رحمت سے ملاوے اور جس نے مجھ کو توڑا، اللہ اپنی رحمت سے اس کو جدا کرے۔

ان چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود اُن کا کمالِ قرب ہے یعنی حق سُبحانہٗ وَتقدّس کے عالی دربار میں بہت ہی قریب ہوں گی۔ کلامُ اللہ شریف کے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کی رعایت کی، اس کا حق ادا کیا، اس پر عمل کیا، ان کی طرف سے دربارِ حق سُبحانہٗ میں جھگڑے گا اور شفاعت کرے گا، ان کے درجے بلند کرائے گا۔ مُلّا علی قاریؒ نے بروایت ترمذی نقل کیا ہے کہ قرآن شریف بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اس کو جوڑا مرحمت فرمائیں تو حق تعالیٰ شانہٗ کرامت کا تاج مرحمت فرما دیں گے۔ پھر وہ زیادتی کی درخواست کرے گا۔ تو حق تعالیٰ شانہٗ اکرام کا پورا جوڑا مرحمت فرما دیں گے پھر وہ درخواست کرے گا کہ یا اللہ آپ اس شخص سے راضی ہو جائیں تو حق سُبحانہٗ وتقدّس اس سے رضا کا اظہار فرما دیں گے اور جب کہ دنیا میں محبوب کی رضا سے بڑھ کر کوئی بھی بڑی سے بڑی نعمت نہیں ہوتی تو آخرت میں محبوب کی رضا کا مقابلہ کون سی نعمت کر سکتی ہے اور جن لوگوں نے اس کی حق تلفی کی ہے اُن سے اس بارے میں مطالبہ کرے گا کہ میری کیا رعایت کی، میرا کیا حق ادا کیا۔ شرحِ احیاء میں امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے۔ اب وہ حضرات جو کبھی بھول کر بھی تلاوت نہیں کرتے ذرا غور فرمالیں کہ اس قوی مقابل کے سامنے کیا جواب دہی کریں گے۔ موت بہرحال آنے والی چیز ہے اس سے کسی طرح مفر

نہیں۔ قرآن شریف کے ظاہر اور باطن ہونے کا مطلب ظاہر یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں جن کو ہر شخص سمجھتا ہے اور ایک باطنی معنی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا جس کی طرف حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اس ارشاد نے اشارہ کیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اس شخص نے خطا کی۔ بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اس کے الفاظ فرمائے ہیں کہ جن کی تلاوت میں ہر شخص برابر ہے اور باطن سے مراد اس کے معنی اور مطالب ہیں جو حسبِ استعداد مختلف ہوتے ہیں۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآن پاک کے معانی میں غور و فکر کرو کہ اس میں اوّلین و آخرین کا علم ہے مگر کلام پاک کے معنی کے لئے جو شرائط و آداب ہیں ان کی رعایت ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ ہمارے زمانے کی طرح سے جو شخص عربی کے چند الفاظ کے معنی جان لے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بغیر کسی لفظ کے معنی جانے اُردو ترجمے دیکھ کر اپنی رائے کو اس میں داخل کر دے۔ اہلِ فن نے تفسیر کے لئے پندرہ علوم پر مہارت ضروری بتلائی ہے وقتی ضرورت کی وجہ سے مختصراً عرض کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ بطنِ کلامِ پاک تک رسائی ہر شخص کو نہیں ہو سکتی۔ اوّل لُغت جس سے کلام پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہو جاویں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو جائز نہیں کہ بدون معرفت لُغاتِ عرب کے کلام پاک میں کچھ لب کشائی کرے اور چند لُغات کا معلوم ہو جانا کافی نہیں اس لئے کہ بسا اوقات لفظ چند معانی میں مُشترک ہوتا ہے اور وہ ان میں سے ایک دو معنی جانتا ہے اور فی الواقع اس جگہ کوئی اور معنی مراد ہوتے ہیں۔ دوسرے نحو کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ اعراب کے تغیّر و تبدّل سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں اور اعراب کی معرفت نحو پر موقوف ہے۔ تیسرے صرف کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ بنا اور صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہو جاتے ہیں۔ ابن فارسؒ کہتے ہیں کہ جس شخص سے علم صرف فوت ہو گیا اس سے بہت کچھ فوت ہو گیا۔ علامہ زمخشریؒ اُعجوباتِ تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کلام پاک کی آیت یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ترجمہ (جس دن کہ پکاریں گے ہم ہر شخص کو اس کے مقتدا اور پیش رو کے ساتھ) اس کی تفسیر صرف کی ناواقفیت کی وجہ سے یہ کی کہ جس دن پکاریں گے ہر شخص کو اُن کی ماؤں کے ساتھ۔ امام کا لفظ جو مفرد تھا اس کو اُمّ کی جمع سمجھ گیا۔ اگر وہ صرف سے واقف ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ اُم کی جمع امام نہیں آتی۔ چوتھے اشتقاق کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ لفظ جب کہ دو مادّوں سے

مُشتق ہو تو اُس کے معنی مُختلف ہوں گے جیساکہ مَسِیح کا لفظ ہے کہ اس کا اِشتقاق مَسْح سے بھی ہے جس کے معنی چھُونے اور تر ہاتھ کسی چیز پر پھیرنے کے ہیں اور مَساحت سے بھی ہیں جس کے معنی پیمائش کے ہیں. پانچویں علم معانی کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کی ترکیبیں معنی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں. چھٹے علم بیان کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کا ظہور وخفا، تشبیہ وکنایہ معلوم ہوتا ہے. ساتویں علم بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں. یہ تینوں فن علمِ بلاغت کہلاتے ہیں مُفسِّر کے اہم عُلوم میں سے ہیں، اس لئے کہ کلامِ پاک جو سراسر اعجاز ہے اس سے اس کا اعجاز معلوم ہوتا ہے. آٹھویں علم قرا‌ءت کا جاننا بھی ضروری ہے اس لئے کہ مُختلف قرا‌ءتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں اور بعض معنی کی دوسرے معنی پر ترجیح معلوم ہوجاتی ہے. نویں علمِ عقائد کا جاننا بھی ضروری ہے اس لئے کہ کلامِ پاک میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کے ظاہری معنی کا اِطلاق حق سُبحَانَہٗ وتَقَدّس پر صحیح نہیں، اس لئے ان میں کسی تاویل کی ضرورت پڑے گی جیسے کہ یَدُ اللّٰہِ فَوقَ اَیدِیْھِمْ[1]. دسویں اصولِ فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جس سے وجوہِ اِستدلال واِستنباط معلوم ہو سکیں. گیارھویں اَسبابِ نُزول کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ شانِ نزول سے آیت کے معنی زیادہ واضح ہوں گے اور بسا اوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی شانِ نزول پر موقوف ہوتا ہے. بارھویں ناسخ ومنسوخ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے تاکہ منسوخ شدہ احکام "معمول بہا" سے ممتاز ہو سکیں. تیرھویں علمِ فقہ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ جُزئیات کے اِحاطہ سے کُلّیات پہچانے جاتے ہیں. چودھویں ان احادیث کا جاننا ضروری ہے جو قرآنِ پاک کی مُجمَل آیات کی تفسیر واقع ہوئی ہیں.

ان سب کے بعد پندرھواں وہ علم وہبی ہے جو حق سُبحانَہٗ وتَقَدّس کا عطیۂ خاص ہے اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے. مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَہُ اللّٰہُ عِلْمَ مَالَمْ یَعْلَمْ. (جب کہ بندہ اس چیز پر عمل کرتا ہے جس کو جانتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتا).

اسی کی طرف حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ نے اشارہ فرمایا جب کہ اُن سے لوگوں نے پوچھا کہ حُضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپ کو کچھ خاص علوم عطا فرمائے ہیں یا خاص وَصایا جو عام لوگوں کے علاوہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں. اُنہوں نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے

[1] فتح-۱

جنّت بناتی اور جان پیدا کی، اس فہم کے علاوہ کچھ نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے اپنے کلام پاک کے سمجھنے کے لئے کسی کو عطا فرمادیں ابن ابی الدنیا کا مقولہ ہے کہ علوم قرآن اور جو اس سے حاصل ہو وہ ایسا سمندر ہے کہ جس کا کنارہ نہیں یہ علوم جو بیان کئے گئے مفسّر کے لئے بطور آلہ کے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان علوم کی واقفیت بغیر تفسیر کرے تو وہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے جس کی ممانعت آئی ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے علوم عربیہ طبعاً حاصل تھے اور بقیہ علوم مشکوٰۃِ نبوّت سے مستفاد تھے۔ علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ شاید تجھے یہ خیال ہو کہ علم وہبی کا حاصل کرنا بندہ کی قدرت سے باہر ہے لیکن حقیقت ایسی نہیں بلکہ اس کے حاصل کرنے کا طریقہ ان اسباب کا حاصل کرنا ہے جس پر حق تعالیٰ شانُہٗ اس کو مرتّب فرماتے ہیں مثلاً علم پر عمل اور دنیا سے بے رغبتی وغیرہ وغیرہ۔

کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر تین شخصوں پر ظاہر نہیں ہوتی۔ اوّل وہ جو علوم عربیہ سے واقف نہ ہو۔ دوسرے وہ شخص جو کسی کبیرہ پر مُصر ہو یا بدعتی ہو کہ اس گناہ اور بدعت کی وجہ سے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے معرفت قرآن سے قاصر رہتا ہے۔ تیسرے وہ شخص کہ کسی اعتقادی مسئلہ میں ظاہر کا قائل ہو اور کلام اللہ کی جو عبارت اس کے خلاف ہو اس سے طبیعت اچٹتی ہو، اس شخص کو بھی فہم قرآن سے حصّہ نہیں ملتا۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْھُمْ۔

(۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا فَاِنَّ مَنْزِلَکَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰیَةٍ تَقْرَأُھَا (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ)

عبداللہ بن عمروؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے (کہ قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جاوے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا۔ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ بس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہنچے۔

صاحب القرآن سے بظاہر حافظ مراد ہے اور مُلّا علی قاریؒ نے بڑی تفصیل سے اس کو

واضح کیا ہے کہ یہ فضیلت حافظ ہی کے لئے ہے۔ ناظرہ خواں اس میں داخل نہیں۔ اوّل اس وجہ سے کہ صاحبِ قرآن کا لفظ بھی اسی طرف مُشیر ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ مُسند احمد کی روایت میں ہے۔ حَتّٰی یَقْرَأَ شَیْئًا مَّعَہٗ (یہاں تک کہ پڑھے جو کچھ قرآن شریف اس کے ساتھ ہے) یہ لفظ اس امر میں زیادہ ظاہر ہے کہ اس سے حافظ مراد ہے۔ اگرچہ مُحتمل وہ ناظرہ خواں بھی ہے جو کہ قرآن شریف بہت کثرت کے ساتھ پڑھتا ہو۔ مرقاۃ میں لکھا ہے وہ پڑھنے والا مراد نہیں جس کو قرآن لعنت کرتا ہو۔ یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن کو پڑھتے ہیں اور قرآن ان کو لعنت کرتا ہے اس لئے اگر کسی شخص کے عقائد وغیرہ درست نہ ہوں تو قرآن شریف کے پڑھنے سے اس کی مقبولیت پر استدلال نہیں ہوسکتا۔ خوارج کے بارے میں بکثرت اس قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

تَرتیل کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لُغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اور شرع شریف میں کئی چیز کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں۔ اوّل حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مَخرج سے پڑھنا تاکہ طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ ظا نہ نکلے۔ دوسرے وُقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہوجاوے تیسرے حرکتوں میں اِشباع کرنا یعنی زیر، زبر، پیش کو اچھی طرح سے ظاہر کرنا چوتھے آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تاکہ کلام پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں۔ پانچویں آواز کو ایسی طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہوجاوے اور دل پر جلدی اثر کرے، کہ درد والی آواز دل پر جلدی اثر کرتی ہے اور اس سے روح کو قُوّت اور تاثّر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اَطِبّا نے کہا ہے کہ جس دوا کا اثر دل پر پہنچانا ہو اس کو خوشبو میں ملا کر دیا جائے کہ دل اس کو جلدی کھینچتا ہے اور جس دوا کا اثر جگر میں پہنچانا ہو اس کو شیرینی میں ملایا جائے کہ جگر مٹھائی کا جاذب ہے اسی وجہ سے بندہ کے نزدیک اگر تلاوت کے وقت خوشبو کا خاص استعمال کیا جاوے، تو دل پر تاثیر میں زیادہ تقویت ہوگی۔ چھٹے تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جاوے کہ اس کے اظہار سے کلام پاک میں عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے۔ ساتویں آیاتِ رحمت وعذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ تمہید میں گذر چکا۔ یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی

ہے اور مقصود ان سب سے صرف ایک ہے یعنی کلام پاک کا فہم و تدبّر۔ حضرت اُمّ المؤمنین اُمِّ سلمہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضورؐ کلام اللہ شریف کس طرح پڑھتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ سب حرکتوں کو بڑھاتے تھے۔ یعنی زیر، زبر وغیرہ کو پورا نکالتے تھے اور ایک ایک حرف الگ الگ ظاہر ہوتا تھا۔ ترتیل سے تلاوت مستحب ہے اگرچہ معنی نہ سمجھتا ہو۔

ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ترتیل سے اَلْقَارِعَۃُ اور اِذَا زُلْزِلَتِ پڑھوں یہ بہتر ہے اس سے کہ بلا ترتیل سورہ بَقَرہ اور آلِ عِمران پڑھوں۔

شُرّاح اور مشائخ کے نزدیک حدیثِ بالا کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت پڑھتا جا اور ایک ایک درجہ اوپر چڑھتا جا۔ اس لئے کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنّت کے درجات کلام اللہ شریف کی آیات کے برابر ہیں۔ لہٰذا جو شخص جتنی آیات کا ماہر ہوگا اتنے ہی درجے اوپر اس کا ٹھکانہ ہوگا اور جو شخص تمام کلام پاک کا ماہر ہوگا وہ سب سے اوپر کے درجے میں ہوگا۔

مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ قرآن پڑھنے والے سے اوپر کوئی درجہ نہیں پس قُرّاء آیات کی بقدر ترقی کریں گے، اور علامہ دانیؒ سے اہلِ فن کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی آیات چھ ہزار (۶۰۰۰) ہیں لیکن اس کے بعد کی مقدار میں (یعنی تعداد میں) اختلاف ہے اور اتنے اقوال نقل کئے ہیں۔ ۲۰۴۔ ۱۴۔ ۱۹۔ ۲۵۔ ۳۶۔

شرحِ احیاء میں لکھا ہے کہ ہر آیت ایک درجہ ہے جنّت میں، پس قاری سے کہا جاوے گا کہ جنّت کے درجات پر اپنی تلاوت کے بقدر چڑھتے جاؤ۔ جو شخص قرآن پاک تمام پورا کرے گا وہ جنّت کے اعلیٰ درجے پر پہنچے گا اور جو شخص کچھ حصّہ پڑھا ہوا ہوگا وہ اس کی بقدر درجات پر پہنچے گا۔ بالجملہ منتہائے ترقی منتہائے قراءت ہوگی۔ بندہ کے نزدیک حدیثِ بالا کا مطلب کچھ اور معلوم ہوتا ہے فَاِنْ کَانَ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰہِ وَاِنْ کَانَ خَطَأً فَمِنِّیْ وَمِنَ الشَّیْطَانِ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْہُ بَرِیْئَانِ۔ اگر درست ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ کی اعانت سے ہے، اور اگر غلط ہو تو میری اپنی تقصیر سے ہے۔

حاصل اس مطلب کا یہ ہے کہ حدیثِ بالا سے درجات کی وہ ترقی مراد نہیں جو آیات کے لحاظ سے فی آیت ایک درجہ ہے اس لئے کہ اس ترقی میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو بظاہر کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ جب ایک آیت پڑھی جائے ایک درجہ کی ترقی ہوگی

عام ہے کہ ترتیل سے ہو یا بلا ترتیل۔ بلکہ اس حدیث میں بظاہر دوسری ترقی باعتبار کیفیت مراد ہے جس میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو دخل ہے لہٰذا جس ترتیل سے دنیا میں پڑھتا تھا اسی ترتیل سے آخرت میں پڑھ سکے گا اور اس کے موافق درجات میں ترقی ہوتی رہے گی۔ مُلا علی قاریؒ نے ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگر دنیا میں بکثرت تلاوت کرتا رہا تب تو اس وقت بھی یاد ہوگا ورنہ بھول جائے گا۔ اللہ جل شانہٗ اپنا فضل فرماویں کہ ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو والدین نے دینی شوق میں یاد کرا دیا تھا مگر وہ اپنی لاپرواہی اور بے توجہی سے دنیا ہی میں ضائع کر دیتے ہیں اور اس کے بالمقابل بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص قرآن پاک یاد کرتا ہوا اور اس میں محنت و مشقت برداشت کرتا ہوا مر جائے وہ حُفّاظ کی جماعت میں شمار ہوگا۔ حق تعالیٰ کے یہاں عطا میں کوئی کمی نہیں، کوئی لینے والا ہو۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

(۱۰) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَّالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ وَّلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَّلَامٌ حَرْفٌ وَّمِيْمٌ حَرْفٌ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب اسنادہ او الدارمی)

ابن مسعودؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کے لئے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارا الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف، میم ایک حرف۔

مقصود یہ ہے کہ جیسے اور جملہ اعمال میں پورا عمل ایک شمار کیا جاتا ہے، کلام پاک میں ایسے نہیں بلکہ اجزاء عمل بھی پورے عمل شمار کئے جاتے ہیں اور اس لئے تلاوتِ کلام پاک میں ہر ہر حرف ایک ایک نیکی شمار کی جاتی ہے اور ہر نیکی پر حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا[ع] (جو شخص ایک نیکی ادا کرے اس کو دس نیکی کے بقدر اجر ملتا ہے) دس حصہ اجر کا وعدہ ہے اور یہ اقل درجہ ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ[ع] حق تعالیٰ شانہٗ جس کے

ع۔ انعام ۲۰- ع۔ بقرہ ۳۶

لئے چاہتے ہیں اجر زیادہ فرمادیتے ہیں) ہر حرف کو مستقل نیکی شمار کرنے کی مثال حضور نے ارشاد فرمائی کہ الٓمٓ پورا ایک حرف شمار نہیں ہوگا، بلکہ الف، لام، میم علیحدہ علیحدہ حرف شمار کئے جائیں گے اور اس طرح پر الٓمٓ کے مجموعہ پر تیس نیکیاں ہوگئیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ الٓمٓ سے سورۂ بقرہ کا شروع مراد ہے یا اَلَمْ تَرَكَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ مراد ہے۔ اگر سورۂ بقرہ کا شروع مراد ہے تو بظاہر مطلب یہ ہے کہ لکھے ہوئے حروف کا اعتبار ہے اور لکھنے میں چونکہ وہ بھی تین ہی حروف لکھے جاتے ہیں اس لئے تیس نیکیاں ہوئیں اور اگر اس سے سورۂ فیل کا شروع مراد ہے تو پھر سورۂ بقرہ کے شروع میں جو الٓمٓ ہے وہ نو حروف ہیں اس لئے اس کا اجر نوے نیکیاں ہوگئیں۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ بسم اللہ ایک حرف ہے بلکہ ب س م یعنی علیحدہ علیحدہ حروف مراد ہیں۔

(۱۱) عَنْ مُعَاذِنِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْئُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا (رواہ احمد و ابوداؤد وصححہ الحاکم)

معاذ جہنی رض نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اُس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جاوے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی، اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو۔ پس کیا گمان ہے تمہارا اُس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔

یعنی قرآن پاک کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی برکت یہ ہے کہ اس پڑھنے والے کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جاوے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بہت زیادہ ہو اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو، یعنی آفتاب اتنی دور سے اس قدر روشنی پھیلاتا ہے اگر وہ گھر کے اندر آجائے تو یقیناً بہت زیادہ روشنی اور چمک کا سبب ہوگا تو پڑھنے والے کے والدین کو جو تاج پہنایا جاوے گا، اس کی روشنی اس روشنی سے زیادہ ہوگی جس کو گھر میں طلوع ہونے والا آفتاب پھیلا رہا ہے، اور جب کہ والدین کے لئے یہ ذخیرہ ہے

تو خود پڑھنے والے کے اجر کا خود اندازہ کر لیا جاوے کہ کس قدر ہو گا کہ جب اس کے طفیلیوں کا یہ حال ہے تو خود اصل کا حال بدرجہا زیادہ ہو گا کہ والدین کو یہ اجر صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ وہ اس کے وجود یا تعلیم کا سبب ہوتے ہیں۔ آفتاب کے گھر میں ہونے سے جو تشبیہہ دی گئی ہے اس میں علاوہ ازیں کہ قرب میں روشنی زیادہ محسوس ہوتی ہے ایک اور لطیف امر کی طرف بھی اشارہ ہے وہ یہ کہ جو چیز ہر وقت پاس رہتی ہے اُس سے اُنس والفت زیادہ ہوتی ہے اس لئے آفتاب کی دُوری کی وجہ سے جو اس سے بیگانگی ہے وہ ہر وقت کے قرب کی وجہ سے مُبدّل بہ اُنس ہو جاوے گی تو اس صورت میں روشنی کے علاوہ اس کے ساتھ مُوانست کی طرف بھی اشارہ ہے اور اس طرف بھی کہ وہ اپنی ہو گی کہ آفتاب سے اگرچہ ہر شخص نفع اٹھاتا ہے لیکن اگر وہ کسی کو ہبہ کر دیا جائے تو اس کے لئے کس قدر افتخار کی چیز ہو۔

حاکمؒ نے بُریدہؓ سے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کو ایک تاج پہنایا جائے گا جو نور سے بنا ہوا ہو گا اور اس کے والدین کو ایسے دُو جوڑے پہنائے جاویں گے کہ تمام دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں تو ارشاد ہو گا کہ تمہارے بچے کے قرآن شریف پڑھنے کے عوض میں۔

جَمعُ الفَوائد میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف سِکھلاوے اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مُشابہ اُٹھایا جاوے گا اور اس کے بیٹے سے کہا جاوے گا کہ پڑھنا شروع کر جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جاوے گا حتّٰی کہ اسی طرح تمام قرآن شریف پورا ہو۔

بچے کے قرآن شریف پڑھنے پر باپ کے لئے یہ فضائل ہیں اور اسی پر بس نہیں، دوسری بات بھی سُن لیجئے کہ اگر خدانخواستہ آپ نے اپنے بچے کو چار پیسے کے لالچ میں دین سے محروم رکھا تو یہ ہی نہیں کہ آپ اس لایزال ثواب سے محروم رہیں گے بلکہ اللہ کے یہاں آپ کو جواب دہی بھی کرنی پڑے گی آپ اس ڈر سے کہ یہ مولوی و حافظ پڑھنے کے بعد

صرف مسجد کے مُلّانے اور ٹکڑے کے محتاج بن جاتے ہیں اس وجہ سے آپ اپنے لاڈلے بچے کو اس سے بچاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اس سے آپ اس کو تو دائمی مصیبت میں گرفتار کر ہی رہے ہیں مگر ساتھ ہی اپنے اوپر بھی بڑی سخت جواب دہی لے رہے ہیں۔ حدیث کا ارشاد ہے کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ الحدیث ہر شخص سے اس کے ماتحتوں اور دست نگروں کا بھی سوال ہوگا کہ ان کو کس قدر دین سکھلایا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان عیوب سے آپ بچنے اور بچانے کی کوشش کیجئے۔ مگر جوؤں کے ڈر سے کپڑا نہ پہننا کوئی عقل کی بات نہیں البتہ اس کے صاف رکھنے کی ضرور کوشش چاہیئے۔ بالجملہ اگر آپ اپنے بچے کو دینداری کی صلاحیت سکھلائیں گے، اپنی جواب دہی سے سُبک دوش ہوں گے اور اس وقت تک وہ زندہ رہے، جس قدر نیک اعمال کرے گا، دعا و استغفار آپ کے لئے کرے گا، آپ کے لئے رفع درجات کا سبب بنے گا۔ لیکن دنیا کی خاطر چار پیسے کے لالچ سے آپ نے اس کو دین سے بے بہرہ رکھا تو یہی نہیں کہ خود آپ کو اپنی حرکت کا وبال بھگتنا پڑے گا، جس قدر بد اطواریاں، فسق و فجور اس سے سرزد ہوں گے آپ کے نامۂ اعمال بھی اس ذخیرہ سے خالی نہ رہیں گے۔ خدارا اپنے حال پر رحم کھائیں، دنیا بہرحال گذر جانے والی چیز ہے اور موت ہر بڑی سے بڑی تکلیف کا خاتمہ ہے۔ لیکن جس تکلیف کے بعد موت بھی نہیں اُس کا کوئی منتہا نہیں۔

(۱۲) عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْجُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِیْ اِھَابٍ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ مَا احْتَرَقَ (رواہ الدارمی)

عُقبہؓ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اگر رکھ دیا جائے قرآن شریف کو کسی چمڑے میں پھر وہ آگ میں ڈال دیا جاوے تو نہ جلے۔

مشائخ حدیث اس روایت کے مطلب میں دو طرف گئے ہیں۔ بعض کے نزدیک چمڑے سے عام مراد ہے جس جانور کا ہو اور آگ سے دنیوی آگ مراد ہے۔ اس صورت میں یہ مخصوص معجزہ ہے جو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانے کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ اور انبیاءؑ کے معجزے ان کے زمانے کے ساتھ خاص ہوتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ چمڑے سے مراد آدمی کا چمڑا ہے اور آگ سے جہنم۔ اس صورت میں یہ حکم عام ہوگا کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا یعنی جو

شخص کہ حافظِ قرآن ہو اگر وہ کسی جرم میں جہنّم میں ڈالا بھی جاوے گا تو آگ اس پر اثر نہ کرے گی ایک روایت میں مَا مَسَّتْهُ النَّارُ کا لفظ بھی آیا یعنی آگ اس کو چھونے کی بھی نہیں۔ ابُو اُمامہؓ کی روایت جس کو شرحُ السُّنّۃ سے مُلّا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے اس دوسرے معنی کی تائید کرتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قرآن شریف کو حفظ کیا کرو اس لئے کہ حق تعالےٰ شانہٗ اس قلب کو عذاب نہیں فرماتے جس میں کلامِ پاک محفوظ ہو۔ یہ حدیث اپنے مضمون میں صاف اور نص ہے۔ جو لوگ حفظِ قرآن شریف کو فضول بتلاتے ہیں وہ خدارا ذرا ان فضائل پر بھی غور کریں کہ یہی ایک فضیلت ایسی ہے جس کی وجہ سے ہر شخص کو حفظِ قرآن پر جان دے دینا چاہیئے۔ اس لئے کون شخص ایسا ہو گا جس نے گناہ نہ کئے ہوں جس کی وجہ سے آگ کا مستحق نہ ہو۔

شرحِ احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک اور وحشت اثر دن میں اللہ کے عرش کے سائے کے نیچے رہیں گے حضرت علیؓ کی حدیث سے بروایت دَیلمیؒ نقل کیا ہے کہ حاملینِ قرآن یعنی حُفّاظ اللہ کے سائے کے نیچے انبیاءؑ اور برگزیدہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

(۱۳) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهٗ فِيْ عَشَرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ۔

(رواہ احمد و الترمذی وقال ھذا حدیث غریب وحفص بن سلیمان الراوی لیس ھو بالقوی یضعف فی الحدیث ورواہ ابن ماجۃ والدارمی)

حضرت علیؓ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا، پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنّت میں داخل فرماویں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرماویں گے جن کے لئے جہنّم واجب ہو چکی ہو۔

دُخولِ جنّت ویسے تو ہر مومن کے لئے انشاء اللہ ہے ہی، اگرچہ بداعمالیوں کی سزا بھگت کر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن حُفّاظ کے لئے یہ فضیلت ابتداءِ دُخول کے اعتبار سے ہے۔ وہ دس شخص جن کے بارے میں شفاعت قبول فرمائی گئی وہ فُسّاق و فجّار ہیں جو مُرتکب کبائر کے

ہیں۔ اس لئے کہ کُفّار کے بارے میں تو شفاعت ہے ہی نہیں۔ حق تعالیٰ شانُہٗ کا ارشاد ہے اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَأْوٰہُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۝[1] (مشرکین پر اللہ نے جنّت کو حرام کردیا اور اُن کا ٹھکانہ جہنّم ہے اور ظالمین کا کوئی مددگار نہیں) دوسری جگہ ارشاد ہے، مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ الاٰیۃ[2] (نبی اور مسلمانوں کے لئے اس کی گنجائش نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں) وغیرہ وغیرہ۔ نُصوص اس مضمون میں صاف ہیں کہ مشرکین کی مغفرت نہیں ہے اس لئے حُفّاظ کی شفاعت سے اُن مسلمانوں کی شفاعت مراد ہے جن کے معاصی کی وجہ سے ان کا جہنّم میں داخل ہونا ضروری بن گیا تھا۔ جو لوگ جہنّم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ حافظ نہیں اور خود حفظ نہیں کرسکتے تو کم از کم اپنے کسی قریبی رشتہ دار ہی کو حافظ بنادیں کہ اس کے طُفیل یہ بھی اپنی بداعمالیوں کی سزا سے محفوظ رہ سکیں۔ اللہ کا کس قدر انعام ہے اس شخص[3] پر جس کے باپ، چچا، تائے، دادا، نانا، ماموں سب ہی حافظ ہیں اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

(۱۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاقْرَءُوْہُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ فَقَرَأَ وَقَامَ بِہٖ کَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْکًا تَفُوْحُ رِیْحُہٗ کُلَّ مَکَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَہٗ فَرَقَدَ وَھُوَ فِیْ جَوْفِہٖ کَمَثَلِ جِرَابٍ اُوْکِیَ عَلٰی مِسْكٍ۔ (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کو سیکھو، پھر اُس کو پڑھو۔ اس لئے کہ جو شخص قرآن شریف سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجد میں اُس کو پڑھتا رہتا ہے اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اُس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے سیکھا اور پھر سوگیا اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی ہے جس کا منہ بند کردیا گیا ہو۔

یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس کی خبر گیری کی، راتوں کو نماز میں تلاوت کی، اس کی مثال اس مُشک دان کی سی ہے کہ جو کھلا ہوا ہو کہ اس کی خوشبو سے تمام مکان مہکتا ہے اسی طرح اس حافظ کی تلاوت سے تمام مکان انوار و برکات سے معمور رہتا ہے اور اگر

[1] مائدہ۔ ۱۰ [2] توبہ۔ ۱۴ [3] حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم مؤلّف کتاب ہذا مراد ہیں۔

وہ حافظ سو جاوے یا غفلت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تب بھی اس کے قلب میں جو کلام پاک ہے وہ تو بہر حال مشک ہی ہے، اس غفلت سے اتنا نقصان ہوا کہ دوسرے لوگ اُس کی برکات سے محروم رہے، لیکن اُس کا قلب تو بہر حال اس مشک کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

(۱۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث صحیح ورواہ الدارمی والحاکم وصححہ)

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔

ویران گھر کے ساتھ تشبیہ دینے میں ایک خاص لطیفہ بھی ہے وہ یہ کہ "خانۂ خالی را دیو مے گیرد"[ع] اسی طرح جو قلب کلام پاک سے خالی ہوتا ہے شیاطین کا اس پر تسلط زیادہ ہوتا ہے۔ اس حدیث میں حفظ کی کس قدر تاکید فرمائی ہے کہ اس دل کو ویران گھر ارشاد ہوا ہے جس میں کلام پاک محفوظ نہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلام مجید پڑھا جاتا ہے اس کے اہل و عیال کثیر ہو جاتے ہیں۔ اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے۔ ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے، ملائکہ اس گھر سے چلے جاتے ہیں، شیاطین اس میں گھس جاتے ہیں۔ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور بعض لوگ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے نقل کرتے ہیں کہ خالی گھر وہی ہے جس میں تلاوتِ قرآن شریف نہ ہوتی ہو۔

(۱۶) عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ وَقِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّسْبِیْحُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَۃِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے اور بغیر نماز کی تلاوت تسبیح و تکبیر سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے

[ع] یعنی خالی اور غیر آباد گھر پر دیو اور جنات قبضہ کر لیتے ہیں۔

وَالصَّدَقَةُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ (رواه البيهقی فی شعب الایمان)

اور روزہ بچاؤ ہے آگ سے۔

تلاوت کا اذکار سے افضل ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور پہلے معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اوروں کے کلام پر وہی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کو فضیلت ہے مخلوق پر۔ ذکر اللہ کا افضل ہونا صدقہ سے اور روایات میں بھی وارد ہے اور صدقہ کا روزہ سے افضل ہونا جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے دوسری بعض روایات کے خلاف ہے جن سے روزہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے لیکن یہ احوال کے اعتبار سے مختلف ہے۔ بعض حالتوں میں روزہ افضل ہے اور بعض میں صدقہ۔ اسی طرح لوگوں کے اعتبار سے بھی مختلف ہے۔ بعض لوگوں کے لئے روزہ افضل ہے اور جب کہ روزہ آگ سے بچاؤ ہے جس کا درجہ اس روایت میں سب سے اخیر میں ہے تو پھر تلاوت کلام اللہ کا کیا کہنا جو سب سے اول ہے۔ صاحب احیاء نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی اور جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کے لئے پچاس نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کے لئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کے لئے دس نیکیاں۔ اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے، اس کے لئے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی۔

(١٧) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ اَنْ يَّجِدَ فِيْهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلٰثُ اٰيَاتٍ يَقْرَأُ بِهِنَّ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلٰثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ (رواہ مسلم)

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب گھر واپس آئے تو تین اونٹنیاں حاملہ بڑی اور موٹی اس کو مل جاویں۔ ہم نے عرض کیا کہ بے شک (ضرور پسند کرتے ہیں) حضور نے فرمایا کہ تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے۔ وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے افضل ہیں۔

اس سے ملتا جلتا مضمون حدیث نمبر ٢ میں گذر چکا ہے۔ اس حدیث شریف میں

چونکہ نماز میں پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ بغیر نماز کے پڑھنے سے افضل ہے اس لئے تشبیہ حاملہ اونٹنیوں سے دی گئی اس لئے کہ وہاں بھی دو عبادتیں ہیں، نماز اور تلاوت۔ ایسے ہی یہاں بھی دو چیزیں ہیں، اونٹنی اور اس کا حمل۔ میں حدیث نمبر ۳ کے فائدے میں لکھ چکا ہوں کہ اس قسم کی احادیث سے صرف تشبیہ مراد ہوتی ہے۔ ورنہ ایک آیت کا باقی اجر ہزار فانی اونٹنیوں سے افضل ہے۔

(۱۸) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَوْسٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْاٰنَ فِيْ غَيْرِ الْمُصْحَفِ اَلْفُ دَرَجَةٍ وَقِرَاءَتُهٗ فِي الْمُصْحَفِ تُضَعَّفُ عَلٰى ذٰلِكَ اِلٰى اَلْفَيْ دَرَجَةٍ۔ (رواه البيهقي في شعب الايمان)

اوس ثقفیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآن پاک میں دیکھ کر پڑھنا دو ہزار تک بڑھ جاتا ہے۔

حافظ قرآن کے متعدد فضائل پہلے گذر چکے ہیں۔ اس حدیث شریف میں جو دیکھ کر پڑھنے کی فضیلت ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ قرآن پاک کے دیکھ کر پڑھنے میں تدبر اور فکر کے زیادہ ہونے کے علاوہ وہ کئی عبادتوں کو متضمن ہے۔ قرآن پاک کو دیکھنا، اس کو چھونا وغیرہ وغیرہ، اس وجہ سے یہ افضل ہوا۔ چونکہ روایات کا مفہوم مختلف ہے اسی وجہ سے علماء نے اس میں اختلاف فرمایا ہے کہ کلام پاک کا حفظ پڑھنا افضل ہے یا دیکھ کر۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ حدیث بالا کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اس میں غلط پڑھنے سے امن رہتا ہے، قرآن پاک پر نظر رہتی ہے، قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھنا افضل ہے۔ دوسری جماعت دوسری روایت کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ حفظ پڑھنا زیادتی خشوع کا سبب ہوتا ہے ریا سے دور ہوتا ہے اور نیز نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وسَلَّم کی عادت شریفہ حفظ پڑھنے کی تھی، حفظ کو ترجیح دیتی ہے۔ امام نوویؒ نے اس میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ فضیلت آدمیوں کے لحاظ سے مختلف ہے۔ بعض کے لئے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے جس کو اس میں تدبُّر و تفکُّر زیادہ حاصل ہوتا ہو اور جس کو حفظ میں تدبُّر زیادہ حاصل ہوتا ہو اس کے لئے حفظ پڑھنا افضل ہے۔

حافظؒ نے بھی فتح الباری میں اسی تفصیل کو پسند کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے پاس کثرتِ تلاوت کی وجہ سے دو کلام مجید پھٹے تھے۔ عمروؒ بن میمون نے شرحِ احیاء میں نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر قرآن مجید کھولے اور بقدر سو آیت کے پڑھ لے تمام دنیا کی بقدر اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ قرآن شریف کا دیکھ کر پڑھنا نگاہ کے لئے مفید بتلایا جاتا ہے۔ ابو عبیدؒ نے حدیثِ مسلسل نقل کی ہے جس میں ہر راوی نے کہا ہے کہ مجھے آنکھوں کی شکایت تھی تو استاد نے قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کو بتلایا۔ حضرت امام شافعی صاحبؒ بسا اوقات عشاء کے بعد قرآن شریف کھولتے تھے، اور صبح کی نماز کے وقت بند کر دیتے تھے۔

(۱۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جِلَاؤُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

عبداللہ بن عمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے۔ پوچھا گیا کہ حضورؐ ان کی صفائی کی کیا صورت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

یعنی گناہوں کی کثرت اور اللہ جل شانہٗ کی یاد سے غفلت کی وجہ سے دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگ جانے سے زنگ لگ جاتا ہے اور کلامِ پاک کی تلاوت اور موت کی یاد ان کے لئے صیقل کا کام دیتا ہے۔ دل کی مثال ایک آئینہ کی سی ہے جس قدر وہ دھندلا ہوگا معرفت کا انعکاس اس میں کم ہوگا اور جس قدر صاف اور شفاف ہوگا اسی قدر اس میں معرفت کا انعکاس واضح ہوگا۔ اسی لئے آدمی جس قدر معاصی شہوانیہ یا شیطانیہ میں مبتلا ہوگا اسی قدر معرفت سے دور ہوگا اور اسی آئینہ کے صاف کرنے کے لئے مشائخ سلوک ریاضات و مجاہدات، اذکار و اشغال تلقین فرماتے ہیں۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے قلب میں پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نقطہ زائل ہو جاتا ہے اور اگر دوسرا گناہ کر لیتا ہے تو دوسرا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے اگر گناہوں میں بڑھتا رہتا ہے تو شدہ شدہ ان نقطوں کی کثرت سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس قلب میں خیر کی رغبت ہی نہیں رہتی بلکہ شر ہی کی طرف

قاتل ہوتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔

اسی کی طرف قرآن پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ[1] (بیشک ان کے قلوب پر زنگ جمادیا ان کی بداعمالیوں نے) ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو واعظ چھوڑتا ہوں. ایک بولنے والا دوسرا خاموش، بولنے والا قرآن شریف ہے اور خاموش موت کی یاد حضور کا ارشاد سرآنکھوں پر مگر واعظ تو اس کے لئے ہو جو نصیحت قبول کرے، نصیحت کی ضرورت سمجھے. جہاں سرے سے دین ہی بیکار ہو، ترقی کی راہ میں مانع ہو، وہاں نصیحت کی ضرورت کسے اور نصیحت کرے گی کیا. حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ کا فرمان سمجھتے تھے. رات بھر اس میں غور و تدبر کرتے تھے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے اور تم لوگ اس کے حروف اور زبر و زیر تو بہت درست کرتے ہو مگر اس کو فرمانِ شاہی نہیں سمجھتے، اس میں غور و تدبر نہیں کرتے۔

(۲۰) عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ شَرَفًا یَتَبَاھُوْنَ بِہٖ وَاِنَّ بَھَاءَ اُمَّتِیْ وَشَرَفَھَا الْقُرْاٰنُ (رواہ فی الحلیۃ)

حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ہر چیز کے لئے کوئی شرافت و افتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کیا کرتا ہے. میری امت کی رونق اور افتخار قرآن شریف ہے

یعنی لوگ اپنے آباواجداد سے، خاندان سے اور اسی طرح بہت سی چیزوں سے اپنی شرافت و بڑائی ظاہر کیا کرتے ہیں. میری امت کے لئے ذریعۂ افتخار کلام اللہ شریف ہے کہ اس کے پڑھنے سے، اس کے یاد کرنے سے، اس کے پڑھانے سے، اس پر عمل کرنے سے غرض اس کی ہر چیز قابلِ افتخار ہے اور کیوں نہ ہو کہ محبوب کا کلام ہے، آقا کا فرمان ہے دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا شرف بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتا. نیز دنیا کے جس قدر کمالات ہیں وہ آج نہیں تو کل زائل ہونے والے ہیں لیکن کلام پاک کا شرف و کمال دائمی ہے، کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے. قرآن شریف کے چھوٹے چھوٹے اوصاف بھی ایسے ہیں کہ افتخار کے لئے ان میں کا ہر ایک کافی ہے چہ جائیکہ اس میں وہ سب اوصاف کامل طور پر پائے جاتے ہیں مثلاً اس کی حسنِ تالیف، حسنِ سیاق، الفاظ کا تناسب، کلام کا ارتباط، گذشتہ اور آئندہ واقعات

[1] تطفیف

کی اطلاع، لوگوں کے متعلق ایسے طعن کہ وہ اگر اس کی تکذیب بھی کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں جیسے کہ یہود کا باوجود ادّعائے محبّت کے موت کی تمنّا نہ کر سکنا، نیز سُننے والے کا اس سے متأثّر ہونا، پڑھنے والے کا کبھی نہ اُکتانا حالانکہ ہر کلام خواہ وہ کتنا ہی دل کو پیارا معلوم ہوتا ہو، مجنون بنا دینے والے محبوب کا خط ہی کیوں نہ ہو، دن میں دس دفعہ پڑھنے سے دل نہ اُکتائے تو بیس دفعہ سے اُکتا جائے گا، بیس سے نہ سہی چالیس سے اُکتاوے گا، بہر حال اُکتاوے گا، پھر اُکتاوے گا۔ مگر کلام پاک کا رکوع یاد کیجئے، دو سو مرتبہ پڑھئے، چار سو مرتبہ پڑھئے، عمر بھر پڑھتے رہیئے، کبھی نہ اُکتاوے گا۔ اگر کوئی عارض پیش آجاوے تو وہ خود عارضی ہوگا اور جلد زائل ہو جانے والا۔ جتنی کثرت کیجئے اتنی ہی طراوت اور لذّت میں اضافہ ہوگا وغیرہ وغیرہ، یہ اُمور ایسے ہیں کہ اگر کسی کے کلام میں ان میں سے ایک بھی پایا جاوے خواہ پورے طور سے نہ ہو تو اس پر کتنا افتخار کیا جاتا ہے۔ پھر جب کہ کسی کلام میں یہ سب کے سب اُمور علیٰ وجہِ الکمال پائے جاتے ہوں تو اس سے کتنا افتخار ہوگا۔ اس کے بعد ایک لمحہ ہمیں اپنی حالت پر بھی غور کرنا ہے۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جن کو اپنے حافظِ قرآن ہونے پر فخر ہے یا ہماری نگاہ میں کسی کا حافظِ قرآن ہونا باعثِ شرف ہے، ہماری شرافت، ہمارا افتخار اونچی اونچی ڈگریوں سے، بڑے بڑے القاب سے، دُنیوی جاہ وجلال اور مرنے کے بعد چھوٹ جانے والے، مال ومتاع سے ہے۔ فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى۔

(۲۱) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنِیْ قَالَ عَلَیْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاِنَّهٗ رَأْسُ الْاَمْرِ كُلِّهٖ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّهٗ نُوْرٌ لَّكَ فِی الْاَرْضِ وَذُخْرٌ لَّكَ فِی السَّمَآءِ۔

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ فی حدیث طویل)

ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیّت فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا، تقویٰ کا اہتمام کرو کہ تمام اُمور کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرماویں تو حضورؐ نے فرمایا کہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں یہ نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

تقویٰ حقیقتاً تمام امور کی جڑ ہے۔ جس دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جاوے اس سے پھر کوئی بھی معصیت نہیں ہوتی اور نہ پھر اس کو کسی قسم کی تنگی پیش آتی ہے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ

اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (جو شخص تقویٰ حاصل کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے ہر ضیق میں کوئی راستہ نکال دیتے ہیں اور اس طرح اس کو روزی پہنچاتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا)۔

تلاوت کا نور ہونا پہلی روایات سے بھی معلوم ہو چکا۔ شرح احیاء میں معرفۃ ابو نعیمؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت باسطؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا کہ جن گھروں میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کے لئے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان پر ستارے۔ یہ حدیث ترغیب وغیرہ میں اتنی ہی نقل کی گئی، یہ مختصر ہے اصل روایت بہت طویل ہے جس کو ابنِ حبانؒ وغیرہ سے مُلّا علی قاریؒ نے مفصّل اور سیوطیؒ نے کچھ مختصر نقل کیا ہے۔ اگرچہ ہمارے رسالہ کے مناسب اتنا ہی جزو ہے جو اوپر گذر چکا مگر چونکہ پوری حدیث بہت سے ضروری اور مفید مضامین پر مشتمل ہے اس لئے تمام حدیث کا مطلب ذکر کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حق تعالےٰ شانہٗ نے کُل کتابیں کس قدر نازل فرمائی ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سو صحائف اور چار کتابیں۔ پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر اور تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے اور ان کے علاوہ چار کتابیں توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن شریف نازل فرمائی۔ میں نے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی۔ ارشاد فرمایا کہ وہ سب ضرب الامثال تھیں مثلاً او متسلط و مغرور بادشاہ میں نے تجھ کو اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تو پیسہ پر پیسہ جمع کرتا رہے۔ میں نے تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ مجھ تک مظلوم کی فریاد نہ پہنچنے دے تو پہلے ہی اس کا انتظام کردے اس لئے کہ میں مظلوم کی فریاد کو رد نہیں کرتا اگرچہ فریادی کافر ہی کیوں نہ ہو۔ بندہ ناچیز کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہؓ کو امیر اور حاکم بنا کر بھیجا کرتے تھے تو منجملہ اور نصائح کے اس کو بھی اہتمام سے فرمایا کرتے تھے وَاتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ کہ مظلوم کی بد دعا سے بچنا اس لئے کہ اس کے اور اللہ جلّ شانہٗ کے درمیان میں حجاب اور واسطہ نہیں ہے

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن　　اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

نیز اِن صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ عاقل کے لئے ضروری ہے جب تک کہ وہ مغلوب العقل نہ ہو جائے کہ اپنے تمام اوقات کو تین حصّوں پر منقسم کرے۔ ایک حصّہ میں اپنے رب کی عبادت کرے اور ایک حصّہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور سوچے کہ کتنے کام اچھے کئے اور کتنے بُرے، اور ایک حصّہ کو کسب حلال میں خرچ کرے عاقل پر یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے اوقات کی نگہبانی کرے، اپنے حالات کی دُرستگی کے فکر میں رہے۔ اپنی زبان کی فضول گوئی اور بے نفع گفتگو سے حفاظت کرے۔ جو شخص اپنے کلام کا محاسبہ کرتا رہے گا اس کی زبان بے فائدہ کلام میں کم چلے گی۔ عاقل کے لئے ضروری ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ سفر نہ کرے، یا آخرت کے لئے توشہ مقصود ہو یا کچھ فکرِ معاش ہو یا تفریح بشرطیکہ مُباح ہو۔ میں نے پوچھا۔ یارسول اللہ حضرت موسیٰ عَلَیہِ السّلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی۔ ارشاد فرمایا کہ سب کی سب عبرت کی باتیں تھیں مثلاً میں تعجّب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جس کو موت کا یقین ہو پھر کسی بات پر خوش ہو (اس لئے کہ جب کسی شخص کو مثلاً یہ یقین ہو جاوے کہ مجھے پھانسی کا حکم ہو چکا، عنقریب سولی پر چڑھنا ہے پھر وہ کسی چیز سے خوش نہیں ہو سکتا) میں تعجّب کرتا ہوں اس شخص پر کہ اس کو موت کا یقین ہے پھر وہ ہنستا ہے۔ میں تعجُّب کرتا ہوں اس شخص پر جو دنیا کے حوادث، تغیُّرات، انقلابات ہر وقت دیکھتا ہے پھر دنیا پر اطمینان کر لیتا ہے۔ میں تعجُّب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جس کو تقدیر کا یقین ہے پھر رنج و مُشقّت میں مُبتلا ہوتا ہے۔ میں تعجّب کرتا ہوں اس شخص پر جس کو عنقریب حساب کا یقین ہے پھر نیک اعمال نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کچھ وصیّت فرمائیں۔ حضورؐ نے سب سے اوّل تقویٰ کی وصیّت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ یہ تمام امور کی بنیاد اور جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور بھی اضافہ فرما دیجئے۔ ارشاد ہوا کہ تلاوتِ قرآن اور ذکرُ اللہ کا اہتمام کر کہ یہ دُنیا میں نُور ہے اور آسمان میں ذخیرہ ہے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ زیادہ ہنسی سے احتراز کر، کہ اس سے دِل مر جاتا ہے، چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے (یعنی ظاہر و باطن دونوں کو نقصان پہنچانے والی چیز ہے) میں نے اور اضافہ کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ جہاد کا اہتمام کر کہ میری اُمّت کے لئے یہی رُہبانیّت ہے (راہب پہلی اُمتوں میں وہ لوگ کہلاتے تھے کہ جو دنیا کے سب تعلّقات مُنقطع کر کے اللہ والے بن جاویں)، میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد فرمایا کہ فقراء اور مساکین کے ساتھ میل جول رکھ، ان کو دوست بنا، اُن کے

پاس بیٹھا کر۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ اپنے سے کم درجے والے پر نگاہ رکھا کر (تاکہ شکر کی عادت ہو) اپنے سے اوپر کے درجہ والوں کو مت دیکھ، مبادا اللہ کی نعمتوں کی جو تجھ پر ہیں تحقیر کرنے لگے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ تجھے اپنے عیوب لوگوں پر حرف گیری سے روک دیں اور اُن کے عیوب پر اطلاع کی کوشش مت کر، کہ تو ان میں خود مبتلا ہے۔ تجھے عیب لگانے کے لئے کافی ہے کہ تو لوگوں میں ایسے عیب پہچانے جو تجھ میں خود موجود ہیں اور تو اُن سے بے خبر ہے اور ایسی باتیں اُن میں پکڑے جن کو تو خود کرتا ہے۔ پھر حضورؐ نے اپنا دستِ شفقت میرے سینے پر مار کر ارشاد فرمایا کہ ابوذر تدبیر کی برابر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنے کی برابر تقویٰ نہیں اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی شرافت نہیں اھ۔ اس میں خلاصہ اور مطلب کا زیادہ لحاظ کیا گیا۔ تمام الفاظ کے ترجمہ کا لحاظ نہیں کیا گیا۔

(۲۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ۔

(رواہ مسلم وابوداؤد)

ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر تلاوت کلام پاک اور اس کا دور نہیں کرتی مگر اُن پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت اُن کو ڈھانپ لیتی ہے۔ ملائکہ رحمت اُن کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں

اس حدیث شریف میں مکاتب اور مدرسوں کی خاص فضیلت ذکر فرمائی گئی، جو بہت سی انواع اکرام کو شامل ہے۔ ان میں سے ہر ہر اکرام ایسا ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں اگر کوئی شخص اپنی تمام عمر خرچ کر دے تب بھی ارزاں ہے۔ پھر چہ جائیکہ ایسے ایسے متعدد انعامات فرمائے جائیں۔ بالخصوص آخری فضیلت، آقا کے دربار میں ذکر، محبوب کی مجلس میں یاد ایک ایسی نعمت ہے، جس کا مقابلہ کوئی چیز بھی نہیں کر سکتی۔

سکینہ کا نازل ہونا متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اس کے مصداق میں مشائخ حدیث کے چند قول ہیں لیکن ان میں کوئی ایسا اختلاف نہیں کہ جس سے آپس میں کچھ تعارض ہو بلکہ

سب کا مجموعہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ حضرت علیؓ سے سکینہ کی تفسیر یہ نقل کی گئی کہ وہ ایک خاص ہوا ہے جس کا چہرہ انسان کے چہرہ جیسا ہوتا ہے۔ علامہ سُدّی رح سے نقل کیا گیا کہ وہ جنّت کے ایک طشت کا نام ہے جو سونے کا ہوتا ہے اس میں انبیاء کے قلوب کو غسل دیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ خاص رحمت ہے۔ طبریؒ نے اس کو پسند کیا ہے کہ اس سے سکونِ قلب مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ طمانیت مراد ہے۔ بعض نے اس کی تفسیر وقار سے کی ہے، تو کسی نے ملائکہ سے۔ بعض نے اور بھی اقوال کہے ہیں۔ حافظؒ کی رائے فتح الباری میں یہ ہے کہ سکینہ کا اطلاق سب پر آتا ہے۔ نَوَوِیؒ کی رائے ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جو جامع ہے طمانیت رحمت وغیرہ کو اور ملائکہ کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔ کلام اللہ شریف میں ارشاد ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ[1] دوسری جگہ ارشاد ہے هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ[2]۔ ایک جگہ ارشاد ہے فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ[3] غرض متعدد آیات میں اس کا ذکر ہے اور احادیث میں متعدد روایات میں اس کی بشارت فرمائی گئی ہے۔ اِحیاء میں نقل کیا گیا ہے کہ ابن ثوبانؓ نے اپنے کسی عزیز سے اس کے ساتھ افطار کا وعدہ کیا مگر دوسرے روز صبح کے وقت پہنچے۔ انھوں نے شکایت کی تو کہا کہ اگر میرا تم سے وعدہ نہ ہوتا تو ہرگز نہ بتاتا کہ کیا مانع پیش آیا۔ مجھے اتفاقاً دیر ہوگئی تھی حتیٰ کہ عشاء کی نماز کا وقت آگیا۔ خیال ہوا کہ وتر بھی ساتھ ہی پڑھ لوں کہ موت کا اطمینان نہیں، کبھی رات میں مرجاؤں اور وہ ذمہ پر باقی رہ جائیں میں دعائے قنوت پڑھ رہا تھا کہ مجھے جنّت کا ایک سبز باغ نظر آیا جس میں ہر نوع کے پھول وغیرہ تھے اس کے دیکھنے میں ایسا مشغول ہوا کہ صبح ہوگئی۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جو بزرگوں کے حالات میں درج ہیں۔ لیکن ان کا اظہار اس وقت ہوتا ہے جب ماسوا سے انقطاع ہوجاتے اور اسی جانب توجہ کامل ہوجاوے۔

ملائکہ کا ڈھانکنا بھی متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اُسید بن حُضیرؓ کا مفصل قصہ کتبِ حدیث میں آتا ہے کہ انھوں نے تلاوت کرتے ہوتے اپنے اوپر ایک ابر سا چھایا ہوا محسوس کیا، حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو قرآن شریف سُننے کے لئے آئے تھے۔ ملائکہ اژدہام کی وجہ سے ابر سا معلوم ہوتے تھے۔ ایک صحابی کو ایک مرتبہ ابر سا محسوس ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا۔ یعنی رحمت جو قرآن شریف کی وجہ سے نازل ہوئی تھی، مسلم شریف میں یہ حدیث زیادہ مفصل آئی جس میں اور بھی مضامین ہیں۔ اخیر میں ایک جملہ یہ بھی زیادہ ہے مَنْ بَطَّاَ بِهٖ

[1] توبہ ۴۰ [2] فتح ۱ [3] بقرہ ۳۲

عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِہٖ نَسَبُہٗ (جس شخص کو اس کے بُرے اعمال رحمت سے دُور کریں اُس کا عالی نسب ہونا، اونچے خاندان کا ہونا رحمت سے قریب نہیں کر سکتا) ایک شخص جو پُشتانی شریف النّسب ہے مگر فسق وفجور میں مُبتلا ہے وہ اللہ کے نزدیک اُس رذیل اور کم ذات مسلمان کی برابری کسی طرح بھی نہیں کر سکتا جو مُتقی پرہیز گار ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقَاکُمْ۔

(۲۳) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ اِلَی اللہِ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْہُ یَعْنِی الْقُرْاٰنَ۔

(رواہ الحاکم وصححہ ابوداؤد فی مراسیلہ عن جبیر بن نفیر و الترمذی عن ابی امامۃ بمعناہ)

ابُوذر رضؓ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جلّ شانُہٗ کی طرف رجُوع اور اس کے یہاں تقرّب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانُہٗ سے نکلی ہے یعنی کلام پاک۔

مُتعدّد روایات سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ کے دربار میں کلام پاک سے بڑھ کر تقرب کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانُہٗ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کے دربار میں تقرب ہو کیا چیز ہے ارشاد ہوا کہ احمد میرا کلام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے۔ ارشاد ہوا کہ سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے، دونوں طرح موجبِ تقرّب ہے۔ اس حدیث شریف کی توضیح اور تلاوتِ کلام پاک کا سب سے بہتر طریقہ تقرب ہونے کی تشریح حضرت اقدس بَقِیَّۃُ السَّلَف حُجَّۃُ الْخَلَف مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ کی تفسیر سے مستنبط ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سُلوک اِلَی اللہ یعنی مرتبہ احسان حق سبحانُہٗ وتقدّس کی حضوری کا نام ہے جو تین طریقوں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اوّل تصوّر جس کو عُرفِ شرع میں تفکر و تدبّر سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیہ کے یہاں مراقبہ سے۔ دوسرا ذکرِ لسانی اور تیسرا تلاوت کلام پاک۔ سب سے اوّل طریقہ بھی چونکہ ذکرِ قلبی ہے اس لئے در اصل طریقے دو ہی ہیں۔ اوّل ذکر عام ہے کہ زبانی ہو یا قلبی دوسرے تلاوت۔ سو جب لفظ کا اطلاق حق سبحانُہٗ وتقدّس پر ہوگا اور اس کو بار بار دہرایا جاوے گا جو ذکر کا حاصل ہے تو مُدرِکہ کے اس ذات کی طرف توجہ

اور التفات کا سبب ہو گا اور گویا وہ ذات مُستحضَر ہو گی اور استحضار کے دوام کا نام مَعِیَّت ہے جس کو اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحْبِبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا الحدیث (حق سبحانہٗ وتقدّس کا ارشاد ہے کہ بندہ نفل عبادتوں کے ساتھ میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اس کو محبوب بنالیتا ہوں حتّٰی کہ میں اُس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے) یعنی جب کہ بندہ کثرتِ عبادت سے حق تعالیٰ شانہٗ کا مقرب بن جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اعضاء کے محافظ بن جاتے ہیں اور آنکھ کان وغیرہ سب مرضیٔ آقا کے تابع ہو جاتے ہیں اور نفل عبادات کی کثرت اس لئے ارشاد فرمائی کہ فرائض متعین ہیں جن میں کثرت نہیں ہوتی اور اس کے لئے ضرورت ہے دوامِ استحضار کی، جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا. لیکن تقرّب کا یہ طریقہ صرف اسی محبوب کی پاک ذات کے لئے ہے. اگر کوئی چاہے کہ کسی دوسرے کے نام کی تسبیح پڑھ کر اس سے تقرب حاصل کرلے تو یہ ممکن نہیں. اس وجہ سے کہ اس قسم کے تقرب میں جس کی طرف تقرب ہو اس میں دو بات کا پایا جانا ضروری ہے. اوّل یہ کہ اس کا علم محیط ہو ذاکرین کے قلبی اور زبانی اذکار کو، اگرچہ وہ مختلف زمانوں اور مختلف اوقات میں ذکر کریں دوسرے یہ کہ ذکر کرنے والے کے مُدرکہ میں تجلّی اور اس کے پُر کر دینے کی قدرت ہو جس کو عُرف میں دُنُو اور تدلّی، نزول اور قرب سے تعبیر کرتے ہیں. یہ دونوں باتیں چونکہ اسی مطلوب میں پائی جاتی ہیں اس لئے طریق بالا سے تقرب بھی اسی پاک ذات سے حاصل ہو سکتا ہے اور اسی کی طرف اس حدیث قُدسی میں اشارہ ہے جس میں ارشاد ہے مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا الحدیث (جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے تو میں اُس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو شخص میری طرف ایک ہاتھ آتا ہے میں اُس کی طرف ایک باع آتا ہوں، یعنی دونوں ہاتھوں کی لمبائی کے بقدر، اور جو شخص میری طرف معمولی رفتار سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں) یہ سب تشبیہات سمجھانے کے لئے ہیں ورنہ حق سبحانہٗ وتقدّس چلنا پھرنا وغیرہ سب سے مُبرّا ہیں. مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدّس اپنے یاد کرنے اور ڈھونڈنے والوں کی طرف اُن کی طلب اور سعی سے

زیادہ توجّہ اور نزول فرماتے ہیں. اور کیوں نہ فرماویں کہ کریم کے کرم کا مقتضیٰ یہی ہے پس جب کہ یاد کرنے والوں کی طرف یاد کرنے میں دوام ہوتا ہے تو پاک آقا کی طرف سے توجہ اور نزول میں دوام ہوتا ہے. کلامِ الٰہی چونکہ سراسر ذکر ہے اور اس کی کوئی آیت ذکر و توجّہ اِلیٰ اللہ سے خالی نہیں اس لئے یہی بات اس میں بھی پائی جاتی ہے. مگر اس میں ایک خصوصیت زیادہ ہے جو زیادتیٔ تقرب کا سبب ہے وہ یہ کہ ہر کلام متکلّم کی صفات و اثرات اپنے اندر لئے ہوتے ہوا کرتا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ فُسّاق و فجّار کے اشعار کا وِرد رکھنے سے اس کے اثرات پائے جاتے ہیں اور اَتقیا کے اشعار سے اُن کے ثمرات پیدا ہوتے ہیں. اسی وجہ سے منطق فلسفہ میں غلُو سے نخوت، تکبّر پیدا ہوتا ہے اور حدیث کی کثرتِ مزاولت سے تواضع پیدا ہوتی ہے. یہی وجہ ہے کہ فارسی اور انگریزی نفس زبان ہونے میں دونوں برابر ہیں لیکن مصنّفین جن کی کُتب پڑھائی جاتی ہیں، اُن کے اختلاف اثرات سے ثمرات میں بھی اختلاف ہوتا ہے بِالجملہ چونکہ کلام میں ہمیشہ متکلّم کے تاثرات پائے جاتے ہیں اس لئے کلام الٰہی کے تکرارِ وِرد سے اس کے متکلم کے اثرات کا پیدا ہونا اور اُن سے طبعًا مناسبت پیدا ہو جانا یقینی ہے، نیز ہر مُصنّف کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص اس کی تالیف کا اہتمام کیا کرتا ہے تو فطرۃً اُس کی طرف اِلتفات اور توجہ ہوا کرتی ہے اس لئے حق تعالیٰ شانُہٗ کے کلام کا ورد رکھنے والے کی طرف حق سبحانہٗ و تقدّس کی زیادتی توجہ بھی بدیہی اور یقینی ہے جو زیادتیٔ قرب کا سبب ہوتی ہے۔ آقائے کریم اپنے کرم سے مجھے بھی اس لُطف سے نوازیں اور تمہیں بھی.

(۲۴) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ اَھْلِیْنَ مِنَ النَّاسِ قَالُوْا مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَھْلُ الْقُرْاٰنِ ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ (رواہ النسائی و ابن ماجۃ و الحاکم و احمد)

اَنسؓ نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ کے لئے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ قرآن شریف والے کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خواصّ.

قرآن والے وہ لوگ ہیں جو ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہوں، اس کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہوں، ان کا اللہ کے اہل اور خواص ہونا ظاہر ہے اور گذشتہ مضمون سے واضح ہو گیا کہ جب یہ ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہیں تو اَلطافِ باری بھی ہر وقت

اُن کی طرف مُتوجہ رہتے ہیں اور جو لوگ ہر وقت کے پاس رہنے والے ہوتے ہیں وہ اہل اور خواص ہوتے ہی ہیں۔ کس قدر بڑی فضیلت ہے کہ ذرا سی محنت و مشقت سے اللہ والے بنتے ہیں۔ اللہ کے اہل شمار کیے جاتے ہیں اور اس کے خواص ہونے کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ دُنیوی دربار میں صرف داخلہ کی اجازت کے لئے، ممبروں میں صرف شمول کے لئے کس قدر جانی اور مالی قربانی کی جاتی ہے، ووٹروں کے سامنے خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ ذِلّتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور اس سب کو کام سمجھا جاتا ہے لیکن قرآن شریف کی محنت کو بے کار سمجھا جاتا ہے ؎

ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بہ کجا

(۲۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ (رواه البخاری ومسلم)

اَبُوہریرہؓ نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے نقل کیا ہے کہ حق سبحانہٗ اتنا کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں، جو کلام الٰہی خوش اِلحانی سے پڑھتا ہو۔

پہلے معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ شانُہٗ اپنے کلام کی طرف خصوصیت سے توجہ فرماتے ہیں۔ پڑھنے والوں میں انبیاءؑ چونکہ آدابِ تلاوت کو بکمالہٖ ادا کرتے ہیں اس لئے ان کی طرف اور زیادہ توجہ ہونا بھی ظاہر ہے پھر جب کہ حُسنِ آواز اس کے ساتھ مل جاوے تو سونے پر سہاگہ ہے، جتنی بھی توجہ ہو ظاہر ہے اور انبیاءؑ کے بعد الْاَفضَل فَالْاَفضَل حسبِ حیثیت پڑھنے والے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

(۲۶) عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَشَدُّ اُذُنًا اِلٰى قَارِئِ الْقُرْاٰنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ اِلٰى قَيْنَتِهٖ۔

فُضالہ ابن عُبیدؓ نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ قاری کی آواز کی طرف اس شخص سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو اپنی گانے والی باندی کا گانا سُن رہا ہو۔

(رواه ابن ماجة و ابن حبان والحاكم كذا فی شرح الاحياء قلت وقال الحاكم صحيح على شرطهما وقال الذهبی منقطع)

گانے کی آواز کی طرف فطرۃً اور طبعاً توجہ ہوتی ہے مگر شرعی روک کی وجہ سے دیندار لوگ ادھر متوجہ نہیں ہوتے لیکن گانے والی اپنی مملوکہ ہو تو اس کا گانا سننے میں کوئی شرعی نقص بھی نہیں اس لئے اس طرف کامل توجہ ہوتی ہے۔ البتہ کلام پاک میں یہ ضروری ہے کہ گانے کی آواز میں نہ پڑھا جائے۔ احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے: اِیَّاکُمْ وَلُحُوْنَ اَھْلِ الْعِشْقِ (الحدیث) یعنی اس سے بچو کہ جس طرح عاشق غزلوں کی آواز بنا بنا کر موسیقی قوانین پر پڑھتے ہیں اس طرح مت پڑھو۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گناہ گار ہے مگر گانے کے قواعد کی رعایت کئے بغیر خوش آوازی مطلوب ہے۔ حدیث میں متعدد جگہ اس کی ترغیب آئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے قرآن شریف کو مزین کرو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے کلام اللہ شریف کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ کوفہ کے نواح میں جا رہے تھے کہ ایک جگہ فساق کا مجمع ایک گھر میں جمع تھا۔ ایک گویا جس کا نام زاذان تھا گا رہا تھا اور سارنگی بجا رہا تھا۔ ابن مسعودؓ نے اس کی آواز سن کر ارشاد فرمایا۔ کیا ہی اچھی آواز تھی اگر قرآن شریف کی تلاوت میں ہوتی اور اپنے سر پر کپڑا ڈال کر گذرے ہوئے چلے گئے۔ زاذان نے ان کو بولتے ہوئے دیکھا۔ لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا عبداللہ بن مسعودؓ صحابی ہیں اور یہ ارشاد فرما گئے۔ اس پر اس مقولہ کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ حد نہیں اور قصہ مختصر کہ وہ اپنے سب آلات توڑ کر ابن مسعودؓ کے پیچھے لگ گئے اور علامہ وقت ہوئے۔ غرض متعدد روایات میں اچھی آواز سے تلاوت کی مدح آئی ہے مگر اس کے ساتھ ہی گانے کی آواز میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو، عشق بازوں اور یہود و نصاریٰ کی آواز میں مت پڑھو، عنقریب ایک قوم آنے والی ہے، جو گانے اور نوحہ کرنے والوں کی طرح سے قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی وہ تلاوت ذرا بھی ان کے لئے نافع نہ ہوگی خود بھی وہ لوگ فتنے میں پڑیں گے اور جن کو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہوگا ان کو بھی فتنہ میں ڈالیں گے طاؤسؒ کہتے ہیں کہ کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اچھی آواز سے پڑھنے والا کون شخص ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کہ جب تو اس کو تلاوت کرتے دیکھے تو محسوس

کرے کہ اس پر اللہ کا خوف ہے یعنی اس کی آواز سے مرعوب ہونا محسوس ہوتا ہو، اس سب کے ساتھ اللہ جلّ وعلا کا بڑا انعام یہ ہے کہ آدمی اپنی حیثیت وطاقت کے موافق اس کا مکلّف ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدّس کی طرف سے فرشتہ اس کام پر مقرر ہے کہ جو شخص کلام پاک پڑھے اور کما حقہٗ اس کو درست نہ پڑھ سکے تو وہ فرشتہ اس کو درست کرنے کے بعد اوپر لے جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ۔

(۲۷) عَنْ عُبَیْدَۃَ الْمُلَیْکِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَھْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْہُ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ مِنْ اٰنَآءِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَاَفْشُوْہُ وَتَغَنَّوْہُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تَعْجَلُوْا ثَوَابَہٗ فَاِنَّ لَہٗ ثَوَابًا (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

عُبَیدہ مُلَیکیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے قرآن والو قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ اور اس کی تلاوت شب وروز ایسی کرو جیسا کہ اس کا حق ہے کلام پاک کی اشاعت کرو اور اس کو اچھی آواز سے پڑھو اور اُس کے معانی میں تدبّر کرو تاکہ تم فلاح کو پہنچو اور اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو کہ (آخرت میں) اس کے لئے بڑا اجر وبدلہ ہے۔

حدیث بالا میں چند اُمور ارشاد فرمائے ہیں (۱) قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ۔ قرآن شریف سے تکیہ نہ لگانے کے دو مفہوم ہیں۔ اوّل یہ کہ اس پر تکیہ نہ لگاؤ کہ یہ خلافِ ادب ہے۔ ابنِ حجرؒ نے لکھا ہے کہ قرآن پاک پر تکیہ لگانا، اس کی طرف پاؤں پھیلانا، اس کی طرف سے پشت کرنا، اس کو روندنا وغیرہ حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ کنایہ ہے غفلت سے کہ کلام پاک برکت کے واسطے تکیہ ہی پر رکھا رہتا ہے جیسا کہ بعض مزارات پر دیکھا گیا کہ قبر کے سرہانے برکت کے واسطے رِحل پر رکھا رہتا ہے۔ یہ کلام پاک کی حق تلفی ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے۔ (۲) اور اس کی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے۔ خود کلام پاک میں بھی اس کی طرف متوجہ فرمایا گیا۔ ارشاد ہے اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ (جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے) یعنی جس عزت سے بادشاہ کا فرمان اور جس شوق سے محبوب کا کلام پڑھا جاتا ہے اسی طرح پڑھنا چاہیئے (۳) اور اس کی اشاعت

کرو، یعنی تقریر سے تحریر سے ترغیب سے عملی شرکت سے جس طرح ہو سکے اس کی اشاعت جتنی ہو سکے کرو۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلامِ پاک کی اشاعت اور اس کے پھیلانے کا حکم فرماتے ہیں۔ لیکن ہمارے روشن دماغ اس کے پڑھنے کو فضول بتلاتے ہیں اور ساتھ ہی حبِّ رسولؐ اور حبِّ اسلام کے لمبے چوڑے دعوے بھی ہاتھ سے نہیں جاتے ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی … کیں رہ کہ تو می روی بترکستان است

آقا کا حکم ہے کہ قرآن پاک کو پھیلاؤ، مگر ہمارا عمل ہے کہ جو کوشش اس کی رکاوٹ میں ہو سکے دریغ نہ کریں گے۔ جبریہ تعلیم کے قوانین بنوائیں گے تاکہ بچے بجائے قرآن پاک کے پرائمری پڑھیں؛ ہمیں اس پر غصہ ہے کہ مکتب کے میاں جی بچوں کی عمر ضائع کر دیتے ہیں اس لئے ہم وہاں نہیں پڑھانا چاہتے۔ مُسلّم وہ یقیناً کوتاہی کرتے ہیں مگر ان کی کوتاہی سے آپ سبک دوش ہو جاتے ہیں یا آپ پر سے قرآن پاک کی اشاعت کا فریضہ ہٹ جاتا ہے۔ اس صورت میں تو یہ فریضہ آپ پر عائد ہوتا ہے۔ وہ اپنی کوتاہیوں کے جواب دہ ہیں۔ مگر ان کی کوتاہی سے آپ بچوں کو جبراً قرآن پاک کے مکاتب سے ہٹا دیں اور ان کے والدین پر نوٹس جاری کرائیں کہ وہ قرآن پاک حفظ یا ناظرہ پڑھانے سے مجبور ہوں اور اس کا وبال آپ کی گردن پر رہے، یہ حُمّیٰ دِق کا علاج سنکھیا سے نہیں تو اور کیا ہے۔ عدالت عالیہ میں اپنے اس جواب کو اس لئے جبراً تعلیم قرآن سے ہٹا دیا کہ مکتب کے میاں جی بہت بُری طرح سے پڑھاتے تھے آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ کتنا وزن رکھتا ہے۔ بنئے کی دکان پر جانے کے واسطے یا انگریزوں کی چاکری کے واسطے ہم کی تعلیم اہمیت رکھتی ہو مگر اللہ کے یہاں تعلیم قرآن سب سے اہم ہے۔ (۴) خوش آوازی سے پڑھو جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں گذر چکا۔ (۵) اور اس کے معنی میں غور کرو۔ تورات سے احیاء میں نقل کیا ہے۔ حق سبحانہٗ وتقدس ارشاد فرماتے ہیں: اے میرے بندے تجھے مجھ سے شرم نہیں آتی۔ تیرے پاس راستے میں کسی دوست کا خط آجاتا ہے تو چلتے چلتے راستے میں ٹھہر جاتا ہے، الگ کو بیٹھ کر غور سے پڑھتا ہے، ایک ایک لفظ پر غور کرتا ہے۔ میری کتاب تجھ پر گذرتی ہے میں نے اس میں سب کچھ واضح کر دیا ہے۔ بعض اہم امور کا بار بار تکرار کیا ہے تاکہ تو اس پر غور کرے اور تو بے پرواہی سے اُڑا دیتا ہے۔ کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی ذلیل ہوں۔ اے میرے بندے تیرے بعض دوست تیرے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں تو ہمہ تن ادھر متوجہ ہو جاتا ہے، کان لگاتا ہے غور کرتا ہے

کوئی بیچ میں تجھ سے بات کرنے لگتا ہے تو تو اشارے سے اُس کو روکتا ہے منع کرتا ہے۔ میں تجھ سے اپنے کلام کے ذریعے سے باتیں کرتا ہوں اور تو ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں اھ۔ تدبر اور غور کرنے کے متعلق کچھ مقدمہ میں اور کچھ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں مذکور ہو چکا ہے۔ (۶) اور اس کا بدلہ دُنیا میں نہ چاہو۔ یعنی تلاوت پر کوئی معاوضہ نہ لو، کہ آخرت میں اس کا بہت بڑا معاوضہ ملنے والا ہے۔ دنیا میں اگر اس کا معاوضہ لے لیا جاوے گا تو ایسا ہے جیسا کہ روپیوں کے بدلے کوئی شخص کوڑیوں پر رضی ہو جاوے۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ جب میری اُمت دینار و درہم کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی، اسلام کی ہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب اَمْر بِالْمَعْرُوف اور نَہْی عَنِ الْمُنْکَر چھوڑ دے گی تو برکتِ وحی سے یعنی فہمِ قرآن سے محروم ہو جاتے گی۔ کَذَا فِی الْاِحْیَاءِ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔

(۲۸) عَنْ وَاثِلَةَ رض رَفَعَهٗ اُعْطِیْتُ مَکَانَ التَّوْرٰةِ السَّبْعَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الزَّبُوْرِ الْمِئِیْنَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الْاِنْجِیْلِ الْمَثَانِیَ وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ۔ (لاحمد والکبیر کذا فی جمع الفوائد)

واثلہ رض نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے نقل کیا ہے کہ مجھے تورات کے بدلہ میں سبع طُوَل ملی ہیں اور زبور کے بدلہ میں مِئِین اور انجیل کے بدلہ میں مَثَانی اور مُفَصَّل مخصوص ہیں میرے ساتھ۔

کلام پاک کی اوّل سات سورتیں طُوَل کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد کی گیارہ سورتیں مِئِین کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد کی بیس سورتیں مَثَانی۔ اس کے بعد ختمِ قرآن تک مُفَصَّل۔ یہ مشہور قول ہے۔ بعض بعض سورتوں میں اختلاف بھی ہے کہ یہ طُوَل میں داخل ہیں یا مِئِین میں، اسی طرح مَثَانی میں داخل ہیں یا مُفَصَّل میں۔ مگر حدیث شریف کے مطلب و مقصود میں اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں آتا۔ مقصد یہ ہے کہ جس قدر کُتُبِ مشہورہ سماویہ پہلے نازل ہوئی ہیں اُن سب کی نظیر قرآن شریف میں موجود ہے اور اُن کے علاوہ مُفَصَّل اس کلام پاک میں مخصوص ہے جس کی مثال پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔

(۲۹) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ جَلَسْتُ فِیْ عِصَابَةٍ مِّنْ ضُعَفَآءِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَاِنَّ بَعْضَهُمْ لَیَسْتَتِرُ

اُبُو سعید خُدری رض کہتے ہیں کہ میں ضُعَفَاء مُہاجرین کی جماعت میں ایک مرتبہ بیٹھا ہوا تھا۔ ان لوگوں کے پاس کپڑا بھی اتنا نہ تھا کہ جس سے

بِبَعْضٍ مِّنَ الْعُرْيِ وَقَارِئٌ يَقْرَأُ
عَلَيْنَا اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا قَامَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَكَتَ الْقَارِئُ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا
كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قُلْنَا نَسْتَمِعُ اِلٰى
كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِيْ جَعَلَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ اُمِرْتُ
اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِيْ مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ
وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهٖ فِيْنَا ثُمَّ
قَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا فَتَحَلَّقُوْا وَبَرَزَتْ
وُجُوْهُهُمْ لَهٗ فَقَالَ اَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ
صَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ بِالنُّوْرِ التَّامِّ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ
اَغْنِيَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ
وَذٰلِكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ۔

(رواہ ابوداؤد)

پورا بدن ڈھانپ لیں۔ بعض لوگ بعض کی اوٹ کرتے تھے اور ایک شخص قرآن شریف پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور بالکل ہمارے قریب کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ کے آنے پر قاری چپ ہو گیا تو حضورؐ نے سلام کیا اور پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے ہم نے عرض کیا کہ کلام اللہ سن رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمام تعریف اُس اللہ کے لئے ہے جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان میں ٹھہرنے کا حکم کیا گیا۔ اس کے بعد حضورؐ ہمارے بیچ میں بیٹھ گئے تاکہ سب کے برابر رہیں، کسی کے قریب کسی سے دُور نہ ہوں۔
اس کے بعد سب کو حلقہ کرکے بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ سب حضورؐ کی طرف منہ کرکے بیٹھ گئے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے فقراء مُہاجرین تمہیں مُژدہ ہو، قیامت کے دن نُورِ کامل کا اور اس بات کا کہ تم اغنیاء سے آدھے دن پہلے جنّت میں داخل ہو گے اور یہ آدھا دن پانسو برس کی برابر ہوگا۔

ننگے بدن سے بظاہر محلِ ستر کے علاوہ مراد ہے۔ مجمع میں ستر کے علاوہ اور بدن کے کھلنے سے بھی حجاب معلوم ہوا کرتا ہے اس لئے ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ گئے تھے کہ بدن نظر نہ آوے۔ حضورؐ کے تشریف لانے کی اوّل تو ان لوگوں کو اپنی مشغولی کی وجہ سے خبر نہ ہوئی

لیکن جب حضورؐ بالکل سر پر تشریف لے آئے تو معلوم ہوا، اور قاری ادب کی وجہ سے خاموش ہو گئے۔

حضورؐ کا دریافت فرمانا بظاہر اظہارِ مسرت کے لئے تھا ورنہ حضورؐ قاری کو پڑھتے ہوئے دیکھ ہی چکے تھے۔ آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ[1] اور اسی وجہ سے بظاہر جہاں قیامت کا ذکر آتا ہے غدًا کے ساتھ آتا ہے جس کے معنیٰ کل آئندہ کے ہیں لیکن یہ سب باعتبار اغلب اور عام مومنین کے ہے ورنہ کافرین کے لئے وارد ہوا ہے، فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ[2] ایسا دن جو پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ اور خواصِ مومنین کے لئے حسبِ حیثیت کم معلوم ہوگا۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ بعض مومنین کے لئے بمنزلہ دو رکعت فجر کے ہوگا۔ قرآن شریف کے پڑھنے کے فضائل جیساکہ بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں بیحد ہیں، اس کے سننے کے فضائل بھی متعدد روایات میں آئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ سیّدُ المرسلینؐ کو ایسی مجلس میں شرکت کا حکم ہوا ہے جیساکہ اس روایت سے معلوم ہوا۔ بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ قرآن پاک کا سننا پڑھنے سے بھی زیادہ افضل ہے اس لئے کہ قرآن پاک کا پڑھنا نفل ہے اور سننا فرض، اور فرض کا درجہ نفل سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے۔ جس میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ نادار جو صبر کرنے والا ہو، اپنے فقر و فاقہ کو کسی پر ظاہر نہ کرتا ہو، وہ افضل ہے یا وہ مالدار جو شکر کرنے والا ہو، حقوق ادا کرنے والا ہو۔ اس حدیث سے صابر حاجت مند کی افضلیت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

(۳۰) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰی اٰیَةٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ کُتِبَتْ لَہٗ حَسَنَةٌ مُّضَاعَفَةٌ وَمَنْ تَلَاھَا کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا یَّوْمَ الْقِیَامَةِ۔

ابوہریرہؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک آیت کلام اللہ کی سنے اس کے لئے دو چندنیکی لکھی جاتی ہے اور جو تلاوت کرے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

(رواہ احمد عن عبادة بن میسرة واختلف فی توثیقہ عن الحسن عن ابی ھریرة

[1] حج-۶ [2] معارج-۱

والجمہور علی ان الحسن لم یسمع عن ابی ہریرۃ)
مُحدِّثین نے سند کے اعتبار سے اگرچہ اس میں کلام کیا ہے مگر مضمون بہت سی روایات سے مؤیّد ہے کہ کلام پاک کا سُننا بھی بہت اجر رکھتا ہے حتّٰی کہ بعض لوگوں نے اس کو پڑھنے سے بھی افضل بتلایا ہے ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ منبر پر تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن شریف سُنا۔ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ پر تو خود نازل ہی ہوا حضورؐ کو کیا سُناؤں۔ ارشاد ہوا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سُنوں۔ اس کے بعد انہوں نے سُنایا تو حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ایک مرتبہ سالم مولیٰ حذیفہؓ کلام مجید پڑھ رہے تھے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دیر تک کھڑے ہوئے سُنتے رہے۔ ابُو موسیٰ اشعری رضؓ کا قرآن شریف سُنا تو تعریف فرمائی۔

(۳۱) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ۔

عُقبہ بن عامرؓ نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ کا آواز سے پڑھنے والا علانیہ صدقہ کرنے والے کے مُشابہ ہے اور آہستہ پڑھنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی والحاکم وقال علی شرط البخاری)
صَدقہ بعض اوقات علانیہ افضل ہوتا ہے جس وقت دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو یا اور کوئی مَصلحت ہو، اور بعض اوقات مخفی افضل ہوتا ہے جہاں ریا کا شبہ ہو یا دوسرے کی تذلیل ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کلامُ اللہ شریف کا بعض اوقات میں آواز سے پڑھنا افضل ہے، جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو اور اس میں دوسرے کے سُننے کا ثواب بھی ہوتا ہے، اور بعض اوقات آہستہ پڑھنا افضل ہوتا ہے جہاں دوسروں کو تکلیف ہو یا ریا کا احتمال ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی وجہ سے زور سے اور آہستہ دونوں طرح پڑھنے کی مستقل فضیلتیں بھی آئی ہیں کہ بعض اوقات یہ مناسب تھا اور بعض وقت وہ افضل تھا۔ آہستہ پڑھنے کی فضیلت پر بہت سے لوگوں نے خود اس صدقہ والی حدیث سے بھی اِستدلال کیا ہے۔ بیہقی رحؒ نے کتابُ الشُعب میں (مگر یہ روایت بقواعد محدّثین ضعیف ہے) حضرت عائشہ رضؓ سے نقل کیا ہے کہ آہستہ کا عمل علانیہ کے عمل سے ستّر حصّہ زیادہ بڑھ جاتا

ہے۔ جابرؓ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے نقل کیا ہے کہ پکار کر اس طرح مت پڑھو کہ ایک کی آواز دوسرے کے ساتھ خلط ہو جائے۔ عمر بن عبد العزیزؒ نے مسجدِ نبوی میں ایک شخص کو آواز سے تلاوت کرتے سُنا تو اس کو منع کرا دیا۔ پڑھنے والے نے کچھ حُجّت کی تو عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ اگر اللہ کے واسطے پڑھتا ہے تو آہستہ پڑھ اور لوگوں کی خاطر پڑھتا ہے تو پڑھنا بیکار ہے۔ اسی طرح حضورؐ سے پکار کر پڑھنے کا ارشاد بھی نقل کیا گیا۔ شرحِ احیاء میں دونوں طرح کی روایات و آثار ذکر کئے گئے۔

(۳۲) عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْقُرْاٰنُ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ وَّمَاحِلٌ مُّصَدَّقٌ مَنْ جَعَلَہٗ اَمَامَہٗ قَادَہٗ اِلَی الْجَنَّۃِ وَمَنْ جَعَلَہٗ خَلْفَ ظَہْرِہٖ سَاقَطَہٗ اِلَی النَّارِ۔

(رواہ ابن حبان والحاکم مطولا وصححہ)

جابرؓ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے نقل کیا کہ قرآن پاک ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑالو ہے کہ جس کا جھگڑا تسلیم کر لیا گیا جو شخص اُس کو اپنے آگے رکھے اس کو یہ جنّت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اس کو پسِ پشت ڈال دے اس کو یہ جہنّم میں گرا دیتا ہے۔

یعنی جس کی یہ شفاعت کرتا ہے اس کی شفاعت حق تعالیٰ شانُہٗ کے یہاں مقبول ہے اور جس کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے اور جھگڑے کی تفصیل حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں گذر چکی ہے کہ اپنی رعایت رکھنے والوں کے لئے درجات کے بڑھانے میں اللہ کے دربار میں جھگڑتا ہے اور اپنی حق تلفی کرنے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ میرا حق کیوں نہیں ادا کیا۔ جو شخص اس کو اپنے پاس رکھ لے یعنی اس کا اِتّباع اور اس کی پیروی اپنا دستور العمل بنا لے اس کو جنّت میں پہنچا دیتا ہے اور جو اس کو پشت کے پیچھے ڈال دے یعنی اُس کا اِتّباع نہ کرے، اس کا جہنّم میں گرنا ظاہر ہے۔ بندہ کے نزدیک کلام پاک کے ساتھ لاپرواہی برتنا بھی اس کے مفہوم میں داخل ہو سکتا ہے۔ مُتعدّد احادیث میں کلامُ اللہ شریف کے ساتھ بے پروائی پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ بخاری شریف کی اس طویل حدیث میں جس میں نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو بعض سزاؤں کی سیر کرائی گئی۔ ایک شخص کا حال دکھلایا گیا جس کے سر پر ایک پتھر اس زور سے مارا جاتا تھا کہ اس کا سر کچل جاتا تھا۔ حضورؐ کے دریافت فرمانے پر بتلایا گیا کہ اس شخص کو حق تعالیٰ شانُہٗ نے اپنا کلام پاک سکھلایا تھا مگر اس نے نہ

شب کو اس کی تلاوت کی نہ دن میں اس پر عمل کیا لہذا قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ رہے گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف کے ساتھ اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں کہ درحقیقت کلام اللہ شریف اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے ساتھ بے توجہی پر جو سزا دی جاوے مناسب ہے۔

(۳۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصِّيَامُ وَ الْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ رَبِّ اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ فِي النَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ رَبِّ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ۔

(رواہ احمد وابن ابی الدنیا والطبرانی فی الکبیر والحاکم وقال صحیح علی ماشرط مسلم)

عبداللہ بن عمرو رض حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندہ کے لئے شفاعت کرتے ہیں روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا میری شفاعت قبول کیجئے پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

ترغیب میں "اَلطَّعَامَ وَالشَّرَابَ" کا لفظ ہے جس کا ترجمہ کیا گیا۔ حاکم میں شراب کی جگہ شہوات کا لفظ ہے یعنی میں نے روزہ دار کو دن میں کھانے اور خواہشاتِ نفسانیہ سے روکا۔ اس میں اشارہ ہے کہ روزہ دار کو خواہشاتِ نفسانیہ سے جدا رہنا چاہیئے اگرچہ وہ جائز ہوں جیسا کہ پیار کرنا، لپٹنا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ قرآن مجید جوانمرد کی شکل میں آئے گا اور کہے گا کہ میں ہی ہوں جس نے تجھے راتوں کو جگایا اور دن میں پیاسا رکھا۔ نیز اس حدیث شریف میں اشارہ ہے اس طرف کہ کلام اللہ شریف کے حفظ کا مُقتضٰی یہ ہے کہ رات کو نوافل میں اس کی تلاوت بھی کرے۔ حدیث نمبر ۲۷ میں اس کی تصریح بھی گذر چکی۔ خود کلام پاک میں مُتعدّد جگہ اس کی ترغیب نازل ہوئی۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ[۱]۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا[۲]۔ ایک جگہ ارشاد ہے يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ[۳]۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا

[۱] بنی اسرائیل۔ ۹ [۲] دھر۔ ۲۰ [۳] آل عمران۔ ۱۲۰

وَّ قِیَامًا ۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بعض مرتبہ تلاوت کرتے ہوئے تمام تمام رات گذر جاتی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض مرتبہ وتر کی ایک رکعت میں وہ تمام قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ایک رات میں تمام قرآن شریف پورا فرمالیا کرتے تھے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے ۲ دو رکعت میں کعبہ کے اندر تمام قرآن شریف پڑھا۔ ثابت بنانی رحمہ اللہ دن رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور اسی طرح ابو حرۃ رحمہ اللہ بھی۔ ابو شیخ ہنائی کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات میں دو قرآن مجید پورے اور تیسرے میں سے دس پارے پڑھے، اگر چاہتا تو تیسرا بھی پورا کرلیتا۔ صالح بن کیسان رحمہ اللہ جب حج کو گئے تو راستے میں اکثر ایک رات میں دو دو کلام مجید پورے کرتے تھے۔ منصور بن زاذان رحمہ اللہ صلوٰۃ الضحیٰ میں ایک کلام مجید اور دوسرا ظہر سے عصر تک پورا کرتے تھے اور تمام رات نوافل میں گذارتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ عمامہ کا شملہ تر ہوجاتا تھا۔ اسی طرح اور حضرات بھی جیسا کہ محمد بن نصر رحمہ اللہ نے قیام اللیل میں تخریج کیا ہے۔ شرح احیاء میں لکھا ہے کہ سلف کی عادات ختم قرآن مجید میں مختلف رہی ہے۔ بعض حضرات ایک ختم روزانہ کرتے تھے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ غیر رمضان المبارک میں، اور بعض دو ختم روزانہ کرتے تھے۔ جیسا کہ خود امام شافعی رحمہ اللہ صاحب کا معمول رمضان المبارک میں تھا اور یہی معمول اسود رحمہ اللہ اور صالح بن کیسان رحمہ اللہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا تھا۔ بعض کا معمول تین ختم روزانہ کا تھا چنانچہ سُلیم بن عتر رحمہ اللہ جو بڑے تابعین میں شمار کئے جاتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتح مصر میں شریک تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قصص کا امیر ان کو بنایا تھا۔ ان کا معمول تھا کہ ہر شب میں تین ختم قرآن شریف کے کرتے تھے۔ نووی رحمہ اللہ کتاب الاذکار میں نقل کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مقدار جو تلاوت کے باب میں ہم کو پہنچی ہے وہ ابن الکاتب کا معمول تھا کہ دن رات میں آٹھ قرآن شریف روزانہ پڑھتے تھے۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اس کی کوئی تحدید نہیں، پڑھنے والے کے نشاط پر موقوف ہے۔ اہل تاریخ نے امام اعظم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ رمضان شریف میں اکسٹھ قرآن شریف پڑھتے تھے ایک دن کا اور ایک رات کا اور ایک تمام رمضان شریف میں تراویح کا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین دن سے کم میں ختم کرنے والا تدبر نہیں کرسکتا۔ اسی وجہ سے ابن حزم رحمہ اللہ وغیرہ نے تین دن سے کم

میں ختم کو حرام بتلایا ہے۔ بندہ کے نزدیک یہ حدیث شریف باعتبار اکثر افراد کے ہے اس لئے کہ صحابہ رضؓ کی ایک جماعت سے اس سے کم میں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اسی طرح زیادتی میں بھی جمہور کے نزدیک تحدید نہیں جتنے ایام میں بسہولت ہو سکے کلام مجید ختم کرے مگر بعض علماء کا مذہب ہے کہ چالیس دن سے زائد ایک قرآن شریف میں خرچ نہ ہوں جس کا حاصل یہ ہے کہ کم از کم تین پاؤ روزانہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کسی وجہ سے کسی دن نہ پڑھ سکے تو دوسرے دن اس کی قضا کرلے۔ غرض چالیس دن کے اندر اندر ایک مرتبہ کلام مجید پورا ہو جاوے جمہور کے نزدیک اگرچہ یہ ضروری نہیں مگر جب بعض علماء کا مذہب ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس سے کم نہ ہو۔ نیز بعض احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ صاحبِؒ مجمع نے ایک حدیث نقل کی ہے، مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِیْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً فَقَدْ عَزَّبَ جس شخص نے قرآن شریف چالیس رات میں ختم کیا اُس نے بہت دیر کی بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ ہر مہینہ میں ایک ختم کرنا چاہیئے اور بہتر یہ ہے کہ سات روز میں ایک کلام مجید ختم کرلے کہ صحابہؓ کا معمول عامۃً یہی نقل کیا جاتا ہے۔ جمعہ کے روز شروع کرے اور سات روز میں ایک منزل روزانہ کر کے پنجشنبہ کے روز ختم کرلے۔ امام صاحبؒ کا مقولہ پہلے گذر چکا کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے لہٰذا اس سے کم کسی طرح نہ ہونا چاہیئے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ کلام پاک کا ختم اگر دن کے شروع میں ہو، تو تمام دن، اور رات کے شروع میں ہو تو تمام رات ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اس سے بعض مشائخ نے اِستنباط فرمایا ہے کہ گرمی کے ایام میں دن کے ابتداء میں ختم کرے اور موسم سرما میں ابتدائی شب میں تاکہ بہت سا وقت ملائکہ کی دُعا کا مُیَسَّر ہو۔

(۳۴) عَنْ سَعِیْدِ بْنِ سُلَیْمٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اَفْضَلُ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ لَا نَبِیٌّ وَّلَا مَلَکٌ وَّلَا غَیْرُهٗ

سعیدؒ بن سُلیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا نہ کوئی نبیؑ نہ فرشتہ وغیرہ۔

(قال العراقی رواہ عبد الملک بن حبیب کذا فی شرح الاحیاء)

کلام اللہ شریف کا شفیع اور اس درجہ کا شفیع ہونا جس کی شفاعت مقبول ہے اور بھی متعدد روایات سے معلوم ہو چکا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے میرے اور تمھارے لئے اس کو شفیع بنا دے نہ کہ فریق مخالف اور مُدّعی۔ لآلی مصنوعہ (نام کتاب) میں بزّار کی روایت سے نقل کیا ہے اور وضع کا حکم بھی اس پر نہیں لگایا کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کے سرہانے نہایت حسین و جمیل صورت میں ایک شخص ہوتا ہے۔ جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن کے اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے۔ جب دفن کرنے کے بعد لوگ لوٹتے ہیں اور مُنکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی میں کریں مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے، میرا دوست ہے میں کسی حال بھی اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ تم سوالات کے اگر مامور ہو تو اپنا کام کرو۔ میں اس وقت اس سے جُدا نہیں ہو سکتا کہ جنّت میں داخل کراؤں۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے کہ میں ہی وہ قرآن ہوں جس کو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ، تو بے فکر رہ۔ مُنکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے۔ اس کے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ ملأ اعلیٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو ریشم کا ہوتا ہے اور اس کے درمیان مشک بھرا ہوا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے بھی نصیب فرماویں اور تمھیں بھی۔ یہ حدیث بڑے فضائل پر شامل ہے جس کو تطویل کے خوف سے مختصر کر دیا ہے۔

(۳۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّۃَ بَیْنَ جَنْبَیْہِ غَیْرَ اَنَّہٗ لَا یُوْحٰی اِلَیْہِ لَا یَنْبَغِیْ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اَنْ یَّجِدَ مَعَ مَنْ وَّجَدَ وَلَا یَجْھَلَ مَعَ مَنْ جَھِلَ وَفِیْ جَوْفِہٖ کَلَامُ اللّٰہِ۔
(رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد)

عبداللہ بن عمروؓ نے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام اللہ شریف پڑھا اُس نے علومِ نبوّت کو اپنی پسلیوں کے درمیان لے لیا۔ گو اس کی طرف وحی نہیں بھیجی جاتی۔ حاملِ قرآن کے لئے مناسب نہیں کہ غصّہ والوں کے ساتھ غصّہ کرے یا جاہلوں کے ساتھ جہالت کرے حالانکہ اس کے پیٹ میں اللہ کا کلام ہے۔

چونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بعد ختم ہو گیا۔ اس لئے وحی تو اب آ نہیں سکتی لیکن چونکہ یہ حق سبحانہٗ وتقدس کا پاک کلام ہے اس لئے علمِ نبوت ہونے میں کیا تأمل ہے، اور جب کوئی شخص علومِ نبوت سے نوازا جاوئے تو نہایت ہی ضروری ہے کہ اس کے مناسب بہترین اخلاق پیدا کرے اور بُرے اَخلاق سے احتراز کرے۔ فُضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں کہ حافظِ قرآن اسلام کا جھنڈا اُٹھانے والا ہے اس کے لئے مناسب نہیں کہ لہو ولعب میں لگنے والوں میں لگ جاوے یا غافلین میں شریک ہو جاوے یا بے کار لوگوں میں داخل ہو جاوے۔

(۳۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَۃٌ لَایَهُوْلُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَلَایَنَالُهُمُ الْحِسَابُ هُمْ عَلٰى كَثِيْبٍ مِّنْ مِّسْكٍ حَتّٰى يُفْرَغَ مِنْ حِسَابِ الْخَلَائِقِ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰہِ وَاَمَّ بِهٖ قَوْمًا وَهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ وَدَاعٍ يَدْعُوْ اِلَى الصَّلٰوةِ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰہِ وَرَجُلٌ اَحْسَنَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ رَبِّهٖ وَفِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَوَالِيْهِ۔

(رواہ الطبرانی فی المعاجم الثلاثۃ)

اِبنِ عمرؓ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا اِرشاد نقل کرتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو قیامت کا خوف دامن گیر نہ ہو گا نہ ان کو حساب کتاب دینا پڑیگا اتنے مخلوق اپنے حساب کتاب سے فارغ ہو۔ وہ مُشک کے ٹیلوں پر تفریح کریں گے۔ ایک وہ شخص جس نے اللہ کے واسطے قرآن شریف پڑھا اور امامت کی اس طرح پر کہ مقتدی اس سے راضی رہے دوسرا وہ شخص جو لوگوں کو نماز کے لئے بلاتا ہو صرف اللہ کے واسطے۔ تیسرا وہ شخص جو اپنے مالک سے بھی اچھا معاملہ رکھے اور اپنے ماتحتوں سے بھی۔

قیامت کی سختی، اس کی دہشت، اس کا خوف، اس کی مصیبتیں اور تکالیف ایسی نہیں کہ کسی مسلمان کا دل اس سے خالی ہو یا بے خبر ہو۔ اس دن میں کسی بات کی وجہ سے بے فکری نصیب ہو جاوے یہ بھی لاکھوں نعمتوں سے بڑھ کر اور کروڑوں راحتوں سے مُغتنم ہے پھر اس کے ساتھ اگر تفریح وتنعُّم بھی نصیب ہو جاوے تو خوشا نصیب اس شخص کے جس کو یہ مُیَسّر ہو اور بربادی وخسران ہے ان بے حسوں کے لئے جو اس کو لغو بیکار اور اضاعتِ وقت

سمجھتے ہیں. معجم کبیر میں اس حدیث شریف کے شروع میں روایت کرنے والے صحابی عبد اللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ غرض سات دفعہ یہ لفظ کہا یعنی اگر سات مرتبہ نہ سنا ہوتا کبھی نقل نہ کرتا۔

(۳۷) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ لَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ اٰیَۃً مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکَ مِنْ اَنْ تُصَلِّیَ مِائَۃَ رَکْعَۃٍ وَلَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِہٖ اَوْلَمْ یُعْمَلْ بِہٖ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تُصَلِّیَ اَلْفَ رَکْعَۃٍ

(رواہ ابن ماجۃ باسناد حسن)

ابوذرؓ کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعات سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

بہت سی احادیث اس مضمون میں وارد ہیں کہ علم کا سیکھنا عبادت سے افضل ہے. فضائلِ علم میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں اُن کا احاطہ بالخصوص اس مختصر میں دشوار ہے. حضورؐ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ عالِم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیہہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

(۳۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ عَشْرَ اٰیَاتٍ فِیْ لَیْلَۃٍ لَمْ یُکْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ

رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم

ابوہریرہؓ نے حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں غافلین سے شمار نہیں ہو گا۔

دس آیات کی تلاوت سے جس کے پڑھنے میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں تمام رات کی غفلت سے نکل جاتا ہے. اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو گی۔

(۳۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْمَکْتُوْبَاتِ لَمْ یُکْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ وَمَنْ قَرَأَ فِیْ لَیْلَۃٍ مِائَۃَ اٰیَۃٍ کُتِبَ مِنَ الْقَانِتِیْنَ۔

(رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح علی شرطھما)

ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں فرض نمازوں پر مداومت کرے وہ غافلین سے نہیں لکھا جاوے گا جو شخص سو آیات کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں قانتین سے لکھا جاوے گا۔

حسن بصری نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص سو آیتیں رات کو پڑھے کلام اللہ شریف کے مطالبے سے بچ جاوے گا جو دو سو پڑھ لے تو اس کو رات بھر کی عبادت کا ثواب ملے گا اور جو پانچسو سے ہزار تک پڑھ لے اس کے لئے ایک قنطار ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ قنطار کیا ہوتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بارہ ہزار کے برابر (درہم مراد ہوں یا دینار)

(۴۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَتَکُوْنُ فِتَنٌ قَالَ فَمَا الْمَخْرَجُ مِنْھَا یَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ کِتَابُ اللّٰہِ۔

(رواہ رزین کذا فی الرحمۃ المھداۃ)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے۔ انھوں نے کہا کہ قرآن شریف۔

کتاب اللہ پر عمل بھی فتنوں سے بچنے کا کفیل ہے اور اس کی تلاوت کی برکت بھی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے۔ حدیث نمبر ۲۲ میں گذر چکا کہ جس گھر میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے سکینہ اور رحمت اس گھر میں نازل ہوتی ہے اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں۔ فتنوں سے مراد خروج دجال، فتنۂ تاتار وغیرہ علماء نے بتلائے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک طویل روایت میں حدیث بالا کا مضمون وارد ہوا ہے کہ حضرت علیؓ کی روایت میں وارد ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ تم کو اپنے کلام کے پڑھنے کا حکم فرماتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی قوم اپنے

قلعہ میں محفوظ ہو اور اس کی طرف کوئی دشمن مُتوجہ ہو کہ جس جانب سے بھی وہ حملہ کرنا چاہے اسی جانب میں اللہ کی کلام کو اس کا محافظ پاوے گا اور وہ اس دشمن کو دفع کر دے گا۔

خاتمہ

فِیْ عِدَّۃِ رِوَایَاتٍ زَائِدَۃٍ عَلَی الْاَرْبَعِیْنَۃِ لَابُدَّ مِنْ ذِکْرِھَا لِاَغْرَاضٍ تُنَاسِبُ الْمَقَامَ

(۱) عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ عُمَیْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ فَاتِحَۃِ الْکِتَابِ شِفَاءٌ مِّنْ کُلِّ دَاءٍ۔ (رواہ الدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)

عبدالملک بن عمیرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفاء ہے۔

خاتمہ میں بعض ایسی سورتوں کے فضائل ہیں جو پڑھنے میں بہت مختصر لیکن فضائل میں بہت بڑھی ہوئی ہیں اور اسی طرح دو ایک ایسے خاص امر ہیں جن پر تنبیہ قرآن پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے۔

سورۂ فاتحہ کے فضائل بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابیؓ نماز پڑھتے تھے حضورؐ نے ان کو بلایا وہ نماز کی وجہ سے جواب نہ دے سکے۔ جب فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر جواب کیوں نہیں دیا۔ انھوں نے نماز کا عذر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قرآن شریف کی آیت میں نہیں پڑھا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ[ک] (اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو جب بھی وہ تم کو بلاویں) پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے قرآن شریف کی سب سے بڑی سورت یعنی سب سے افضل بتلاؤں گا۔ پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اَلْحَمْدُ کی سات آیتیں ہیں۔ یہ سَبْعِ مَثَانِیْ ہیں اور قرآن عظیم۔ بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں تھا وہ سب کلام پاک میں آگیا اور جو کلام پاک میں ہے وہ سب سورۂ فاتحہ میں آگیا اور جو کچھ فاتحہ میں

ک انفال - ۳

ہے وہ بسم اللہ میں آگیا اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس کی ب میں آگیا۔ اس کی شرح بتلاتے ہیں کہ ب کے معنی اس جگہ ملانے کے ہیں اور مقصود سب چیز سے بندہ کا اللہ جلّ شانہٗ کے ساتھ ملا دینا ہے۔ بعض نے اس کے ساتھ اضافہ کیا ہے کہ ب میں جو کچھ ہے وہ اس کے نقطہ میں آگیا یعنی وحدانیت کہ نقطہ اصطلاح میں کہتے ہیں اس چیز کو جس کی تقسیم نہ ہو سکتی ہو۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں تمام مقاصد دینی و دُنیوی آگئے۔ ایک دوسری روایت میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس جیسی سورت نازل نہیں ہوئی۔ نہ توراۃ میں، نہ انجیل میں، نہ زبور میں، نہ بقیہ قرآن پاک میں۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اگر سورہ فاتحہ کو ایمان و یقین کے ساتھ پڑھے تو ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے دینی ہو یا دُنیوی، ظاہری ہو یا باطنی، لکھ کر لٹکانا اور چاٹنا بھی امراض کے لئے نافع ہے۔ صحاح کی کتابوں میں وارد ہے کہ صحابہؓ نے سانپ بچھو کے کاٹے ہوؤں پر اور مرگی والوں پر اور دیوانوں پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور حضورؐ نے اس کو جائز بھی رکھا۔ نیز ایک روایت میں آیا ہے کہ سائبؓ بن یزید پر حضورؐ نے اس سورت کو دم فرمایا اور یہ سورت پڑھ کر لُعابِ دہن درد کی جگہ لگایا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سونے کے ارادہ سے لیٹے اور سورہ فاتحہ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلے، موت کے سوا ہر بلا سے امن پاوے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورۂ فاتحہ ثواب میں دو تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ عرش کے خاص خزانہ سے مجھ کو چار چیزیں ملی ہیں کہ اور کوئی چیز اس خزانہ سے کسی کو نہیں ملی (۱) سورہ فاتحہ (۲) آیۃ الکرسی (۳) سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور (۴) سورۂ کوثر۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حسن بصریؒ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جس نے سورۂ فاتحہ کو پڑھا اُس نے گویا توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن شریف کو پڑھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ابلیس کو اپنے اوپر نوحہ اور زاری اور سر پر خاک ڈالنے کی چار مرتبہ نوبت آئی۔ اوّل جب کہ اس پر لعنت ہوئی، دوسرے جب کہ اُس کو آسمان سے زمین پر ڈالا گیا۔ تیسرے جب کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نبوت ملی۔ چوتھے جب کہ سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔ شعبیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص اُن کے پاس آیا اور دردِ گردہ کی شکایت کی۔ شعبیؒ نے کہا کہ اساس القرآن

پڑھ کر درد کی جگہ دم کر۔ اس نے پوچھا کہ اَساسُ القرآن کیا ہے. شعبیؒ نے کہا سورۂ فاتحہ۔ مشائخ کے اعمال مجرّب میں لکھا ہے کہ سورۂ فاتحہ اسمِ اعظم ہے ہر مطلب کے لئے پڑھنی چاہیئے اور اس کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ صبح کی سنّت اور فرض کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے میم کے ساتھ الحمد للہ کا لام ملا کر اکتالیس بار چالیس دن تک پڑھے جو مطلب ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہو گا اور اگر کسی مریض یا جادو کئے ہوئے کے لئے ضرورت ہو تو پانی پر دم کر کے اس کو پلاوے۔ دوسرے یہ کہ نوچندی اتوار کو صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بلا قید میم ملانے کے ستّر بار پڑھے اور اس کے بعد ہر روز اسی وقت پڑھے اور دس دس بار کم کرتا جاوے یہاں تک کہ ہفتہ ختم ہو جاوے۔ اوّل مہینے میں اگر مطلب پورا ہو جاوے فبہا ورنہ دوسرے تیسرے مہینے میں اسی طرح کرے نیز اس سورت کا چینی کے برتن پر گلاب اور مُشک و زعفران سے لکھ کر اور دھو کر پلانا چالیس روز تک امراضِ مزمنہ[1] کے لئے مُجرّب ہے نیز دانتوں کے درد اور سر کے درد، پیٹ کے درد کے لئے سات بار پڑھ کر دم کرنا مجرّب ہے (یہ سب مضمون "مظاہر حق" سے مختصر طور سے نقل کیا گیا)

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آسمان کا ایک دروازہ آج کھلا ہے جو آج سے قبل کبھی نہیں کھلا تھا۔ پھر اس میں سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ نازل ہوا جو آج سے قبل کبھی نازل نہیں ہوا تھا۔ پھر اس فرشتہ نے عرض کیا کہ دو نوروں کی بشارت لیجئے جو آپ سے قبل کسی کو نہیں دیئے گئے۔ ایک سورۂ فاتحہ، دوسرا خاتمہ سورۂ بقرہ یعنی سورۂ بقرہ کا اخیر رکوع۔ اُن کو نور اس لئے فرمایا کہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے آگے آگے چلیں گے۔

(۲) عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍؒ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ یٰسٓ فِیْ صَدْرِ النَّھَارِ قُضِیَتْ حَوَائِجُہٗ

(رواہ الدارمی)

عطاء بن ابی رباحؒ کہتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہنچا ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو شروع دن میں پڑھے اس کی تمام دن کی حوائج پوری ہو جائیں۔

احادیث میں سورۂ یٰسٓ کے بھی بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ ایک روایت

[1] یعنی پرانے امراض

میں وارد ہوا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک دل ہؤا کرتا ہے، قرآن شریف کا دل سورۂ یٰسٓ ہے جو شخص سورۂ یٰسٓ پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے دس قرآنوں کا ثواب لکھتا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسٓ کو آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے پڑھا جب فرشتوں نے سُنا تو کہنے لگے کہ خوشحالی ہے اس اُمّت کے لئے جن پر یہ قرآن اُتارا جائے گا اور خوشحالی ہے اُن دِلوں کے لئے جو اس کو اُٹھائیں گے یعنی یاد کریں گے اور خوشحالی ہے ان زبانوں کے لئے جو اس کو تلاوت کریں گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو صرف اللہ کی رضا کے واسطے پڑھے اس کے پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں پس اس سورۃ کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورۂ یٰسٓ کا نام توراۃ میں مُنعِمہ ہے کہ اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہے اور یہ دنیا و آخرت کی مصیبت کو دُور کرتی ہے اور آخرت کی ہَول کو دور کرتی ہے۔ اس سورۃ کا نام رافعہ خافضہ بھی ہے یعنی مومنوں کے رُتبے بلند کرنے والی اور کافروں کو پست کرنے والی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سورۂ یٰسٓ میرے ہر اُمّتی کے دل میں ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے سورۂ یٰسٓ کو ہر رات میں پڑھا پھر مر گیا تو شہید مرا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو یٰسٓ کو پڑھتا ہے اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور جو بھوک کی حالت میں پڑھتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے اور جو راستہ گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ راستہ پالیتا ہے اور جو شخص جانور کے گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھے وہ پالیتا ہے اور جو ایسی حالت میں پڑھے کہ کھانا کم ہو جانے کا خوف ہو تو وہ کھانا کافی ہو جاتا ہے اور جو ایسے شخص کے پاس پڑھے جو نزع میں ہو تو اس پر نزع میں آسانی ہو جاتی ہے اور جو ایسی عورت پر پڑھے جس کے بچّہ ہونے میں دشواری ہو رہی ہو، اس کے لئے بچّہ جننے میں سُہولت ہوتی ہے۔ مُقریؒ کہتے ہیں کہ جب بادشاہ یا دشمن کا خوف ہو اور اس کے لئے سورۂ یٰسٓ پڑھے تو وہ خوف جاتا رہتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جس نے سورۂ یٰسٓ اور وَالصّٰٓفّٰت جمعہ کے دن پڑھی اور پھر اللہ سے دعا کی اس کی دعا پوری ہوتی ہے (اس کا بھی اکثر مظاہر حق سے منقول ہے مگر مشائخ حدیث کو بعض روایات کی صحت میں کلام ہے)

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ — ابن مسعودؓ نے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَۃَ الْوَاقِعَۃِ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ لَمْ تُصِبْہُ فَاقَۃٌ اَبَدًا وَکَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ یَاْمُرُ بَنَاتِہٖ یَقْرَأْنَ بِھَا کُلَّ لَیْلَۃٍ (رواہ البیہقی فی الشعب)

کہ جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے اس کو کبھی فاقہ نہیں ہوگا اور ابن مسعودؓ اپنی بیٹیوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہر شب میں اس سورۃ کو پڑھیں۔

سورۂ واقعہ کے فضائل بھی متعدد روایات میں وارد ہوئے ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سورۂ حدید اور سورۂ واقعہ اور سورۂ رحمٰن پڑھتا ہے وہ جنّت الفردوس کے رہنے والوں میں پکارا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۂ واقعہ سورۃ الغنیٰ ہے اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کو اپنی بیبیوں کو سکھاؤ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس کے پڑھنے کی تاکید منقول ہے مگر بہت ہی پست خیالی ہے کہ چار پیسے کے لئے اس کو پڑھا جاوے البتہ اگر غنائے قلب اور آخرت کی نیت سے پڑھے تو دنیا خود بخود ہاتھ جوڑ کر حاضر ہوگی۔

(۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ سُوْرَۃً فِی الْقُرْاٰنِ ثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰی غُفِرَلَہٗ وَھِیَ تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ۔

رواہ ابوداؤد واحمد والنسائی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ وابن حبان فی صحیحہ)

ابوہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف میں ایک سورت تیس آیات کی ایسی ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی مغفرت کراوے وہ سورت تبارک الذی ہے۔

سورۂ تبارک الذی کے متعلق بھی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سورۃ ہر مومن کے دل میں ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے تبارک الذی اور الم سجدہ کو مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھا گویا اُس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا۔ ایک روایت میں ہے، کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا۔ اس کے لئے ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور ستر برائیاں دُور کی جاتی ہیں ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اس کے لئے عبادتِ لیلۃ القدر کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔ (کذا فی المظاہر)

ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے ایک جگہ خیمہ لگایا۔ ان کو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے۔ اچانک ان خیمہ لگانے والوں نے اس جگہ کسی کو سورۃ تبارک الذی پڑھتے ہوئے سُنا تو حضورؐ سے آکر عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ سورۃ اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے اور نجات دینے والی ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک الم سجدہ اور سورۃ تبارک الذی نہ پڑھ لیتے تھے۔ خالدؒ بن معدان کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص بڑا گناہ گار تھا اور سورۃ سجدہ پڑھا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھتا تھا۔ اس سورت نے اپنے پَر اُس شخص پر پھیلا دیئے کہ اے رب یہ شخص میری بہت تلاوت کرتا تھا۔ اس کی شفاعت قبول کی گئی اور حکم ہوگیا کہ ہر خطا کے بدلے ایک نیکی دی جائے۔ خالد بن معدانؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری شفاعت قبول کر ورنہ مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے اور بمنزلہ پرندہ کے بن جاتی ہے اور اپنے پَر میت پر پھیلا دیتی ہے اور اس پر عذابِ قبر ہونے سے مانع ہوتی ہے اور یہی سارا مضمون وہ تبارک الذی کے بارے میں بھی کہتے ہیں۔ خالد بن معدانؒ اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک دونوں سورتیں نہ پڑھ لیتے۔ طاؤسؒ کہتے ہیں کہ یہ دونوں سورتیں تمام قرآن کی ہر سورۃ پر ساٹھ نیکیاں زیادہ رکھتی ہیں۔ عذابِ قبر کوئی معمولی چیز نہیں۔ ہر شخص کو مرنے کے بعد سب سے پہلے قبر سے سابقہ پڑتا ہے۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنّت و جہنّم کے تذکرہ سے بھی اتنا نہیں روتے جتنا کہ قبر سے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ قبر منازلِ آخرت میں سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس کے عذاب سے نجات پالے آئندہ کے واقعات اس کے لئے سہل ہوتے ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پائے تو آنے والے حوادث اس سے سخت ہوتے ہیں۔ نیز میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ قبر سے زیادہ متوحّش کوئی منظر نہیں (جمع الفوائد)
اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ بِفَضْلِكَ وَمَنِّكَ۔

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ بہترین

اَلْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ يَضْرِبُ مِنْ اَوَّلِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ آخِرَهٗ وَمِنْ آخِرِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ اَوَّلَهٗ كُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ۔

(رواه الترمذی کمافی الرحمة والحاکم وقال تفرد به صالح المری وهو من زهاد اهل البصرة الا ان الشیخین لم یخرجاه وقال الذهبی صالح متروك قلت هو من رواة ابی داؤد والترمذی)

اعمال میں سے کونسا عمل ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ حالِ مُرتَحِل. لوگوں نے پوچھا کہ حالِ مُرتَحِل کیا چیز ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ وہ صاحبُ القرآن ہے جو اوّل سے چلے حتیٰ کہ اخیر تک پہنچے اور اخیر کے بعد پھر اوّل پر پہنچے جہاں ٹھہرے پھر آگے چل دے۔

حال کہتے ہیں منزل پر آنے والے کو اور مُرتَحِل کوچ کرنے والے کو یعنی یہ کہ جب کلام پاک ختم ہوجائے تو پھر از سرِ نو شروع کرے۔ یہ نہیں کہ بس اب ختم ہوگیا دوبارہ پھر دیکھا جائے گا۔ کنزُ العُمّال کی ایک روایت میں اس کی شرح وارد ہوئی ہے اَلْخَاتِمُ الْمُفْتَتِحُ ختم کرنے والا اور ساتھ ہی شروع کرنے والا یعنی ایک قرآن ختم کرنے کے بعد ساتھ ہی دوسرا شروع کرلے۔ اسی سے غالباً وہ عادت ماخوذ ہے جو ہمارے دیار میں متعارف ہے کہ ختمِ قرآن شریف کے بعد مُفْلِحُوْنَ تک پڑھا جاتا ہے مگر اب لوگ اسی کو مستقل ادب سمجھتے ہیں اور پھر پورا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے. حالانکہ ایسا نہیں بلکہ دراصل معاً دوسرا قرآن شریف شروع کرنا بظاہر مقصود ہے جس کو پورا بھی کرنا چاہیئے۔ شرحِ احیاء میں اور علامہ سیوطیؒ نے اتقان میں بروایت دارمی نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھا کرتے تو سورۂ بقرہ سے مُفْلِحُوْنَ تک ساتھ ہی پڑھتے اور اس کے بعد ختمِ قرآن کی دعا فرماتے تھے.

(٦) عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنَ الْاِبِلِ فِيْ عُقُلِهَا۔

ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی خبر گیری کیا کرو قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قرآن پاک جلد نکل جانے والا ہے سینوں

سے بہ نسبت اونٹ کے اپنی رسیوں سے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

یعنی آدمی اگر جانور کی حفاظت سے غافل ہو جاوئے اور وہ رسی سے نکل جاوے تو بھاگ جاوے گا۔ اسی طرح کلامِ پاک کی اگر حفاظت نہ کی جاوے تو وہ بھی یاد نہیں رہے گا اور بھول جاوے گا۔ اور اصل بات یہ ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ یاد ہو جانا درحقیقت یہ خود قرآن شریف کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے ورنہ اس سے آدھی تہائی مقدار کی کتاب بھی یاد ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ قریب بہ مُحال ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانُہٗ نے اس کے یاد ہو جانے کو سورۂ قمر میں بطورِ احسان کے ذکر فرمایا اور بار بار اس پر تنبیہ فرمائی۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ کہ ہم نے قرآن پاک کو حفظ کرنے کے لئے سہل کر رکھا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا۔ صاحبِ جلالینؒ نے لکھا ہے کہ اِستفہام اس آیت میں امر کے معنیٰ میں ہے۔ تو جس چیز کو حق تعالیٰ شانُہٗ بار بار تاکید سے فرما رہے ہوں اس کو ہم مسلمان لغو اور حماقت اور بیکار اضاعتِ وقت سے تعبیر کرتے ہوں۔ اس حماقت کے بعد پھر بھی ہماری تباہی کے لئے کسی اور چیز کے انتظار کی ضرورت باقی ہے۔ تعجُّب کی بات ہے کہ حضرت عُزیرؑ اگر اپنی یاد سے تورات لکھا دیں تو اس کی وجہ سے اللہ کے بیٹے پکارے جاویں اور مسلمانوں کے لئے اللہ جلّ شانُہٗ نے اس لطف واحسان کو عام فرما رکھا ہے تو اس کی یہ قدردانی کی جاوئے فَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ بالجُملہ یہ مَحض حق تعالیٰ شانُہٗ کا لطف وانعام ہے کہ یہ یاد ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر کسی شخص کی طرف سے بے توجہی پائی جاتی ہے تو اس سے بھلا دیا جاتا ہے۔ قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر اُمّت کے گناہ پیش کئے گئے۔ میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں پایا کہ کوئی شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے قیامت کے دن اللہ کے دربار میں کوڑھی حاضر ہوگا۔ جمع الفوائد میں رزین کی روایت سے آیتِ ذیل کو دلیل بنایا ہے اقرأوا ان شئتم " قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا "۔ جو شخص ہمارے ذکر سے اعراض کرتا ہے اس کی زندگی تنگ کر دیتے ہیں اور قیامت کے روز اس کو اندھا اٹھائیں گے۔ وہ عرض کرے گا کہ یا اللہ میں تو آنکھوں والا تھا مجھے اندھا کیوں

کر دیا ارشاد ہوگا۔ اس لئے کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تُونے ان کو بھلا دیا۔ پس آج تو بھی اسی طرح بھلا دیا جائے گا یعنی تیری کوئی اعانت نہیں۔

(۷) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ يَتَاَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهٗ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

بُریدہؓ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اس کی وجہ سے کھاوے لوگوں سے قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ محض ہڈی ہوگا جس پر گوشت نہ ہوگا۔

یعنی جو لوگ قرآن شریف کو طلبِ دنیا کی غرض سے پڑھتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ہم میں عجمی و عربی ہر طرح کے لوگ ہیں جس طرح پڑھتے ہو پڑھتے رہو۔ عنقریب ایک جماعت آنے والی ہے جو قرآن شریف کے حُروف کو اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے یعنی خوب سنواریں گے۔ ایک ایک حرف کو گھنٹوں درست کریں گے اور مخارج کی رعایت میں خوب تکلّف کریں گے اور یہ سب دنیا کے واسطے ہوگا۔ آخرت سے اُن لوگوں کو کچھ بھی سروکار نہ ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ محض خوش آوازی بیکار ہے جب کہ اس میں اخلاص نہ ہو، محض دنیا کمانے کے واسطے کیا جاوے۔ چہرہ پر گوشت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اُس نے اَشْرَفُ الْاَشْیَاء کو ذلیل چیز کمانے کا ذریعہ کیا تو اَشْرَفُ الْاَعْضَاء چہرہ کو رونق سے محروم کر دیا جاتے گا۔ عِمران بن حُصَینؓ کا ایک واعظ پر گذر ہوا جو تلاوت کے بعد لوگوں سے کچھ طلب کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر اُنھوں نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھی اور فرمایا کہ میں نے حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سُنا ہے کہ جو شخص تلاوت کرے اس کو جو مانگنا ہو اللہ سے مانگے۔ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو پڑھنے کے بعد لوگوں سے بھیک مانگیں گے۔ مشائخ سے منقول ہے کہ جو شخص علم کے ذریعے سے دنیا کماوے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جوتے کو اپنے رخسار سے صاف کرے۔ اس میں شک نہیں کہ جوتا تو صاف ہو جاوے گا مگر چہرہ سے صاف کرنا حماقت کی منتہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى۔ الآیۃ[۱] (یہی لوگ ہیں جنھوں نے

[۱] بقرہ ۲۔

ہدایت کے بدلہ میں گمراہی خریدی ہے پس نہ ان کی تجارت کچھ نفع والی ہے اور نہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں) اُبَیؓ بن کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن شریف کی ایک سورت پڑھائی تھی اس نے ایک کمان مجھے ہَدیَہ کے طور سے دی۔ میں نے حضورؐ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کی ایک کمان تو نے لے لی۔ اس طرح کا واقعہ عُبادۃ بن الصَّامِتؓ نے اپنے متعلق نقل کیا اور حضورؐ کا جواب یہ نقل کیا کہ جہنم کی ایک چنگاری اپنے مونڈھوں کے درمیان لٹکا دی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اگر تو چاہے کہ جہنم کا ایک طوق گلے میں ڈالے تو اس کو قبول کر لے۔

یہاں پہنچ کر میں اُن حُفّاظ کی خدمت میں جن کا مقصود قرآن شریف کے مکتبوں سے فقط پیسہ ہی کمانا ہے بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ للہ اپنے منصب اور اپنی ذمہ داری کا لحاظ کیجئے۔ جو لوگ آپ کی بدنیتیوں کے حملہ کی وجہ سے کلام مجید پڑھانا یا حفظ کرانا بند کرتے ہیں اس کے وبال میں وہ تنہا گرفتار نہیں خود آپ لوگ بھی اس کے جواب دِہ اور قرآن پاک کے بند کرنے والوں میں شریک ہیں۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اشاعت کرنے والے ہیں لیکن درحقیقت اس اشاعت کے روکنے والے ہم ہی لوگ ہیں۔ جن کی بداَطواریاں اور بدنیتیاں دنیا کو مجبور کر رہی ہیں کہ وہ قرآن پاک ہی کو چھوڑ بیٹھیں۔ علماء نے تعلیم کی تنخواہ کو اس لئے جائز نہیں فرمایا کہ ہم لوگ اسی کو مقصود بنا لیں بلکہ حقیقتاً مدرسین کی اصل غرض صرف تعلیم اور اشاعتِ علم و قرآن شریف ہونے کی ضرورت ہے اور تنخواہ اس کا معاوضہ نہیں بلکہ رفع ضرورت کی ایک صورت ہے جس کو مجبوراً اور اضطرار کی وجہ سے اختیار کیا گیا۔

تتمہ

قرآن پاک کے ان سب فضائل اور خوبیوں کے ذکر کرنے سے مقصود اس کے ساتھ محبت پیدا کرنا ہے اس لئے کلام اللہ شریف کی محبت حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت کے لئے لازم و ملزوم ہے اور ایک کی محبت دوسرے کی محبت کا سبب ہوتی ہے۔ دنیا میں آدمی کی خِلقت صرف اللہ جلّ شانہٗ کی معرفت کے لئے ہوئی ہے اور آدمی کے عِلاوہ سب چیز کی خِلقت آدمی کے لئے ہے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند ٭ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار ٭ شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

کہتے ہیں بادل وہوا، چاند، سورج، آسمان وزمین غرض ہر چیز تیری خاطر کام میں مشغول ہے تاکہ تو اپنی حوائج ان کے ذریعے سے پوری کرے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھے کہ آدمی کی ضروریات کے لئے یہ سب چیزیں کس قدر فرماں بردار و مُطیع اور وقت پر کام کرنے والی ہیں اور تنبیہ کے لئے کبھی کبھی ان میں تخلّف بھی تھوڑی دیر کے لئے کر دیا جاتا ہے۔ بارش کے وقت بارش نہ ہونا، ہوا کے وقت ہوا نہ چلنا، اسی طرح گرہن کے ذریعے سے چاند، سورج غرض ہر چیز میں کوئی تغیر بھی پیدا کیا جاتا ہے تاکہ ایک غافل کے لئے تنبیہ کا تازیانہ بھی لگے۔ اس سب کے بعد کس قدر حیرت کی بات ہے کہ تیری وجہ سے یہ سب چیزیں تیری ضروریات کے تابع کی جاویں اور ان کی فرماں برداری بھی تیری اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب نہ بنے اور اطاعت و فرمانبرداری کے لئے بہترین مُعین محبت ہے اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ جب کسی شخص سے محبت ہو جاتی ہے، عشق و فریفتگی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کی اطاعت و فرماں برداری طبیعت اور عادت بن جاتی ہے اور اس کی نافرمانی ایسی ہی گراں اور شاق ہوتی ہے جیسے کہ بغیر محبت کے کسی کی اطاعت خلافِ عادت و طبع ہونے کی وجہ سے بار ہوتی ہے۔ کسی چیز سے محبت پیدا کرنے کی صورت اس کے کمالات وجمال کا مشاہدہ ہے۔ حواس ظاہرہ سے ہو یا حواسِ باطنہ میں اِستحضار سے۔ اگر کسی کے چہرے کو دیکھ کر بے اختیار اس سے وابستگی ہو جاتی ہے تو کسی کی دل آویز آواز بھی بسا اوقات مقناطیس کا اثر رکھتی ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد — بسا کیں دولت از گفتار خیزد

عشق ہمیشہ صورت ہی سے پیدا نہیں ہوتا بسا اوقات یہ مبارک دولت بات سے بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ کان میں آواز پڑ جانا اگر کسی کی طرف بے اختیار کھینچتا ہے تو کسی کے کلام کی خوبیاں، اس کے جوہر، اس کے ساتھ الفت کا سبب بن جاتی ہیں کسی کے ساتھ عشق پیدا کرنے کی تدبیر اہلِ فن نے یہ بھی لکھی ہے کہ اس کی خوبیوں کا اِستحضار کیا جاوے، اُس کے غیر کو دل میں جگہ نہ دی جاوے جیسا کہ عشق طبعی میں یہ سب باتیں بے اختیار ہوتی ہیں۔ کسی کا حسین چہرہ یا ہاتھ نظر پڑ جاتا ہے تو آدمی سعی کرتا ہے کوشش کرتا ہے کہ بقیہ اعضاء کو دیکھے تاکہ محبت میں اضافہ ہو، قلب کو تسکین ہو حالانکہ تسکین ہوتی نہیں۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کسی کھیت میں بیج ڈالنے کے بعد اگر اس کی آبپاشی کی خبر نہ لی گئی تو

پیداوار نہیں ہوتی. اگر کسی کی محبت دل میں بے اختیار آجانے کے بعد اس کی طرف اِلتفات نہ کیا جاوے، تو آج نہیں تو کل دل سے محو ہو جاوے گی لیکن اس کے خط و خال، سراپا اور رفتار و گفتار کے تصوّر سے اس قلبی بیج کو سینچتا رہے تو اس میں ہر لمحہ اضافہ ہوگا ؂

مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے　　اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

اس سبق کو بھلادو گے فوراً چھٹی مل جاوے گی. جتنا جتنا یاد کرو گے اتنا ہی جکڑے جاؤ گے. اسی طرح کسی قابلِ عشق سے محبت پیدا کرنی ہو تو اس کے کمالات اس کی دل آویزیوں کا تتبّع کرے، جوہروں کو تلاش کرے اور جس قدر معلوم ہو جاویں اس پر بس نہ کرے بلکہ اس سے زائد کا متلاشی ہو کہ فنا ہونے والے محبوب کے کسی ایک عضو کے دیکھنے پر قناعت نہیں کی جاتی. اس سے زیادہ کی ہوس جہاں تک کہ امکان میں ہو باقی رہتی ہے. حق سُبحانہٗ وتقدس جو حقیقتاً ہر جمال و حُسن کا منبع ہیں اور حقیقتاً دنیا میں کوئی بھی جمال ان کے علاوہ نہیں ہے یقیناً ایسے محبوب ہیں کہ جن کے کسی جمال و کمال پر بس نہیں، نہ اس کی کوئی غایت ان ہی بے نہایت کمالات میں سے ان کا کلام بھی ہے جس کے متعلق میں پہلے اِجمالاً کہہ چکا ہوں کہ اس اِنتساب کے بعد پھر کسی کمال کی ضرورت نہیں، عُشّاق کے لئے اس اِنتساب کے برابر اور کون سی چیز ہوگی ؂

اے گُل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

قطع نظر اس سے کہ اس اِنتساب کو اگر چھوڑ بھی دیا جاوئے کہ اس کا موجد کون ہے اور وہ کس کی صفت ہے تو پھر حضورِ اقدس صَلّی اللہُ علیہِ وسلّم کے ساتھ اس کو جو جو نسبتیں ہیں ایک مسلمان کی فریفتگی کے لئے وہ کیا کم ہیں. اگر اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو خود کلام پاک ہی میں غور کیجئے کہ کون سی خوبی دنیا میں ایسی ہے جو کسی چیز میں پائی جاتی ہے اور کلام پاک میں نہ ہو ؂

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار　　گل چیں بہار تو زداماں گلہ دارد

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر　　ادائیں لاکھ اور بیتاب دل ایک

احادیثِ سابقہ کو غور سے پڑھنے والوں پر مخفی نہیں کہ کوئی بھی چیز دنیا میں ایسی نہیں جس کی طرف احادیث بالا میں متوجہ نہ کر دیا ہو اور انواعِ محبّت و افتخار میں سے کسی نوع کا دلدادہ بھی ایسا نہ ہوگا کہ اسی رنگ میں کلام اللہ شریف کی افضلیت و برتری

اس نوع میں کمال درجہ کی نہ بتلادی گئی ہو۔ مثلاً کُلّی اور اجمالی بہترائی جو دنیا بھر کی چیزوں کو شامل ہے ہر جمال وکمال اس میں داخل ہے۔ سب سے پہلی حدیث (۱) نے کلی طور پر ہر چیز سے اس کی افضلیت اور برتری بتلادی، محبت کی کوئی سی نوع لے لیجئے کسی شخص کو اسباب غیر متناہیہ میں سے کسی وجہ سے کوئی پسند آتے۔ قرآن شریف اسی کُلّی افضلیت میں اس سے افضل ہے اس کے بعد بالعموم جو اسباب تعلق ومحبت ہوتے ہیں، جزئیات وتمثیل کے طور سے ان سب پر قرآن شریف کی افضلیت بتلادی گئی۔ حدیث (۲) اگر کسی کو ثمرات اور منافع کی وجہ سے کسی سے محبت ہوتی ہے تو اللہ جلّ شانہٗ کا وعدہ ہے کہ ہر مانگنے والے سے زیادہ عطا کروں گا۔ اگر کسی کو ذاتی فضیلت، ذاتی جوہر، ذاتی کمال سے کوئی بھاتا ہے تو اللہ جلّ شانہٗ نے بتلادیا کہ دنیا کی ہر بات پر قرآن شریف کو اتنی فضیلت ہے جتنی خالق کو مخلوق پر، آقا کو بندوں پر، مالک کو مملوک پر۔ حدیث (۳) اگر کوئی مال ومتاع، حشم وخدم اور جانوروں کا گرویدہ ہے اور کسی نوع کے جانور پالنے پر دل کھوئے ہوئے ہے تو جانوروں کے بے مشقت حاصل کرنے سے تحصیل کلام پاک کی افضلیت پر متنبہ کردیا۔ حدیث (۴) اگر کوئی صوفی منش تقدس وتقویٰ کا بھوکا ہے اس کے لئے سرگرداں ہے تو حضورؐ نے بتلادیا کہ قرآن کے ماہر کا ملائکہ کے ساتھ شمار ہے جن کی برابر تقویٰ کا ہونا مشکل ہے کہ ایک آن بھی خلاف اطاعت نہیں گزار سکتے مزید یہ فضیلت ہے کہ اگر کوئی شخص دوہرا حصہ ملنے سے افتخار کرتا ہے یا اپنی بڑائی اسی میں سمجھتا ہے کہ اس کی رائے دو رائیوں کے برابر شمار کی جاوے تو اٹکنے والے کے لئے دوہرا اجر ہے۔ حدیث (۵) اگر کوئی حاسد بداخلاقیوں کا متوالا ہے، دنیا میں حسد ہی کا خوگر ہوگیا ہو، اس کی زندگی حسد سے نہیں ہٹ سکتی تو حضورؐ نے بتلادیا کہ اس قابل جس کے کمال پر واقعی حسد ہوسکتا ہے وہ حافظِ قرآن ہے۔ حدیث (۶) اگر کوئی فواکہ کا متوالا ہے۔ اس پر جان دیتا ہے پھل بغیر اس کو چین نہیں پڑتا تو قرآن شریف ترنج کی مشابہت رکھتا ہے۔ اگر کوئی میٹھے کا عاشق ہے۔ مٹھائی بغیر اس کا گذر نہیں تو قرآن شریف کھجور سے زیادہ میٹھا ہے۔ حدیث (۷) اگر کوئی شخص عزت ووقار کا دلدادہ ہے۔ ممبری اور کونسل بغیر اس سے نہیں رہا جاتا تو قرآن شریف دنیا اور آخرت میں رفع درجات کا ذریعہ ہے۔ حدیث (۸) اگر کوئی شخص معین ومددگار چاہتا ہے ایسا جاں نثار

چاہتا ہے کہ ہر جھگڑے میں اپنے ساتھی کی طرف سے لڑنے کو تیار ہے تو قرآن شریف سلطان السلاطین، ملک الملوک شہنشاہ سے اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑنے کو تیار ہے مزید یہ فضیلت ہے کہ اگر کوئی نکتہ رس باریک بینیوں میں عمر خرچ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک ایک باریک نکتہ حاصل کر لینا دنیا بھر کی لذات سے اعراض کو کافی ہے تو بطنِ قرآن شریف دقائق کا خزانہ ہے مزید بر آن اسی طرح اگر کوئی شخص مخفی رازوں کا پتہ لگانا کمال سمجھتا ہے۔ محکمہ سی آئی ڈی میں تجربہ کو ہنر سمجھتا ہے عمر کھپاتا ہے، تو بطنِ قرآن شریف ان اسرارِ مخفیہ پر مُتنبّہ کرتا ہے جن کی انتہا نہیں (۹) اگر کوئی شخص اُونچے مکان بنانے پر مر رہا ہے۔ ساتویں منزل پر اپنا خاص کمرہ بنانا چاہتا ہے تو قرآن شریف ساتویں ہزار منزل پر پہنچاتا ہے۔ حدیث (۱۰) اگر کوئی اس کا گرویدہ ہے کہ ایسی سہل تجارت کروں جس میں محنت کچھ نہ ہو اور نفع بہت سا ہو جاوے تو قرآن شریف ایک حرف پر دس نیکیاں دلاتا ہے۔ حدیث (۱۱) اگر کوئی تاج و تخت کا بھوکا ہے، اس کی خاطر دنیا سے لڑتا ہے تو قرآن شریف اپنے رفیق کے والدین کو بھی وہ تاج دیتا ہے جس کی چمک دمک کی دنیا میں کوئی نظیر ہی نہیں۔ حدیث (۱۲) اگر کوئی شعبدہ بازی میں کمال پیدا کرتا ہے، آگ ہاتھ پر رکھتا ہے، جلتی دیا سلائی منہ میں رکھ لیتا ہے تو قرآن شریف جہنم تک کی آگ کو اثر کرنے سے مانع ہے۔ حدیث (۱۳) اگر کوئی حکام رسی پر مرتا ہے۔ اس پر ناز ہے کہ ہمارے ایک خط سے فلاں حاکم نے اس ملزم کو چھوڑ دیا، ہم نے فلاں شخص کو سزا نہیں ہونے دی۔ اتنی سی بات حاصل کرنے کے لئے جج و کلکٹر کی دعوتوں اور خوشامدوں میں جان و مال ضائع کرتا ہے۔ ہر روز کسی نہ کسی حاکم کی دعوت میں سرگرداں رہتا ہے تو قرآن شریف اپنے ہر رفیق کے ذریعے ایسے دس شخصوں کو خلاصی دلاتا ہے جن کو جہنم کا حکم مل چکا ہے۔ حدیث (۱۴) اگر کوئی خوشبوؤں پر مرتا ہے۔ چمن اور پھولوں کا دلدادہ ہے تو قرآن شریف بالچھڑ ہے۔ مزید فضیلت یہ ہے کہ اگر کوئی عطور کا فریفتہ ہے جنائے مُشکی میں غسل چاہتا ہو تو کلام مجید سراپا مُشک ہے اور غور کرو گے تو معلوم ہو جاوے گا کہ اس مُشک سے اُس مُشک کو کچھ بھی نسبت نہیں۔ چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک ؂

کار زلفِ تست مُشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

حدیث (۱۵) اگر کوئی جوتہ کا آشنا ڈر سے کوئی کام کر سکتا ہے، ترغیب اس کے لئے کار آمد نہیں، تو قرآن شریف سے خالی ہونا گھر کی بربادی کے برابر ہے۔ حدیث (۱۶) اگر کوئی عابد افضلُ العبادات کی تحقیق میں رہتا ہے اور ہر کام میں اس کا متمنّی ہے کہ جس چیز میں زیادہ ثواب ہو اسی میں مشغول رہوں تو قراءتِ قرآن افضلُ العبادات ہے اور تصریح سے بتلا دیا کہ نفل نماز، روزہ، تسبیح و تہلیل وغیرہ سب سے افضل ہے۔ حدیث (۱۷-۱۸) بہت سے لوگوں کو حاملہ جانوروں سے دلچسپی ہوتی ہے۔ حاملہ جانور قیمتی داموں میں خریدے جاتے ہیں۔ حضورؐ نے متنبہ فرمادیا اور خصوصیت سے اس جزو کو بھی مثال میں ذکر فرمایا کہ قرآن شریف اس سے بھی افضل ہے۔ حدیث (۱۹) اکثر لوگوں کو صحت کی فکر دامنگیر رہتی ہے۔ ورزش کرتے ہیں روزانہ غسل کرتے ہیں، دوڑتے ہیں، علی الصبح تفریح کرتے ہیں۔ اسی طرح سے بعض لوگوں کو رنج و غم، فکر و تشویش دامنگیر رہتی ہے۔ حضورؐ نے فرمادیا کہ سورہ فاتحہ ہر بیماری کی شفا ہے اور قرآن شریف دلوں کی بیماری کو دُور کرنے والا ہے۔ حدیث (۲۰) لوگوں کو افتخار کے اسباب گذشتہ افتخارات کے علاوہ اور بھی بہت سے ہوتے ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے۔ اکثر اپنے نسب پر افتخار ہوتا ہے، کسی کو اپنی عادتوں پر، کسی کو اپنی ہر دلعزیزی پر، کسی کو اپنے حسنِ تدبیر پر، حضورؐ نے فرمادیا کہ حقیقتاً قابلِ افتخار جو چیز ہے وہ قرآن شریف ہے اور کیوں نہ ہو کہ درحقیقت ہر جمال و کمال کو جامع ہے ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حدیث (۲۱) اکثر لوگوں کو خزانہ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ کھانے اور پہننے میں تنگی کرتے ہیں تکالیف برداشت کرتے ہیں اور ننانوے کے پھیر میں ایسے پھنس جاتے ہیں جس سے نکلنا دشوار ہوتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمادیا کہ ذخیرہ کے قابل کلام پاک ہے جتنا دل چاہے آدمی جمع کرے کہ اس سے بہتر کوئی خزینہ نہیں۔ حدیث (۲۲) اسی طرح اگر برقی روشنیوں کا آپ کو شوق ہے آپ اپنے کمرے میں دس قمقمے بجلی کے اس لئے نصب کرتے ہیں کہ کمرہ جگمگا اُٹھے تو قرآن شریف سے بڑھ کر نورانیت کس چیز میں ہو سکتی ہے۔ مزید برآں یہ کہ اگر آپ اس پر جان دیتے ہیں کہ آپ کے پاس ہدایا آیا کریں۔ دوست روزانہ کچھ نہ کچھ بھیجتے رہا کریں تو آپ توسیع تعلقات اسی کی خاطر کرتے ہیں جو دوست

آشنا اپنے باغ کے پھلوں میں آپ کا حصّہ نہ لگائے تو آپ اس کی شکایت کرتے ہیں تو قرآن شریف سے بہتر تحائف دینے والا کون ہے کہ سکینہ اس کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ پس آپ کے کسی پر مرنے کی اگر یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کے پاس روزانہ کچھ نذرانہ لاتا ہے تو قرآن شریف میں اس کا بھی بدل ہے اگر آپ خواہاں ہیں اور آپ کسی وزیر کے اس لئے ہر وقت قدم چومتے ہیں کہ وہ دربار میں آپ کا ذکر کردے گا۔ کسی پیش کار کی اس لئے خوشامد کرتے ہیں کہ وہ کلکٹر کے یہاں آپ کی کچھ تعریف کردے گا یا کسی کی آپ اس لئے چاپلوسی کرتے ہیں کہ محبوب کی مجلس میں آپ کا ذکر کردے تو قرآن شریف احکم الحاکمین محبوبِ حقیقی کے دربار میں آپ کا ذکر خود محبوب و آقا کی زبان سے کراتا ہے۔ حدیث (۲۳) اگر آپ اس کے جویاں رہتے ہیں کہ محبوب کو سب سے زیادہ مرغوب چیز کیا ہے کہ اس کے مہیّا کرنے میں پہاڑوں سے دودھ کی نہر نکالی جائے تو قرآن شریف کے برابر آقا کو کوئی چیز بھی مرغوب نہیں۔ حدیث (۲۴) اگر آپ درباری بننے میں عمر کھپا رہے ہیں۔ سلطان کے مُصاحب بننے کے لئے ہزار تدابیر اختیار کرتے ہیں تو کلامُ اللہ شریف کے ذریعے آپ اس بادشاہ کے مُصاحب شمار ہوتے ہیں جس کے سامنے کسی بڑے سے بڑے کی بادشاہت کچھ حقیقت نہیں رکھتی ممنز بدبرآں کتنے تعجّب کی بات ہے کہ لوگ کونسل کی ممبری کے لئے اور اتنی سی بات کے لئے کہ کلکٹر صاحب شکار میں جاویں تو آپ کو بھی ساتھ لے لیں آپ کس قدر قربانیاں کرتے، راحت و آرام، جان و مال نثار کرتے ہیں، لوگوں سے کوشش کراتے ہیں، دین اور دنیا دونوں کو برباد کرتے ہیں، صرف اس لئے کہ آپ کی نگاہ میں اس سے آپ کا اعزاز ہوتا ہے تو پھر کیا حقیقی اعزاز کے لئے، حقیقی حاکم و بادشاہ کی مُصاحبت کے لئے واقعی درباری بننے کے لئے آپ کو ذرا سی توجہ کی بھی ضرورت نہیں۔ آپ اس نمائشی اعزاز پر عمر خرچ کیجئے مگر خدارا اس عمر کا تھوڑا سا حصّہ، عمر دینے والے کی خوشنودی کیلئے بھی تو خرچ کیجئے (۲۵) اسی طرح اگر آپ میں چشتیت پھونک دی گئی ہے اور ان مجالس بغیر آپ کو قرار نہیں تو مجالسِ تلاوت اس سے کہیں زیادہ دل کو پکڑنے والی ہیں اور بڑے سے بڑے مستغنی کے کان اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں۔ حدیث (۲۶) اسی طرح اگر آپ آقا کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں تو تلاوت کیجئے۔ حدیث (۲۷) اور

آپ اسلام کے مدعی ہیں، مسلم ہونے کا دعویٰ ہے تو حکم ہے نبئِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا کہ قرآن شریف کی ایسی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اگر آپ کے نزدیک اسلام صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرماں برداری سے بھی آپ کے اسلام کو کوئی سروکار ہے تو یہ اللہ کا فرمان ہے اور اس کے رسولؐ کی طرف سے اس کی تلاوت کا حکم ہے۔

مزید برآن اگر آپ میں قومی جوش بہت زور کرتا ہے ترکی ٹوپی کے آپ صرف اس لئے دلدادہ ہیں کہ وہ آپ کے نزدیک خالص اسلامی لباس ہے، قومی شعار میں آپ بہت خاص دلچسپی رکھتے ہیں، ہر طرح اس کے پھیلانے کی آپ تدبیریں اختیار کرتے ہیں، اخبارات میں مضامین شائع کرتے ہیں، جلسوں میں ریزولیوشن پاس کرتے ہیں تو اللہ کا رسولؐ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جس قدر ممکن ہو قرآن شریف کو پھیلاؤ۔

بے جا نہ ہو گا اگر میں یہاں پہنچ کر سر بر آوردگانِ قوم کی شکایت کروں کہ قرآن پاک کی اشاعت میں آپ کی طرف سے کیا اعانت ہوتی ہے اور یہی نہیں بلکہ خدارا ذرا غور سے جواب دیجئے کہ اس کے سلسلہ کو بند کرنے میں آپ کا کس قدر حصہ ہے۔ آج اس کی تعلیم کو بیکار بتلایا جاتا ہے، اِضاعتِ عمر سمجھا جاتا ہے، اس کو بیکار دماغ سوزی اور بے نتیجہ عرق ریزی کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ اس کے موافق نہ ہوں، لیکن ایک جماعت جب ہمہ تن اس میں کوشاں ہے تو کیا آپ کا سکوت اس کی اعانت نہیں ہے، مانا کہ آپ اس خیال سے بیزار ہیں مگر آپ کی اس بیزاری نے کیا فائدہ دیا ؎

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

آج اس کی تعلیم پر بڑے زور سے اس لئے انکار کیا جاتا ہے کہ مسجد کے مُلّانوں نے اپنے ٹکڑوں کے لئے دھندا کر رکھا ہے۔ گویہ عامّۂ نیتوں پر حملہ ہے جو بڑی سخت ذمّہ داری ہے اور اپنے وقت پر اس کا ثبوت دینا ہو گا مگر میں نہایت ہی ادب سے پوچھتا ہوں کہ خدارا ذرا اس کو تو غور کیجئے کہ اِن خود غرض مُلّانوں کی اِن خود غرضیوں کے ثمرات آپ دنیا میں کیا دیکھ رہے ہیں اور آپ کی ان بے غرضانہ تجاویز کے ثمرات کیا ہوں گے اور نشر و اشاعتِ کلامِ پاک میں آپ کی ان مفید تجاویز سے کس قدر مدد ملے گی۔ بہرحال حضورؐ کا ارشاد آپ کے لئے قرآن شریف کے پھیلانے کا ہے۔ اس میں آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ اس ارشادِ نبوی کا کس درجہ امتثال آپ کی ذات سے ہوا اور ہو رہا ہے۔ دیکھئے ایک دوسری بات

کا بھی خیال رکھیں بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم اس خیال میں شریک نہیں تو ہم کو کیا مگر اس سے آپ اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔ صحابہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ عَلَیہِ وسلّم سے پوچھا تھا اَنُھْلَكُ وَفِیْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخُبْثُ (کیا ہم ایسی حالت میں ہلاک ہو جاویں گے کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہو جاوے) اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ایک گاؤں کے اُلٹ دینے کا حکم فرمایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے عرض کیا کہ اس میں فلاں بندہ ایسا ہے کہ جس نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ ارشاد ہوا کہ صحیح ہے مگر یہ میری نافرمانی ہوتے ہوئے دیکھتا رہا اور کبھی اس کی پیشانی پر بل نہیں پڑا۔ درحقیقت علماء کو یہی اُمور مجبور کرتے ہیں کہ وہ ناجائز امور کو دیکھ کر ناگواری کا اظہار کریں جس کو ہمارے روشن خیال تنگ نظری سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ حضرات اپنی اس وسعت خیالی اور وسعتِ اخلاق پر مطمئن نہ رہیں کہ یہ فریضہ صرف علماء ہی کے ذمہ نہیں، ہر اُس شخص کے ذمہ ہے جو کسی ناجائز بات کا وقوع دیکھے اور اس پر ٹوکنے کی قدرت رکھتا ہو پھر نہ ٹوکے۔ بلال بن سعدؓ سے مروی ہے کہ معصیت جب مخفی طور سے کی جاتی ہے تو اس کا وبال صرف کرنے والے پر ہوتا ہے لیکن جب کھلم کھلا کی جاوے اور اس پہ انکار نہ کیا جاوے تو اس کا وبال عام ہوتا ہے۔

(۲۸) اسی طرح اگر آپ تاریخ کے دِلدادہ ہیں جہاں کہیں معتبر تاریخ، پرانی تاریخ آپ کو ملتی ہے آپ اس کے لئے سفر کرتے ہیں تو قرآن شریف میں تمام ایسی کُتُب کا بدل موجود ہے جو قرونِ سابقہ میں حُجت و معتبر مانی گئی ہیں۔ حدیث (۲۹) اگر آپ اس قدر اُونچے مرتبے کے مُتمنّی ہیں کہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کو آپ کی مجلس میں بیٹھنے اور شریک ہونے کا حکم ہو تو یہ بات بھی صرف کلامُ اللہ شریف میں ہی ملے گی۔ حدیث (۳۰) اگر آپ اس قدر کاہل ہیں کہ کچھ کر ہی نہیں سکتے تو بے محنت بے مشقت اکرام بھی آپ کو صرف کلامُ اللہ شریف میں ملے گا کہ چُپ چاپ کسی مکتب میں بیٹھے بچوں کا کلام مجید سُنے جایئے اور مفت کا ثواب لیجئے۔ حدیث (۳۱) اگر آپ مختلف اَلوان کے گرویدہ ہیں۔ ایک نوع سے اُکتا جاتے ہیں تو قرآن شریف کے معنی میں مختلف اَلوان مختلف مضامین حاصل کیجئے۔ کہیں رحمت، کہیں عذاب، کہیں قصّے، کہیں احکام اور کیفیت تلاوت میں کبھی پکار کر پڑھیں اور کبھی آہستہ۔ حدیث (۳۲) اگر آپ کی سیہ کاریاں حد سے متجاوز ہیں اور مرنے

کا آپ کو یقین بھی ہے تو پھر تلاوتِ کلام پاک میں ذرا بھی کوتاہی نہ کیجئے کہ اس درجہ کا سفارشی نہ ملے گا اور پھر ایسا کہ جس کی سفارش کے قبول ہونے کا یقین بھی ہو۔ حدیث (۳۳) اسی طرح اگر آپ اس قدر باوقار واقع ہوئے ہیں کہ جھگڑالو سے گھبراتے ہیں۔ لوگوں کے جھگڑے کے ڈر سے آپ بہت سی قربانیاں کر جاتے ہیں تو قرآن شریف کے مطالبہ سے ڈریئے کہ اس جیسا جھگڑالو آپ کو نہ ملے گا۔ فریقین کے جھگڑے میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی طرفدار ہوتا ہے مگر اس کے جھگڑنے میں اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور ہر شخص اسی کو سچا بتلائے گا اور آپ کا کوئی طرف دار نہ ہوگا۔ حدیث (۳۴) اگر آپ کو ایسا رہبر درکار ہے اور اس پر آپ قربان ہیں جو محبوب کے گھر تک پہنچادے تو تلاوت کیجئے اور اگر آپ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں جیل خانہ نہ ہو جائے تو ہر حالت میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر چارہ نہیں۔ حدیث (۳۵) اگر آپ علوم انبیاء حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے گرویدہ اور شیدائی ہیں تو قرآن شریف پڑھئے اور جتنا چاہے کمال پیدا کیجئے۔ اسی طرح اگر آپ بہترین اخلاق پر جان دینے کو تیار ہیں تو بھی تلاوت کی کثرت کیجئے۔ حدیث (۳۶) اگر آپ کا مچلا ہوا دِل ہمیشہ شملہ اور منصوری کی چوٹیوں ہی پر تفریح میں بہلتا ہے اور سو جان سے آپ ایک پہاڑ کے سفر پر قربان ہیں تو قرآن پاک مُشک کے پہاڑوں پر ایسے وقت میں تفریح کراتا ہے کہ تمام عالم میں نفسا نفسی کا زور ہو۔ حدیث (۳۷-۳۸-۳۹) اگر آپ زاہدوں کی اعلیٰ فہرست میں شمار چاہتے ہیں اور رات دن نوافل سے آپ کو فرصت نہیں تو کلام پاک سیکھنا سکھانا اس سے پیش پیش ہے۔ حدیث نمبر (۴۰) اگر دنیا کے ہر جھگڑے سے آپ نجات چاہتے ہیں ہر مخمصہ سے آپ علیحدہ رہنے کے دلدادہ ہیں تو صرف قرآن پاک ہی میں ان سے مخلصی ہے۔

حدیثِ خاتمہ

(۱) اگر آپ کسی طبیب کے ساتھ وابستگی چاہتے ہیں تو سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفا ہے۔ (۲) اگر آپ کی بے نہایت غرضیں پوری نہیں ہوتیں تو کیوں روزانہ سورۂ یٰسٓ کی تلاوت آپ نہیں کرتے۔ حدیث (۳) اگر آپ کو پیسہ کی محبت ایسی ہے کہ اس کے بغیر آپ کسی کے بھی نہیں تو کیوں روزانہ سورۂ واقعہ کی تلاوت نہیں کرتے۔ حدیث

(۴) گر آپ کو عذابِ قبر کا خوف دامن گیر ہے اور آپ اس کے متحمل نہیں تو اس کے لئے بھی کلام پاک میں نجات ہے۔ حدیث (۵) اور اگر آپ کو کوئی دائمی مشغلہ درکار ہے کہ جس میں آپ کے مبارک اوقات ہمیشہ مصروف رہیں تو قرآن پاک سے بڑھ کر نہ ملے گا۔ حدیث (۶-۷) مگر ایسا نہ ہو کہ یہ دولت حاصل ہونے کے بعد چھن جاوے کہ سلطنت ہاتھ آنے کے بعد پھر ہاتھ سے نکل جانا زیادہ حسرت وخسران کا سبب ہوتا ہے اور کوئی حرکت ایسی بھی نہ کر جاتیے کہ نیکی برباد گناہ لازم۔ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ۔

مجھ سا ناکارہ قرآن پاک کی خوبیوں پر کیا متنبہ ہو سکتا ہے۔ ناقص سمجھ کے موافق جو ظاہری طور پر سمجھ میں آیا ظاہر کر دیا مگر اہلِ فہم کے لئے غور کا راستہ ضرور کھل گیا اس لئے کہ اسبابِ محبت جن کو اہلِ فن نے کسی کے ساتھ محبت کا ذریعہ بتلایا ہے، پانچ چیز میں منحصر ہے۔ اوّل[۱] اپنا وجود کہ طبعاً آدمی اس کو محبوب رکھتا ہے۔ قرآن شریف میں حوادث سے امن ہے اس لئے وہ اپنی حیات وبقا کا سبب ہے دوسرے[۲] طبعی مناسبت جس کے متعلق اس سے زیادہ وضاحت کیا کر سکتا ہوں کہ کلام صفتِ الٰہی ہے اور مالک اور مملوک، آقا اور بندہ میں جو مناسبت ہے وہ واقفوں سے مخفی نہیں ؎

هست رَبُّ النّاس را باجانِ ناس　　　اِتصالِ بے تکیف و بے قیاس

سب سے ربطِ آشنائی ہے اسے　　　دِل میں ہر اک کے رسائی ہے اُسے

تیسرے[۳] جمال، چوتھے[۴] کمال، پانچویں[۵] احسان۔ اِن ہر سہ اُمور کے متعلق احادیث بالا میں اگر غور فرمائیں گے تو نہ صرف اس جمال و کمال پر جس کی طرف ایک ناقصُ الفَہم نے اشارہ کیا ہے، اِقتصار کریں گے بلکہ وہ خود بے تَرَدُّد اس اَمر تک پہنچیں گے کہ عزّت، اِفتخار، شوق و سکون، جمال وکمال، اکرام واحسان، لَذّت وراحت، مال ومتاعِ غرض کوئی بھی ایسی چیز نہ پاویں گے جو محبّت کے اسباب میں ہو سکتی ہے اور نَبِیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس پر تنبیہ فرما کر قرآن شریف کو اسی نوع میں اِس سے افضل ارشاد نہ فرمایا ہو البتہ حجاب میں مستور ہونا دنیا کے لوازمات میں سے ہے لیکن عقلمند شخص اس وجہ سے کہ لیچی کا چھلکا خاردار ہے اس کے گودہ سے اِعراض نہیں کرتا اور کوئی دل کھویا ہوا اپنی محبوبہ سے اس لئے نفرت نہیں کرتا کہ وہ اس وقت برقعہ میں ہے۔ پردہ کے ہٹانے کی ہر ممکن سے ممکن کوشش کرے گا اور کامیاب نہ بھی ہو سکا تو اس پردہ کے اوپر ہی سے آنکھیں ٹھنڈی

کرے گا۔ اس کا یقین ہو جاوے کہ جس کی خاطر برسوں سے سرگرداں ہوں وہ اسی چادر میں ہے ممکن نہیں کہ پھر اس چادر سے نگاہ ہٹ سکے۔ اسی طرح قرآن پاک کے ان فضائل و مناقب اور کمالات کے بعد اگر وہ کسی حجاب کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتے تو عاقل کا کام نہیں کہ اس سے بے توجہی اور لاپرواہی کرے بلکہ اپنی تقصیر اور نقصان پر افسوس کرے اور کمالات میں غور۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ اگر قلوب نجاست سے پاک ہو جاویں تو تلاوتِ کلام اللہ سے کبھی بھی سیری نہ ہو۔ ثابت بنانیؒ کہتے ہیں کہ بیس برس میں نے کلام پاک کو مشقت سے پڑھا اور بیس برس سے مجھے اس کی ٹھنڈک پہنچ رہی ہے پس جو شخص بھی معاصی سے توبہ کے بعد غور کرے گا کلام پاک کو "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" کا مصداق پائے گا۔ اے کاش کہ ان الفاظ کے معنی مجھ پر بھی صادق آتے۔ میں ناظرین سے یہ بھی درخواست کروں گا کہ کہنے والے کی طرف التفات نہ فرمائیں کہ میری ناکارگی آپ کو اہم مقصود سے نہ روکے بلکہ بات کی طرف توجہ فرمائیں اور جہاں سے یہ اُمور ماخوذ ہیں اس کی طرف التفات کیجیے کہ میں درمیان میں صرف نقل کا واسطہ ہوں۔ یہاں تک پہنچنے کے بعد اللہ کی ذات سے بعید نہیں کہ وہ کسی دل میں حفظِ قرآن پاک کا ولولہ پیدا کر دے۔ پس اگر بچہ کو حفظ کرانا ہے تو اس کے لئے کسی عمل کی ضرورت نہیں کہ بچپن کی عمر خود حفظ کے لئے مُعین و مُجرّب ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص بڑی عمر میں حفظ کا ارادہ کرے تو اس کیلئے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد فرمایا ہوا ایک مجرب عمل لکھتا ہوں جس کو ترمذی حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت علیؓ حاضر ہوتے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جاویں قرآن پاک میرے سینے سے نکل جاتا ہے جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے ایسی ترکیب بتلاؤں کہ جو تجھے بھی نفع دے اور جس کو تو بتلا دے اس کے لئے بھی نافع ہو اور جو کچھ تو سیکھے وہ محفوظ رہے۔ حضرت علیؓ کے دریافت کرنے پر حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کی شب آوے تو اگر یہ ہو سکتا ہو کہ رات کے اخیر تہائی حصہ میں اُٹھے تو یہ بہت ہی اچھا ہے کہ یہ وقت ملائکہ کے نازل ہونے کا ہے اور دعا اس وقت میں خاص طور سے قبول ہوتی ہے۔ اسی وقت کے انتظار

میں حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ "عنقریب میں تمھارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کرونگا" (یعنی جمعہ کی رات کے آخری حصّہ میں) پس اگر اس وقت میں جاگنا دشوار ہو تو آدھی رات کے وقت، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر شروع ہی رات میں کھڑا ہو اور چار رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ یٰسٓ شریف پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ دُخان اور تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الٓمٓ سجدہ[ل] اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ مُلک پڑھے اور جب اَلتَّحِیَّات سے فارغ ہو جاوے تو اوّل حق تعالیٰ شانُہٗ کی خوب حمد و ثنا کر اس کے بعد مجھ پر درود اور سلام بھیج، اس کے بعد تمام انبیاء پر درود بھیج اس کے بعد تمام مومنین کے لئے اور اِن تمام مسلمان بھائیوں کے لئے جو تجھ سے پہلے مر چکے ہیں اِستغفار کر اور اس کے بعد یہ دعا پڑھ۔

ف: دُعا آگے آرہی ہے اس کے ذکر سے قبل مناسب ہے کہ حمد و ثنا وغیرہ جن کا حضورؐ نے حکم فرمایا ہے دوسری روایات سے جن کو شُروحِ حصن اور مُناجاتِ مقبول وغیرہ میں نقل کیا ہے مختصر طور پر ایک ایک دُعا نقل کر دی جاوے تاکہ جو لوگ اپنے طور سے نہیں پڑھ سکتے وہ اس کو پڑھیں اور جو حضرات خود پڑھ سکتے ہوں وہ اس پر قناعت نہ کریں بلکہ حمد و صلوٰۃ کو بہت اچھی طرح سے مبالغہ سے پڑھیں۔ دُعا یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمٰتِهٖ اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْهَاشِمِیِّ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ	تمام تعریف جہانوں کے پروردگار کے لئے ہے ایسی تعریف جو اس کی مخلوقات کے اعداد کے برابر ہو، اس کی مرضی کے موافق ہو، اس کے عرش کے وزن کے برابر ہو، اس کے کلمات کی سیاہیوں کے برابر ہو۔ اے اللہ میں تیری تعریف کا اِحاطہ نہیں کر سکتا۔ تو ایسا ہی ہے جیساکہ

[ل] ترتیبِ قرآنی میں یہ سورت پہلی دونوں سورتوں سے مقدم ہے۔ مگر اوّل تو نوافل میں فقہاء نے اس قسم کی گنجائش فرمائی ہے دوسرے نوافل کا ہر شفعہ مستقل نماز کا حکم رکھتا ہے اور اس شفعہ کی دونوں سورتیں آپس میں مرتّب ہیں اس لئے کوئی کراہت نہیں ۔ ہکذا فی الکوکب الدری وہامشہ ۱۲ منہ۔

اَصْحَابِهٖ الْبَرَرَةِ الْكِرَامِ وَعَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اِنَّكَ سَمِيْعٌ مُّجِيْبُ الدَّعَوَاتِ ؕ

تو نے اپنی تعریف خود بیان کی۔ اے اللہ ہمارے سردار نبیٔ اُمّی اور ہاشمی پر درود و سلام اور برکات نازل فرما اور تمام نبیوں اور رسولوں اور ملائکہ مقربین پر بھی۔ اے ہمارے ربّ ہماری اور ہم سے پہلے مسلمانوں کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں مومنین کی طرف سے کینہ پیدا نہ کر۔ اے ہمارے رب تو مہربان اور رحیم ہے۔ اے الٰہ العالمین میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین اور مسلمانوں کی مغفرت فرما۔ بیشک تو دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

اس کے بعد وہ دعا پڑھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی اور وہ یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ[۱] ارْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِيْ وَارْحَمْنِيْ اَنْ اَتَكَلَّفَ مَا لَا يَعْنِيْنِيْ وَارْزُقْنِيْ حُسْنَ النَّظَرِ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِيْ حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِيْ وَارْزُقْنِيْ اَنْ اَقْرَاَهٗ عَلَى النَّحْوِ الَّذِيْ يُرْضِيْكَ

اے الٰہ العالمین مجھ پر رحم فرما کہ جب تک میں زندہ رہوں گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر رحم فرما کہ میں بیکار چیزوں میں کلفت نہ اُٹھاؤں اور اپنی مرضیات میں خوش نظری مرحمت فرما۔ اے اللہ زمین اور آسمان کے بے نمونہ پیدا کرنے والے اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزّت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے۔ اے اللہ اے رحمٰن میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح

[۱] حضورؐ کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا یہ ہے ۱۲

عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُکَ یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَ نُوْرِ وَجْھِکَ اَنْ تُنَوِّرَ بِکِتَابِکَ بَصَرِیْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِہٖ لِسَانِیْ وَ اَنْ تُفَرِّجَ بِہٖ عَنْ قَلْبِیْ وَ اَنْ تَشْرَحَ بِہٖ صَدْرِیْ وَاَنْ تَغْسِلَ بِہٖ بَدَنِیْ فَاِنَّہٗ لَا یُعِیْنُنِیْ عَلَی الْحَقِّ غَیْرُکَ وَ لَا یُؤْتِیْہِ اِلَّا اَنْتَ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط

تو نے اپنی کلام پاک مجھے سکھادی اسی طرح اس کی یاد بھی میرے دل سے چسپاں کردے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس کو اس طرح پڑھوں جس سے تو راضی ہو جاوے۔ اے اللہ زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن اے اللہ اے رحمٰن میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منوّر کردے اور میری زبان کو اس پر جاری کردے اور اس کی برکت سے میرے دل کی تنگی کو دُور کردے اور میرے سینے کو کھول دے اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھو دے کہ حق پر تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں اور تیرے سوا میری یہ آرزو کوئی پوری نہیں کرسکتا، اور گناہوں سے بچنا یا عبادت پر قدرت نہیں ہوسکتی مگر اللہ برتر و بزرگی والے کی مدد سے۔

پھر حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ اے علی اس عمل کو تین جمعہ یا پانچ جمعہ یا سات جمعہ کر، انشاء اللہ دعا ضرور قبول کی جائے گی۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے کسی مومن سے بھی قبولیتِ دعا نہ چوکے گی۔ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ علیؓ کو پانچ یا سات ہی جمعہ گذرے ہونگے کہ وہ حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا اور وہ بھی مجھے یاد نہ ہوتی تھیں اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی ازبر ہو جاتی ہیں کہ گویا قرآن شریف میرے سامنے کھلا ہوا رکھا ہے اور پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اس کو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن میں نہیں رہتی تھی اور اب احادیث سنتا ہوں اور جب دوسروں سے

نقل کرتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں چھوٹتا۔

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے نبیؐ کی رحمت کے طفیل مجھے بھی قرآن وحدیث کے حفظ کی توفیق عطا فرماویں اور تمھیں بھی۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

تکمِلہ

اوپر جو چہل حدیث لکھی گئی ہے وہ ایک خاص مضمون کے ساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے اس میں اختصار کی رعایت نہیں ہو سکی۔ اس زمانے میں چونکہ ہمتیں نہایت پست ہو گئی ہیں۔ دین کے لئے کسی معمولی سی مشقت کا بھی برداشت کرنا گراں ہے اس لئے اس جگہ ایک دوسری چہل حدیث نقل کرتا ہوں جو نہایت ہی مختصر ہے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ایک ہی جگہ منقول ہے اس کے ساتھ ہی بڑی خوبی اس میں یہ ہے کہ مہماتِ دینیہ کو ایسی جامع ہے کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ کنز العمّال میں قدمائے محدثین کی ایک جماعت کی طرف اُس کا انتساب کیا ہے اور متأخرین میں سے مولانا قطب الدین صاحب مہاجر مکّی نے بھی اُس کو ذکر فرمایا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ دین کے ساتھ وابستگی رکھنے والے حضرات کم از کم اس کو ضرور حفظ کر لیں کہ کوڑیوں میں لعل ملتے ہیں۔ وہ حدیث یہ ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ رضؓ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا نِ الَّتِيْ قَالَ مَنْ حَفِظَهَا مِنْ اُمَّتِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَمَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ [1] بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ [2] الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ [3] وَالْكُتُبِ [4] وَالنَّبِيِّيْنَ [5] وَالْبَعْثِ [6] بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْقَدْرِ [7] خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَنْ تَشْهَدَ [8] اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ [9] الصَّلٰوةَ بِوُضُوْءٍ سَابِغٍ كَامِلٍ لِوَقْتِهَا وَتُؤْتِيَ [10] الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ [11] رَمَضَانَ وَتَحُجَّ [12] الْبَيْتَ اِنْ كَانَ لَكَ مَالٌ وَتُصَلِّيَ [13] اثْنَتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ وَالْوِتْرَ [14] لَا تَتْرُكُهٗ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ وَّلَا تُشْرِكْ [15] بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَعُقَّ [16] وَالِدَيْكَ وَلَا تَاْكُلْ [17] مَالَ الْيَتِيْمِ ظُلْمًا وَّلَا تَشْرَبِ [18] الْخَمْرَ وَلَا تَزْنِ [19] وَلَا تَحْلِفْ [20] بِاللّٰهِ كَاذِبًا وَّلَا تَشْهَدْ [21] شَهَادَةَ زُوْرٍ وَّلَا تَعْمَلْ [22] بِالْهَوٰى وَلَا تَغْتَبْ [23] اَخَاكَ الْمُسْلِمَ وَلَا تَقْذِفِ [24] الْمُحْصَنَةَ وَلَا تَغُلَّ [25] اَخَاكَ الْمُسْلِمَ وَلَا تَلْعَبْ [26]

وَلَا تَلْهُ[۲۷] مَعَ اللَّاهِيْنَ وَلَا تَقُلْ لِلْقَصِيْرِ[۲۸] يَا قَصِيْرُ تُرِيْدُ بِذٰلِكَ عَيْبَهٗ وَلَا تَسْخَرْ[۲۹]
بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلَا تَمْشِ[۳۰] بِالنَّمِيْمَةِ بَيْنَ الْاَخَوَيْنِ وَاشْكُرِ[۳۱] اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى
نِعْمَتِهٖ وَاصْبِرْ[۳۲] عَلَى الْبَلَاءِ وَالْمُصِيْبَةِ وَلَا تَاْمَنْ[۳۳] مِنْ عِقَابِ اللّٰهِ وَلَا تَقْطَعْ[۳۴] اَقْرِبَائَكَ
وَصِلْهُمْ[۳۵] وَلَا تَلْعَنْ[۳۶] اَحَدًا مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ وَاَكْثِرْ مِنَ[۳۷] التَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ وَ
التَّهْلِيْلِ وَلَا تَدَعْ[۳۸] حُضُوْرَ الْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ وَاعْلَمْ[۳۹] اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ
لِيُخْطِئَكَ وَمَا اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ وَلَا تَدَعْ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ عَلٰى كُلِّ
حَالٍ - (رواه الحافظ ابو القاسم بن عبد الرحمٰن بن محمد بن اسحاق بن مندة
والحافظ ابو الحسن علی بن ابی القاسم بن بابویه الرازی فی الاربعین و ابن
عساکر و الرافعی عن سلمان)

ترجمہ

سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا کہ وہ چالیسؔ حدیثیں جن کے بارے میں یہ کہا ہے کہ جو اِن کو یاد کرلے جنّت میں داخل ہوگا، وہ کیا ہیں، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا۔

(۱) اللہ پر ایمان لاوے یعنی اس کی ذات وصفات پر (۲) اور آخرت کے دن پر (۳) اور فرشتوں کے وجود پر (۴) اور کتابوں پر (۵) اور تمام انبیاءؑ پر (۶) اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر (۷) اور تقدیر پر کہ بھلا اور بُرا جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ ہی کی طرف سے ہے (۸) اور گواہی دے تو اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس کے سچے رسول ہیں۔ (۹) ہر نماز کے وقت کامل وضو کر کے نماز کو قائم کرے کامل وضو وہ کہلاتا ہے جس میں آداب و مُستحبات کی رعایت رکھی گئی ہو اور ہر نماز کے وقت اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ نیا وضو ہر نماز کے لئے کرے۔ اگرچہ پہلے سے وضو ہو کہ یہ مستحب ہے۔ اور نماز کے قائم کرنے سے اس کے تمام سُنَن اور مستحبات کا اہتمام کرنا مراد ہے۔ چنانچہ دوسری روایت میں وارد ہے اِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ یعنی جماعت میں صفوں کا ہموار کرنا کہ کسی قسم کی کجی یا درمیان میں خلا نہ رہے، یہ بھی نماز قائم کرنے کے مفہوم میں داخل ہے۔ (۱۰) زکوٰۃ ادا کرے (۱۱) اور رمضان کے روزے رکھے۔ (۱۲) اگر مال ہو تو حج کرے یعنی اگر جانے کی قدرت رکھتا ہو تو حج بھی کرے۔ چونکہ اکثر مانع

مال ہی ہوتا ہے اس لئے اسی کو ذکر فرمادیا ورنہ مقصود یہ ہے کہ حج کے شرائط پائے جاتے ہوں تو حج کرے۔ (۱۳) بارہ رکعات سنت مؤکدہ روزانہ ادا کرے (اس کی تفصیل دوسری روایات میں اس طرح آتی ہے کہ صبح سے پہلے دو رکعت ظہر سے قبل چار، ظہر کے بعد دو رکعت، مغرب کے بعد دو رکعت، عشاء کے بعد دو رکعت (۱۴) اور وتر کو کسی رات میں نہ چھوڑے (چونکہ وہ واجب ہے اور اس کا اہتمام سنتوں سے زیادہ ہے اس لئے اس کو تاکیدی لفظ سے ذکر فرمایا (۱۵) اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے (۱۶) اور والدین کی نافرمانی نہ کرے (۱۷) اور ظلم سے یتیم کا مال نہ کھاوے (یعنی اگر کسی وجہ سے یتیم کا مال کھانا جائز ہو جیسا کہ بعض صورتوں میں ہوتا ہے تو مضائقہ نہیں (۱۸) اور شراب نہ پئے (۱۹) زنا نہ کرے (۲۰) جھوٹی قسم نہ کھاوے (۲۱) جھوٹی گواہی نہ دے (۲۲) خواہشات نفسانیہ پر عمل نہ کرے (۲۳) مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرے (۲۴) عفیفہ عورت کو تہمت نہ لگائے (اسی طرح عفیف مرد کو)۔ (۲۵) اپنے مسلمان بھائی سے کینہ نہ رکھے۔ (۲۶) لہو و لعب میں مشغول نہ ہو (۲۷) تماشائیوں میں شریک نہ ہو۔ (۲۸) کسی پستہ قد کو عیب کی نیت سے ٹھنگنا مت کہو (یعنی اگر کوئی عیب دار لفظ ایسا مشہور ہو گیا ہو کہ اس کے کہنے سے نہ عیب سمجھا جاتا ہو نہ عیب کی نیت سے کہا جاتا ہو جیسا کہ کسی کا نام بدھو پڑ جاوے تو مضائقہ نہیں لیکن طعن کی غرض سے کسی کو ایسا کہنا جائز نہیں)، (۲۹) کسی کا مذاق مت اُڑا (۳۰) نہ مسلمانوں کے درمیان چغل خوری کر۔ (۳۱) اور ہر حال میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی نعمتوں پر اس کا شکر کر (۳۲) بلا اور مصیبت پر صبر کر۔ (۳۳) اور اللہ کے عذاب سے بے خوف مت ہو (۳۴) اعزہ سے قطع تعلق مت کر (۳۵) بلکہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کر (۳۶) اللہ کی کسی مخلوق کو لعنت مت کر (۳۷) سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اللّٰہُ اَکْبَرُ ان الفاظ کا اکثر ورد رکھا کر۔ (۳۸) جمعہ اور عیدین میں حاضری مت چھوڑ۔ (۳۹) اور اس بات کا یقین رکھ کہ جو تکلیف و راحت تجھے پہنچی وہ مقدر میں تھی جو ٹلنے والی نہ تھی اور جو کچھ نہیں پہنچا وہ کسی طرح بھی پہنچنے والا نہ تھا۔ (۴۰) اور کلام اللہ شریف کی تلاوت کسی حال میں بھی مت چھوڑ۔

سلمانؓ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا کہ جو شخص اس کو یاد کرلے اس کو کیا اجر ملے گا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ حق سُبْحَانَہٗ وتقدس اس کا

انبیاء اور علماء کے ساتھ حشر فرمادیں گے۔
حق سُبحانہٗ وتقدس ہماری سَیّئات سے درگذر فرما کر اپنے نیک بندوں میں محض اپنے لطف سے شامل فرمائیں تو اس کی کریمی شان سے کچھ بھی بعید نہیں. پڑھنے والے حضرات سے بڑی ہی لجاجت کے ساتھ اِستدعا ہے کہ دعائے خیر سے اس سیہ کار کی بھی دستگیری فرماویں. وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

محمد زکریا کاندھلوی عُفِیَ عَنْہٗ

مقیم مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور، ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ پنجشنبہ

کتب خانہ فیضی لاہور پاکستان

کتب خانہ فیضی

فضائلِ نماز

رمضان

مؤلفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

نور اللہ مرقدہٗ

ناشر

کتب خانہ فیضی لاہور

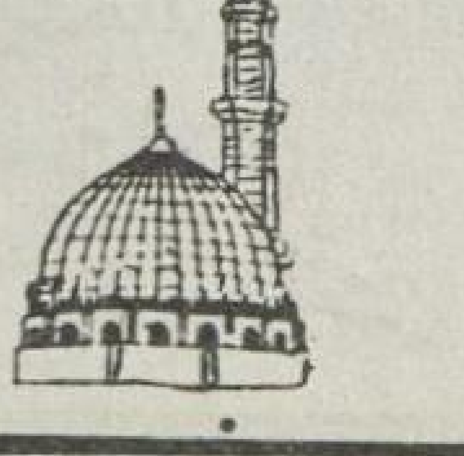
پاکستان

نوٹ: یہ کتاب محدود تعداد میں چھپتی ہے اس لئے بذریعہ ڈاک پارسل یا تاجران کو نہیں بھیجی جاتی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

تمت



خطبہ وتمہید

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، نَحْمَدُہٗ وَنَشْکُرُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاَتْبَاعِہِ الْحُمَاۃِ لِلدِّیْنِ الْقَوِیْمِ وَبَعْدُ فَھٰذِہٖ اَرْبَعُوْنِیَّۃٌ فِیْ فَضَائِلِ الصَّلٰوۃِ جَمَعْتُھَا اِمْتِثَالًا لِاَمْرِ عَمِّیْ وَصِنْوِ اَبِیْ رَقَاہُ اللّٰہُ اِلَی الْمَرَاتِبِ الْعُلْیَا وَوَفَّقَنِیْ وَاِیَّاہُ لِمَا یُحِبُّ وَیَرْضٰی۔ اَمَّا بَعْدُ اس زمانہ میں دین کی طرف سے جتنی بے توجہی اور بے اِلتفاتی کی جا رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں حتی کہ اہم ترین عبادت نماز جو بالاتفاق سب کے نزدیک ایمان کے بعد تمام فرائض پر مقدم ہے اور قیامت میں سب سے اوّل اسی کا مطالبہ ہوگا اس سے بھی نہایت غفلت اور لاپرواہی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ دین کی طرف متوجہ کرنے والی کوئی آواز کانوں تک نہیں پہنچتی۔ تبلیغ کی کوئی صورت بار آور نہیں ہوتی۔ تجربہ سے یہ بات خیال میں آئی ہے کہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاک اِرشادات لوگوں تک پہنچانے کی سعی کی جاتے۔ اگرچہ اس میں بھی جو مزاحمتیں حائل ہیں وہ بھی مجھ سے بے بضاعت کیلئے کافی ہیں تاہم اُمید یہ ہے کہ جو لوگ خالی الذہن ہیں اور دین کا مقابلہ نہیں کرتے ہیں یہ پاک الفاظ انشاء اللہ تعالیٰ اُن پر ضرور اثر کریں گے اور کلام وصاحب کلام کی برکت سے نفع کی توقع ہے نیز دوسرے دوستوں کو اس میں کامیابی کی اُمیدیں زیادہ ہیں جن کی وجہ سے مخلصین کا اِصرار بھی ہے اسلئے اس رسالہ میں صرف نماز کے متعلق چند احادیث کا ترجمہ پیش کرتا ہوں چونکہ نفسِ تبلیغ کے متعلق بندۂ ناچیز کا ایک مضمون رسالہ فضائل تبلیغ کے نام سے شائع ہو چکا ہے اسوجہ سے اسکو سلسلہ تبلیغ کا نمبر ۲ قرار دیکر فضائل نماز کے نام کیساتھ موسوم کرتا ہوں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

نماز کے بارے میں تین قسم کے حضرات عام طور سے پائے جاتے ہیں۔ ایک جماعت وہ ہے جو سرے سے نماز ہی کی پرواہ نہیں کرتی، دوسرا گروہ وہ ہے جو نماز تو پڑھتا ہے مگر جماعت کا اہتمام نہیں کرتا، تیسرے وہ لوگ ہیں جو نماز بھی پڑھتے ہیں اور جماعت کا اہتمام بھی کرتے ہیں مگر لاپرواہی اور بُری طرح سے پڑھتے ہیں اسلئے اس رسالہ میں تینوں مضامین کی مناسبت سے تین باب ذکر کئے گئے ہیں اور ہر باب میں نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاک ارشادات اور انکا ترجمہ پیش کر دیا ہے مگر ترجمہ میں وضاحت اور سہولت کا لحاظ کیا ہے لفظی ترجمہ کی زیادہ رعایت نہیں کی۔ نیز چونکہ نماز کی تبلیغ کرنیوالے اکثر اہل علم بھی ہوتے ہیں اسلئے حدیث کا حوالہ اور اس کے متعلق جو مضامین اہل علم سے تعلق رکھتے تھے وہ عربی میں لکھ دیتے گئے ہیں کہ عوام کو اُن سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور تبلیغ کرنیوالے حضرات کو بسا اوقات ضرورت پڑ جاتی ہے اور ترجمہ و فوائد وغیرہ اردو میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

باب اوّل

نماز کی اہمیّت کے بیان میں

اس باب میں دو فصلیں ہیں۔ فصل اوّل میں نماز کی فضیلت کا بیان ہے اور دوسری فصل میں نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے اس کا بیان ہے۔

فصل اوّل

نماز کی فضیلت کے بیان میں

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔ (متفق عليه)

وقال المنذری فی الترغیب رواه البخاری ومسلم وغیرهما عن غیر واحد من الصحابة۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے سب سے اوّل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اسکے بعد نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

ف: یہ پانچوں چیزیں ایمان کے بڑے اُصول اور اہم ارکان ہیں۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاک حدیث میں بطور مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے پس کلمہ شہادت خیمہ کی درمیانی لکڑی کی طرح ہے اور بقیہ چاروں ارکان بمنزلہ ان

چار ستونوں کے ہیں جو چاروں کونوں پر ہوں. اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں کوئی سی لکڑی نہ ہو تو خیمہ قائم تو ہو جائے گا لیکن جونسے کونے کی لکڑی نہیں ہوگی وہ جانب ناقص اور گری ہوتی ہوگی۔ اس پاک ارشاد کے بعد اب ہم لوگوں کو اپنی حالت پر خود ہی غور کر لینا چاہیئے کہ اسلام کے اس خیمہ کو ہم نے کس درجہ تک قائم کر رکھا ہے اور اسلام کا کونسا رکن ایسا ہے جس کو ہم نے پورے طور پر سنبھال رکھا ہے اسلام کے یہ پانچوں ارکان نہایت اہم ہیں حتّٰی کہ اسلام کی بنیاد انہی کو قرار دیا گیا ہے اور ایک مسلمان کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے ان سب کا اہتمام نہایت ضروری ہے مگر ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ نماز: میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ والدین کے ساتھ حُسنِ سُلُوک۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کونسا ہے۔ ارشاد فرمایا جہاد۔ مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علماء کے اس قول کی دلیل ہے کہ ایمان کے بعد سب سے مُقدّم نماز ہے۔ اس کی تائید اس حدیثِ صحیح سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرُ مَوْضُوْعٍ یعنی بہترین عمل جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے مقرر فرمایا وہ نماز ہے۔ اھ۔ اور احادیث میں کثرت سے یہ مضمون صاف اور صحیح حدیثوں میں نقل کیا گیا ہے کہ تمہارے سب اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے۔ چنانچہ جامع صغیر میں حضرت ثوبانؓ، ابنِ عمروؓ، سلمہؓ، ابو اُمامہؓ، عُبادہ رضی اللہ عنہم پانچ صحابہؓ سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے اور حضرت ابنِ مسعودؓ و انسؓ سے اپنے وقت پر نماز کا پڑھنا افضل ترین عمل نقل کیا گیا ہے[1]۔ حضرت ابنِ عمرؓ اور اُمِّ فروہؓ سے اوّل وقت نماز پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مقصد سب کا قریب قریب ایک ہی ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِی الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ یَتَھَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ شَجَرَۃٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِکَ الْوَرَقُ یَتَھَافَتُ فَقَالَ یَا اَبَاذَرٍّ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے اور پتّے درختوں پر سے گر رہے تھے آپؐ نے ایک درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لی اس کے پتّے اور بھی گرنے لگے آپؐ نے فرمایا اے ابوذر مسلمان بندہ

[1] جامع الصغیر

اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّی الصَّلٰوۃَ یُرِیْدُ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ فَتَھَافَتَ عَنْہُ ذُنُوْبُہٗ کَمَا تَھَافَتَ ھٰذَا الْوَرَقُ عَنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ (رواہ احمد باسناد حسن کذا فی الترغیب)

جب اخلاص سے اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اسکے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں

ف: سردی کے موسم میں درختوں کے پتے ایسی کثرت سے گرتے ہیں کہ بعضے درختوں پر ایک بھی پتہ نہیں رہتا نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا پاک ارشاد ہے کہ اخلاص سے نماز پڑھنے کا اثر بھی یہی ہے کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ایک بھی نہیں رہتا. مگر ایک بات قابلِ لحاظ ہے. علماء کی تحقیق آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی وجہ سے یہ ہے کہ نماز وغیرہ عبادات سے صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں، کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا اس لئے نماز کے ساتھ توبہ واستغفار کا اہتمام بھی کرنا چاہیئے اس سے غافل نہ ہونا چاہیئے. البتہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے کسی کے گناہ کبیرہ بھی معاف فرمادیں تو دوسری بات ہے.

(۳) عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ رضی قَالَ کُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ رضی تَحْتَ شَجَرَۃٍ فَاَخَذَ غُصْنًا مِّنْھَا یَابِسًا فَھَزَّہٗ حَتّٰی تَحَاتَّ وَرَقُہٗ ثُمَّ قَالَ یَا اَبَا عُثْمَانَ اَلَا تَسْأَلُنِیْ لِمَ اَفْعَلُ ھٰذَا قُلْتُ وَلِمَ تَفْعَلُہٗ قَالَ ھٰکَذَا فَعَلَ بِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَہٗ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ وَاَخَذَ مِنْھَا غُصْنًا یَابِسًا فَھَزَّہٗ حَتّٰی تَحَاتَّ وَرَقُہٗ فَقَالَ یَا سَلْمَانُ اَلَا تَسْأَلُنِیْ لِمَ اَفْعَلُ ھٰذَا قُلْتُ وَلِمَ تَفْعَلُہٗ قَالَ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا

ابو عثمان رضی کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کیساتھ ایک درخت کے نیچے تھا انہوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی جس سے اس کے پتے گر گئے پھر مجھ سے کہنے لگے کہ ابو عثمان تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے یہ کیوں کیا. میں نے کہا بتا دیجئے کیوں کیا انہوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا آپ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے پھر حضور نے

تَوَضَّاءَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ صَلَّى الصَّلَوٰتِ الْخَمْسَ تَحَاتَّتْ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتَّتْ هٰذَا الْوَرَقُ وَقَالَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ؕ

(رواہ احمد والنسائی والطبرانی ورواۃ احمد محتج بھم فی الصحیح الاعلی بن زید کذا فی الترغیب)

ارشاد فرمایا تھا کہ سلمان پوچھتے نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا میں نے عرض کیا کہ بتا دیجئے کیوں کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب مسلمان اچھی طرح سے وضو کرتا ہے پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس سے ایسی ہی گر جاتی ہیں جیسے یہ پتّے گرتے ہیں پھر آپؐ نے قرآن کی آیت اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قائم کر نماز کو دن کے دونوں سروں میں اور رات کے کچھ حصّوں میں بیشک نیکیاں دُور کر دیتی ہیں گناہوں کو، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے

ف: حضرت سلمانؓ نے جو عمل کر کے دکھلایا یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے تعشق کی ادنیٰ مثال ہے۔ جب کسی شخص کو کسی سے عشق ہوتا ہے اس کی ہر ادا بھاتی ہے اور اسی طرح ہر کام کے کرنے کو جی چاہا کرتا ہے جس طرح محبوب کو کرتے دیکھتا ہے۔ جو لوگ محبّت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں وہ اس کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نقل کرنے میں اکثر ان افعال کی بھی نقل کرتے تھے جو اس ارشاد کے وقت حضورؐ نے کئے تھے۔ نماز کا اہتمام اور اس کی وجہ سے گناہوں کا مُعاف ہونا جس کثرت سے روایات میں ذکر کیا گیا ہے اس کا احاطہ دُشوار ہے۔ پہلے بھی مُتعدّد روایات میں یہ مضمون گذر چکا ہے عُلماء نے اس کو صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے جیسا پہلے معلوم ہو چکا۔ مگر احادیث میں صغیرہ کبیرہ کی کچھ قید نہیں ہے مُطلق گناہوں کا ذکر ہے۔ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم کے وقت اس کی دو وجہیں ارشاد فرمائی تھیں۔ ایک یہ کہ مسلمان کی شان سے یہ بعید ہے کہ اس کے ذمّہ کوئی کبیرہ ہو۔ اوّلاً تو اس سے گناہ کبیرہ کا صادر ہونا ہی مشکل ہے اور اگر ہو بھی گیا تو بغیر توبہ کے اس کو چین آنا مشکل ہے۔ مسلمان کی مسلمانی شان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جب اس سے کبیرہ صادر ہو جائے تو

اتنے روپیٹ کر اس کو دھو نہ لے اس کو چین نہ آئے۔ البتہ صغیرہ گناہ ایسے ہیں کہ ان کی طرف بسا اوقات اِلتفات نہیں ہوتا ہے اور ذمّہ پر رہ جاتے ہیں جو نماز وغیرہ سے مُعاف ہو جاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اخلاص سے نماز پڑھے گا اور آداب و مُستحبات کی رعایت رکھے گا، وہ خود ہی نہ معلوم کتنی مرتبہ توبہ اِستغفار کرے گا۔ اور نماز میں اَلتَّحیات کی اخیر دعا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ الخ میں تو توبہ واِستغفار خود ہی موجود ہے۔ ان روایات میں وضو کو بھی اچھی طرح سے کرنے کا حکم ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے آداب و مستحبات کی تحقیق کر کے ان کا اہتمام کرے مثلاً ایک سُنّت اس کی مسواک ہی ہے جس کی طرف عام طور پر بے توجہی ہے حالانکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اس نماز سے جو بلا مسواک پڑھی جائے ستّر درجہ افضل ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو۔ اس میں دس فائدے ہیں۔ مُنہ کو صاف کرتی ہے[۱]۔ اللہ کی رضا کا سبب ہے[۲]۔ شیطان کو غصّہ دلاتی ہے[۳]۔ مسواک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اور فرشتے محبوب رکھتے ہیں[۵]۔ مسوڑھوں کو قوّت دیتی ہے[۶]۔ بلغم کو قطع کرتی ہے[۷]۔ مُنہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے[۸]۔ صفرا کو دور کرتی ہے[۹]۔ نگاہ کو تیز کرتی ہے[۱۰]۔ مُنہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے اور اس سب کے علاوہ یہ ہے کہ سُنّت ہے۔ (مُنبّہات ابن حجرؒ) علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستّر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے اور اس کے بالمُقابل افیون کھانے میں ستّر مضرّتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اچھی طرح وضو کرنے کے فضائل احادیث میں بڑی کثرت سے آئے ہیں۔ وُضو کے اَعضاء قیامت کے دن روشن اور چمکدار ہوں گے اور اس سے حضورؐ فوراً اپنے اُمّتی کو پہچان جائیں گے۔

(۱۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَرَأَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَھْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ ھَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ قَالُوْا لَا یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ قَالَ فَکَذٰلِکَ مَثَلُ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا بتاؤ اگر کسی شخص کے دروازہ پر ایک نہر جاری ہو جس میں وہ پانچ مرتبہ روزانہ غسل کرتا ہو کیا اُس کے بدن پر کچھ مَیل باقی رہے گا صحابہؓ نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا حضورؐ

الصَّلَوٰتُ الْخَمْسُ يَمْحُوا اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا (رواه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی ورواہ ابن ماجہ من حدیث عثمان کذا فی الترغیب)

نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ اُن کی وجہ سے گناہوں کو زائل کر دیتے ہیں۔

(۴) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ۔ (رواه مسلم کذا فی الترغیب)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری ہو اور بہت گہرا ہو۔ اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرے۔

ف: جاری پانی گندگی وغیرہ سے پاک ہوتا ہے اور پانی جتنا بھی گہرا ہوگا اتنا ہی صاف اور شفاف ہوگا۔ اسی لئے اس حدیث میں اس کا جاری ہونا اور گہرا ہونا فرمایا گیا ہے اور جتنے صاف پانی سے آدمی غسل کریگا اتنی ہی صفائی بدن پر آئے گی۔ اسی طرح نمازوں کی وجہ سے اگر آداب کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھی جائیں، تو گناہوں سے صفائی حاصل ہوتی ہے۔ جس قسم کا مضمون ان دو حدیثوں میں ارشاد ہوا ہے اس قسم کا مضمون کئی حدیثوں میں مختلف صحابہؓ سے مختلف الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔ ابُوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے نقل کیا گیا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پانچوں نمازیں درمیانی اوقات کے لئے کفّارہ ہیں یعنی ایک نماز سے دوسری نماز تک جو صغیرہ گناہ ہوتے ہیں، وہ نماز کی برکت سے مُعاف ہو جاتے ہیں۔ اُس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا مثلاً ایک شخص کا کوئی کارخانہ ہے جس میں وہ کچھ کاروبار کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے بدن پر کچھ گرد وغبار میل کچیل لگ جاتا ہے اور اس کے کارخانے اور مکان کے درمیان میں پانچ نہریں پڑتی ہیں۔ جب وہ کارخانہ سے گھر جاتا ہے تو ہر نہر پر غسل کرتا ہے۔ اسی طرح سے پانچوں نمازوں کا حال ہے کہ جب کبھی درمیانی اوقات میں کچھ خطا اور لغزش وغیرہ ہو جاتی ہے تو نمازوں میں دُعا استغفار کرنے سے اللہ جلّ شانہٗ بالکل اس کو مُعاف فرما دیتے ہیں۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس قسم کی مثالوں سے اس امر کا سمجھا دینا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے نماز کو گناہوں کی معافی میں بہت قوی تاثیر عطا فرمائی ہے اور چونکہ مثال سے بات ذرا اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے اس لئے مختلف مثالوں

سے حضورؐ نے اس مضمون کو واضح فرمادیا ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ کی اس رحمت اور وسعت مغفرت اور لُطف وانعام اور کرم سے ہم لوگ فائدہ نہ اٹھائیں تو کسی کا کیا نقصان ہے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں ہم لوگ گناہ کرتے ہیں، نافرمانیاں کرتے ہیں، حکم عدولیاں کرتے ہیں تعمیلِ ارشاد میں کوتاہیاں کرتے ہیں اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ قادر عادل بادشاہ کے یہاں ضرور سزا ہوتی اور اپنے کئے کو بھگتتے۔ مگر اللہ کے کرم کے قربان کہ جس نے اپنی نافرمانیاں اور حکم عدولیاں کرنے کی تلافی کا طریقہ بھی بتادیا اگر ہم اس سے نفع حاصل نہ کریں تو ہماری حماقت ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور لُطف تو عطا کے واسطے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص سوتے ہوئے یہ ارادہ کرے کہ تہجد پڑھونگا اور پھر آنکھ نہ کھلے تو اس کا ثواب اس کو ملے گا اور سونا مفت میں رہا[1]۔ کیا ٹھکانا ہے اللہ کی دین اور عطا کا، اور جو کریم اس طرح عطائیں کرتا ہو اُس سے نہ لینا کتنی سخت محرومی اور کتنا زبردست نقصان ہے۔

(۵) عَنْ حُذَیْفَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا حَزَبَہٗ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔ (اخرجہ احمد وابوداؤد وابن جریر کذا فی الدر المنثور)

حضرت حذیفہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوتے تھے۔

ف: نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے اس لئے ہر پریشانی کے وقت میں ادھر متوجہ ہو جانا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جانا ہے اور جب رحمتِ الٰہی مُساعد و مددگار ہو تو پھر کیا مجال ہے کسی پریشانی کی کہ باقی رہے۔ بہت سی روایتوں میں مختلف طور سے یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو ہر قدم پر حضورؐ کا اتباع فرمانے والے ہیں ان کے حالات میں بھی یہ چیز نقل کی گئی ہے۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم فوراً مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آندھی بند نہ ہو جاتی مسجد سے نہ نکلتے۔ اسی طرح جب سورج یا چاند گرہن ہو جاتا تو حضورؐ فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ حضرت صہیبؓ، حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء کا بھی یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سفر میں تھے راستہ میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ اونٹ سے اُترے دو رکعت نماز پڑھی پھر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا اور پھر فرمایا کہ

[1] ترغیب

ہم نے وہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور قرآن پاک کی آیت وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ تلاوت کی۔ ایک اور قصہ اسی قسم کا نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ تشریف لے جارہے تھے۔ راستہ میں اُن کے بھائی قُثَم کے اِنتقال کی خبر ملی۔ راستہ سے ایک طرف کو ہو کر اُونٹ سے اُترے، دو رکعت نماز پڑھی اور التَّحِيَّات میں بہت دیر تک دعائیں پڑھتے رہے۔ اس کے بعد اُٹھے اور اُونٹ پر سوار ہوئے اور قرآنِ پاک کی آیت وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ) اور مدد حاصل کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ اور بیشک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے، اُن پر کچھ دشوار نہیں۔ خُشوع کا بیان تیسرے باب میں مُفصّل آرہا ہے۔ انہیں کا ایک اور قصہ ہے کہ ازواجِ مُطہَّراتؓ میں سے کسی کے اِنتقال کی خبر ملی تو سجدہ میں گر گئے۔ کسی نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی۔ آپ نے فرمایا کہ حُضورؐ کا ہم کو یہی ارشاد ہے کہ جب کوئی حادثہ دیکھو تو سجدہ میں (یعنی نماز میں) مشغول ہو جاؤ اس سے بڑا حادثہ اور کیا ہو گا کہ اُمُّ المُؤمنینؓ کا اِنتقال ہو گیا۔[1] حضرت عُبادہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے اِنتقال کا وقت جب قریب آیا تو جو لوگ وہاں موجود تھے اُن سے فرمایا کہ میں ہر شخص کو اس سے روکتا ہوں کہ وہ مجھے روئے اور جب میری روح نکل جائے تو ہر شخص وضو کرے اور اچھی طرح سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے وضو کرے پھر مسجد میں جائے اور نماز پڑھ کر میرے واسطے اِستغفار کرے۔ اس لئے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ کا حکم فرمایا ہے۔ اس کے بعد مجھے قبر کے گڑھے میں پہنچا دینا۔ حضرت اُمِّ کلثومؓ کے خاوند حضرت عبدالرحمٰنؓ بیمار تھے اور ایک دفعہ ایسی سکتہ کی سی حالت ہو گئی کہ سب نے اِنتقال ہو جانا تجویز کر لیا۔ حضرت اُمِّ کلثومؓ اُٹھیں اور نماز کی نیت باندھ لی۔ نماز سے فارغ ہوئیں تو حضرت عبدالرحمٰنؓ کو بھی افاقہ ہوا۔ لوگوں سے پوچھا کیا میری حالت موت کی سی ہو گئی تھی۔ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ چلو اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن کی بارگاہ میں تمھارا فیصلہ ہونا ہے وہ مجھے لے جانے لگے تو ایک تیسرے فرشتے آئے اور اُن دونوں سے کہا کہ تم چلے جاؤ یہ ان لوگوں میں ہیں جن کی قسمت میں سعادت اسی وقت لکھ دی گئی تھی جب یہ ماں کے پیٹ میں تھے اور ابھی ان کی اولاد کو ان سے اور فوائد حاصل کرنے ہیں۔ اس کے بعد ایک مہینہ تک حضرت عبدالرحمٰنؓ زندہ رہے پھر اِنتقال ہوا۔[2]

حضرت نضرؒ کہتے ہیں کہ دن میں ایک مرتبہ سخت اندھیرا ہو گیا۔ میں دوڑا ہوا حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دریافت کیا کہ حُضورؐ کے زمانہ میں بھی کبھی ایسی نوبت آئی ہے۔

[1] ابوداؤد [2] درمنثور

انہوں نے فرمایا خدا کی پناہ، حضورؐ کے زمانہ میں تو ذرا بھی ہوا تیز چلتی تھی تو ہم سب مسجدوں کو دوڑ جاتے تھے کہ کہیں قیامت تو نہیں آ گئی۔ عبداللہ بن سلامؓ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر کسی قسم کی تنگی پیش آتی، تو اُن کو نماز کا حکم فرمایا کرتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا الآیۃ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے ہم آپ سے روزی کموانا نہیں چاہتے روزی تو آپ کو ہم دیں گے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص کو کوئی بھی ضرورت پیش آئے دینی ہو یا دُنیوی اس کا تعلق مالک الملک سے ہو یا کسی آدمی سے، اس کو چاہیئے کہ بہت اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ جل شانہٗ کی حمد و ثنا کرے اور پھر درود شریف پڑھے اس کے بعد یہ دُعا پڑھے تو انشاء اللہ اس کی حاجت ضرور پوری ہوگی۔ دُعا یہ ہے:۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے حاجتیں نماز کے ذریعہ طلب کی جاتی ہیں اور پہلے لوگوں کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا وہ نماز ہی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ جس پر بھی کوئی حادثہ گذرتا وہ جلدی سے نماز کی طرف رجوع کرتا۔ کہتے ہیں کوفہ میں ایک قلی تھا جس پر لوگوں کو بہت اعتماد تھا۔ امین ہونے کی وجہ سے تاجروں کا سامان روپیہ وغیرہ بھی لے جاتا۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک شخص اس کو ملا۔ پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔ قلی نے کہا فلاں شہر کا۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی جانا ہے۔ میں پاؤں چل سکتا تو تیرے ساتھ ہی چلتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک دینار کرایہ پر مجھے خچر پر سوار کر لے۔ قلی نے اس کو منظور کر لیا وہ سوار ہو گیا۔ راستہ میں ایک دوراہہ ملا۔ سوار نے پوچھا کدھر کو چلنا چاہیئے۔ قلی نے شارع عام کا راستہ بتایا۔ سوار نے کہا یہ دوسرا راستہ قریب کا ہے اور جانور کے لئے بھی سہولت کا ہے کہ سبزہ اس پر خوب ہے۔ قلی نے کہا میں نے یہ راستہ دیکھا نہیں۔ سوار نے کہا میں بارہا اس راستہ پر چلا ہوں۔ قلی نے کہا اچھی بات ہے اسی راستہ کو چلے۔ تھوڑی دور چل کر وہ راستہ ایک وحشت ناک جنگل پر ختم ہو گیا۔ جہاں بہت سے مُردے پڑے تھے۔ وہ شخص سواری سے اُترا اور کمر سے خنجر نکال کر قلی کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

ابوداؤد

قلی نے کہا کہ ایسا نہ کر۔ یہ خچر اور سامان سب کچھ لے لے یہی تیرا مقصود ہے مجھے قتل نہ کر۔ اس نے نہ مانا اور قسم کھائی کہ پہلے تجھے ماروں گا پھر یہ سب کچھ لوں گا۔ اس نے بہت عاجزی کی مگر اُس ظالم نے ایک بھی نہ مانی۔ قلی نے کہا اچھا مجھے دو رکعت آخری نماز پڑھنے دے۔ اُس نے قبول کیا اور ہنس کر کہا۔ جلدی سے پڑھ لے ان مُردوں نے بھی یہی درخواست کی تھی مگر اُن کی نماز نے کچھ بھی کام نہ دیا۔ اس قلی نے نماز شروع کی۔ اَلْحَمْدُ شریف پڑھ کر سورت بھی یاد نہ آئی۔ اُدھر وہ ظالم کھڑا تقاضا کر رہا تھا کہ جلدی ختم کر۔ بے اختیار اُس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوئی۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ۔ الآیۃ۔ یہ پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا جس کے سر پر چمکتا ہوا خود (لوہے کی ٹوپی) تھا اُس نے نیزہ مار کر اُس ظالم کو ہلاک کر دیا۔ جس جگہ وہ ظالم مر کر گرا، آگ کے شعلے اُس جگہ سے اُٹھنے لگے۔ یہ نمازی بے اختیار سجدہ میں گر گیا۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ نماز کے بعد اُس سوار کی طرف دوڑا۔ اُس سے پوچھا کہ خدا کے واسطے اتنا بتا دو کہ تم کون ہو کیسے آئے۔ اُس نے کہا کہ میں اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ کا غلام ہوں۔ اب تم مامون ہو جہاں چاہے جاؤ۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔[1] درحقیقت نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے کہ اللہ کی رضا کے علاوہ دنیا کے مصائب سے بھی اکثر نجات کا سبب ہوتی ہے، اور سکونِ قلب تو حاصل ہوتا ہی ہے۔ ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ اگر مجھے جنّت کے جانے میں اور دو رکعت نماز پڑھنے میں اختیار دے دیا جائے تو میں دو رکعت ہی کو اختیار کروں گا۔ اس لئے کہ جنّت میں جانا میری اپنی خوشی کے واسطے ہے اور دو رکعت نماز میں میرے مالک کی رضا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ بڑا قابلِ رشک ہے وہ مسلمان جو ہلکا پھلکا ہو (یعنی اہل و عیال کا زیادہ بوجھ نہ ہو) نماز سے وافر حصّہ اس کو ملا ہو۔ روزی صرف گذارے کے قابل ہو جس پر صبر کر کے عمر گذار دے۔ اللہ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہو۔ گمنامی میں پڑا ہو۔ جلدی سے مر جاوے۔ نہ میراث زیادہ ہو نہ رونے والے زیادہ ہوں[2]۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے گھر میں نماز کثرت سے پڑھا کرو، گھر کی خیر میں اضافہ ہوگا۔[3]

(۶) عَنْ اَبِیْ مُسْلِمِ نِ التَّغْلِبِیِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی اَبِیْ اُمَامَةَ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ يَا اَبَا اُمَامَةَ اِنَّ رَجُلًا حَدَّثَنِیْ عَنْكَ اَنَّكَ سَمِعْتَ

ابو مسلم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو اُمامہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسجد میں تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا کہ مجھ سے ایک صاحب نے آپ کی طرف سے یہ حدیث نقل کی ہے

[1] نزہۃ المجالس [2] جامع الصغیر [3] ایضاً۔

رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ غَسَلَ یَدَیْہِ وَ وَجْہَہٗ وَ مَسَحَ عَلٰی رَأْسِہٖ وَاُذُنَیْہِ ثُمَّ قَامَ اِلٰی صَلٰوۃٍ مَّفْرُوْضَۃٍ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ مَا مَشَتْ اِلَیْہِ رِجْلَاہُ وَ قَبَضَتْ عَلَیْہِ یَدَاہُ وَسَمِعَتْ اِلَیْہِ اُذُنَاہُ وَ نَظَرَتْ اِلَیْہِ عَیْنَاہُ وَحَدَّثَ بِہٖ نَفْسُہٗ مِنْ سُوْءٍ فَقَالَ وَاللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْتُہٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِرَارًا۔

کہ آپ نے نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہ ارشاد سُنا ہے جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر فرض نماز پڑھے تو حق تعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ اس دن وہ گناہ جو چلنے سے ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو اُس کے ہاتھوں نے کیا ہو اور وہ گناہ جو اس کے کانوں سے صادر ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو اُس نے آنکھوں سے کیا ہو، اور وہ گناہ جو اس کے دل میں پیدا ہوئے ہوں سب کو معاف فرما دیتے ہیں۔ حضرت ابُو امامہ رضؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ مضمون نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کئی دفعہ سُنا ہے

(رواہ احمد والغالب علی سندہ الحسن وتقدم لہ شواھد فی الوضوء کذا فی الترغیب قلت وقد روی معنی الحدیث عن ابی امامۃ بطرق فی مجمع الزوائد)

ف: یہ مضمون بھی کئی صحابہؓ سے نقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عُثمانؓ، حضرت ابُوہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ صُنابحیؓ، حضرت عَمرو بن عَبَسہؓ وغیرہ حضرات سے مُختلف الفاظ کے ساتھ مُتعدِد روایات میں ذکر کیا گیا ہے اور جو حضرات اہلِ کشف ہوتے ہیں اُن کو گناہوں کا زائل ہوجانا محسوس بھی ہوجاتا ہے چنانچہ حضرت امام اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کا قصہ مشہور ہے کہ وضو کا پانی گرتے ہوئے یہ محسوس فرما لیتے تھے کہ کونسا گناہ اس میں دُھل رہا ہے۔ حضرت عُثمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی ایک روایت میں نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ کسی شخص کو اس بات سے مغرور نہیں ہونا چاہیے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گھمنڈ پر کہ نماز سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں گناہوں پر جرأت نہیں کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ ہم لوگوں کی نماز اور عبادات جیسی ہوتی ہیں اُن کو اگر حق تعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ اپنے لُطف وکرم سے قبول فرمالیں تو اُن کا لُطف، احسان واِنعام ہے ورنہ ہماری عبادتوں کی حقیقت ہمیں خوب معلوم ہے۔ اگرچہ نماز کا یہ اثر ضروری ہے کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں مگر ہماری نماز بھی اس

قابل ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ اس وجہ سے گناہ کرنا کہ میرا مالک کریم ہے مُعاف کرنے والا ہے انتہائی بے غیرتی ہے۔ اس کی مثال تو ایسی ہوتی کہ کوئی شخص یوں کہے کہ اپنے ان بیٹوں سے جو فلاں کام کریں درگذر کرتا ہوں تو وہ نالائق بیٹے اس وجہ سے کہ باپ نے درگذر کرنے کو کہہ دیا ہے جان جان کر اُس کی نافرمانیاں کریں۔

(۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ کَانَ رَجُلَانِ مِنْ بَلِیٍّ حَیٍّ مِّنْ قُضَاعَةَ اَسْلَمَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتُشْهِدَ اَحَدُهُمَا وَاُخِّرَ الْاٰخَرُ سَنَةً قَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰہِ فَرَاَیْتُ الْمُؤَخَّرَ مِنْهُمَا اُدْخِلَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الشَّهِیْدِ فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ فَاَصْبَحْتُ فَذَکَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ ذُکِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلَیْسَ قَدْ صَامَ بَعْدَهٗ رَمَضَانَ وَصَلّٰی سِتَّةَ اٰلَافِ رَکْعَةٍ وَکَذَا وَکَذَا رَکْعَةً صَلٰوةَ سَنَةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو صحابی ایک ساتھ مسلمان ہوئے اُن میں سے ایک صاحب جہاد میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا اُن شہید سے بھی پہلے جنت میں داخل ہو گئے تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ شہید کا درجہ تو بہت اُونچا ہے وہ پہلے جنت میں داخل ہوتے۔ میں نے حضور سے خود عرض کیا یا کسی اور نے عرض کیا تو حُضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ارشاد فرمایا کہ جن صاحب کا بعد میں انتقال ہوا اُن کی نیکیاں نہیں دیکھتے کتنی زیادہ ہو گئیں ایک رَمَضَانُ المبارک کے پورے روزے بھی اُن کے زیادہ ہوئے اور چھ ہزار اور اتنی اتنی رکعتیں نماز کی ایک سال میں اُن کی بڑھ گئیں۔

(رواہ احمد باسناد حسن ورواہ ابن ماجة وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی کلہم عن طلحة بنحوہ اطول منہ وزاد ابن ماجة وابن حبان فی آخرہ فلما بینہما اطول ما بین السماء والارض کذا فی الترغیب ولفظ احمد فی النسخة التی بایدینا او کذا وکذا رکعة بلفظ او وفی الدر اخرجہ مالك واحمد والنسائی وابن خزیمة والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان عن عامر بن سعد قال سمعت سعدا و ناسا من الصحابة یقولون کان رجلان اخوان فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم وكان احدهما افضل من الاٰخر فتوفى الذى هو افضلهما ثم عمر الاٰخر بعده اربعين ليلة الحديث وقد اخرج ابو داؤد بمعنى حديث الباب من حديث عبيد بن خالد بلفظ قتل احدهما ومات الاٰخر بعده بجمعة الحديث)

ف: اگر ایک سال کے تمام مہینے انتیس دن کے لگاتے جائیں اور صرف فرض اور وتر کی بیس رکعتیں شمار کی جائیں تب بھی چھ ہزار نو سو ساٹھ رکعتیں ہوتی ہیں اور جتنے مہینے تیس دن کے ہوں گے بیس بیس رکعتوں کا اضافہ ہوتا رہے گا اور سُنّتیں اور نوافل بھی شمار کئے جائیں تو کیا ہی پوچھنا ابنِ ماجہ میں یہ قصّہ اور بھی مُفصّل آیا ہے۔ اس میں حضرت طلحہؓ جو خواب دیکھنے والے ہیں وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو آدمی حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں ایک ساتھ آئے اور اکٹھے ہی مسلمان ہوئے۔ ایک صاحب بہت زیادہ مُستعِد اور ہمت والے تھے وہ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنّت کے دروازے پر کھڑا ہوں اور وہ دونوں صاحب بھی وہاں ہیں۔ اندر سے ایک شخص آئے اور اُن صاحب کو جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا اندر جانے کی اجازت ہو گئی اور جو صاحب شہید ہوئے تھے وہ کھڑے رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر اندر سے ایک شخص آئے اور اُن شہید کو بھی اجازت ہو گئی اور مجھ سے یہ کہا کہ تمہارا ابھی وقت نہیں آیا تم واپس چلے جاؤ۔ میں نے صبح کو لوگوں سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا۔ سب کو اس پر تعجُّب ہوا کہ ان شہید کو بعد میں اجازت کیوں ہوئی ان کو تو پہلے ہونی چاہیئے تھی۔ آخر حضورؐ سے لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں تعجُّب کی کیا بات ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ وہ شہید بھی ہوئے اور بہت زیادہ مُستعِد اور ہمت والے بھی تھے اور جنّت میں یہ دوسرے صاحب پہلے داخل ہو گئے۔ حضورؐ نے اِرشاد فرمایا کیا انہوں نے ایک سال عبادت زیادہ نہیں کی۔ عرض کیا، بیشک کی۔ اِرشاد فرمایا، کیا انہوں نے پورے ایک رمضان کے روزے اُن سے زیادہ نہیں رکھے عرض کیا گیا بیشک رکھے۔ اِرشاد فرمایا کیا انہوں نے اتنے اتنے سجدے ایک سال کی نمازوں کے زیادہ نہیں کئے۔ عرض کیا گیا بیشک کئے۔ حضورؐ نے فرمایا پھر۔ ان دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہو گیا۔ اھ

اس نوع کے قصّے کئی لوگوں کے ساتھ پیش آئے۔ ابو داؤد شریف میں دو صحابہؓ کا قصہ اسی قسم کا صرف آٹھ دن کے فرق سے ذکر کیا گیا ہے کہ دوسرے صاحب کا اِنتقال ایک ہفتہ بعد ہوا پھر بھی وہ جنّت میں پہلے داخل ہو گئے۔ حقیقت میں ہم لوگوں کو اس کا اندازہ نہیں کہ نماز کتنی قیمتی

چیز ہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے۔ حضورؐ کی آنکھ کی ٹھنڈک جو انتہائی محبت کی علامت ہے معمولی چیز نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو بھائی تھے ان میں سے ایک چالیس روز پہلے انتقال کر گئے۔ دوسرے بھائی کا چالیس روز بعد انتقال ہوا۔ پہلے بھائی زیادہ بزرگ تھے۔ لوگوں نے اُن کو بہت بڑھانا شروع کر دیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کیا دوسرے بھائی مسلمان نہ تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ بیشک مسلمان تھے مگر معمولی درجہ میں تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمھیں کیا معلوم کہ ان چالیس دن کی نمازوں نے اُن کو کس درجہ تک پہنچادیا ہے۔ نماز کی مثال ایک میٹھی اور گہری نہر کی سی ہے جو دروازہ پر جاری ہو اور آدمی پانچ دفعہ اس میں نہاتا ہو تو اس کے بدن پر کیا میل رہ سکتا ہے اس کے بعد پھر دوبارہ حضورؐ نے فرمایا کہ تمھیں کیا معلوم کہ اس کی نمازوں نے جو بعد میں پڑھی گئیں اس کو کس درجہ تک پہنچادیا ہے[1]

(۸) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ یُبْعَثُ مُنَادٍ عِنْدَ حَضْرَۃِ کُلِّ صَلٰوۃٍ فَیَقُوْلُ یَا بَنِیْٓ اٰدَمَ قُوْمُوْا فَاَطْفِئُوْا مَآ اَوْقَدْتُّمْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ فَیَقُوْمُوْنَ فَیَتَطَهَّرُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ الظُّهْرَ فَیُغْفَرُ لَهُمْ مَا بَیْنَهُمَا فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَصْرُ فَمِثْلُ ذٰلِکَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْمَغْرِبُ فَمِثْلُ ذٰلِکَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَتَمَۃُ فَمِثْلُ ذٰلِکَ فَیَنَامُوْنَ فَمُدْلِجٌ فِیْ خَیْرٍ وَّمُدْلِجٌ فِیْ شَرٍّ (رواہ الطبرانی فی الکبیر کذا فی الترغیب)

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے آدم کی اولاد اٹھو اور جہنّم کی اس آگ کو جسے تم نے (گناہوں کی بدولت) اپنے اوپر جلانا شروع کر دیا ہے بجھاؤ چنانچہ (دیندار لوگ) اُٹھتے ہیں وضو کرتے ہیں ظہر کی نماز پڑھتے ہیں جسکی وجہ سے اُنکے گناہوں کی (صبح سے ظہر تک کی) مغفرت کر دیجاتی ہے اسی طرح پھر عصر کے وقت پھر مغرب کے وقت پھر عشاء کے وقت (غرض ہر نماز کے وقت یہی صورت ہوتی ہے) عشاء کے بعد لوگ سونے میں مشغول ہو جاتے ہیں اس کے بعد اندھیری میں بعض لوگ برائیوں (زنا کاری بدکاری چوری وغیرہ) کی طرف چل دیتے ہیں اور بعض لوگ بھلائیوں (نماز وظیفہ ذکر وغیرہ) کی طرف چلنے لگتے ہیں۔

---

[1] قال المنذری رواہ مالک واللفظ لہ واحمد باسناد حسن والنسائی وابن خزیمۃ فی صحیحہ

ف: حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ اپنے لطف سے نماز کی بدولت گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور نماز میں چونکہ استغفار خود موجود ہے جیسا کہ اُوپر گذرا اسلئے صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہ اس میں داخل ہو جاتے ہیں بشرطیکہ دل سے گناہوں پر ندامت ہو۔ خود حق تعالےٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّہَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ جیسا کہ حدیث ۳ میں گذرا۔

حضرت سلمانؓ ایک بڑے مشہور صحابی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب عشاء کی نماز ہو لیتی ہے تو تمام آدمی تین جماعتوں میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ ایک وہ جماعت ہے جس کے لئے یہ رات نعمت ہے اور کمائی ہے اور بھلائی ہے یہ وہ حضرات ہیں جو رات کی فرصت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور جب لوگ اپنے اپنے راحت و آرام اور سونے میں مشغول ہو جاتے ہیں تو یہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ان کی رات اُن کے لئے اجر و ثواب بن جاتی ہے۔ دوسری وہ جماعت ہے جس کیلئے رات وبال ہے عذاب ہے یہ وہ جماعت ہے جو رات کی تنہائی اور فرصت کو غنیمت سمجھتی ہے اور گناہوں میں مشغول ہو جاتی ہے اُن کی رات اُن پر وبال بن جاتی ہے۔ تیسری وہ جماعت ہے جو عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتی ہے اس کے لئے نہ وبال ہے نہ کمائی، نہ کچھ گیا نہ آیا[۱]۔

(۹) عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ بْنِ رِبْعِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِنِّیْ افْتَرَضْتُ عَلٰی اُمَّتِکَ خَمْسَ صَلَوٰاتٍ وَّعَہِدْتُّ عِنْدِیْ عَہْدًا اَنَّہٗ مَنْ حَافَظَ عَلَیْہِنَّ لِوَقْتِہِنَّ اَدْخَلْتُہُ الْجَنَّۃَ فِیْ عَہْدِیْ وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْہِنَّ فَلَا عَہْدَ لَہٗ عِنْدِیْ۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری اُمت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لئے عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو اُن کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کرونگا اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اُسکی کوئی ذمہ داری نہیں۔

(کذا فی الدر المنثور بروایت ابی داؤد وابن ماجۃ وفیہ ایضًا اخرج مالک و ابن ابی شیبۃ واحمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والبیہقی عن عبادۃ بن الصامت فذکر معنی حدیث الباب مرفوعًا باطول منہ)

ف: ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون اور وضاحت سے آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے پانچ

[۱] درمنثور

نمازیں فرض فرمائی ہیں جو شخص ان میں لاپروائی سے کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے. اچھی طرح وضو کرے اور وقت پر ادا کرے خُشوع وخُضوع سے پڑھے. حق تعالیٰ شانُہٗ کا عہد ہے کہ اس کو جنّت میں ضرور داخل فرمائیں گے اور جو شخص ایسا نہ کرے. اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اُس سے نہیں، چاہے اس کی مغفرت فرمائیں چاہے عذاب دیں. کتنی بڑی فضیلت ہے نماز کی کہ اس کے اہتمام سے اللہ کے عَہد میں اور ذِمّہ داری میں آدمی داخل ہوجاتا ہے. ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی معمولی سا حاکم یا دولت مند کسی شخص کو اطمینان دلادے یا کسی مطالبہ کا ذِمّہ دار ہوجائے یا کسی قسم کی ضمانت کرلے تو وہ کتنا مطمئن اور خوش ہوتا ہے اور اُس حاکم کا کس قدر احسان مند اور گرویدہ بن جاتا ہے. یہاں ایک معمولی عبادت پر جس میں کچھ مشقت بھی نہیں ہے مالکُ المُلک دو جہاں کا بادشاہ عہد کرتا ہے پھر بھی لوگ اس چیز سے غفلت اور لاپروائی کرتے ہیں. اس میں کسی کا کیا نقصان ہے، اپنی ہی کم نصیبی اور اپنا ہی ضرر ہے.

(۱۰) عَنِ ابْنِ سَلْمَانَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدَّثَہٗ قَالَ لَمَّا فَتَحْنَا خَیْبَرَ اَخْرَجُوْا غَنَائِمَھُمْ مِنَ الْمَتَاعِ وَالسَّبْیِ فَجَعَلَ النَّاسُ یَتَبَایَعُوْنَ غَنَائِمَھُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ رَبِحْتُ رِبْحًا مَا رَبِحَ الْیَوْمَ مِثْلَہٗ اَحَدٌ مِّنْ اَھْلِ الْوَادِیْ قَالَ وَیْحَکَ وَمَا رَبِحْتَ قَالَ مَازِلْتُ اَبِیْعُ وَاَبْتَاعُ حَتّٰی رَبِحْتُ ثَلٰثَمِائَۃِ اُوْقِیَۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اُنَبِّئُکَ بِخَیْرِ رَجُلٍ رَبِحَ قَالَ مَا ھُوَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ.

(اخرجہ ابوداؤد وسکت عنہ المنذری)

ایک صحابی رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ لڑائی میں جب خیبر کو فتح کرچکے تو لوگوں نے اپنے مالِ غنیمت کو نکالا جس میں مُتفرّق سامان تھا اور قیدی تھے اور خرید وفروخت شروع ہوگئی (کہ ہر شخص اپنی ضروریات خریدنے لگا اور دوسری زائد چیزیں فروخت کرنے لگا)، اتنے میں ایک صحابی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے آج کی اس تجارت میں اس قدر نفع ہوا کہ ساری جماعت میں سے کسی کو بھی اتنا نفع نہیں مِل سکا. حضورؐ نے تعجب سے پوچھا کہ کتنا کمایا اُنہوں نے عرض کیا کہ حضورؐ میں سامان خریدتا رہا اور بیچتا رہا جس میں تین سو اُوقیہ چاندی نفع میں بچی حضورؐ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں بہترین نفع کی چیز بتاؤں انہوں نے عرض کیا حضور ضرور بتائیں. ارشاد فرمایا کہ فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل.

ف : ایک اُوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم تقریباً چار آنہ کا۔ تو اس حساب سے تین ہزار روپیہ ہوا۔ جس کے مقابلہ میں دو جہان کے بادشاہ کا ارشاد ہے کہ یہ کیا نفع ہوا۔ حقیقی نفع وہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے والا اور کبھی نہ ختم ہونے والا ہے اگر حقیقت میں ہم لوگوں کے ایمان ایسے ہی ہوجائیں اور دو رکعت نماز کے مقابلہ میں تین ہزار روپے کی وقعت نہ رہے تو پھر واقعی زندگی کا لُطف ہے اور حق یہ ہے کہ نماز ہے ہی ایسی دولت۔ اسی وجہ سے حضور اقدس سیّدُ البشر فخرِ رُسُلؐ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے اور وِصال کے وقت آخری وصیت جو فرمائی ہے اس میں نماز کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے (کنز العمال، مُتعدّد حدیثوں میں اس کی وصیت مذکور ہے مِنجُملہ ان کے حضرت اُمّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ آخری وقت میں جب زبان مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے اس وقت بھی حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نماز اور غلاموں کے حُقوق کی تاکید فرمائی تھی۔ حضرت علی رضؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ آخری کلام حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا نماز کی تاکید اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم تھا (جامع صغیر) حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نجد کی طرف ایک مرتبہ جہاد کے لئے لشکر بھیجا جو بہت ہی جلدی واپس لوٹ آیا اور ساتھ ہی بہت سارا مالِ غنیمت لے کر آیا۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی ذرا سی مدت میں ایسی بڑی کامیابی اور مال و دولت کے ساتھ واپس آگیا۔ حضورؐ نے اِرشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی کم وقت میں اس مال سے بہت زیادہ غنیمت اور دولت کمانے والی جماعت بتاؤں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں جماعت میں شریک ہوں اور آفتاب نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے رہیں آفتاب نکلنے کے بعد (جب مکروہ وقت جو تقریباً بیس منٹ رہتا ہے نکل جائے) تو دو رکعت (اشراق کی) نماز پڑھیں۔ یہ لوگ بہت تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ دولت کمانے والے ہیں۔ حضرت شقیق بلخیؒ مشہور صوفی اور بُزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں اُن کو پانچ جگہ پایا روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی اور قبرؑ کی روشنی تہجّد کی نماز میں ملی۔ منکر نکیرؑ کے سوال کا جواب طلب کیا تو اس کو قرآت میں پایا اور پُل صراطؑ کا سہولت سے پار ہونا روزہ اور صدقہ میں پایا اور عرشؑ کا سایہ خلوت میں پایا (نزہۃ المجالس) حدیث کی کتابوں میں نماز کے بارے میں بہت ہی تاکید اور بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں ان سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے تبرّکاً چند احادیث کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

(۱) حضورؐ کا اِرشاد ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے میری اُمّت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی

اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا (۲) نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو (۳) آدمی کے اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے (۴) اسلام کی علامت نماز ہے جو شخص دل کو فارغ کر کے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے وہ مومن ہے (۵) حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں (۶) نماز دین کا ستون ہے (۷) نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے (۸) نماز مؤمن کا نور ہے (۹) نماز افضل جہاد ہے (۱۰) جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف پوری توجہ فرماتے ہیں جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں (۱۱) جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے (۱۲) اگر آدمی کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی (۱۳) اللہ نے سجدہ کی جگہ کو آگ پر حرام فرما دیا ہے (۱۴) سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جاتے (۱۵) اللہ جل شانہٗ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ پسند یہ ہے کہ اس کو سجدہ میں پڑا ہوا دیکھیں کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے (۱۶) اللہ جل شانہٗ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے (۱۷) جنت کی کنجیاں نماز ہیں (۱۸) جب آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کے اور اس نمازی کے درمیان پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو (۱۹) نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکاتا ہی رہے تو کھلتا ہی ہے (۲۰) نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہی ہے جیسا کہ سر کا درجہ ہے بدن میں (۲۱) نماز دل کا نور ہے جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے (نماز کے ذریعہ سے) بنالے (۲۲) جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد خشوع وخضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ شانہٗ معاف فرمادیتے ہیں (۲۳) زمین کے جس حصہ پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کی جاتی ہے وہ حصہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے (۲۴) جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہ دعا قبول فرما لیتے ہیں خواہ فوراً ہو یا کسی مصلحت سے کچھ دیر کے بعد مگر قبول ضرور فرماتے ہیں (۲۵) جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنم کی آگ سے بری ہونے کا پروانہ مل جاتا

ہے (۲۶) جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے یہاں ایک مقبول دعا اس کی ہو جاتی ہے (۲۷) جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہے اُن کے رُکوع و سُجود اور وضو وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ اچھی طرح سے پورا کرتا رہے جنت اس کے لئے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے (۲۸) مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہو جاتی ہے اور اس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے (۲۹) سب سے افضل عمل اوّل وقت نماز پڑھنا ہے (۳۰) نماز ہر متقی کی قربانی ہے (۳۱) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز کو اوّل وقت پڑھنا ہے (۳۲) صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اُس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے (۳۳) ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجد کی چار رکعتوں کا (۳۴) ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں (۳۵) جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمتِ الٰہیہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے (۳۶) افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے مگر اس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں (۳۷) میرے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہنے لگے اے محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) خواہ کتنا ہی آپ زندہ رہیں آخر ایک دن مرنا ہے اور جس سے چاہیں محبت کریں آخر ایک دن اُس سے جدا ہونا ہے اور آپ جس قسم کا بھی عمل کریں (بھلا یا بُرا) اُس کا بدلہ ضرور ملے گا اس میں کوئی تردد نہیں کہ مومن کی شرافت تہجد کی نماز ہے اور مومن کی عزت لوگوں سے استغنا ہے (۳۸) اخیر رات کی دو رکعتیں تمام دنیا سے افضل ہیں اگر مجھے مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو اُمّت پر فرض کر دیتا (۳۹) تہجد ضرور پڑھا کرو کہ تہجد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قرب کا سبب ہے تہجد گناہوں سے روکتا ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے (۴۰) حق تعالیٰ شَانُہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو دن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن، میں تمام دن تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔

حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے نماز کے فضائل اور ترغیبیں ذکر کی گئی ہیں۔ چالیس کے عدد کی رعایت سے اتنے پر کفایت کی گئی کہ اگر کوئی شخص ان کو حفظ یاد کرلے تو چالیس حدیثیں یاد کرنے کی فضیلت حاصل کرے گا۔ حق یہ ہے کہ نماز ایسی بڑی دولت ہے کہ اس کی قدر وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے اس کا مزہ چکھا دیا ہو۔ اسی دولت کی وجہ سے حضور نے اپنی آنکھ کی ٹھنڈک اس میں فرمائی اور اسی لذت کی وجہ سے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رات کا اکثر حصہ نماز ہی میں گذار

دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے وِصال کے وقت خاص طور پر نماز کی وصیّت فرمائی اور اس کے اہتمام کی تاکید فرمائی۔ مُتعدِّد احادیث میں ارشادِ نبوی نقل کیا گیا اِتَّقُوا اللّٰہَ فِی الصَّلٰوۃِ "نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں مجھے نماز سب سے زیادہ محبوب ہے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد نبوی پر گذرا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نماز پڑھ رہے تھے مجھے بھی شوق ہوا حضورؐ کے پیچھے نیّت باندھ لی حضورؐ سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ سَو آیتوں پر رکوع کر دیں گے مگر جب وہ گذر گئیں اور رکوع نہ کیا تو میں نے سوچا دو سَو پر رکوع کریں گے مگر وہاں بھی نہ کیا تو مجھے خیال ہوا کہ سورت کے ختم ہی پر کریں گے۔ جب سورت ختم ہوئی تو حضورؐ نے کئی مرتبہ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ پڑھا اور سورۂ آلِ عمران شروع کر دی۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ آخر میں نے خیال کیا کہ آخر اس کے ختم پر تو رکوع کریں ہی گے۔ حضورؐ نے اس کو ختم فرمایا اور تین مرتبہ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ پڑھا اور سورۂ مائدہ شروع کر دی۔ اس کو ختم کر کے رکوع کیا اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھتے رہے اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے رہے جو سمجھ میں نہ آیا۔ اس کے بعد اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی بھی پڑھتے رہے اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے تھے اس کے بعد دوسری رکعت میں سورۂ اَنعام شروع کر دی۔ میں حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہمّت نہ کر سکا اور مجبور ہو کر چلا آیا۔ پہلی رکعت میں تقریباً پانچ سی پارے ہوئے اور پھر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا پڑھنا جو نہایت اطمینان سے تجوید اور ترتیل کے ساتھ ایک ایک آیت جدا جدا کر کے پڑھتے تھے۔ ایسی صورت میں کتنی لانبی رکعت ہوتی ہوگی۔ انہیں وُجوہ سے آپؐ کے پاؤں پر نماز پڑھتے پڑھتے ورم آجاتا تھا مگر جس چیز کی لذّت دل میں اُتر جاتی ہے اس میں مشقّت اور تکلیف دشوار نہیں رہتی۔ ابواِسحٰق سبیعیؒ مشہور محدّث ہیں۔ سَو برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اس پر افسوس کیا کرتے تھے کہ بڑھاپے اور ضُعف کی وجہ سے نماز کا لُطف جاتا رہا۔ دو رکعتوں میں صرف دو سورتیں سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران پڑھی جاتی ہیں زیادہ نہیں پڑھا جاتا (تہذیبُ التہذیب) یہ دو سورتیں بھی پونے چار پاروں کی ہیں۔ محمد بن سماکؒ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا۔ اس کے ایک لڑکا تھا جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا اور رات بھر نماز میں اور شوقیہ اشعار میں رہتا تھا۔ وہ سوکھ کر ایسا ہو گیا کہ صرف ہڈی اور چمڑہ رہ گیا۔ اس کے والد نے مجھ سے کہا کہ تم اس کو ذرا سمجھاؤ۔ میں ایک مرتبہ اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سامنے سے گذرا۔ میں نے اُسے بلایا وہ آیا سلام کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے کہنا شروع ہی کیا تھا کہ وہ کہنے لگا۔ چچا شاید آپ محنت میں کمی کا مشورہ دیں گے۔ چچا جان میں نے اس

حضورؐ کی عبادت نماز میں

محلے کے چند لڑکوں کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ دیکھیں کون شخص عبادت میں زیادہ کوشش کرے۔ انہوں نے کوشش اور محنت کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے گئے۔ جب وہ بلائے گئے تو بڑی خوشی اور سرور کے ساتھ گئے۔ ان میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ میرا عمل دن میں دوبار اُن پر ظاہر ہوتا ہوگا وہ کیا کہیں گے جب اس میں کوتاہی پائیں گے۔ چچا جان اُن جوانوں نے بڑے بڑے مجاہدے کئے۔ اُن کی محنتیں اور مجاہدے بیان کرنے لگا جن کو سُن کر ہم لوگ متحیّر رہ گئے۔ اس کے بعد وہ لڑکا اُٹھ کر چلا گیا۔ تیسرے دن ہم نے سُنا کہ وہ بھی رخصت ہو گیا۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً (نزہتہ)۔ اب بھی اس گئے گذرے زمانے میں اللہ کے بندے ایسے دیکھے جاتے ہیں جو رات کا اکثر حصہ نماز میں گذار دیتے ہیں اور دن میں دین کے دوسرے کاموں تبلیغ و تعلیم میں منہمک رہتے ہیں۔ حضرت مجدد الفِ ثانی رح کے نام نامی سے کون شخص ہندوستان میں ناواقف ہوگا اُن کے ایک خلیفہ مولانا عبدالواحد لاہوری رح نے ایک دن ارشاد فرمایا کیا جنت میں نماز نہ ہوگی۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت جنت میں نماز کیوں ہو وہ تو اعمال کے بدلہ کی جگہ ہے نہ کہ عمل کرنے کی۔ اس پر ایک آہ کھینچی اور رونے لگے اور فرمایا کہ بغیر نماز کے جنت میں کیونکر گذرے گی۔ ایسے ہی لوگوں سے دنیا قائم ہے اور زندگی کو وصول کرنے والی حقیقت میں یہی مبارک ہستیاں ہیں اللہ جل شانہٗ اپنے لطف اور اپنے پر مرمٹنے والوں کے طفیل اس روسیاہ کو بھی نوازدے تو اس کے لطفِ عام سے کیا بعید ہے۔ ایک پُر لطف قصہ پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں۔

ایک مجذوب کی حسرت جنت پر

حافظ ابن حجر رح نے منبہات میں لکھا ہے ایک مرتبہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں۔ خوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حضور کے پاس چند صحابہ رض تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے ارشاد فرمایا آپ نے سچ فرمایا اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں آپ کے چہرہ کا دیکھنا، اپنے مال کو آپ پر خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے۔ حضرت عمر رض نے فرمایا سچ ہے اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر (اچھے کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا) اور پرانا کپڑا۔ حضرت عثمان رض نے فرمایا آپ نے سچ کہا اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں، بھوکوں کو کھلانا، ننگوں کو کپڑا پہنانا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔ حضرت علی رض نے ارشاد فرمایا آپ نے سچ فرمایا، اور مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ مہمان کی خدمت، گرمی کا روزہ اور دشمن پر تلوار۔ اتنے میں حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھے حق تعالیٰ شانہٗ نے بھیجا ہے اور فرمایا کہ اگر میں (یعنی جبرئیل) دنیا والوں میں ہوتا تو بتاؤ مجھے کیا پسند ہوتا۔ حضور نے ارشاد فرمایا بتاؤ۔ عرض کیا بھولے ہوؤں کو راستہ بتانا، غریب عبادت کرنے والوں سے محبت رکھنا اور عیال دار

مفلسوں کی مدد کرنا اور اللہ جلّ شانہٗ کو بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں۔ (اللہ کی راہ میں طاقت کا خرچ کرنا (مال سے ہو یا جان سے) اور (گناہ پر) ندامت کے وقت رونا اور فاقہ پر صبر کرنا۔

حافظ ابنِ قیّم زادُ المعاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز روزی کو کھینچنے والی ہے، صحت کی محافظ ہے بیماریوں کو رفع کرنے والی ہے۔ دِل کو تقویت پہنچاتی ہے، چہرہ کو خوبصورت اور منوّر کرتی ہے۔ جان کو فرحت پہنچاتی ہے۔ اعضاء میں نشاط پیدا کرتی ہے۔ کاہلی کو دفع کرتی ہے۔ شرح صدر کا سبب ہے۔ رُوح کی غذا ہے، دل کو منوّر کرتی ہے۔ اللہ کے انعام کی محافظ ہے اور عذابِ الٰہی سے حفاظت کا سبب ہے۔ شیطان کو دور کرتی ہے اور رحمٰن سے قُرب پیدا کرتی ہے۔ غرض روح اور بدن کی صحت کی حفاظت میں اس کو خاص دخل ہے اور دونوں چیزوں میں اُس کی عجیب تاثیر ہے۔ نیز دنیا اور آخرت کی مضرّتوں کے دور کرنے میں اور دونوں جہان کے منافع پیدا کرنے میں اُس کو بہت خصوصیت ہے۔

فصل دوّم

نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے اُس کا بیان

حدیث کی کتابوں میں نماز نہ پڑھنے پر بہت سخت سخت عذاب ذکر کیے گئے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔ سچی خبر دینے والے کا ایک ارشاد بھی سمجھ دار کے لئے کافی تھا، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کے قربان کہ آپ نے کتنی کتنی طرح سے اور بار بار اس چیز کی طرف متوجہ فرمایا کہ اُن کے نام لیوا اُن کی اُمّت کہیں اس میں کوتاہی نہ کرنے لگے۔ پھر افسوس ہے ہمارے حال پر کہ ہم حضورؐ کے اس اہتمام کے باوجود نماز کا اہتمام نہیں کرتے اور بے غیرتی اور بے حیائی سے اپنے کو اُمّتی اور متبعِ رسولؐ اور اسلام کا حامی بھی سمجھتے ہیں۔

(۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔ رواہ احمد ومسلم وَقَالَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

(ابوداؤد والنسائی ولفظہ لیس بین العبد وبین الکفر الا ترک الصلوٰۃ والترمذی و لفظہ قال بین الکفر والایمان ترک الصلوٰۃ وابن ماجۃ ولفظہ قال بین العبد وبین الکفر ترک الصلوٰۃ کذا فی الترغیب للمنذری وقال السیوطی فی الدر الحدیث جابر اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ ثم قال واخرج ابن ابی شیبۃ واحمد وابوداؤد والترمذی وصححہ والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ عن بُریدۃ مَرفُوعًا العَہدُ الَّذِی بَینَنَا وَبَینَہُمُ الصَّلوٰۃ فَمَن تَرَکَھَا فَقَد کَفَرَ)

ف: اس قسم کا مضمون اور بھی کئی حدیثوں میں آیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اَبر کے دن نماز جلدی پڑھا کرو کیونکہ نماز چھوڑنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ اَبر کی وجہ سے وقت کا پتہ نہ چلے اور نماز قضا ہوجائے اس کو بھی نماز کا چھوڑنا ارشاد فرمایا۔ کتنی سخت بات ہے کہ نبیِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نماز کے چھوڑنے والے پر کفر کا حکم لگاتے ہیں۔ گو علماء نے اس حدیث کو انکار کے ساتھ مُقیّد فرمایا ہے مگر حضورؐ کے اِرشاد کی فکر اتنی سخت چیز ہے کہ جس کے دل میں ذرا بھی حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی وَقعت اور حضورؐ کے ارشاد کی اَہمیّت ہوگی اُس کے لئے یہ اِرشادات نہایت سخت ہیں۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے صَحابہؓ جیسا کہ حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ حضرات کا یہی مذہب ہے کہ بلا عذر جان کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ اَئمہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہؒ، ابنِ مُبارکؒ کا بھی یہی مذہب نقل کیا جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ[1]

(۲) عَن عُبَادَۃَ بنِ الصَّامِتِ قَالَ اَوصَانِی خَلِیلِی رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ بِسَبعِ خِصَالٍ فَقَالَ لَا تُشرِکُوا بِاللہِ شَیئًا وَّاِن قُطِّعتُم اَو حُرِّقتُم اَو صُلِّبتُم وَلَا تَترُکُوا الصَّلوٰۃَ مُتَعَمِّدِینَ فَمَن تَرَکَھَا مُتَعَمِّدًا فَقَد خَرَجَ مِنَ المِلَّۃِ وَلَا تَرکَبُوا المَعصِیَۃَ فَاِنَّھَا سَخَطُ اللہِ وَلَا تَشرَبُوا الخَمرَ فَاِنَّھَا رَاسُ الخَطَایَا کُلِّھَا۔

حضرت عُبادہؓ کہتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے سات نصیحتیں کی ہیں جن میں سے چار یہ ہیں اوّل یہ کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ چاہے تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جاویں یا تم جلادیئے جاؤ یا تم سولی چڑھادیئے جاؤ۔ دوسری یہ کہ جان کر نماز نہ چھوڑو۔ جو جان بوجھ کر نماز چھوڑدے وہ مذہب سے نکل جاتا ہے۔ تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو اس سے حق تعالیٰ ناراض ہوجاتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ شراب نہ پیو کہ وہ ساری خطاؤں کی جڑ ہے۔

[1] ترغیب

(الحدیث رواہ الطبرانی ومحمد بن نصر فی کتاب الصلوٰۃ باسنادین لاباس بہما کذا فی الترغیب وھکذا ذکرہ السیوطی فی الدر المنثور وعزاہ الیہما فی المشکوٰۃ بروایۃ ابن ماجۃ عن ابن ابی الدرداء نحوہ)

ف: ایک دوسری حدیث میں حضرت ابُوالدرداءؓ بھی اسی قسم کا مضمون نقل فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ کرنا خواہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاویں یا آگ میں جلا دیا جائے۔ دوسری نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑنا۔ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے اُس سے اللہ تعالیٰ شانہٗ برئ الذمہ ہیں۔ تیسری شراب نہ پینا کہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

(۳) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ کَلِمَاتٍ قَالَ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّاِنْ قُتِلْتَ اَوْ حُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَیْکَ وَاِنْ اَمَرَاکَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَھْلِکَ وَمَالِکَ وَلَا تَتْرُکَنَّ صَلٰوۃً مَّکْتُوْبَۃً مُّتَعَمِّدًا فَاِنَّ مَنْ تَرَکَ صَلٰوۃً مَّکْتُوْبَۃً مُّتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْہُ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَاِنَّہٗ رَأْسُ کُلِّ فَاحِشَۃٍ وَاِیَّاکَ وَالْمَعْصِیَۃَ فَاِنَّ بِالْمَعْصِیَۃِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰہِ وَاِیَّاکَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَاِنْ ھَلَکَ النَّاسُ وَاِنْ اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ فَاثْبُتْ وَاَنْفِقْ عَلٰی اَھْلِکَ مِنْ طَوْلِکَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْھُمْ عَصَاکَ اَدَبًا وَّاَخِفْھُمْ فِی اللّٰہِ۔

حضرت مُعاذؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت فرمائی۔ ا:۔ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا گو تو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔ ۲:۔ والدین کی نافرمانی نہ کرنا گو وہ تجھے اس کا حکم کریں کہ بیوی کو چھوڑ دے یا سارا مال خرچ کر دے۔ ۳:۔ فرض نماز جان کر نہ چھوڑنا۔ جو شخص فرض نماز جان کر چھوڑ دیتا ہے اللہ کا ذمہ اس سے بری ہے۔ ۴:۔ شراب نہ پینا کہ یہ ہر برائی اور فحش کی جڑ ہے۔ ۵:۔ اللہ کی نافرمانی نہ کرنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب اور قہر نازل ہوتا ہے۔ ۶:۔ لڑائی میں نہ بھاگنا چاہے سب ساتھی مر جائیں۔ ۷:۔ اگر کسی جگہ وبا پھیل جاوے (جیسے طاعون وغیرہ) تو وہاں سے نہ بھاگنا۔ ۸:۔ اپنے گھر والوں پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرنا۔ ۹:۔ تنبیہ کے واسطے ان پر سے لکڑی نہ ہٹانا۔ ۱۰:۔ اللہ تعالیٰ سے اُن کو ڈراتے رہنا۔

(رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر واسناد احمد صحیح لو سلم من الانقطاع فان عبد الرحمٰن ابن جبیر لم یسمع من معاذ کذا فی الترغیب والیہما عزاہ السیوطی

فی الدر ولم یذکر الانقطاع ثم قال واخرج الطبرانی عن امیمة مولاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت کنت اصب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضوءہ فدخل رجل فقال اوصنی فقال لا تشرک باللہ شیئا وان قطعت اوحرقت ولا تعص والدیک وان امراک ان تخلی من اھلک ودنیاک فتخلہ ولا تشربن خمرا فانہ مفتاح کل شر ولا تترکن صلوٰة متعمدا فمن فعل ذلک فقد برأت منہ ذمة اللہ ورسولہ

ف: لکڑی نہ ہٹانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بے فکر نہ ہوں کہ باپ تنبیہ نہیں کرتا اور مارتا نہیں جو چاہے کرتے رہو بلکہ ان کو حُدودِ شرعیہ کے تحت میں کبھی کبھی مارتے رہنا چاہیئے کہ بغیر مار کے اکثر تنبیہ نہیں ہوتی۔ آج کل اولاد کو شروع میں تو محبّت کے جوش میں تنبیہ نہیں کی جاتی۔ جب وہ بُری عادتوں میں پختہ ہو جاتے ہیں تو پھر روتے پھرتے ہیں حالانکہ یہ اولاد کے ساتھ محبّت نہیں سخت دشمنی ہے کہ اُس کو بُری باتوں سے روکا نہ جائے اور مار پیٹ کو محبّت کے خلاف سمجھا جائے۔ کون سمجھدار اس کو گوارا کر سکتا ہے کہ اولاد کے پھوڑے پھُنسی کو بڑھایا جائے اور اس وجہ سے کہ نشتر لگانے سے زخم اور تکلیف ہوگی عملِ جرّاحی نہ کرایا جائے بلکہ لاکھ بچّہ روئے مُنہ بنائے بھاگے بہر حال نشتر لگانا ہی پڑتا ہے۔ بہت سی حدیثوں میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بچّہ کو سات برس کی عُمر میں نماز کا حکم کرو اور دس برس کی عُمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو[۱]۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بچّوں کی نماز کی نگرانی کیا کرو اور اچھی باتوں کی ان کو عادت ڈالو[۲]۔ حضرت لُقمان حکیم کا ارشاد ہے کہ باپ کی مار اولاد کے لئے ایسی ہے جیسا کہ کھیتی کے لئے پانی[۳]۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو تنبیہ کرے یہ ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے[۴]۔ ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر غلّہ کا ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے جو گھر والوں کو تنبیہ کے واسطے گھر میں کوڑا لٹکائے رکھے[۵]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے افضل عطیّہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھا طریقہ تعلیم کرے[۶]۔

(۴) عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعٰوِیَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ فَاتَتْہُ صَلٰوۃٌ فَکَاَنَّمَا وُتِرَ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہو گئی وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت سب چھین لیا گیا ہو۔

[۱] درمنثور [۲] درمنثور [۳] جامع الصغیر [۴] ایضاً [۵] ایضاً

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب زاد السیوطی فی الدر والنسائی ایضا قلت ورواہ احمد فی مسندہ)

ف : نماز کا ضائع کرنا اکثر یا بال بچوں کیوجہ سے ہوتا ہے کہ ان کی خیر خبر میں مشغول رہے یا مال و دولت کمانے کے لالچ میں ضائع کی جاتی ہے. حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ نماز کا ضائع کرنا انجام کے اعتبار سے ایسا ہی ہے گویا بال بچے اور مال و دولت سب ہی چھین لیا گیا اور اکیلا کھڑا رہ گیا یعنی جتنا خسارہ اور نقصان اس حالت میں ہے اتنا ہی نماز کے چھوڑنے میں ہے یا جسقدر رنج و صدمہ اس حالت میں ہو اتنا ہی نماز کے چھوٹنے میں ہونا چاہیئے. اگر کسی شخص سے کوئی معتبر آدمی یہ کہہ دے اور اُسے یقین آجائے کہ فلاں راستہ لُٹتا ہے اور جو رات کو اس راستہ سے جاتا ہے تو ڈاکو اس کو قتل کر دیتے ہیں اور مال چھین لیتے ہیں تو کون بہادر ہے کہ اس راستہ سے رات کو چلے. رات کو تو در کنار دن کو بھی مشکل سے اس راستہ کو چلے گا مگر اللہ کے سچے رسُول کا یہ پاک ارشاد ایک دو نہیں کئی کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اور ہم مسلمان حضورؐ کے سچے ہونے کا دعویٰ بھی جھوٹی زبانوں سے کرتے ہیں مگر اس پاک ارشاد کا ہم پر اثر کیا ہے ہر شخص کو معلوم ہے.

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ فَقَدْ اَتٰی بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْکَبَائِرِ۔

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ جو شخص دو نمازوں کو بلا کسی عذر کے ایک وقت میں پڑھے وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہنچ گیا.

(رواہ الحاکم وقال حنش ھو ابن قیس ثقۃ وقال الحافظ بل واہ بمرۃ لانعلم احد اوثقہ غیر حصین بن نمیر کذا فی الترغیب زاد السیوطی فی الدر الترمذی ایضا و ذکر فی اللآلی لہ شواھد وکذا فی التعقبات و قال الحدیث اخرجہ الترمذی وقال حنش ضعیف ضعفہ احمد وغیرہ والعمل علی ھذا عند اھل العلم فاشار بذلک الی ان الحدیث اعتضد بقول اھل العلم وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اھل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علی مثلہ ۱ھ)

ف : حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں میں تاخیر نہ کر۔ ایک نماز جب اس کا وقت ہو جائے. دوسری جنازہ جب تیار ہو جائے. تیسری بے نکاحی عورت جب اس کے جوڑ کا خاوند مل جائے (یعنی فوراً نکاح کر دینا) بہت سے لوگ جو اپنے کو دیندار بھی

سمجھتے ہیں اور گویا نماز کے پابند بھی سمجھے جاتے ہیں۔ وہ کئی کئی نمازیں معمولی بہانہ سے، سفر کا ہو، دوکان کا ہو، ملازمت کا ہو، گھر آکر اکھٹی ہی پڑھ لیتے ہیں۔ یہ گناہ کبیرہ ہے کہ بلا کسی عذر بیماری وغیرہ کے نماز کو اپنے وقت پر نہ پڑھا جاوے۔ گو بالکل نماز نہ پڑھنے کے برابر گناہ نہ ہو لیکن بے وقت پڑھنے کا بھی سخت گناہ ہے اس سے خلاصی نہ ہوئی۔

(۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّ نَجَاةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَّهٗ نُوْرٌ وَّلَا بُرْهَانٌ وَّ لَا نَجَاةٌ وَّكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نماز کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اُس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی اور حساب پیش ہونے کے وقت حجّت ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اُس کیلئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا اور نہ اُس کے پاس کوئی حجّت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ اس کا حشر فرعون ہامان اور اُبَیّ بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

(اخرجه احمد وابن حبان والطبرانی کذا فی الدر المنثور للسیوطی وقال الهیثمی رواه احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجال احمد ثقات وقال ابن حجر فی الزواجر اخرجه احمد بسند جید وزاد فیه قارون ایضا مع فرعون وغیره وکذا زاده فی منتخب الکنز بروایة ابن نصر والمشکٰوة ایضا بروایة احمد والدارمی والبیهقی فی الشعب وابن قیم فی کتاب الصّلٰوة)

ف: فرعون کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ کس درجہ کا کافر تھا حتّی کہ خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور ہامان اُس کے وزیر کا نام ہے اور اُبَیّ بن خلف مکّہ کے مشرکین میں سے بڑا سخت دشمنِ اسلام تھا۔ ہجرت سے پہلے نبیِّ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے اُس کو بہت کچھ کھلاتا ہوں اس پر سوار ہو کر نَعُوْذُ بِاللّٰہ تم کو قتل کروں گا۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ اس سے فرمایا تھا کہ اِنْ شَاءَ اللّٰہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔ اُحُد کی لڑائی میں وہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو تلاش کرتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر وہ آج بچ گئے تو میری خیر نہیں۔ چنانچہ حملہ کے ارادہ سے وہ حضورؐ کے قریب پہنچ گیا۔ صحابہؓ نے ارادہ بھی فرمایا کہ دور ہی سے اس کو نمٹا دیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ آنے دو۔ جب وہ قریب ہوا تو حضورؐ نے

ایک صحابی رضؓ کے ہاتھ میں سے برچھا لے کر اُسکے مارا جو اُسکی گردن پر لگا اور ہلکا سا خراش اُس کی گردن پر آگیا مگر اُس کی وجہ سے گھوڑے سے لڑھکتا ہوا گرا اور کئی مرتبہ گرا اور بھاگتا ہوا اپنے لشکر میں پہنچ گیا اور چلاتا تھا کہ خدا کی قسم مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا۔ کفار نے اُس کو اطمینان دلایا کہ معمولی خراش ہے کوئی فکر کی بات نہیں۔ مگر وہ کہتا تھا کہ محمد ﷺ نے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔ لکھتے ہیں کہ اُس کے چلانے کی آواز ایسی ہوگئی تھی جیسا کہ بیل کی ہوتی ہے۔ ابوسفیان نے جو اس لڑائی میں بڑے زوروں پر تھا اس کو شرم دلائی کہ اس ذرا سی خراش سے اتنا چلاتا ہے۔ اُس نے کہا تجھے خبر بھی ہے کہ یہ کس نے ماری ہے۔ یہ محمد ﷺ کی ماری ہے مجھے اس سے جس قدر تکلیف ہو رہی ہے لات اور عزیٰ (دو مشہور بتوں کے نام ہیں) کی قسم اگر یہ تکلیف سارے حجاز والوں کو تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔ محمد ﷺ نے مجھ سے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ میں نے اُسی وقت سمجھ لیا تھا کہ میں ان کے ہاتھ سے ضرور مارا جاؤں گا، میں ان سے چھوٹ نہیں سکتا۔ اگر وہ اس کہنے کے بعد مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں اس سے بھی مر جاتا۔ چنانچہ مکہ مکرمہ پہنچنے سے ایک دن پہلے وہ راستہ ہی میں مر گیا۔ ہم مسلمانوں کے لئے نہایت غیرت اور عبرت کا مقام ہے کہ ایک کافر پکے کافر اور سخت دشمن کو تو حضور ﷺ کے ارشاد کے سچا ہونے کا اس قدر یقین ہو کہ اس کو اپنے مارے جانے میں ذرا بھی تردد یا شک نہ تھا لیکن ہم لوگ حضور ﷺ کو نبی ماننے کے باوجود، حضور ﷺ کو سچا ماننے کے باوجود، حضور ﷺ کے ارشادات کو یقینی کہنے کے باوجود، حضور ﷺ کے ساتھ محبت کے دعوے کے باوجود، حضور ﷺ کی اُمت میں ہونے پر فخر کے باوجود کتنے ارشادات پر عمل کرتے ہیں اور جن چیزوں میں حضور ﷺ نے عذاب بتائے ہیں اُن سے کتنا ڈرتے ہیں، کتنا کانپتے ہیں یہ ہر شخص کے اپنے ہی گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھنے کی بات ہے۔ کوئی دوسرا کسی کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے۔ ابن حجر رحؒ نے کتاب الزواجر میں قارون کا بھی فرعون وغیرہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اُن کے ساتھ حشر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اکثر انہی وجوہ سے نماز میں سستی ہوتی ہے، جو اُن لوگوں میں پائی جاتی تھیں۔ پس اگر اس کی وجہ مال و دولت کی کثرت ہے تو قارون کے ساتھ حشر ہوگا اور اگر حکومت و سلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ، اور وزارت (یعنی ملازمت یا مصاحبت) ہے تو ہامان کے ساتھ، اور تجارت ہے تو اُبی بن خلف کے ساتھ، اور جب ان لوگوں کے ساتھ اس کا حشر ہو گیا تو پھر جس قسم کے بھی عذاب احادیث میں وارد ہوئے خواہ وہ حدیثیں متکلم فیہ ہوں ان میں کوئی اشکال نہیں رہا کہ جہنم کے عذاب سخت سے سخت ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کو اپنے ایمان کی وجہ سے ایک نہ ایک دن ان سے خلاصی

ہو جائے گی اور وہ لوگ ہمیشہ کے لئے اس میں رہیں گے۔ لیکن خلاصی ہونے تک کا زمانہ کیا کچھ ہنسی کھیل ہے نہ معلوم کتنے ہزار برس ہوں گے۔

(۷) قَالَ بَعْضُهُمْ وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ اَنَّ مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلٰوةِ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِخَمْسِ خِصَالٍ يَرْفَعُ عَنْهُ ضِيْقَ الْعَيْشِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَ يُعْطِيْهِ اللّٰهُ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَ يَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ وَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَمَنْ تَهَاوَنَ عَنِ الصَّلٰوةِ عَاقَبَهُ اللّٰهُ بِخَمْسَ عَشْرَةَ عُقُوْبَةً خَمْسَةٌ فِي الدُّنْيَا وَثَلٰثَةٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَ ثَلٰثٌ فِيْ قَبْرِهٖ وَثَلٰثٌ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنَ الْقَبْرِ فَاَمَّا اللَّوَاتِيْ فِي الدُّنْيَا فَالْاُوْلٰى تُنْزَعُ الْبَرَكَةُ مِنْ عُمْرِهٖ وَالثَّانِيَةُ تُمْحٰى سِيْمَاءُ الصَّالِحِيْنَ مِنْ وَجْهِهٖ وَالثَّالِثَةُ كُلُّ عَمَلٍ يَعْمَلُهٗ لَا يَأْجُرُهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَالرَّابِعَةُ لَا يُرْفَعُ لَهٗ دُعَاءٌ اِلَى السَّمَاءِ وَالْخَامِسَةُ لَيْسَ لَهٗ حَظٌّ فِيْ دُعَاءِ الصَّالِحِيْنَ وَاَمَّا الَّتِيْ تُصِيْبُهٗ عِنْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ يَمُوْتُ ذَلِيْلًا وَالثَّانِيَةُ يَمُوْتُ جُوْعًا وَ الثَّالِثَةُ يَمُوْتُ عَطْشَانًا وَلَوْ سُقِيَ بِحَارَ الدُّنْيَا مَا رُوِيَ مِنْ عَطْشِهٖ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ پانچ طرح سے اس کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دیجاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے عذاب قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قیامت کو اس کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے (جن کا حال سورۃ الحاقہ میں مفصّل مذکور ہے کہ جن لوگوں کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ نہایت خوش و خرّم ہر شخص کو دکھاتے پھریں گے) اور چوتھے یہ کہ پُل صراط پر سے بجلی کی طرح گذر جائیں گے پانچویں بغیر حساب جنّت میں داخل ہونگے اور جو شخص نماز میں سُستی کرتا ہے اُس کو پندرہ طریقہ سے عذاب ہوتا ہے پانچ طرح دنیا میں اور تین طرح سے موت کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔ دنیا کے پانچ تو یہ ہیں اوّل یہ کہ اسکی زندگی میں برکت نہیں رہتی دوسرے یہ کہ صُلحاء کا نور اُس کے چہرہ سے ہٹا دیا جاتا ہے تیسرے یہ کہ اس کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے چوتھے اسکی دُعائیں قبول نہیں ہوتیں پانچویں یہ کہ نیک بندوں کی دعاؤں میں اس کا استحقاق نہیں رہتا اور موت کے

وَاَمَّا الَّتِیْ تُصِیْبُہٗ فِیْ قَبْرِہٖ فَالْاُوْلٰی یَضِیْقُ عَلَیْہِ الْقَبْرُ حَتّٰی تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُہٗ وَالثَّانِیَۃُ یُوْقَدُ عَلَیْہِ الْقَبْرُ نَارًا فَیَتَقَلَّبُ عَلَی الْجَمْرِ لَیْلًا وَّنَہَارًا وَالثَّالِثَۃُ یُسَلَّطُ عَلَیْہِ فِیْ قَبْرِہٖ ثُعْبَانٌ اِسْمُہُ الشُّجَاعُ الْاَقْرَعُ عَیْنَاہُ مِنْ نَّارٍ وَّاَظْفَارُہٗ مِنْ حَدِیْدٍ طُوْلُ کُلِّ ظُفْرٍ مَسِیْرَۃُ یَوْمٍ یُکَلِّمُ الْمَیِّتَ فَیَقُوْلُ اَنَا الشُّجَاعُ الْاَقْرَعُ وَصَوْتُہٗ مِثْلُ الرَّعْدِ الْقَاصِفِ یَقُوْلُ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ اَنْ اَضْرِبَکَ عَلٰی تَضْیِیْعِ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ اِلٰی بَعْدِ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَاَضْرِبَکَ عَلٰی تَضْیِیْعِ صَلٰوۃِ الظُّہْرِ اِلَی الْعَصْرِ وَاَضْرِبَکَ عَلٰی تَضْیِیْعِ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ اِلَی الْمَغْرِبِ وَاَضْرِبَکَ عَلٰی تَضْیِیْعِ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ اِلَی الْعِشَاءِ وَاَضْرِبَکَ عَلٰی تَضْیِیْعِ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ اِلَی الْفَجْرِ فَکُلَّمَا ضَرَبَہٗ ضَرْبَۃً یَغُوْصُ فِی الْاَرْضِ سَبْعِیْنَ ذِرَاعًا

وقت کے تین عذاب یہ ہیں کہ اوّل ذلّت سے مرتا ہے دوسرے بھوکا مرتا ہے تیسرے پیاس کی شدّت میں موت آتی ہے، اگر سمندر بھی پی لے تو پیاس نہیں بجھتی۔ قبر کے تین عذاب یہ ہیں اوّل اس پر قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ دوسرے قبر میں آگ جلادی جاتی ہے تیسرے قبر میں ایک سانپ اس پر ایسی شکل کا مُسلّط ہوتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں اور ناخن لوہے کے اتنے لانبے کہ ایک دن پورا چل کر اُس کے ختم تک پہنچا جائے اُس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے میرے رَبّ نے تجھ پر مُسلّط کیا ہے کہ تجھے صبح کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے آفتاب کے نکلنے تک مارے جاؤں اور ظہر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عصر تک مارے جاؤں اور پھر عصر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے غروب تک اور مغرب کی نماز کی وجہ سے عشاء تک اور عشاء کی نماز کی وجہ سے صبح تک مارے جاؤں جب وہ ایک دفعہ اس کو مارتا ہے تو اُس کی وجہ سے وہ مُردہ ستّر ہاتھ زمین میں دھنس

فَلَا يَزَالُ فِي الْقَبْرِ مُعَذَّبًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَأَمَّا الَّتِي تُصِيبُهُ عِنْدَ خُرُوجِهِ مِنَ الْقَبْرِ فِي مَوْقِفِ الْقِيَامَةِ فَشِدَّةُ الْحِسَابِ وَسَخَطُ الرَّبِّ وَدُخُولُ النَّارِ وَفِي رِوَايَةٍ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَىٰ وَجْهِهِ ثَلَاثَةُ أَسْطُرٍ مَكْتُوبَاتٌ اَلسَّطْرُ الْأَوَّلُ يَا مُضَيِّعَ حَقِّ اللهِ اَلسَّطْرُ الثَّانِي يَا مَخْصُوصًا بِغَضَبِ اللهِ الثَّالِثُ كَمَا ضَيَّعْتَ فِي الدُّنْيَا حَقَّ اللهِ فَأَيِسْ الْيَوْمَ أَنْتَ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ۔

جاتا ہے اسی طرح قیامت تک اُسکو عذاب ہوتا رہیگا اور قبر سے نکلنے کے بعد کے تین عذاب یہ ہیں ایک حساب سختی سے کیا جائے گا دوسرے حق تعالیٰ شانہٗ کا اس پر غصّہ ہوگا تیسرے جہنم میں داخل کردیا جائیگا یہ کُل میزان چودہ ہوتی ممکن ہے کہ پندرھواں بھول سے رہ گیا ہو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اُس کے چہرہ پر تین سطریں لکھی ہوتی ہوتی ہیں پہلی سطر او اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے دوسری سطر او اللہ کے غُصّے کے ساتھ مخصوص تیسری سطر جیسا کہ تونے دنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا آج تُو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

(وما ذکر فی ھذا الحدیث من تفصیل العدد لایطابق جملۃ الخمس عشرۃ لان المفصل اربع عشرۃ فقط فلعل الراوی نسی الخامس عشر کذا فی الزواجر لابن حجر المکی قلت وھو کذلک فان ابا اللیث السمرقندی ذکر الحدیث فی قرۃ العیون فجعل ستۃ فی الدنیا فقال الخامسۃ تمقتہ الخلائق فی الدار الدنیا والسادس لیس لہ حظ فی دعاء الصالحین ثم ذکر الحدیث بتمامہ ولم یعزہ الی احد وفی تنبیہ الغافلین للشیخ نصر بن محمد بن ابراھیم السمرقندی یقال من داوم علی الصلوۃ الخمس فی الجماعۃ اعطاہ اللہ خمس خصال ومن تھاون بھا فی الجماعۃ عاقبہ اللہ باثنی عشر خصلۃ ثلثۃ فی الدنیا وثلثۃ عند الموت وثلثۃ فی القبر وثلثۃ یوم القیامۃ ثم ذکر نحوھا ثم قال وروی عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو ھذا وذکر السیوطی فی ذیل اللألی بعد ما اخرج بمعناہ من تخریج ابن النجار فی تاریخ بغداد بسندہ الی ابی ھریرۃ رض قال فی المیزان ھذا حدیث باطل رکبہ محمد بن علی بن عباس علی ابی بکر بن زیاد النیسابوری قلت لکن ذکر الحافظ فی المنبھات عن ابی ھریرۃ رض

مرفوعًا الصلوٰۃ عماد الدین و فیھا عشر خصال الحدیث ذکرتہ فی الھدیۃ وذکر الغزالی فی دقائق الاخبار بنحو ھذا اتم منہ وقال من حافظ علیھا اکرمہ اللّٰہ بخمس عشرۃ الخ مفصلاً)

ف: یہ حدیث پوری اگرچہ عام کتب حدیث میں مجھے نہیں ملی لیکن اس میں جتنی قسم کے ثواب اور عذاب ذکر کئے گئے ہیں ان کی اکثر کی تائید بہت سی روایات سے ہوتی ہے جن میں سے بعض پہلے گذر چکی ہیں اور بعض آگے آرہی ہیں اور پہلی روایات میں بے نمازی کا اسلام سے نکل جانا بھی مذکور ہے تو پھر جسقدر عذاب ہو تھوڑا ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ جو کچھ مذکور ہے اور آئندہ آرہا ہے وہ سب اس فعل کی سزا ہے اس کے مستحق سزا ہونے کے بعد اور اس دفعہ کی فردِ جرم کے ساتھ ہی ارشاد خداوندی ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ کہ اللہ تعالیٰ شرک کی تو معافی نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کی دل چاہے معافی فرمادیں گے۔ اس آیت شریفہ اور اس جیسی آیات اور احادیث کی بناء پر اگر معاف فرمادیں تو زہے قسمت۔ اَحادیث میں آیا ہے کہ قیامت میں تین عدالتیں ہیں، ایک کفر و اسلام کی، اس میں بالکل بخشش نہیں۔ دوسری حُقُوقُ العِباد کی، اس میں حق والے کا حق ضرور دلایا جائے گا چاہے اس سے لیا جائے جس کے ذمہ ہے یا اُس کو معاف فرمانے کی مرضی ہو تو اپنے پاس سے دیا جائے گا۔ تیسری عدالت اللہ تعالیٰ کے اپنے حُقوق کی ہے اس میں بخشش کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اس بناء پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اپنے اَفعال کی سزائیں تو یہی ہیں جو احادیث میں وارد ہوئیں لیکن مَراحِم خُسروانہ اس سے بالاتر ہیں۔ ان کے عِلاوہ اور بھی بعض قسم کے عذاب اور ثواب احادیث میں آئے ہیں۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حُضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد صَحابہؓ سے دریافت فرماتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ اگر کوئی دیکھتا تو بیان کر دیتا۔ حُضورؐ اس کی تعبیر ارشاد فرما دیتے۔ ایک مرتبہ حُضورؐ نے حَسبِ معمول دریافت فرمایا۔ اس کے بعد اِرشاد فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس کے بعد بہت لمبا خواب ذِکر فرمایا جس میں جنّت، دوزخ اور اُس میں مُختلف قسم کے عذاب لوگوں کو ہوتے ہوئے دیکھے۔ مِنجملہ ان کے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس کا سر پتھر سے کُچلا جارہا ہے اور اس زور سے پتّھر مارا جاتا ہے کہ وہ پتھر لُڑھکتا ہوا دُور جا پڑتا ہے۔ اتنے اُس کو اُٹھایا جاتا ہے وہ سر پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے تو دوبارہ اس کو زور سے مارا جاتا ہے اسی طرح اس کے ساتھ برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ حُضورؐ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص

ہے تو انہوں نے بتایا کہ اس شخص نے قرآن شریف پڑھا تھا اور اُس کو چھوڑ دیا تھا اور فرض نماز چھوڑ کر سو جاتا تھا۔ ایک دوسری حدیث میں اسی قسم کا ایک اور قصہ ہے جس میں ہے کہ حضورؐ نے ایک جماعت کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا تو حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں سستی کرتے تھے[۱]۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جو لوگ نماز کے اوقات معلوم کرنے کا اہتمام رکھتے ہیں ان میں ایسی برکت ہوتی ہے جیسی حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی اولاد میں ہوئی[۲]۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دُنیا سے ایسے حال میں رُخصت ہو کہ اخلاص کے ساتھ ایمان رکھتا ہو، اس کی عبادت کرتا ہو نماز پڑھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو تو وہ ایسی حالت میں دنیا سے رُخصت ہوگا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اُس سے راضی ہوں گے[۳]۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے حق تعالیٰ شانہٗ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں، اخیر راتوں میں استغفار کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف کر دیتا ہوں[۴]۔ حضرت ابو دردؓاء نے حضرت سلمانؓ کو ایک خط لکھا جس میں یہ لکھا کہ مسجد میں اکثر اوقات گذارا کرو۔ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ مسجد متقی کا گھر ہے اور اللہ جل شانہٗ نے اس بات کا عہد فرما لیا ہے کہ جو شخص مسجد میں اکثر رہتا ہے اس پر رحمت کروں گا، اس کو راحت دونگا اور قیامت میں پل صراط کا راستہ آسان کر دوں گا اور اپنی رضا نصیب کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ مسجدیں اللہ کے گھر ہیں اور گھر آنے والے کا اکرام ہوتا ہی ہے اس لئے اللہ پر ان کا اکرام ضروری ہے جو مسجدوں میں حاضر ہونے والے ہیں۔ ابوسعید خدریؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد سے اُلفت رکھے حق تعالیٰ شانہٗ اُس سے اُلفت رکھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جب مُردہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو جو لوگ قبر تک ساتھ گئے تھے وہ ابھی تک واپس بھی نہیں ہوتے کہ فرشتے اس کے امتحان کے لئے آتے ہیں۔ اس وقت اگر وہ مؤمن ہے تو نماز اُس کے سر کے قریب ہوتی ہے، اور زکوٰۃ دائیں جانب اور روزہ بائیں جانب اور باقی جتنے بھلائی کے کام کئے تھے وہ پاؤں کی جانب ہو جاتے ہیں اور ہر طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں کہ اس کے قریب تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ فرشتے دُور ہی سے کھڑے ہو کر سوال کرتے ہیں[۵]۔ ایک صحابیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ کے گھر والوں پر خرچ کی کچھ تنگی ہوتی تو آپؐ اُن کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ط نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ط "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے رہیئے ہم آپ سے روزی (کموانا) نہیں چاہتے روزی تو ہم دیں گے اور بہترین انجام

[۱] ترغیب [۲] درمنثور [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] ایضاً

تو پرہیز گاری ہی کا ہے"۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے سُنا کہ قیامت کے دن سارے آدمی ایک جگہ جمع ہوں گے اور فرشتہ جو بھی آواز دے گا سب کو سُنائی دے گی۔ اُس وقت اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راحت اور تکلیف میں ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے۔ یہ سُنکر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے تھے اور ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے تھے۔ پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ ایک اور حدیث میں بھی یہی قصہ آیا ہے اُس میں یہ بھی ہے کہ اعلان ہوگا آج محشر والے دیکھیں گے کہ کریم لوگ کون ہیں اور اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارتی مشاغل اللہ کے ذکر اور نماز سے نہیں روکتے تھے۔ شیخ نصرؒ سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں بھی یہ حدیث لکھی ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ جب یہ حضرات بغیر حساب کتاب چھوٹ چکیں گے تو جہنم سے ایک دعنق لمبی گردن ظاہر ہوگی جو لوگوں کو پھاندتی ہوئی چلی آئے گی۔ اس میں دو چمکدار آنکھیں ہوں گی اور نہایت فصیح زبان ہوگی، وہ کہے گی کہ میں ہر اُس شخص پر مسلّط ہوں جو متکبر بدمزاج ہو اور مجمع میں سے ایسے لوگوں کو اس طرح چن لے گی جیسا کہ جانور دانہ چگتا ہے اُن سب کو چن کر جہنم میں پھینک دے گی۔ اس کے بعد پھر اسی طرح دوبارہ نکلے گی، اور کہے گی کہ اب میں ہر اُس شخص پر مسلّط ہوں جس نے اللہ کو اور اُس کے رسولؐ کو ایذا دی۔ اُن لوگوں کو بھی جماعت سے چن کر لے جائے گی۔ اس کے بعد سہ بارہ پھر نکلے گی اور اس مرتبہ تصویر والوں کو چن کر لے جائے گی۔ اس کے بعد جب یہ تینوں قسم کے آدمی مجمع سے چھٹ جائیں گے تو حساب کتاب شروع ہوگا۔ کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں شیطان آدمیوں کو نظر آجاتا تھا۔ ایک صاحب نے اس سے کہا کہ کوئی ترکیب ایسی بتا کہ میں تجھ جیسا ہو جاؤں۔ شیطان نے کہا کہ ایسی فرمائش تو آج تک مجھ سے کسی نے بھی نہیں کی تجھے اس کی کیا ضرورت پیش آئی۔ انہوں نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے۔ شیطان نے کہا اس کی ترکیب یہ ہے کہ نماز میں سستی کر اور قسم کھانے میں ذرا پرواہ نہ کر۔ جھوٹی سچی ہر طرح کی قسمیں کھایا کر۔ اُن صاحب نے کہا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی نماز نہ چھوڑوں گا اور کبھی قسم نہ کھاؤں گا شیطان نے کہا کہ تیرے سوا مجھ سے چال کے ساتھ کسی نے کچھ نہیں لیا۔ میں نے بھی عہد کر لیا کہ آدمی کو کبھی نصیحت نہیں کروں گا۔

حضرت اُبیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ اس اُمت کو رفعت و عزت اور دین کے فروغ

ہے درمنثور

کی بشارت دو لیکن دین کے کسی کام کو جو شخص دنیا کے واسطے کرے آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں[۱] ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس ؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی بہترین صورت میں زیارت کی مجھ سے ارشاد ہوا کہ محمدؐ ملاء اعلیٰ والے یعنی فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا مجھے تو علم نہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا جس کی ٹھنڈک سینہ کے اندر تک محسوس ہوئی اور اُسکی برکت سے تمام عالم مجھ پر منکشف ہوگیا۔ پھر مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اب بتاؤ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ درجہ بلند کرنے والی چیزوں میں اور اُن چیزوں میں جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور جماعت کی نماز کی طرف جو قدم اُٹھتے ہیں اُن کے ثواب میں اور سردی کے وقت وضو کو اچھی طرح سے کرنے کے فضائل میں اور ایک نماز کے بعد سے دوسری نماز تک انتظار میں بیٹھے رہنے کی فضیلت میں۔ جو شخص ان کا اہتمام کرے گا بہترین حالت میں زندگی گذارے گا اور بہترین حالت میں مرے گا۔ متعدد احادیث میں آیا ہے حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں اے ابنِ آدم تو دن کے شروع میں میرے لئے چار رکعت پڑھ لیا کر، میں تمام دن کے تیرے کام بنا دیا کروں گا۔

تنبیہ الغافلین میں ایک حدیث لکھی ہے کہ نماز اللہ کی رضا کا سبب ہے، فرشتوں کی محبوب چیز ہے انبیاءؑ کی سنت ہے اس سے معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ دعا قبول ہوتی ہے، رزق میں برکت ہوتی ہے، یہ ایمان کی جڑ ہے، بدن کی راحت ہے، دشمن کے لئے ہتھیار ہے، نمازی کے لئے سفارشی ہے۔ قبر میں چراغ ہے اور اس کی وحشت میں دل بہلانے والی ہے۔ منکر نکیر کے سوال کا جواب ہے اور قیامت کی دھوپ میں سایہ ہے اور اندھیرے میں روشنی ہے۔ جہنم کی آگ کے لئے آڑ ہے۔ اعمال کی ترازو کا بوجھ ہے۔ پل صراط پر جلدی سے گذارنے والی ہے۔ جنت کی کنجی ہے۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے منبہات میں حضرت عثمان غنی رضؓ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے، اوقات کی پابندی کے ساتھ اس کا اہتمام کرے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کو خود محبوب رکھتے ہیں، دوسرے تندرستی عطا فرماتے ہیں، تیسرے فرشتے اس کی حفاظت فرماتے ہیں چوتھے اس کے گھر میں برکت عطا فرماتے ہیں، پانچویں اس کے چہرہ پر صلحاء کے انوار ظاہر ہوتے ہیں چھٹے اس کا دل نرم فرماتے ہیں، ساتویں وہ پل صراط پر بجلی کی طرح سے گذر جائے گا، آٹھویں جہنم سے نجات فرما دیتے ہیں، نویں جنت میں ایسے لوگوں کا پڑوس نصیب ہوگا جن کے بارے میں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الآیۃ وارد ہے یعنی قیامت میں نہ اُن کو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس خوبیاں ہیں۔ چہرہ کی رونق ہے، دل کا

[۱] ترغیب

نور ہے، بدن کی راحت اور تندرستی کا سبب ہے، قبر کا اُنس ہے، اللہ کی رحمت اُترنے کا ذریعہ ہے آسمان کی کنجی ہے، اعمالناموں کی ترازو کا وزن ہے (کہ اس سے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے) اللہ کی رضا کا سبب ہے، جنّت کی قیمت ہے اور دوزخ کی آڑ ہے۔ جس شخص نے اس کو قائم کیا اُس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اس کو چھوڑا، اپنے دین کو گرا دیا[۱]۔ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ گھر میں نماز پڑھنا نور ہے، نماز سے اپنے گھروں کو مُنوّر کیا کرو[۲] اور یہ تو مشہور حدیث ہے کہ میری اُمّت قیامت کے دن وضو اور سجدہ کی وجہ سے روشن ہاتھ پاؤں والی روشن چہرہ والی ہوگی، اسی علامت سے دوسری اُمّتوں سے پہچانی جائے گی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آسمان سے کوئی بلا آفت نازل ہوتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹالی جاتی ہے[۳]۔ مُتعدِد احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنّم پر حرام کر دیا ہے کہ سجدہ کے نشان کو جلائے (یعنی اگر اپنے اعمالِ بد کی وجہ سے وہ جہنّم میں داخل بھی ہوگا تو سجدہ کا نشان جس جگہ ہوگا اس پر آگ کا اثر نہ ہو سکے گا) ایک حدیث میں ہے کہ نماز شیطان کا مُنہ کالا کرتی ہے اور صدقہ اُس کی کمر توڑ دیتا ہے[۴]۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ نماز شفا ہے[۵]۔ دوسری جگہ اُس کے مُتعلّق ایک قصّہ نقل کیا کہ حضرت ابُوہُریرہؓ ایک مرتبہ پیٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کیا پیٹ میں درد ہے۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا اُٹھ نماز پڑھ، نماز میں شِفا ہے[۶]۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ جنّت کو خواب میں دیکھا تو حضرت بلالؓ کے جوتوں کے گھسٹنے کی آواز بھی سُنائی دی۔ صبح کو حضورؐ نے پوچھا کہ تیرا وہ خُصوصی عمل کیا ہے جس کی وجہ سے جنّت میں بھی تو (دُنیا کی طرح سے) میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ عرض کیا کہ رات دن میں جس وقت بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وضو کرتا ہوں اس کے بعد (تحیّۃ الوُضوکی) نماز جتنی مُقدّر ہو پڑھتا ہوں[۷]۔ سفیریؒ نے کہا ہے کہ صبح کی نماز چھوڑنے والے کو ملائکہ او فاجر سے پکارتے ہیں اور ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو او خاسر (خسارہ والے) سے اور عصر کی نماز چھوڑنے والے کو عاصی سے اور مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو کافر سے اور عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو او مُضیّع (اللہ کا حق ضائع کرنے والے) سے پکارتے ہیں[۸]۔ علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات سمجھ لینا چاہیئے کہ مصیبت ہر اس آبادی سے ہٹا دی جاتی ہے کہ جہاں کے لوگ نمازی ہوں جیسا کہ ہر اُس آبادی پر نازل ہوتی ہے جہاں کہ لوگ نمازی نہ ہوں۔ ایسی جگہوں میں زلزلوں کا آنا، بجلیوں کا گرنا، مکانوں کا دھنس جانا کچھ بھی مُستبعد نہیں۔ اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میں تو نمازی ہوں مجھے دوسروں سے کیا غرض، اس لئے کہ جب بلا نازل ہوتی ہے تو عام ہوا کرتی ہے (خود حدیث شریف میں مذکور ہے کسی نے سُوال کیا کہ ہم لوگ ایسی صورت میں

[۱] منبہات ابن حجرؒ [۲] جامع الصغیر [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] ایضاً [۶] ابن کثیر [۷] فتح [۸] غالیۃ المواعظ

ہلاک ہو سکتے ہیں کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں جب خباثت کا غلبہ ہو جائے) اسلئے کہ ان کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی وُسعت کے مُوافق دوسروں کو بُری باتوں سے روکیں اور اچھی باتوں کا حکم کریں[1]

(۸) رُوِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی مَضٰی وَقْتُہَا ثُمَّ قَضٰی عُذِّبَ فِی النَّارِ حُقُبًا وَالْحُقُبُ ثَمَانُوْنَ سَنَۃً وَالسَّنَۃُ ثَلٰثُمِائَۃٍ وَّسِتُّوْنَ یَوْمًا کُلُّ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ اَلْفَ سَنَۃٍ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کر دے گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حُقُب جہنّم میں جلے گا اور حُقُب کی مقدار اسّی ۸۰ برس کی ہوتی ہے اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہوگا (اس حساب سے ایک حُقُب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوتی ۲۸۸۰۰۰۰۰)

(کذا فی مجالس الابرار قلت لم اجدہ فیما عندی من کتب الحدیث الا ان مجالس الابرار مدحہ شیخ مشائخنا الشاہ عبد العزیز الدہلوی ثم قال الراغب فی قولہ تعالٰی لابثین فیہا احقابا قیل جمع الحقب ای الدہر قیل والحقبۃ ثمانون عامًا والصحیح ان الحقبۃ مدۃ من الزمان مبہمۃ واخرج ابن کثیر فی تفسیر قولہ تعالٰی فویل للمصلین الذین ہم عن صلوتہم ساہون عن ابن عباس ان فی جہنم لوادیا تستعیذ جہنم من ذلک الوادی فی کل یوم اربعمائۃ مرۃ اعد ذلک الوادی للمرائین من امۃ محمد الحدیث وذکر ابو اللیث السمرقندی فی قرۃ العیون عن ابن عباس وہو مسکن من یؤخر الصلٰوۃ عن وقتہا وعن سعد بن ابی وقاص مرفوعا الذین ہم عن صلٰوتہم ساہون قال ہم الذین یؤخرون الصلوۃ عن وقتہا وصحح الحاکم والبیہقی وقفہ واخرج الحاکم عن عبد اللہ فی قولہ تعالٰی فسوف یلقون غیا قال واد فی جہنم بعید القعر خبیث الطعم وقال صحیح الاسناد[2])

ف: حُقُب کے معنی لُغت میں بہت زیادہ زمانہ کے ہیں۔ اکثر حدیثوں میں اس کی مقدار یہی آئی ہے جو اُوپر گذری یعنی اسّی ۸۰ سال۔ دُرِّ منثور میں مُتعدِّد روایات سے یہی مقدار منقول ہے۔ حضرت علیؓ نے ہلال ہجریؒ سے دریافت فرمایا کہ حُقُب کی کیا مقدار ہے اُنہوں نے کہا کہ حقب اسّی برس کا ہوتا ہے اور

[1] لواقح الانوار

ہر برس بارہ مہینے کا اور ہر مہینہ تیس دن کا اور ہر دن ایک ہزار برس کا. حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی صحیح روایت سے اسّی برس منقول ہیں. حضرت اَبُوہُریرہؓ نے خود حُضُورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہی نقل کیا ہے کہ ایک حُقب اَسّی سال کا ہوتا ہے اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا اور ایک دن تمہارے دِنوں کے اعتبار سے (یعنی دنیا کے مُوافق) ایک ہزار سال کا. یہی مضمون حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی حُضُورؐ سے نقل فرمایا ہے اُس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہیئے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے. اتنے سال یعنی دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہوگا وہ بھی جب ہی کہ اور وجہ زیادہ پڑے رہنے کی نہ ہو. اس کے علاوہ اور بھی کچھ مقدار اس سے کم وزیادہ حدیث میں آئی ہے مگر اوّل تو اُوپر والی مقدار کئی حدیثوں میں آئی ہے اس لئے یہ مُقدّم ہے دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ آدمیوں کی حالت کے اعتبار سے کم وبیش ہو.

اَبُواللّیث سمرقندیؒ نے قُرّۃ العُیُون میں حُضُورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے اُس کا نام جہنّم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے اور حضرت اِبنِ عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حُضُورؐ نے ارشاد فرمایا یہ کہو کہ اے اللہ ہم میں کسی کو شقی محروم نہ کر. پھر فرمایا جانتے ہو شقی محروم کون ہے؟ صحابہؓ کے اِستفسار پر ارشاد فرمایا کہ شقی محروم نماز کا چھوڑنے والا ہے. اس کا کوئی حصّہ اسلام میں نہیں. ایک حدیث میں ہے کہ دیدہ و دانستہ بلا عذر نماز چھوڑنے والے کی طرف حق تعالیٰ قیامت میں اِلتفات ہی نہ فرمائیں گے اور عذابِ اَلیم (دکھ دینے والا عذاب) اس کو دیا جائے گا. ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ دس آدمیوں کو خاص طور سے عذاب ہوگا منجملہ ان کے نماز کا چھوڑنے والا بھی ہے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور فرشتے منہ اور پشت پر ضرب لگارہے ہوں گے. جنّت کہے گی کہ میرا تیرا کوئی تعلّق نہیں، نہ میں تیرے لئے نہ تو میرے لئے. دوزخ کہے گی کہ آجا میرے پاس آجا، تو میرے لئے ہے میں تیرے لئے. یہ بھی نقل کیا ہے کہ جہنّم میں ایک وادی (جنگل) ہے جس کا نام ہے لم لم، اُس میں سانپ ہیں جو اُونٹ کی گردن کے برابر موٹے ہیں اور اُن کی لمبائی ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہے اس میں نماز چھوڑنے والوں کو عذاب دیا جائے گا ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک میدان ہے جس کا نام جُبُّ الحُزن ہے وہ بچھوؤں کا گھر ہے اور ہر بچھو خچر کے برابر بڑا ہے. وہ بھی نماز چھوڑنے والوں کو ڈسنے کے لئے ہیں. ہاں مولائے کریم مُعاف کردے تو کون پوچھنے والا ہے مگر کوئی معافی چاہے بھی تو. ابنِ حجرؒ نے زواجر میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا اِنتقال ہوگیا تھا. اس کا بھائی دفن میں شریک تھا. اِتّفاق سے دفن کرتے

ہوئے ایک تھیلی قبر میں گر گئی۔ اُس وقت خیال نہیں آیا بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا۔ چپکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا۔ قبر کو کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی۔ روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور پوچھا کہ یہ بات کیا ہے۔ ماں نے بتایا کہ وہ نماز میں سُستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْھَا۔

(۹) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاسَھْمَ فِی الْاِسْلَامِ لِمَنْ لَّا صَلٰوۃَ لَہٗ وَلَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّا وُضُوْءَ لَہٗ۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اُس شخص کا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور بے وضو کی نماز نہیں ہوتی دوسری حدیث میں ہے کہ دین بغیر نماز کے نہیں ہے۔ نماز دین کے لئے ایسی ہے جیسا آدمی کے بدن کیلئے سر ہوتا ہے۔

(اخرجه البزار واخرج الحاكم عن عائشة رضؓ مرفوعًا وصححه ثلث احلف عليهن لا يجعل الله من له سهم فى الاسلام كمن لا سهم له وسهام الاسلام الصوم والصلوٰة و الصدقة الحديث واخرج الطبرانى فى الاوسط عن ابن عمر مرفوعًا لا دين لمن لا صلوٰة له انما موضع الصلوٰة من الدين كموضع الراس من الجسد كذا فى الدر المنثور)

ف: جو لوگ نماز نہ پڑھ کر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں یا حمیّتِ اسلامی کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں وہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ان ارشادات پر ذرا غور کر لیں اور جن اَسلاف کی کامیابیوں تک پہنچنے کے خواب دیکھتے ہیں ان کے حالات کی بھی تحقیق کریں کہ وہ دین کو کس مضبوطی سے پکڑے ہوتے تھے۔ پھر دنیا اُن کے قدم کیوں نہ چومتی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کی آنکھ میں پانی اُتر آیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا علاج تو ہو سکتا ہے مگر چند روز آپ نماز نہ پڑھ سکیں گے۔ انہوں نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے حضور ﷺ سے سُنا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے یہاں ایسی حالت میں حاضر ہوگا کہ حق تعالیٰ شانُہٗ اس پر ناراض ہوں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں نے کہا پانچ دن لکڑی پر سجدہ کرنا پڑے گا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ایک رکعت بھی اس طرح نہیں پڑھوں گا۔ عمر بھر بینائی کو صبر کر لینا ان حضرات کے یہاں اس سے سہل تھا کہ نماز چھوڑیں۔ حالانکہ اس عذر کی وجہ سے نماز کا چھوڑنا جائز بھی تھا۔ حضرت عمر رضؓ کے اخیر زمانہ میں جب برچھا مارا گیا تو ہر وقت خون جاری رہتا تھا اور اکثر اوقات غفلت رہتی تھی حتّٰی کہ اسی غفلت میں وصال بھی ہو گیا مگر بیماری کے ان دنوں

میں جب نماز کا وقت ہوتا تو اُن کو ہوشیار کیا جاتا اور نماز کی درخواست کی جاتی۔ وہ اسی حالت میں نماز ادا کرتے اور یہ فرماتے کہ ہاں ہاں ضرور جو شخص نماز نہ پڑھے اسلام میں اس کا کوئی حصّہ نہیں۔ ہمارے یہاں بیمار کی خیر خواہی، راحت رسانی اس میں سمجھی جاتی ہے کہ اس کو نماز کی تکلیف نہ دی جائے بعد میں فدیہ دے دیا جائے گا۔ ان حضرات کے یہاں خیر خواہی یہ تھی جو عبادت بھی چلتے چلاتے کر سکے دریغ نہ کیا جائے۔ ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بہ کجا۔

حضرت علی رضؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ سے ایک خادم مانگا کہ کاروبار میں مدد کرے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تین غلام ہیں جو پسند ہو لے لو۔ انہوں نے عرض کیا آپ ہی پسند فرما دیں۔ حضورؐ نے ایک شخص کے متعلق فرمایا کہ اس کو لے لو، یہ نمازی ہے مگر اس کو مارنا نہیں۔ ہمیں نمازیوں کے مارنے کی مُمانعت ہے۔ اس قسم کا واقعہ ایک اور صحابی اَبُو الہیثم رضؓ کے ساتھ بھی ہوا۔ انہوں نے بھی حضورؐ سے غلام مانگا تھا۔ اس کے بالمقابل ہمارا ملازم نمازی بن جائے تو ہم اس کو طعن کرتے ہیں اور حماقت سے اس کی نماز میں اپنا حرج سمجھتے ہیں۔ حضرت سُفیان ثوری رحؒ پر ایک مرتبہ غلبۂ حال ہوا تو سات روز تک گھر میں رہے۔ نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے۔ شیخ کو اس کی اِطّلاع کی گئی۔ دریافت کیا کہ نماز کے اوقات تو محفوظ رہتے ہیں (یعنی نماز کے اوقات کا تو اہتمام رہتا ہے)، لوگوں نے عرض کیا کہ نماز کے اوقات بیشک محفوظ ہیں۔ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ لِلشَّیْطَانِ عَلَیْہِ سَبِیْلاً۔ تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے شیطان کو اس پر مُسَلّط نہ ہونے دیا۔ (بہجۃ النفوس)

باب دوم

جماعت کے بیان میں

جیساکہ شروع رسالہ میں لکھا جاچکا ہے بہت سے حضرات نماز پڑھتے ہیں لیکن جماعت کا اہتمام نہیں کرتے حالانکہ نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے جس طرح نماز کے بارہ میں بہت سخت تاکید آئی ہے اسی طرح جماعت کے بارہ میں بھی بہت سی تاکیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اس باب میں بھی دو فصلیں ہیں، پہلی فصل جماعت کے فضائل میں۔ دوسری فصل جماعت کے چھوڑنے پر عتاب میں۔

فصل اوّل

جماعت کے فضائل میں

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوۃِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

(رواہ مالک والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی کذا فی الترغیب)

ف: جب آدمی نماز پڑھتا ہے اور ثواب ہی کی نیت سے پڑھتا ہے تو معمولی سی بات ہے کہ گھر میں نہ پڑھے مسجد میں جاکر جماعت سے پڑھ لے کہ نہ اس میں کچھ مشقت ہے نہ دقّت، اور اتنا بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے کون شخص ایسا ہوگا جس کو ایک روپے کے ستائیس یا اٹھائیس روپے ملتے ہوں اور وہ اُن کو چھوڑ دے مگر دین کی چیزوں میں اتنے بڑے نفع سے بھی بے توجہی کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی پرواہ نہیں۔ اس کا نفع ہم لوگوں کی نگاہ میں نفع نہیں

دنیا کی تجارت جس میں ایک آنہ دو آنہ فی روپیہ نفع ملتا ہے اس کے پیچھے دن بھر خاک چھانتے ہیں۔ آخرت کی تجارت جس میں ستائیس گنا نفع ہے وہ ہمارے لئے مصیبت ہے۔ جماعت کی نماز کے لئے جانے میں دکان کا نقصان سمجھا جاتا ہے، بکری کا بھی نقصان بتایا جاتا ہے، دکان کے بند کرنے کی بھی دقت کہی جاتی ہے لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ جلّ شانہٗ کی عظمت ہے اللہ کے وعدوں پر اُن کو اطمینان ہے، اُس کے اجر و ثواب کی کوئی قیمت ہے، ان کے یہاں یہ لچر عذر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے۔ ایسے ہی لوگوں کی اللہ جلّ شانہٗ نے کلام پاک میں تعریف فرمائی ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ الآیۃ تیسرے باب کے شروع میں پوری آیت مع ترجمہ موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا جو معمول اذان کے بعد اپنی تجارت کے ساتھ تھا وہ حکایاتِ صحابہ کے پانچویں باب میں مختصر طور پر گذر چکا۔ سالمؒ حدّاد ایک بزرگ تھے تجارت کرتے تھے۔ جب اذان کی آواز سنتے تو رنگ متغیر ہو جاتا اور زرد پڑ جاتا۔ بے قرار ہو جاتے، دکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ اشعار پڑھتے۔

إِذَا مَا دَعَا دَاعِيكُمْ قُمْتُ مُسْرِعًا ... مُجِيبًا لِمَوْلًى جَلَّ لَيْسَ لَهُ مِثْلُ

جب تمہارا منادی (مؤذن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہو جاتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ ایسے مالک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے جس کی بڑی شان ہے، اس کا کوئی مثل نہیں۔

أُجِيبُ إِذَا نَادَى بِسَمْعٍ وَّطَاعَةٍ ... وَبِي نَشْوَةٌ لَبَّيْكَ يَا مَنْ لَهُ الْفَضْلُ

جب وہ منادی (مؤذن) پکارتا ہے تو میں بحالتِ نشاط، اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں کہ اے فضل و بزرگی والے لبیک یعنی حاضر ہوں۔

وَيَصْفَرُّ لَوْنِي خِيفَةً وَّمَهَابَةً ... وَيَرْجِعُ لِي عَنْ كُلِّ شُغْلٍ بِهٖ شُغْلُ

اور میرا رنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور اس پاک ذات کی مشغولی مجھے ہر کام سے بے خبر کر دیتی ہے۔

وَحَقِّكُمْ مَا لَذَّ لِي غَيْرُ ذِكْرِكُمْ ... وَذِكْرُ سِوَاكُمْ فِي فَمِي قَطُّ لَا يَحْلُوْ

تمہارے حق کی قسم تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز بھی لذیذ نہیں معلوم ہوتی اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مجھے مزہ نہیں آتا۔

مَتٰى يَجْمَعُ الْاَيَّامُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ... وَيَفْرَحُ مُشْتَاقٌ إِذَا جُمِعَ الشَّمْلُ

دیکھئے زمانہ مجھ کو اور تم کو کب جمع کرے گا اور مشتاق تو جب ہی خوش ہوتا ہے جب اجتماع نصیب ہوتا ہے

فَمَنْ شَاهَدَتْ عَيْنَاهُ نُوْرَجَمَالِكُمْ   يَمُوْتُ اِشْتِيَاقًا نَحْوَكُمْ قَطُّ لَا يَسْلُوْ

جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا نور دیکھ لیا ہے تمہارے اِشتیاق میں مرجائے گا کبھی بھی تسلی نہیں پا سکتا۔[۱]

حدیث میں آیا ہے کہ جو لوگ کثرت سے مسجد میں جمع رہتے ہوں وہ مسجد کے کھونٹے ہیں فرشتے اُن کے ہمنشیں ہوتے ہیں۔ اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے اُن کی عیادت کرتے ہیں اور وہ کسی کام کو جائیں تو فرشتے اُن کی اعانت کرتے ہیں۔[۲]

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِیْ جَمَاعَةٍ تَضْعَفُ عَلٰی صَلٰوتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ وَفِیْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ ضِعْفًا وَّذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ لَا یُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ یَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ مَالَمْ یُحْدِثْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا یَزَالُ فِیْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ۔ (رواه البخاری واللفظ له ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجة كذا فی الترغيب)

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ آدمی کی وہ نماز جو جماعت سے پڑھی گئی ہو اس نماز سے جو گھر میں پڑھ لی ہو یا بازار میں پڑھ لی ہو پچیس ۲۵ درجہ المُضاعف ہوتی ہے اور بات یہ ہے کہ جب آدمی وضو کرتا ہے اور وضو کو کمال درجہ تک پہنچا دیتا ہے پھر مسجد کی طرف صرف نماز کے ارادہ سے چلتا ہے کوئی اور ارادہ اس کے ساتھ شامل نہیں ہوتا تو جو قدم بھی رکھتا ہے اُس کی وجہ سے ایک نیکی بڑھ جاتی ہے اور ایک خطا معاف ہو جاتی ہے اور پھر جب نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جبتک وہ باوضو بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لئے مغفرت اور رحمت کی دُعا کرتے رہتے ہیں اور جبتک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز کا ثواب پاتا رہتا ہے۔

ف: پہلی حدیث میں ستائیس درجہ کی زیادتی بتلائی گئی تھی اور اس حدیث میں پچیس درجہ کی۔ ان دونوں حدیثوں میں جو اختلاف ہوا ہے، عُلماء نے اس کے بہت سے جوابات تحریر فرمائے ہیں جو شروحِ حدیث میں مذکور ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ نمازیوں کے حال کے اختلاف کی وجہ سے

[۱] نزہتہ [۲] حاکم

ہے کہ بعضوں کو پچیس درجہ کی زیادتی ہوتی ہے اور بعضوں کو اخلاص کی وجہ سے ستائیس کی ہوجاتی ہے. بعض علماء نے نماز کے اختلاف پر محمول فرمایا ہے کہ سِرّی نمازوں میں پچیس ہے اور جہری میں ستائیس ہے. بعض نے ستائیس عشاء اور صبح کے لئے بتایا ہے کہ ان دونوں نمازوں میں جانا مُشکل معلوم ہوتا ہے اور پچیس باقی نمازوں میں. بعض شُرّاح نے لکھا ہے کہ اس اُمّت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کی بارش بڑھتی ہی چلی گئی جیسا کہ اور بھی بہت سی جگہ اس کا ظہور ہے. اس لئے اوّل پچیس درجہ تھا بعد میں ستائیس ہو گیا. بعض شُرّاح نے ایک عجیب بات لکھی ہے. وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ثواب پہلی حدیث سے بہت زیادہ ہے. اس لئے کہ اس حدیث میں یہ ارشاد نہیں کہ وہ پچیس درجہ کی زیادتی ہے بلکہ یہ ارشاد ہے کہ پچیس درجہ اَلْمُضَاعَف ہوتی ہے جس کا ترجمہ دوچند اور دوگنا ہوتا ہے یعنی یہ کہ پچیس مرتبہ تک دوگنا اجر ہوتا چلا جاتا ہے. اس صورت میں جماعت کی ایک نماز کا ثواب تین کروڑ پینتیس لاکھ چون ہزار چار سو بتیس (۳۳۵۵۴۴۳۲) درجہ ہوا. حق تعالیٰ شانُہٗ کی رحمت سے یہ ثواب کچھ بعید نہیں اور جب نماز کے چھوڑنے کا گناہ ایک حُقبہ ہے جو پہلے باب میں گذرا تو اس کے پڑھنے کا ثواب یہ ہونا قرینِ قیاس بھی ہے. اُس کے بعد حضورؐ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تو خود ہی غور کر لینے کی چیز ہے کہ جماعت کی نماز میں کس قدر اجر و ثواب اور کس کس طرح حسنات کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے محض نماز کی نیت سے مسجد میں جائے تو اس کے ہر ہر قدم پر ایک نیکی کا اضافہ اور ایک خطا کی مُعافی ہوتی چلی جاتی ہے. بنُو سلمہ مدینہ طیّبہ میں ایک قبیلہ تھا ان کے مکانات مسجد سے دُور تھے. اُنہوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب ہی کہیں مُنتقل ہو جائیں. حضورؐ نے ارشاد فرمایا وہیں رہو تمہارے مسجد تک آنے کا ہر ہر قدم لکھا جاتا ہے. ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے نماز کو جائے وہ ایسا ہے جیسا کہ گھر سے اِحرام باندھ کر حج کو جائے. اس کے بعد حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک اور فضیلت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جب نماز پڑھ چکا تو اُس کے بعد جب تک مُصلّے پر رہے فرشتے مغفرت اور رحمت کی دُعا کرتے رہتے ہیں. فرشتے اللہ کے مقبول اور معصوم بندے ہیں اُن کی دُعا کی برکات خود ظاہر ہیں. محمّد بن سماعہؒ ایک بزرگ عالم ہیں جو امام ابو یوسفؒ اور امام محمّدؒ کے شاگرد ہیں. ایک سو تین برس کی عمر میں انتقال ہوا. اس وقت دو سَو رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے. کہتے ہیں کہ مُسلسل چالیس برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوئی صرف ایک مرتبہ جس دن میری والدہ کا انتقال ہوا ہے اس کی مشغولی کی وجہ سے تکبیرِ اُولیٰ فوت ہو گئی تھی. یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری جماعت کی نماز فوت ہو گئی تھی تو میں نے اس وجہ سے کہ جماعت

کی نماز کا ثواب پچیس درجہ زیادہ ہے اس نماز کو پچیس دفعہ پڑھا تاکہ وہ عدد پورا ہو جائے. تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ محمد! پچیس دفعہ نماز تو پڑھ لی مگر ملائکہ کی آمین کا کیا ہو گا ۔ ملائکہ کی آمین کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں یہ ارشاد نبوی آیا ہے کہ جب امام سورۃ فاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں. جس شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں. تو خواب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے. مولانا عبد الحی صاحب فرماتے ہیں کہ اس قصے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جماعت کا ثواب مجموعی طور سے جو حاصل ہوتا ہے وہ اکیلے میں حاصل ہو ہی نہیں سکتا چاہے ایک ہزار مرتبہ اس نماز کو پڑھ لے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ایک آمین کی موافقت ہی صرف نہیں بلکہ مجمع کی شرکت، نماز سے فراغت کے بعد ملائکہ کی دعا جس کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں جو جماعت ہی میں پائی جاتی ہیں. ایک ضروری امر یہ بھی قابلِ لحاظ ہے علماء نے لکھا ہے کہ فرشتوں کی اس دعا کا مستحق جب ہی ہو گا جب نماز نماز بھی ہو اور اگر ایسے ہی پڑھی کہ پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منہ پر ماردی گئی تو پھر فرشتوں کی دعا کا مستحق نہیں ہوتا[۱]

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّىْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِىْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَّجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ اِلٰى مَسْجِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا حَسَنَةً

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں مسلمان بنکر حاضر ہو وہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنیکا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہے (یعنی مسجد میں) اسلئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں انہیں میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں، اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے چھوڑنے والے ہو گے اور یہ سمجھ لو کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص

[۱] فوائد بہیہ ۵۲ بہجۃ

وَيَرْفَعُهٗ بِهَا دَرَجَةً وَّيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهَا يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِى الصَّفِّ وفى رواية لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَمْشِىْ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يَأْتِىَ الصَّلٰوةَ۔

اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد مسجد کی طرف جائے تو ہر ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک ایک خطا معاف ہوگی اور ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہو وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا ورنہ حضورؐ کے زمانہ میں عام منافقوں کی بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی یا کوئی سخت بیمار ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتا ہوا جا سکتا تھا وہ بھی صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلٰوةَ فِى الْمَسْجِدِ الَّذِىْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ (رواه مسلم وابوداؤد والنسائى وابن ماجة كذا فى الترغيب والدر المنثور والسنة نوعان سنة الهدى وتاركها يستوجب اساءة كالجماعة والاذان والزوائد وتاركها لايستوجب اساءة كسير النبى صلى الله عليه وسلم فى لباسه وقعوده كذا فى نور الانوار والاضافة فى سنة الهدى بيانية اى سنة هى هدى والحمل مبالغة كذا فى قمر الاقمار)

ف: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہاں جماعت کا اس قدر اہتمام تھا اگر بیمار بھی کسی طرح جماعت میں جا سکتا تھا تو وہ بھی جا کر شریک ہو جاتا تھا چاہے دو آدمیوں کو کھینچ کر لے جانے کی نوبت آتی اور یہ اہتمام کیوں نہ ہوتا جب کہ ان کے اور ہمارے آقا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کا اہتمام تھا چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں یہی صورت پیش آئی کہ مرض کی شدت کی وجہ سے بار بار غشی ہوتی تھی اور کئی کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرماتے تھے۔ آخر ایک مرتبہ وضو فرمایا اور حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے صحابی کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے کہ زمین پر پاؤں مبارک اچھی طرح جما بھی نہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے تعمیلِ ارشاد میں نماز پڑھانا شروع کر دی تھی۔ حضورؐ جا کر نماز میں شریک ہوئے[1] حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا وہ بالکل سامنے ہے اور تو اس کو دیکھ رہا ہے اور

[1] صحیحین

اپنے آپ کو مُردوں کی فہرست میں شمار کیا کر (زندوں میں اپنے کو سمجھ ہی نہیں کہ پھر نہ کسی بات کی خوشی نہ کسی بات سے رنج) اور مظلوم کی بد دعا سے اپنے کو بچا اور جو تو اتنی بھی طاقت رکھتا ہو کہ زمین پر گھسٹ کر عشاء اور صبح کی جماعت میں شریک ہو سکے تو دریغ نہ کر۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہے۔ اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جماعت میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ کر جاتے اور جماعت سے ان کو پڑھتے۔[1]

(۴) عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ ایسی طرح نماز پڑھے کہ تکبیر اُولیٰ فوت نہ ہو تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں۔ ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا، دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔

(رواه الترمذى وقال لا اعلم احدًا رفعه الا ماروى مسلم بن قتيبة عن طعمة بن عمر وقال المملى ومسلم وطعمة وبقية رواته ثقاة كذا فى الترغيب قلت وله شواهد من حديث عمرؓ رفعه من صلى فى مسجد جماعة اربعين ليلة لا تفوته الركعة الاولى من صلوة العشاء كتب الله له بها عتقا من النار رواه ابن ماجة واللفظ له والترمذى وقال نحو حديث انس يعنى المتقدم ولم يذكر لفظه وقال مرسل يعنى ان عمارة الراوى عن انس لم يدرك انسا وعزاه فى منتخب الكنز الى البيهقى فى الشعب وابن عساكر وابن النجار)

ف: یعنی جو اس طرح چالیس دن اخلاص سے نماز پڑھے کہ شروع سے امام کے ساتھ شریک ہو اور نماز شروع کرنے کی تکبیر جب امام کہے تو اسی وقت یہ بھی نماز میں شریک ہو جائے تو وہ شخص نہ جہنم میں داخل ہو گا نہ منافقوں میں داخل ہو گا۔ منافق وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے کو مسلمان ظاہر کریں لیکن دل میں کفر رکھتے ہوں اور چالیس دن کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ حالات کے تغیر میں چالیس دن کو خاص دخل ہے چنانچہ آدمی کی پیدائش کی ترتیب جس حدیث میں آئی ہے اس میں بھی چالیس دن تک نطفہ رہنا پھر گوشت کا ٹکڑا چالیس دن تک، اسی طرح چالیس چالیس دن میں اس کا تغیر ذکر فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے صوفیاء کے یہاں چلہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ

[1] ترغیب

جن کی برسوں بھی تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوتی۔

(۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَہٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا اَعْطَاہُ اللّٰہُ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاھَا وَحَضَرَھَا لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا۔

نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا اِرشاد ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد میں نماز کیلئے جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی تو بھی اس کو جماعت کی نماز کا ثواب ہوگا اور اس ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہے۔

(رواہ ابوداؤد والنسائی والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب وفیہ ایضا عن سعید بن المسیب قال حضر رجلا من الانصار الموت فقال انی محدثکم حدیثا ما احدثکموہ الا احتسابًا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا توضّاء احدکم فاحسن الوضوء الحدیث وفیہ فان اتی المسجد فصلی فی جماعۃ غفرلہ فان اتی المسجد وقد صلوا بعضا وبقی بعض صلی ما ادرک واتم مابقی کان کذالک فان اتی المسجد وقد صلوا فاتم الصلوٰۃ کان کذالک رواہ ابوداؤد)

ف: یہ اللہ کا کس قدر اِنعام واِحسان ہے کہ محض کوشش اور سعی پر جماعت کا ثواب مل جائے گو جماعت نہ مل سکے۔ اللہ کی اس دین پر بھی ہم لوگ خود ہی نہ لیں تو کسی کا کیا نقصان ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ محض اس کھٹکا سے کہ جماعت ہو چکی ہوگی مسجد میں جانا مُلتوی نہ کرنا چاہیئے۔ اگر جاکر معلوم ہو کہ ہو چکی ہے تب بھی ثواب تو مل ہی جائے گا البتہ اگر پہلے سے یقیناً معلوم ہو جائے کہ جماعت ہو چکی ہے تو مضائقہ نہیں۔

(۶) عَنْ قُبَاثِ بْنِ اَشْیَمَ اللَّیْثِیِّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ الرَّجُلَیْنِ یَؤُمُّ اَحَدُھُمَا صَاحِبَہٗ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ صَلٰوۃِ اَرْبَعَۃٍ تَتْرٰی وَصَلٰوۃُ اَرْبَعَۃٍ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ صَلٰوۃِ ثَمَانِیَۃٍ تَتْرٰی وَصَلٰوۃُ ثَمَانِیَۃٍ

نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا پاک اِرشاد ہے کہ دو آدمیوں کی جماعت کی نماز کہ ایک امام ہو ایک مقتدی اللہ کے نزدیک چار آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے اسی طرح چار آدمیوں کی جماعت کی نماز آٹھ آدمیوں کی متفرق نماز سے زیادہ محبوب ہے اور آٹھ آدمیوں

يَؤُمُّهُمْ اَحَدُهُمْ اَزْكٰى عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ صَلٰوةِ مِائَةٍ تَتْرٰى۔

کی جماعت کی نماز سو آدمیوں کی متفرق نمازوں سے بڑھی ہوئی ہے ایک دوسری حدیث میں ہے اسی طرح جتنی بڑی جماعت میں نماز پڑھی جائے گی وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے مختصر جماعت سے۔

(رواه البزار والطبرانی باسناد لا باس به كذا فی الترغيب وفی مجمع الزوائد رواه البزار والطبرانی فی الكبير ورجال الطبرانی موثقون وعزاه فی الجامع الصغير الی الطبرانی والبیہقی ورقم له بالصحة وعن ابی بن كعب رفعه بمعنی حديث الباب وفيه قصة وفی اٰخره وكلما كثر فهو احب الی الله عزوجل رواه احمد وابوداؤد والنسائی وابن خزيمة وابن حبان فی صحيحهما والحاكم وقد جزم يحيی بن معين والذهلی بصحة هٰذا الحديث كذا فی الترغيب)

ف: جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دو چار آدمی مل کر گھر دوکان وغیرہ پر جماعت کرلیں وہ کافی ہے اوّل تو اس میں مسجد کا ثواب شروع ہی سے نہیں ہوتا دوسرے کثرتِ جماعت کے ثواب سے بھی محرومی ہوتی ہے مجمع جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے ایک کام کرنا ہے تو پھر جس طریقہ میں اس کی خوشنودی زیادہ ہو اسی طریقہ سے کرنا چاہیئے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تین چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں ایک جماعت کی صف کو، ایک اُس شخص کو جو آدھی رات (تہجّد) کی نماز پڑھ رہا ہو، تیسرے اس شخص کو جو کسی لشکر کے ساتھ لڑ رہا ہو۔[1]

(۷) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت سہل رضؓ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں میں بکثرت جاتے رہتے ہیں۔ اُن کو قیامت کے دن کے پورے پورے نور کی خوشخبری سُنادے۔

(رواه ابن ماجة وابن خزيمة فی صحيحه والحاكم واللفظ له وقال صحيح على شرط الشيخين كذا فی الترغيب وفی المشكوٰة برواية الترمذی وابی داؤد عن بريدة ثم قال رواه ابن ماجة عن سهل ابن سعد وانس اهـ قلت وله شاهد فی منتخب كنز العمال برواية الطبرانی عن ابی امامة بلفظ بشر المدلجين الی المساجد فی الظلم بمنابر من نور يوم القيامة يفزع الناس ولا يفزعون ذكر السيوطی فی الدر المنثور فی تفسير

[1] جامع الصغير

قولہ تعالیٰ انما یعمر مساجد اللہ عدۃ روایات فی ھٰذا المعنی)

ف: یعنی آج دنیا میں اندھیری رات میں مسجد میں جانے کی قدر اس وقت معلوم ہوگی جب قیامت کا ہولناک منظر سامنے ہوگا اور ہر شخص مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ آج کے اندھیروں کی مشقت کا بدلہ اور اس کی قدر اس وقت ہوگی جب ایک چمکتا ہوا نور اور آفتاب سے کہیں زیادہ روشنی ان کے ساتھ ساتھ ہوگی۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے اور بے فکر، اور لوگ گھبراہٹ میں ہونگے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ میرے پڑوسی کہاں ہیں۔ فرشتے عرض کریں گے کہ آپ کے پڑوسی کون ہیں؟ ارشاد ہوگا کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب میں زیادہ ناپسند بازار ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مسجدیں جنت کے باغ ہیں[1]۔ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے حضرت ابو سعیدؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں جس شخص کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو[2]۔ اس کے بعد اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں[3]۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ مشقت کے وقت وضو کرنا اور مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھے رہنا گناہوں کو دھو دیتا ہے[4]۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص جتنا مسجد سے دور ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا[5]۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر ہر قدم پر اجر و ثواب ہے اور جتنی دور مسجد ہوگی اتنے ہی قدم زیادہ ہوں گے اسی وجہ سے بعض صحابہؓ چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہوجائے تو لڑائیوں سے ان کو حاصل کیا جائے۔ ایک اذان کہنا، دوسری جماعت کی نمازوں کے لئے دوپہر کے وقت جانا، تیسری پہلی صف میں نماز پڑھنا[6]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہوگا اور آفتاب نہایت تیزی پر ہوگا۔ سات آدمی ایسے ہوں گے جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے ان میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی میں واپس جانے کی خواہش ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے، جو شخص مسجد سے اُلفت رکھتا ہے اللہ جل شانہٗ اس سے اُلفت فرماتے ہیں[7]۔

شریعتِ مطہرہ کے ہر حکم میں خیر و برکت، اجر و ثواب تو بے پایاں ہے ہی، اس کے ساتھ ہی

---

[1] جامع الصغیر [2] ایضاً [3] دُر [4] جامع الصغیر [5] ایضاً [6] ایضاً [7] ایضاً۔

بہت سی مصلحتیں بھی اِن اَحکام میں جو ملحوظ ہوتی ہیں اُن کی حقیقت تک پہنچنا تو مشکل ہے کہ اللہ جلَّ شانُہٗ کے علوم اور اُن کے مَصالح تک کس کی رسائی ہے مگر اپنی اپنی اِستعداد اور حوصلہ کے موافق جہانتک اپنی سمجھ کام دیتی ہے اُن کی مصالح بھی سمجھ میں آتی ہیں اور جتنی اِستعداد ہوتی ہے اتنی ہی خوبیاں ان احکام کی معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ علماء نے جماعت کی مصالح بھی اپنی اپنی سمجھ کے موافق تحریر فرمائی ہیں، ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے حُجَّۃُ اللّٰہِ البَالِغَہ میں ایک تقریر اس کے متعلق ارشاد فرمائی ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ:۔

رسم و رواج کے مُہلِکات سے بچنے کے لئے اس سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں کہ عبادات میں سے کسی عبادت کو ایسی عام رسم اور عام رواج بنالیا جائے جو عَلَی الْاِعْلَان ادا کی جائے اور ہر شخص کے سامنے خواہ سمجھدار ہو یا ناسمجھ وہ ادا کی جاسکے۔ اس کے ادا کرنے میں شہری اور غیر شہری برابر ہوں، مُسابقت اور تفاخُر اسی پر کیا جائے اور ایسی عام ہوجائے کہ ضروریاتِ زندگی میں اس طرح داخل ہوجائے کہ اس سے علیحدگی ناممکن اور دُشوار بن جائے تاکہ وہ اللہ کی عبادت کے لئے مُؤیِّد ہوجائے اور وہ رسم و رواج جو مُوجِب مَضرَّت و نقصان تھا وہی حق کی طرف کھینچنے والا بن جائے۔ اور چونکہ عبادات میں کوئی عبادت بھی نماز سے زیادہ مُہتَم بالشّان اور دلیل و حُجّت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی نہیں اسلئے ضروری ہوا کہ آپس میں اُس کے رواج کو خوب شائع کیا جائے اور اس کے لئے خاص طور سے اجتماع کیا جائے اور آپس میں اِتّفاق سے اس کو ادا کیا جائے نیز ہر مذہب اور دین میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مُقتدا ہوتے ہیں کہ ان کا اِتّباع کیا جاتا ہے اور کچھ لوگ دوسرے درجہ میں ایسے ہوتے ہیں جو کسی معمولی سی ترغیب و تنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں اور کچھ لوگ تیسرے درجہ میں بہت ناکارہ اور ضَعِیفُ الْاِعْتِقاد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو اگر مجمع میں عبادت کا مُکلَّف نہ کیا جائے تو وہ سُستی اور کاہلی کی وجہ سے عبادت بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس وجہ سے مصلحت کا مُقتضا یہی ہے کہ یہ سب لوگ اِجتماعی طور پر عبادت کو ادا کریں، تاکہ جو لوگ عبادت کو چھوڑنے والے ہیں وہ عبادت کرنے والوں سے ممتاز ہوجائیں اور رغبت کرنے والوں اور بے رغبتی کرنے والوں میں کھلا تفاوُ[illegible] جائے اور ناواقف لوگ علماء کے اِتّباع سے واقف بن جائیں اور جاہل لوگوں کو عبادت کا طریقہ معلوم ہوجائے اور اللہ کی عبادت ان لوگوں میں اُس پگھلی ہوئی چاندی کی طرح سے ہوجائے جو کسی ماہر کے سامنے رکھی جائے جس سے جائز، ناجائز اور کھرے کھوٹے میں کھلا فرق ہوجائے، جائز کی تقویت کی جائے اور ناجائز کو روکا جائے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے ایسے اجتماع میں جس میں اللہ کی طرف رغبت کرنے والے، اُسکی رحمت

کے طلب کرنے والے، اس سے ڈرنے والے موجود ہوں اور سب کے سب اللہ ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوں برکتوں کے نازل ہونے اور رحمت کے متوجہ ہونے کی عجیب خاصیت رکھی ہے۔

نیز اُمتِ محمّدیہ کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو اور دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ ہو اور یہ ممکن نہیں جب تک یہ طریقہ رائج نہ ہو، سب کے سب عوام، خواص، شہر کے رہنے والے اور گاؤں کے رہنے والے، چھوٹے بڑے ایک جگہ جمع ہو کر اس چیز کو جو اسلام کا سب سے بڑا شعار ہے اور سب سے بالاتر عبادت ہے ادا نہ کریں۔ ان وجوہ سے شریعت جمعہ اور جماعت کے اہتمام کی طرف متوجہ ہوئی۔ ان کے اظہار و اعلان کی ترغیبیں، اور چھوڑنے پر وعیدیں نازل ہوئیں اور چونکہ اظہار و اجتماع صرف ایک محلّہ اور قبیلہ کا ہے اور ایک تمام شہر کا، اور محلّہ کا اجتماع ہر وقت سہل ہے اور تمام شہر کا ہر وقت مشکل ہے کہ اس میں تنگی ہے اس لئے محلّہ کا اجتماع ہر نماز کے وقت قرار دیا اور جماعت کی نماز اس کے لئے مشروع ہوئی اور تمام شہر کا اجتماع آٹھویں دن قرار دیا اور جمعہ کی نماز اس کے لئے تجویز ہوئی۔

فصلِ دوم

جماعت کے چھوڑنے پر عتاب کے بیان میں

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے احکام کی پابندی پر جیسے کہ انعامات کا وعدہ فرمایا ہے ایسے ہی تعمیل نہ کرنے پر ناراضی اور عتاب بھی فرمایا ہے۔ یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ تعمیل میں بے گراں انعامات کا وعدہ ہے ورنہ بندگی کا مقتضا صرف عتاب ہی ہونا چاہیئے تھا کہ بندگی کا فرض ہے تعمیلِ ارشاد، پھر اس پر انعام کے کیا معنی، اور نافرمانی کی صورت میں جتنا بھی عتاب و عذاب ہو وہ برمحل کہ آقا کی نافرمانی سے بڑھ کر اور کیا جرم ہو سکتا ہے۔ پس کسی خاص عتاب یا تنبیہ کے فرمانے کی ضرورت نہ تھی مگر پھر بھی اللہ جلّ شانہٗ اور اس کے پاک رسول ﷺ نے ہم پر شفقت فرمائی کہ طرح طرح سے متنبّہ فرمایا، اس کے نقصانات بتائے مختلف طور سے سمجھایا۔ پھر بھی ہم نہ سمجھیں تو اپنا ہی نقصان ہے۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ

نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے

النِّدَاءَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنِ اتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰی۔

نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ عُذر سے کیا مراد ہے۔ ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو۔

(رواہ ابوداؤد وابن حبان فی صحیحہ وابن ماجۃ بنحوہ کذا فی الترغیب وفی المشکوٰۃ رواہ ابوداؤد والدارقطنی)

ف : قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز پر جو ثواب اور انعام حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ہوتا وہ نہ ہوگا۔ گو فرض ذمّہ سے اُتر جائے گا اور یہی مراد ہے ان حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ایسا ہونا بھی کچھ ہونا ہوا جس پر انعام واکرام نہ ہوا۔ یہ ہمارے امام کے نزدیک ہے ورنہ صحابہؓ اور تابعین رحؒ کی ایک جماعت کے نزدیک ان احادیث کی بناء پر بلا عذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے اور جماعت سے پڑھنا فرض ہے حتیٰ کہ بہت سے عُلماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے مگر جماعت کے چھوڑنے کا مجرم تو ہو ہی جاتے گا۔ حضرت ابنِ عبّاسؓ سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسولؐ کی نافرمانی کی۔ حضرت ابنِ عباسؓ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سُنے اور جماعت سے نماز نہ پڑھے نہ اُس نے بھلائی کا ارادہ کیا نہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔ حضرت اَبُوْہُرَیْرَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کی آواز سُنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو اس کے کان پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیئے جاویں یہ بہتر ہے۔

(۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اَلْجَفَاءُ کُلُّ الْجَفَاءِ وَالْکُفْرُ وَالنِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ مُنَادِیَ اللّٰہِ یُنَادِیْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلَا یُجِیْبُہٗ۔

نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے مُنادی (یعنی مؤذن) کی آواز سُنے اور نماز کو نہ جائے۔

(رواہ احمد والطبرانی من روایۃ زبان بن فائد کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الکبیر وزبان ضعفہ ابن معین ووثقہ ابوحاتم ا ھ وعزاہ فی

الجامع الصغیر الی الطبرانی و رقم له بالضعف)

ف : کتنی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث پاک میں کہ اُسکی اس حرکت کو کافروں کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتایا ہے کہ گویا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی کے لئے یہ کافی ہے کہ مؤذن کی آواز سُنے اور نماز کو نہ جائے۔ سُلیمان بن ابی حثمہؓ جلیل القدر لوگوں میں تھے۔ حضورؐ کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر حضورؐ سے روایت سُننے کی نوبت کم عمری کی وجہ سے نہیں آئی۔ حضرت عمرؓ نے اُن کو بازار کا نگران بنا رکھا تھا۔ ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز میں موجود نہ تھے۔ حضرت عمرؓ اس طرف تشریف لے گئے تو ان کی والدہ سے پوچھا کہ سلیمان آج صبح کی نماز میں نہیں تھے۔ والدہ نے کہا کہ رات بھر نفلوں میں مشغول رہا، نیند کے غلبہ سے آنکھ لگ گئی۔ آپ نے فرمایا میں صبح کی جماعت میں شریک ہوں یہ مجھے اس سے پسندیدہ ہے کہ رات بھر نفلیں پڑھوں۔

(۳) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْیَتِیْ فَیَجْمَعُوْا اِلَیَّ حُزَمًا مِّنْ حَطَبٍ ثُمَّ اٰتِیَ قَوْمًا یُّصَلُّوْنَ فِیْ بُیُوْتِھِمْ لَیْسَتْ بِھِمْ عِلَّۃٌ فَاُحَرِّقُھَا عَلَیْھِمْ۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر اُن کے گھروں کو جلا دوں۔

(رواہ مسلم و ابوداؤد و ابن ماجۃ والترمذی کذا فی الترغیب قال السیوطی فی الدر اخرج ابن ابی شیبۃ والبخاری و مسلم و ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رفعہ اثقل الصلوۃ علی المنافقین صلوۃ العشاء وصلوۃ الفجر و لو یعلمون ما فیھما لاتوھما ولوحبوًا ولقد ھممت امر بالصلوۃ فتقام الحدیث بنحوہ)

ف : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس شفقت اور رحمت کے جو اُمت کے حال پر تھی اور کسی شخص کی ادنیٰ سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی اُن لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اسقدر غصہ ہے کہ اُن کے گھروں میں آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔

(۴) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں

يَقُولُ مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلٰوةُ إِلَّا اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ.

باجماعت نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلّط ہو جاتا ہے اسلئے جماعت کو ضروری سمجھو، بھیڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمیوں کا بھیڑیا شیطان ہے۔

(رواہ احمد و ابوداؤد والنسائی و ابن خزیمۃ و ابن حبان فی صحیحیھما[1] والحاکم و زاد رزین فی جامعہ وان ذئب الانسان الشیطان اذا خلا بہ اکلہ کذا فی الترغیب ورقم لہ فی الجامع الصغیر بالصحۃ وصححہ الحاکم واقرہ علیہ الذھبی)

ف: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھیتی باڑی میں مشغول رہتے ہیں اگر تین آدمی ہوں تو اُن کو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیئے بلکہ دو کو بھی جماعت سے پڑھنا اَولیٰ ہے۔ کسان عام طور سے اوّل تو نماز پڑھتے ہی نہیں کہ ان کے لئے کھیتی کی مشغولی اپنے نزدیک کافی عذر ہے اور جو بہت دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اکیلے ہی پڑھ لیتے ہیں حالانکہ اگر چند کھیت والے بھی ایک جگہ جمع ہو کر پڑھیں تو کتنی بڑی جماعت ہو جائے اور کتنا بڑا ثواب حاصل کریں۔ چار پیسے کے واسطے سردی گرمی دھوپ بارش سب سے بے نیاز ہو کر دن بھر مشغول رہتے ہیں لیکن اتنا بڑا ثواب ضائع کرتے ہیں اور اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ لوگ اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں تو اور بھی زیادہ ثواب کا سبب ہوتا ہے حتّٰی کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ پچاس نمازوں کا ثواب ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرانے والا کسی پہاڑ کی جڑ میں (یا جنگل میں) اذان کہتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بے حد خوش ہوتے ہیں اور تعجّب و تفاخُر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں۔ دیکھو جی میرا بندہ اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا۔ یہ سب میرے ڈر کی وجہ سے کر رہا ہے میں نے اس کی مغفرت کر دی اور جنّت کا داخلہ طے کر دیا۔[1]

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ وَلَا يَشْهَدُ الْجَمَاعَةَ وَلَا الْجُمُعَةَ فَقَالَ هٰذَا فِي النَّارِ.

حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفلیں پڑھتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا (اس کے متعلق کیا حکم ہے)

[1] مشکوٰۃ

آپ نے فرمایا کہ یہ شخص جہنمی ہے۔

(رواہ الترمذی موقوفا کذا فی الترغیب وفی تنبیہ الغافلین روی عن مجاھد ان رجلا جاء الی ابن عباس فقال یا ابن عباس ما تقول فی رجل فذکرہ بلفظہ زاد فی اٰخرہ فاختلف الیہ شھرًا یسألہ عن ذٰلک وھو یقول ھو فی النار)۔

ف: گو ایک خاص زمانہ تک سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکل آئے کہ بہر حال مسلمان ہے مگر نہ معلوم کتنے عرصہ تک پڑا رہنا پڑے گا۔ جاہل صوفیوں میں وظیفوں اور نفلوں کا تو زور ہوتا ہے مگر جماعت کی پرواہ نہیں ہوتی، اس کو وہ بزرگی سمجھتے ہیں حالانکہ کمال بزرگی اللہ کے محبوب کا اتباع ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ تین شخصوں پر حق تعالیٰ شانہٗ لعنت بھیجتے ہیں ایک اس شخص پر جس سے نمازی (کسی معقول وجہ سے) ناراض ہوں اور وہ امامت کرے۔ دوسرے اس عورت پر جس کا خاوند اس سے ناراض ہو۔ تیسرے اس شخص پر جو اذان کی آواز سنے اور جماعت میں شریک نہ ہو۔

(٦) اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدُوَیْہِ عَنْ کَعْبِ نِ الْحَبْرِ قَالَ وَالَّذِیْ اَنْزَلَ التَّوْرَاۃَ عَلٰی مُوْسٰی وَالْاِنْجِیْلَ عَلٰی عِیْسٰی وَالزَّبُوْرَ عَلٰی دَاوٗدَ وَالْفُرْقَانَ عَلٰی مُحَمَّدٍ اُنْزِلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَاتُ فِی الصَّلَوٰتِ الْمَکْتُوْبَاتِ حَیْثُ یُنَادٰی بِھِنَّ یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ اِلٰی قولہ وَھُمْ سَالِمُوْنَ الصَّلَوٰتُ الْخَمْسُ اِذَا نُوْدِیَ بِھَا واخرج البیھقی فی الشعب عن سعید بن جبیر قال الصلوٰت فی الجماعات واخرج البیھقی عن ابن عباس قال الرجل یسمع الاذان فلا یجیب الصلوۃ کذا فی الدر المنثور قلت وتمام الاٰیۃ یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۝

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) نازل فرمائی اور قرآن شریف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا کہ یہ آیتیں فرض نمازوں کو جماعت سے ایسی جگہ پڑھنے کے بارہ میں جہاں اذان ہوتی ہو نازل ہوئی ہیں ترجمہ آیات: جس دن حق تعالیٰ شانہٗ ساق کی تجلی فرمائیں گے (جو ایک خاص قسم کی تجلی ہوگی) اور لوگ اس دن سجدہ کے لئے بلائے جاویں گے، تو یہ لوگ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ اُن کی آنکھیں شرم کے مارے جھکی ہوتی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوتی ہوگی اسلئے

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ ۝ (ن-۲)

کہ یہ لوگ دنیا میں سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے اور صحیح سالم تندرست تھے (پھر بھی سجدہ نہیں کرتے تھے)

ف: ساق کی تجلّی ایک خاص قسم کی تجلّی ہے جو میدانِ حشر میں ہوگی اس تجلّی کو دیکھ کر سارے مسلمان سجدہ میں گر جائیں گے مگر بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کی کمر تختہ ہو جائے گی اور سجدہ پر قدرت نہ ہوگی۔ یہ کون لوگ ہوں گے اس کے بارے میں تفسیریں مختلف وارد ہوئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے جو کعب احبارؓ سے منقول ہے اور اسی کے موافق حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وغیرہ سے بھی منقول ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں جماعت کی نماز کے واسطے بلائے جاتے تھے اور جماعت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ دوسری تفسیر بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضورؐ سے سُنا کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو دنیا میں ریا اور دکھلاوے کے واسطے نماز پڑھتے تھے۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ یہ کافر لوگ ہیں جو دنیا میں سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تھے۔ چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد منافق ہیں۔ وَاللہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ۔

بہرحال اس تفسیر کے موافق جس کو حضرت کعب احبارؒ قسم کھا کر ارشاد فرما رہے ہیں اور حضرت ابنِ عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی امامِ تفسیر سے اس کی تائید ہوتی ہے، کتنا سخت معاملہ ہے کہ میدانِ حشر میں ذلّت و نکبت ہو اور جہاں سارے مسلمان سجدہ میں مشغول ہوں اس سے سجدہ ادا نہ ہو سکے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں جماعت کے چھوڑنے پر آئی ہیں۔ مسلمان کے لئے تو ایک بھی وعید کی ضرورت نہیں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم و ارشاد ہی سب کچھ ہے اور جس کو اس کی قدر نہیں اس کے لئے ہزار طرح کی وعیدیں بھی بیکار ہیں۔ جب سزا کا وقت آئے گا تو پشیمانی ہوگی جو بیکار ہوگی۔

تیسرا باب

خُشوع خُضوع کے بیان میں

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جو جماعت کا بھی اہتمام فرماتے ہیں لیکن اس کے باوجود ایسی بُری طرح پڑھتے ہیں کہ وہ نماز بجائے اس کے ثواب واجر کا سبب ہو، ناقص ہونے کی وجہ سے مُنہ پر ماردی جاتی ہے. گو نہ پڑھنے سے یہ بھی بہتر ہے کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں جو عذاب ہے وہ بہت زیادہ سخت ہے اور اس صورت میں یہ ہوا کہ وہ قابلِ قبول نہ ہوئی اور مُنہ پر پھینک کر ماردی گئی اس پر کوئی ثواب نہیں ہوا لیکن نہ پڑھنے میں جس درجہ کی نافرمانی اور نَخوت ہوتی وہ تو اس صورت میں نہ ہوگی البتہ یہ مناسب ہے کہ جب آدمی وقت خرچ کرے، کاروبار چھوڑے، مَشقَّت اُٹھائے تو اسکی کوشش کرنا چاہئے کہ جتنی زیادہ سے زیادہ وزنی اور قیمتی پڑھ لے اُس میں کوتاہی نہ کرے. حق تعالےٰ شانُہٗ کا اِرشاد ہے گو وہ قربانی کے بارے میں ہے مگر احکام تو سارے ایک ہی ہیں. فرماتے ہیں لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاۤؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ، نہ تو حق تعالےٰ شانُہٗ کے پاس اُن کا گوشت پہنچتا ہے نہ اُن کا خون بلکہ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے. پس جس درجہ کا اِخلاص ہوگا اسی درجہ کی مقبولیت ہوگی. حضرت مُعاذ رضؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حُضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جب مجھے یمن کو بھیجا تو میں نے آخری وصیّت کی درخواست کی. حُضورؐ نے اِرشاد فرمایا کہ دین کے ہر کام میں اِخلاص کا اِہتمام کرنا کہ اِخلاص سے تھوڑا عمل بھی بہت کچھ ہے. حضرت ثوبان رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے حُضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا. اِخلاص والوں کے لئے خوش حالی ہو کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں ان کی وجہ سے سخت سے سخت فتنے دور ہوجاتے ہیں. ایک حدیث میں حُضورؐ کا اِرشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ضعیف لوگوں کی برکت سے اس اُمّت کی مدد فرماتے

ہیں نیز ان کی دعا سے اُن کی نماز سے ان کے اِخلاص سے۔ نماز کے بارے میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ جو ایسے ہیں کہ دکھلاوا کرتے ہیں بے خبر ہونے کی بھی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وقت کی خبر نہ ہو قضا کر دے۔ دوسرے یہ کہ متوجہ نہ ہو، اِدھر اُدھر مشغول ہو۔ تیسرے یہ کہ یہی خبر نہ ہو کتنی رکعتیں ہوئیں۔ دوسری جگہ منافقین کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں (کہ ہم بھی نمازی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت تھوڑا سا۔ ایک جگہ چند انبیاء علیٰ نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرما کر ارشاد ہے فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا پس ان نبیوں کے بعد بعضے ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کر دیا اور خواہشاتِ نفسانیہ کے پیچھے پڑ گئے سو عنقریب آخرت میں خرابی دیکھیں گے۔ غیّ کا ترجمہ لغت میں گمراہی ہے جس سے مراد آخرت کی خرابی اور ہلاکت ہے اور بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ غیّ جہنم کا ایک طبقہ ہے جس میں لہو پیپ وغیرہ جمع ہوگا۔ اس میں یہ لوگ ڈال دیئے جائیں گے۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّا اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ (ترجمہ) اور اُن کی خیر خیرات مقبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز نہیں پڑھتے مگر کاہلی سے اور نیک کام میں خرچ نہیں کرتے مگر گرانی سے۔ اس کے بالمقابل اچھی طرح سے نماز پڑھنے والوں کے بارے میں ارشاد ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (ترجمہ) بے شک کامیابی اور فلاح کو پہنچ

لے ترغیب

گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو لغویات سے اعراض کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں ؏ (یا اپنے اخلاق کو درست کرنے والے ہیں) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں بجز اپنی بیبیوں اور باندیوں کے کہ ان میں کوئی حرج نہیں البتہ جو ان کے علاوہ اور جگہ شہوت پوری کرنا چاہیں وہ لوگ حد سے گزرنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کی رعایت کرنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کا اہتمام کرنے والے ہیں یہی لوگ جنت کے وارث ہیں جو فردوس کے وارث بنیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے" حدیث میں آیا ہے کہ فردوس جنت کا اعلیٰ اور افضل ترین حصہ ہے وہاں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں اسی پر عرشِ الٰہی ہوگا۔ جب تم جنت کی دعا کیا کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔ دوسری جگہ نماز کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے۔ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ۝ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ (ترجمہ) "بے شک نماز دشوار ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ بھی دشوار نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے قیامت میں ملنے والے ہیں اور مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں" ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہے فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (ب۱۸ ع۱۱) ایسے گھروں میں جن کے متعلق اللہ جل شانہ نے حکم فرمادیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے ان کو بلند کیا جائے۔ ان میں صبح شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوٰۃ کے دینے سے نہ تو تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت غفلت میں ڈالتی ہے وہ لوگ ایسے دن کی سختی سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی (یعنی قیامت کا دن) اور وہ لوگ یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ ان کے نیک اعمال کا بدلہ ان کو عطا فرمادیں اور بدلہ سے بھی بہت زیادہ انعامات اپنے فضل سے عطا فرمادیں اور اللہ جل شانہ تو جس کو چاہتے ہیں بے شمار عطا فرمادیتے ہیں ؎

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے — در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

؏ زکوٰۃ کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ اس جگہ مشہور معنی زکوٰۃ کے مراد ہیں یا زکوٰۃ بدنی یعنی اپنی اصلاح اور نفس کا تزکیہ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز قائم کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس کے رکوع سجدہ کو اچھی طرح ادا کرے. ہمہ تن متوجہ رہے اور خشوع کے ساتھ پڑھے۔ قتادہؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ نماز کا قائم کرنا اس کے اوقات کی حفاظت رکھنا اور وضو کا اور رکوع سجدے کا اچھی طرح ادا کرنا ہے یعنی جہاں جہاں قرآن شریف میں اَقَامَ الصَّلٰوۃَ اور یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ آیا ہے یہی مراد ہے۔ یہی لوگ ہیں جن کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے ارشاد فرمائی گئی وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجَاھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ”اور رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر عاجزی سے (اکڑ کر نہیں چلتے) اور جب اُن سے جاہل لوگ (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سلام (یعنی سلامتی کی بات کرتے ہیں جو رفع شر کی ہو یا بس دُور ہی سے سلام) اور یہ وہ لوگ ہیں جو رات بھر گذار دیتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے کرنے میں اور نماز میں کھڑے رہنے میں“ یہ آگے ان کے اور چند اوصاف ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے اُولٰٓئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَۃَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْھَا تَحِیَّۃً وَّسَلٰمًا ۝ خَالِدِیْنَ فِیْھَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ یہی لوگ ہیں جن کو جنت کے بالاخانے بدلہ میں دیئے جائیں گے اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا (یا دین پر ثابت قدم رہے) اور جنت میں فرشتوں کی طرف سے دعا و سلام سے استقبال کیا جاوے گا اور اس جنت میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کیا ہی اچھا ٹھکانہ اور رہنے کی جگہ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْھِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ ۝ پ ۱۳ ع ۹ ”اور فرشتے ہر دروازہ سے داخل ہوں گے اور کہیں گے کہ تم پر سلام (اور سلامتی) ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا (یا دین پر مضبوط اور ثابت قدم رہے)، پس کیا ہی اچھا انجام کار ٹھکانہ ہے“۔ انہیں لوگوں کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے فرمائی گئی ہے تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ ”وہ لوگ ایسے ہیں کہ رات کو ان کے پہلو اُن کی خواب گاہوں اور بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں (کہ نماز پڑھتے رہتے ہیں اور) اپنے رب کو عذاب کے ڈر سے اور ثواب کی اُمید میں پکارتے رہتے ہیں اور ہماری عطا کی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں سو کوئی بھی نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کے لئے کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پردۂ غیب میں موجود ہے جو بدلہ ہے ان

کے نیک اعمال کا"۔ انہیں لوگوں کی شان میں ہے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ؕ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ٥ پ ۲۶ ع ۱۸۔ "بے شک متقی لوگ جنتوں اور پانی کے چشموں کے درمیان میں ہوں گے اور اُن کو اُن کے رب اور مالک نے جو کچھ ثواب عطا فرمایا اس کو خوشی خوشی لے رہے ہوں گے، اور کیوں نہ ہو کہ وہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) اچھے کام کرنے والے تھے وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں اِستغفار کرنے والے تھے"۔ ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہے۔ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ٥ پ ۲۳ ع ۱۵ (کیا برابر ہو سکتا ہے بے دین) اور وہ شخص جو عبادت کرنے والا ہو رات کے اوقات میں کبھی سجدہ کرنے والا ہو اور کبھی نیّت باندھ کر کھڑا ہونے والا ہو آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کا اُمیدوار ہو (اچھا آپ اُن سے یہ پوچھیں) کہیں عالم و جاہل برابر ہو سکتا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ عالم اپنے رب کی عبادت کرے ہی گا اور جو ایسے کریم مولا کی عبادت نہ کرے وہ جاہل بلکہ اَجہل ہے ہی)، نصیحت وہی لوگ مانتے ہیں جو اہلِ عقل ہیں"۔ ایک جگہ ارشاد ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۙ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۙ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۙ "اس میں شک نہیں کہ انسان غیر مُستقل مزاج پیدا ہوا ہے کہ جب کوئی تکلیف اس کو پہنچتی ہے تو بہت زیادہ گھبرا جاتا ہے اور جب کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے کہ دوسرے کو یہ بھلائی نہ پہنچے مگر (ہاں) وہ نمازی جو اپنی نماز کے ہمیشہ پابند رہتے ہیں اور سکون و وقار سے پڑھنے والے ہیں۔ آگے اُن کی اور چند صفتیں ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے کہ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ؕ (پ ۲۹ ع ۷) "اور وہ لوگ نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا جنتوں میں اکرام کیا جائے گا"۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں نماز کا حکم اور نمازیوں کے فضائل ان کے اعزاز و اکرام ذکر فرمائے گئے ہیں اور حقیقت میں نماز ایسی ہی دولت ہے۔ اسی وجہ سے دو جہان کے سردار فخرِ رُسُل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اسی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ دعا فرماتے ہیں رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ "اے رب مجھ کو نماز کا خاص اہتمام کرنے والا بنا دے اور

میری اولاد میں سے بھی ایسے لوگ پیدا فرما، جو اہتمام کرنے والے ہوں۔ اے ہمارے رب میری یہ دُعا قبول فرمالے " اللہ کا ایک پیارا نبی جس کو خلیل ہونے کا بھی فخر ہے وہ نماز کی پابندی اور اہتمام کو اللہ ہی سے مانگتا ہے۔ خود حق سُبحانہٗ وتقدّس اپنے محبوب سیّد المرسلین کو حکم فرماتے ہیں وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝ (پ۱۶ ع ۱۷) " اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے۔ ہم آپ سے روزی کموانا نہیں چاہتے روزی تو آپ کو ہم دیں گے اور بہترین انجام تو پرہیزگاری کا ہے "۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کچھ تنگی وغیرہ پیش آتی، تو گھر والوں کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔ اور یہی انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کا بھی معمول نقل کیا گیا کہ جب بھی ان حضرات کو کوئی دقّت پیش آتی تو نماز میں مشغول ہوجاتے۔ مگر ہم لوگ اس اہم چیز سے ایسے غافل اور بے نیاز ہیں کہ اسلام اور مسلمانی کے لمبے لمبے دعووں کے باوجود بھی ادھر متوجّہ نہیں ہوتے بلکہ اگر کوئی بلانے والا کہنے والا کھڑا ہوتا ہے تو اس پر فقرے کستے ہیں، اس کی مخالفت کرتے ہیں مگر کسی کا کیا نقصان ہے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں اور جو لوگ نماز پڑھتے بھی ہیں ان میں سے بھی اکثر ایسی پڑھتے ہیں جس کو نماز کے ساتھ مذاق سے اگر تعبیر کیا جائے تو بیجا نہیں کہ اکثر ارکان بھی پورے طور سے ادا نہیں کرتے خُشوع وخُضوع کا تو کیا ذکر ہے حالانکہ نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نمونہ سامنے ہے وہ ہر کام خود کرکے دکھلا گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے کارنامے بھی سامنے ہیں اُن کا اتباع کرنا چاہیئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے چند قصّے نمونہ کے طور پر اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہ رضؓ میں لکھ چکا ہوں یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس رسالہ میں چند حکایات صوفیاء کی نقل کرنے کے بعد چند ارشادات نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نقل کرتا ہوں۔

شیخ عبدالواحدؒ مشہور صوفیاء میں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ رات کو اَوراد ووظائف بھی چھوٹ گئے۔ خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت حسین خوبصورت لڑکی سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے ہے جس کے پاؤں کی جوتیاں تک تسبیح میں مشغول ہیں۔ کہتی ہے کہ میری طلب میں کوشش کر میں تیری طلب میں ہوں۔ اس کے بعد اس نے چند شوقیہ شعر پڑھے۔ یہ خواب سے اُٹھے اور قسم کھالی کہ رات کو نہیں سوؤں گا کہتے ہیں کہ چالیس برس تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی[۱]۔

شیخ مظہر سعدیؒ ایک بزرگ ہیں جو اللہ جلّ شانُہٗ کے عشق وشوق میں ساٹھ برس تک روتے رہے ایک شب خواب میں دیکھا گویا ایک نہر ہے جس میں خالص مشک بھرا ہوا ہے۔ اُس کے

[۱] نزہۃ

کناروں پر موتیوں کے درخت سونے کی شاخوں والے لہلہا رہے ہیں۔ وہاں چند نوعمر لڑکیاں پکار پکار کر اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں انہوں نے پوچھا تم کون ہو۔ تو انہوں نے دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو لوگوں کے معبود اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے ان لوگوں کے واسطے پیدا فرمایا ہے جو رات کو اپنے پروردگار کے سامنے اپنے قدموں پر کھڑے رہتے ہیں۔ اور اپنے اللہ سے مناجات کرتے رہتے ہیں۔

ابوبکر ضریر رح کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک نوجوان غلام رہتا تھا۔ دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر تہجد پڑھتا۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں اتفاق سے آج رات سو گیا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ محراب کی دیوار پھٹی، اس میں سے چند لڑکیاں نہایت ہی حسین اور خوبصورت ظاہر ہوئیں مگر ایک اُن میں نہایت بدصورت بھی ہے۔ میں نے اُن سے پوچھا تم کون ہو اور یہ بدصورت کون ہے۔ وہ کہنے لگیں کہ ہم تیری گذشتہ راتیں ہیں اور یہ تیری آج کی رات ہے[1]۔

ایک بزرگ رح کہتے ہیں کہ مجھے ایک رات ایسی گہری نیند آئی کہ آنکھ نہ کھلی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ایسی نہایت حسین لڑکی ہے کہ اس جیسی میں نے عمر بھر نہیں دیکھی۔ اس میں سے ایسی تیز خوشبو مہک رہی تھی کہ میں نے ویسی خوشبو بھی کبھی نہیں سونگھی۔ اس نے مجھے ایک کاغذ کا پرچہ دیا جس میں تین شعر لکھے ہوئے تھے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ تو نیند کی لذت میں مشغول ہو کر جنت کے بالاخانوں سے غافل ہو گیا جہاں ہمیشہ تجھے رہنا ہے اور موت بھی وہاں نہ آئے گی۔ اپنی نیند سے اُٹھ۔ سونے سے تہجد میں قرآن پڑھنا بہت بہتر ہے۔ کہتے ہیں اس کے بعد سے جب مجھے نیند آتی ہے اور یہ اشعار یاد آتے ہیں تو نیند بالکل اُڑ جاتی ہے۔

حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بازار میں گیا وہاں ایک باندی فروخت ہو رہی تھی جو دیوانی بتائی جاتی تھی۔ میں نے سات دینار میں خرید لی اور اپنے گھر لے آیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو میں نے دیکھا کہ وہ اُٹھی، وضو کیا، نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ روتے روتے اس کا دم نکلا جاتا تھا۔ نماز کے بعد اُس نے مناجات شروع کی اور یہ کہنے لگی۔ اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما۔ میں نے اُس سے کہا کہ اس طرح نہ کہو۔ بلکہ یوں کہو کہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سُنکر اس کو غصہ آگیا اور کہنے لگی۔ قسم ہے اُس ذات کی اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں نہ کھڑا رکھتا۔ پھر اوندھے منہ گر گئی اور چند شعر پڑھے۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ بے چینی بڑھتی جا رہی ہے اور دل جلا جا رہا ہے اور صبر جاتا رہا

[1] نزہۃ

اور آنسو بہہ رہے ہیں اس شخص کو کس طرح قرار آسکتا ہے جس کو عشق و شوق اور اضطراب سے چین ہی نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی خوشی کی چیز ہو تو اس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد بلند آواز سے یہ دُعا کی کہ یا اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ تھا۔ اب مخلوق کو خبر ہو چلی اب مجھے اُٹھا لیجئے۔ یہ کہہ کر زور سے ایک چیخ ماری اور مرگئی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت سریؒ کے ساتھ بھی پیش آیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خدمت کے لئے ایک باندی خریدی۔ ایک مدّت تک وہ میری خدمت کرتی رہی اور اپنی حالت کا مجھ سے اخفاء کرتی۔ اُسکی نماز کی ایک جگہ مُتعیّن تھی۔ جب کام سے فارغ ہو جاتی وہاں جا کر نماز میں مشغول ہو جاتی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات میں مشغول ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ آپ اس محبّت کے وسیلہ سے جو مجھ سے ہے فلاں فلاں کام کر دیں۔ میں نے آواز سے کہا کہ اے عورت یوں کہہ کر میری محبّت کے وسیلہ سے جو مجھے آپ سے ہے۔ کہنے لگی میرے آقا اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمھیں نماز سے بٹھلا کر مجھے کھڑا نہ کرتا۔ سریؒ کہتے ہیں، جب صبح ہوئی تو میں نے اُس کو بُلا کر کہا کہ تو میری خدمت کے قابل نہیں۔ اللہ ہی کی عبادت کے لائق ہے۔ اس کو کچھ سامان دیکر آزاد کر دیا۔[1]

حضرت سرّی سقطیؒ ایک عورت کا حال فرماتے ہیں کہ جب وہ تہجّد کی نماز کو کھڑی ہوتی تو کہتی۔ اے اللہ ابلیس بھی تیرا ایک بندہ ہے اس کی پیشانی بھی تیرے قبضہ میں ہے۔ وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اُسے نہیں دیکھ سکتی۔ تو اُسے دیکھتا ہے اور اس کے سارے کاموں پر قادر ہے اور وہ تیرے کسی کام پر بھی قدرت نہیں رکھتا۔ اے اللہ اگر وہ میری بُرائی چاہے تو تو اس کو دفع کر اور وہ میرے ساتھ مکر کرے تو تو اس کے مکر کا انتقام لے۔ میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتی ہوں اور تیری مدد سے اُس کو دھکیلتی ہوں۔ اس کے بعد وہ روتی رہتی تھی۔ حتّٰی کہ روتے روتے اس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ لوگوں نے اُس سے کہا۔ خدا سے ڈر کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے۔ اُس نے کہا۔ اگر یہ آنکھ جنّت کی آنکھ ہے تو اللہ جلّ شانہٗ اس سے بہتر عطا فرمائیں گے اور اگر دوزخ کی آنکھ ہے تو اُس کا دُور ہی ہونا اچھّا ہے۔

شیخ ابو عبد اللہ جلاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میری والدہ نے میرے والد سے مچھلی کی فرمائش کی۔ والد صاحب بازار تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا مچھلی خریدی۔ گھر تک لانے کے واسطے مزدور کی تلاش تھی کہ ایک نوعمر لڑکا جو پاس ہی کھڑا تھا کہنے لگا چچا جان اسے اُٹھانے کے واسطے مزدور چاہئے۔ کہا ہاں۔ اس لڑکے نے اپنے سر پر اُٹھائی اور ہمارے ساتھ چل دیا۔ راستہ میں اُس نے اذان کی آواز

[1] نزہتہ

سُن لی۔ کہنے لگا اللہ کے مُنادِی نے بُلایا ہے مجھے وضو بھی کرنا ہے۔ نماز کے بعد لے جا سکوں گا۔ آپ کا دل چاہے انتظار کر لیجئے ورنہ اپنی مچھلی لے لیجئے۔ یہ کہہ کر مچھلی رکھ کر چلا گیا۔ میرے والد صاحب کو خیال آیا کہ یہ مزدور لڑکا تو ایسا کرے۔ ہمیں بطریقِ اَولیٰ اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ یہ سوچ کر وہ بھی مچھلی رکھ کر مسجد میں چلے گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر ہم سب آئے تو مچھلی اسی طرح رکھی ہوئی تھی۔ اُس لڑکے نے اُٹھا کر ہمارے گھر پہنچا دی۔ گھر جا کر والد نے یہ عجیب قصّہ والدہ کو سُنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کو روک لو وہ بھی مچھلی کھا کر جائے۔ اُس سے کہا گیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرا تو روزہ ہے۔ والد نے اصرار کیا کہ شام کے وقت یہیں آ کر افطار کرے۔ لڑکے نے کہا میں ایک دفعہ جا کر دوبارہ نہیں آتا۔ یہ ممکن ہے کہ میں پاس ہی مسجد میں ہوں شام کو آپ کی دعوت کھا کر چلا جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ قریب ہی مسجد میں چلا گیا۔ شام کو بعد مغرب آیا۔ کھانا کھایا اور کھانے سے فراغت پر اس کو تخلیہ کی جگہ بتا دی۔ ہمارے قریب ہی ایک اپاہج عورت رہا کرتی تھی، ہم نے دیکھا کہ وہ بالکل اچھی تندرست آرہی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کس طرح اچھی ہوگئی۔ کہا میں نے اس مہمان کے طُفیل سے دُعا کی تھی کہ یا اللہ اس کی برکت سے مجھے اچھا کر دے۔ میں فوراً اچھی ہوگئی۔ اس کے بعد جب ہم اس کے تخلیہ کی جگہ اس کو دیکھنے گئے تو دیکھا دروازے بند ہیں اور اُس مزدور کا کہیں پتہ نہیں۔

ایک بُزرگ کا قصّہ لکھا ہے کہ اُن کے پاؤں میں پھوڑا نکل آیا۔ طبیبوں نے کہا۔ اگر اُن کا پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اُن کی والدہ نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ، جب یہ نماز کی نیّت باندھ لیں تو کاٹ لینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اُن کو خبر بھی نہ ہوئی۔

اَبُو عامِرؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک باندی دیکھی جو بہت کم داموں میں فروخت ہو رہی تھی جو نہایت دُبلی پتلی تھی اس کا پیٹ کمر سے لگ رہا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے اُس پر رحم کھا کر اس کو خرید لیا اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ بازار چل، رَمَضَانُ الْمُبارک کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لیں۔ کہنے لگی اللہ کا شکر ہے جس نے میرے واسطے سارے مہینے یکساں کر دیئے۔ وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتی، رات بھر نماز پڑھتی۔ جب عید قریب آئی تو میں نے اُس سے کہا کہ کل صبح بازار چلیں گے تو بھی ساتھ چلنا، عید کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لائیں گے۔ کہنے لگی میرے آقا تم تو دُنیا میں بہت ہی مشغول ہو۔ پھر اندر گئی اور نماز میں مشغول ہوگئی اور اطمینان سے ایک ایک آیت مزے لے لے کر پڑھتی رہی۔ حتیٰ کہ اس آیت پر پہنچی وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ الآية (سورہ ابراہیم ع ۳) اس آیت کو بار بار پڑھتی رہی اور ایک چیخ مار کر اس دُنیا سے رُخصت ہوگئی۔

ایک سیّد صاحبؒ کا قِصّہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس مُسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی کئی کئی دن ایسے گذر جاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی۔

اہلِ مُجاہدہ لوگوں میں اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ ان حضرات کی حرص تو بہت ہی مشکل ہے کہ اللہ جَلّ شانُہٗ نے ان کو پیدا ہی اس لئے فرمایا تھا لیکن جو حضرات اکابر کہ دوسرے دینی اور دُنیوی مشاغل میں مشغول تھے ان کی حرص بھی ہم جیسوں کو دشوار ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے سب ہی واقف ہیں۔ خُلفاء راشدینؓ کے بعد اُنہیں کا شمار ہے۔ انکی بیوی فرماتی ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ سے زیادہ وضو اور نماز میں مشغول ہونے والے تو اور بھی ہوں گے مگر ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ عشاء کی نماز کے بعد مُصلّے پر بیٹھ جاتے اور دُعا کے واسطے ہاتھ اُٹھاتے اور روتے رہتے حتّٰی کہ اسی میں نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ لگ جاتی۔ پھر جب کُھل جاتی تو اسی طرح روتے رہتے اور دُعا میں مشغول رہتے کہتے ہیں کہ خلافت کے بعد سے جنابت کے غسل کی نوبت نہیں آئی۔ ان کی بیوی عبدالملک بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ باپ نے بہت سے زیورات جواہر دیئے تھے اور ایک ایسا ہیرا دیا تھا جس کی نظیر نہیں تھی۔ آپ نے بیوی سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر۔ یا تو وہ زیور سارا اللہ کے واسطے دے کہ میں اس کو بَیتُ المال میں داخل کر دوں، یا مجھ سے جدائی اختیار کرلے مجھے یہ چیز ناگوار ہے کہ میں اور وہ مال ایک گھر میں جمع رہیں۔ بیوی نے عرض کیا کہ وہ مال کیا چیز ہے میں اُس سے کئی چند زیادہ پر بھی آپ کو نہیں چھوڑ سکتی۔ یہ کہہ کر سب بیت المال میں داخل کر دیا۔ آپ کے انتقال کے بعد جب عبدالملک کا بیٹا یزید بادشاہ بنا تو اُس نے بہن سے دریافت کیا۔ اگر تم چاہو تو تمھارا زیور تم کو واپس دے دیا جائے۔ فرمانے لگیں کہ جب میں اُن کی زندگی میں اس سے خوش نہ ہوئی تو اُن کے مرنے کے بعد اس سے کیا خوش ہوں گی۔ مَرضُ المَوت میں آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ اس مرض کے مُتعلّق کیا خیال کیا جاتا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ لوگ جادو سمجھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں۔ پھر ایک غلام کو بُلایا۔ اُس سے پوچھا کہ مجھے زہر دینے پر کس چیز نے تجھ کو آمادہ کیا۔ اُس نے کہا سَو دینار دیئے گئے اور آزادی کا وعدہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا وہ دینار لے آ۔ اُس نے حاضر کیئے۔ آپ نے ان کو بَیتُ المال میں داخل فرما دیا۔ اور اس غلام سے فرمایا تو کسی ایسی جگہ چلا جا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھے۔ انتقال کے وقت مَسلمہؒ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے اولاد کے ساتھ ایسا کیا جو کسی نے بھی نہیں کیا ہوگا۔ آپ کے تیرہ بیٹے ہیں اور اُن کے لئے

نہ کوئی روپیہ آپ نے چھوڑا نہ پیسہ۔ آپ نے فرمایا۔ ذرا مجھے بٹھا دو۔ بیٹھ کر فرمایا کہ میں نے ان کا کوئی حق نہیں دبایا اور جو دوسروں کا حق تھا وہ ان کو دیا نہیں پس اگر وہ صالح ہیں تو اللہ جل شانہٗ خود ان کا کفیل ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (وہی متولی ہے صلحاء کا) اور اگر وہ گناہ گار ہیں تو ان کی مجھے کچھ پرواہ نہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ جو فقہ کے مشہور امام ہیں۔ دن بھر مسائل میں مشغول رہنے کے باوجود رات دن میں تین سو۳۰۰ رکعات نفل پڑھتے تھے۔ حضرت سعیدؒ بن جبیر ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔ حضرت محمدؒ بن منکدر حفاظِ حدیث میں ہیں۔ ایک رات تہجد میں اتنی کثرت سے روئے کہ حد نہ رہی کسی نے دریافت کیا تو فرمایا تلاوت میں یہ آیت آگئی تھی وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ کا اخیر تک (سورۂ زمر۔ ع ۵) اوپر کی آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور اتنی ہی اُن کے ساتھ اور بھی ہوں تو وہ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹنے کے لئے فدیہ کے طور پر دینے لگیں اس کے بعد ارشاد ہے وَبَدَا لَهُمْ الآیۃ اور اللہ کی طرف سے ان کے لئے (عذاب کا) وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا اُن کو گمان بھی نہ تھا اور اس وقت اُن کو اپنی تمام بداعمالیاں ظاہر ہو جائیں گی حضرت محمدؒ بن منکدر وفات کے وقت بھی بہت گھبرا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی آیت سے ڈر رہا ہوں۔

حضرت ثابت بنانیؒ حفاظِ حدیث میں ہیں اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی۔ فرمایا کہ ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو فائدہ ہی کیا ہے۔ اس کی دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے۔ ابو سنانؒ کہتے ہیں خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابت کو دفن کیا دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے اُس نے مجھے کہا چپ ہو جاؤ۔ جب دفن کر چکے تو ان کے گھر جاکر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کا عمل کیا تھا۔ اُس نے کہا کیوں پوچھتے ہو۔ ہم نے قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ پچاس برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔[1] حضرت امام ابو یوسفؒ باوجود علمی مشاغل کے جو سب کو معلوم ہیں اور ان کے علاوہ قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے

[1] اقامۃ الحجۃ

قضا کے مشاغل علیحدہ تھے لیکن پھر بھی دو سو رکعات نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔ حضرت محمّد بن نصرؒ مشہور محدّث ہیں۔ اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے جس کی نظیر مشکل ہے۔ ایک مرتبہ پیشانی پر ایک بھڑ نے نماز میں کاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا مگر نہ حرکت ہوئی نہ خشوع خضوع میں کوئی فرق آیا۔ کہتے ہیں کہ نماز میں لکڑی کی طرح سے بے حرکت کھڑے رہتے تھے۔ حضرت بقی بن مُخلد روزانہ تہجّد اور وتر کی تیرہ رکعت میں ایک قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ہنّاد ایک مُحدّث ہیں۔ ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی زیادہ روتے تھے۔ ایک مرتبہ صبح کو ہمیں سبق پڑھاتے رہے اس کے بعد وضو وغیرہ سے فارغ ہوکر زوال تک نفلیں پڑھتے رہے دوپہر کو گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں آکر ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر تک نفلوں میں مشغول رہے پھر عصر کی نماز پڑھائی اور قرآن پاک کی تلاوت مغرب تک فرماتے رہے۔ مغرب کے بعد میں واپس چلا آیا۔ میں نے ان کے ایک پڑوسی سے تعجّب سے کہا کہ یہ شخص کس قدر عبادت کرنے والے ہیں۔ اس نے کہا کہ ستّر برس سے ان کا یہی عمل ہے اور اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھوگے تو اور بھی تعجّب کروگے۔

مسروقؒ ایک مُحدّث ہیں اُن کی بیوی کہتی ہیں کہ وہ نمازیں اتنی لمبی لمبی پڑھا کرتے تھے کہ اُن کی پنڈلیوں پر ہمیشہ اس کی وجہ سے ورم رہتا تھا اور میں اُن کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان کے حال پر ترس کھا کر رویا کرتی تھی۔ سعید بن المسیّبؒ کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح ایک ہی وضو سے پڑھی۔ اور ابو المعتمرؒ کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک ایسا ہی کیا۔ امام غزالیؒ نے ابو طالب مکّیؒ سے نقل کیا کہ چالیس تابعیوں سے تواتُر کے طریق سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے اُن میں سے بعض کا چالیس برس تک یہی عمل رہا۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی کہ تیس یا چالیس یا پچاس برس عشاء اور صبح ایک وضو سے پڑھی اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہوا، اُتنا ہی نقل کیا۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دوپہر کے سونے کا حدیث میں حکم ہے۔ حضرت امام شافعیؒ صاحب کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھ قرآن شریف نماز میں پڑھتے تھے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں کئی روز تک امام شافعیؒ کے یہاں رہا صرف رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے۔ حضرت امام احمد ابن حنبلؒ تین سو رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے اور جب بادشاہِ وقت نے آپ کے کوڑے لگوائے اور اس کی وجہ سے

ضعف بہت ہوگیا تو ڈیڑھ سورہ گئی تھیں اور تقریباً اسی برس کی عمر تھی۔ ابوعتاب سُلمیؒ چالیس برس تک رات بھر روتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔ ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں واقعات توفیق والوں کے کُتُب تواریخ میں مذکور ہیں جن کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ نمونہ اور مثال کے لئے یہی واقعات کافی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ مجھے بھی اور ناظرین کو بھی ان حضرات کے اتباع کا کچھ حصّہ اپنے لُطف و فضل سے نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(١) عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهٗ اِلَّا عُشْرُ صَلٰوتِهٖ تُسْعُهَا ثُمْنُهَا سُبْعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبُعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا

نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اُس کیلئے ثواب کا دسواں حصّہ لکھا جاتا ہے اسی طرح بعض کیلئے نواں حصّہ، بعض کیلئے آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھائی، تہائی، آدھا حصّہ لکھا جاتا ہے۔

(رواه ابوداؤد وقال المنذرى فى الترغيب رواه ابوداؤد والنسائى وابن حبان فى صحيحه بنحوه اه وعزاه فى الجامع الصغير الى احمد و ابى داؤد و ابن حبان ورقم له بالصحيح وفى المنتخب عزاه الى احمد ايضًا وفى الدر المنثور اخرج احمد عن ابى اليسر مرفوعًا منكم من يصلى الصلوة كاملة ومنكم من يصلى النصف والثلث والربع حتى بلغ العشر قال المنذرى فى الترغيب رواه النسائى باسناد حسن واسم ابى اليسر كعب بن عمرو السلمى شهد بدرًا اه)

ف: یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز میں ہوتا ہے اتنی ہی مقدار اجر و ثواب کی ملتی ہے حتیٰ کہ بعض کو پورے اجر کا دسواں حصّہ ملتا ہے، اگر اس کے موافق خشوع خضوع ہو اور بعض کو آدھا مل جاتا ہے اور اسی طرح دسویں سے کم اور آدھے سے زیادہ بھی مل جاتا ہے حتیٰ کہ بعض کو پورا پورا اجر مل جاتا ہے اور بعض کو بالکل بھی نہیں ملتا کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرض نماز کے لئے اللہ کے یہاں ایک خاص وزن ہے جتنی اس میں کمی رہ جاتی ہے اس کا حساب کیا جاتا ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ لوگوں میں سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا کہ پوری جماعت میں ایک شخص بھی خشوع سے پڑھنے والا نہ ملے گا۔[1]

[1] جامع الصغیر

(۲) رُوِیَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی الصَّلَوٰاتِ لِوَقْتِھَا وَاَسْبَغَ لَھَا وُضُوْئَھَا وَاَتَمَّ لَھَا قِیَامَھَا وَخُشُوْعَھَا وَرُکُوْعَھَا وَسُجُوْدَھَا خَرَجَتْ وَھِیَ بَیْضَاءُ مُسْفِرَۃٌ تَقُوْلُ حَفِظَکَ اللّٰہُ کَمَا حَفِظْتَنِیْ وَمَنْ صَلَّاھَا لِغَیْرِ وَقْتِھَا وَلَمْ یُسْبِغْ لَھَا وُضُوْئَھَا وَلَمْ یُتِمَّ لَھَا خُشُوْعَھَا وَلَا رُکُوْعَھَا وَلَا سُجُوْدَھَا خَرَجَتْ وَھِیَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَۃٌ تَقُوْلُ ضَیَّعَکَ اللّٰہُ کَمَا ضَیَّعْتَنِیْ حَتّٰی اِذَا کَانَتْ حَیْثُ شَاءَ اللّٰہُ لُفَّتْ کَمَا یُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلِقُ ثُمَّ ضُرِبَ بِھَا وَجْھُہٗ۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے وضو بھی اچھی طرح کرے خشوع و خضوع سے بھی پڑھے کھڑا بھی پورے وقار سے ہو. پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح سے اطمینان سے کرے غرض ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دُعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی. اور جو شخص نماز کو بُری طرح پڑھے، وقت کو بھی ٹال دے، وضو بھی اچھی طرح نہ کرے، رکوع سجدہ بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بُری صورت سے سیاہ رنگ میں بد دُعا دیتی ہوتی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا. اس کے بعد وہ نماز پُرانے کپڑے کی طرح سے لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مار دیجاتی ہے.

(رواہ الطبرانی فی الاوسط کذا فی الترغیب والدر المنثور وعزاہ فی المنتخب الی البیہقی فی الشعب وفیہ ایضًا بروایۃ عبادۃ رض بمعناہ وزاد فی الاولی بعد قولہ کما حفظتنی ثم اصعد بھا الی السماء ولھا ضوء ونور ففتحت لہ ابواب السماء حتّٰی ینتھی بھا الی اللہ فتشفع لصاحبھا وقال فی الثانیۃ وغلقت دونھا ابواب السماء وعزاہ فی الدر الی البزار والطبرانی وفی الجامع الصغیر حدیث عبادۃ الی الطیالسی وقال صحیح)

ف: خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نماز کو اچھی طرح پڑھیں کہ اللہ کی اہم ترین عبادت ان کے لئے دعا کرتی ہے لیکن عام طور سے جیسی نماز پڑھی جاتی ہے کہ رکوع کیا تو وہیں سے سجدے میں چلے گئے. سجدے سے اُٹھے تو سر اُٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً کوّے کی سی ٹھونگ دوسری

دفعہ مار دی۔ ایسی نماز کا جو حشر ہے وہ اس حدیث شریف میں ذکر فرما ہی دیا اور پھر جب وہ بربادی کی بددعا کرے تو اپنی بربادی کا گلہ کیوں کیا جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل مسلمان گرتے جا رہے ہیں اور ہر طرف تباہی ہی تباہی کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جو نماز خشوع خضوع سے پڑھی جاتی ہے آسمان کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں وہ نہایت نورانی ہوتی ہے اور نمازی کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں سفارشی بنتی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں رکوع اچھی طرح نہ کیا جائے کہ کمر پوری جھک جائے اسکی مثال اس عورت کی سی ہے جو حاملہ ہو اور جب بچہ ہونے کا وقت قریب آجائے تو اسقاط کر دے[1]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو روزے سے بجز بھوکا اور پیاسا رہنے کے کوئی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جن کو جاگنے کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملتی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو قیامت کے دن پانچوں نمازیں ایسی لے کر حاضر ہو کہ ان کے اوقات کی بھی حفاظت کرتا رہا ہو اور وضو کا بھی اہتمام کرتا رہا ہو اور ان نمازوں کو خشوع خضوع سے پڑھتا رہا ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ نے عہد فرمالیا ہے کہ اس کو عذاب نہیں کیا جائے گا اور جو ایسی نمازیں نہ لے کر حاضر ہو اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے اپنی رحمت سے معاف فرمادیں چاہے عذاب دیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے اللہ جل شانہٗ نے کیا فرمادیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی جانتے ہیں حضورؐ نے اہتمام کی وجہ سے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا اور صحابہؓ کرام یہی جواب دیتے رہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی عزت اور اپنی بڑائی کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو پابندی نہ کرے گا تو میرا دل چاہے گا رحمت سے بخش دوں گا ورنہ عذاب دوں گا۔

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُهٗ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائیگا۔ اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب ہوگا اور

[1] ترغیب

فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ خَابَ وَخَسِرَ وَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَةٍ قَالَ الرَّبُّ اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ۔

بامراد، اور اگر نماز بیکار ثابت ہوئی تو وہ نامراد، خسارہ میں ہوگا اور اگر کچھ نماز میں کمی پائی گئی تو ارشادِ خداوندی ہوگا کہ دیکھو اس بندہ کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کو پورا کر دیا جائے۔ اگر نکل آئیں تو اُن سے فرضوں کی تکمیل کر دی جائیگی اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اَعمال روزہ زکوٰۃ وغیرہ کا حساب ہوگا۔

(رواہ الترمذی وحسنہ النسائی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ کذا فی الدر وفی المنتخب بروایۃ الحاکم فی الکنی عن ابن عمر اول ما افترض اللہ علی امتی الصلوات الخمس واوّل ما یرفع من اعمالھم الصلوات الخمس الحدیث بطولہ بمعنی حدیث الباب وفیہ ذکر الصیام والزکوٰۃ نحو الصلوۃ وفی الدر اخرج ابویعلی عن انس رفعہ اوّل ما افترض اللہ علی الناس من دینھم الصّلوٰۃ واٰخر ما یبقی الصلوۃ واوّل ما یحاسب بہ الصّلوۃ یقول اللہ انظروا فی صلوۃ عبدی فان کانت تامۃ کتبت تامۃ وان کانت ناقصۃ قال انظروا ھل لہ من تطوع الحدیث فیہ ذکر الزکوٰۃ والصدقۃ وفیہ ایضا اخرج ابن ماجۃ والحاکم عن تمیم الداری مرفوعًا اوّل ما یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ صلوتہ الحدیث وفی اٰخرہ ثم الزکوٰۃ مثل ذٰلک ثم توخذ الاعمال حسب ذٰلک وعزاہ السیوطی فی الجامع الی احمد وابی داؤد والحاکم وابن ماجۃ ورقم لہ بالصحیح)

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو نفلوں کا ذخیرہ بھی اپنے پاس کافی رکھنا چاہیئے کہ اگر فرضوں میں کچھ کوتاہی نکلے تو میزان پوری ہو جائے۔ بہت سے لوگ کہہ دیا کرتے ہیں اجی ہم سے فرض ہی پورے ہو جائیں تو بہت غنیمت ہے نفلیں پڑھنا تو بڑے آدمیوں کا کام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فرض ہی اگر پورے پورے ہو جائیں تو بہت کافی ہیں لیکن ان کا بالکل پورا پورا ادا ہو جانا کونسا سہل کام ہے کہ ہر ہر چیز بالکل پوری ادا ہو جائے اور جب تھوڑی بہت کوتاہی ہوتی ہی ہے تو اس کے پورا کرنے کے لئے نفلوں بغیر چارہ کار نہیں

ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سب سے پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے اور سب سے پہلے اعمال میں سے نماز ہی پیش کی جاتی ہے اور سب سے پہلے قیامت میں نماز ہی کا حساب ہوگا۔ اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی تو نفلوں سے اُس کو پورا کیا جائے گا اور پھر اُس کے بعد اسی طرح روزوں کا حساب کیا جائے گا اور فرض روزوں میں جو کمی ہوگی وہ نفل روزوں سے پوری کردی جائے گی اور پھر زکوٰۃ کا حساب اسی طریقہ سے ہوگا۔ ان سب چیزوں میں نوافل کو ملاکر بھی اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگیا تو وہ شخص خوشی خوشی جنّت میں داخل ہوجائے گا ورنہ جہنّم میں پھینک دیا جائے گا۔ خود نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا معمول یہی تھا کہ جو شخص مسلمان ہوتا سب سے اوّل اس کو نماز سکھائی جاتی۔

(۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ قُرْطٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الصَّلٰوۃُ فَاِنْ صَلُحَتْ صَلُحَ سَائِرُ عَمَلِہٖ وَاِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِہٖ۔

نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائے گا اگر وہ اچھی اور پوری نکل آئی تو باقی اعمال بھی پورے اُتریں گے، اور اگر وہ خراب ہوگئی تو باقی اعمال بھی خراب نکلیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ایک اعلان سب جگہ کے حُکّام کے پاس بھیجا تھا کہ سب سے زیادہ مُہتم بالشّان چیز میرے نزدیک نماز ہے جو شخص اُس کی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے گا وہ دین کے اور اجزاء کا بھی اہتمام کرسکتا ہے اور جو اس کو ضائع کردے گا وہ دین کے اور اجزاء کو زیادہ برباد کردے گا۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط ولا باس باسنادہ انشاءاللہ کذا فی الترغیب وفی المنتخب بروایۃ الطبرانی فی الاوسط والضیاء عن انس بلفظہ وفی الترغیب عن ابی ھریرۃ رفعہ الصلٰوۃ ثلثۃ اثلاث الطھور ثلث والرکوع ثلث والسجود ثلث فمن اداھا بحقھا قبلت منہ وقبل منہ سائر عملہ ومن ردت علیہ صلوتہ رد علیہ سائر عملہ رواہ البزار وقال لا نعلمہ مرفوعًا الا من حدیث المغیرۃ بن مسلم قال الحافظ واسنادہ حسن اھ واخرج مالک فی الموطا ان عمر بن الخطاب کتب الی عمالہ ان اھم امورکم عندی الصلٰوۃ من حفظھا او حافظ علیھا حفظ دینہ ومن ضیعھا

فهو لما سواها اضيع كذا في الدر)

ف : نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک ارشاد اور حضرت عمر رضؓ کے اس اعلان کا منشاء بظاہر یہ ہے جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ شیطان مسلمان سے اس وقت تک ڈرتا رہتا ہے جب تک وہ نماز کا پابند اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا رہتا ہے کیونکہ خوف کی وجہ سے اُس کو زیادہ جرأت نہیں ہوتی لیکن جب وہ نماز کو ضائع کر دیتا ہے تو اس کی جرأت بہت بڑھ جاتی ہے اور اُس آدمی کے گمراہ کرنے کی اُمنگ پیدا ہو جاتی ہے، اور پھر بہت سے مُہلکات اور بڑے بڑے گناہوں میں اس کو مُبتلا کر دیتا ہے[1] اور یہی مطلب ہے حق سُبحانہٗ وتقدّس کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کا جس کا بیان قریب ہی آ رہا ہے۔

(۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَۃَؓ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَۃً اَلَّذِیْ یَسْرِقُ صَلٰوتَہٗ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ یَسْرِقُ صَلٰوتَہٗ قَالَ لَایُتِمُّ رُکُوْعَھَا وَلَاسُجُوْدَھَا۔

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین چوری کرنے والا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کرلے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ نماز میں سے کسطرح چوری کرے گا۔ ارشاد فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح سے نہ کرے۔

(رواه الدارمی وفی الترغيب رواه احمد والطبرانی وابن خزيمة فی صحيحه وقال صحيح الاسناد اه وفی المقاصد الحسنة حديث ان اسوء الناس سرقة رواه احمد والدارمی فی مسنديهما من حديث الوليد بن مسلم عن الاوزاعی عن يحيیٰ بن ابی كثير عن عبد الله بن ابی قتادة عن ابيه مرفوعا وفی لفظ بحذف ان وصححه ابن خزيمة والحاكم وقال انه علی شرطهما ولم يخرجاه لرواية كاتب الاوزاعی له عنه عن[2] يحيیٰ عن ابی سلمة عن ابی هريرة ورواه احمد ايضا والطيالسی فی مسنديهما من حديث علی بن زيد عن سعيد بن المسيب عن ابی سعيد الخدری به مرفوعا ورواية ابی هريرة عند ابن منيع وفی الباب عن عبد الله بن مغفل وعن النعمان بن مرة عند مالك مرسلا فی آخرين اه وقال المنذری فی الترغيب لحديث ابن مغفل رواه الطبرانی فی معاجمه الثلثة باسناد جيد وقال لحديث ابی هريرة رواه الطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحيحه والحاكم وقال

[1] منتخب کنز

صحیح الاسناد قلت وحدیث ابی قتادۃ وابی سعید ذکرھما السیوطی فی الجامع الصغیر ورقم بالصحیح)

ف: یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اوّل تو چوری خود ہی کس قدر ذِلّت کی چیز ہے اور چور کو کیسی حقارت سے دیکھا جاتا ہے پھر چوری میں بھی اس حرکت کو بدترین چوری ارشاد فرمایا ہے کہ رکوع سجدہ کو اچھی طرح نہ کرے۔ حضرت ابُو الدرداؓء فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضُور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت علم دنیا سے اُٹھ جانے کا وقت (مُنکشِف ہوا) ہے۔ حضرت زیاد صحابی رضؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ علم ہم سے کسطرح اُٹھ جائے گا ہم لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں (اور وہ اسی طرح اپنی اولاد کو پڑھائیں گے اور سلسلہ چلتا رہے گا) حضُورؐ نے فرمایا میں تو تجھے بڑا سمجھ دار خیال کرتا تھا یہ یہود و نصاریٰ بھی تو توراۃ انجیل پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر کیا کار آمد ہوا۔ ابُو درداؓء کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت عبادہؓ سے جاکر یہ قصہ سُنایا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ ابُو درداؓء سچ کہتے ہیں، اور میں بتاؤں کہ سب سے پہلے کیا چیز دنیا سے اُٹھے گی۔ سب سے پہلے نماز کا خشوع اُٹھ جائے گا تو دیکھے گا کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔ حضرت حذیفہؓ جو حضُورؐ کے راز دار کہلاتے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کا خُشُوع اُٹھایا جائے گا[ل] ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ اس نماز کی طرف توجّہ ہی نہیں فرماتے جس میں رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے۔ ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا۔ سجدہ کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا۔ حضرت مجدِّد الفِ ثانی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے اپنے مکاتیب (خطوط) میں نماز کے اہتمام پر بہت زور دیا ہے اور بہت سے گرامی ناموں میں مختلف مضامین پر بحث فرمائی ہے۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانے کا اور رکوع میں انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا اہتمام بھی ضروری ہے شریعت نے انگلیوں کو ملانے کا، کھولنے کا حکم بے فائدہ نہیں فرمایا ہے یعنی ایسے معمولی آداب کی رعایت بھی ضروری ہے اسی سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ کا جمائے رکھنا اور رکوع کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا اور سجدہ میں جاکر ناک پر رکھنا اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع کو پیدا کرتا ہے اور اس سے نماز میں دِلجمعی نصیب ہوتی ہے جب ایسے معمولی آداب بھی اتنا اہم فائدے رکھتے ہیں تو بڑے آداب اور سُنّتوں کی رعایت تم سمجھ لو کس قدر فائدہ بخشے گی۔

[ل] دُر

⑥ عَنْ اُمِّ رُوْمَانَ وَالِدَةِ عَائِشَةَ قَالَتْ رَاٰنِیْ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ اَتَمَیَّلُ فِیْ صَلٰوتِیْ فَزَجَرَنِیْ زَجْرَۃً کِدْتُّ اَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوتِیْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَسْکُنْ اَطْرَافَہٗ لَا یَتَمَیَّلُ تَمَیُّلَ الْیَھُوْدِ فَاِنَّ سُکُوْنَ الْاَطْرَافِ فِی الصَّلٰوۃِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوۃِ۔

حضرت عائشہؓ کی والدہ اُمّ رُومانؓ فرماتی ہیں کہ میں ایکمرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں اِدھر اُدھر جھکنے لگی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہوگئی پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی طرح ہلے نہیں. بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونیکا جزو ہے۔

(اخرجہ الحکیم الترمذی من طریق القاسم بن محمد عن اسماء بنت ابی بکر عن اُمّ رومان کذا فی الدر وعزاہ السیوطی فی الجامع الصغیر الی ابی نعیم فی الحلیۃ وابن عدی فی الکامل ورقم لہ بالضعف وذکر ایضاً بروایۃ ابن عساکر عن ابی بکرؓ من تمام الصلوٰۃ سکون الاطراف)

ف: نماز کے درمیان میں سکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اکثر آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی کہ وحی کے فرشتے کا انتظار رہتا تھا اور جب کسی چیز کا انتظار ہوتا ہے تو اس طرف نگاہ بھی لگ جاتی ہے اسی وجہ سے کبھی نماز میں بھی نگاہ اُوپر اُٹھ جاتی تھی جب قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ نازل ہوئی تو پھر نگاہ نیچے رہتی تھی. صحابہؓ کے متعلق بھی حدیث میں آیا ہے کہ اوّل اوّل اِدھر اُدھر توجہ فرمالیا کرتے تھے مگر اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد سے کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسی آیت شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے ہمہ تن نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اُن کی طرف متوجہ ہیں. حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے. فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے (یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا) اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے. حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے

ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور نفاق کا خشوع کیا چیز ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو۔ حضرت ابو درداءؓ بھی اس قسم کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو۔ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ کا خوف ہے اور نگاہ کو نیچی رکھنا۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضاء میں سکون ہوتا۔ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا کیسا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا نماز میں سے اُچک لینا ہے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ نماز میں اُوپر دیکھتے ہیں وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ نگاہیں اُوپر کی اُوپر ہی رہ جائیں گی[۱]۔ بہت سے صحابہؓ اور تابعینؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ خشوع سکون کا نام ہے یعنی نماز نہایت سکون سے پڑھی جائے متعدد احادیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز ایسی طرح پڑھا کرو گویا یہ آخری نماز ہے۔ ایسی طرح پڑھا کرو جیسا کہ وہ شخص پڑھتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ اس وقت کے بعد مجھے دوسری نماز کی نوبت ہی نہ آئے گی[۲]۔

(۷) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍؓ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَقَالَ مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلٰوتُهُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ۔

(اخرجہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ کذا فی الدر المنثور)

حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کسی نے حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى الخ (بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور ناشائستہ حرکتوں سے) کے متعلق دریافت کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی نماز ایسی نہ ہو اور اس کو بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔

ف: بے شک نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے اور اس کو اپنی اصلی حالت پر پڑھنے کا ثمرہ یہی ہے کہ وہ ایسی نامناسب باتوں سے روک دے۔ اگر یہ بات پیدا نہیں ہوئی تو نماز کے کمال میں کمی ہے۔ بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں گناہوں سے روک ہے اور گناہوں سے ہٹانا ہے۔ حضرت ابو العالیہؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد

[۱] در منثور [۲] جامع الصغیر

(۶) عَنْ اُمِّ رُوْمَانَ وَالِدَةِ عَائِشَةَ قَالَتْ رَاٰنِیْ اَبُوْبَکْرِ نِ الصِّدِّیْقُ اَتَمَیَّلُ فِیْ صَلٰوتِیْ فَزَجَرَنِیْ زَجْرَةً کِدْتُ اَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوتِیْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْیَسْکُنْ اَطْرَافَہٗ لَا یَتَمَیَّلُ تَمَیُّلَ الْیَهُوْدِ فَاِنَّ سُکُوْنَ الْاَطْرَافِ فِی الصَّلٰوةِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ۔

حضرت عائشہؓ کی والدہ اُمِّ رُومانؓ فرماتی ہیں کہ میں ایکمرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں اِدھر اُدھر جھکنے لگی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہوگئی پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونیکا جزو ہے۔

(اخرجه الحکیم الترمذی من طریق القاسم بن محمد عن اسماء بنت ابی بکر عن امّ رومان کذا فی الدر وعزاه السیوطی فی الجامع الصغیر الی ابی نعیم فی الحلیة وابن عدی فی الکامل ورقم له بالضعف وذکر ایضاً بروایة ابن عساکر عن ابی بکرؓ من تمام الصلوٰة سکون الاطراف)

ف : نماز کے درمیان میں سُکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اکثر آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی کہ وحی کے فرشتے کا انتظار رہتا تھا اور جب کسی چیز کا انتظار ہوتا ہے تو اس طرف نگاہ بھی لگ جاتی ہے اسی وجہ سے کبھی نماز میں بھی نگاہ اُوپر اُٹھ جاتی تھی جب قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ نازل ہوئی تو پھر نگاہ نیچے رہتی تھی۔ صحابہؓ کے متعلق بھی حدیث میں آیا ہے کہ اوّل اوّل اِدھر اُدھر توجہ فرمالیا کرتے تھے مگر اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد سے کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسی آیت شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے ہمہ تن نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اُن کی طرف متوجہ ہیں۔ حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے۔ فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے (یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا) اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے

ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور نفاق کا خشوع کیا چیز ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو۔ حضرت ابو الدرداءؓ بھی اس قسم کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو۔ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ کا خوف ہے اور نگاہ کو نیچی رکھنا۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضاء میں سکون ہوتا۔ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا کیسا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا نماز میں سے اُچک لینا ہے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ نماز میں اُوپر دیکھتے ہیں وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ نگاہیں اُوپر کی اُوپر ہی رہ جائیں گی[۱]۔ بہت سے صحابہؓ اور تابعینؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ خشوع سکون کا نام ہے یعنی نماز نہایت سکون سے پڑھی جائے متعدد احادیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز ایسی طرح پڑھا کرو گویا یہ آخری نماز ہے۔ ایسی طرح پڑھا کرو جیسا کہ وہ شخص پڑھتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ اس وقت کے بعد مجھے دوسری نماز کی نوبت ہی نہ آئے گی[۲]۔

(۷) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍؓ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَقَالَ مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلٰوتُهٗ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ۔

(اخرجہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ کذا فی الدر المنثور)

حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کسی نے حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى الخ (بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور ناشائستہ حرکتوں سے) کے متعلق دریافت کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی نماز ایسی نہ ہو اور اس کو بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔

ف: بے شک نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے اور اس کو اپنی اصلی حالت پر پڑھنے کا ثمرہ یہی ہے کہ وہ ایسی نامناسب باتوں سے روک دے۔ اگر یہ بات پیدا نہیں ہوئی تو نماز کے کمال میں کمی ہے۔ بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں گناہوں سے روک ہے اور گناہوں سے ہٹانا ہے۔ حضرت ابو العالیہؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد

[۱] در منثور [۲] جامع الصغیر

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ اخلاص، اللہ کا خوف، اللہ کا ذکر۔ جس نماز میں یہ چیزیں نہیں وہ نماز ہی نہیں۔ اخلاص نیک کاموں کا حکم کرتا ہے اور اللہ کا خوف بُری باتوں سے روکتا ہے اور اللہ کا ذکر قرآن پاک ہے جو مستقل طور پر اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اور بُری باتوں سے روکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے نقل کرتے ہیں کہ جو نماز بُری باتوں اور نامناسب حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز بجائے اللہ کے قرب کے اللہ سے دُوری پیدا کرتی ہے۔ حضرت حسنؓ بھی حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے یہی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی نماز اُس کو بُری باتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں اس نماز کی وجہ سے اللہ سے دوری پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بھی حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے یہی مضمون نقل فرمایا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو نماز کی اطاعت نہ کرے اس کی نماز ہی کیا، اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ بے حیائی اور بُری باتوں سے رُکے۔ حضرت ابُوہُرَیرَہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے اور صبح ہوتے چوری کرتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کی نماز اُس کو اس فعل سے عنقریب ہی روک دے گی[1]۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بُری باتوں میں مشغول ہو تو اس کو اہتمام سے نماز میں مشغول ہونا چاہیئے، بُری باتیں اُس سے خود ہی چھوٹ جائیں گی۔ ہر ہر بُری بات کے چھوڑانے کا اہتمام دشوار بھی ہے اور دیر طلب بھی اور اہتمام سے نماز میں مشغول ہو جانا آسان بھی ہے اور دیر طلب بھی نہیں۔ اُس کی برکت سے بُری باتیں اس سے اپنے آپ ہی چھوٹتی چلی جاویں گی۔ حق تعالیٰ شانُہٗ مجھے بھی اچھی طرح نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(۸) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ ومسلم والترمذی وابن ماجۃ کذا فی الدر المنثور وفیہ ایضًا عَنْ مُجَاھِدٍ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ قَالَ مِنَ الْقُنُوْتِ الرُّکُوْعُ وَالْخُشُوْعُ وَطُوْلُ الرُّکُوْعِ یَعْنِیْ طُوْلَ الْقِیَامِ وَ

حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں لمبی لمبی رکعتیں ہوں۔ مُجاہد کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانُہٗ کے ارشاد وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ (اور نماز میں کھڑے رہو اللہ کے سامنے مؤدب)، اس آیت میں رکوع بھی داخل ہے اور خشوع بھی اور لمبی رکعت ہونا بھی اور آنکھوں کو پست کرنا، بازوؤں کو جھکانا (یعنی اکڑ کے کھڑا نہ ہونا) اور اللہ سے ڈرنا

[1] درمنثور

غَضُّ الْبَصَرِ وَخَفْضُ الْجَنَاحِ وَالرَّهْبَةُ لِلّٰهِ وَكَانَ الْفُقَهَاءُ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُهُمْ فِي الصَّلٰوةِ يَهَابُ الرَّحْمٰنَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَنْ يَّلْتَفِتَ اَوْ يُقَلِّبَ الْحَصٰى اَوْ يَشُدَّ بَصَرَهٗ اَوْ يَعْبَثَ بِشَيْءٍ اَوْ يُحَدِّثَ نَفْسَهٗ بِشَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا اِلَّا نَاسِيًا حَتّٰى يَنْصَرِفَ۔

بھی شامل ہے کہ لفظ قُنوت میں جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا یہ سب چیزیں داخل ہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تھا اس بات سے کہ ادھر اُدھر دیکھے یا سجدہ میں جاتے ہوئے کنکریوں کو الٹ پلٹ کرے (عرب میں صفوں کی جگہ کنکریاں بچھائی جاتی ہیں) یا کسی لغو چیز میں مشغول ہو یا دل میں کسی دنیاوی چیز کا خیال لائے۔ ہاں بھول کے خیال آگیا ہو تو دوسری بات ہے۔

(اخرجه سعيد بن منصور وعبد بن حميد وابن جرير وابن المنذر وابن حاتم والاصبهانی فی الترغیب والبیهقی فی شعب الایمان اه وهذا آخر ما اردت ایراده فی هذه العجالة رعایة لعدد الاربعین والله ولی التوفیق وقد وقع الفراغ منه لیلة الترویة من سنة سبع وخمسین بعد الف وثلث مائة والحمد لله اولاً وآخراً)

ف: قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ کی تفسیر میں مختلف ارشادات وارد ہوئے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ قانتین کے معنی چُپ چاپ کے ہیں۔ ابتدا زمانہ میں نماز میں بات کرنا، سلام کا جواب دینا وغیرہ وغیرہ اُمور جائز تھے۔ مگر جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو نماز میں بات کرنا ناجائز ہو گیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورؐ نے اس بات کا عادی بنا رکھا تھا کہ جب میں حاضر ہوں تو گو حضورؐ نماز میں مشغول ہوں میں سلام کرتا، حضورؐ جواب دیتے۔ ایک مرتبہ میں حاضر ہوا حضورؐ نماز میں مشغول تھے۔ میں نے حسبِ عادت سلام کیا، حضورؐ نے جواب نہیں دیا۔ مجھے سخت فکر ہوا کہ شاید میرے بارے میں اللہ جلّ شانہٗ کے یہاں سے کوئی عتاب نازل ہوا ہو۔ نئے اور پرانے خیالات نے مجھے گھیر لیا۔ پرانی پرانی باتیں سوچتا تھا کہ شاید فلاں بات پر حضورؐ ناراض ہو گئے ہوں شاید فلانی بات ہو گئی ہو۔ جب حضورؐ نے سلام پھیر لیا تو ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے احکام میں جو چاہتے ہیں تبدیلی فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے نماز میں بولنے کی ممانعت فرما دی اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا کہ نماز میں اللہ کے ذکر، اس کی تسبیح، اُس کی حمد و ثناء کے سوا بات

کرنا جائز نہیں۔

مُعاویہؓ بن حکم سُلمی کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہوا تو مجھے بہت سی چیزیں سکھائی گئیں منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ جب کوئی چھینکے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے تو اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللہ کہنا چاہیئے۔ چونکہ نئی تعلیم تھی اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں نہ کہنا چاہیئے ایک صاحب کو نماز میں چھینک آئی میں نے جواب میں یَرْحَمُکَ اللہ کہا۔ آس پاس کے لوگوں نے مجھے تنبیہ کے طور پر گھورا مجھے اُس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں بولنا جائز نہیں۔ اس لئے میں نے کہا کہ ہائے افسوس تمہیں کیا ہوا کہ مجھے کڑوی کڑوی نگاہوں سے گھورتے ہو مجھے اشارہ سے اُن لوگوں نے چپ کر دیا۔ میری سمجھ میں تو آیا نہیں مگر میں چُپ ہوگیا۔ جب نماز ختم ہو چکی تو حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (میرے ماں باپ آپ پر قربان) نہ مجھے مارا، نہ ڈانٹا، نہ بُرا بھلا کہا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ نماز میں بات کرنا جائز نہیں۔ نماز تسبیح و تکبیر اور قراءۃ قرآن ہی کا موقع ہے۔ خدا کی قسم حضورؐ جیسا شفیق اُستاذ نہ میں نے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

دوسری تفسیر حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے منقول ہے کہ قَانِتِیْنَ کے معنی خَاشِعِیْن کے ہیں یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے۔ اُسی کے موافق مُجاہِد یہ نقل کرتے ہیں جو اُوپر ذکر کیا گیا کہ یہ سب چیزیں خشوع میں داخل ہیں یعنی لمبی لمبی رکعات کا ہونا اور خشوع خضوع سے پڑھنا نگاہ کو نیچی رکھنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں حضور اقدسؐ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے آپ کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں۔ اس پر طٰہٰ۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی نازل ہوئی اور یہ تو مضمون کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضورؐ اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ اگرچہ ہم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضورؐ نے یہ ارشاد فرمادیا کہ جس قدر تحمّل اور نباہ ہو سکے اتنی محنت کرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ تحمّل سے زیادہ بار اُٹھانے کی وجہ سے بالکل ہی جاتا رہے۔ چنانچہ ایک صحابی عورت نے بھی اسی طرح رسّی میں اپنے کو باندھنا شروع کیا تو حضورؐ نے منع فرمادیا۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمّل کے بعد جتنی لمبی نماز ہوگی اتنی ہی بہتر اور افضل ہوگی۔ آخر حضورؐ کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پاؤں مبارک پر ورم آجاتا تھا کوئی بات تو رکھتا ہے۔ صحابہ کرامؓ عرض بھی کرتے کہ سورۂ فتح میں آپ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمالیا ہے تو حضورؐ ارشاد فرماتے کہ پھر میں شکر گذار بندہ کیوں نہ بنوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینۂ مبارک سے رونے

کی آواز (سانس رُکنے کی وجہ سے) ایسی مُسلسل آتی تھی جیسا چکی کی آواز ہوتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسا کہ ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے۔[۱]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ اسی حالت میں صبح فرمادی۔ مُتعدد احادیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ چند آدمیوں سے بے حد خوش ہوتے ہیں۔ مُنجملہ ان کے وہ شخص ہے جو سردی کی رات میں نرم بستر پر لحاف میں لپٹا ہوا لیٹا ہو اور خوبصورت دل میں جگہ کرنے والی بیوی پاس لیٹی ہو اور پھر تہجُّد کے لئے اُٹھے اور نماز میں مشغول ہو جائے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس شخص سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں تعجُّب فرماتے ہیں، باوجود عالم الغیب ہونے کے فرشتوں سے فخر کے طور پر دریافت فرماتے ہیں کہ اس بندہ کو کس بات نے مجبور کیا کہ اس طرح کھڑا ہو گیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ آپ کے لُطف و عطایا کی اُمید نے اور آپ کے عتاب کے خوف نے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا جس چیز کی اُس نے مجھ سے اُمید رکھی وہ میں نے عطا کی اور جس چیز کا اس کو خوف ہے اس سے امن بخشا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کسی بندہ کو کوئی عطا اللہ کی طرف سے اس سے بہتر نہیں دی گئی کہ اس کو دو رکعت نماز کی توفیق عطا ہو جائے۔

قرآن و حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ فرشتے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ احادیث میں آیا ہے کہ ایک جماعت اُن کی ایسی ہے جو قیامت تک رکوع ہی میں رہے گی اور ایک جماعت اسی طرح ہر وقت سجدہ میں مشغول رہتی ہے اور ایک جماعت اسی طرح کھڑی رہتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے مومن کے لئے یہ اکرام و اعزاز فرمایا کہ ان سب چیزوں کا مجموعہ اس کو دو رکعت نماز میں عطا فرمادیا تاکہ فرشتوں کی ہر عبادت سے اس کو حصہ مل جائے اور نماز میں قرآن شریف کی تلاوت ان کی عبادتوں پر اضافہ ہے اور جب یہ فرشتوں کی عبادتوں کا مجموعہ ہے تو انہیں کی سی صفات سے اس میں لُطف مُیَسّر ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز کے لئے اپنی کمر اور پیٹ کو ہلکا رکھا کرو۔[۲] کمر کو ہلکا رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ بہت سے جھگڑے اپنے پیچھے نہ لگاؤ، اور پیٹ کو ہلکا رکھنا ظاہر ہے کہ زیادہ سیر ہو کر نہ کھاؤ اس سے کاہلی، سُستی پیدا ہوتی ہے۔

صُوفیہ کہتے ہیں کہ نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں جن کو حق تعالیٰ شانہٗ نے بارہ چیزوں میں مُنضم فرمایا ہے ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تاکہ نماز مکمل ہو جائے اور اس کا پورا فائدہ حاصل ہو۔ یہ بارہ حسبِ ذیل ہیں اوّل علم، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی جہل کی حالت کے بہت سے عمل سے افضل

[۱] ترغیب [۲] جامع الصغیر۔

ہے، دوسرے وُضو، تیسرے لباس، چوتھے وقت، پانچویں قبلہ کی طرف رُخ کرنا، چھٹے نیّت، ساتویں تکبیرِ تحریمہ، آٹھویں نماز میں کھڑا ہونا، نویں قرآن شریف پڑھنا، دسویں رکوع، گیارہویں سجدہ، بارہویں اَلتحیّات میں بیٹھنا، اور ان سب کی تکمیل اِخلاص کے ساتھ ہے، پھر ان بارہ کے تین تین جزو ہیں اوّل علم کے تین جزو یہ ہیں کہ فرضوں اور سُنتوں کو علیحدہ علیحدہ معلوم کرے، دوسرے یہ معلوم کرے کہ وضو اور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں کتنی سُنّت ہیں، تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس مکر سے نماز میں رخنہ ڈالتا ہے۔ اس کے بعد وُضو کے بھی تین جزو ہیں۔ اوّل یہ کہ دل کو کینہ اور حسد سے پاک کرے جیسا کہ ظاہری اعضاء کو پاک کر رہا ہے، دوسرے ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھے، تیسرے وُضو کرنے میں نہ اسراف کرے نہ کوتاہی کرے۔ پھر لباس کے بھی تین جزو ہیں۔ اوّل یہ کہ حلال کمائی سے ہو دوسرے یہ کہ پاک ہو تیسرے سُنّت کے مُوافق ہو کہ ٹخنے وغیرہ ڈھکے ہوئے نہ ہوں تکبّر اور بڑائی کے طور پر نہ پہنا ہو۔ پھر وقت میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے اوّل یہ کہ دھوپ ستاروں وغیرہ کی خبر گیری رکھے تاکہ اوقات صحیح معلوم ہو سکیں (اور ہمارے زمانہ میں اس کے قائم مقام گھڑی گھنٹے ہو گئے ہیں) دوسرے اذان کی خبر رکھے، تیسرے دل سے ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے کبھی ایسا نہ ہو کہ وقت گذر جائے پتہ نہ چلے۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت رکھے۔ اوّل یہ کہ ظاہری بدن سے اُدھر مُتوجّہ ہو، دوسرے یہ کہ دل سے اللہ کی طرف توجّہ رکھے کہ دِل کا کعبہ وہی ہے، تیسرے مالک کے سامنے جس طرح ہمہ تن مُتوجّہ ہونا چاہیئے اس طرح مُتوجّہ ہو۔ پھر نیّت بھی تین چیزوں کی محتاج ہے۔ اوّل یہ کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے، دوسرے یہ کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور وہ دیکھتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ دل کی حالت کو بھی دیکھتا ہے۔ پھر تکبیرِ تحریمہ کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت کرنا ہے۔ اوّل یہ کہ لفظ صحیح ہو، دوسرے ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھائے (گویا اشارہ ہے کہ اللہ کے ماسوا سب چیزوں کو پیچھے پھینک دیا) تیسرے یہ کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی بڑائی اور عظمت دل میں بھی موجود ہو۔ پھر قیام یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزیں ہیں۔ اوّل یہ کہ نگاہ سجدہ کی جگہ رہے، دوسرے دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے، تیسرے کسی دوسری طرف مُتوجّہ نہ ہو [illegible] جو شخص نماز میں اِدھر اُدھر مُتوجّہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی مشکل سے دربانوں کی منّت سماجت کر کے بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور جب رسائی ہو اور بادشاہ اس کی طرف مُتوجّہ ہو تو وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگے ایسی صورت میں بادشاہ اس کی طرف کیا توجّہ کرے گا۔ پھر قراءت میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔ اوّل

صحیح ترتیل سے پڑھے، دوسرے اُس کے معنی پر غور کرے، تیسرے جو پڑھے اس پر عمل کرے، پھر رکوع میں بھی تین چیزیں ہیں اوّل یہ کہ کمر کو رکوع میں بالکل سیدھا رکھے نہ نیچا کرے نہ اُونچا (علماء نے لکھا ہے کہ سر اور کمر اور سُرین تینوں چیزیں برابر رہیں) دوسرے ہاتھوں کی اُنگلیاں کھول کر چوڑی کر کے گھٹنوں پر رکھے، تیسرے تسبیحات کو عظمت اور وقار سے پڑھے۔ پھر سجدہ میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔ اوّل یہ کہ دونوں ہاتھ سجدہ میں کانوں کے برابر رہیں، دوسرے ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں، تیسرے تسبیحات کو عظمت سے پڑھے۔ پھر بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔ اوّل یہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے، دوسرے یہ کہ عظمت کے ساتھ معنی کی رعایت کر کے تَشَہُّد پڑھے کہ اس میں حضورؐ پر سلام ہے، مومنین کے لئے دُعا ہے پھر فرشتوں پر اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے۔ پھر اخلاص کے بھی تین جُزو ہیں۔ اوّل یہ کہ اس نماز سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو، دوسرے یہ سمجھے کہ اللہ ہی کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوئی، تیسرے اس پر ثواب کی اُمید رکھے۔

حقیقت میں نماز میں بڑی خیر اور بڑی برکت ہے۔ اس کا ہر ذکر بہت سی خوبیوں کو اور اللہ کی بڑائیوں کو لئے ہوئے ہے ایک سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ ہی کو دیکھ لیجئے جو سب سے پہلی دُعا ہے کہ کتنے فضائل پر حاوی ہے۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ یا اللہ تیری پاکی کا بیان کرتا ہوں کہ تو ہر عیب سے پاک ہے، ہر بُرائی سے دُور ہے۔ وَبِحَمْدِکَ جتنی تعریف کی باتیں ہیں اور جتنے بھی قابلِ مدح اُمور ہیں وہ سب تیرے لئے ثابت ہیں اور تجھے زیبا۔ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ تیرا نام بابرکت ہے اور ایسا بابرکت ہے کہ جس چیز پر تیرا نام لیا جائے وہ بھی بابرکت ہو جاتی ہے۔ وَتَعَالٰی جَدُّکَ تیری شان بہت بلند ہے تیری عظمت سب سے بالاتر ہے۔ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں نہ کوئی ذات پرستش کے لائق کبھی ہوئی، نہ ہے۔ اسی طرح رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ میرا عظمت اور بڑائی والا رب ہر عیب سے بالکل پاک ہے۔ اس کی بڑائی کے سامنے اپنی عاجزی اور بیچارگی کا اظہار ہے کہ گردن کا بلند کرنا غرور اور تکبّر کی علامت ہے اور اس کا جُھکا دینا نیازمندی اور فرماں برداری کا اقرار ہے تو رکوع میں گویا اس کا اقرار ہے کہ تیرے احکام کے سامنے اپنے کو جُھکاتا ہوں اور تیری اطاعت اور بندگی کو اپنے سر پر رکھتا ہوں، میرا یہ گنہگار جسم تیرے سامنے حاضر ہے اور تیری بارگاہ میں جُھکا ہوا ہے، تو بیشک بڑائی والا ہے اور تیری بڑائی کے سامنے میں سرنگوں ہوں۔ اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی میں بھی اللہ کی بے حد رفعت اور

بلندی کا اقرار ہے اور اس بلندی کے ساتھ ہر بُرائی اور عیب سے پاکی کا اقرار ہے۔ اپنے سر کو اُس کے سامنے ڈال دینا ہے جو سارے اعضاء میں اشرف شمار کیا جاتا ہے اور اس میں محبوب ترین چیزیں آنکھ، کان، ناک، زبان ہیں۔ گویا اس کا اقرار ہے کہ میری یہ سب اشرف اور محبوب چیزیں تیرے حضور میں حاضر اور تیرے سامنے زمین پر پڑی ہوتی ہیں اس اُمید پر کہ تو مجھ پر فضل فرمائے اور رحم کرے، اور اس عاجزی کا پہلا ظہور اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر مؤدّب کھڑے ہونے میں تھا اس پر ترقی اس کے سامنے سر جھکا دینے میں تھی اور اس پر بھی ترقی اس کے سامنے زمین پر ناک رگڑنے اور سر رکھ دینے میں ہے۔ اسی طرح پوری نماز کی حالت ہے اور حق یہ ہے کہ یہی اصلی ہیئت نماز کی ہے اور یہی ہے وہ نماز جو دین و دنیا کی فلاح و بہبود کا زینہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لُطف سے مجھے اور سب مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اور جیسا کہ مُجاہِدؒ نے بیان کیا ہے فُقہائے صحابہؓ کی یہی نماز تھی۔ وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے اللہ سے ڈرتے تھے۔ حضرت حسنؓ جب وضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ مُتغیّر ہو جاتا تھا۔ کسی نے پوچھا۔ یہ کیا بات ہے تو اِرشاد فرمایا کہ ایک بڑے جبّار بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہونے کا وقت آگیا ہے۔ پھر وضو کر کے جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ فرماتے اِلٰهِیْ عَبْدُكَ بِبَابِكَ یَا مُحْسِنُ قَدْ اَتَاكَ الْمُسِیْئُ وَقَدْ اَمَرْتَ الْمُحْسِنَ مِنَّا اَنْ یَّتَجَاوَزَ عَنِ الْمُسِیْئِ فَاَنْتَ الْمُحْسِنُ وَاَنَا الْمُسِیْئُ فَتَجَاوَزْ عَنْ قَبِیْحِ مَا عِنْدِیْ بِجَمِیْلِ مَا عِنْدَكَ یَا كَرِیْمُ (ترجمہ) "یا اللہ تیرا بندہ تیرے دروازہ پر حاضر ہے۔ اے احسان کرنے والے اور بھلائی کا برتاؤ کرنے والے، بداَعمال تیرے پاس حاضر ہے تو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ بُروں سے درگذر کریں۔ تو اچھائی والا ہے اور میں بدکار ہوں اے کریم میری بُرائیوں سے اُن خوبیوں کی بدولت جن کا تو مالک ہے درگذر فرما" اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے۔

حضرت زَین العابدینؒ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے۔ تہجّد کبھی سفر یا حضر میں ناغہ نہیں ہوا جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر لرزہ آجاتا کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تمھیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی یہ نماز میں مشغول رہے۔ لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا کہ دُنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا۔ آپ کا اِرشاد ہے کہ مجھے تکبّر کرنے والے پر تعجّب ہے کہ کل تک

ناپاک نُطفہ تھا اور کل کو مُردار ہو جائے گا پھر تکبّر کرتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہے کہ لوگ فنا ہونے والے گھر کے لئے تو فکر کرتے ہیں۔ ہمیشہ رہنے والے گھر کی فکر نہیں کرتے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کو چھپ کر صدقہ کیا کرتے، لوگوں کو یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ کس نے دیا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو سو گھر ایسے نکلے جن کا گذارہ آپ کی اعانت پر تھا۔ [1]

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا۔ بدن پر کپکپی آجاتی۔ کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جس کو آسمان و زمین نہ اُٹھا سکے۔ پہاڑ اس کے اُٹھانے سے عاجز ہو گئے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اُس کو پورا کر سکوں گا یا نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ جب اذان کی آواز سُنتے تو اس قدر روتے کہ چادر تر ہو جاتی۔ رگیں پھول جاتیں، آنکھیں سُرخ ہو جاتیں۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اذان سُنتے ہیں مگر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا آپ اس قدر گھبراتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مُؤذّن کیا کہتا ہے تو راحت و آرام سے محروم ہو جائیں اور نیند اُڑ جائے۔ اس کے بعد اذان کے ہر ہر جملہ کی تنبیہ کو مُفصّل ذکر فرمایا۔

ایک شخص نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ذُوالنُّون مصریؒ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی جب انہوں نے اللہ اکبر کہا تو لفظ اللہ کے وقت اُن پر جلالِ الٰہی کا ایسا غلبہ تھا گویا ان کے بدن میں رُوح نہیں رہی، بالکل مبہُوت سے ہو گئے اور جب اکبر زبان سے کہا تو میرا دل اُن کی اس تکبیر کی ہیبت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ [2]

حضرت اُویس قرنیؒ مشہور بزرگ اور افضل ترین تابعی ہیں۔ بعض مرتبہ رکوع کرتے اور تمام رات اُسی حالت میں گذار دیتے۔ کبھی سجدہ میں یہی حالت ہوتی کہ تمام رات ایک ہی سجدہ میں گذار دیتے۔ [3]

عِصامؒ نے حضرت حاتم زاہد بلخیؒ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے اوّل نہایت اطمینان سے اچھی طرح وضو کرتا ہوں پھر اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنا ہے اور اوّل نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے مُنہ کے سامنے ہے اور میرا پاؤں پل صراط پر ہے داہنی طرف جنّت ہے بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے۔ پھر کوئی اور نماز شاید مُیسّر نہ ہو اور میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں

[1] نزہۃ البساتین [2] نزہۃ البساتین [3] ایضاً

پھر معنی کو سوچکر قرآن پڑھتا ہوں، تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں اور اطمینان سے نماز پوری کرتا ہوں، اس طرح کہ اللہ کی رحمت سے اُس کے قبول ہونے کی اُمید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال سے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں۔ عصامؒ نے پوچھا کہ کتنی مدت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ حاتمؒ نے کہا تیس برس سے۔ عصامؒ رونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ حاتمؒ کی ایک مرتبہ جماعت فوت ہوگئی جس کا بے حد اثر تھا۔ ایک دو ملنے والوں نے تعزیت کی۔ اس پر رونے لگے اور یہ فرمایا کہ اگر میرا ایک بیٹا مرجاتا تو آدھا بلخ تعزیت کرتا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کرتے، جماعت کے فوت ہونے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی۔ یہ صرف اس وجہ سے کہ دین کی مصیبت لوگوں کی نگاہ میں دُنیا کی مصیبت سے ہلکی ہے۔

حضرت سعید بن المُسَیَّبؒ کہتے ہیں کہ بیس برس کے عرصہ میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان ہوئی ہو اور میں مسجد میں پہلے سے موجود نہ ہوں۔ مُحَمَّد بن واسعؒ کہتے ہیں کہ مجھے دنیا میں صرف تین چیزیں چاہئیں۔ ایک ایسا دوست ہو جو میری لغزشوں پر مُتَنَبِّہ کرتا رہے۔ ایک بقدر زندگی روزی جس میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔ ایک جماعت کی نماز ایسی کہ اس میں جو کوتاہی ہو جائے وہ تو معاف ہو، اور جو ثواب ہو وہ مجھے مل جائے۔ حضرت اَبُوعُبَیْدَۃؓ بن الجراح نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد فرمانے لگے کہ شیطان نے اس وقت مجھ پر ایک حملہ کیا۔ میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ میں افضل ہوں (اس لئے کہ افضل کو امام بنایا جاتا ہے) آئندہ کبھی بھی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ مَیمُونؒ بن مِہران ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے تو جماعت ہو چکی تھی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا کہ نماز کی فضیلت مجھے عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ محبوب تھی۔

کہتے ہیں کہ ان حضرات کرام میں سے جس کی تکبیر اُولیٰ فوت ہو جاتی تین دن تک اُس کا رنج کرتے تھے اور جس کی جماعت جاتی رہتی سات دن تک اُس کا افسوس کرتے تھے[1]۔

بکر بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ اگر تو اپنے مالک، اپنے مولا سے بلا واسطہ بات کرنا چاہے تو جب چاہے کر سکتا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا صورت ہے۔ فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر اور نماز کی نیت باندھ لے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم حضورؐ سے باتیں کرتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو ایسے ہو جاتے گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں اور ہمہ تن اللہ کی طرف مشغول ہو جاتے تھے۔ سعید تنوخیؒ جب تک نماز پڑھتے رہتے مسلسل آنسوؤں کی لڑی رخساروں پر جاری رہتی۔ خَلَف

[1] احیاء

بن ایوبؒ سے کسی نے پوچھا کہ یہ مکھیاں تم کو نماز میں دِق نہیں کرتیں۔ کہنے لگے کہ میں اپنے کو کسی ایسی چیز کا عادی نہیں بناتا جس سے نماز میں نقصان آئے۔ یہ بدکار لوگ حکومت کے کوڑوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں محض اتنی سی بات کے لئے کہ لوگ کہیں گے کہ بڑا متحمل مزاج ہے اور پھر اس کو فخریہ بیان کرتے ہیں۔ میں اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کرنے لگوں۔

بَہجَۃُ النُّفُوس میں لکھا ہے کہ ایک صحابیؓ رات کو نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا لے جاتے ہوئے اس پر نظر بھی پڑ گئی مگر نماز نہ توڑی بعد میں کسی نے کہا بھی کہ آپ نے پکڑ نہ لیا۔ فرمایا جس چیز میں مَیں مشغول تھا وہ اس سے بہت اُونچی تھی۔

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کا تو قصہ مشہور ہے کہ جب لڑائی میں اُن کے تیر لگ جاتے، تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ران میں ایک تیر گھس گیا۔ لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی، نہ نکل سکا۔ آپس میں مشورہ کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے۔ آپ نے جب نفلیں شروع کیں اور سجدہ میں گئے تو اُن لوگوں نے اس کو زور سے کھینچ لیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آس پاس مجمع دیکھا۔ فرمایا کیا تم تیر نکالنے کے واسطے آئے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو ہم نے نکال بھی لیا۔ آپ نے فرمایا مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔

مُسلم بن یسارؒ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں سے کہہ دیتے کہ تم باتیں کرتے رہو مجھے تمہاری باتوں کا پتہ نہیں چلے گا۔ رُبَیعؒ کہتے ہیں کہ میں جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں، مجھ پر اس کا فکر سوار ہو جاتا ہے کہ مجھ سے کیا کیا سوال وجواب ہوگا۔ عامر بنؒ عبداللہ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں کی باتوں کی تو کیا خبر ہوتی، ڈھول کی آواز کا بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ تمہیں نماز میں کسی چیز کی بھی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا۔ ہاں مجھے اس کی خبر ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہوگا اور دونوں گھروں جنت یا دوزخ میں سے ایک میں جانا ہوگا۔ اُنہوں نے عرض کیا۔ یہ نہیں پوچھتا، ہماری باتوں میں سے بھی کسی کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ مجھ میں نیزوں کی بھالیں گھس جائیں یہ زیادہ اچھا ہے اس سے کہ مجھے نماز میں تمہاری باتوں کا پتہ چلے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر آخرت کا مَنظر اس وقت میرے سامنے ہو جائے تو میرے یقین اور ایمان میں اضافہ نہ ہو (کہ غیب پر ایمان اتنا ہی پختہ ہے جتنا مُشاہدہ پر ہوتا ہے)

ایک صاحب کا کوئی عُضو خراب ہو گیا تھا جس کے لئے اس کے کاٹنے کی ضرورت تھی۔ لوگوں نے تجویز کیا کہ جب یہ نماز کی نیت باندھیں اس وقت کاٹنا چاہیئے ان کو پتہ بھی نہ چلے گا۔ چنانچہ نماز پڑھتے ہوئے اُس عُضو کو کاٹ دیا گیا۔ ایک صاحب سے پوچھا گیا کہ کیا تمہیں نماز میں دنیا کا بھی خیال آجاتا ہے؟

اُنہوں نے فرمایا کہ نہ نماز میں آتا ہے نہ بغیر نماز کے۔ ایک اور صاحب کا قصّہ لکھا ہے کہ اُن سے کسی نے دریافت کیا کہ تمھیں نماز میں کوئی چیز یاد آجاتی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ نماز سے بھی زیادہ کوئی محبوب چیز ہے جو نماز میں یاد آئے۔

بَہجَۃُ النُّفُوس میں لکھا ہے کہ ایک بُزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے کے لئے آیا۔ وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے۔ وہ انتظار میں بیٹھ گیا۔ جب نماز سے فارغ ہو چکے تو نفلوں میں مشغول ہو گئے اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے۔ یہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ نفلوں سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز شروع کر دی اور اُس سے فارغ ہو کر دُعا میں مشغول ہو گئے اور مغرب تک مشغول رہے پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلیں شروع کر دیں۔ عشاء تک اس میں مشغول رہے۔ یہ بیچارہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر پھر نفلوں کی نیّت باندھ لی اور صبح تک اس میں مشغول رہے۔ پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کر دیا اور اَوراد و وظائف پڑھتے رہے۔ اسی میں مُصلّے پر بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپک گئی تو فوراً آنکھوں کو ملتے ہوئے اُٹھے۔ استغفار و توبہ کرنے لگے اور یہ دُعا پڑھی۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَیْنٍ لَا تَشْبَعُ مِنَ النَّوْمِ۔ (اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ سے جو نیند سے بھرتی ہی نہیں)

ایک صاحب کا قصّہ لکھا ہے کہ وہ رات کو سونے لیٹتے تو کوشش کرتے کہ آنکھ لگ جائے مگر جب نیند نہ آتی تو اُٹھ کر نماز میں مشغول ہو جاتے اور عرض کرتے یا اللہ تجھ کو معلوم ہے کہ جہنّم کی آگ کے خوف نے میری نیند اُڑا دی اور یہ کہہ کر صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

ساری رات بے چینی اور اضطراب یا شوق و اشتیاق میں جاگ کر گذار دینے کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ اُن کا احاطہ ممکن نہیں، ہم لوگ اس لذّت سے اتنے دُور ہو گئے ہیں کہ ہم کو ان واقعات کی صحت میں بھی تردُّد ہونے لگا۔ لیکن اوّل تو جس کثرت اور تواتُر سے یہ واقعات نقل کئے گئے ہیں ان کی تردید میں ساری ہی تواریخ سے اعتماد اُٹھتا ہے کہ واقعہ کی صحت کثرتِ نقل ہی سے ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے ہم لوگ اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو آئے دن دیکھتے ہیں جو سینما اور تھیٹر میں ساری رات کھڑے کھڑے گذار دیتے ہیں کہ نہ اُن کو تعب ہوتا ہے نہ نیند ستاتی ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ہم ایسے معاصی کی لذّتوں کا یقین کرنے کے باوجود ان طاعات کی لذّتوں کا انکار کریں حالانکہ طاعات میں اللہ تعالیٰ شانُہٗ کی طرف سے قوّت بھی عطا ہوتی ہے۔ ہمارے اس تردُّد کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم ان لذّتوں سے ناآشنا ہیں اور نابالغ بلوغ کی لذّتوں سے ناواقف ہوتا ہی ہے۔ حق تعالیٰ شانُہٗ اس لذّت تک پہنچا دیں تو زہے نصیب۔

آخری گذارش

صُوفیہ نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت سے بھی ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے۔ یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گذرے گا۔ اسی طرح روزہ دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا، صحبت کی لذت سے رُکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں، غفلت سے بھی اگر متحقق ہوں تو نفس کی شدت اور تیزی پر اثر پڑے گا۔ لیکن نماز کا مُعظم حِصّہ ذکر ہے، قراءت قرآن ہے۔ یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہو جاتی ہے نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع۔ اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑ گئی ہے اس لئے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے۔ جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سُننے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شَانُہٗ بھی ایسی نماز کی طرف اِلتفات اور توجُّہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو۔ اس لئے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وُسعت و ہمّت کے موافق پوری توجہ سے پڑھی جائے۔ لیکن یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اگر یہ حالات اور کیفیات جو پہلوں کی معلوم ہوئی ہیں حاصل نہ بھی ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جاتے۔ یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے وہ یہ سمجھاتے کہ بُری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے، یہ غلط ہے۔ نہ پڑھنے سے بُری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے اس لئے کہ نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے۔ حتیٰ کہ عُلماء کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے۔ جیسا کہ پہلے باب میں مُفصّل گذر چکا ہے

البتہ اس کی کوشش ضرور ہونا چاہیئے کہ نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابر اس کے مطابق پڑھ کر دکھا گئے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے اس کی توفیق عطا فرمائیں اور عمر بھر میں کم از کم ایک ہی نماز ایسی ہو جائے جو پیش کرنے کے قابل ہو۔ اخیر میں اس امر پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ حضرات محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسّع ہے اور معمولی ضعف قابلِ تسامح۔ باقی صوفیہ کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کہیں کم ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِىْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ، وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهِمْ وَحَمَلَةِ الدِّيْنِ الْمَتِيْنِ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

محمد زکریا عُفی عنہ کاندھلوی

شب دوشنبہ، ۷ محرم سنہ ۱۳۵۸ھ

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کیلئے جھک جائیں

برکاتِ ذکر

یعنی

فضائلِ ذکر

رمضان

مؤلفہ

حضرت مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ

نور اللہ مرقدہ

ناشر

کتب خانہ فیضی لاہور

پاکستان

نوٹ: یہ کتاب محدود تعداد میں چھپتی ہے اس لئے بذریعہ ڈاک پارسل یا تاجران کو نہیں بھیجی جاتی۔

فہرست مضامین

تمت بالخیر

کُتب خانہ فیضی لاہور پاکستان

تمہید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ؕ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَاَتۡبَاعِہٖ حَمَلَۃِ الدِّیۡنِ الۡقَوِیۡمِ

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ عَمَّ نَوَالُہٗ کے پاک نام میں جو برکت، لذّت، حلاوت، سُرور، طمانینت ہے وہ کسی ایسے شخص سے مخفی نہیں جو کچھ دن اس پاک نام کی رَٹ لگا چکا ہو اور ایک زمانہ تک اس کو حرزِ جان بنا چکا ہو۔ یہ پاک نام دلوں کا سُرور اور طمانینت کا باعث ہے۔ خود حق تعالیٰ شانُہٗ کا ارشاد ہے اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ؕ (سورہ رعد۔ رکوع ۴) ترجمہ: "خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر (میں یہ خاصیّت ہے کہ اس) سے دلوں کو اطمینان ہوجاتا ہے"۔ آج کل عام طور سے عالم میں پریشانی ہے۔ روزانہ ڈاک میں اکثر و بیشتر مختلف نوع سے پریشانیوں ہی کا تذکرہ اور تفکرات ہی کی داستان ہوتی ہے۔ اس رسالہ کا مقصد یہی ہے کہ جو لوگ پریشان حال ہیں خواہ انفرادی طور پر یا اجتماعی طریقہ سے اُن کو اپنے درد کی دوا معلوم ہوجائے اور اللہ کے ذکر کے فضائل کی عام اشاعت سے سعید و مبارک ہستیاں بہرہ مند ہوجائیں۔ کیا بعید ہے کہ اس رسالہ کے دیکھنے سے کسی کو اخلاص سے اس پاک نام لینے کی توفیق ہوجائے اور یہ مجھ ناکارہ و بے عمل کے لئے بھی ایسے وقت میں کام آجائے جس وقت صرف عمل ہی کام آتا ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ بلا عمل بھی اپنے فضل سے کسی کی دستگیری فرمالیں یہ دوسری بات ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت ایک خاص مُحرّک یہ بھی پیش آیا کہ حق تعالیٰ شانُہٗ عَمَّ نوالہ نے اپنے لطف و احسان سے میرے عمِّ محترم حضرت مولانا الحافظ الحاج محمّد الیاس صاحب کاندھلوی مُقیم نظام الدین دہلی کو تبلیغ میں ایک خاص ملکہ اور جذبہ عطا فرمایا ہے جس کی وجہ سے گرمیاں جو ہند سے متجاوز ہوکر حجاز تک بھی پہنچ گئی ہیں کسی تعارف کی محتاج نہیں رہیں۔ اس کے ثمرات سے ہند و بیرونِ ہند عموماً اور خطّہ میوات خصوصاً جس قدر متمتّع اور منتفع ہوا اور ہو رہا ہے

وہ واقفین سے مخفی نہیں۔ ان کے اُصولِ تبلیغ سب ہی نہایت پختہ، مضبوط اور ٹھوس ہیں اور جن کے لئے عادۃً ثمرات و برکات لازم ہیں۔ ان کے اہم ترین اُصول میں سے یہ بھی ہے کہ مُبلّغین ذکر کا اہتمام رکھیں اور بالخصوص تبلیغی اوقات میں ذکرِ الٰہی کی کثرت کی جائے۔ اس ضابطہ کی برکات آنکھوں سے دیکھیں، کانوں سے سُنیں۔ جس کی وجہ سے اس کی ضرورت خود بھی محسوس ہوتی اور اُن مخدوم کا بھی ارشاد ہوا کہ فضائلِ ذکر کو ان لوگوں تک پہنچایا جائے تاکہ جو لوگ محض تعمیلِ ارشاد میں اب تک اس کا اہتمام کرتے ہیں وہ اس کے فضائل معلوم ہونے کے بعد خود اپنے شوق سے بھی اُس کا اہتمام کریں کہ اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے۔ اس کے فضائل کا احاطہ نہ تو مجھ جیسے بے بضاعت کے امکان میں ہے اور نہ واقع میں ممکن ہے۔ اس لئے مُختصر طور پر اس رسالہ میں چند روایات ذکر کرتا ہوں اور اس کو تین بابوں پر مُنقسم کرتا ہوں۔

بابِ اوّل : مطلق ذکر کے فضائل میں۔

بابِ دوم : افضلُ الذکر کلمۂ طیّبہ کے بیان میں۔

بابِ سوم : کلمۂ سوئم یعنی تسبیحاتِ فاطمہؓ کے بیان میں۔

باب اوّل

فضائلِ ذکر

اللہ تعالیٰ شانہٗ کے پاک ذکر میں اگر کوئی آیت یا حدیثِ نبوی نہ بھی وارد ہوتی تب بھی اس مُنعمِ حقیقی کا ذکر ایسا تھا کہ بندہ کو کسی آن بھی اس سے غافل نہ ہونا چاہیئے تھا کہ اس ذات پاک کے اِنعام و احسان ہر آن اتنے کثیر ہیں جن کی نہ کوئی انتہا ہے نہ مثال۔ ایسے مُنعم کا ذکر، اس کی یاد، اس کا شُکر، اس کی اِحسان مندی فطری چیز ہے ؎

خداوندِ عالم کے قربان میں — کرم جس کے لاکھوں ہیں ہر آن میں

لیکن اس کے ساتھ جب قرآن و حدیث اور بُزرگوں کے اَقوال و اَحوال اس پاک ذکر کی ترغیب و تحریص سے بھرے ہوئے ہیں تو پھر کیا پوچھنا ہے اس پاک ذکر کی برکات کا اور کیا ٹھکانہ ہے اس کے اَنوار کا۔ تاہم اوّل چند آیات پھر چند احادیث اس مبارک ذکر کے مُتعلق پیش کرتا ہوں۔

فصل اوّل ——— آیات ذکر میں

(۱) فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ (سورہ بقرہ رکوع ۱۸)

پس تم میری یاد کرو (میرا ذکر کرو) میں تمہیں یاد رکھونگا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو

(۲) فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَىٰكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِۦ لَمِنَ الضَّآلِّينَ ۝ (سورہ بقرہ۔ رکوع ۲۵)

پھر جب تم (حج کے موقعہ میں) عرفات سے واپس آجاؤ تو مُزدلفہ میں (ٹھہر کر) اللہ کو یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے درحقیقت تم اس سے پہلے محض ناواقف تھے

(۳) فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَٰسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ ءَابَآءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَآ ءَاتِنَا

پھر جب تم حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء (و اجداد) کا ذکر کیا کرتے ہو ذکر ان کی تعریفوں میں رطب اللسان

فِي الدُّنْيَا وَمَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ○ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○

(سورہ بقرہ۔ رکوع ۲۵)

ہوتے ہو) بلکہ اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑھ کر ہونا چاہیئے پھر (جو لوگ اللہ کو یاد بھی کر لیتے ہیں اُن میں سے) بعض تو ایسے ہیں (جو اپنی دُعاؤں میں) یوں کہتے ہیں اے پروردگار ہمیں تو دنیا ہی میں دیدے (سو اُن کو تو جو ملنا ہوگا دنیا ہی میں مل جائے گا) اور اُن کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا کر اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا سو یہی ہیں جن کو اُن کے عمل کی وجہ سے (دونوں جہاں میں) حصہ ملے گا اور اللہ جلدی ہی حساب لینے والے ہیں۔

ف: حدیث میں آیا ہے کہ تین شخصوں کی دُعا رد نہیں کی جاتی۔ (بلکہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ ایک وہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔ دوسرے مظلوم۔ تیسرے وہ بادشاہ جو ظلم نہ کرتا ہو[1]۔

(۴) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ (سورہ بقرہ رکوع ۲۵)

اور حج کے زمانہ میں منیٰ میں بھی ٹھیر کر) کئی روز تک اللہ کو یاد کیا کرو (اس کا ذکر کیا کرو)

(۵) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ○ (آل عمران ع ۴)

اور کثرت سے اپنے ربّ کو یاد کیا کیجئے اور صبح و شام تسبیح کیا کیجئے۔

(۶) اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

(سورہ آل عمران رکوع ۲۰)

(پہلے سے عقلمندوں کا ذکر ہے) وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے ہوئے بھی، اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں (اور غور کے بعد یہ کہتے ہیں) کہ اے ہمارے رب آپ نے یہ سب بیکار تو پیدا کیا نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو عذاب جہنم سے بچا لیجئے۔

(۷) فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ

جب تم نماز (خوف جس کا پہلے سے ذکر ہے) پوری کر چکو تو اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ کھڑے بھی بیٹھے

[1] جامع الصغیر

(سورہ نساء رکوع ۱۵)

بھی اور لیٹے بھی (کسی حال میں بھی اس کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہو)

⑧ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ

(سورہ نساء رکوع ۲۱)

(منافقوں کی حالت کا بیان ہے) اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو اپنا نمازی ہونا دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر یوں ہی تھوڑا سا۔

⑨ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○ (سورہ مائدہ رکوع ۱۲)

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تم میں آپس میں عداوت اور بغض پیدا کردے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے بتاؤ، اب بھی (ان بری چیزوں سے) باز آجاؤ گے۔

⑩ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ (سورہ انعام ع ۶)

اور ان لوگوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے جو صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں، جس سے خاص اس کی رضا کا ارادہ کرتے ہیں،

⑪ وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ (سورہ اعراف رکوع ۳)

اور پکارا کرو اس کو (یعنی اللہ کو) خالص کرتے ہوئے اس کے لئے دین کو۔

⑫ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○

(سورہ اعراف رکوع ۷)

تم لوگ پکارتے رہو اپنے ربّ کو عاجزی کرتے ہوئے اور چپکے چپکے (بھی)، بیشک حق تعالیٰ شانہٗ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی اصلاح کر دی گئی فساد نہ پھیلاؤ اور اللہ جلّ شانہٗ کو پکارا کرو خوف کیساتھ (عذاب سے) اور طمع کے ساتھ (رحمت میں)، بیشک اللہ کی رحمت اچھے کام کرنیوالوں کے بہت

قریب ہے۔

(۱۳) وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ص (سورہ اعراف ع-۲۲)

اللہ ہی کے واسطے ہیں اچھے اچھے نام، پس اُن کے ساتھ اللہ کو پکارا کرو۔

(۱۴) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (سورہ اعراف رکوع ۲۴)

اور اپنے ربّ کی یاد کیا کر اپنے دل میں اور ذرا دھیمی آواز سے بھی اس حالت میں کہ عاجزی بھی ہو اور اللہ کا خوف بھی ہو (ہمیشہ) صبح کو بھی اور شام کو بھی اور غافلین میں سے نہ ہو۔

(۱۵) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ لا ج (سورہ انفال رکوع ۱)

ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو (اس کی بڑائی کے تصور سے) ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے اللہ پر توکل کرتے ہیں (آگے ان کی نماز وغیرہ کے ذکر کے بعد ارشاد ہے) یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے بڑے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت ہے اور عزّت کی روزی ہے)

(۱۶) وَيَهْدِىْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ صلے الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ط اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ (سورہ رعد۔ رکوع ۴)

اور جو شخص اللہ کی طرف مُتوَجّہ ہوتا ہے اس کو ہدایت فرماتے ہیں وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر (میں ایسی خاصیت ہے کہ اُس) سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

(۱۷) قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ج (سورۂ اسراء۔ رکوع ۱۲)

آپ فرما دیجیے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو، یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے (وہی بہتر ہے) کیونکہ اس کے لئے بہت اچھے اچھے نام ہیں۔

(۱۸) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (کہف ع ۴ وفی مسائل السلوک فیہ مطلوبیۃ الذکر الظاہر

اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رَبّ کا ذکر کر لیا کیجیے۔

(۱۹) وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ج تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○
(سورہ کہف۔ رکوع ۴)

آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھنے کا) پابند رکھا کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں محض اس کی رضا جوئی کے لئے اور محض دنیا کی رونق کے خیال سے آپ کی نظر (یعنی توجہ) ان سے ہٹنے نہ پاوے (رونق سے یہ مراد ہے کہ رئیس مسلمان ہو جائیں تو اسلام کو فروغ ہو) اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا تابع ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔

(۲۰) وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ○ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ (کہف۔ ع ۱۱)

اور ہم دوزخ کو اس روز (یعنی قیامت کے دن) کافروں کے سامنے پیش کردیں گے جن کی آنکھوں پر ہماری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا۔

(۲۱) ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ○ صلے اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ○ (سورۂ مریم رکوع ۱)

یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی مہربانی فرمانے کا اپنے بندے زکریا (عَلَيْهِ السَّلَام) پر جب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو چپکے سے پکارا۔

(۲۲) وَاَدْعُوْا رَبِّيْ زصلے عَسٰى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ○
(مریم رکوع ۳)

اور پکارتا ہوں میں اپنے رب کو (قطعی) اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ رہوں گا۔

(۲۳) اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ لا وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ○ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ○
(سورۂ طٰہٰ رکوع ۱)

بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم (اے موسٰی) میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کرو بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے۔

(۲۴) وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي ۚ
(سورہ طٰہٰ۔ رکوع ۲)

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو ارشاد ہے، اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

(۲۵) وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِن قَبْلُ ۔
(سورۂ انبیاء۔ رکوع ۶)

اور نوح (علیہ السلام کا تذکرہ ان سے کیجئے) جبکہ پکارا انہوں نے اپنے ربّ کو (حضرت ابراہیمؑ کے قصّے سے) پہلے۔

(۲۶) وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۚ
(سورہ انبیاء۔ رکوع ۶)

اور ایوب (علیہ السلام کا ذکر کیجیے) جبکہ انہوں نے اپنے ربّ کو پکارا کہ مجھ کو بڑی تکلیف پہنچی اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

(۲۷) وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۚ
(سورۂ انبیاء رکوع ۶)

اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کیجیے) جب وہ (اپنی قوم سے) خفا ہو کر چلے گئے اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر داروگیر نہ کریں گے پس انھوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ ہر عیب سے پاک ہیں، بیشک میں قصوروار ہوں۔

(۲۸) وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ۚ
(سورہ انبیاء رکوع ۶)

اور زکریا (علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جب انہوں نے اپنے ربّ کو پکارا کہ اے میرے ربّ مجھے لاوارث نہ چھوڑو (اور یوں تو) سب وارثوں سے بہتر (اور حقیقی وارث) آپ ہی ہیں۔

(۲۹) إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ۝
(سورہ انبیاء رکوع ۶)

بیشک یہ سب (انبیاء جن کا پہلے سے ذکر ہو رہا ہے) نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور پکارتے تھے ہم کو (ثواب کی) رغبت اور (عذاب کا) خوف کرتے ہوئے اور تھے سب کے سب ہمارے لئے عاجزی کرنے والے۔

(۳۰) وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ

اور آپ (جنّت وغیرہ کی) خوشخبری سُنا دیجئے ایسے خشوع کرنے والوں کو جن کا یہ حال ہے کہ جب اللہ

(سورۂ حج۔ رکوع ۵)

(۳۱) اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝

(سورۂ مومنون۔ رکوع ۶)

کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ (قیامت میں کفّار سے گفتگو کے ذیل میں کہا جائے گا کیا تم کو یاد نہیں) میرے بندوں کا ایک گروہ تھا (جو بیچارے ہم سے) یوں کہا کرتے تھے اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحمت فرمائیے آپ سب سے زیادہ رحم کرنیوالے ہیں۔ پس تم نے اُن کا مذاق اُڑایا حتّٰی کہ اس مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلادی اور تم اُن سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ میں نے آج اُن کو اُن کے صبر کا بدلہ دیدیا کہ وہی کامیاب ہوئے۔

(۳۲) رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ الاٰية

(سورہ نُور۔ رکوع ۵)

(کامل ایمان والوں کی تعریف کے ذیل میں ہے) وہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کو اللہ کے ذکر سے نہ خرید غفلت میں ڈالتی ہے نہ فروخت۔

(۳۳) وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (عنکبوت ع ۵)

اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

(۳۴) تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

(سورہ سجدہ۔ رکوع ۲)

ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں اس طرح پر کہ عذاب کے ڈر سے اور رحمت کی اُمید سے وہ اپنے رَبّ کو پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کسی کو بھی خبر نہیں کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانۂ غیب میں محفوظ ہے جو بدلہ ہے ان کے اعمال کا۔

(فی الدر عن الضحاک هُمْ قَوْمٌ لَا يَزَالُوْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ ورُوِی نحوہ عن ابن عباسؓ)

ف: ایک حدیث میں آیا ہے کہ بندہ اخیر شب میں اللہ کے یہاں بہت مُقرّب ہوتا ہے اگر تجھ سے ہو سکے تو اس وقت اللہ کا ذکر کیا کر۔[۱]

---

[۱] جامع الصّغیر

(۳۵) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝ (سورہ احزاب۔ ع ۳)

بیشک تم لوگوں کے لئے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نمونہ موجود تھا یعنی ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے اور آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو (کہ جب حضورؐ لڑائی میں شریک ہوئے اور جہاد کیا تو اس کے لئے کیا مانع ہو سکتا ہے)۔

(۳۶) وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَّالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا ۝ (سورہ احزاب۔ رکوع ۵)

(پہلے سے مؤمنوں کی صفات کا بیان ہے اس کے بعد ارشاد ہے) اور بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

(۳۷) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَّسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ۝ (احزاب ع ۶)

اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

(۳۸) وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ۝ (سورہ صٰفٰت رکوع ۳)

اور پکارا تھا ہم کو نوح (علیہ السّلام) نے پس ہم خوب فریاد سننے والے ہیں۔

(۳۹) فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (سورہ زمر۔ رکوع ۳)

پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

(۴۰) اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ (سورہ زمر۔ رکوع ۳)

اللہ جلّ جلالہٗ نے بڑا عمدہ کلام (یعنی قرآن) نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی جس سے اُن لوگوں کے بدن کانپ اُٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر اُن کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجّہ ہو جاتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کو چاہتا ہے اُس کے ذریعہ سے ہدایت فرما دیتا ہے۔

(۴۱) فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ (مومن۔ رکوع ۲)

پس پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے اُس کے لئے دین کو، گو کافروں کو ناگوار ہو۔

(۴۲) هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط (سورہ مومن رکوع ۷)

وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں پس تم خالص اعتقاد کر کے اس کو پکارا کرو

(۴۳) وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ (سورہ زخرف۔ رکوع ۴)

جو شخص رحمان کے ذکر سے (جان بوجھ کر) اندھا ہو جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں پس وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے۔

(۴۴) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ صلے وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ قف كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ (سورہ فتح۔ رکوع ۴)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپؐ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان اور اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں (اور خشوع خضوع کے) آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ اُن کے اوصاف توراۃ میں ہیں اور انجیل میں، جیسا کھیتی کہ اُس نے اوّل اپنی سوئی نکالی پھر اس کو قوی کیا پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوتی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی (اسی طرح صحابہؓ میں اوّل ضُعف تھا پھر روزانہ قوّت بڑھتی گئی اور اللہ نے یہ نشوونما اس لئے دیا) تاکہ ان سے کافروں کو جلائے۔ اللہ نے تو اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کر رہے ہیں مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

ف: آیت شریفہ میں گو ظاہر طور پر رکوع و سجود اور نماز کی فضیلت زیادہ تر مقصود ہے اور وہ تو ظاہر ہے لیکن کلمہ طیبہ کے دوسرے جزو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی فضیلت بھی اس سے ظاہر ہے۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ اوپر سے صلح حدیبیہ میں کفّار کے انکار پر اور اس بات کے اِصرار کرنے پر کہ

محمد رسول اللہ نہ لکھو محمد بن عبداللہ لکھو. حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ اللہ خود گواہ ہیں اس بات پر کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جب بھیجنے والا خود اقرار کرے کہ فلاں شخص میرا قاصد ہے تو لاکھ کوئی انکار کرے اس کے انکار سے کیا ہوتا ہے اسی گواہی کے اقرار کے لئے اللہ جل شانہٗ نے محمد رسول اللہ ارشاد فرمایا. اس کے بعد آیت شریفہ میں اور بھی کئی اہم مضامین ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ چہرہ کے آثار نمایاں ہونے کی فضیلت ہے. اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں. ایک یہ بھی ہے کہ شب بیداروں کے چہروں پر جو انوار و برکات ظاہر ہوتے ہیں وہ مراد ہیں. امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہ محقق امر ہے کہ رات کو دو شخص جاگیں ایک لہو ولعب میں مشغول رہے دوسرا نماز قرآن اور علم کے سیکھنے میں مشغول رہے، دوسرے دن دونوں کے چہرے کے نور میں کھلا ہوا فرق ہوگا. جو شخص لہو ولعب میں مشغول ہے وہ اس جیسا ہو ہی نہیں سکتا جو ذکر و شکر میں رات بھر لگا ہے. تیسری اہم بات یہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ اور ایک جماعت نے علماء کی اس آیت سے ان لوگوں کے کفر پر استدلال کیا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالیاں دیتے ہیں، برا کہتے ہیں، ان سے بغض رکھتے ہیں[1]

(۴۵) اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (سورہ حدید رکوع ۲)

کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی یاد کے واسطے جھک جائیں.

(۴۶) اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (سورہ مجادلہ ع ۳)

(پہلے سے منافقوں کا ذکر ہے) ان پر شیطان کا تسلط ہو گیا پس اس نے ان کو ذکر اللہ سے غافل کر دیا یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں. خوب سمجھ لو یہ بات محقق ہے کہ شیطان کا گروہ خسارہ والا ہے.

(۴۷) فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (سورہ جمعہ رکوع ۲)

پھر جب (جمعہ کی) نماز پوری ہو چکے تو (تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو (یعنی دنیا کے کاموں میں مشغول ہونے کی اجازت ہے لیکن اس میں بھی) اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم فلاح کو پہونچ جاؤ.

(۴۸) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

اے ایمان والو تم کو تمھارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے اس کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ والے ہیں

[1] ابن کثیر

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (سورہ منافقون ع۲) (کیونکہ یہ چیزیں تو دنیا ہی میں ختم ہوجانے والی ہیں اور اللہ کی یاد آخرت میں کام دینے والی ہے)

(۴۹) وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ○ (سورہ قلم۔ رکوع ۲)

یہ کافر لوگ جب ذکر (قرآن) سُنتے ہیں (تو شدّتِ عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرادیں گے اور کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ تو مجنون ہیں۔

ف: نگاہ سے پھسلا کر گرادینا کنایہ ہے دشمنی کی زیادتی سے جیسا کہ ہمارے یہاں بولتے ہیں ایسا دیکھ رہا ہے کہ کھا جائے گا۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جس کو نظر لگ گئی ہو، اُس پر اس آیتِ شریفہ کو پڑھ کر دم کرنا مفید ہے۔ (جمل)

(۵۰) وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِکْرِ رَبِّهٖ یَسْلُکْهُ عَذَابًا صَعَدًا ○ (سورہ جن۔ رکوع ۱)

اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔

(۵۱) وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ○ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِکُ بِهٖ اَحَدًا ○ (سورہ جن۔ ع۱)

جب خدا کا خاص بندہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کو پکارنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو یہ کافر لوگ اُس بندہ پر بھیڑ لگانے کو ہوجاتے ہیں۔ آپ کہدیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

(۵۲) وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ○ (سورہ مزمل ع۱)

اور آپ اپنے رب کا نام لیتے رہیں اور سب سے تعلّقات مُنقطع کرکے اُسی کی طرف مُتوجّہ رہیں۔ (منقطع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تعلّق کے مقابلہ میں سب مغلوب ہوں)

(۵۳) وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا ○ وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَیْلًا طَوِیْلًا ○ اِنَّ

اور اپنے رب کا صبح اور شام نام لیتے رہا کیجئے اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اُس کو سجدہ کیا کیجئے اور رات کے بڑے حصّہ میں

هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ○

(سورہ دہر رکوع ۲)

اس کی تسبیح کیا کیجئے (مراد اس سے تہجد کی نماز ہے، یہ لوگ (جو آپ کے مخالف ہیں) دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے (آنے والے) ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

(۵۴) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ○ (اعلیٰ ع)

بیشک بامراد ہو گیا وہ شخص جو (برے اخلاق سے) پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

○

فصلِ ثانی ـــــــ احادیثِ ذِکر میں

جب کہ اس مضمون میں قرآن پاک کی آیات اس کثرت سے موجود ہیں تو احادیث کا کیا پوچھنا کیونکہ قرآن شریف کے کل تیس ۳۰ پارے ہیں اور حدیث شریف کی لاتعداد کتابیں ہیں اور ہر کتاب میں بے شمار حدیثیں ہیں۔ ایک بخاری شریف ہی کے بڑے بڑے تیس ۳۰ پارے ہیں اور ابوداؤد شریف کے بتیس پارے ہیں اور کوئی کتاب بھی ایسی نہیں کہ اس مبارک ذکر سے خالی ہو۔ اس لئے احادیث کا احاطہ تو کون کر سکتا ہے۔ نمونہ اور عمل کے واسطے ایک آیت اور ایک حدیث بھی کافی ہے، اور جس کو عمل ہی نہیں کرنا اس کے لئے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ فَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر

تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِیْ يَمْشِیْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً۔

کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بے گناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ اُدھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اُس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

(رواہ احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والبیہقی فی الشعب واخرج احمد والبیہقی فی الاسماء والصفات عن انس بمعناہ بلفظ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِذَا ذَکَرْتَنِیْ فِیْ نَفْسِكَ الحدیث وفی الباب عن معاذ بن انس عند الطبرانی باسناد حسن وعن ابن عباس عند البزار باسناد صحیح والبیہقی وغیرھما وعن ابی ھریرۃ عند ابن ماجۃ وابن حبان وغیرھما بلفظ انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ کما فی الدر المنثور والترغیب للمنذری والمشکوٰۃ مختصرًا وفیہ بروایۃ مسلم عن ابی ذر بمعناہ وفی الاتحاف علقہ البخاری عن ابی ھریرۃ بصیغۃ الجزم ورواہ ابن حبان من حدیث ابی الدرداء اھ)

ف: اس حدیث شریف میں کئی مضمون وارد ہیں۔ اوّل یہ کہ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے مُوافق معاملہ کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ سے اس کے لُطف وکرم کی اُمید رکھنا چاہیئے اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ یقیناً ہم لوگ گنہگار ہیں اور سراپا گناہ اور اپنی حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہونا چاہیئے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ محض اپنے لُطف وکرم سے بالکل ہی مُعاف فرمادیں کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ کلام اللہ شریف میں وارد ہے (ترجمہ) حق تعالیٰ شانُہٗ شرک کے گناہ کو تو مُعاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے سب کچھ مُعاف فرمائیں گے۔ لیکن ضروری نہیں کہ مُعاف ہی فرمادیں۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ ایمان اُمید اور خوف کے درمیان ہے۔ حُضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ایک نوجوان صحابیؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ نزع کی حالت میں تھے۔ حُضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دریافت

فرمایا کس حال میں ہو. عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں یعنی اُمید و خوف جس بندہ کے دل میں ایسی حالت میں ہوں تو اللہ جل شانہٗ جو اُمید ہے وہ عطا فرما دیتے ہیں اور جس کا خوف ہے اُس سے اَمن عطا فرما دیتے ہیں۔[1]

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے لگا اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی بیٹھی تھی اڑا دی یعنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی مقصود یہ ہے کہ گناہ کا خوف اس کے مناسب ہونا چاہئے اور رحمت کی اُمید اس کے مناسب.

حضرت معاذؓ طاعون میں شہید ہوئے. انتقال کے قریب زمانہ میں بار بار غشی ہوتی تھی جب افاقہ ہوتا تو فرماتے یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے. تیری عزت کی قسم تجھے یہ بات معلوم ہے. جب بالکل موت کا وقت قریب آ گیا تو فرمایا کہ اے موت تیرا آنا مبارک ہے. کیا ہی مبارک مہمان آیا. مگر فاقہ کی حالت میں یہ مہمان آیا ہے. اس کے بعد فرمایا. اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا آج تیرا اُمیدوار ہوں. یا اللہ مجھے زندگی کی محبت تھی مگر نہریں کھودنے اور باغ لگانے کے واسطے نہیں تھی بلکہ گرمیوں کی شدتِ پیاس برداشت کرنے اور دین کی خاطر مشقتیں جھیلنے کے واسطے اور ذکر کے حلقوں میں عُلماء کے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی۔[2] بعض عُلماء نے لکھا ہے کہ حدیثِ بالا میں گمان کے موافق معاملہ عام حالات کے اعتبار سے ہے خاص مغفرت کے متعلق نہیں. دُعا، صحت، وُسعت، امن وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں مثلاً دُعا کے ہی متعلق سمجھو مطلب یہ ہے اگر بندہ یہ یقین کرتا ہے کہ میری دُعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہو گی تو اُس کی دُعا قبول ہوتی ہے اور اگر یہ گمان کرے کہ میری دُعا قبول نہیں ہوتی تو ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے. چنانچہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ بندہ کی دُعا قبول ہوتی ہے جب تک یہ نہ کہنے لگے کہ میری تو دُعا قبول نہیں ہوتی. اسی طرح صحت تونگری وغیرہ سب اُمور کا حال ہے. حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آتے اگر اس کو لوگوں سے کہتا پھرے تو تونگری نصیب نہیں ہوتی. اللہ کی پاک بارگاہ میں عرض معروض کرے تو جلد یہ حالت دُور ہو جائے لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ حُسنِ ظن اور چیز ہے اور اللہ پر گھمنڈ دوسری چیز ہے. کلام اللہ شریف میں مختلف عُنوانات سے اس پر تنبیہ کی گئی. ارشاد ہے وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اور نہ دھوکہ میں ڈالے تم کو دھوکہ باز یعنی شیطان تم کو یہ نہ سمجھائے کہ گناہ کئے جاؤ اللہ غفور رحیم ہے. دوسری جگہ ارشاد ہے اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اللہ تعالیٰ سے اُس نے عہد کر لیا ہے

[1] جمع الفوائد۔ [2] تہذیب اللغات

ایسا ہرگز نہیں)۔ دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے، اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں یعنی تفاخُر کے طور پر ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی خِلقَت جس ترکیب سے ہوئی ہے اس کے مُوافق اُس میں اطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آرہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تفاخُر کا سبب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے اِبتداءِ خِلقت کے وقت عرض کیا تھا "آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں خونریزی اور فساد کرے گی"۔ اور اس کی وجہ بھی وہی مادہ فساد کا ان میں ہونا ہے بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں۔ اسی لئے انھوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح وتقدیس ہم کرتے ہی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت اس کی عبادت، فرشتوں کی عبادت سے اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالمِ آخرت کے مُشاہدہ کے ساتھ۔ اِسی کی طرف اللہ پاک کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنت ودوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانُہٗ اپنے یاد کرنے والوں اور اپنی عبادت کرنے والوں کے کارنامے جتاتے ہیں۔ چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانُہٗ کی طرف مُتوجِّہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ توَجُّہ اور لُطف اللہ جَلَّ شانُہٗ کی طرف سے اُس بندہ پر ہوتا ہے۔ یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دوڑ کر چلنے کا کہ میرا لُطف اور میری رحمت تیزی کے ساتھ اس کی طرف چلتی ہے اب ہر شخص کو اپنا اختیار ہے کہ جس قدر رحمت ولُطفِ الٰہی کو اپنی طرف مُتوجِّہ کرنا چاہتا ہے اُتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھائے۔ پانچویں بحث اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بتایا ہے ذکر کرنے والے شخص سے، حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اَشرَفُ المَخلُوقات ہے۔ اس کی ایک وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کردی گئی کہ ان کا بہتر ہونا ایک خاص حیثیت سے ہے کہ وہ معصُوم ہیں اُن سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر افراد کے ہے کہ اکثر افراد فرشتوں کے اکثر آدمیوں بلکہ اکثر مؤمنوں سے افضل ہیں گو خاص مُؤمن جیسے اَنبیا علیہم السّلام سارے ہی فرشتوں سے افضل ہیں، اس کے علاوہ اور بھی وُجوہ ہیں جن میں بحث طویل ہے۔

(۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ

ایک صحابی رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ احکام تو شریعت کے بہت سے ہیں ہی، مجھے ایک

قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَاَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ اَسْتَنُّ بِهٖ قَالَ لَايَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جس کو میں اپنا دستور اور اپنا مشغلہ بنالوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رَطْبُ اللِّسان رہے۔

(اخرجه ابن ابی شیبة واحمد والترمذی وحسنه وابن ماجة وابن حبان فی صحیحه والحاکم وصححه والبیهقی کذا فی الدر وفی المشکوٰة بروایة الترمذی وابن ماجة وحکی عن الترمذی حسن غریب اھ قلت وصححه الحاکم واقره علیه الذهبی وفی الجامع الصغیر بروایة ابی نعیم فی الحلیه مختصرًا بلفظ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَ لِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ورقم له بالضعف وبمعناه عن مالك بن یخامر اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَهُمْ اِنَّ اٰخِرَ كَلَامٍ فَارَقْتُ عَلَيْهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ قُلْتُ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اخرجه ابن ابی الدنیا والبزار وابن حبان والطبرانی والبیهقی کذا فی الدر والحصن الحصین والترغیب للمنذری وذکره فی الجامع الصغیر مختصرًا وعزاه الی ابن حبان فی صحیحه وابن السنی فی عمل الیوم واللیلة والطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی الشعب وفی مجمع الزوائد رواه الطبرانی باسانید)

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے ہوئی وہ یہ تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضور صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ اس حال میں تیری موت آوے کہ اللہ کے ذکر میں رَطْبُ اللِّسان ہو۔

ف: جدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت معاذؓ کو اہل یمن کی تبلیغ وتعلیم کے لئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس وقت رخصت کے وقت حضورؐ نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں۔ اور انھوں نے بھی کچھ سوالات کئے تھے۔ شریعت کے احکام بہت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے ہی، لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا اور اس کو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے اس لئے ان میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتا

دیجئے کہ اس کو مضبوط پکڑلوں اور ہر وقت ہر جگہ، چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین و دنیا کی بھلائی مل جائے ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو، دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو، تیسرے وہ بدن جو مشقّت برداشت کرنے والا ہو، چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مُبتلا ہو جائے۔ رَطْبُ اللِّسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام محاورہ ہے۔ ہمارے عُرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رَطْبُ اللِّسان ہے۔ مگر بندۂ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق و محبّت ہوتی ہے اُس کے نام لینے سے منہ میں ایک لذت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے۔ جن کو بابِ عشق سے کچھ سابقہ پڑ چکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بناء پر مطلب یہ ہے کہ اس لذّت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آجائے میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی تراوٹ آجاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اس کو محسوس کرتا ہے اور ایسا منہ میں پانی بھر جاتا ہے کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں چسک ہو اور زبان کثرتِ ذکر کے ساتھ مانُوس ہو چکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبّت کی علامت اس کے ذکر سے محبّت ہے اور اللہ سے بُغض کی علامت اس کے ذکر سے بُغض ہے۔

حضرت اَبُو دَرْدَاءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہے وہ جنّت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

(۳) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَ اَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَ الْوَرِقِ وَ خَیْرٍ لَّکُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِکْرُ اللّٰہِ۔

حُضور اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے اِرشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے اور تمھارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمھارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والی اور سونے چاندی کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی صحابہؓ نے عرض

کیا ضرور بتادیں. آپؐ نے اِرشاد فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

(اخرجه احمد و الترمذی و ابن ماجة و ابن ابی الدنیا و الحاکم وصححه و البیهقی کذا فی الدر و الحصن الحصین قلت قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاه واقره علیه الذهبی و رقم له فی الجامع الصغیر بالصحة واخرجه احمد عن معاذ بن جبل کذا فی الدر وفیه ایضًا بروایة احمد و الترمذی والبیهقی عَنْ اَبِی سَعِیْدٍ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَیْفِهٖ فِی الْکُفَّارِ وَالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یَنْکَسِرَ وَیَخْتَضِبَ دَمًا لَکَانَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰهَ اَفْضَلَ مِنْهُ دَرَجَةً)

ف : یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ اُمور سب سے افضل ہوجاتے ہیں. اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل، ایک حدیث میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دور کرنے والی چیز ہوتی ہے (مثلاً کپڑے اور بدن کے لئے صابون، لوہے کے لئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے. اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ہر عبادت اسی وقت عبادت ہوسکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے. اسی وجہ سے بعض صُوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکرِ قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر، اور ذکرِ قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہوجائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے. اس لئے کہ جب یہ حالت ہو جائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں. جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہوجاتا ہے سارے ہی اعضاء اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں. عُشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے، اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے. حضرت سلمانؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں

پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمانؓ نے جس آیت شریفہ کی طرف اشارہ فرمایا وہ اکیسویں پارے کی پہلی آیت ہے۔ صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے اس لئے افضل فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث سے جس میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستّر برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مُسند احمد میں ہے۔ حضرت سہلؓ حضور اقدس صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے ان کی فضیلت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستّر سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے لیکن کفّار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل ہو جاتا ہے۔

(۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَذْكُرَنَّ اللّٰهَ اَقْوَامٌ فِی الدُّنْيَا عَلَى الْفُرُشِ الْمُمَهَّدَةِ يُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِی الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى۔

حضور اقدس صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانُہٗ جنّت کے اعلیٰ درجوں میں ان کو پہنچا دیتا ہے۔

(اخرجه ابن حبان كذا فى الدر قلت ويؤيده الحديث المتقدم قريبًا بلفظ اَرْفَعُهَا فِیْ دَرَجَاتِكُمْ وَ اَيْضًا قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ. رواه مسلم كذا فى الحسن وفى رواية قَالَ الْمُسْتَهْتَرُوْنَ فِیْ ذِكْرِ اللّٰهِ يَضَعُ الذِّكْرُ عَنْهُمْ اَثْقَالَهُمْ فَيَاْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِفَافًا رواه الترمذى والحاكم مختصرا وقال صحيح على شرط الشيخين وفى الجامع رواه الطبرانى عن ابى الدرداء ايضا)

ف: یعنی دنیا میں مشقّتیں جھیلنا، صعوبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفعِ درجات کا سبب

ہے اور جتنی بھی دینی اُمور میں یہاں مَشقّت اُٹھائی جائے گی اُتنا ہی بلند مرتبوں کا اِستحقاق ہو گا لیکن اللہ پاک کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفعِ درجات کا سبب ہوتا ہے۔ نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے کہ اگر تم ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مُصافحہ کرنے لگیں۔ ایک حدیث میں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مُفرِّد لوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مُفرِّد کون ہیں؟ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں والہانہ طریقہ پر مشغول ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر صُوفیہ نے لکھا ہے کہ سَلاطین اور اُمَراء کو اللہ کے ذکر سے نہ رُکنا چاہیئے کہ وہ اس کی وجہ سے دَرَجاتِ اعلیٰ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابُو دَرداءؓ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسرّتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر، وہ تجھ کو مشقّتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے، خوشی کے، ثَروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اس کو کوئی مَشقّت اور تکلیف پہنچے، تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے پھر اللہ کے یہاں اس کی سفارش کرتے ہیں اور جو شخص راحت کے اوقات میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر کوئی تکلیف اس کو پہنچے اور اس وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت ابنِ عبّاسؓ فرماتے ہیں کہ جنّت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک ان میں سے صرف ذاکرین کے لئے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بَری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ جلّ شانُہٗ اس سے محبّت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی۔ ایک جگہ پہنچ کر حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ بعض تیز رَو آگے چلے گئے۔ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں جو اللہ کے ذکر میں والہانہ مشغول ہیں۔ جو شخص یہ چاہے کہ جنّت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

(۵) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔

حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا، ان دونوں کی مثال زندہ اور مُردے کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مُردہ ہے۔

(اخرجہ البخاری ومسلم والبیھقی کذا فی الدر والمشکوٰۃ)

ف: زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے۔ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

کا ارشاد ہے کہ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مُردے ہی کے حکم میں ہے اس کی زندگی بھی بیکار ہے ؎

زندگانی نتواں گفت حیاتیکہ مراست زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

ترجمہ: کہتے ہیں کہ وہ زندگی ہی نہیں ہے جو میری ہے. زندہ وہ ہے جس کو دوست کا وصال حاصل ہو.

بعض عُلماء نے فرمایا ہے یہ دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذِکر کرتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذِکر نہیں کرتا اس کا دِل مر جاتا ہے. اور بعض عُلماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے شخص کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے اِنتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مُردہ کو ستانے والا کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا. صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے ہمیشہ کی زندگی مراد ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنے والے مرتے ہی نہیں بلکہ وہ اس دُنیا سے مُنتقِل ہو جانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے بَلْ اَحْيَاۤءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ. اسی طرح ان کے لئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے.

حکیم تِرمذیؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذِکر دل کو تر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوَت کی آگ سے خشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہو جاتے ہیں. طاعت سے رُک جاتے ہیں. اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے جیسے کہ خشک لکڑی کہ جُھکانے سے نہیں جُھکتی، صرف کاٹ کر جلا دینے کے کام کی رہ جاتی ہے.

(٦) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا فِیْ حِجْرِهٖ دَرَاهِمُ يَقْسِمُهَا وَاٰخَرُ يَذْكُرُ اللّٰهَ لَكَانَ الذَّاكِرُ لِلّٰهِ اَفْضَلَ.

حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ اُن کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے.

(اخرجہ الطبرانی کذا فی الدر و فی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ وثقوا)

ف: یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذکر کی بھی توفیق نصیب ہو جائے. ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اُس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطا اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق نصیب ہو جائے. جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں. تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کے لئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مفت کی کمائی ہے. دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دو چار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے آخر فضولیات لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے اس کار آمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دُشوار ہے. ایک حدیث میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے واسطے چاند سورج ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں. اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا پھر بھی فی الجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں. ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا ذکر کیا جائے وہ حصہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصوں پر فخر کرتا ہے.

(۷) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ يَتَحَسَّرُ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهَا.

حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہلِ جنت کو دُنیا کی کسی چیز کا بھی قلق و افسوس نہیں ہوگا بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی ہو.

(اخرجه الطبرانی والبیہقی کذا فی الدر وفی الجامع رواه الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب ورقم له بالحسن وفی مجمع الزوائد رواه الطبرانی ورجاله ثقات وفی شیخ الطبرانی خلاف واخرج ابن ابی الدنیا والبیہقی عن عائشةؓ بمعناه مرفوعًا کذا فی الدر وفی الترغیب بمعناه عن ابی هریرة مرفوعًا وقال رواه احمد باسناد صحیح وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرط البخاری)

ف: جنّت میں جانے کے بعد جب یہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کو لینے کا اجر و ثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کے برابر مل رہا ہے تو اس وقت اپنی اس کمائی کے نقصان پر جس قدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔ ایسے خوش نصیب بندے بھی ہیں جن کو دنیا ہی بغیر ذکرُاللہ کے اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ حافظ ابن حجرؒ نے مُنَبّہات میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن معاذ رازیؒ اپنی مُناجات میں کہا کرتے تھے۔ اِلٰھِی لَا یَطِیْبُ اللَّیْلُ اِلَّا بِمُنَاجَاتِکَ وَلَا یَطِیْبُ النَّھَارُ اِلَّا بِطَاعَتِکَ وَلَا تَطِیْبُ الدُّنْیَا اِلَّا بِذِکْرِکَ وَلَا تَطِیْبُ الْاٰخِرَۃُ اِلَّا بِعَفْوِکَ وَلَا تَطِیْبُ الْجَنَّۃُ اِلَّا بِرُؤْیَتِکَ۔ (ترجمہ) یا اللہ رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ اور دن اچھا معلوم نہیں ہوتا مگر تیری عبادت کے ساتھ اور دنیا اچھی نہیں معلوم ہوتی مگر تیرے ذکر کے ساتھ اور آخرت بھلی نہیں مگر تیری معافی کے ساتھ اور جنّت میں لطف نہیں مگر تیرے دیدار کے ساتھ۔

حضرت سَرِیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جُرجانیؒ کو دیکھا کہ ستّو پھانک رہے ہیں، میں نے پوچھا یہ خُشک ہی پھانک رہے ہو۔ کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اس میں آدمی ستّر مرتبہ سُبْحَانَ اللہ کہہ سکتا ہے۔ اس لئے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی، ستّو پھانک کر گذر کر لیتا ہوں۔

منصورؒ بن مُعتمرؒ کے مُتعلّق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔ رَبیعؒ بن ہُثیمؒ کے مُتعلّق لکھا ہے کہ بیس برس تک جو بات کرتے اس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری۔

(۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ رضؓ اَنَّھُمَا شَھِدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَّذْکُرُوْنَ اللہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد ومسلم والترمذی

حضرت ابوہریرۃؓ اور حضرت ابوسعیدؓ دونوں حضرات اس کی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا، ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جلّ شانُہٗ ان کا تذکرہ

وابن ماجة والبیهقی کذا فی الدر والحصن والمشکوٰۃ وفی حدیث طویل لِاَبِیْ ذَرٍّ اُوْصِیْكَ بِتَقْوَی اللهِ فَاِنَّهٗ رَاْسُ الْاَمْرِ كُلِّهٖ وَعَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ اللهِ فَاِنَّهٗ ذِكْرٌ لَّكَ فِي السَّمَآءِ وَنُوْرٌ لَّكَ فِي الْاَرْضِ. اَلْحَدِيْثَ ذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی وعبد بن حمید فی تفسیرہ ورقم لہ بالحسن۔

اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور پر) فرماتے ہیں حضرت ابوذرؓ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا اور زمین میں نور کا سبب بنے گا۔ اکثر اوقات چپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام نہ ہو۔ یہ بات شیطان کو دور کرتی ہے اور دین کے کاموں میں مددگار ہوتی ہے۔ زیادہ ہنسی سے بھی بچتا رہ کہ اس سے دل مر جاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ میری امّت کی فقیری یہی ہے مسکینوں سے محبت رکھنا ان کے پاس اکثر بیٹھتے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔ قرابت والوں سے تعلّقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگرچہ تجھ سے تعلّقات توڑ دیں۔ حق بات کہنے میں تردّد نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ تجھے اپنی عیب بینی دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اس میں دوسرے پر غصّہ نہ کرنا۔ اے ابوذر حُسنِ تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز اُمور سے بچنا بہترین پرہیزگاری ہے اور خوش خُلقی کے برابر کوئی شرافت نہیں۔

ف: سکینہ کے معنی سُکون و وقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ "چہل حدیث" جدید در فضائل قرآن میں لکھ چکا ہوں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانینت، رحمت وغیرہ سب کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اُترتی ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا

میں فساد کریں گے جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگرچہ سراپا عبادت، سراپا بندگی واطاعت ہے لیکن ان میں معصیت کا مادّہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادّے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں شہوتیں، لذّتیں اُس کا جزو ہیں اس لئے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت جو اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابلِ مدح اور قابلِ قدر ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے جنّت کو بنایا تو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو ارشاد ہوا کہ اس کو دیکھ کر آؤ۔ اُنھوں نے آکر عرض کیا۔ یا اللہ آپ کی عزّت کی قسم جو شخص بھی اس کی خبر سُن لے گا اس میں جائے بغیر نہیں رہے گا۔ یعنی لذّتیں اور راحتیں، فرحتیں، نعمتیں جس قدر اس میں رکھی گئی ہیں اُن کے سُننے اور یقین آجانے کے بعد کون ہوگا جو اُس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کرے گا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، جہاد کرنا، حج کرنا وغیرہ وغیرہ اس پر سوار کر دیئے گئے کہ ان کو بجالاؤ تو جنّت میں جاؤ اور پھر حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنّم کو بنایا تو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا۔ وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں اور تکلیفیں دیکھ کر انھوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کی عزّت کی قسم جو شخص اس کے حالات سُن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائے گا۔ حق سُبْحَانَہٗ وَتَقَدَّس نے دنیا کی لذّتوں سے اس کو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھے اندیشہ ہو گیا کہ شائد ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے جب کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابلِ قدر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالےٰ شانہٗ اظہارِ مسرّت فرماتے ہیں۔ جن فرشتوں کا اس حدیث پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعیّن ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجالس ہوں، اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہو وہاں جمع ہوں اور اس کو سُنیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت متفرق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر سُنتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آجاؤ اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور پھر ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ آسمان تک اُن کا

حلقہ پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ تیسرے باب کی دوسری فصل کے نمبر ۱۴ پر آرہا ہے۔

(۹) عَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ وَنَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدٰنَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا قَالَ آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذٰلِكَ قَالُوْا آللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِكَ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَلٰكِنْ اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللّٰهَ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلٰئِكَةَ۔ (اخرجه ابن ابی شیبة واحمد و مسلم والترمذی والنسائی کذا فی الدر والمشکوٰة)

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے عرض کیا کہ اللہ جلّ شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد و ثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیلؑ میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سنا گئے کہ اللہ جلّ شانہٗ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔

ف: یعنی میں نے جو قسم دے کر پوچھا اس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اس کے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جلّ شانہٗ کے فخر کا سبب ہو۔ اب معلوم ہو گیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سبب فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی عبادتیں مقبول تھیں اور ان کی حمد و ثنا پر حق تعالیٰ شانہٗ کے فخر کی خوشخبری ان کو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زبان سے دنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہو تا کہ ان حضرات کے کارنامے اسی کے مستحق تھے۔ ان کے کارناموں کا مختصر تذکرہ میں اپنے رسالہ "حکایاتِ صحابہؓ" میں نمونہ کے طور پر لکھ چکا ہوں۔

مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ باوجودیکہ نفس ان کے ساتھ ہے، شیطان ان پر مسلّط ہے، شہوتیں ان میں

موجود ہیں، دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ ان سب کے باوجود، ان سب کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے۔ تمہارا ذکر و تسبیح اس لحاظ سے کہ تمہارے لئے کوئی مانع بھی ان میں سے نہیں ہے، ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

(۱۰) عَنْ اَنَسٍؓ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ لَا یُرِیْدُوْنَ بِذٰلِکَ اِلَّا وَجْھَہٗ اِلَّا نَادٰھُمْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ اَنْ قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَّکُمْ قَدْ بُدِّلَتْ سَیِّئَاتُکُمْ حَسَنَاتٍ۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں، اور ان کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے، اور تمھاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

اخرجہ احمد والبزار وابویعلی والطبرانی واخرجہ الطبرانی عن سھل بن الحنظلیۃ ایضا واخرجہ البیھقی عَنْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ وَزَادَ وَمَا مِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا فِیْ مَجْلِسٍ فَتَفَرَّقُوْا وَلَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ اِلَّا کَانَ ذٰلِکَ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً یَّوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

دوسری حدیث میں ہے اس کے بالمقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے دن حسرت و افسوس کا سبب ہوگا۔

کذا فی الدر قال المنذری رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورواتہ محتج بھم فی الصحیح وفی الباب عن ابی ھریرۃ عند احمد وابن حبان وغیرھما وصححہ الحاکم علی شرط مسلم فی موضع وعلی شرط البخاری فی موضع اخری وعزا السیوطی فی الجامع حدیث سھل الی الطبرانی والبیھقی فی الشعب والضیاء ورقم لہ بالحسن وفی الباب روایات ذکرھا فی مجمع الزوائد۔

ف: یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اضاعت پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وبال کا سبب کسی وجہ سے بن جائے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود نہ ہو، اس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اُٹھے

ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دُعا پڑھ لے۔
سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر درود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ شانُہٗ اپنے لُطف سے چاہے مغفرت فرماویں چاہے مطالبہ اور عذاب فرماویں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اُن میں کثرت سے کرو۔ راہگیروں کو (بوقتِ ضرورت) راستہ بتاؤ اور (ناجائز چیز سامنے آجائے تو) آنکھیں بند کرلو (یا نیچی کرلو کہ اس پر نگاہ نہ پڑے)

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تُلے (یعنی ثواب بہت زیادہ مقدار میں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تُلے گا معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پاسنگ میں آجائے گی)، اس کو چاہیئے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھا کرے۔
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
حدیثِ بالا میں برائیوں کے نیکیوں سے بدل دینے کی بشارت بھی ہے۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ فرقان کے ختم پر مومنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفورٌ رحیم ہیں)۔

اس آیت شریفہ کے مُتعلق علمائے تفسیر کے چند اقوال ہیں:۔
ایک یہ کہ سیئات مُعاف فرمادی جائیں گی اور حسنات باقی رہ جائیں گی گویا یہ بھی تبدیلی ہے کہ سیئہ کوئی باقی نہیں رہی۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے بُرے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانُہٗ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں کہ گرمی کے بجائے سردی ہوگئی تیسرے یہ کہ اُن کی عادتوں کا تعلق بجائے بُری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں۔ اسی وجہ سے ضَرْبُ الْمَثَل ہے "جبل گردد جبلّت نہ گردد" اور یہ مثل بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم سُنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اس کی تصدیق کرلو لیکن اگر سُنو کہ طبیعت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ گویا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عادات کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اس

کے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیہ اور مشائخ جو عادات کی اصلاح کرتے ہیں اُس کا کیا مطلب ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ ان کا تعلق بدل جاتا ہے مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصہ ہے وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہو جائے کہ غصہ بالکل باقی نہ رہے یہ تو دشوار ہے۔ ہاں اس غصہ کا تعلق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھ تھا مثلاً بے جا ظلم، تکبّر وغیرہ اب بجائے ان کے اللہ کی نافرمانیوں پر، اس کے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ وغیرہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ وہی حضرت عمرؓ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے، ایمان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے کفار و فساق پر اسی طرح ٹوٹتے تھے۔ اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے۔ اس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں کے اخلاق کا تعلق بجائے معاصی کے حسنات سے فرما دیتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کو اپنی برائیوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ جس کی وجہ سے پرانے پرانے گناہ یاد آکر ندامت اور توبہ کا سبب ہوتا ہے اور ہر گناہ کے بدلے ایک توبہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثبت ہو جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی ادا پسند ہو اور اس کو اپنے فضل سے برائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا کیا اجارہ ہے وہ مالک ہے، بادشاہ ہے، قدرت والا ہے۔ اس کی رحمت کی وسعت کا کیا کہنا، اُس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کر سکتا ہے، اس کی عطا کو کون روک سکتا ہے، جو دے رہا ہے وہ اپنی ہی مِلک سے دیتا ہے اُس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہے، اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اسی دن ظاہر کرنا ہیں۔ احادیث میں محشر کا نظارہ اور حساب کی جانچ مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو بہجۃ النفوس نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں محاسبہ ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ تو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا، فلاں وقت ایسا کیا اور اس کو اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں اور معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا جو ہوگا وہ حساب کے مقام سے واپس جائے گا تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مبارک بندہ ہے کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اس لئے کہ اُن کو اُس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی

اسی طرح ایک نوع ایسی ہو گی کہ اُن کے لئے چھوٹے بڑے گناہ ہوں گے۔ اُس کے بعد ارشاد ہو گا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور اَنواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حساب ہو گا۔ حدیث میں ایک قصّہ آتا ہے نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنّم سے نکالا جائے گا اور سب سے اخیر میں جنّت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائے گا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں۔ چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں، ان پر باز پُرس کی جائے۔ چنانچہ یہ شروع ہو جائے گا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کے ساتھ اس کو جتایا جائے گا۔ وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں اِرشادِ رَبّی ہو گا کہ اسکو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں اُن کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قصّہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی ہنسی آگئی۔

اس قصّے میں اوّل تو جہنّم میں سے سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہو سکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیلی ہو اس لئے اللہ کی پاک ذات سے اُمید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جرأت ہے البتہ سَیّئات کو حَسَنات سے بدلنے کا سبب اِخلاص سے مجالس ذکر میں حاضری حدیثِ بالا سے معلوم ہوتی ہی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا سے ہو سکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنّم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مُختلف رِوایات وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں۔ ایک مُعتدبہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے نیز خاص خاص جماعت کا اخیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اس حدیث میں اہم مسئلہ اِخلاص کا ہے اور اخلاص کی قید اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گذریں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اِخلاص ہی کی قدر ہے۔ جس درجہ کا اخلاص ہو گا اسی درجہ کی عمل کی قیمت ہو گی۔ صوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قال اور حَال برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آرہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بَہجَۃُ النُّفوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کے لئے جو نہایت ہی جابر اور مُتَشَدِّد تھا

ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جا رہی تھی۔ ایک صاحب کا اس جہاز پر گذر ہوا اور جسقدر ٹھلیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمت ان کو روکنے کی نہ پڑی لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدّد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کر سکتا تھا پھر اس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اِطّلاع دی گئی۔ اس کو بھی تعجّب ہوا۔ اوّلاً اس بات پر کہ اس کے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ ان صاحب کو بُلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس کا تقاضا ہوا اس لئے ایسا کیا۔ تمھارا جو دل چاہے سزا دیدو۔ اُس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑی۔ اُنھوں نے کہا کہ مجھے اوّلاً اسلامی غیرت کا تقاضا تھا اس لئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہہ ہوا کہ یہ حظِّ نفس دِل کی خوشی کی وجہ سے ہے اس لئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

اِحیاء العُلوم میں لکھا ہے کہ بَنی اِسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا ایک جماعت اس کے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پوجتی ہے یہ سُن کر اس کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس کو کاٹنے کے لئے چل دیا۔ راستہ میں شیطان ایک پیر مرد کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا۔ تمھیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو، تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل کام کے واسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا میں نہیں کاٹنے دوں گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا وہ عابد اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سُن لے عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے تجھ پر اس کو فرض تو کیا نہیں۔ تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں۔ تو اس کی پرستش نہیں کرتا۔ اللہ کے بہت سے نبی ہیں اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اس کو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا وہ عابد پھر اُس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سُن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں۔ اُس نے کہا کہہ۔ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اس کام سے باز آ میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کروں گا۔ جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے مِلا کریں گے۔ تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ اپنے اعزّہ پر بھی احسان کر سکے گا۔ فقیروں کی مدد کر سکے گا

اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا۔ اس میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بیکار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لگالیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آگیا قبول کر لیا۔ دو دن تو وہ ملے تیسرے دن سے ندارد، عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر پھر چلا۔ راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جا رہا ہے۔ عابد نے بتایا کہ اُسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تو اُس کو نہیں کاٹ سکتا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آگیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا۔ عابد کو بڑا تعجب ہوا اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا۔ اُس بوڑھے نے کہا کہ پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا اس لئے اللہ جلّ شانہٗ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا اس مرتبہ اس میں دیناروں کا دخل تھا اس لئے تو مغلوب ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

(۱۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ اٰدَمِيٌّ عَمَلًا اَنْجٰى لَهٗ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔

(اخرجه احمد كذا فى الدر والى احمد عزاه فى الجامع الصغير بلفظ اَنْجٰى لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ ورقم له بالصحة وفى مجمع الزوائد رواه احمد ورجاله رجال الصحيح الا ان زيادًا لم يدرك معاذًا ثم ذكره بطريق اٰخر وقال رواه الطبرانى ورجاله رجال الصحيح قلت وفى المشكوٰة عنه موقوفًا بلفظ مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا اَنْجٰى لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وقال رواه مالك والترمذى وابن ماجة اه قلت وهكذا رواه الحاكم وقال صحيح الاسناد واقره عليه الذهبى وفى المشكوٰة برواية البيهقى فى الدعوات عن ابن عمر مرفوعًا بمعناه قال القارى رواه ابن ابى شيبة و ابن ابى الدنيا وذكره فى الجامع الصغير برواية البيهقى فى الشعب ورقم له بالضعف وزاد فى اوّله لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ وفى مجمع الزوائد برواية جابر مرفوعًا نحوه وقال رواه الطبرانى فى الصغير والاوسط ورجالهما رجال الصحيح اه)

ف: عذاب قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں، جو عذاب قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر تشریف لے جاتے

تو اس قدر روتے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنّت کے دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہو جاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے بعد کی منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں۔ پھر آپ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا پاک ارشاد سنایا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ رضؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زیدؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈر اور خوف کی وجہ سے مُردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ میں اس کی دُعا کرتا کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ تمہیں بھی عذابِ قبر سُنادے۔ آدمیوں اور جنّات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سُنتے ہیں

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جارہے تھے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُونٹنی کو کیا ہوا؟ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کو قبر کا عذاب ہو رہا ہے اُس کی آواز سے بدکنے لگی۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کھِل کھِلا کر ہنس رہے ہیں۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو۔ کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں، کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں۔ جب کوئی مومن (کامل ایمان والا) دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہے۔ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آگیا۔ جتنے لوگ میری پُشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تو اُن سب میں مجھے بہت محبوب تھا۔ آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا حُسنِ سلوک بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ اس قدر وسیع ہو جاتی ہے کہ منتہائے نظر تک کھُل جاتی ہے اور جنّت کا ایک دروازہ اس میں کھُل جاتا ہے جس سے وہاں کی ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ پہنچتی رہتی ہیں اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نامبارک ہے کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی۔ جتنے آدمی میری پُشت پر چلتے تھے۔ سب میں زیادہ بُغض مجھے تجھ سے تھا۔ آج تو میرے حوالہ ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد اس کو اس قدر زور سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھُس جاتی ہیں۔ جس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے اُنگلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ اس کے بعد نوّے یا ننانوے اژدہے اس پر مسلّط

ہو جاتے ہیں جو اس کو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ اگر ایک اژدہا بھی ان میں سے زمین پر پھنکار مار دے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔ اُس کے بعد حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنّت کا ایک باغ ہے یا جہنّم کا ایک گڑھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دو قبروں پر گذر ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک کو چغل خوری کے جرم میں دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا نہ تھا) ہمارے کتنے مہذّب لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہِ کبیرہ بتایا ہے۔ ابنِ حجر مکیؒ نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے۔ بالجملہ عذابِ قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے اسی طرح اس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۂ تبارک الّذی کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذابِ قبر سے نجات کا سبب ہے اور عذابِ جہنّم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیثِ بالا ہے ہی۔

(۱۲) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَبْعَثَنَّ اللّٰہُ اَقْوَامًا یَّوْمَ الْقِیَامَۃِ فِیْ وُجُوْھِھِمُ النُّوْرُ عَلٰی مَنَابِرِ اللُّؤْلُؤِ یَغْبِطُھُمُ النَّاسُ لَیْسُوْا بِاَنْبِیَاءَ وَلَا شُھَدَاءَ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ حَلِّھِمْ لَنَا نَعْرِفْھُمْ قَالَ ھُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ مِنْ قَبَائِلَ شَتّٰی وَبِلَادٍ شَتّٰی یَجْتَمِعُوْنَ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ یَذْکُرُوْنَہٗ۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جَلَّ شَانُہٗ بعضی قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے لوگ اُن پر رشک کرتے ہوں گے وہ انبیاءؑ اور شہداء نہیں ہونگے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اُن کا حال بیان کر دیجئے کہ ہم اُن کو پہچان لیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے

اگر ایک جگہ جمع ہوگئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

(اخرجہ الطبرانی باسناد حسن کذا فی الدر و مجمع الزوائد و الترغیب للمنذری و ذکرہ ایضًا لہ متابعۃ بروایۃ عمرو بن عبسۃ عند الطبرانی مرفوعًا قال المنذری واسنادہ مقارب لا بأس بہ و رقم لحدیث عمرو بن عبسۃ فی الجامع الصغیر بالحسن وفی مجمع الزوائد رجالہ موثوقون وفی مجمع الزوائد بمعنی ھذا الحدیث مطولًا و فیہ حُلْهُمْ لَنَا يَعْنِي صِفْهُمْ لَنَا شَكِّلْهُمْ لَنَا فَسُرَّ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسُؤَالِ الْأَعْرَابِيِّ الْحَدِيْث۔ قال رواہ احمد و الطبرانی بنحوہ ورجالہ وثقوا قلت و فی الباب عن ابی ھریرۃ عند البیہقی فی الشعب ان فی الجنۃ لَعُمُدًا مِنْ يَاقُوتٍ عَلَيْهَا غُرَفٌ مِنْ زَبَرْجَدٍ لَهَا أَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ تُضِيْءُ كَمَا يُضِيْءُ الْكَوْكَبُ الدُّرِّيُّ يَسْكُنُهَا الْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِي اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِي اللّٰهِ کذا فی الجامع الصغیر ورقم لہ بالضعف وذکر فی مجمع الزوائد لہ شواھد وکذا فی المشکوٰۃ)

دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہوں گے جن پر زبرجد (زُمُرُّد) کے بالاخانے ہوں گے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہوں گے وہ ایسے چمکتے ہوں گے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے۔ ان بالاخانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے آپس میں ملتے جلتے ہوں۔

ف : اس میں اطبّاء کا اختلاف ہے کہ زَبَرْجَد اور زُمُرُّد ایک ہی پتھر کے دو نام ہیں یا ایک پتھر کی ۲ دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔ بہرحال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمک دار ہوتا ہے۔

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے، ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں آج اُنہیں جتنا دل چاہے بُرا بھلا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے، جب وہ ان منبروں اور بالاخانوں پر ہوں گے۔ اور یہ ہنسنے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے ؎

فَسَوْفَ تَرٰى إِذَا انْكَشَفَ الْغُبَارُ　　أَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِكَ أَمْ حِمَارٌ

(عنقریب جب غبار ہٹ جائے گا تو معلوم ہوگا کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر)

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ اُن احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں. ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کے لئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں. ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالس پر سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے اُن کو گھیر لیتے ہیں، رحمتِ الٰہی اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جلّ شانہٗ عرش پر اُن کا ذکر فرماتے ہیں. ابُورزینؓ ایک صحابی ہیں وہ کہتے ہیں. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہونچے، وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلسیں ہیں اُن کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ. حضرت ابُوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمک دار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمک دار دیکھتے ہیں. یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسے مُنوّر اور روشن ہوتے ہیں کہ اپنے نُور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جلّ شانہٗ نور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی ان کی چمک دیکھ لیتے ہیں. بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نور، ان کے گھروں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں چنانچہ حضرت فُضیلؒ بن عیاض جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ. شیخ عبدالعزیزؒ دبّاغ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمّی تھے مگر قرآن شریف کی آیت، حدیثِ قدسی، حدیثِ نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلّم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو اُن الفاظ کے نُور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نور علیحدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں یہ دونوں نُور نہیں ہوتے۔

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرتؒ کے پانچویں حج میں جس وقت حضرتؒ مسجد حرام میں طوافِ قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر مولانا محبّ الدین صاحبؒ (جو اعلیٰ حضرت مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نوّر اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفاء میں تھے اور صاحب کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا. مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آ گیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا. میں

خاموش رہا کہ اتنے میں حضرتؒ طواف سے فارغ ہو کر مولانا کے پاس کو گذرے۔ مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آگیا۔ مجالسِ ذکر کی فضیلت مختلف عُنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوتی ہے ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباطِ نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں دارُالاِسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تاکہ کُفّار اس طرف سے حملہ نہ کریں۔

(۱۳) عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قَالَ وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ حِلَقُ الذِّکْرِ۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اِرشاد فرمایا کہ جب جنّت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یا رسولَ اللّٰہ جَنّت کے باغ کیا ہیں ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

(اخرجہ احمد والترمذی وحسنہ وذکرہ فی المشکوٰۃ بروایۃ الترمذی وزاد فی الجامع الصغیر والبیہقی فی الشعب ورقم لہ بالصحۃ وفی الباب عن جابر عند ابن ابی الدنیا والبزار و ابی یعلی والحاکم وصححہ والبیہقی فی الدعوات کذا فی الدر وفی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن ابن عباس بلفظ مجالس العلم وبروایۃ الترمذی عن ابی ھریرۃ بلفظ المساجد محل حلق الذکر وزاد الرتع۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ)

ف: مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی اُن مَجالس، اُن حلقوں تک رسائی ہو جائے تو اس کو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ یہ دنیا ہی میں جنّت کے باغ ہیں اور "خوب چرو" سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا۔ بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے لیکن ادھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنے والے کو بھی دُنیاوی تفکّرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے منہ نہ موڑنا چاہیئے اور جنّت کے باغ اس لئے فرمائے کہ جیسا کہ جنّت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفاء ہے یعنی دل میں جس قسم کے اَمراض پیدا ہوتے ہیں تکبّر، حسد، کینہ وغیرہ سب ہی اَمراض کا علاج ہے۔ صاحبِؒ الفوائد فی الصلوٰۃ والعوائد نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت

سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکرُ اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہو جائے اور ذکر کرنے والا اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا ہمنشین ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالکُ المُلک کا ہم نشین ہو جائے اس کے علاوہ اس سے شرح صدر ہو جاتا ہے دل مُنوّر ہو جاتا ہے، اس کے دل کی سختی دُور ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض عُلماء نے سَو تک شمار کیا ہے۔ انتہٰی

حضرت ابُو اُمامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دُعا کرتے ہیں۔ ابوامامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دُعا کر سکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا سے رَحِیْمًا تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شَانُہٗ کی رحمت اور ملائکہ کی دُعا تمہارے ذکر پر مُتفرّع ہے جتنا تم ذکر کرو گے اتنا ہی اُدھر سے ذکر ہوگا۔

(۱۴) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَجِزَ مِنْکُمْ عَنِ اللَّیْلِ اَنْ یُّکَابِدَہٗ وَبَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ یُّنْفِقَہٗ وَجَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ یُّجَاھِدَہٗ فَلْیُکْثِرْ ذِکْرَ اللّٰہِ۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بُخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کر سکتا ہو اس کو چاہیئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

(رواہ الطبرانی والبیہقی والبزار واللفظ لہ وفی سندہ ابو یحیی القتات وبقیتہ محتج بھم فی الصحیح کذا فی الترغیب قلت ھو من رواۃ البخاری فی الادب المفرد والترمذی وابی داؤد وابن ماجۃ وثقہ ابن معین وضعفہ اٰخرون وفی التقریب لین الحدیث وفی مجمع الزوائد رواہ البزار والطبرانی وفیہ القتات قد وثق وضعفہ الجمھور وبقیۃ رجال البزار رجال الصحیح)

ف: یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عباداتِ نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اُس کی تلافی کر سکتی ہے۔ حضرت اَنسؓ نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے برأت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہی منافع کی وجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے بالخصوص شیطان کے تسلّط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مُسلّط رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز و ذلیل ہو کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے اسی لئے صوفیہ کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں تاکہ قلب میں اس کے وَساوِس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہو جائے کہ اُس کا مقابلہ کر سکے۔ یہی راز ہے کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنہُم اَجمَعِین کو حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے فیضِ صحبت سے یہ قوّتِ قلبیہ اعلٰی درجہ پر حاصل تھی تو اُن کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے زمانہ سے جتنا بُعد ہوتا گیا اتنی ہی قلب کے لئے اس مُقوّیِ قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قُلوب اس درجہ ماؤف ہو چکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوّت کا تو حاصل نہیں ہوتا لیکن جتنا بھی ہو جاتا ہے وہی لبسا غنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جس قدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ اُنھوں نے اللہ جَلَّ شَانُہٗ سے دُعا کی کہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی صورت اُن پر منکشف ہو جائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو اُنھوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے ایک لمبی سی سونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے، غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعہ سے وَساوِس اور گناہوں کا زہر انجکشن کے طریقہ سے دل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصّہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دِل کو لُقمہ بنا لیتا ہے۔

(۱۵) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ۔

حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمھیں ریاکار کہنے لگیں۔

(رواہ احمد و ابو یعلی و ابن حبان والحاکم فی صحیحہ وقال صحیح الاسناد وروی عن ابن عباس مرفوعًا بلفظ اُذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا یَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ اِنَّکُمْ مُرَاؤُنَ رواہ الطبرانی ورواہ البیہقی عن ابی الجوزاء مُرسلاً کذا فی الترغیب والمقاصد الحسنۃ للسخاوی وھٰکذا فی الدر المنثور للسیوطی الا انہ عزاحدیث ابی الجوزاء الی عبد اللہ بن احمد فی زوائد الزھد وعزاہ فی الجامع الصغیر الی سعید بن منصور فی سننہ والبیہقی فی الشعب ورقم لہ بالضعف وذکرفی الجامع الصغیر ایضاً بروایۃ الطبرانی عن ابن عباس مسندًا ورقم لہ بالضعف وعزا حدیث ابی سعید الی احمد و ابی یعلی فی مسندہ و ابن حبان والحاکم والبیہقی فی الشعب ورقم لہ بالحسن)

ف: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بے وقوفوں کے ریاکار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیئے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیئے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمھارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائے گا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہوسکتی۔ ابن کثیرؒ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کردی ہو اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرمالیا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے اُذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (اللہ جلّ شانہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری میں بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآن پاک کے ارشاد وَکَانَ تَحْتَہٗ کَنْزٌ لَّھُمَا میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے (۱) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو موت کو جانتا ہو، پھر بھی ہنسے (۲) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے (۳) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدّر سے ہے پھر بھی کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے (۴) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے (۵) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جہنم

کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے (۶) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے (۷) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنّت کی خبر ہو پھر دنیا میں کسی چیز سے راحت پائے۔ بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اُس کی اطاعت کرے۔ حافظؒ نے حضرت جابرؓ سے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے۔ لوگوں کے مجنون یا ریاکار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔ صوفیہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اوّل وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لئے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ اس لئے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیّت سے کوئی عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہیئے۔ حضرت عبداللہ ذُوالبجادَین رضؓ ایک صحابی ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہو گئے تھے چچا کے پاس رہتے تھے۔ وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ چچا کو خبر ہو گئی تو اس نے غصّہ میں بالکل ننگا کر کے نکال دیا ماں بھی بیزار تھی، لیکن پھر ماں تھی ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دے دی جس کو انھوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا، دوسرا اوپر ڈال لیا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریاکار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے۔ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا نہیں بلکہ یہ اَوّابین میں ہے۔ غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا۔ صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم قبر میں اُترے ہوئے ہیں حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔ حضرت فُضیلؒ جو اکابر صوفیہ میں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے یہ بھی ریا میں داخل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو کرنا تاکہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب ان کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے یعنی ان کی

صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔ ایک اور حدیث میں وارِد ہے کہ اللہ کے وَلی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ یاد آتے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اس کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو اور یہ بات جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو۔ اور جس کو خود ہی توفیق نہ ہو اس کو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آ سکتی ہے۔ بعض لوگ پکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔ مولانا عبد الحیؒ صاحب نے ایک رسالہ سباحۃ الفکر اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جن سے جہر (پکار کر) ثابت ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری امر ہے کہ شرائط کے ساتھ اپنی حُدود کے اندر رہے کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

(۱۶) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ وَالشَّابُّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلٰى ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

حُضور صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک[۱] عادل بادشاہ۔ دوسرے[۲] وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ تیسرے[۳] وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہا ہو۔ چوتھے[۴] وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبّت ہو اُسی پر اُن کا اِجتماع ہو اُسی پر جدائی۔ پانچویں[۵] وہ شخص جس کو کوئی حسب نسب والی حسین عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔ چھٹے[۶] وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویں[۷] وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

(رواہ البخاری ومسلم وغیرہما کذا فی الترغیب والمشکوٰۃ وفی الجامع الصغیر بروایۃ مسلم عن ابی ھریرۃ وابی سعید معا وذکرعدۃ طرقہ اخری)

ف: آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیدہ ودانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کرکے رونے لگے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غلبۂ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں۔ بروایت ثابت بنانیؒ ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ میری کون سی دعا قبول ہوئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہوجاتا ہے۔ فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں جن کا ذکر حدیث پاک میں وارد ہوا ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے اس شخص میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہوا۔ دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونا آتا ہے اور دونوں کمال ہیں ؎

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہوجانا

حدیث کے الفاظ ہیں رَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا (ایک وہ آدمی جو اللہ کا ذکر کرے اس حال میں کہ خالی ہو) صوفیہ نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں یہ عام مطلب ہے۔ دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے اس لئے اکمل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں لیکن اگر کوئی شخص مجمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے کوئی شخص رونے لگے تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ مجمع کا ہونا نہ ہونا اس کے حق میں برابر ہے۔ جب اس کا دل مجمع تو درکنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اس کو مجمع کیا مضر ہوسکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اس کے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہٗ میسّر فرماویں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جاسکتا جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے (اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے پس ایسے ہی اس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے حتیٰ کہ اس کے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائے تو اس کو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کُفّار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رُک گئی ہو اس پر بھی حرام ہے۔ اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہو گئی ہو اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کُفّار کے مقابلہ میں چل دیا ہو۔

(۱۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَیْنَ اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالُوْا اَیَّ اُولِی الْاَلْبَابِ تُرِیْدُ قَالَ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ عُقِدَ لَهُمْ لِوَاءٌ فَاتَّبَعَ الْقَوْمُ لِوَائَهُمْ وَقَالَ لَهُمْ اُدْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ.

(اخرجه الاصبهانی فی الترغیب کذا فی الدر)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے کون مراد ہیں۔ جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجیے اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

ف: آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کے مظاہر اور اس کی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جل جلالہٗ کی معرفت میں قوت پیدا ہوتی ہے ؎

الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا

ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ

صحابہ رضؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے جو چپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقاتِ الٰہیہ کی سوچ میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو (کہ وہ وراء الوراء ہے) اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہ رضؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سُنا دیجئے۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں۔ یہ فرما کر اُٹھے وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آنسو سینۂ مبارک پر بہتے رہے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے۔ ساری رات اسی طرح گذار دی حتیٰ کہ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلال رضؓ بُلانے کے لئے آگئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روئے۔ ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں (یعنی آیاتِ بالا اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے اُس شخص کے لئے جو ان کو پڑھے اور غور و فکر نہ کرے۔ عامر بن عبد قیس رحؒ کہتے ہیں کہ میں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے سُنا ہے ایک سے دو سے تین سے نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سُنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور و فکر ہے۔ حضرت ابُوہریرہ رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے اے اللہ تو میری مغفرت فرما دے۔ نظرِ رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی مغفرت ہو گئی۔ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابودرداء رضؓ اور حضرت انس رضؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انس رضؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اسی سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اُمِّ درداء سے کسی نے پوچھا کہ ابودرداء رضؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی۔ فرمایا غور و فکر۔ بروایت ابُوہریرہ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور و فکر ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب، سُنّت ہو یا مستحب اس کے چھوڑنے پر اسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہو گی جس درجہ کی وہ عبادت ہو گی۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور و فکر کو افضل عبادات اس لئے کہا گیا کہ اس میں معنیٰ ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں۔ دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی مَعرفت اس لئے کہ غور و فکر معرفت کی کُنجی ہے۔ دوسری اللہ کی محبت کہ فکر پر یہ مُرتّب ہوتی ہے۔ یہی غور و فکر ہے جس کو صوفیہ مُراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مُسندِ ابُو یعلیٰ میں بروایت حضرت عائشہؓ حُضُورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں ستّر درجہ دو چند ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانُہٗ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے اور کراماً کاتبین اعمال نامے لے کر آئیں گے تو ارشاد ہو گا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہو گا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمھارے علم میں نہیں وہ ذکرِ خفی ہے۔ بَیہقیؒ نے شُعَب میں حضرت عائشہؓ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں وہ اس ذکر پر جس کو وہ سُنیں، ستّر درجے بڑھا ہوا ہے۔ یہی مراد ہے اُس شعر سے جس میں کہا گیا ہے ؎

میانِ عاشق و معشوق رَمزے است   کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

کہ عاشق و معشوق میں ایسی رَمز ہوتی ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ ان کی ظاہری عبادات تو اپنے اپنے اجر و ثواب حاصل کریں ہی گی، یہ ہر وقت کا ذکر و فکر پوری زندگی کے اوقات میں ستّر گنا مزید برآں۔ یہی چیز ہے ہے جس نے شیطان کو دِق کر رکھا ہے۔ حضرت جُنیدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انھوں نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا کہ یہ کوئی آدمی ہیں، آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں جنھوں نے میرے بدن کو دُبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ حضرت جُنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مُراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب اُنھوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ مسوحیؒ سے بھی اسی کے قریب ہی نقل کیا گیا ہے۔ انھوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔ انھوں نے کہا تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی۔ کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں، اگر یہ آدمی ہوتے تو میں ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں، آدمی وہ لوگ ہیں جنھوں نے میرے بدن کو بیمار کر دیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔ اَبُو سَعید خزّارؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا

کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں لکڑی سے مارنے لگا۔ اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا۔ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔ حضرت سعدؓ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر، ذکرِ خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو۔ حضرت عبادہؓ نے بھی حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہی نقل کیا ہے کہ بہترین ذکر ذکرِ خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو (یعنی نہ کم ہو کہ گذر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبّر اور فواحش میں مبتلا کرے)۔ ابنِ حبّانؒ اور ابُو یعلیٰؒ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکرِ خامل سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذکرِ خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذکر۔ ان سب روایات سے ذکرِ خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ابھی قریب ہی وہ روایت گذر چکی جس میں مجنون کہنے کا ذکر گذرا ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں، اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔

(۱۸) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلِ ابْنِ حُنَيْفٍ قَالَ نَزَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَعْضِ اَبْيَاتِهٖ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ فَخَرَجَ يَلْتَمِسُهُمْ فَوَجَدَ قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِمْ ثَائِرُ الرَّاْسِ وَجَافُّ الْجِلْدِ وَذُو الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلَمَّا رَاٰهُمْ جَلَسَ مَعَهُمْ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ اَمَرَنِيْ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِيْ مَعَهُمْ (اخرجہ ابن جریر والطبرانی وابن مردویہ کذا فی الدر)

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دولت کدہ میں تھے کہ آیت وَاصْبِرْ نَفْسَکَ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس بیٹھنے کا پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ حضورِ اقدسؐ اس آیت کے نازل ہونے پر ان لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے بعض لوگ ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگی صرف اُن کے پاس ہے) جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُن کو دیکھا تو اُن کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری اُمّت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے اُن کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

ف : ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذکر اللہ میں مشغول تھے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کی ساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی ساتھ مرنا ہے یعنی مرتے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لائے تو یہ لوگ چُپ ہو گئے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تم کیا کر رہے تھے۔ عرض کیا، ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمتِ الٰہی تم لوگوں پر اتر رہی ہے تو میرا بھی دل چاہا کہ آکر تمہارے ساتھ شرکت کروں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے میری اُمّت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔ ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لئے بھی مجاہدہ تامّہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمّل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اس کی قوّت میں انکسار پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حُجّاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے حُجَّۃُ اللّٰہِ الْبَالِغَہ میں متعدد جگہ اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے۔ اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو اُس کے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں۔ ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہیئے۔ تاکہ اُن کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے کُفّار کا مقابلہ کرے۔

نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو۔ ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا جنّت کا گھر پہلے ہی دکھا دیں گے اور ہر آدمی اور حیوان کے برابر اس کی مغفرت کی جاوے گی۔ یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عَشیرہ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عزیزیؒ کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو، لغویات اور لہو ولعب میں مشغولی ہوتی ہو۔ ایک بزرگ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ بازار جا رہا تھا ایک حبشی باندی میرے ساتھ تھی۔ میں نے بازار میں ایک جگہ اس کو بٹھا دیا کہ میں واپسی میں اس کو لے لوں گا وہ وہاں سے چلی آئی۔ جب میں نے واپسی پر اس کو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصّہ آیا میں گھر واپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں۔ آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو، وہ زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں۔

(۱۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَذْكُرُ عَنْ رَّبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اُذْكُرْنِیْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الْفَجْرِ سَاعَةً اَكْفِكَ فِیْمَا بَیْنَهُمَا (اخرجہ احمد کذا فی الدر)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جلّ جلالہٗ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کر لیا کر۔ میں درمیانی حصّہ میں تیری کفایت کروں گا (ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کر وہ تیری مطلب براری میں مُعِین ہوگا)

ف: آخرت کے واسطے نہ سہی دنیا کے واسطے ہم لوگ کیسی کیسی کوشش کر ڈالتے ہیں کیا بگڑ جائے، اگر تھوڑی سی دیر صبح اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کر لیا کریں کہ احادیث میں کثرت سے ان دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے اور جب اللہ جلّ جلالہٗ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد

کرنے سے. ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح کی نماز جماعت سے پڑھے پھر آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور پھر دو رکعت نفل پڑھے اس کو ایسا ثواب ملے گا جیسا کہ حج اور عُمرہ پر ملتا ہے. اور حج اور عمرہ بھی وہ جو کامل ہو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد سے آفتاب نکلنے تک ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے. اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غُروب تک ایک ایسی جماعت کے ساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دُنیا اور دُنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے. ان ہی وُجُوہ سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اَوْراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اِہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عُموماً اشتغال میں اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے بعد اَوْراد کا اِہتمام کرتے ہیں بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں. مُدَوَّنہ میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طُلُوعِ آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں اور حَنَفِیہ میں سے صاحبِ دُرِّ مُختارؒ نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے. ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اُسی ہَیْئَت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دُعا دس۱۰ مرتبہ پڑھے. لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَ لَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صِفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں سارا ملک دنیا اور آخرت کا اُسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اُسی پاک ذات کے لئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں دس بُرائیاں مُعاف فرمائی جائیں اور جنت میں دس۱۰ درجے بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے. ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ (میں اُسی اللہ سے جو زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اپنے گناہوں کی مَغفرت مانگتا ہوں اور اُسی کی طرف رُجوع کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں) تین مرتبہ پڑھے. اس کے گناہ مُعاف ہو جاتے ہیں خواہ سمندر کے برابر ہوں.

(۲۰) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَّمَلْعُوْنٌ مَّافِیْھَا اِلَّا ذِکْرَ اللہِ

حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ دُنیا مَلعُون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب مَلعُون (اللہ کی رحمت سے دُور ہے) مگر اللہ

وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمًا وَمُتَعَلِّمًا۔ کا ذکر اور وہ چیز جو اس کے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

(رواہ الترمذی و ابن ماجۃ والبیہقی وقال الترمذی حدیث حسن کذا فی الترغیب وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ ابن ماجۃ ورقم لہ بالحسن وذکرہ فی مجمع الزوائد بروایۃ الطبرانی فی الاوسط عن ابن مسعودؓ وکذا السیوطی فی الجامع الصغیر وذکرہ بروایۃ البزار عن ابن مسعودؓ بلفظ اِلَّا اَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيًا عَنْ مُّنْكَرٍ اَوْ ذِكْرَ اللّٰهِ ورقم لہ بالصحۃ)

ف: اس کے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں مُعِین و مددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدرِ ضرورت داخل ہے اور زندگی کے اسباب ضروریہ بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز کو جو عبادت کی قبیل سے ہو، شامل ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے قریب ہونے سے اللہ کا قرب مراد ہو تو اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور اللہ کے ذکر سے مخصوص ذکر مراد ہوگا اور دونوں صورتوں میں علم اِن میں خود داخل ہو گیا تھا۔ پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے کہ "بے علم نتواں خدا را شناخت" (بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا) اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون سی عبادت ہوگی لیکن اس کے باوجود پھر عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور اس کی طلب (یعنی تلاش کے لئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قُربت ہے اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کے لئے علامت ہے اور جنّت کے راستوں کا نشان ہے وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے (کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک مُحدِّث ہے خوشی اور رنج میں دلیل ہے، دشمنوں پر ہتھیار ہے دوستوں کے لئے، حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بُلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ اُن کے نشانِ قدم پر چلا جائے اور ان کے اَفعال کا اِتّباع کیا جائے، اُن کی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔ فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں،

اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کے لئے یا محبّت کے طور پر) ان پر ملتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتّٰی کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور یہ سب اس لئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ اُمّت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کر لیتا ہے اُس کا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اُس کا یاد کرنا تہجّد کے برابر ہے۔ اُسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کو اس کا اِلہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں۔ اس حدیث پر مجموعی طور سے بعض نے کلام کیا ہے لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں اُن کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے نیز ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں اس وجہ سے عالم اور طالب علم کو خاص طور سے حدیث بالا میں ذکر فرمایا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ ایک مشہور محدّث ہیں اُنھوں نے ایک مبسوط رسالہ عربی میں "اَلْوَابِلُ الصَّیِّب" کے نام سے ذکر کے فضائل میں تصنیف کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں سَو سے بھی زیادہ فائدے ہیں ان میں سے نمبر وار اُناسی ۷۹ فائدے اُنھوں نے ذکر فرمائے ہیں۔ جن کو مختصراً اس جگہ ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں ایسے ہیں جو کئی کئی فائدوں کو شامل ہیں اس لحاظ سے یہ سَو سے زیادہ کو مشتمل ہیں۔

(۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوّت کو توڑتا ہے (۲) اللہ جَلّ جلالُہٗ کی خوشنودی کا سبب ہے (۳) دل سے فکر و غم کو دور کرتا ہے (۴) دل میں فرحت سرور اور اِنبساط پیدا کرتا ہے (۵) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے (۶) چہرہ اور دل کو منوّر کرتا ہے (۷) رزق کو کھینچتا ہے (۸) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اس کے دیکھنے سے رُعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے (۹) اللہ تعالیٰ شانُہٗ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبّت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے، جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبّت تک اس کی رسائی ہو اس کو چاہیئے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبّت کا دروازہ ہے (۱۰) ذکر سے مُراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبہ اِحسان تک پہنچا دیتا ہے یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جَلّ شانُہٗ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیہ کا منتہائے مقصد

ہوتا ہے، (۱۱) اللہ کی طرف رُجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانُہٗ اس کی جائے پناہ اور ماویٰ و ملجا بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے (۱۲) اللہ کا قُرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذِکر میں اِضافہ ہوتا ہے اُتنا ہی قُرب میں اِضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر سے غفلت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ سے دُوری ہوتی ہے۔ (۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے (۱۴) اللہ جَلَّ شانُہٗ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ حُضوری پیدا کرتا ہے (۱۵) اللہ جَلَّ شانُہٗ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں اِرشاد ہے فَاذْكُرُونِىٓ اَذْكُرْكُمْ اور حدیث میں وارد ہے مَنْ ذَكَرَنِىْ فِىْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِىْ نَفْسِىْ الحدیث چنانچہ آیات اور احادیث کے بیان میں پہلے مُفَصَّل گذر چکا ہے اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں (۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہے جیسا مچھلی کے لئے پانی۔ خود غور کرلو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے (۱۷) دل اور روح کی روزی ہے اگر ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے (۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے ہر چیز پر اس کے مناسب زنگ اور مَیل کچیل ہوتا ہے دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں یہ اس کے لئے صفائی کا کام دیتا ہے (۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے (۲۰) بندہ کو اللہ جل شانُہٗ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اس کو دُور کرتا ہے کہ غافل کے دِل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے (۲۱) جو اَذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے (باب نمبر ۲ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۱۷) (۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جَلَّ شانُہٗ کا ذکر کرتا ہے اللہ جَلَّ جلالُہٗ مصیبت کے وقت اس کو یاد کرتا ہے (۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے (۲۴) سکینہ اور رحمت کے اُترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (سکینہ کے معنی باب ہٰذا کی فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۸ میں گذر چکے ہیں) (۲۵) اس کی برکت سے زبان غیبت، چغل خوری، جھوٹ، بدگوئی، لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے چنانچہ تجربہ اور مُشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو

جاتی ہے وہ اُن اَشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مُبتلا رہتا ہے (۲۶) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرلے اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے جس سے مُناسبت رکھتا ہے (۲۷) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی اور غفلت یا لغویات میں مُبتلا ہونے والا خود بھی بدبخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی (۲۸) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رہتا ہے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے (۲۹) ذکر کے ساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جب کہ ہر شخص میدانِ حشر میں بلبلا رہا ہوگا، یہ عرش کے سایہ میں ہوگا (۳۰) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے جو دُعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں حدیث میں اللہ جلّ شانُہٗ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دُعا سے روک دیا اس کو میں دُعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کروں گا (۳۱) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضاء کو حرکت دینے سے سہل ہے (۳۲) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں (چنانچہ باب ۳ فصل ۲ حدیث ۱۲ میں مُفصّل آرہا ہے) (۳۳) جس قدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ سَو مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور سَو نیکیاں اُس کے لئے لکھی جاتی ہیں اور سَو بُرائیاں اُس سے مُعاف کردی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ جو اس سے زیادہ عمل کرے اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضلِ اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے (اور بہت سی اُن میں سے اس رسالہ میں مذکور ہیں) (۳۴) دوامِ ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے جو سبب ہے دارین کی شقاوت کا اس لئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مَصالح کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سورہ حشر رکوع ۳۔ تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی پس اللہ نے اُن کو

اپنی جانوں سے بے پرواہ کر دیا یعنی ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا) اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی یا باغ ہو اور اس کو بھول جائے اس کی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہو گا۔ اور اس سے امن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تر و تازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کے وقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کے وقت مکان اور لباس، بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے اس لئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو روح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

(۳۵) ذکر آدمی کی ترقی کرتا رہتا ہے بستر پر بھی اور بازار میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی، نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ مشغولی میں بھی، اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو حتّٰی کہ جس کا دل نورِ ذکر سے منوّر ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے (۳۶) ذکر کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پل صراط پر آگے آگے چلتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (سورہ انعام رکوع ۱۵) ایسا شخص جو پہلے مردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اس کو ایسا نور دے دیا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نور ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا)، پس اوّل شخص مومن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی محبت اور اس کی معرفت اور اس کے ذکر سے منوّر ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مہتم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے اسی لئے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس کی طلب اور دعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزء میں نور کو طلب فرماتے تھے چنانچہ احادیث میں متعدد دعائیں ایسی ہیں جن میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس کی دعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کے گوشت میں ہڈیوں میں پٹھوں میں بال میں کھال میں کان میں آنکھ میں اوپر نیچے دائیں بائیں آگے پیچھے نور ہی نور کر دے حتّٰی کہ یہ بھی دعا کی کہ خود مجھی کو سر تا پا نور بنا دے کہ آپ کی ذات ہی نور بن جائے اسی نور کی بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے حتّٰی کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ اُن پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور اُن کے چہروں پر قیامت کے دن ہو گا۔

(۳۷) ذکر، تصوّف کا اصل اُصول ہے اور تمام صوفیہ کے سب طریقوں میں رائج ہے جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اس کے لئے اللہ جَلَّ شَانُہٗ تک پہونچنے کا دروازہ کھل گیا۔ اور جو اللہ جَلَّ شَانُہٗ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے (۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مُسلّط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت، کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے (۳۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے دُور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دُور کرتا ہے۔ پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہموم غموم تفکرات پریشانیاں ہوتی ہیں اُن کو دُور کر کے جمعیتِ خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں اُن کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں اُن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مُسلّط ہیں اُن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دُور ہے قریب کر دیتا ہے اور دنیا کو جو قریب ہے دُور کر دیتا ہے (۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے غفلت سے چوکنا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے (۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں صوفیہ کی اصطلاح میں احوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اُتنے ہی زیادہ پھل اس پر آئیں گے (۴۲) ذکر اُس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتّٰی کہ اس کے ساتھ مَعیّت نصیب ہو جاتی ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا (اللہ جَلَّ شَانُہٗ متقیوں کے ساتھ ہے) اور حدیث میں وارد ہے اَنَا مَعَ عَبْدِیْ مَا ذَکَرَنِیْ (میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے) ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں میں اُن کو اپنی رحمت سے دُور نہیں کرتا اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں اُن کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں اُن کا طبیب ہوں کہ اُن کو پریشانیوں میں مُبتلا کرتا ہوں تاکہ اُن کو گناہوں سے پاک کروں۔ نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی مَعیّت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی مَعیّت ہے جس کے برابر کوئی دوسری مَعیّت نہیں ہے نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے نہ تحریر میں آسکتی ہے اس کی لذت وہی جان سکتا ہے جس کو

یہ نصیب ہو جاتی ہے (اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ مِنْہُ شَیْئًا) (۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے، مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے، اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے (بہت سی روایات میں اس قسم کے مضامین گذر بھی چکے ہیں اور آئندہ بھی آنے والے ہیں) (۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے عرض کیا آپ نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کرو گے اتنا ہی شکر ادا ہو گا۔ دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مُناسِب شکر کس طرح ادا ہو۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے فرمایا کہ تمھاری زبان ہر وقت ذکر کے ساتھ تر و تازہ رہے (۴۵) اللہ کے نزدیک پرہیزگار لوگوں میں زیادہ مُعزز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہوں اس لئے کہ تقویٰ کا مُنتہا جنّت ہے اور ذکر کا مُنتہا اللہ کی معیت ہے (۴۶) دل میں ایک خاص قسم کی قَسْوَت (سختی) ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی (۴۷) ذِکر دِل کی بیماریوں کا علاج ہے (۴۸) ذکر اللہ کے ساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اس کے ساتھ دشمنی کی جڑ ہے (۴۹) اللہ کے ذکر کے برابر کوئی چیز نعمتوں کی کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے (۵۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دُعا) ہوتی ہے (۵۱) جو شخص یہ چاہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنّت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالس میں بیٹھے کیونکہ یہ مجالس جنّت کے باغ ہیں (۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں (احادیث مذکورہ میں یہ مضمون مُفصّل گذر چکا ہے) (۵۳) اللہ جَلَّ شَانُہٗ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں (۵۴) ذکر پر مُداومت کرنے والا جنّت میں ہنستا ہوا داخل ہو گا (۵۵) تمام اَعمال اللہ کے ذکر ہی کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں (۵۶) تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ حج میں وہ حج افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ اسی طرح اور اَعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے (۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فُقراء نے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج عمرہ جہاد میں ہم سے سبقت لے جاتے ہیں۔ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمھیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص

تم تک نہ پہنچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اس کے بعد حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنے کو فرمایا (جیساکہ باب نمبر ۳ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۷ میں آرہا ہے) کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حج عمرہ جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے۔

(۵۸) ذکر دوسری عبادات کے لئے بڑا مُعین و مددگار ہے کہ اس کی کثرت سے ہر عبادت محبوب بن جاتی ہے اور عبادات میں لذّت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مَشَقَّت اور بار نہیں رہتا (۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مَشَقَّت آسان بن جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خِفّت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے (۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف و ہراس دور ہو جاتا ہے ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے جتنی ہی ذکر کی کثرت ہوگی اتنا ہی اطمینان نصیب ہوگا اور خوف زائل ہوگا (۶۱) ذکر کی وجہ سے آدمی میں ایک خاص قوّت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے کام اُس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو دشوار نظر آتے ہیں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضؓ کو جب اُنہوں نے چکّی کی مَشَقَّت اور کاروبار کی دشواری کی وجہ سے ایک خادم طلب کیا تو سوتے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے۔ (۶۲) آخرت کے لئے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے۔ عُمَر مولی الغُفرہ رحؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملے گا تو بہت سے لوگ اس وقت حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل عمل تھا۔ ایک حدیث میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ مُفَرِّد لوگ آگے بڑھ گئے۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ مُفَرِّد لوگ کون ہیں۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مر مٹنے والے کہ ذکر ان کے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے (۶۳) ذکر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ شانُہٗ تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچا بناتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانُہٗ فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں (۶۴) ذکر سے جنّت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں جب بندہ ذکر سے رُک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رُک جاتے ہیں۔ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ

فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی تو وہ کہتے ہیں کہ اس تعمیر کا خرچ ابھی تک آیا نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد اس کے لئے جنّت میں تعمیر ہو جاتا ہے (۶۵) ذکر جہنّم کے لئے آڑ ہے اگر کسی بدعملی کی وجہ سے جہنّم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی پختہ آڑ ہوگی۔ (۶۶) ذکر کرنے والے کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہتا ہے یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو فرشتے دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما (۶۷) جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گذرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ گذرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے (۶۸) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونے کا اطمینان (اور سند) ہے۔ کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ؕ (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا) کعبؒ احبار سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہے (۶۹) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کے لئے ایک خاص لذت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی اگر ذکر میں اس لذت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اس کی فضیلت کے لئے کافی تھی۔ مالکؒ بن دینار کہتے ہیں کہ لذت پانے والے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذت نہیں پاتے (۷۰) ذکر کرنے والوں کے چہرہ پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا (۷۱) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے قیامت میں اس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہوں گے۔ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا ؕ (اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں۔ صحابہؓ نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائے گی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہو یا بُرا) اس لئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہوں گے (۷۲) زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی لغویات، جھوٹ، غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی اس لئے کہ زبان چُپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں مشغول ہوگی ورنہ لغویات میں اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا۔

(۷۳) شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اُس کو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اس کے دشمن ہر وقت اس کا مُحاصرہ کئے رہتے ہوں اس کا جو حال ہوگا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک ان میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچا سکوں پہنچاؤں۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دُعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے شیطان قریب بھی نہیں آتا اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے۔

حافظ ابن قیّم رحمہ نے بھی ایسی دعائیں مُتعدّد ذکر کی ہیں ان کے علاوہ مُصنّف نے چھ نمبروں میں انواعِ ذکر کا تفاضُل اور ذکر کی بعض کُلّی فضیلتیں ذکر کی ہیں۔ اور اس کے بعد پچھتّر فصلیں خُصوصی دعاؤں میں جو خاص خاص اوقات میں وارد ہوئی ہیں ذکر کی ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے کہ توفیق والے کے لئے جو ذکر کیا گیا ہے یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اُس کے لئے ہزارہا فضائل بھی بیکار ہیں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝

باب دوم

کلمہ طیّبہ

کلمۂ طیّبہ جس کو کلمہ توحید بھی کہا جاتا ہے جس کثرت سے قرآنِ پاک اور حدیث شریف میں ذکر کیا گیا ہے شاید ہی اس کثرت سے کوئی دوسری چیز ذکر کی گئی ہو اور جب کہ اصل مقصود تمام شرائع اور تمام انبیاء کی بعثت سے توحید ہی ہے تو پھر جتنی کثرت سے اس کا بیان ہو وہ قرین قیاس ہے۔ قرآن پاک میں مُختلف عُنوانات اور مُختلف ناموں سے اس پاک کلمہ کو ذکر کیا گیا ہے چنانچہ کلمہ طیّبہ، قولِ ثابت، کلمہ تقویٰ، مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں)، وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ آئندہ آیات میں آرہا ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء

میں نقل کیا ہے کہ یہ کلمۂ توحید ہے کلمۂ اخلاص ہے، کلمۂ تقویٰ ہے، کلمۂ طیبہ ہے، عُروۃُ الوُثقٰی ہے دعوۃُ الحق ہے، ثمنُ الجنۃ ہے، اور چونکہ قرآن پاک میں مختلف عنوانات سے اُس کو ذکر فرمایا گیا اس لئے اس باب کو تین فصلوں پر منقسم کیا گیا۔ **پہلی فصل** میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں کلمہ طیبہ مراد ہے اور کلمہ طیبہ کا لفظ نہیں ہے اس لئے ان آیات کی مختصر تفسیر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود سید البشر علیہ افضل الصلوٰت والسلام سے نقل کی گئی۔ **دوسری فصل** میں ان آیات کا حوالہ ہے جن میں کلمہ طیبہ پورا یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تمام کا تمام ذکر کیا گیا ہے یا کسی معمولی تغیر کے ساتھ جیسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اور چونکہ ان میں یہ کلمہ خود ہی موجود ہے یا اس کا ترجمہ دوسرے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے اس لئے ان آیات کے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھی صرف حوالہ سورت اور رکوع پر اکتفا کیا گیا اور **تیسری فصل** میں ان احادیث کا ترجمہ اور مطلب ذکر کیا گیا جن میں اس پاک کلمہ کی ترغیب اور حکم فرمایا گیا وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ ط

فصل ــــــــ اوّل

ان آیات میں جن میں لفظ کلمہ طیبہ کا نہیں ہے اور مراد کلمہ طیبہ ہے۔

(۱) اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۙ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝

(سورہ ابراہیم۔ ع ۴)

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی اچھی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مُشابہ ہے ایک عمدہ پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ زمین کے اندر گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اوپر آسمان کی طرف جا رہی ہوں اور وہ درخت اللہ کے حکم سے ہر فصل میں پھل دیتا ہو یعنی خوب پھلتا ہو اور اللہ تعالیٰ مثالیں اس لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ خوب سمجھ لیں اور خبیث کلمہ (یعنی کلمہ کفر) کی مثال ہے جیسے ایک خراب درخت ہو کہ وہ زمین کے اُوپر ہی اُوپر سے اُکھاڑ لیا جاوے اور اس کو زمین میں کچھ ثبات نہ ہو۔

ف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ سے کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مراد ہے جس کی جڑ مومن کے قول میں ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں کہ اس کی وجہ سے مؤمن کے اعمال آسمان تک جاتے ہیں اور کلمہ خبیثہ شرک ہے کہ اس کے ساتھ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ ایک

دوسری حدیث میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر وقت پھل دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو دن رات ہر وقت یاد کرتا ہو۔ حضرت قتادہ تابعیؒ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کسی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ مالدار (صدقات کی بدولت) سارا ثواب اُڑا لے گئے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ اگر کوئی شخص سامان کو اوپر نیچے رکھتا چلا جائے تو کیا آسمان پر چڑھ جائے گا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس کی جڑ زمین میں ہو اور شاخیں آسمان پر، ہر نماز کے بعد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ دس دس مرتبہ پڑھا کر۔ اس کی جڑ زمین میں ہے اور شاخیں آسمان پر۔

(۲) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ط اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ط (سورہ فاطر، رکوع ۲)

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے (وہ اللہ ہی سے عزت حاصل کرے کیونکہ) ساری عزت اللہ ہی کے واسطے ہے اسی تک اچھے کلمے پہونچتے ہیں اور نیک عمل ان کو پہنچاتا ہے۔

ف: اچھے کلموں سے مراد بہت سے مفسرین کے نزدیک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے جیسا کہ عام مفسرین نے نقل کیا ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد کلماتِ تسبیح ہیں جیسا کہ دوسرے باب میں آئے گا۔

(۳) وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط (سورہ انعام، رکوع ۱۴)

اور تیرے رب کا کلمہ سچائی اور انصاف (و اعتدال) کے اعتبار سے پورا ہے۔

ف: حضرت انسؓ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نقل کرتے ہیں کہ رب کے کلمہ سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے کلام اللہ شریف مراد ہے۔

(۴) يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ج وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ قف لا وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ○ (سورہ ابراہیم، رکوع ۴)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ) سے دنیا اور آخرت دونوں میں مضبوط رکھتا ہے اور کافروں کو دونوں جہان میں بچلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت سے) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ف: حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو مسلمان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دیتا ہے، آیت شریفہ

میں پکّی بات سے یہی مراد ہے۔ حضرت عائشہؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد قبر کا سُوال جواب ہے۔ حضرت ابن عبّاسؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان جب مرتا ہے تو فرشتے اس وقت حاضر ہوتے ہیں اس کو سلام کرتے ہیں جنّت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ جب وہ مر جاتا ہے تو فرشتے اس کے ساتھ جاتے ہیں اس کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوتے ہیں اور جب دفن ہو جاتا ہے تو اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سُوال جواب ہوتے ہیں جن میں یہ بھی پوچھا جاتا ہے کہ تیری گواہی کیا ہے وہ کہتا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہی مراد ہے آیت شریفہ میں۔ حضرت ابُوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ دنیا میں پکّی بات سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور آخرت میں قبر کا سُوال جواب مراد ہے۔ حضرت طاؤسؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۵) لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝

(سورۂ رعد۔ رکوع ۲)

سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے (اور اس پانی کو اپنی طرف بلائے) تاکہ وہ اس کے منہ تک آجائے اور وہ (پانی اُڑ کر) اس کے منہ تک آنے والا کسی طرح بھی نہیں اور کافروں کی درخواست محض بے اثر ہے۔

ف: حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ دَعْوَةُ الْحَقِّ سے مراد توحید یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ دَعْوَةُ الْحَقِّ سے شہادت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی مراد ہے۔ اسی طرح ان کے علاوہ دوسرے حضرات سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۶) قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

(سورۂ آلِ عمران۔ ع ۷)

اے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ فرما دیجئے کہ اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مُسَلَّم ہونے میں برابر ہے وہ یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے۔ خداوند تعالیٰ کو چھوڑ کر۔ پھر اس کے بعد بھی وہ اعراض کریں تو تم کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم لوگ تو مسلمان ہیں۔

ف: آیتِ شریفہ کا مضمون خود ہی صاف ہے کہ کلمہ سے مراد توحید اور کلمۂ طیبہ ہے۔ حضرت ابوالعالیہؒ اور مجاہدؒ سے صراحت کے ساتھ منقول ہے کہ کلمہ سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

⑦ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ط وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ (سورۂ آل عمران۔ رکوع ۱۲)

(اے اُمّتِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم) تم لوگ (سب اہلِ مذاہب سے) بہترین جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کو نفع پہنچانے کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو اُن کے لئے بہتر تھا ان میں سے بعض تو مسلمان ہیں (جو ایمان لے آئے) لیکن اکثر حصّہ ان میں سے کافر ہے

ف: حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ (اچھی بات کا حکم کرتے ہو) کا مطلب یہ ہے کہ اس کا حکم کرتے ہو کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دیں اور اللہ کے احکام کا اقرار کریں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ساری اچھی چیزوں میں سے بہترین چیز ہے اور سب سے بڑھی ہوئی۔

⑧ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ط اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ط ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (سورہ ہود۔ رکوع ۱۰)

(اور محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم) آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصّوں میں بیشک نیک کام مٹا دیتے ہیں (نامۂ اعمال سے) بُرے کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے، نصیحت ماننے والوں کے لئے۔

ف: اس آیت شریفہ کی تفسیر میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آیت شریفہ کی توضیح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ نیکیاں (اعمال نامہ سے) برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ حضرت ابوذرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرما دیجئے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا اللہ سے ڈرتے رہو جب کوئی برائی صادر ہو جائے فوراً کوئی بھلائی اس کے بعد کرو تاکہ اس کی مکافات ہو جائے اور وہ زائل ہو جائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی نیکیوں میں شمار ہے یعنی اس کا ورد، اس کا پڑھنا بھی اس میں داخل ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو نیکیوں میں افضل ترین چیز ہے۔ حضرت انسؓ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کرتے ہیں کہ جو بندہ رات میں یا دن میں کسی وقت بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتا ہے اس

کے اعمالنامہ سے برائیاں دُھل جاتی ہیں۔

⑨ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ج یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ○ (سورہ نحل۔ رکوع ۱۳)

بیشک اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں عدل کا اور احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا اور منع فرماتے ہیں فحش باتوں سے اور بُری باتوں سے اور کسی پر ظلم کرنے سے حق تعالیٰ شانہٗ تم کو نصیحت فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت کو قبول کرو۔

ف: عدل کے معنی تفاسیر میں مختلف آئے ہیں۔ ایک تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی منقول ہے کہ عدل سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرنا ہے اور احسان سے مراد فرائض کا ادا کرنا ہے۔

⑩ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ○ یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ○ (سورہ احزاب۔ رکوع ۹)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی (پکّی) بات کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اچھے کردے گا اور گناہ مُعاف فرمادے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی کو پہونچے گا۔

ف: حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عکرمہؓ دونوں حضرات سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا کے معنی یہ ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ پکّے اعمال تین چیزیں ہیں۔ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنا (غمی ہو یا خوشی، تنگی ہو یا فراخی) دوسرے اپنے بارے میں اِنصاف کا معاملہ کرنا (یہ نہ ہو کہ دوسروں پر تو زور دکھلائے اور جب کوئی اپنا معاملہ ہو تو ادھر اُدھر کی کہنے لگے) تیسرے بھائی کے ساتھ مالی ہمدردی کرنا۔

⑪ فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ ط اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰھُمُ اللّٰہُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ اُولُو الْاَلْبَابِ ○ (سورۂ زمر۔ ع ۲)

پس آپ میرے ایسے بندوں کو خوش خبری سُنادیجیے جو اس کلام پاک کو کان لگا کر سُنتے ہیں پھر اس کی بہترین باتوں کا اتباع کرتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہل عقل ہیں۔

ف: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعیدؓ بن زید، حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت

سلمان فارسیؓ یہ تینوں حضرات جاہلیت کے زمانہ ہی میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرتے تھے اور یہی مراد ہے اس آیت شریفہ میں اَحْسَنُ الْقَوْلِ سے۔ حضرت زیدؓ بن اسلم سے بھی اس کے قریب ہی منقول ہے کہ یہ آیتیں ان تین آدمیوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں جو جاہلیت کے زمانہ میں بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرتے تھے۔ زیدؓ بن عمرو بن نُفَیل اور ابوذر غفاریؓ اور سلمان فارسیؓ۔

(۱۲) وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ○ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

(سورہ زمر۔ رکوع ۴)

اور جو لوگ (اللہ کی طرف سے یا اُس کے رسول کی طرف سے) سچی بات لے کر آئے اور خود بھی اس کی تصدیق کی (اس کو سچا جانا) تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں یہ لوگ جو کچھ چاہیں گے اُن کے لئے اُن کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے یہ بدلہ ہے نیک کام کرنے والوں کا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بُرے اعمال کو اُن سے دور کر دے (اور معاف کر دے) اور نیک کاموں کا بدلہ (ثواب) دے۔

ف: جو لوگ اللہ کی طرف سے لانے والے ہیں وہ انبیاء علٰی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور جو لوگ اس کے رسول کی طرف سے لانے والے ہیں وہ علماءِ کرام ہیں شکر اللہ سعیہم۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے منقول ہے کہ سچی بات سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے بعض مفسرین سے نقل کیا گیا ہے کہ اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ (جو شخص سچی بات اللہ کی طرف سے لے کر آیا)، سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صَدَّقَ بِهٖ (وہ لوگ جنہوں نے اس کی تصدیق کی)، سے مراد مؤمنین ہیں۔

(۱۳) اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ (سورہ حٰم سجدہ۔ رکوع ۴)

بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ (جل جلالہٗ) ہے پھر مستقیم رہے (یعنی جمے رہے اس کو چھوڑا نہیں) اُن پر فرشتے اُتریں گے (موت کے وقت اور قیامت میں یہ کہتے ہوئے) کہ نہ اندیشہ کرو نہ رنج کرو اور خوشخبری لو اُس جنّت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور آخرت میں

تمہارے لئے جس چیز کو تمہارا دل چاہے وہ موجود ہے اور وہاں جو تم مانگوگے وہ ملے گا (اور یہ سب انعام و اکرام) بطور مہمانی کے ہے اللہ جَلّ شانُہٗ کی طرف سے (کہ تم اس کے مہمان ہوگے اور مہمان کا اکرام کیا جاتا ہے)

ف: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ثُمَّ اسْتَقَامُوا کے معنی یہ ہیں کہ پھر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اقرار پر قائم رہے۔ حضرت ابراہیمؒ اور حضرت مجاہدؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ پھر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر مرنے تک قائم رہے شرک وغیرہ میں مبتلا نہیں ہوئے۔

(۱۴) وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ (سورہ حم سجدہ۔ رکوع ۵)

بات کی عمدگی کے لحاظ سے کون شخص اس سے اچھا ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

ف: حضرت حسن کہتے ہیں کہ دَعَا اِلَى اللّٰهِ سے مؤذن کا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا مراد ہے عاصم بن ہُبیرہؒ کہتے ہیں کہ جب تو اذان سے فارغ ہو تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ کہا کر۔

(۱۵) فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ○ (سورہ فتح۔ رکوع ۳)

پس اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینہ (سکون تحمل یا خاص رحمت) اپنے رسول پر نازل فرمائی اور مؤمنین پر اور اُن کو تقویٰ کے کلمہ پر (تقویٰ کی بات پر) جمائے رکھا اور وہی اُس تقویٰ کے کلمہ کے مستحق تھے اور اہل تھے۔

ف: تقویٰ کے کلمہ سے مراد اکثر روایات میں یہی وارد ہوا ہے کہ کلمہ طیبہ ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ و حضرت سلمہؓ نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہی نقل کیا ہے کہ اس سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور حضرت اُبَی بن کعبؓ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ بہت سے صحابہؓ سے یہی نقل کیا گیا ہے۔ عطاء خراسانی سے پورا کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ نقل کیا گیا ہے۔ حضرت علیؓ سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللّٰهُ اَكْبَرُ بھی نقل کیا گیا ہے۔ ترمذیؒ نے حضرت براءؓ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

(۱۶) هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ

بھلا احسان کا بدلہ احسان کے سوا اور بھی کچھ

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ (سورۂ رحمٰن۔ رکوع ۳)

ہو سکتا ہے سوائے (جن وانس) تم اپنے ربّ کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

ف: حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نقل فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر میں نے دنیا میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کا انعام کیا بھلا آخرت میں جنّت کے سوا اور کیا بدلہ ہو سکتا ہے۔ حضرت عکرمہؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کا بدلہ جنّت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت حسنؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۱۷) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۝ (سورہ اعلیٰ۔ رکوع ۱)

فلاح کو پہونچ گیا وہ شخص جس نے تزکیہ کر لیا (یا پاکی حاصل کی)

ف: حضرت جابرؓ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کرتے ہیں کہ تَزَکّٰی سے مراد یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دے اور بتوں کو خیر باد کہے۔ حضرت عکرمہؓ کہتے ہیں کہ تَزَکّٰی کے معنی یہ ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے یہی حضرت ابن عباسؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

(۱۸) فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی ۝ (سورہ لیل۔ رکوع ۱)

پس جس شخص نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کی تصدیق کی تو آسان کر دیں گے ہم اس کو آسانی کی چیز کے لئے۔

ف: آسانی کی چیز سے جنّت مراد ہے کہ ہر قسم کی راحت اور سہولتیں وہاں مُیَسَّر ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ایسے اعمال کی توفیق اس کو دیں گے جس سے وہ اعمال سہولت سے ہونے لگیں گے جو جنّت میں جلد پہنچا دینے والے ہوں۔ اکثر مفسرین سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اچھی بات کی تصدیق سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تصدیق مراد ہے۔ حضرت ابو عبدالرحمٰن سُلمیؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ اچھی بات سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مراد ہے۔ حضرت امام اعظمؒ نے بروایت ابو الزبیرؒ حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تصدیق کرے اور کَذَّبَ بِالْحُسْنٰی پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تکذیب کرے۔

(۱۹) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ

جو شخص نیک کام کرے گا اس کو (کم سے کم)

اَمْثَالِهَا ج وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

(سورہ انعام۔ ع ۲۰)

دس حصے ثواب کے ملیں گے اور جو بُرا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی بدلہ ملے گا اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا (کہ کوئی نیکی درج نہ کی جائے یا بدی کو بڑھا کر لکھ دیا جائے)۔

ف: ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آیتِ شریفہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ نازل ہوئی تو کسی شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی حَسَنَۃ (نیکی) میں داخل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حَسَنَۃ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مراد ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ غالباً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ حَسَنَۃ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مراد ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے جیسا کہ آیت نمبر ۸ کی ذیل میں گذر چکا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دس گنا ثواب عوام کے لئے ہے مہاجرین کے لئے سات سو گنا تک ثواب ہو جاتا ہے۔

(۲۰) حٰمٓ ○ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۙ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ○

(سورہ مومن ع ۱)

یہ کتاب اُتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے قدرت (یا عطا) والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

ف: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ گناہ کی مغفرت کرنے والا ہے اس شخص کے لئے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے اُس شخص کی جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے۔ سخت عذاب والا ہے اُس شخص کے لئے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہ کہے۔ ذِی الطَّوْلِ کے معنی غنا والا ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رد ہے کفار قریش پر جو توحید کے قائل نہ تھے اور اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ کے معنی اسی کی طرف لوٹنا ہے اس شخص کا جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے تاکہ اس کو جنت میں داخل کرے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے اس شخص کا جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہ کہے تاکہ اس کو جہنم میں داخل کرے۔

(۲۱) فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ

پس جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور اللہ

بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ج لَا انْفِصَامَ لَهَا ط (بقرہ۔ رکوع ۳۴) کے ساتھ خوش عقیدہ ہو تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ پکڑ لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں۔

ف: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عُرْوَةِ الْوُثْقٰى (مضبوط حلقہ) پکڑ لیا یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا۔ سفیانؒ سے بھی یہی منقول ہے کہ عُرْوَةِ الْوُثْقٰى سے مراد کلمۂ اخلاص ہے۔

تکمیل

قُلْتُ وَقَدْ وَرَدَ فِي تَفْسِيْرِ اٰيَاتٍ اُخَرَ عَدِيْدَةٍ اَيْضًا اَنَّ الْمُرَادَ بِبَعْضِ الْاَلْفَاظِ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ كَلِمَةُ التَّوْحِيْدِ عِنْدَ بَعْضِهِمْ فَقَدْ قَالَ الرَّاغِبُ فِيْ قَوْلِهٖ فِيْ قِصَّةِ زَكَرِيَّا مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ قِيْلَ كَلِمَةُ التَّوْحِيْدِ وَكَذَا قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الْاٰيَةَ قِيْلَ هِيَ كَلِمَةُ التَّوْحِيْدِ وَاقْتَصَرْتُ عَلٰى مَا مَرَّ لِلْاِخْتِصَارِ۔

فصل ــــــ دوم

میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں کلمہ طیبہ ذکر کیا گیا ہے۔ اکثر جگہ پورا کلمہ مذکور ہے اور کہیں مختصر اور کہیں دوسرے الفاظ میں بعینہٖ کلمہ طیبہ کے معنی مذکور ہیں کہ کلمہ طیبہ (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) کے معنی ہیں کوئی معبود نہیں ہے اللہ پاک کے سوا۔ یہی معنی مَا مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ کے ہیں کہ کوئی معبود نہیں ہے اس کے سوا یہی معنی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کے ہیں اور یہی معنی قریب ہیں لَا نَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ کے (نہیں عبادت کرتے ہم اللہ کے سوا کسی کی) اور یہی معنی ہیں لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ کے کہ نہیں عبادت کرتے ہیں ہم اس کے سوا کسی کی۔ اسی طرح اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ کے معنی ہیں" اس کے سوا نہیں کہ معبود وہی ایک ہے"۔ اسی طرح اور آیات بھی ہیں جن کا مفہوم کلمہ طیبہ ہی کے ہم معنی ہے۔ ان آیات کی سورتوں اور رکوعوں کا حوالہ اس لئے لکھا جاتا ہے کہ پوری آیت کا ترجمہ کوئی دیکھنا چاہے تو مترجم قرآن شریف کو سامنے رکھ کر حوالوں سے دیکھتا رہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ سارا ہی کلام مجید کلمہ طیبہ کا مفہوم ہے کہ اصل مقصد تمام قرآن شریف کا اور تمام دین کا توحید ہی ہے۔ توحید ہی کی تعلیم کے لئے مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مبعوث ہوئے۔ توحید ہی سب مذاہب میں مشترک رہی ہے اور توحید کے اثبات کے لئے مختلف عنوانات اختیار فرمائے گئے ہیں اور یہی مفہوم کلمہ طیبہ کا ہے۔

(۱) وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ (سورۂ بقرہ رکوع ۱۹) (۲) اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا
هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (سورۂ بقرہ رکوع ۳۴) (۳) اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (سورہ آل عمران رکوع ۱) (۴) شَهِدَ
اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلٰئِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ (سورۂ آل عمران رکوع ۲) (۵) لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ (سورہ آل عمران رکوع ۲) (۶) وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (سورۂ آل عمران)
(۷) تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ (سورۂ آل عمران رکوع ۷) (۸)
اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (سورۂ نساء رکوع ۱۱) (۹) وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا إِلٰهٌ
وَّاحِدٌ (سورہ مائدہ رکوع ۱۰) (۱۰) قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ انعام رکوع ۲) (۱۱) مَنْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ
يَأْتِيكُمْ بِهِ (سورہ انعام رکوع ۵) (۱۲) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ (سورہ انعام رکوع ۱۳) (۱۳) لَا إِلٰهَ
إِلَّا هُوَ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ (سورہ انعام رکوع ۱۳) (۱۴) قَالَ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْغِيكُمْ إِلٰهًا (سورہ اعراف رکوع ۱۶)
(۱۵) لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ (سورہ اعراف رکوع ۲۰) (۱۶) وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلٰهًا وَّاحِدًا لَا
إِلٰهَ إِلَّا هُوَ (سورہ توبہ رکوع ۵) (۱۷) حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ
الْعَظِيمِ (سورہ توبہ رکوع ۱۶) (۱۸) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ (سورہ یونس رکوع ۱) (۱۹) فَذٰلِكُمُ
اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ (سورہ یونس رکوع ۴) (۲۰) قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُوا إِسْرَائِيلَ
وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ (سورہ یونس رکوع ۹) (۲۱) فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ
(سورہ یونس رکوع ۱۱) (۲۲) فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَأَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ (سورہ ہود رکوع ۲)
(۲۳) أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللّٰهَ (سورہ ہود رکوع ۳) (۲۴-۲۵-۲۶) قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا
لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ (سورہ ہود رکوع ۵-۶-۸) (۲۷) أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ
(سورہ یوسف رکوع ۵) (۲۸) أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ (سورہ یوسف رکوع ۵) (۲۹) قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلٰهَ
إِلَّا هُوَ (سورہ رعد رکوع ۴) (۳۰) وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ ابراہیم رکوع ۷) (۳۱) أَنَّهُ
لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ (سورہ نحل رکوع ۱) (۳۲) إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ نحل رکوع ۳) (۳۳) إِنَّمَا هُوَ
إِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ نحل رکوع ۷) (۳۴) وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴) (۳۵) قُلْ
لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵) (۳۶) فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ
الْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوَا مِنْ دُونِهِ إِلٰهًا (سورہ کہف رکوع ۲) (۳۷) هٰؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِنْ
دُونِهِ آلِهَةً (سورہ کہف رکوع ۲) (۳۸) يُوحٰى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ کہف رکوع ۱۲) (۳۹)
وَإِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ (سورہ مریم رکوع ۲) (۴۰) اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ (سورہ طٰہٰ رکوع ۱) (۴۱)

إِنَّنِي أَنَا اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدْنِي (سورہ طٰہٰ رکوع ۱) (۴۲) إِنَّمَآ إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِي لَآ إِلٰهَ
إِلَّا هُوَ (سورہ طٰہٰ رکوع ۵) (۴۳) لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (سورہ انبیاء رکوع ۲) (۴۴)
أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهٖٓ اٰلِهَةً (سورہ انبیاء رکوع ۲) (۴۵) إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيْهِ أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا
(سورہ انبیاء رکوع ۲) (۴۶) أَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُونِنَا (سورہ انبیاء رکوع ۴) (۴۷) أَفَتَعْبُدُونَ
مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ (سورہ انبیاء رکوع ۵) (۴۸) لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ
سُبْحَانَكَ (سورہ انبیاء رکوع ۶) (۴۹) إِنَّمَا يُوحٰىٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ انبیاء رکوع ۷)
(۵۰) فَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ أَسْلِمُوا (سورہ حج رکوع ۵) (۵۱-۵۲) اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ
إِلٰهٍ غَيْرُهٗ (سورہ مومنون رکوع ۲) (۵۳) وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ إِلٰهٍ (سورہ مومنون رکوع ۵) (۵۴) فَتَعَالَى
اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ (سورہ مومنون رکوع ۶) (۵۵) وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ
لَهٗ بِهٖ فَإِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (سورہ مومنون رکوع ۶) (۵۶) ءَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (پانچ مرتبہ سورہ نمل رکوع
نمبرہ میں وارد ہے) (۵۷) وَهُوَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ (سورہ قصص رکوع ۷) (۵۸) مَنْ إِلٰهٌ
غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ (سورہ قصص رکوع ۷) (۵۹) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ
(سورہ قصص رکوع ۹) (۶۰) وَإِلٰهُنَا وَإِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ (سورہ عنکبوت رکوع ۵) (۶۱) لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنّٰى
تُؤْفَكُونَ (سورہ فاطر رکوع ۱) (۶۲) إِنَّ إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ (سورہ صٰفّٰت رکوع ۱) (۶۳) إِنَّهُمْ كَانُوٓا
إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُونَ (سورہ صٰفّٰت رکوع ۲) (۶۴) أَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ
إِلٰهًا وَّاحِدًا (سورہ ص رکوع ۱) (۶۵) وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورہ ص رکوع ۵)
(۶۶) هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورہ زمر رکوع ۱) (۶۷) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ
(سورہ زمر رکوع ۱) (۶۸) لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ (سورہ مومن رکوع ۱) (۶۹) لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ
فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ (سورہ مومن رکوع ۷) (۷۰) هُوَ الْحَيُّ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ (سورہ مومن رکوع ۷) (۷۱)
يُوحٰىٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ حم سجدہ رکوع ۱) (۷۲) أَلَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّا اللّٰهَ (سورہ حم سجدہ
رکوع ۲) (۷۳) اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ (سورہ شوریٰ رکوع ۲) (۷۴) أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً
يُّعْبَدُونَ (سورہ زخرف رکوع ۴) (۷۵) رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (سورہ دخان رکوع ۱)
(۷۶) لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ (سورہ دخان رکوع ۱) (۷۷) أَلَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّا اللّٰهَ (سورہ احقاف ۳)
(۷۸) فَاعْلَمْ أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (سورہ محمد رکوع ۲) (۷۹) وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ
(سورہ ذٰریٰت رکوع ۳) (۸۰) هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ (سورہ حشر رکوع ۳) (۸۱) إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ

مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورہ ممتحنہ رکوع ۱) (۸۲) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورہ تغابن رکوع ۲) (۸۳) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورہ مزمل رکوع ۱) (۸۴) لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (سورہ کافرون) (۸۵) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (سورہ اخلاص)

یہ پچاسی آیات ہیں جن میں کلمہ طیبہ یا اس کا مضمون وارد ہوا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی آیات بکثرت ہیں جن میں اس کا معنی اور مفہوم وارد ہوا ہے اور جیسا میں اس فصل کے شروع میں لکھ چکا ہوں، توحید ہی اصلِ دین ہے۔ اس لئے جتنا اس میں انہماک اور شغف ہو گا دین میں پختگی پیدا ہو گی اسی لئے اس مضمون کو مُختلف عبارات میں مُختلف طریقوں سے ذِکر فرمایا ہے کہ دل کی گہرائیوں میں اُتر جائے اور اندرونِ دل میں پختہ ہو جائے اور دل میں اللہ کے ماسوا کی کوئی جگہ باقی نہ رہے۔

فصل سوم

میں ان احادیث کا ذکر ہے جن میں کلمہ طیبہ کی ترغیب وفضائل ذکر فرمائے گئے ہیں۔ اس مضمون میں جب آیات اتنی کثرت سے ذکر فرمائی ہیں تو احادیث کا کیا پوچھنا سب کا احاطہ ناممکن ہے۔ اس لئے چند احادیث بطورِ نمونہ کے ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ.

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اَذکار میں افضل لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ اور تمام دُعاؤں میں افضل اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے۔

(كذا في المشكوة برواية الترمذي وابن ماجة وقال المنذري رواه ابن ماجة والنسائي وابن حبان في صحيحه والحاكم كلهم من طريق طلحة بن خراش عنه وقال الحاكم صحيح الاسناد قلت رواه الحاكم بسندين وصححهما واقره عليهما الذهبي وكذا رقم له بالصحة السيوطي في الجامع)

ف: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اَفْضَلُ الذِّکْر تو ہونا ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمہ توحید پر ہے تو پھر اس کے افضل ہونے میں

کیا تردّد ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کو افضل دعا اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثنا کر کا مطلب سُوال ہی ہوتا ہے۔ عام مُشاہدہ ہے کہ کسی رئیس، امیر، نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سُوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے اس کے بعد اس کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بھی کہنا چاہیئے اس لئے کہ قرآن پاک میں فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وارد ہے۔ مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیّبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکّی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔ چنانچہ سید علی بن میمونؒ مغربی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ عُلوان حمویؒ جو ایک متبحر عالم اور مفتی اور مدرّس تھے سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سید صاحب کی اُن پر خصوصی توجہ ہوئی تو اُن کو سارے مشاغل درس تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ کچھ دنوں بعد سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ شریف کی تلاوت کرتے ہیں، سیّد صاحب نے اس کو بھی منع کر دیا۔ تو پھر تو پوچھنا ہی کیا، سید صاحبؒ پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سید صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو۔ کلام پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ عُلوم و مُعارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سید صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے، ایمان کی جڑ ہے اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہو گی، ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والا کوئی زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہو گی۔

(۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّؓ عَنِ النَّبِیِّ　　حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ مُوْسٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَارَبِّ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَذْکُرُکَ بِہٖ وَاَدْعُوْکَ بِہٖ قَالَ قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ یَارَبِّ کُلُّ عِبَادِکَ یَقُوْلُ ھٰذَا قَالَ قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ اِنَّمَا اُرِیْدُ شَیْئًا تَخُصُّنِیْ بِہٖ قَالَ یَا مُوْسٰی لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعَ فِیْ کِفَّۃٍ وَّلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ کِفَّۃٍ مَالَتْ بِھِمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وسلام نے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا، کہ مجھے کوئی وِرد تعلیم فرما دیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔ ارشادِ خداوندی ہوا، کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کرو۔ انھوں نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے ارشاد ہوا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کرو۔ عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو۔ ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو رکھ دیا جائے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والا پلڑا جھک جائے گا۔

(رواہ النسائی وابن حبان والحاکم کلھم من طریق دراج عن ابی الھیثم عنہ و قال الحاکم صحیح الاسناد کذا فی الترغیب قلت قال الحاکم صحیح الاسناد و لم یخرجاہ واقرہ علیہ الذھبی و اخرج فی المشکوٰۃ بروایۃ شرح السنۃ نحوہ زاد فی منتخب الکنز ابا یعلی والحکیم وابا نعیم فی الحلیۃ والبیھقی فی الاسماء و سعید بن منصور فی سننہ وفی مجمع الزوائد رواہ ابو یعلی ورجالہ وثقوا وفیھم ضعف)

ف : اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ عَمَّ نَوَالُہٗ کی عادتِ شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی ہی عام عطا کی جاتی ہے۔ ضروریاتِ دُنیویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ سانس، پانی ہوا کیسی عام ضرورت کی چیزیں ہیں، اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے ان کو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے یہاں وزن اخلاص کا ہے جس قدر اِخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جس قدر اِخلاص کی کمی اور بے دِلی سے کیا جائے گا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جِلَاءُ الْقُلُوْب (دلوں کی صفائی) ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صوفیہ اس کا وِرد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

ملّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دل غافل رہتا ہے اُنھوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اُس نے ایک عضو یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجّہ کے لئے دعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ اِحیاءُ العُلوم میں بھی اَبُو عُثمان مغربیؒ کے متعلق نقل کیا گیا کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انھوں نے یہ جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانُہٗ کا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو میں اِضافہ کروں گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَنْ لَّا یَسْئَلَنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَحَدٌ اَوَّلَ مِنْكَ لِمَا رَأَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَی الْحَدِیْثِ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ۔

حضرت اَبُوہریرہؓ نے ایک مرتبہ حُضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا کہ آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اُٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمھاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھے گا پھر حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سُوال کا جواب ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ سعادتمند اور نفع اُٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خُلوص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے۔

(رواہ البخاری وقد اخرجہ الحاکم بمعناہ وذکر صاحب بھجۃ النفوس فی الحدیث اربعا وثلثین بحثا)

ف: سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہونچانے کے لئے توفیقِ الٰہی کے شاملِ حال ہونے کو۔ اب اِخلاص سے کلمہ طیّبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحقِ شفاعت ہونے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اِخلاص سے مسلمان ہوا اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیّبہ پڑھنے کے اس کے پاس نہ ہو۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب

سے زیادہ سعادت اس کو شفاعت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے۔ اس مطلب کے مُوافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہو گی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری اُمّت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنّم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیّبہ کی برکت سے حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت اُن کو نصیب ہو گی دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا وِرد رکھیں اور نیک اعمال ہوں۔ ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت سے ان کو پہونچے گا کہ ترقّیٔ درجات کا سبب بنے گی۔ علّامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حُضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہو گی۔ اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہو گی کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہو گی کہ ہم کو جہنّم ہی میں ڈال دیا جائے مگر ان مصائب سے تو خلاصی ہو۔ اس وقت جلیل القدر انبیاءؑ کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہو گی کہ آپ ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جرأت نہ ہو گی کہ سفارش فرما سکیں بالآخر حضورؐ شفاعت فرمائیں گے اور یہ شفاعت تمام عالم تمام مخلوق جِنّ وانس، مسلم کافر سب کے حق میں ہو گی اور سب ہی اُس سے مُنتفع ہوں گے۔ احادیثِ قیامت میں اس کا مُفصّل قصّہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کُفّار کے حق میں تخفیفِ عذاب کی ہو گی جیسا ابُو طالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مؤمنوں کو جہنّم سے نکالنے کے بارہ میں ہو گی جو اس میں داخل ہو چکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مؤمن جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنّم میں داخل ہونے کے مُستحق ہو چکے ہیں اُن کی جہنّم سے مُعافی اور جہنّم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہو گی۔ پانچویں شفاعت بعض مؤمنین کے بغیر حساب کتاب جنّت میں داخل ہونے میں ہو گی، اور چھٹی شفاعت مؤمنین کے دَرجات بلند ہونے میں ہو گی۔

(۴) عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قِيْلَ وَمَا اِخْلَاصُهَا قَالَ اَنْ تَحْجُزَهٗ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ (رواه الطبرانی)

حضرت زیدؓ بن ارقم حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اِخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے وہ جنّت میں داخل ہو گا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اِخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے

فی الاوسط والکبیر) اس کو روک دے۔

ف : اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رُک جائے گا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا قائل ہوگا تو اس کے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردُّد ہے لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رُکے تب بھی اس کلمۂ پاک کی یہ برکت تو بلا تردُّد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنّت میں ضرور داخل ہوگا البتہ اگر خدانخواستہ بداعمالیوں کی بدولت اسلام و ایمان ہی سے محروم ہوجائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ اَبُو اللَّیث سمرقندیؒ "تَنْبِیْہُ الْغَافِلِیْن" میں لکھتے ہیں ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ کثرت سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانُہٗ سے ایمان کے باقی رہنے کی دُعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں ان کا ایمان سلب ہوجاتا ہے اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہ حقیقی حسرت اور کمالِ حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بُت خانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے۔ افسوس اس پر ہے جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہوجائے اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مُبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اس کو واپس کردوں گا اور صاحبِ حق سے مُعاف کرالوں گا مگر اس کی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آجاتی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے اور وہ اس کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہوجاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔ حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ایک قفل سا دل پر لگا ہوا ہے تحقیق حالات سے معلوم ہوا

کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ماں کو بُلایا اور دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اس میں ڈالنے لگے تو تم سفارش کروگی اس نے عرض کیا " ہاں حضور کروں گی تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ایسا ہے تو اس کا قصور معاف کر دے اُنہوں نے سب معاف کر دیا۔ پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وجہ سے اُنہوں نے آگ سے نجات پائی۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہنچاتی ہے۔ صاحب احیاءؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو اس طرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کے لئے جنّت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علی رضؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اس کو واضح فرما دیں خلط ملط کا کیا مطلب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اس کی طلب میں لگ جانا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاءؑ کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبّر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں اگر کوئی اس کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنّت اس کے لئے واجب ہے۔

(۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ حَتّٰی یُفْضِیَ اِلَی الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْکَبَائِرَ۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کُھل جائیں یہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہونچتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

(رواه الترمذی وقال حدیث حسن غریب كذا فی الترغیب وهكذا فی المشكوة لكن لیس فیها حسن بل غریب فقط قال القاری ورواه النسائی وابن حبان وعزاه السیوطی فی الجامع الی الترمذی ورقم له بالحسن وحكاه السیوطی فی الدر من طریق ابن مردویه عن ابی هریرة ولیس فیه ما اجتنب الكبائر والجامع الصغیر بروایة الطبرانی عن معقل بن یسار لكل شئ مفتاح ومفتاح السموات قول لا اله الا الله ورقم له بالضعف)

ف: کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہِ راست عرش مُعلّٰی تک پہنچتا ہے اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کے ساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اس وقت بھی خالی نہیں۔

مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کُھلنے کے اعتبار سے ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبائر کے ساتھ بھی خالی نہیں۔ بعض عُلماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اُس کی روح کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کُھل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو کلمے ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک کے لئے عرش سے نیچے کوئی مُنتہا نہیں۔ دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نُور یا اپنے اجر سے) بھر دے۔ ایک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دوسرا اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

(٦) عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ شَدَّادُ بْنُ اَوْسٍ وَعُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ حَاضِرٌ يُصَدِّقُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ غَرِيْبٌ يَعْنِيْ اَهْلَ الْكِتَابِ قُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَمَرَ بِغَلْقِ الْاَبْوَابِ وَقَالَ ارْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ وَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَرَفَعْنَا اَيْدِيَنَا سَاعَةً ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ بَعَثْتَنِيْ بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ وَ وَعَدْتَنِيْ عَلَيْهَا الْجَنَّةَ وَاَنْتَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ثُمَّ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكُمْ۔

حضرت شدّادؓ فرماتے ہیں اور حضرت عُبادہؓ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حُضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر تھے، حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دریافت فرمایا، کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو مجمع میں نہیں، ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد فرمایا کواڑ بند کر دو اس کے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اُٹھائے رکھے (اور کلمہ طیّبہ پڑھا) پھر فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اے اللہ تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنّت کا وعدہ کیا ہے اور تو وعدہ خلاف نہیں ہے اس کے بعد حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ، اللہ نے تمہاری مغفرت فرمادی۔

(رواہ احمد باسناد حسن والطبرانی وغیرهما كذا فی الترغیب قلت واخرجه الحاكم وقال اسمٰعيل بن عياش احد ائمة اهل الشام وقد نسب الى سوء الحفظ وانا على

شرطی فی امثاله وقال الذهبی راشد ضعفه الدارقطنی وغیرہ ووثقه رحیم اھ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد والطبرانی والبزار ورجال موثقون اھ)

ف: غالباً اجنبی کو اسی لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کرائے تھے کہ اُن لوگوں کے کلمہ طیّبہ پڑھنے پر تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی بشارت کی اُمید ہوگی، اوروں کے متعلق یہ اُمید نہ ہو۔ صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مُریدین کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے چنانچہ جامع الاُصول میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کو جماعۃً اور مُنفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے۔ جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مُستفیدین کی توجّہ کے تام کرنے کی غرض سے ہو اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضورؐ پر تشتُّت کا سبب اگرچہ نہ ہو لیکن مُستفیدین کے تشتُّت کا احتمال تو تھا ہی۔ ؎

چہ خوش است باتو بزمے بنہفتہ ساز کردن در خانہ بند کردن سر شیشہ باز کردن

(کیسی مزے کی چیز ہے تیری ساتھ خفیہ ساز کرلینا، گھر کا دروازہ بند کرلینا اور بوتل کا منہ کھول دینا)

(۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَدِّدُوْا اِیْمَانَكُمْ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا قَالَ اَكْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

(رواہ احمد والطبرانی واسناد احمد حسن کذا فی الترغیب قلت ورواہ الحاکم فی صحیحه وقال صحیح الاسناد وتعقبه الذهبی صدقة (الراوی) ضعفوہ قلت ھو من رواۃ ابی داؤد والترمذی واخرج له البخاری فی الادب المفرد وقال فی التقریب صدوق له اوھام وذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر بروایة احمد والحاکم ورقم له بالصحة وفی مجمع الزوائد رواہ احمد واسنادہ جید وفی موضع آخر رواہ احمد والطبرانی

ورجال احمد ثقات)

ف: ایک روایت میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پرانا ہو جاتا ہے جیسا کہ کپڑا پرانا ہو جاتا ہے اس لئے اللہ جَلَّ شانُہٗ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو. پرانے ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوّتِ ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبہ) اس کے دل میں ہو جاتا ہے اگر وہ سچّی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نشان دُھل جاتا ہے ورنہ جما رہتا ہے اور پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہو جاتا ہے اسی طرح سے آخر دل بالکل کالا ہو جاتا ہے اور زنگ آلود ہو جاتا ہے جس کو حق تعالےٰ شانُہٗ نے سورۂ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے کَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ اس کے بعد اس کے دل کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ حق بات اس میں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی. ایک حدیث میں آیا ہے، کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کر دیتی ہیں. احمقوں سے مقابلہ، گناہوں کی کثرت، عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط اور مُردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا. کسی نے پوچھا مُردوں سے کیا مراد ہے فرمایا ہر وہ مالدار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کر دی ہو۔

(۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا مِنْ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَبْلَ اَنْ يُّحَالَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهَا۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو قبل اس کے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

(رواہ ابو یعلی باسناد جید قوی کذا فی الترغیب وعزاہ فی الجامع الی ابی یعلی وابن عدی فی الکامل ورقم لہ بالضعف وزاد لقنوھا موتاکم وفی مجمع الزوائد رواہ ابو یعلی ورجالہ رجال الصحیح غیر ضمام وھو ثقۃ)

ف: یعنی موت حائل ہو جائے کہ اس کے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا. زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بو لینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے، اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بو دیا گیا۔

(۹) عَنْ عُمَرَ رضؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَۃً لَا یَقُوْلُھَا عَبْدٌ حَقًّا مِّنْ قَلْبِہٖ فَیَمُوْتُ عَلٰی ذٰلِکَ اِلَّا حُرِّمَ عَلَی النَّارِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اور اسی حال میں مر جائے مگر وہ جہنم پر حرام ہو جائے وہ کلمہ لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

(رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرطھما ورویاہ بنحوہ کذا فی الترغیب)

ف: بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان سب سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اس وقت ہوا ہے تب تو کوئی اِشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بالاتفاق مُعاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اِخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مرا ہے تب بھی کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ اپنے لُطف سے سارے ہی گناہ مُعاف فرمادیں. حق تعالیٰ شانُہٗ کا تو خود ہی ارشاد ہے کہ شرک کے عِلاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے معاف فرمادیں گے. مُلّا علی قاریؒ نے بعض عُلماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اس وقت کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے اَحکام نازل نہیں ہوئے تھے. بعض عُلماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا جیسا کہ پہلے حدیث نمبر ۴ میں گذر چکا ہے. حضرت بصریؒ وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے. امام بخاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ ندامت کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا ہو. مُلّا علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حُرمت مراد ہے. ان سب کے عِلاوہ ایک کُھلی ہوئی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اس کے مُنافی نہیں کہ کسی عارض کی وجہ سے وہ اثر نہ کرسکے. سَقمُونیا کا اثر اسہال ہے لیکن اگر اس کے بعد کوئی سخت قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سَقمُونیا کا اثر نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا بلکہ اس عارِض کی وجہ سے اس شخص پر اثر نہ ہوسکا۔

(۱۰) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَفَاتِیْحُ الْجَنَّۃِ شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

حُضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرنا جنت کی کُنجیاں ہیں.

(رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ والجامع الصغیر ورقم لہ بالضعف وفی مجمع الزوائد

رواہ احمد ورجالہ وثقوا الا ان شھرًا لم یسمعہ عن معاذ اھ ورواہ البزار کذا فی الترغیب وزاد السیوطی فی الدر ابن مردویہ والبیہقی وذکرہ فی المقاصد الحسنۃ بروایۃ احمد بلفظ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ واختلف فی وجہ حمل الشھادۃ و ھی مفرد علی المفاتیح وھی جمع علی اقوال اوجھھا عندی انھا لما کانت مفتاحًا لکل باب من ابوابہ صارت کالمفاتیح)

ف: کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنّت کی کنجی یہی کلمہ ہے اس لئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا، یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جزو لئے ہوئے ہے ایک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار دوسرے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار، اس لئے دو ہو گئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنّت کے دخول یا جہنّم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اُس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنّت کی قیمت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

(۱۱) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ عَبْدٍ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ سَاعَۃٍ مِّنْ لَیْلٍ اَوْنَھَارٍ اِلَّا طُبِسَتْ مَا فِی الصَّحِیْفَۃِ مِنَ السَّیِّئَاتِ حَتّٰی تَسْکُنَ اِلٰی مِثْلِھَا مِنَ الْحَسَنَاتِ۔

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو اعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں، اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(رواہ ابو یعلی کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد فیہ عثمان بن عبد الرحمن الزھری وھو متروک اھ)

ف: برائیاں مٹ کر نیکیاں لکھی جانے کے متعلق باب اوّل فصل ثانی کے نمبر ۱۲ پر مفصل گذر چکا ہے اور اس قسم کی آیات اور روایات کے چند معنی لکھے گئے ہیں۔ ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمالنامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ کا پاک نام لینا اور کلمہ طیّبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنے والا ہے اسی لئے اس پاک کلمہ کا نام کلمۂ اخلاص ہے۔

(۱۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد

اللہ علیہ وسلم قال اِنّ اللہ تبارک وتعالیٰ عمودًا من نورٍ بین یدی العرش فاذا قال العبد لا الٰہ الا اللہ اھتز ذٰلک العمود فیقول اللہ تبارک وتعالیٰ اسکن فیقول کیف اسکن ولم تغفر لقائلھا فیقول انی قد غفرت لہ فیسکن عند ذٰلک۔

ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے جب کوئی شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھیر جا۔ وہ عرض کرتا ہے کیسے ٹھیروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کردی تو وہ ستون ٹھیر جاتا ہے۔

(رواہ البزار وھو غریب کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد فیہ عبد اللہ بن ابراھیم بن ابی عمرو وھو ضعیف جدًّا اھ قلت وبسط السیوطی فی اللآلی علی طرقہ وذکر لہ شواھد)

ف: محدثین حضراتؒ کو اس روایت میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے بعض روایتوں میں اس کے ساتھ اللہ جل شانہ کا یہ بھی ارشاد وارد ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسی لئے جاری کرادیا تھا کہ اس کی مغفرت کروں۔ کس قدر لطف وکرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔ حضرت عطارؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہو رہی تھی۔ انہوں نے خریدلی۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ دیوانی اٹھی اور وضو کرکے نماز شروع کردی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جارہا تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرمادیجئے۔ عطارؒ نے یہ سن کر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سن کر اس کو غصہ آیا اور کہنے لگی اس کے حق کی قسم اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا۔ اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے ؎

اَلْکَرْبُ مُجْتَمِعٌ وَالْقَلْبُ مُحْتَرِقٌ وَالصَّبْرُ مُفْتَرِقٌ وَالدَّمْعُ مُسْتَبِقٌ

کَیْفَ الْقَرَارُ عَلٰی مَنْ لَّا قَرَارَ لَہٗ مِمَّا جَنَاہُ الْھَوٰی وَالشَّوْقُ وَالْقَلَقُ

یَارَبِّ اِنْ کَانَ شَیْئٌ فِیْہِ لِیْ فَرَجٌ فَامْنُنْ عَلَیَّ بِہٖ مَادَامَ بِیْ رَمَقٌ

ترجمہ: بے چینی جمع ہو رہی ہے اور دل جل رہا ہے۔ اور صبر جُدا ہو گیا اور آنسو بہہ رہے ہیں۔ اس کو کس طرح قرار آسکتا ہے جس کو عشق و شوق اور بے چینی کے حملوں کی وجہ سے ذرا بھی سکون نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہو سکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اُس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد اُس نے کہا۔ اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں رہا مجھے اُٹھا لیجئے یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مر گئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے۔ کہ توفیق جب تک شاملِ حال نہ ہو کیا ہو سکتا ہے۔ وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (اور تم بدون خدائے ربّ العالمین کے چاہے، کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)۔

(۱۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ عَلٰی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْشَۃٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ وَلَا مَنْشَرِھِمْ وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَھُمْ یَنْفُضُوْنَ التُّرَابَ عَنْ رُؤُسِھِمْ وَیَقُوْلُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَیْسَ عَلٰی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْشَۃٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْرِ۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہے نہ میدانِ حشر میں اس وقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اُٹھیں گے اور کہیں گے کہ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے) رنج و غم دُور کر دیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والوں پر نہ موت کے وقت وحشت ہو گی نہ قبر کے وقت۔

(رواہ الطبرانی والبیہقی کلاھما من روایۃ یحیٰی بن عبد الحمید الحمانی وفی متنہ نکارۃ کذا فی الترغیب وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن ابن عمرؓ ورقم لہ بالضعف وفی اسنی المطالب رواہ الطبرانی وابویعلی بسند ضعیف وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی وفی روایۃ لَیْسَ عَلٰی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْشَۃٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْرِ فی الاولیٰ یحیی الحمانی وفی الاخری مجاشع بن عمرو وکلاھما ضعیف اھ وقال السخاوی فی المقاصد الحسنۃ رواہ ابویعلی والبیہقی فی الشعب والطبرانی بسند

ضعیف عن ابن عباسؓ اھ قلت وماحکم علیہ المنذری بالنکارۃ مبناہ اَنَّہٗ حَمَلَ اَھْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَلَی الظَّاھِرِ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ بَعْضَ الْمُسْلِمِیْنَ یُعَذَّبُوْنَ فِی الْقَبْرِ وَالْحَشْرِ فَیَکُوْنُ الْحَدِیْثُ مُخَالِفًا لِلْمَعْرُوْفِ فَیَکُوْنُ مُنْکَرًا لٰکِنَّہٗ اِنْ اُرِیْدَ بِہِ الْمَخْصُوْصُ بِھٰذِہِ الصِّفَۃِ فَیَکُوْنُ مُوَافِقًا لِلنُّصُوْصِ الْکَثِیْرَۃِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْحَدِیْثِ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمِنْھُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَسَبْعُوْنَ اَلْفًا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَغَیْرُ ذٰلِکَ مِنَ الْاٰیَاتِ وَالرِّوَایَاتِ فَالْحَدِیْثُ مُوَافِقٌ لَھَا لَا مُخَالِفٌ فَیَکُوْنُ مَعْرُوْفًا لَا مُنْکَرًا وذکر السیوطی فی الجامع الصغیر بروایۃ ابن مردویہ والبیہقی فی البعث عَنْ عُمَرَ بِلَفْظِ سَابِقُنَا سَابِقٌ وَمُقْتَصِدُنَا نَاجٍ وَظَالِمُنَا مَغْفُوْرٌ لَّہٗ ورقم لہ بالحسن قلت و یؤیدہ حدیث سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ الْمُسْتَھْتِرُوْنَ فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ یَضَعُ الذِّکْرُ عَنْھُمْ اَثْقَالَھُمْ فَیَاْتُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ خِفَافًا رواہ الترمذی والحاکم عن ابی ھریرۃ والطبرانی عن ابی الدرداء کذا فی الجامع ورقم لہ بالصحۃ وفی الاتحاف عن ابی الدرداء مَوْقُوْفًا اَلَّذِیْنَ لَا تَزَالُ اَلْسِنَتُھُمْ رَطْبَۃً مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَھُمْ یَضْحَکُوْنَ وفی الجامع الصغیر بروایۃ الحاکم ورقم لہ بالصحۃ اَلسَّابِقُ وَالْمُقْتَصِدُ یَدْخُلَانِ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ وَالظَّالِمُ لِنَفْسِہٖ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ثُمَّ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ)

ف: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس تشریف لائے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نہایت غمگین تھے۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کیا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے (حالانکہ حق تعالیٰ شانُہٗ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں لیکن اعزاز و اکرام اور اظہار شرافت کے واسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے) حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھے اپنی اُمّت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے دریافت کیا کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارہ میں۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ پر تشریف لے گئے جہاں قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے ایک قبر پر ایک پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا) اس قبر سے

ایک شخص نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حضرت جبرئیلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت کالا منہ کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس، ہائے شرمندگی، ہائے مصیبت۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں اسی حالت پر اٹھیں گے۔

حدیث بالا میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والوں سے بظاہر وہ لوگ مراد ہیں جن کو اس کلمہ پاک کے ساتھ خصوصی لگاؤ، خصوصی مناسبت، خصوصی اشتغال ہو اس لئے کہ دودھ والا، جوتوں والا، موتی والا، برف والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے ہاں ان چیزوں کی خصوصی بکری اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو۔ اس لئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والوں کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں۔ قرآن پاک میں سورۂ فاطر میں اس اُمت کے تین طبقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک طبقہ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ کا بیان فرمایا جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص سَو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرے اس کو حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح اُن کا چہرہ روشن ہوگا۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہیں وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

(۱۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یَسْتَخْلِصُ رَجُلًا مِّنْ اُمَّتِیْ عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیَنْشُرُ عَلَیْہِ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ سِجِلًّا کُلُّ سِجِلٍّ مِّثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَتُنْکِرُ مِنْ ھٰذَا شَیْئًا اَظَلَمَکَ کَتَبَتِیَ الْحٰفِظُوْنَ فَیَقُوْلُ لَا یَارَبِّ فَیَقُوْلُ اَفَلَکَ عُذْرٌ فَیَقُوْلُ لَا یَارَبِّ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی بَلٰی

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن میری اُمت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اُس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جا سکے وہاں تک) پھیلا ہوا ہوگا۔ اس کے بعد اُس سے سوال کیا جائے گا کہ ان اعمالناموں میں

اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً فَاِنَّهٗ لَاظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلُ اُحْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ مَاهٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَقَالَ فَاِنَّكَ لَاتُظْلَمُ الْيَوْمَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِىْ كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِىْ كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اللّٰهِ شَيْءٌ۔

سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے. کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا) پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا کوئی عذر بھی نہیں. ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جائے گا. جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکھا ہوا ہوگا ارشاد ہوگا کہ جا اس کو تلوالے وہ عرض کرے گا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرزہ کیا کام دے گا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پھر ان سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جاوے گا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اڑنے لگے گا اس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں. پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

(رواہ الترمذی وقال حسن غریب وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی و الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب قلت کذا قال الحاکم فی کتاب الایمان واخرجہ ایضا فی کتاب الدعوات وقال صحیح الاسناد واقرہ فی الموضعین الذہبی وفی المشکوٰۃ اخرجہ بروایۃ الترمذی وابن ماجۃ وزاد السیوطی فی الدر فیمن عزاہ الیہم احمد وابن مردویہ واللالکائی والبیہقی فی البعث وفیہ اختلاف وفی بعض الالفاظ کقولہ فی اول الحدیث يُصَاحُ بِرَجُلٍ مِنْ اُمَّتِىْ عَلٰى رُؤُسِ الْخَلَائِقِ وفیہ ایضا فَيَقُوْلُ اَفَلَكَ عُذْرٌ اَوْ حَسَنَةٌ فَيَهَابُ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ لَا يَارَبِّ فَيَقُوْلُ بَلٰى اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً الحدیث وعلم منہ ان الاستدراک فی الحدیث علی محلہ ولاحاجۃ اذا الی ما اولہ

القاری فی المرقاۃ و ذکر السیوطی ما یؤید الروایۃ من الروایات الاخر)

ف: یہ اخلاص ہی کی برکت ہے کہ ایک مرتبہ کلمہ طیبہ اخلاص کے ساتھ کا پڑھا ہوا ان سب دفتروں پر غالب آگیا۔ اسی لئے ضروری ہے کہ آدمی کسی مسلمان کو بھی حقیر نہ سمجھے اور اپنے کو اس سے افضل نہ سمجھے، کیا معلوم کہ اس کا کون سا عمل اللہ کے یہاں مقبول ہو جائے جو اس کی نجات کے لئے کافی ہو جائے اور اپنا حال معلوم نہیں کہ کوئی عمل قابلِ قبول ہوگا یا نہیں۔ حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عابد تھا دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہہ دیتا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔ ایک دن اس عابد نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہ نے عالمِ ارواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اس لئے کہ وہ رحمت کا امیدوار تھا معاف فرما دیا اور عابد کو اس قسم کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرما دیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی۔ خود حق تعالیٰ شانہ تو ارشاد فرمائیں اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ط (حق تعالیٰ شانہ کفر و شرک کی مغفرت نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے لئے چاہیں گے مغفرت فرما دیں گے)، تو کسی کو کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہو سکتی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاصی پر، گناہوں پر، نا جائز باتوں پر گرفت نہ کی جائے، ٹوکا نہ جائے۔ قرآن و حدیث میں سینکڑوں جگہ اس کا حکم ہے، نہ ٹوکنے پر وعید ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی کو گناہ کرتے دیکھیں اور اس کے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اس کی سزا میں مبتلا ہوں گے عذاب میں شریک ہونگے اس مضمون کو میں اپنے رسالہ "فضائلِ تبلیغ" میں مفصل لکھ چکا ہوں جس کا دل چاہے اس کو دیکھے۔ یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک ہے وہاں جہلاء کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنا لینا خواہ کتنے ہی کفریات بکے، سمِ قاتل اور نہایت مہلک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجّال، مکّار کذّاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سناویں گے جو تم نے نہ سنی ہوں گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈال دیں۔

(۱۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضؓ قَالَ قَالَ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْجِیْءَ بِالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَمَا بَیْنَھُنَّ وَمَا تَحْتَھُنَّ فَوُضِعْنَ فِیْ کِفَّۃِ الْمِیْزَانِ وَوُضِعَتْ شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِی الْکِفَّۃِ الْاُخْرٰی لَرَجَحَتْ بِھِنَّ۔

ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان وزمین اور جو لوگ ان کے درمیان میں ہیں وہ سب اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں رکھدیا جاے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائے گا۔

(اخرجہ الطبرانی کذا فی الدر وھکذا فی مجمع الزوائد وَزَادَ فِیْ اَوَّلِہٖ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ شَھَادَۃَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَمَنْ قَالَھَا عِنْدَ مَوْتِہٖ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَمَنْ قَالَھَا فِیْ صِحَّتِہٖ قَالَ تِلْکَ اَوْجَبُ وَاَوْجَبُ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَلْحَدِیْثَ قال رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات الا ان ابن ابی طلحۃ لم یسمع من ابن عبّاس)

ف: اس قسم کا مضمون بہت سی مُختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں، کہ اللہ کے پاک نام کے برابر کوئی بھی چیز نہیں، بد قسمتی اور محرومی ہے ان لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں البتہ اس میں وزن اِخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس قدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہو سکتا ہے اسی اِخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس ارشاد نبوی سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے وہ یہ کہ حضور صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ اِرشاد فرمایا کہ میّت کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلقین کیا کرو جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے اس کے لئے جنّت واجب ہو جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولَ اللہ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنّت کو واجب کرنے والا ہے۔ اس کے بعد یہ قسمیہ مضمون ارشاد فرمایا جو اوپر ذکر کیا گیا۔

(۱۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ جَاءَ النَّحَّامُ ابْنُ زَیْدٍ وَقَرْدُ بْنُ کَعْبٍ وَبَحْرِیُّ ابْنُ عَمْرٍو فَقَالُوْا یَا مُحَمَّدُ مَا تَعْلَمُ

حضورِ اقدس صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ایک مرتبہ تین کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد (صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) تم اللہ

مَعَ اللّٰہِ اِلٰهًا غَيْرَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ بِذٰلِكَ بُعِثْتُ وَاِلٰى ذٰلِكَ اَدْعُوْا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰى فِيْ قَوْلِهِمْ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ الاٰية

کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں اسی بارہ میں آیت قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً نازل ہوئی۔

(اخرجہ ابن اسحاق وابن المنذر وابن ابی حاتم و ابو الشیخ کذا فی الدر المنثور)

ف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کے ساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاءؑ نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ختم الانبیاء فخرِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی بھی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو۔ کس قدر بابرکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاءؑ اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بلانے والے اور اسی کے شائع کرنے والے رہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں۔ اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً (سورہ انعام ع ۲) نازل ہوئی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

(۱۷) عَنْ لَيْثٍ قَالَ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَثْقَلُ النَّاسِ فِي الْمِيْزَانِ ذَلَّتْ اَلْسِنَتُهُمْ بِكَلِمَةٍ ثَقُلَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ (اخرج الاصبهانی فی الترغیب کذا فی الدر)

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال (حشر کی ترازو میں اس لئے) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمہ کے ساتھ مانوس ہیں جو ان سے پہلی امتوں پر بھاری تھا۔ وہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

ف: یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الفُ الفُ صلوٰۃٍ و تحیۃٍ کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے۔ مشائخ سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم وبیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا وِرد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم ازکم پانچ ہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کے لئے کم ازکم پچیس ہزار روزانہ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم ازکم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے۔ کہ ایک ایک شخص کے لئے روزانہ کی مقداریں کم ازکم یہ بتائی گئی ہیں۔

ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے "قولِ جمیل" میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابُویزیدؒ قرطبی فرماتے ہیں میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سُنکر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحبِ کشف ہے۔ جنت دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اس کی صحت میں کچھ تردّد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اُس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اُس کی حالت مجھے نظر آئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا ان نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے اُس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے۔ ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نامعلوم کتنے واقعات اس اُمت کے افراد میں پائے جاتے

ہیں صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاسِ انفاس ہے یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ اُمتِ محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اس کی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردد ہے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں کہ ان کی زبانیں اس کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ مانوس اور منقاد ہو گئیں۔

(۱۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَکْتُوْبٌ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے (اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا) میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس (کلمہ) کو کہتا رہے گا میں اس کو عذاب نہیں کروں گا۔

(اخرجہ ابو الشیخ کذا فی الدر)

ف: گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اس لئے اس سے اگر دائمی عذاب مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا ورد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اس کو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمتِ خداوندی سے بعید نہیں ہے۔ جیسا حدیث نمبر ۱۴ میں گذرا۔ اس کے علاوہ نمبر ۹ میں بھی کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔

(۱۹) عَنْ عَلِیٍّ رضی قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِیْ مَنْ جَآءَنِیْ مِنْکُمْ بِشَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بِالْاِخْلَاصِ دَخَلَ فِیْ حِصْنِیْ وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ عَذَابِیْ۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو جو شخص تم میں سے اخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دیتا ہوا آوے گا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گا وہ میرے عذاب سے مامون ہو گا۔

(اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ کذا فی الدر وابن عساکر کذا فی الجامع الصغیر وفیہ ایضاً بروایۃ الشیرازی عن علی ورقم لہ بالصحۃ وفی الباب عن عتبان ابن مالک بلفظ

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ عَلَی النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ رواہ الشیخان وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ بلفظ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِہٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِیْ یَتَمَرَّدُ عَلَی اللّٰہِ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (رواہ ابن ماجۃ)

ف: اگر یہ بھی کبائر سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گذر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہے ہاں اللہ جل شانہٗ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں۔ قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے، اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمرد (ہیکڑی) کرے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے سے انکار کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصہ کو دور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ تم اپنے دعوےٰ میں سچے نہیں ہو۔

(۲۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفْضَلُ الدُّعَآءِ اَلْاِسْتِغْفَارُ ثُمَّ قَرَأَ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِکَ الْاٰیۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل استغفار ہے پھر اس کی تائید میں سورۂ محمد کی آیت فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلاوت فرمائی۔

(اخرجہ الطبرانی وابن مردویہ والدیلمی کذا فی الدر وفی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی مَا مِنَ الذِّکْرِ اَفْضَلُ مِنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا مِنَ الدُّعَاءِ اَفْضَلُ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ ورقم لہ بالحسن)

ف: اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سب اذکار سے افضل ہے جس کی وجہ صوفیہ نے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک ہونے میں اس ذکر کو خاص مناسبت ہے اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب اس کے ساتھ استغفار بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب مچھلی نے کھا لیا تھا تو اس کے پیٹ میں ان کی دعا یہ تھی:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ جو شخص بھی ان الفاظ سے دعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔ اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے لیکن وہاں سب سے افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ارشاد ہوا تھا اور یہاں اِسْتِغْفَار وارد ہے۔ اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے۔ ایک متقی پرہیزگار ہے اس کے لئے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سب سے افضل ہے۔ ایک گناہ گار ہے وہ توبہ و استغفار کا بہت محتاج ہے اس کے حق میں اِستغفار سب سے اہم ہے۔ اس کے علاوہ افضلیت بھی مختلف وُجوہ سے ہوتی ہے۔ منافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد و ثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مُضرتیں اور تنگیاں دُور کرنے کے لئے استغفار سب سے زیادہ مفید ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہیں۔

(۲۱) عَنْ اَبِیْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رض عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَاَكْثِرُوْا مِنْهُمَا فَاِنَّ اِبْلِيْسَ قَالَ اَهْلَكْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوْبِ وَاَهْلَكُوْنِیْ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَاَيْتُ ذٰلِكَ اَهْلَكْتُهُمْ بِالْاَهْوَاءِ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُهْتَدُوْنَ۔

حضرت ابوبکر صدیق رض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور اُنھوں نے مجھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور استغفار سے ہلاک کر دیا۔ جب میں نے دیکھا (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے اُن کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔

(اخرجه ابو يعلى كذا فی الدر والجامع الصغير ورقم له بالضعف)

ف: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اول فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا ہے جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کو ذلت کے ساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح استغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ دلوں کے میل اور

زنگ کو دُور کرنے والا ہے۔ ابُو علی دَقاق کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے لَا اِلٰہَ کہتا ہے تو ایک دم دِل صاف ہو جاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جائے) پھر وہ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو صاف دل پر اُس کا نُور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہو گئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے۔ قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰىہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً ط فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰہِ ط اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ۝ (سورۂ جاثیہ رکوع ۳) (کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بُوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مُہر لگا دی اور آنکھ پر پردہ ڈال دیا کہ حق بات کو نہ سُنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے) پس اللہ کے (گمراہ کر دینے کے) بعد کون ہدایت کر سکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ھَوٰىہُ بِغَیْرِ ھُدًی مِّنَ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ سورہ قصص رکوع ۵ (ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اُس کے پاس) ہو اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) اور بھی مُتعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے اور اُس پر ثواب کا اُمیدوار بنا رہے۔ اور جب وہ اُس کو عبادت اور دین سمجھ کر کر رہا ہے تو اس سے توبہ کیونکر کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص زنا کاری چوری وغیرہ گناہوں میں مُبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے، لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اس کو چھوڑے بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا۔ یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مُبتلا کیا لیکن ذکر اذکار توبہ استغفار سے وہ مجھے دِق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس لئے دین کے ہر کام میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کے طریقہ کو اپنا راہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلافِ سُنّت ہو نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ امام غزالی رح نے حسن بصری رح سے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے اُمتِ محمدیہ کے سامنے گناہوں کو زیب و زینت

کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے اِستغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ اُن کے پاس پیش کئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ ان سے اِستغفار کریں اور وہ اَہوا یعنی بدعات ہیں کہ وہ ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وَہبؒ بن مُنَبِّہ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر، تو شیطان کو مجمعوں میں لعنت کرتا ہے اور چپکے سے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کس قدر تعجُّب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ جیسے مُحسن کے اِحسانات معلوم ہونے کے بعد اور اُن کے اقرار کے بعد اُس کی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اس کی عیّاری اور سرکشی معلوم ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کی جائے۔

(۲۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَمُوْتُ عَبْدٌ یَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَرْجِعُ ذٰلِکَ اِلٰی قَلْبٍ مُّوْقِنٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ۔

حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی سچّے دل سے شہادت دیتا ہو، ضرور جنّت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اُس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیں گے۔

(اخرجه احمد والنسائی والطبرانی والحاکم والترمذی فی نوادر الاصول وابن مردویه والبیهقی والاسماء والصفات کذا فی الدر وابن ماجة وفی الباب عَنْ عِمْرَانَ بِلَفْظِ مَنْ عَلِمَ اَنَّ اللّٰہَ رَبُّہٗ وَاَنِّیْ نَبِیُّہٗ مُوْقِنًا مِّنْ قَلْبِہٖ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ رواه البزار ورقم له فی الجامع بالصحة وفيه ایضًا برواية البزار عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَرَقَمَ لَہٗ بِالصِّحَّۃِ)

ف: حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سُنا دو کہ جو شخص سچّے دِل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرے وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ اللہ جلّ جلالُہٗ کے یہاں اِخلاص کی قدر ہے اور اِخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے۔ دنیا کے دکھاوے کے واسطے لوگوں کے خوش کرنے کے واسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو ان کی سرکار میں بے کار ہے بلکہ کرنے والے کے لئے وَبال ہے لیکن اِخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے۔ اس لئے اخلاص سے جو شخص کلمۂ شہادت پڑھے اس کی ضرور مغفرت ہوگی وہ ضرور جنّت میں داخل ہو کر

رہے گا اس میں ذرا بھی تردُّد نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں سزا بھگت کر داخل ہو لیکن ضروری نہیں، کسی مُخلص کا اِخلاص مَالِکُ المُلک کو پسند ہو، اس کی کوئی خدمت ہی پسند آجائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو مُعاف فرما سکتے ہیں۔ ایسی کریم ذات پر ہم نہ مرٹیں کتنی سخت محرومی ہے۔ بہر حال ان احادیث میں کلمہ طیّبہ کے پڑھنے والے کے لئے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں۔ قواعد کے موافق گناہوں کی سزا کے بعد مُعافی اور کرم لُطف احسان اور مَراحِم خُسروانہ میں بلا عذاب مُعافی۔

یحییٰ بن اکثم ایک مُحدِّث ہیں۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اُن سے پوچھا کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی۔ مجھ سے فرمایا۔ او گنہگار بوڑھے! تُو نے فلاں کام کیا، فلاں کیا میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا کہ تُو نے ایسے ایسے کام کئے۔ میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہونچی۔ فرمایا اور کیا حدیث پہونچی۔ عرض کیا مجھ سے عبدالرزاق نے کہا ان سے مَعمرؒ نے کہا اُن سے زُہریؒ نے کہا، ان سے عُروہؓ نے کہا اُن سے حضرت عائشہؓ نے کہا اُن سے حُضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ان سے حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا ان سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا اور میں اس کو (اس کے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اس کے بڑھاپے سے شرما کر مُعاف کر دیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبدالرّزاق نے سچ کہا اور معمر نے بھی سچ کہا۔ زُہری نے بھی سچ کہا عُروہ نے بھی سچ نقل کیا عائشہ نے بھی سچ کہا اور نبیؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیل نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچی بات کہی۔ یحییٰؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جنّت میں داخلہ کا ارشاد فرمادیا۔

(۲۳) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْءٌ اِلَّا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ اِلَّا قَوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَدُعَاءُ الْوَالِدِ۔

حُضور اَقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کے لئے اللہ کے یہاں پہونچنے کے لئے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور باپ کی دُعا بیٹے کے لئے ان دونوں کے لئے کوئی حجاب نہیں۔

(اخرجه ابن مردويه كذا فى الدر وفى الجامع الصغير برواية ابن النجار ورقم له بالضعف وفى الجامع الصغير برواية الترمذى عن ابن عمرو رقوله بالصحة اَلتَّسْبِيْحُ نِصْفُ الْمِيْزَانِ

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَأُہٗ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا دُوْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْہِ)

ف: پردہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی اور اُمور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہ راست بارگاہِ الٰہی تک فوراً پہونچتی ہیں۔

ایک کافر بادشاہ کا قصہ لکھا ہے کہ نہایت مُتشدِّد مُتعصِّب تھا اتّفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہوگیا چونکہ مسلمانوں کو اس سے تکلیفیں بہت پہونچی تھیں اس لئے اِنتقام کا جوش ان میں بھی بہت تھا، اس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا۔ اُس نے اوّل اپنے بُتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی، جب کچھ بن نہ پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وِرد شروع کیا، لگاتار پڑھ رہا تھا، اور ایسی حالت میں جس خُلوص اور جوش سے پڑھا جاسکتا ہے ظاہر ہے۔ فوراً اللہ تعالیٰ شانُہٗ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بھی بجھ گئی، اور دیگ ٹھنڈی ہوگئی۔ اس کے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اُڑی اور دُور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جاکر گری۔ یہ شخص لگاتار کلمہ طیّبہ پڑھ رہا تھا۔ لوگ اُس کے گرد جمع ہوگئے اور اعجوبہ دیکھ کر متحیّر تھے اُس سے حال دریافت کیا اُس نے اپنی سرگذشت سُنائی جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔

(۲۴) عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یُّوَافِیَ عَبْدٌ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَقُوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ اِلَّا حُرِّمَ عَلَی النَّارِ۔

حُضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو اس طرح سے کہتا ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو مگر جہنّم اس پر حرام ہوگی۔

(اخرجہ احمد والبخاری ومسلم وابن ماجۃ والبیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر)

ف: جو شخص اِخلاص کے ساتھ کلمہ طیّبہ کا وِرد کرتا رہا ہو اُس پر جہنّم کی آگ کا حرام ہونا ظاہری قواعد کے مُوافق تو مُقیّد ہے کبائر گناہ نہ ہونے کے ساتھ یا جہنّم کے حرام ہونے سے اُس میں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے لیکن اللہ جلّ شانُہٗ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے کو باوجود گناہوں کے بالکل ہی جہنّم سے مُعاف فرمادیں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث

میں ایسے بندوں کا بھی ذکر آتا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تونے فلاں گناہ کیا فلاں کیا۔ اس طرح جب بہت سے گناہ گنوائے جا چکیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا اور اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہو گا تو ارشاد ہو گا کہ ہم نے دنیا میں تیری ستّاری کی آج بھی ستّاری کرتے ہیں تجھے معاف کر دیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں۔ اس لئے اُن ذاکرین کے لئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں ہے۔ اللہ کے پاک نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے اس لئے جتنی بھی کثرت ہو سکے دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اس کے ورد میں عمریں ختم کر دیں۔

(۲۵) عَنْ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ رض بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ رُؤِيَ طَلْحَةُ حَزِيْنًا فَقِيْلَ لَهٗ مَالَكَ قَالَ إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ إِلَّا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَتَهٗ وَاَشْرَقَ لَوْنُهٗ وَرَاٰى مَا يَسُرُّهٗ وَمَا مَنَعَنِيْ اَنْ اَسْاَلَهٗ عَنْهَا إِلَّا الْقُدْرَةُ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ عُمَرُ رض إِنِّيْ لَاَعْلَمُهَا قَالَ فَمَا هِيَ قَالَ لَا نَعْلَمُ كَلِمَةً هِيَ اَعْظَمُ مِنْ كَلِمَةٍ اَمَرَ بِهَا عَمَّهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ قَالَ فَهِيَ وَاللهِ هِيَ۔

حضرت طلحہ رض کو لوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں، کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا تھا کہ مجھے ایک کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اس کو کہے تو موت کی تکلیف اُس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کلمہ کے پوچھنے کی قدرت نہ ہوئی (اُس کا رنج ہو رہا ہے) حضرت عمر رض نے فرمایا مجھے معلوم ہے طلحہ رض (خوش ہو کر) کہنے لگے کیا ہے حضرت عمر رض نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابو طالب) پر پیش کیا تھا اور وہ ہے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ۔ فرمایا واللہ یہی ہے واللہ یہی ہے۔

(اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر قلت اخرجہ الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین واقرہ علیہ الذہبی واخرجہ احمد واخرج ایضاً من مسند عمر رض بمعناہ

بزیادة فیهما واخرجه ابن ماجة عن یحیی بن طلحة عن امه وفی شرح الصدور للسیوطی و اخرج ابویعلی والحاکم بسند صحیح عن طلحة وعمر قالا سمعنا رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انی اعلم کلمة الحدیث)

ف: کلمہ طیّبہ کا سراسر نُور و سُرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے مُنبّہات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی ان کے لئے چراغ ہیں۔ دنیا کی محبّت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے اور گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے، اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پُل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہؒ مشہور ولیہ ہیں۔ رات بھر نماز میں مشغول رہتیں صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سو رہتیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا کر اٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہے گا عنقریب قبر کا زمانہ آنے والا ہے جس میں صُور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیّت فرمائی کہ یہ ادنیٰ گدڑی جس کو وہ تہجّد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا چنانچہ حسب وصیّت تجہیز و تکفین کر دی گئی۔ بعد میں اس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں اس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گدڑی کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔ انھوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کر سکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

(۲۶) عَنْ عُثْمَانَ رضؓ قَالَ اِنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ حَزِنُوْا عَلَیْہِ حَتّٰی کَادَ بَعْضُھُمْ یُوَسْوِسُ قَالَ عُثْمَانُ وَکُنْتُ مِنْھُمْ فَبَیْنَا اَنَا جَالِسٌ مَرَّ عَلَیَّ عُمَرُ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَشْعُرْ بِہٖ فَاشْتَکٰی عُمَرُ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ ثُمَّ اَقْبَلَا حَتّٰی سَلَّمَا عَلَیَّ جَمِیْعًا فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ رضؓ مَا حَمَلَکَ عَلٰی اَنْ لَّا تَرُدَّ

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (رُوحی فداہ) کے وصال کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس قدر سخت صدمہ تھا کہ بہت سے مختلف طور کے وساوس میں مبتلا ہو گئے تھے حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا جو وساوس میں گھرے ہوئے تھے حضرت عمرؓ میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا

عَلٰی اَخِیْکَ عُمَرَرضؓ سَلَامَہٗ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عُمَرُرضؓ بَلٰی وَاللّٰہِ لَقَدْ فَعَلْتَ قَالَ قُلْتُ وَاللّٰہِ مَاشَعَرْتُ اَنَّکَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍؓ صَدَقَ عُثْمَانُؓ قَدْ شَغَلَکَ عَنْ ذٰلِکَ اَمْرٌ فَقُلْتُ اَجَلْ قَالَ مَا ھُوَ قُلْتُ تَوَفَّی اللّٰہُ تَعَالٰی نَبِیَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ نَسْأَلَہٗ عَنْ نَجَاۃِ ھٰذَا الْاَمْرِ قَالَ اَبُوْبَکْرٍؓ قَدْ سَاَلْتُہٗ عَنْ ذٰلِکَ فَقُمْتُ اِلَیْہِ وَقُلْتُ لَہٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَنْتَ اَحَقُّ بِھَا قَالَ اَبُوْبَکْرٍؓ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا نَجَاۃُ ھٰذَا الْاَمْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَبِلَ مِنِّی الْکَلِمَۃَ الَّتِیْ عَرَضْتُ عَلٰی عَمِّیْ فَرَدَّھَا فَھِیَ لَہٗ نَجَاۃٌ۔

اُنہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کی (کہ عثمانؓ بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب بھی نہ دیا) اس کے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا جواب بھی نہ دیا (کیا بات ہے) میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا ہی ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو آپ کے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے نہ سلام کا پتہ چلا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہو گے میں نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کیا تھا میں نے عرض کیا حضورؐ کا وصال ہو گیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں میں اُٹھا اور میں نے کہا تم پر میرے ماں باپ قربان، واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اس کے دریافت کرنے کے (کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کر لے جس کو میں نے اپنے چچا (ابوطالب پر اُن کے انتقال کے وقت) پیش کیا تھا اور اُنہوں نے رد کر دیا تھا، وہی کلمہ نجات ہے۔

(رواہ احمد کذا فی المشکوۃ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط باختصار وابویعلی بتمامہ والبزار بنحوہ وفیہ رجل لم یسم لکن الزھری وثقہ وابھمہ اھ قلت وذکر فی مجمع الزوائد لہ متابعات بالفاظ متقاربۃ)

ف: وَساوِس میں مُبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اس وقت رنج وغم کی شدّت میں ایسے پریشان ہو گئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیلُ القَدر بہادر تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حُضورؐ کا وِصال ہو گیا اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ حُضورؐ تو اپنے رب سے ملنے تشریف لے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ طور پر تشریف لے گئے تھے۔ بعض صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ دین اب ختم ہو چکا۔ بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ بعض بالکل گم تھے کہ ان سے بولا ہی نہیں جاتا تھا ایک ابوبکر صدّیقؓ کا دم تھا جو حُضورؐ کے ساتھ کمالِ عشق اور کمالِ محبّت کے باوجود اس وقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے تھے۔ انھوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نِرے رَسُول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہیں جسے موت آہی نہ سکے) پس اگر وہ مر جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) پھر جائے گا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کرے گا، (اپنا ہی کچھ کھو دیگا) مختصر طور پر اس قصّہ کو میں اپنے رسالہ "حکایاتِ صحابہ" میں لکھ چکا ہوں۔ آگے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے۔ اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمہ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمہ طیّبہ ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دِقتیں بھی پیش آتی ہیں وَساوِس بھی گھیرتے ہیں شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں اس صورت میں مطلب اِرشادِ نبویؐ کا یہ ہے کہ کلمہ طیّبہ کی کثرت ان سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اِخلاص پیدا کرنے والا ہے۔ دلوں کا صاف کرنے والا ہے شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے، جیسا کہ ان سب روایات میں اس کے اثرات بہت سے ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے قسم کی بلائیں دور کرتا ہے جن میں سب سے کم غم ہے جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

(۲۷) عَنْ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنِّیْ

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حُضورؐ سے سُنا تھا کہ میں ایک ایسا کلمہ

لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَّا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِّنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حُرِّمَ عَلَى النَّارِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنَا اُحَدِّثُكَ مَا هِيَ هِيَ كَلِمَةُ الْاِخْلَاصِ الَّتِيْ اَعَزَّ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى بِهَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهٗ وَهِيَ كَلِمَةُ التَّقْوٰى الَّتِيْ اَلَاصَ عَلَيْهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّهٗ اَبَا طَالِبٍ عِنْدَ الْمَوْتِ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

جانتا ہوں کہ جو شخص اس کو حق سمجھ کر اخلاص کے ساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اس کو پڑھے تو جہنم کی آگ اُس پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے۔ وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور اُس کے صحابہؓ کو عزت دی۔ وہ وہی تقوی کا کلمہ ہے جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے ان کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی۔ وہ شہادت ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی۔

(رواه احمد واخرجه الحاكم بهذا اللفظ وقال صحيح على شرطهما واقره عليه الذهبي واخرجه الحاكم برواية عثمانؓ عن عمرؓ مرفوعًا اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَّا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِّنْ قَلْبِهٖ فَيَمُوْتُ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وقال هذا صحيح على شرطهما ثم ذكر له شاهدين من حديثهما)

ف: حضورؐ کے چچا ابوطالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور معروف ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے اس لئے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لیجئے تاکہ مجھے قیامت کے دن آپ کی سفارش کا موقعہ مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں انہوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھتیجے کا دین قبول کر لیا۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں اس وقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اس پر حضورؐ رنجیدہ واپس تشریف لائے۔ اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ (سورہ قصص رکوع ۶) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرما سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے۔ اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں، خدا اور اس کے رسولؐ سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ

سمجھتے ہیں کہ کسی عزیز قریب بزرگ کی دعا سے بیڑا پار ہو جائے گا غلطی میں مبتلا ہیں کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے اُسی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اُسی سے سچا تعلق قائم کرنا ضروری ہے البتہ اللہ والوں کی صحبت، ان کی دعا، اُن کی توجہ معین و مددگار بن سکتی ہے۔

(۲۸) عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَذْنَبَ اٰدَمُ الذَّنْبَ الَّذِیْ اَذْنَبَہٗ رَفَعَ رَاْسَہٗ اِلَی السَّمَآءِ فَقَالَ اَسْاَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِیْ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ مَنْ مُحَمَّدٌ فَقَالَ تَبَارَکَ اسْمُکَ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ رَفَعْتُ رَاْسِیْ اِلٰی عَرْشِکَ فَاِذَا فِیْہِ مَکْتُوْبٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَعَلِمْتُ اَنَّہٗ لَیْسَ اَحَدٌ اَعْظَمَ عِنْدَکَ قَدْرًا عَمَّنْ جَعَلْتَ اِسْمَہٗ مَعَ اِسْمِکَ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ یَآ اٰدَمُ اِنَّہٗ اٰخِرُ النَّبِیِّیْنَ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ وَلَوْلَا ھُوَ مَا خَلَقْتُکَ۔

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم (علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) سے جب وہ گناہ صادر ہو گیا (جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دعا و استغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ آسمان کی طرف منہ کیا اور عرض کیا یا اللہ! محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

(اخرجہ الطبرانی فی الصغیر والحاکم وابو نعیم والبیہقی کلاھما فی الدلائل وابن عساکر فی الدر وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر وفیہ من لم اعرفھم قلت ویؤیدہ الاخر الحدیث المشھور لولاک لما خلقت الافلاک قال القاری فی الموضوعات الکبیر موضوع لکن معناہ صحیح وفی التشرف معناہ ثابت ویؤید الاول ما ورد فی غیر روایۃ من انہ مکتوب علی العرش واوراق الجنۃ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کما بسط طرقہ السیوطی فی مناقب اللآلی فی غیر موضع و

بسط لہ شواھد ایضاً فی تفسیرہ فی سورۃ الم نشرح)

ف: حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے، اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی، آقا کی خفگی ہوئی ہو وہی جانتا ہے۔ ان بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے اور وہاں تو مالک الملک رزاق عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی اس شخص پر جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا، اپنا مقرب بنایا۔ جو شخص جتنا ہی مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے ہیں کہ تمام دنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو اُن کے برابر نہیں ہو سکتا۔ چالیس برس تک سر اُوپر نہیں اٹھایا۔ حضرت بریدہؓ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جائے تو اُن کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر اُن کے آنسوؤں کو اُن کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جائے تو اُن کے آنسو بڑھ جائیں گے ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہو گی ظاہر ہے ؎

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں وَاں ایک خامشی مری سب کے جواب میں

اس لئے جو روایات میں ذکر کیا گیا اُن سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ حضورؐ کا وسیلہ اختیار فرمایا۔ دوسرا مضمون عرش پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہونا یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں۔ پہلی سطر میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا تھا دوسری سطر میں مَا قَدَّمْنَا وَجَدْنَا وَمَا اَکَلْنَا رَبِحْنَا وَمَا خَلَفْنَا خَسِرْنَا تھا (جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ وغیرہ کر دیا وہ پا لیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا) اور تیسری سطر میں تھا اُمَّۃٌ مُّذْنِبَۃٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ (اُمت گناہ گار اور مالک بخشنے والا) ایک بزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہنچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں اُس

کے دو چھلکے ہوتے ہیں جب اُن کو توڑا جاتا ہے تو اُن کے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے جب اس کو کھولا جاتا ہے تو سُرخی سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ملتا ہے۔ میں نے اس قصہ کو ابُو یعقوبؒ شکاری سے ذکر کیا۔ اُنھوں نے کہا تعجّب کی بات نہیں میں نے اَیلہ میں ایک مچھلی شکار کی تھی اس کے ایک کان پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا۔

(۲۹) عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ یَزِیْدَ بْنِ السَّکَنِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِسْمُ اللّٰہِ الْاَعْظَمُ فِیْ ھَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَالٓمّٓ ۝ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔

حضرت اَسماءؓ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اسمِ اعظم کے نام سے عام طور پر مشہور ہے) ان دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ اخلاص سے پڑھی جائیں) وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اس بقرہ ع ۱۹) اور الٓمّٓ ۝ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (س آل عمران ع ۱)

(اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد والدارمی وابوداؤد والترمذی وصححہ وابن ماجۃ وابومسلم الکجی فی السنن وابن الضریس وابن ابی حاتم والبیہقی فی الشعب کذا فی الدر)

ف: اسمِ اعظم کے متعلق روایاتِ حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ جو دُعا بھی اس کے بعد مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

البتہ اسمِ اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور یہ عادت اللہ ہے کہ ہر ایسی مُہتم بالشان چیز میں اخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ شبِ قدر کی تعیین میں، جمعہ کے دن دُعا قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا۔ اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالہ "فضائلِ رمضان" میں لکھ چکا ہوں۔ اسی طرح اسمِ اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارد ہوئیں، منجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایات میں ان آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ مُتمرّد اور شریر شیاطین پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں

وہ دو۲ آیتیں وَاِلٰـھُکُمْ اِلٰـہٌ وَّاحِدٌ سے شروع ہیں. ابراہیمؒ بن وسمہ کہتے ہیں، کہ مجنونانہ حالت نظر کے لئے ان آیات کا پڑھنا مفید ہے. جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے وَاِلٰـھُکُمْ اِلٰـہٌ وَّاحِدٌ پوری آیت (سورہ بقرہ رکوع ۱۹) اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخر آیت اور اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سے مُحْسِنِیْنَ تک (سورہ اعراف رکوع ۷)، اور سورہ حشر کی آخری آیتیں (ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ سے)، ہمیں یہ بات پہنچی کہ سب آیات (جن کو گنوایا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں. اور ابراہیمؒ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات اُن کے لئے لکھ دیا کرو. علامہ شامیؒ نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اسمِ اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علامہ طحاویؒ اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے ان کے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے. سیّد الطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے. فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اُس کے سوا کچھ نہ ہو. فرماتے ہیں کہ عوام کے لئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیئے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو، اور خواص کے لئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات و صفات کا بھی استحضار ہو، اور اَخَصُّ الْخَوَاص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پاک ذات کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو. کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ مبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ ۲۳۶۰ بتاتے ہیں. شیخ اسمٰعیلؒ فرغانی کہتے ہیں کہ مجھے ایک عرصہ سے اسمِ اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہدے بہت کرتا تھا. کئی کئی دن فاقے کرتا حتیٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر جاتا. ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہو گئے. مجھے ان کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں. ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اسمِ اعظم سیکھنا چاہتا ہے. اس نے کہا ہاں بتا دیجئے. میں یہ گفتگو سن کر غور کرنے لگا. اُس نے کہا کہ وہ لفظ اللہ ہے بشرطیکہ صدقِ لجا سے ہو. شیخ اسماعیلؒ کہتے ہیں کہ صدقِ لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اس وقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہو رہا ہو اور کوئی بھی اُس کا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائے گا وہ حالت مراد ہے. اسمِ اعظم معلوم ہونے کے لئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط و تحمل کی ضرورت

ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کو اسم اعظم آتا تھا۔ ایک فقیر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے تمنّا و استدعا کی، کہ مجھے بھی سکھا دیجئے۔ ان بزرگ نے فرمایا تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اس کی اہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ جاکر بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے۔ سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصّہ آیا واپس آکر بزرگ سے سارا قصّہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسم اعظم آجاتا تو اس سپاہی کے لئے بددُعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسم اعظم سیکھا تھا۔

(۳۰) عَنْ اَنَسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنَ الْاِیْمَانِ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَوْ ذَکَرَنِیْ اَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن، حق تعالیٰ شانُہٗ ارشاد فرمائیں گے کہ جہنّم سے ہر اُس شخص کو نکال لو جس نے لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہو اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہو اور ہر اُس شخص کو نکال لو جس نے لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہو یا مجھے (کسی طرح بھی) یاد کیا ہو یا کسی موقعہ پر مجھ سے ڈرا ہو۔

(اخرجہ الحاکم بروایت المؤمل عن المبارکؒ بن فضالۃ وقال صحیح الاسناد واقرہ علیہ الذھبی وقال الحاکم قد تابع ابوداؤد مؤملا علی روایتہ واختصرہ)

ف: اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانُہٗ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہو جاتا ہے کہ سَو برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر و شرک میں گذری ہو ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہو جاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنّم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حذیفہ رض جو حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے رازدار ہیں فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے)، کہ اسلام ایسا دھندلا رہ جائے گا جیسے کپڑے کے نقش و نگار

(پرانے ہوجانے سے) دھندلے ہوجاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو، آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآن پاک بھی اُٹھالیا جائے گا، کوئی آیت اس کی باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے سنا تھا ہم بھی اسی کو پڑھیں گے۔ حضرت حُذیفہ رضؓ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ حج روزہ کوئی رکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا، حضرت حُذیفہ رضؓ نے سکوت فرمایا۔ اُنھوں نے پھر یہی عرض کیا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت حُذیفہ رضؓ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنّم سے نکالے گا، جہنّم سے نکالے گا، جہنّم سے نکالے گا، یعنی ارکانِ اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پاتے گا یہی مطلب ہے حدیثِ بالا کا کہ اگر ایمان کا ذرا سا حصّہ بھی ہے تب بھی جہنم سے کسی نہ کسی وقت نکالا جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے وہ اس کو کسی نہ کسی دن ضرور کام دے گا گو اس کو کچھ نہ کچھ سزا بھگتنا پڑے۔

(۳۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رضؓ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِیٌّ عَلَیْہِ جُبَّۃٌ مِّنْ طَیَالِسَۃٍ مَکْفُوْفَۃٌ بِالدِّیْبَاجِ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَکُمْ ھٰذَا یُرِیْدُ اَنْ یَّرْفَعَ کُلَّ رَاعٍ وَّابْنَ رَاعٍ وَیَضَعَ کُلَّ فَارِسٍ وَّابْنَ فَارِسٍ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا فَاَخَذَ بِمَجَامِعِ ثَوْبِہٖ فَاجْتَذَبَہٗ وَقَالَ اَلَا اَرٰی عَلَیْکَ ثِیَابَ مَنْ لَّا یَعْقِلُ ثُمَّ رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ فَقَالَ اِنَّ نُوْحًا لَّمَّا حَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ دَعَا اِبْنَیْہِ فَقَالَ اِنِّیْ قَاصٌّ عَلَیْکُمَا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جُبّہ پہن رہا تھا اور اس کے کناروں پر دیبا کی گوٹ تھی (صحابہؓ سے خطاب کر کے) کہنے لگا کہ تمھارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والے) اور چرواہے زادے کو بڑھا دیں اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرادیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراضگی سے اُٹھے اور اس کے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا)، تو بیوقوفوں کے سے کپڑے نہیں پہن رہا ہے پھر اپنی جگہ واپس آکر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

الْوَصِيَّةَ آمُرُكُمَا بِاثْنَتَيْنِ وَاَنْهَاكُمَا
عَنِ اثْنَتَيْنِ اَنْهٰكُمَا عَنِ الشِّرْكِ وَ
الْكِبْرِ وَاٰمُرُكُمَا بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا فِيْهِمَا
لَوْ وُضِعَتْ فِيْ كِفَّةِ الْمِيْزَانِ وَوُضِعَتْ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِي الْكِفَّةِ الْاُخْرٰى
كَانَتْ اَرْجَحَ مِنْهُمَا وَلَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا فِيْهِمَا كَانَتْ حَلْقَةً
فَوُضِعَتْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَلَيْهَا
لَقَصَمَتْهَا وَاٰمُرُكُمَا بِسُبْحَانَ اللّٰهِ
وَبِحَمْدِهٖ فَاِنَّهُمَا صَلٰوةُ كُلِّ شَيْءٍ
وَبِهِمَا يُرْزَقُ كُلُّ شَيْءٍ۔

کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحب زادوں کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمھیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں۔ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبّر اور جن چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے کہ تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں (اخلاص سے کہا ہوا) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رکھ دیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائے گا اور اگر تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھ دیا جائے تو وہ وزن سے ٹوٹ جائے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز ہیں اور انھیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔

(اخرجه الحاكم وقال صحيح الاسناد ولم يخرجاه للصقعب ابن زهير فانه ثقة قليل الحديث اه واقره عليه الذهبى وقال الصقعب ثقة ورواه ابن عجلان عن زيد بن اسلم مرسلا اه قلت ورواه احمد فى مسنده بزيادة فيه بطرق وفى بعض منها فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ كُنَّ حَلْقَةً مُّبْهَمَةً قَصَمَتْهُنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وذكره المنذرى فى الترغيب عن ابن عمرؓ مختصرا وفيه لَوْ كَانَتْ حَلْقَةً لَقَصَمَتْهُنَّ حَتّٰى تَخْلُصَ اِلَى اللّٰهِ ثم قال رواه البزار ورواته محتج بهم فى الصحيح الا ابن اسحاق وهو فى النسائى عن صالح بن سعيد رفعه الى سليمان بن يسار الى رجل من الانصار لم يسمه ورواه الحاكم عن عبد الله وقال صحيح الاسناد ثم ذكر لفظه قلت وحديث سليمان بن يسار ياتى فى بيان التسبيح وفى مجمع الزوائد رواه احمد ورواه الطبرانى بنحوه ورواه البزار من حديث ابن عمرؓ ورجال احمد ثقات قال فى رواية البزار محمد بن اسحاق وهو مدلس وهو ثقة)

ف: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے جس شخص کا ظاہر حال خراب ہے اس کے باطن کا حال بھی ظاہر ویسا ہی ہے اس لئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے کہ باطن اس کے تابع ہوتا ہے اسی لئے صوفیہ کرام ظاہری طہارت وضو وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں تاکہ باطن کی طہارت حاصل ہو جائے۔ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں اجی باطن اچھا ہونا چاہیئے ظاہر چاہے کیسا ہی ہو صحیح نہیں، باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں ہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِّنْ عَلَانِيَتِيْ وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَالِحَةً (اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنادے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے۔

(۳۲) عَنْ أَنَسٍؓ أَنَّ أَبَا بَكْرٍؓ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ كَئِيْبٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالِيْ أَرَاكَ كَئِيْبًا قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَمٍّ لِّي الْبَارِحَةَ فُلَانٍ وَهُوَ يَكِيْدُ بِنَفْسِهٖ قَالَ فَهَلْ لَقَّنْتَهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ هِيَ لِلْاَحْيَاءِ قَالَ هِيَ اَهْدَمُ لِذُنُوْبِهِمْ هِيَ اَهْدَمُ لِذُنُوْبِهِمْ.

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ سے ہو کر حاضر ہوئے حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میں تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے انھوں نے عرض کیا کہ گذشتہ شب میرے چچازاد بھائی کا انتقال ہو گیا میں نزع کی حالت میں ان کے پاس بیٹھا تھا (اس منظر سے طبیعت پر اثر ہے) حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اس نے یہ کلمہ پڑھ لیا تھا عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا ارشاد فرمایا کہ جنت اس کے لئے واجب ہو گئی حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو حضورؐ نے دو۲ مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ کلمہ اُن کے گناہوں کو بہت ہی منہدم کر دینے والا ہے (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے۔

(رواہ ابویعلی والبزار وفیہ زائدۃ بن ابی الرقاد وثقہ القواریری وضعفہ البخاری وغیرہ کذا فی مجمع الزوائد واخرج بمعناہ عن ابن عباس ایضا قلت وروی عن علیؓ مرفوعا من

قَالَ اِذَا مَرَّ بِالْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَيْفَ وَجَدْتُمْ قَوْلَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِغْفِرْ لِمَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ غُفِرَ لَهٗ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ لَّمْ تَكُنْ لَهٗ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً قَالَ لِوَالِدَيْهِ وَلِقَرَابَتِهٖ وَلِعَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ رواه الديلمی فی تاريخ همدان والرافعی وابن النجار كذا فی منتخب كنز العمال لكن روی نحوه السيوطی فی ذيل اللآلی وتكلم علی سنده وقال الاسناد كله ظلمات ورمی رجاله بالكذب وفی تنبيه الغافلين وروی عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهٖ خَالِصًا وَمَدَّهَا بِالتَّعْظِيْمِ كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ اَرْبَعَةَ اٰلَافِ ذَنْبٍ مِّنَ الْكَبَائِرِ قِيْلَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ اَرْبَعَةُ اٰلَافِ ذَنْبٍ قَالَ يُغْفَرُ مِنْ ذُنُوْبِ اَهْلِهٖ وَجِيْرَانِهٖ اه قلت وروی بمعناه مرفوعًا لكنهم حكموا عليه بالوضع كما فی ذيل اللآلی نعم يؤيده الامر بدفن جوار الصالح وتاذيه بجوار السوء ذكره السيوطی فی اللآلی بطرق وورد السلام علی اهل القبور بالفاظ مختلفة فی كنز العمال وغيره۔

ف: مقابر میں اور مَیّت کے قریب کلمہ طیّبہ پڑھنے کے مُتعلق بھی کثرت سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری اُمّت کا شعار (نشان) جب وہ پُل صراط پر چلیں گے تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے اُٹھیں گے تو اُن کا نشان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ہوگا۔ تیسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں اُن کا نشان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ہوگا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی لبسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہو جاتی ہیں اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اَبُو الْعَبَّاسؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلیہ میں بیمار پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے پرند بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید سُرخ سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پَر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے۔ میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں۔ میں جلدی جلدی کلمہ طیّبہ پڑھنے لگا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا یہ ایک اور مؤمن کے لئے تحفہ ہے جس کا وقت آگیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ

کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھادو، لوگوں نے بٹھادیا پھر فرمایا۔ (یا اللہ) تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی، تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا مجھ سے اس میں نافرمانی ہوئی تین مرتبہ یہی کہتے رہے اس کے بعد فرمایا لیکن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ یہ فرماکر ایک جانب غور سے دیکھنے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو۔ فرمایا کچھ سبز چیزیں ہیں کہ نہ وہ آدمی ہیں نہ جن، اس کے بعد انتقال فرمایا۔ زُبیدہؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا اس سے پوچھا کیا گذری۔ اس نے کہا کہ ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہوگئی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُفْنِیْ بِھَا عُمُرِیْ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَدْخُلُ بِھَا قَبْرِیْ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَخْلُوْ بِھَا وَحْدِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَلْقٰی بِھَا رَبِّیْ۔ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ اپنی عمر کو ختم کروں گی۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گذاروں گی اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی)۔

(۳۳) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِیْ قَالَ اِذَا عَمِلْتَ سَیِّئَۃً فَاَتْبِعْھَا حَسَنَۃً تَمْحُھَا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمِنَ الْحَسَنَاتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ ھِیَ اَفْضَلُ الْحَسَنَاتِ۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرمادیجئے ارشاد ہوا کہ جب کوئی برائی سرزد ہوجائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کرلیا کرو تاکہ برائی کی نحوست دھل جائے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

(رواہ احمد وفی مجمع الزوائد رواہ احمد ورجالہ ثقات الا ان شمر بن عطیۃ حدثہ عن اشیاخہ ولم یسم احدًا منہم قال السیوطی فی الدر اخرجہ ایضًا ابن مردویہ والبیہقی فی الاسماء والصفات قلت واخرجہ الحاکم بلفظ یا اباذر اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ وقال صحیح علی شرطھما واقرہ علیہ الذھبی وذکرہ السیوطی فی الجامع مختصرًا ورقم لہ بالصحۃ)

ف: برائی اگر گناہ صغیرہ ہے تو نیکی سے اس کا محو ہوجانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قواعد کے موافق توبہ سے محو ہوسکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے جیسا پہلے بھی گذر چکا ہے۔ بہرصورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ نہ اعمالنامہ میں رہتا ہے نہ کہیں

اس کا ذکر ہوتا ہے. چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلا دیتے ہیں اور اس گناہ گار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلا دیتے ہیں اور زمین کے اُس حصّہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتّٰی کہ کوئی بھی اس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصّے نیک یا بَد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہیاں دیں گے جیساکہ باب سوم فصل دوم حدیث نمبر ۱۸ کے تحت میں آرہا ہے. حدیثِ بالا کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیساکہ گناہ کیا ہی نہیں۔ یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے. توبہ اس کو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کے لئے پکّا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اس گناہ کو نہیں کروں گا۔ ایک دوسری حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور ایسے اِخلاص سے عمل کیا کر جیساکہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی بُرائی ہو جائے تو اس کے کفّارہ میں کوئی نیکی کیا کر۔ اگر بُرائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی ہو اور اگر بُرائی کو علی الِاعلان کیا ہے تو اس کے کفّارہ میں نیکی بھی علی الِاعلان ہو۔

(۳۴) عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ عَشْرَ مَرَّاتٍ كُتِبَتْ لَهٗ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ حَسَنَةٍ (اخرجه احمد قلت اخرج الحاكم شواهده بالفاظ مختلفة)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی۔

ف: کلمہ طیّبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھا کرو۔ اس کا ثواب ایسا ہے کہ جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

(۳۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى

دوسری حدیث میں اِرشاد ہے کہ جو شخص

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اَلْفَیْ اَلْفِ حَسَنَۃٍ۔ (رواہ الطبرانی کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد فیہ قائد ابوالورقا متروک)

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ پڑھے اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی

ف: کس قدر اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے انعام واحسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اس قدر غفلت اور دنیاوی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جلّ شانہٗ کے یہاں ہر نیکی کے لئے کم ازکم دس گنا ثواب تو متعیّن ہی ہے بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اس کے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے سے جتنے گناہ حالتِ کفر میں کیے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں اس کے بعد پھر حساب ہے۔ ہر نیکی دس گنے سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہیں لکھی جاتی ہے اور برائی ایک ہی لکھی جاتی ہے، اور اگر اللہ جلّ شانہٗ اس کو معاف فرمادیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اس کے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ چاہیں لکھی جاتی ہیں۔ اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو، یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی اُن کو نہیں لُبھا سکتی۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْھُمْ۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے دو عمل تو واجب کرنے والے ہیں اور دو برابر سرابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا۔ دو عمل جو واجب کرنے والے ہیں ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنّت میں داخل ہوگا دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنم میں جائے گا اور جو عمل برابر سرابر ہے وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دل اس کے لئے پختہ ہو گیا ہو

(مگر اُس عمل کی نوبت نہ آئی ہو) اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کرلے اور اللہ کے راستہ میں (جہاد وغیرہ میں)، خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن پر دُنیا میں وسعت ہے آخرت میں تنگی ہے، بعض ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وُسعت، بعض ایسے ہیں کہ جن پر دونوں جگہ تنگی ہے (کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔ ایک شخص حضرت ابُوہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سُنا ہے آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جلّ شانُہٗ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں۔ حضرت ابُوہریرہؓ نے فرمایا۔ اس میں تعجّب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سُنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضُورؐ سے سُنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانُہٗ يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيمًا ارشاد فرمائیں (اس کے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم فرمائیں اس کی مقدار کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہوسکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصوّر اور لحاظ کرکے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ کی اہم صفات ہیں۔

(۳۶) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ اَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَآءَ۔

حضُورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سُنّتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے)، پھر یہ دُعا پڑھے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اس کے لئے جنّت کے آٹھوں دروازے کُھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

(رواه مسلم و ابوداؤد وابن ماجه وقالا فيُحسِنُ الوُضُوءَ زاد ابوداؤد ثُمَّ يرفع طرفه الى السَّمَآءِ ثُمَّ يَقُوْلُ فذكره ورواه الترمذى كابى داؤد وزاد اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِىْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ الحديث وتكلم فيه كذا فى الترغيب زاد السيوطى

فی الدر ابن ابی شیبۃ والدارمی)

ف: جنّت میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ بھی کافی ہے پھر آٹھوں کا کھل جانا یہ غایتِ اعزاز و اکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ جنّت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

(۳۷) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِائَةَ مَرَّةٍ اِلَّا بَعَثَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ وَجْهُهٗ كَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ وَلَمْ یُرْفَعْ لِاَحَدٍ یَوْمَئِذٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمَلِهٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ قَوْلِهٖ اَوْ زَادَ۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانُہٗ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اُس دن اُس سے افضل عمل والا وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

(رواہ الطبرانی وفیہ عبد الوهاب بن ضحاك متروك كذا فی مجمع الزوائد قلت هو من رواة ابن ماجة ولا شك انهم ضعفوه جدًا الا ان معناه مؤید بروایات منها ما تقدم من روایات یحیٰی ابن طلحة ولا شك انه افضل الذکر وله شاهد من حدیث اُمّ هانی الاٰتی)

ف: مُتعدّد آیات و روایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دِل کے لئے بھی نُور ہے اور چہرے کے لئے بھی نُور ہے اور یہ تو مُشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے اُن کا چہرہ دنیا ہی میں نُورانی ہوتا ہے۔

(۳۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِفْتَحُوْا عَلٰی صِبْیَانِكُمْ اَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَقِّنُوْهُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّهٗ مَنْ كَانَ اَوَّلُ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچّہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تلقین کرو جس شخص کا اوّل کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو

كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ عَاشَ اَلْفَ سَنَةٍ لَمْ يُسْئَلْ عَنْ ذَنْبٍ وَاحِدٍ۔ اور آخری کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو ان شاء اللہ کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوگا یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر نہ ہوگا یا اگر صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہو جائے گا یا اس وجہ سے کہ اللہ جلّ جلالہٗ اپنے فضل سے معاف فرمائیں گے)

(موضوع، ابن محموية و ابوه مجهولان وقد ضعف البخارى ابراهيم بن مهاجر حكاه السيوطى عن ابن الجوزى ثم تعقبه بقوله الحديث فى المستدرك واخرجه البيهقى فى الشعب عن الحاكم وقال متن غريب لم نكتبه الا بهذا الاسناد واورده الحافظ ابن حجر فى اماليه ولم يقدح فيه بشئى الا انه قال ابراهيم فيه لين وقد اخرج له مسلم فى المتابعات كذا فى اللآلى وذكره السيوطى فى شرح الصدور ولم يقدح فيه بشئ قلت وقد ورد فى التلقين احاديث كثيرة ذكرها الحافظ فى التلخيص وقال فى جملة من رواها وعن عروة بن مسعود الثقفى رواه العقيلى باسناد ضعيف ثم قال روى فى الباب احاديث صحاح عن غير واحد من الصحابة ورواه ابن ابى الدنيا فى كتاب المحتضرين من طريق عروة بن مسعود عن ابيه عَنْ حُذَيْفَةَ بلفظ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّهَا تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطَايَا وروى فيه ايضًا عن عمر وعثمان وابن مسعود وانس وغيرهم اه وفى الجامع الصغير لقنوا موتاكم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رواه احمد ومسلم والاربعة عن ابى سعيد ومسلم وابن ماجة عن ابى هريرة والنسائى عن عائشة ورقم له بالصحة وفى الحصن اِذَا اَفْصَحَ الْوَلَدُ فَلْيُعَلِّمْهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وفى الحرز رواه ابن السنى عن عمرو بن العاص اه قلت ولفظه فى عمل اليوم والليلة عن عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ وَجَدْتُ فِىْ كِتَابِ جَدِّىْ الَّذِىْ حَدَّثَهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَفْصَحَ اَوْلَادُكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ لَا تُبَالُوْا مَتٰى مَاتُوْا وَاِذَا اثْغَرُوْا فَمُرُوْهُمْ بِالصَّلٰوةِ وفى الجامع الصغير برواية احمد وابى داؤد والحاكم عَنْ مُعَاذٍ مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ورقم له بالصحة وفى مجمع الزوائد عَنْ عَلِيٍّ رَفَعَهٗ مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لم يدخل النار وفى غير رواية مرفوعة مَنْ لُقِّنَ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

دَخَلَ الْجَنَّۃَ)

ف: تلقین اس کو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تاکہ اس کو سُن کر وہ بھی پڑھنے لگے۔ اُس پر اُس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ شدتِ تکلیف میں ہوتا ہے اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ مُتعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشاد نبوی وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نصیب ہو جائے اس کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہو جاتا ہے تو پچھلی خطائیں مُعاف ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ منافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے مُردوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے لگے اس سے حساب مُعاف ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اُس کے پاس آتا ہے جو شیطان کو دُور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تلقین کرتا ہے۔ ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس پاک کلمہ کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قِصّہ لکھا ہے کہ بُھس فروخت کیا کرتا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو لوگ اس کو کلمہ طَیّبہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے اسی طرح اور بھی مُتعدِد واقعات نُزْہَۃُ الْبَسَاتِیْن میں بھی لکھے ہیں اور مُشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔

بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طَیّبہ نصیب نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ افیون کھانے میں ستّر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اس کے بالمُقابل مسواک میں ستّر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طَیّبہ یاد آتا ہے۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا میں تولنے میں بے احتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قِصّہ ہے کہ جب اس کو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے

اُس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خرید نے آئی تھی مجھے وہ اچھی لگی۔ میں اس کو دیکھتا رہا۔ اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہ سے توفیق کی دُعا کرتا رہے۔

(۳۹) عَنْ اُمِّ ھَانِیٍٔ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَایَسْبِقُھَا عَمَلٌ وَّ لَاتَتْرُکُ ذَنْبًا۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے نہ تو کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔

(رواہ ابن ماجۃ کذا فی منتخب کنز العمال قلت واخرجہ الحاکم فی حدیث طویل وصححہ ولفظہ قَوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَایُتْرَکُ ذَنْبًا وَلَایُشْبِھُھَا عَمَلٌ اھ وتعقب علیہ الذھبی بان زکریا ضعیف وسقط بین محمدؐ وام ھانیٔ وذکرہ فی الجامع بروایۃ ابن ماجۃ ورقم لہ بالضعف)

ف: کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کار آمد ہو سکتا ہو، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض ہر عمل ایمان کا بھی محتاج ہے۔ اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت انشاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کے لئے کافی نہیں۔ دوسرا جزو کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے پہلے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاجماع جاتے رہے۔ اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہو گی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اہتمام ہو اس کو دنیا بھی آخرت پر مستعد کرے گی اور مصیبت سے اس کی حفاظت

کرے گی۔

(۴۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں)، ان میں سب سے افضل لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ لکڑی کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا)

(رواہ السنۃ وغیرھم بالفاظ مختلفۃ واختلاف یسیر فی العدد وغیرہ وھذا اخر ما اردت ایرادہ فی ھذا الفصل رعایۃ لعدد الاربعین واللّٰہ الموفق لما یحب ویرضی)

ف: حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا، چوری، فحش گوئی، ننگا ہونا، گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اسی طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنے ضروری ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر اُبھارتی ہے۔ نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ تو ظاہر ہیں اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجالانے کا سبب ہے اسی وجہ سے مثل مشہور ہے "توبے حیا باش وہرچہ خواہی کُن" تو بے غیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ جب تو حیادار نہ رہے تو پھر جو چاہے کر کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرے گا۔

تنبیہ: اس حدیث شریف میں ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں، اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں ستتر کا عدد آیا ہے اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ ان ستتر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابوحاتم بن حبانؒ فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ ستر

سے بہت زیادہ ہو جاتیں۔ اَحادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے ان کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا ہے اُن کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جُزو قرار دیا اُن کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مُشترک تھیں اُن کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مُکرّرات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مُراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا جب کہ ایمان کے اُصول و فروع سارے بالتفصیل معلوم و مُحقق ہیں۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اُس کے رسُولؐ کے علم میں ہے اور شریعت مُطہّرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا علم نہ ہونا کچھ مُضر نہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اُس کا درجہ ہے اس سے اوپر کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے جو ہر مُکلّف پر ضروری ہے اور سب سے نیچے دفع کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں اِجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور اُن کے نام ہم نہیں جانتے لیکن ایک جماعت مُحدّثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مُختلف تصانیف فرمائی ہیں چنانچہ ابُو عبد اللہ حلیمیؒ نے ایک کتاب اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے جس کا نام فَوَائِدُ المِنْہَاج رکھا ہے اور امام بیہقیؒ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہی شُعَبُ الْاِیمان رکھا ہے اسی طرح شیخ عبد الجلیلؒ نے بھی ایک کتاب لکھی ہے اُس کا نام بھی شُعَبُ الْاِیمان رکھا ہے اور اسحاق بن قُرطبیؒ نے کِتَابُ النَّصَائِح اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے اور امام اَبُو حاتمؒ نے اپنی کتاب کا نام وَصفُ الْاِیمان وَشُعَبہٖ رکھا ہے۔ شُرّاحِ بخاری نے اس باب میں مختلف تصانیف سے

تلخیص کرتے ہوئے ان کو مختصر طور پر جمع فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمانِ کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اوّل تصدیقِ قلبی یعنی دِل سے جملہ اُمور کا یقین کرنا۔ دوسرے زبان کا اقرار و عمل۔ تیسرے بدن کے اَعمال یعنی ایمان کی جُملہ شاخیں تین حصّوں پر منقسم ہیں۔ اوّل وہ جن کا تعلّق نیّت و اعتقاد اور عملِ قلبی سے ہے۔ دوسرے وہ جن کا تعلّق زبان سے ہے۔ تیسرے وہ جن کا تعلّق باقی حصّۂ بدن سے ہے۔ ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں۔

پہلی قسم: جو تمام عقائد کو شامل ہے اس کا خُلاصہ تیس ۳۰ چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات، اس کی صِفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مثل ہے (۲) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے (۳) فرشتوں پر ایمان لانا (۴) اللہ کی اُتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا (۵) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا (۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بُری سب اللہ کی طرف سے ہے (۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سُوال جواب قبر کا عذاب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب ہونا، اَعمال کا تُلنا اور پُل صراط پر گذرنا سب ہی داخل ہے (۸) جنّت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن اِن شاء اللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے (۹) جہنّم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی (۱۰) اللہ تعالیٰ شانُہٗ سے محبّت رکھنا (۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبّت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بُغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبّت رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنے والوں سے بُغض رکھنا) اور اسی میں داخل ہے صحابۂ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور اَنصار کی محبّت اور آلِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت (۱۲) حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے محبّت رکھنا جس میں آپ کی تعظیم بھی آگئی اور حضور پر درود شریف پڑھنا بھی اور آپ کی سُنّتوں کا اِتّباع کرنا بھی داخل ہے (۱۳) اِخلاص جس میں رِیا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے (۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد (۱۵) اللہ کا خوف (۱۶) اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہونا (۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا (۱۸) شکرگذاری (۱۹) وفا (۲۰) صبر (۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے (۲۲) شفقت و رحمت جس میں بچّوں پر شفقت کرنا بھی داخل

ہے (۲۳) مُقدّر پر راضی ہونا (۲۴) توکّل (۲۵) خُود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اِصلاحِ نفس بھی داخل ہے (۲۶) کینہ اور غلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے (۲۷) عَینیؒ میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے (۲۸) غصہ نہ کرنا (۲۹) فریب نہ دینا جس میں بد گمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے (۳۰) دنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی اور جاہ کی محبت بھی داخل ہے. علّامہ عَینیؒ فرماتے ہیں کہ اُمورِ بالا میں دل کے تمام اَعمال داخل ہیں. اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہو تو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی.

دوسری قسم: زبان کا عمل تھا اس کے سات شعبے ہیں.

(۱) کلمہ طیّبہ کا پڑھنا (۲) قرآن پاک کی تلاوت کرنا (۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا (۵) دُعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر جس میں اِستغفار بھی داخل ہے (۷) لغو باتوں سے بچنا.

تیسری قسم: باقی بدن کے اعمال ہیں یہ کُل چالیس ہیں جو تین حصّوں پر منقسم ہیں.

پہلا حصّہ: اپنی ذاتوں سے تعلّق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں.

(۱) پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی، کپڑے کی پاکی، مکان کی پاکی سب ہی داخل ہیں اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض و نفاس اور جنابت کا غسل بھی (۲) نماز کی پابندی کرنا[ع] اس کو قائم کرنا جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے (۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقۂ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا، لوگوں کو کھانا کھلانا، مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے (۴) روزہ فرض ہو یا نفل (۵) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی (۶) اِعتکاف کرنا جس میں لَیلَۃُ القَدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے (۷) دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا جس میں ہجرت بھی داخل ہے (۸) نذر کا پورا کرنا (۹) قسموں کی نگہداشت رکھنا (۱۰) کفّاروں کا ادا کرنا (۱۱) سَتر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا (۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا اور ان کا اہتمام کرنا (۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اس کے جملہ اُمور کا انتظام کرنا (۱۴) قرض کا ادا کرنا (۱۵) معاملات کا

ع: نماز کا قائم کرنا اس کے آداب و شرائط کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرنیکا نام ہے جیسا کہ فضائلِ نماز کے تیسرے باب میں مذکور ہے.

درست کرنا سُود سے بچنا (۱۶) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصّہ: کسی دوسرے کے ساتھ کے برتاؤ کا ہے۔ اُس کی چھ شاخیں ہیں۔

(۱) نکاح کے ذریعہ سے حرام کاری سے بچنا (۲) اہل وعیال کے حُقوق کی رعایت کرنا اور ان کا ادا کرنا اس میں نوکروں اور خادموں کے حُقوق بھی داخل ہیں (۳) والدین کے ساتھ سُلوک کرنا، نرمی برتنا، فرمانبرداری کرنا (۴) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (۵) صلہ رحمی کرنا (۶) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

تیسرا حصّہ: حُقوقِ عامّہ کا ہے جو اٹھارہ شعبوں پر منقسم ہے۔

(۱) عدل کے ساتھ حکومت کرنا (۲) حقّانی جماعت کا ساتھ دینا (۳) حُکّام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلافِ شرع حکم نہ ہو) (۴) آپس کے معاملات کی اِصلاح کرنا جس میں مُفسدوں کو سزا دینا، باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے (۵) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا (۶) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے روکنا جس میں وعظ و تبلیغ بھی داخل ہے (۷) حُدود کا قائم کرنا (۸) جہاد کرنا جس میں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے (۹) امانت کا ادا کرنا جس میں خُمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے (۱۰) قرض کا دینا اور ادا کرنا (۱۱) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا، ان کا اِکرام کرنا (۱۲) معاملہ اچھا کرنا، جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے (۱۳) مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا، اِسراف اور بُخل سے بچنا بھی اس میں داخل ہے (۱۴) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا (۱۵) چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا (۱۶) دُنیا کو اپنے نقصان سے، اپنی تکلیف سے بچانا (۱۷) لہو ولعب سے بچنا (۱۸) راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دُور کرنا۔

یہ ۷۷ شاخیں ہوئیں ان میں بعض کو ایک دوسرے میں مُنضم بھی کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح سے غور سے اور بھی اَعداد کو کم کیا جاسکتا ہے اور اس لحاظ سے ستر والی روایت یا ۶۳ ساٹھ والی روایت کے تحت میں بھی یہ تفصیل آسکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علّامہ عینیؒ کے کلام کو جو بخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ انہوں نے نمبروار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابن حجرؒ کی فتح الباری اور علامہ قاریؒ کی مرقات سے توضیح و اضافہ کیا ہے۔ عُلماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے

سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے. آدمی کو چاہیئے کہ ان میں غور و فکر کرے جو اَوصاف اس میں ان میں سے پائے جاتے ہوں اُن پر اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق و لُطف سے ہر بھلائی حاصل ہوسکتی ہے اور جن اَوصاف میں کمی ہو اُن کے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے اُن کے حُصول کی توفیق مانگتا رہے. وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

باب سوم

کلمۂ سوم کے فضائل میں

یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اور بعض روایات میں ان کلمات کے ساتھ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی وارد ہوا ہے. احادیث میں ان کلمات کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے یہ کلمات تسبیحات فاطمہؓ کے نام سے بھی مشہور ہے اس لئے کہ یہ کلمات حضورؐ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی سب سے زیادہ لاڈلی صاحبزادی حضرت سیّدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو بھی تعلیم فرمائے ہیں جیساکہ آگے آرہا ہے. اس باب میں بھی چونکہ کلام پاک کی آیات اور احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں اس لئے دو فصلوں پر اس کو مُنقسِم کردیا. پہلی فصل آیاتِ قرآنیہ میں اور دوسری احادیث نبویہ میں.

فصل ـــــــ اوّل

ان آیات کے بیان میں جن میں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کا مضمون ذکر فرمایا گیا ہے. یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز جتنی مُہتَم بالشّان ہوتی ہے اُتنے ہی اِہتمام سے ذکر کی جاتی ہے اور مُختلف طریقہ سے ذہن نشین کی جاتی ہے. چنانچہ ان کلمات کا مفہوم بھی قرآن پاک میں مختلف طریقوں سے ذکر فرمایا گیا ہے. ان میں سب سے پہلا کلمہ

سُبْحَانَ اللہِ ہے. سُبْحَانَ اللہِ کے معنی ہیں اللہ جَلَّ شَانُہٗ ہر عیب اور بُرائی سے پاک ہے میں اُس کی پاکی کا پورا پورا اقرار کرتا ہوں اس مضمون کو حکم سے بھی ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کی پاکی بیان کرو. خبر سے بھی اِرشاد فرمایا ہے کہ فرشتے اور دوسری مخلوقات اللہ کی پاکی کا اقرار و بیان کرتی رہتی ہیں وغیرہ وغیرہ اسی طرح دوسرے الفاظ کا بھی یہی حال ہے، کہ مُختلف عُنوانات سے کلام اللہ شریف میں ان مضامین کا ذکر فرمایا ہے.

(۱) وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط (سورۂ بقرہ رکوع ۴)

(فرشتوں کا مقولہ انسان کی پیدائش کے وقت) ہم بحمد اللہ آپکی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور آپ کی پاکی کا دل سے اقرار کرتے رہتے ہیں.

(۲) قَالُوْا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ط إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ○ (سورۂ بقرہ رکوع ۴)

(ملائکہ کا جب بمقابلہ انسان امتحان ہوا تو) کہا آپ تو ہر عیب سے پاک ہیں ہم کو تو اس کے سوا کچھ بھی علم نہیں جتنا آپ نے بتادیا ہے بیشک آپ بڑے علم والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں.

---

(۳) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ. (س آل عمران رکوع ۴)

اور اپنے رب کو بکثرت یاد کیجیو اور اس کی تسبیح کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کے وقت بھی.

(۴) رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (سورۃ آل عمران رکوع ۲۰)

(سمجھ دار لوگ جو اللہ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور قدرت کے کارناموں میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں) یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب آپ نے یہ سب بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے (بلکہ بڑی حکمتیں اس میں ہیں) آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچادیجئے.

(۵) سُبْحَانَهٗ أَنْ يَكُونَ لَهٗ وَلَدٌ م (سورۂ نساء رکوع ۲۳)

وہ ذات اس سے پاک ہے کہ اُس کے اولاد ہو.

(۶) قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِيْ

(قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و

اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ط
(سورۂ مائدہ رکوع ۱۶)

عَلَیْہِ السَّلَام سے سوال ہوگا کہ اپنی اُمّت کو تثلیث کی تعلیم کیا تم نے دی تھی تو وہ کہیں گے (توبہ توبہ) میں تو آپ کو (شرک سے اور ہر عیب سے) پاک سمجھتا ہوں میں ایسی بات کیسے کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہ تھا۔

(۷) سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ (سورہ انعام رکوع ۱۲)

اللہ جلّ جلالہٗ ان سب باتوں سے پاک ہے جن کو (یہ کافر لوگ اللہ کی شان میں) کہتے ہیں (کہ اُس کے اولاد ہے یا شریک ہے وغیرہ وغیرہ)

(۸) فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝
(سورۂ اعراف رکوع ۱۷)

(جب طور پر حق تعالیٰ شانہٗ کی ایک تجلّی سے حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا و عَلَیْہِ السَّلَام بے ہوش ہو کر گر گئے تھے، پھر جب افاقہ ہوا تو عرض کیا کہ بیشک آپ کی ذات (ان آنکھوں کے دیکھنے سے اور ہر عیب سے) پاک ہے میں (دیدار کی درخواست سے) توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

(۹) اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَ یُسَبِّحُوْنَہٗ وَلَہٗ یَسْجُدُوْنَ ۝ (سورہ اعراف رکوع ۲۴)

بیشک جو اللہ کے مقرّب ہیں (یعنی فرشتے) وہ اس کی عبادت سے تکبّر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اُسی کو سجدہ کرتے رہتے ہیں۔

ف: صوفیا نے لکھا ہے کہ آیت میں تکبّر کی نفی کو مقدّم کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ تکبّر کا ازالہ عبادات پر اہتمام کا ذریعہ ہے اور تکبّر سے عبادات میں کوتاہی واقع ہوتی ہے۔

(۱۰) سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝
(سورۂ توبہ رکوع ۵)

اس کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو وہ (کافر اُس کا) شریک بناتے ہیں۔

(۱۱) دَعْوٰھُمْ فِیْھَا سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ ج وَ اٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سورۂ یونس رکوع ۱)

(ان جنّتیوں کے) مُنہ سے یہ بات نکلے گی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ اور آپس کا اُن کا سلام ہوگا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور جب دُنیا کی دِقّتوں کو یاد کریں گے اور خیال کریں گے کہ اب ہمیشہ کے لئے

اُن سے خلاصی ہوگئی تو) آخر میں کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

(۱۲) سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (سورۂ یونس رکوع ۲)

وہ ذات پاک اور برتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ کافر شریک بناتے ہیں۔

(۱۳) قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ (سورۂ یونس رکوع ۷)

وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ کے اولاد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔

(۱۴) وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (سورہ یوسف رکوع ۱۲)

اور اللہ جل شانہٗ (ہر عیب سے) پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں

(۱۵) وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ (سورۂ رعد رکوع ۲)

اور رَعد (فرشتہ) اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا ہے اور دوسرے فرشتے بھی اس کے ڈر سے (تسبیح و تحمید کرتے ہیں)

ف: عُلماء نے لکھا ہے کہ جو شخص بجلی کے کڑکنے کے وقت سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ پڑھے گا اس کو بجلی کے نقصان سے حفاظت حاصل ہو گی ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ جب بجلی کی کڑک سُنا کرو تو اللہ کا ذکر کیا کرو بجلی ذکر کرنے والے تک نہیں جاسکتی۔ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بجلی کی کڑک کے وقت تسبیح کیا کرو تکبیر نہ کہا کرو۔

(۱۶) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ (سورہ حجر رکوع ۶)

اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ (جو نامناسب کلمات آپ کی شان میں) کہتے ہیں اُن سے آپ کو دل تنگی ہوتی ہے پس (اس کی پرواہ نہ کیجئے) آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیں اور سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) میں شامل رہیں اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کی وفات کا وقت آوے۔

(۱۷) سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (سورہ نحل رکوع ۱)

وہ ذات لوگوں کے شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔

(۱۸) وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ

اور وہ اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے

وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُونَ ○
(سورہ نحل رکوع ۷)

ہیں وہ ذات اس سے پاک ہے (اور تماشا یہ ہے کہ) اپنے لئے ایسی چیز تجویز کرتے ہیں جس کو خود پسند کرتے ہیں۔

(۱۹) سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (بنی اسرائیل رکوع ۱)

(ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو رات کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی (معراج کا قصہ)

(۲۰) سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ○ (سورہ بنی اسرائیل ع ۵)

(۲۰ تا ۲۲) یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ اس سے پاک اور بہت زیادہ بلند مرتبہ ہیں۔

(۲۱) تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵)

تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے (آدمی فرشتے اور جن) ان کے درمیان میں ہیں سب کے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

(۲۲) وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ط (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵)

(اور یہی نہیں بلکہ) کوئی چیز بھی (جاندار ہو یا بے جان) ایسی نہیں جو اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔

(۲۳) قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ○ (سورہ بنی اسرائیل ع ۱۰)

(آپ ان لغو مطالبوں کے جواب میں جو وہ کرتے ہیں) کہہ دیجئے کہ سبحان اللہ میں تو ایک آدمی ہوں، رسول ہوں (خدا نہیں ہوں کہ جو چاہے کروں)

(۲۴) وَيَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ○ (س بنی اسرائیل ع ۱۲)

(ان علماء پر جب قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر جاتے ہیں) اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے۔ بے شک اس کا وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔

(۲۵) فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ○ (سورۃ مریم رکوع ۱)

پس (حضرت زکریا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) حجرہ میں سے باہر تشریف لائے اور اپنی قوم کو اشارہ سے فرمایا کہ تم لوگ صبح اور

شام خدا کی تسبیح کیا کرو۔

(۲۶) مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ ط (سورہ مریم رکوع ۲)

اللہ جلّ شانُہٗ کی یہ شان (ہی) نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے وہ ان سب قصوں سے پاک ہے۔

(۲۷) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ج وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○ (س طٰہٰ ع ۸)

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کی نامناسب باتوں پر صبر کیجئے) اور اپنے رب کی حمد (و ثنا) کے ساتھ تسبیح کرتے رہا کیجئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اور رات کے اوقات میں تسبیح کیا کیجئے اور دن کے اوّل و آخر میں تاکہ آپ (اُس ثواب اور بے انتہا بدلے پر جو اُن کے مقابلہ میں ملنے والا ہے بے حد) خوش ہو جائیں۔

(۲۸) يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ○ (سورہ انبیاء رکوع ۲)

(اللہ کے مقبول بندے اس کی عبادت سے تھکتے نہیں) شب و روز اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، کسی وقت بھی موقوف نہیں کرتے۔

(۲۹) فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ (سورہ انبیاء رکوع ۲)

اللہ تعالیٰ جو کہ مالک ہے عرش کا ان سب اُمور سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں (کہ نعوذ باللہ اس کے شریک ہیں یا اس کے اولاد ہے)

(۳۰) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ط (سورہ انبیاء رکوع ۲)

یہ (کافر لوگ یہ) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) رحمٰن نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو) اولاد بنایا ہے اس کی ذات اس سے پاک ہے۔

(۳۱) وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ط (سورہ انبیاء رکوع ۶)

ہم نے پہاڑوں کو داؤد (علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام) کے تابع کر دیا تھا کہ اُن کی تسبیح کے ساتھ وہ بھی تسبیح کیا کریں اور (اسی طرح) پرندوں کو (تابع کر دیا تھا کہ وہ بھی حضرت داؤد کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کیا کریں)

(۳۲) لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﷺ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ج (سورہ انبیاء رکوع ۶)

(حضرت یونس ؑ نے تاریکیوں میں پکارا) کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ سب

عیوب سے پاک ہیں میں بے شک قصوروار ہوں۔

(۳۳) سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ (سورہ مومنون رکوع ۵)

اللہ تعالیٰ ان سب اُمور سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

(۳۴) سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ (سورہ نور رکوع ۲)

سُبْحَانَ اللہ یہ (لوگ جو کچھ حضرت عائشہ رض کی شان میں تہمت لگاتے ہیں) بہت بڑا بہتان ہے۔

(۳۵) يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ (سورہ نور رکوع ۵)

ان (مسجدوں) میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے نہ فروخت کرنا وہ ایسے دن (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دِل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جائیں گی (یعنی قیامت کے دن سے)

(۳۶) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ (سورہ نور رکوع ۶)

(اے مخاطب) کیا تجھے (دلائل اور مشاہدہ سے) یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ جلّ شانہٗ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور (خصوصاً) پرندے بھی جو پَر پھیلائے ہوئے (اُڑتے پھرتے) ہیں سب کو اپنی اپنی دعا (نماز) اور اپنی اپنی تسبیح (کا طریقہ) معلوم ہے اور اللہ جلّ شانہٗ کو سب کا حال اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں وہ سب معلوم ہے۔

(۳۷) قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًاۢ بُوْرًا ۝ (سورہ فرقان رکوع ۲)

(قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ ان کافروں کو اور جن کو یہ پوجتے تھے سب کو جمع کر کے ان معبودوں سے پوچھے گا کیا تم نے ان کو گمراہ کیا تھا تو) وہ کہیں گے سُبْحَانَ اللہ ہماری کیا طاقت تھی کہ آپ

کے سوا اور کسی کو کارساز تجویز کرتے بلکہ یہ (احمق خود ہی بجائے شکر کے کفر میں مُبتلا ہوئے) کہ آپ نے اُن کو اور اُن کے بڑوں کو خُوب ثروت عطا فرمائی یہاں تک کہ یہ لوگ (دولت کے نشہ میں شہوتوں میں مُبتلا ہوئے اور) آپ کی یاد کو بھلا دیا اور خود ہی برباد ہو گئے۔

(۳۸) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۚ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۝ (سورۂ فرقان ع ۵)

اور اُس ذات پاک پر توکّل رکھئے جو زندہ ہے اور کبھی اس کو فنا نہیں اور اسی کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہئے (یعنی تسبیح وتحمید میں مشغول رہئے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کیجئے) کیونکہ وہ پاک ذات اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے۔ (قیامت میں ہر شخص کی مخالفت کا بدلہ دیا جائے گا)

(۳۹) وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ (سورۂ نمل رکوع ۱)

اللہ ربُّ العالمین ہر قسم کی کدورت سے پاک ہے۔

(۴۰) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (سورہ قصص رکوع ۷)

اللہ جَلَّ جلالُہٗ ان سب چیزوں سے پاک ہے جن کو یہ مشرک بیان کرتے ہیں اور ان سے بالاتر ہے۔

(۴۱) فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ (سورہ روم رکوع ۲)

پس تم اللہ کی تسبیح کیا کرو شام کے وقت (یعنی رات میں) اور صبح کے وقت اور اسی کی حمد (کی جاتی) ہے تمام آسمانوں میں اور زمین میں اور اُسی کی (تسبیح وتحمید کیا کرو) شام کے وقت بھی (یعنی عصر کے وقت بھی) اور ظہر کے وقت بھی۔

(۴۲) سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (سورہ روم رکوع ۴)

اللہ جَلَّ شانُہٗ کی ذات پاک اور بالاتر ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ اس کی طرف (منسوب کر کے) بیان کرتے ہیں۔

(۴۳) اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيَاتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا

پس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن کو وہ آیتیں یاد

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ (سورہ سجدہ رکوع ۲)

دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔

(۴۴) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ (سورہ احزاب رکوع ۶)

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب کثرت سے کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

(۴۵) قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ (سورہ سبا رکوع ۵)

(جب قیامت میں ساری مخلوق کو جمع کرکے حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے پوچھیں گے کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کرتے تھے تو) وہ کہیں گے آپ (شرک وغیرہ عیوب سے) پاک ہیں ہمارا تو محض آپ سے تعلق ہے نہ کہ اُن سے۔

(۴۶) سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا۔ (سورہ یٰس رکوع ۳)

وہ پاک ذات ہے جس نے تمام جوڑ کی (یعنی ایک دوسرے کے مقابل) چیزیں پیدا کیں۔

(۴۷) فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ (سورہ یٰس رکوع ۵)

پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر چیز کا پورا پورا اختیار ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

(۴۸) فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۝ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ (سورہ صافات رکوع ۵)

پس اگر (یونس علیہ السلام) تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتے۔

(۴۹) سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ (سورہ صافات رکوع ۵)

اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

(۵۰) وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ۝ (سورہ صافات رکوع ۵)

(فرشتے کہتے ہیں کہ ہم سب ادب سے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں) اور سب اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

(۵۱) سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا

آپ کا رب جو عزت (وعظمت) والا ہے

يَصِفُوْنَ ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ (سورہ صافات رکوع ۵)

پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ثابت ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

(۵۲) اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ○ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ ○ (سورہ ص رکوع ۲)

ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ اُن کے (حضرت داؤد علیہ السلام کے) ساتھ شریک ہو کر صبح شام تسبیح کیا کریں اسی طرح پرندوں کو بھی حکم کر رکھا تھا (جو کہ تسبیح کے وقت) اُن کے پاس جمع ہو جاتے تھے اور سب (پہاڑ اور پرندے مل کر حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ) اللہ کی طرف رُجوع کرنے والے (اور تسبیح و تحمید میں مشغول ہونے والے) ہوتے تھے۔

(۵۳) سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ (سورۂ زمر رکوع ۱)

وہ عیوب سے پاک ہے ایسا اللہ ہے جو اکیلا ہے (کوئی اس کا شریک نہیں) زبردست ہے۔

(۵۴) سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (سورہ زمر رکوع ۷)

وہ ذات پاک اور برتر ہے اس چیز سے جس کو یہ لوگ شریک کرتے ہیں۔

(۵۵) وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ (سورہ زمر رکوع ۸)

آپ (قیامت میں) فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے کھڑے ہوں گے اور اپنے رَبّ کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہوں گے اور (اس دن) تمام بندوں کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور (ہر طرف سے) کہا جائے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے)

(۵۶) اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ

جو فرشتے عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے چاروں طرف ہیں وہ اپنے رَبّ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور

اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ (سورۂ مؤمن رکوع ۱)

حمد کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے اِستغفار کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت اور علم ہر شئے کو شامل ہے پس ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے توبہ کرلی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچائیے۔

(۵۷) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝ (سورہ مؤمن رکوع ۶)

صبح اور شام (ہمیشہ) اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیئے۔

(۵۸) فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ۝ (سورہ حم سجدہ رکوع ۵)

جو آپ کے رب کے نزدیک ہیں (یعنی مُقرّب ہیں مراد فرشتے ہیں) وہ رات دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں ذرا بھی نہیں اُکتاتے۔

(۵۹) وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ (سورہ شوریٰ رکوع ۱)

اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو زمین میں رہتے ہیں ان کے لئے اِستغفار کرتے رہتے ہیں۔

(۶۰) وَتَقُوْلُوْا سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (س زخرف ع ۱)

(اور تم سواریوں پر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب کی یاد کیا کرو) اور کہو پاک ہے وہ ذات جس نے ان سواریوں کو ہمارے تابع کیا اور ہم تو ایسے نہ تھے کہ ان کو تابع کر سکتے اور بے شک ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(۶۱) سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ (س زخرف ع ۷)

آسمانوں اور زمین کا پروردگار جو مالک ہے عرش کا بھی پاک ہے اُن چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے ہیں۔

(۶۲) وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا (س فتح ع ۱)

اور تسبیح کرتے رہو اس کی صبح کے وقت

اور شام کے وقت۔

(۶۳) فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ○ (سورہ ق رکوع ۳)

پس ان لوگوں کی ز نامناسب باتوں پر) جو کچھ وہ کہیں صبر کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور آفتاب کے غروب کے بعد اور رات میں بھی اس کی تسبیح وتحمید کیجئے اور (فرض) نمازوں کے بعد بھی تسبیح وتحمید کیجئے۔

(۶۴) سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (سورہ طور رکوع ۲)

اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو وہ شریک کرتے ہیں۔

(۶۵) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۙ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ○ (سورہ طور رکوع ۲)

اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کیجئے (مجلس سے یا سونے سے) اُٹھنے کے بعد (یعنی تہجد کے وقت) اور رات کے وقت بھی اُس کی تسبیح کیا کیجئے اور ستاروں کے (غروب ہونے کے) بعد بھی۔

(۶۶-۶۷) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ○ (سورہ واقعہ رکوع ۲-۳ دو جگہ)

پس اپنے اُس بڑی عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کیجئے۔

(۶۸) سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (سورہ حدید رکوع ۱)

اللہ جل شانہٗ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں، اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

(۶۹) سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِى الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (سورہ حشر رکوع ۱)

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ سب چیزیں جو زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

(۷۰) سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (سورہ حشر رکوع ۳)

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اس چیز سے جس کو یہ شریک کرتے ہیں۔

(۷۱) يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ

اللہ تعالیٰ شانہٗ کی تسبیح کرتی رہتی ہیں وہ

الْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○

(سورۂ حشر رکوع ۳)

سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

(۷۲) سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○

(سورۂ صف رکوع ۱)

اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

(۷۳) یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ○ (سورۂ جمعہ رکوع ۱)

اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔

(۷۴) یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

(سورۂ تغابن رکوع ۱)

اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اسی کے لئے ساری سلطنت ہے اور وہی تعریف کے قابل ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

(۷۵ - ۷۶) قَالَ اَوْسَطُھُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ ○

(سورۂ قلم رکوع ۱)

ان میں سے جو افضل تھا وہ کہنے لگا کہ میں نے تم سے (پہلے ہی) کہا نہ تھا اللہ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے وہ لوگ کہنے لگے سُبْحَانَ رَبِّنَا (ہمارا رب پاک ہے) بیشک ہم خطاوار ہیں۔

(۷۷) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ ○

(سورہ الحاقۃ رکوع ۲)

پس اپنے عظمت والے پروردگار کے نام کی تسبیح کرتے رہیئے۔

(۷۸) وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۚ وَمِنَ اللَّیْلِ فَاسْجُدْ لَہٗ وَسَبِّحْہُ لَیْلًا طَوِیْلًا ○

(سورہ دہر رکوع ۲)

اپنے پروردگار کا صبح و شام نام لیا کیجئے اور رات کو بھی اس کے لئے سجدہ کیجئے اور رات کے بڑے حصّے میں اس کی تسبیح کیا کیجئے۔

(۷۹) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ (سورہ اعلیٰ رکوع ۱)

آپ اپنے عالی شان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

(۸۰) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ (سورہ نصر رکوع ۱)

پس آپ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیے اور اس سے مغفرت طلب کرتے رہیے بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ف : یہ اسّی آیات ہیں جن میں اللہ جَلَّ جلالُہٗ وعَمَّ نوالُہٗ کی تسبیح کا حکم ہے۔ اس کی پاکی بیان کرنے اور اقرار کرنے کا حکم ہے یا اس کی ترغیب ہے۔ جس مضمون کو اللہ مالکُ الملک نے اس اہتمام سے اپنے پاک کلام میں بار بار فرمایا ہو اُس کے مُہتمّم بالشّان ہونے میں کیا تردّد ہو سکتا ہے۔ ان میں سے بہت سی آیات میں تسبیح کے ساتھ دوسرے کلمہ تحمید یعنی اللہ کی تعریف کرنا اس کی حمد بیان کرنا اور اسی میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر کی آیات سے معلوم ہو گیا۔ ان کے علاوہ خاص طور پر اللہ کی تعریف کا بیان جو مفہوم ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا اور آیات میں بھی آیا ہے اور سب سے اہم یہ کہ اللہ جلّ شانُہٗ کی پاک کلام کا شروع ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے ہے۔ اس سے بڑھ کر اس پاک کلمہ کی اور کیا فضیلت ہو گی کہ اللہ جلّ جلالُہٗ نے قرآن پاک کا شروع اس سے فرمایا ہے۔

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورہ فاتحہ رکوع ۱)

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ (سورہ انعام رکوع ۱)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا اور اندھیروں کو اور نور کو بنایا پھر بھی کافر لوگ (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر کرتے ہیں۔

(۳) فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورہ انعام رکوع ۵)

پھر (ہماری گرفت سے) ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے (اُس کا شکر ہے) جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(۴) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا

اور (جنت میں پہنچنے کے بعد وہ لوگ

لِهٰذَا قف وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ج (سورہ اعراف رکوع ۵)

کہنے لگے تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچا دیا اور ہم کبھی بھی یہاں تک نہ پہنچتے اگر اللہ جل شانہٗ ہم کو نہ پہنچاتے۔

(۵) اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ز (سورہ اعراف ع ۱۹)

جو لوگ ایسے رسول نبی اُمّی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

ف: توریت میں جو صفات حضورؐ کی نقل کی گئی ہیں ان میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی اُمت بہت کثرت سے اللہ کی حمد کرنے والی ہے، چنانچہ دُرِّ منثور میں کئی روایات سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔

(۶) اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (سورہ توبہ رکوع ۱۴)

(اُن مجاہدین کے اوصاف جن کے نفوس کو اللہ جل شانہٗ نے جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے یہ ہیں کہ) وہ گناہوں سے توبہ کرنے والے ہیں اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں، اللہ کی حمد کرنے والے ہیں روزہ رکھنے والے ہیں، یا اللہ کی رضا کے لئے سفر کرنے والے ہیں، رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں (یعنی نمازی ہیں) نیک باتوں کا حکم کرنے والے ہیں اور بُری باتوں سے روکنے والے ہیں (تبلیغ کرنے والے ہیں) اور اللہ کی حدود کی (یعنی احکام کی) حفاظت کرنے والے ہیں (ایسے) مومنوں کو آپ خوشخبری سُنا دیجئے۔

(۷) وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (سورہ یونس رکوع ۱)

اور آخری پکار اُن کی یہی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے)

(۸) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ط (سورہ ابراہیم رکوع ۶)

تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے بڑھاپے میں مجھ کو (دو بیٹے) اسمٰعیل و اسحٰق (علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام) عطا فرمائے۔

(۹) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ

تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے (پھر بھی

لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (سورۂ نحل رکوع ۱۰)	وہ لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ اکثر ان میں سے ناسمجھ ہیں۔
(۱۰) يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۵)	جس دن (صور پھنکے گا اور تم کو زندہ کر کے پکارا جائے گا تو تم مجبوراً اس کی حمد (وثنا) کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرو گے اور (ان

حالات کو دیکھ کر) گمان کرو گے (کہ تم دنیا میں اور قبر میں) بہت ہی کم مدت ٹھہرے تھے۔

(۱۱) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ○ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۲)	اور آپ (علی الاعلان) کہہ دیجئے کہ تمام تعریف اسی اللہ کے لئے ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب تکبیر (بڑائی بیان) کیا کیجئے۔
(۱۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ○ (سورہ کہف رکوع ۱)	تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر کتاب نازل فرمائی اور اس کتاب میں کسی قسم کی ذرا سی بھی کجی نہیں رکھی۔
(۱۳) فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (سورہ مؤمنون رکوع ۲)	(حضرت نوح علیہ السلام کو خطاب ہے کہ جب تم کشتی میں بیٹھ جاؤ) تو کہنا کہ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی۔
(۱۴) وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (سورہ نمل رکوع ۲)	اور (حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ نے) کہا تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔
(۱۵) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى	آپ (خطبہ کے طور پر) کہیے تمام تعریفیں

عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفٰى ؕ (سورۂ نمل رکوع ۵)

اللہ ہی کے لئے ہیں اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا۔

(۱۶) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ (سورۂ نمل رکوع ۷)

اور آپ کہہ دیجئے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے واسطے ہیں وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھاوے گا پس تم اس کو پہچان لو گے۔

(۱۷) لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ز وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (سورۂ قصص رکوع ۷)

حمد و ثنا کے لائق دنیا اور آخرت میں وہی ہے اور حکومت بھی اسی کے لئے ہے، اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

(۱۸) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (سورۂ عنکبوت رکوع ۶)

آپ کہئے تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ہے (یہ لوگ مانتے نہیں)، بلکہ اکثر ان میں سمجھتے بھی نہیں۔

(۱۹) وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ (سورۂ لقمان رکوع ۲)

اور جو شخص کفر کرے (ناشکری کرے) تو اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے تمام خوبیوں والا ہے۔

(۲۰) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (سورہ لقمان رکوع ۳)

آپ کہہ دیجئے تمام تعریف اللہ کے لئے ہے (یہ لوگ مانتے نہیں)، بلکہ اکثر ان میں کے جاہل ہیں۔

(۲۱) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ (سورہ لقمٰن رکوع ۳)

بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے تمام خوبیوں والا ہے۔

(۲۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ (سورۂ سبا ع ۱)

تمام تعریف اسی اللہ کے لئے ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کی حمد (وثنا) ہو گی آخرت میں (کسی دوسرے کی پوچھ نہیں)

(۲۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (سورہ فاطر رکوع ۱)

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور زمین کا۔

(۲۴) یٰاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ○ (سورہ فاطر رکوع ۳)

اے لوگو تم محتاج ہو اللہ کے اور وہ بے نیاز ہے اور تمام خوبیوں والا ہے۔

(۲۵) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ○ نِ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ○ (سورہ فاطر رکوع ۴)

(جب مسلمان جنت میں داخل ہوں گے تو ریشمی لباس پہنائے جائیں گے) اور کہیں گے تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کیلئے) رنج دور کر دیا بیشک ہمارا رب بڑا بخشنے والا بڑا قدر کرنے والا ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے کے مقام میں پہنچا دیا نہ ہم کو کوئی کلفت پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہنچے گی۔

(۲۶) وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (سورہ صافات رکوع ۵)

اور سلام ہو رسولوں پر اور تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(۲۷) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (سورہ زمر رکوع ۳)

تمام تعریف اللہ کے واسطے ہے (مگر یہ لوگ سمجھتے نہیں) بلکہ اکثر جاہل ہیں۔

(۲۸) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ○ (سورہ زمر رکوع ۸)

اور (جب مسلمان جنت میں داخل ہوں گے تو) کہیں گے کہ تمام تعریف اس اللہ کے واسطے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس زمین کا مالک بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

(۲۹) فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (س جاثیہ ع ۴)

پس اللہ ہی کے لئے تمام تعریف ہے جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور

(۳۰) وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ط

(سورۂ بروج رکوع ۱)

تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ایک کافر بادشاہ کے مسلمانوں کو ستانے اور تکلیفیں دینے کا اُوپر سے ذکر ہے) اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آتے تھے جو زبردست ہے اور تعریف کا مستحق ہے اسی کے لئے سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔

ف: ان آیات میں اللہ کی حمد اور اس کی تعریف کی ترغیب، اس کا حکم، اس کی خبر ہے۔ احادیث میں بھی کثرت سے اللہ کی تعریف کرنے والوں کے فضائل خاص طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنت کی طرف سب سے پہلے وہ لوگ بلائے جائیں گے جو ہر حال میں راحت ہو یا تکلیف اللہ کی تعریف کرنے والے ہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ کو اپنی تعریف بہت پسند ہے اور ہونا بھی چاہیئے کہ درحقیقت تعریف کی مستحق صرف اللہ ہی کی پاک ذات ہے۔ غیر اللہ کی تعریف کیا جس کے قبضہ میں کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ وہ خود بھی اپنے قبضہ میں نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن افضل بندے وہ ہوں گے جو کثرت سے اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہوں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حمد شکر کی اصل اور بنیاد ہے جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اُس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کسی نعمت پر حمد کرنا اس نعمت کے زائل ہو جانے سے حفاظت ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر دنیا ساری کی ساری میری اُمت میں سے کسی کے ہاتھ میں ہو اور وہ الحمد للہ کہے تو یہ کہنا اُس سب سے افضل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ کوئی نعمت کسی بندہ کو عطا فرماتے ہیں اور وہ اس نعمت پر حمد کرتا ہے تو وہ حمد بڑھ جاتی ہے خواہ نعمت کتنی ہی بڑی ہو۔ ایک صحابیؓ حضورؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ اُنہوں نے آہستہ سے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ کہا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ دعا کس نے پڑھی۔ وہ صحابیؓ اس سے ڈرے کہ شاید کوئی نامناسب بات ہو گئی ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے اُس نے بُری بات نہیں کہی۔ تب اُن صحابیؓ نے عرض کیا کہ یہ دعا میں نے پڑھی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے تیرہ فرشتوں کو دیکھا ہے کہ ہر ایک اُن میں سے اُس کی کوشش کرتا تھا کہ اس کلمہ کو سب

سے پہلے وہ لے جاتے اور یہ حدیث تو مشہور ہے کہ جو مُہتم بالشان کام بغیر اللہ کی تعریف کے شروع کیا جاتا ہے گا وہ بے برکت ہو گا۔ اسی وجہ سے عام طور پر ہر کتاب، اللہ کی تعریف کے ساتھ شروع کی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی کا بچہ مر جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے بچہ کی روح نکال لی۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ نکال لی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اس کے دل کے ٹکڑے کو لے لیا۔ وہ عرض کرتے ہیں بے شک لے لیا۔ ارشاد ہوتا ہے پھر میرے بندے نے اس پر کیا کہا۔ عرض کرتے ہیں تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا اس کے بدلے میں جنت میں ایک گھر اس کے لئے بنا دو اور اس کا نام بَیْتُ الْحَمْدِ (تعریف کا گھر) رکھو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ اس سے بے حد راضی ہوتے ہیں کہ بندہ کوئی لقمہ کھائے یا پانی کا گھونٹ پیئے اور اس پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔

تیسرا کلمہ تہلیل تھا یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا جس کا مفصّل بیان اس سے پہلے باب میں گذر چکا ہے۔ چوتھا کلمہ تکبیر کہلاتا ہے یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرنا، اس کی بلندی اور عظمت کا اقرار کرنا جس کا مصداق اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا بھی ہے وہ ان آیات میں بھی گذر چکا ہے۔ ان کے علاوہ صرف تکبیر کا یعنی اللہ کی عظمت اور بڑائی کا بیان بھی بہت سی آیات میں وارد ہوا ہے جن میں سے چند آیات ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ○ (سورہ بقرہ رکوع ۲۳)

اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ تم کو ہدایت فرمائی اور تاکہ تم شکر کرو اللہ تعالیٰ کا۔

(۲) عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ ○ (سورہ رعد رکوع ۲)

وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے، (سب سے) بڑا ہے اور عالی شان رتبہ والا ہے۔

(۳) کَذٰلِکَ سَخَّرَھَا لَکُمْ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (سورہ حج رکوع ۵)

اسی طرح اللہ جلّ شانہٗ نے (قربانی کے جانوروں کو) تمہارے لئے مسخر کر دیا تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اس نے تم کو ہدایت کی (اور قربانی کرنے کی توفیق دی)، اور (اے محمدؐ) اخلاص والوں کو (اللہ کی رضا کی)

خوش خبری سُنادیجئے۔

(۴-۵) وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۝ (سورہ حج رکوع ۸) (سورہ لقمٰن رکوع ۳)

اور بے شک اللہ جل شانہٗ ہی عالی شان اور بڑائی والا ہے۔

(۶) حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (سورہ سبا رکوع ۳)

(جب فرشتوں کو اللہ کی طرف سے کوئی حکم ہوتا ہے تو وہ خوف کے مارے گھبرا جاتے ہیں) یہاں تک کہ جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ پروردگار کا کیا حکم ہے وہ کہتے ہیں کہ (فلانی) حق بات کا حکم ہوا واقعی وہ عالی شان اور بڑے مرتبہ والا ہے۔

(۷) فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ۝ (سورۂ مؤمن رکوع ۲)

پس حکم اللہ ہی کے لئے ہے جو عالی شان ہے، بڑے رتبہ والا ہے۔

(۸) وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (سورہ جاثیہ رکوع ۴)

اور اسی (پاک ذات) کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

(۹) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط (سورہ حشر ع۳)

وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے (سب نقصانات سے) سالم ہے اَمن دینے والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے۔ (یعنی آفتوں سے بچانے والا ہے) زبردست ہے، خرابی کا درست کرنے والا ہے بڑائی والا ہے۔

ف: ان آیات میں اللہ جل شانہٗ کی بڑائی اور عظمت کی ترغیب اور اس کا حکم فرمایا گیا ہے۔ احادیث میں بھی خصوصیت کے ساتھ اللہ کی بڑائی کا حکم، اس کی ترغیب کثرت سے وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب یہ دیکھو کہ کہیں آگ لگ گئی تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو یہ اس کو بجھادے گی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ تکبیر (یعنی اللہ اکبر کہنا) آگ کو بجھادیتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ تکبیر کہتا ہے تو (اُس کا نور) زمین سے آسمان تک سب چیزوں کو ڈھانک لیتا ہے۔ ایک حدیث میں اِرشاد ہے کہ مجھے

جبرئیلؑ نے تکبیر کا حکم کیا۔ ان آیات واحادیث کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ورفعت، اُس کی حمد وثنا اور عُلُوِّ شان کو مُختلف عُنوانات سے کلامُ اللہ شریف میں بہت سے مُختلف الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں ان تسبیحات کے الفاظ ذکر نہیں فرمائے لیکن مراد یہ تسبیحات ہیں۔ چنانچہ چند آیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (سورہ بقرہ رکوع ۴)

پس حاصل کر لئے حضرت آدم عَلَیہِ السَّلام نے اپنے رب سے چند کلمے (ان کے ذریعہ سے توبہ کی) پس اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ ان پر توجہ فرمائی بیشک وہی ہے بڑی توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان۔

ف: ان کلمات کی تفسیر میں مُختلف احادیث وارد ہوئی ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْۤءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ اِنَّكَ اَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْۤءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْۤءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ اس قسم کے مضمون کی اور بھی مُتعدّد احادیث وارد ہوئی ہیں جن کو علامہ سُیُوطیؒ نے دُرِّ منثور میں لکھا ہے اور ان میں تسبیح وتحمید مذکور ہے۔

(۲) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (سورہ انعام رکوع ۲۰)

جو شخص ایک نیکی لے کر آوے گا اس کو دس گنا اجر ملے گا اور جو شخص بُرائی لے کر آوے گا اُس کو اُس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ف: نبئ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان ان کا اہتمام کرلے جنّت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت معمولی چیزیں ہیں مگر اُن پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔ ایک یہ کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو روزانہ ایک سو پچاس ۱۵۰ مرتبہ (پانچوں نمازوں کے بعد کا مجموعہ) ہو جائے گا اور دس گنا ہو جانے کی وجہ سے پندرہ سو نیکیاں حساب میں شمار کی جائیں گی۔ اور دوسری چیز یہ کہ سوتے وقت اَللّٰهُ اَكْبَرُ چونتیس ۳۴ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تینتیس ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ تینتیس ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا

کرے تو سَو لکھے ہو گئے جن کا ثواب ایک ہزار نیکیاں ہو گئیں۔ اب ان کی اور دن بھر کی نمازوں کے بعد کی میزان کل دو ہزار پانچسو نیکیاں ہو گئیں۔ بھلا اعمال تولنے کے وقت ڈھائی ہزار بُرائیاں روزانہ کی کس کی ہوں گی جو اُن پر غالب آجائیں۔ بندۂ ناچیز کہتا ہے۔ صحابۂ کرام رضؓ میں اگرچہ ایسا کوئی نہ ہوگا جس کی ڈھائی ہزار بُرائیاں روزانہ ہوں مگر اس زمانہ میں ہم لوگوں کی بداعمالیاں روزانہ کی اس سے بھی بدرجہا زائد ہیں۔ لیکن نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (رُوحِی فِداہُ) نے اپنی شفقت سے بُرائیوں پر نیکیوں کے غالب آجانے کا نسخہ ارشاد فرما دیا۔ عمل کرنا نہ کرنا بیمار کا کام ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایسی سہل اور ان کو کرنے والے بہت کم ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سونے کا وقت ہوتا ہے تو شیطان ان کے پڑھنے سے پہلے ہی سُلا دیتا ہے اور نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہ کوئی ایسی بات یاد دلاتا ہے کہ پڑھنے سے پہلے ہی اُٹھ کر چلا جاوے۔ ایک حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ہزار نیکیاں روزانہ کما لیا کرو۔ کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ ہزار نیکیاں روزانہ کس طرح کمائی جائیں۔ ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ سَو مرتبہ پڑھو ہزار نیکیاں ہو جائیں گی۔

(۳) اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا ۝

(سورۂ کہف رکوع ۶)

مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی ایک رونق (فقط) ہے اور باقیات صالحات (وہ نیک اعمال جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) وہ تمہارے ربّ کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی (بدرجہا) بہتر ہیں اور اُمید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں (کہ ان کے ساتھ اُمیدیں قائم کی جائیں بخلاف مال اور اولاد کے کہ اُن سے اُمیدیں قائم کرنا بے کار ہے۔

(۴) وَیَزِیْدُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اھْتَدَوْا ھُدًی ط وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ مَّرَدًّا ۝

(سورۂ مریم رکوع ۵)

اور اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کی ہدایت بڑھاتا ہے، اور باقیات صالحات تمہارے ربّ کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بھی۔

ف : اگرچہ باقیات صالحات (وہ نیک عمل جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) میں سارے ہی ایسے اعمال داخل ہیں جن کا ثواب ہمیشہ ملتا رہتا ہے لیکن بہت سی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس کا مصداق یہی تسبیحیں ہیں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

باقیات صالحات کو کثرت سے پڑھا کرو کسی نے دریافت کیا کہ وہ کیا چیزیں ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تکبیر (اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا)، تہلیل (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا) تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا)، تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا) اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ دوسری حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو خبردار رہو سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ باقیات صالحات میں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو اپنی حفاظت کا انتظام کر لو۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ کسی دشمن کے حملہ سے جو درپیش ہے۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ جہنم کی آگ سے حفاظت کا انتظام کرو اور وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا پڑھنا ہے کہ یہ قیامت کے دن آگے بڑھنے والے کلمے ہیں (کہ سفارش کریں یا آگے بڑھانے والے ہیں کہ پڑھنے والے کو جنت کی طرف بڑھاتے ہیں) اور پیچھے رہنے والے ہیں (کہ حفاظت کریں) احسان کرنے والے ہیں اور یہی باقیات صالحات ہیں اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے جن کو علامہ سیوطیؒ نے درِّ منثور میں ذکر فرمایا ہے۔

(۵) لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط الاٰیۃ (سورۂ زمر رکوع ۶) (سورۂ شوریٰ رکوع ۲) اللہ ہی کے واسطے ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔

ف: حضرت عثمانؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ میں نے حضورؐ سے مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کے بارے میں دریافت کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہیں اور یہ عرش کے خزانہ سے نازل ہوئی اور بھی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

(۶) اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ ط (سورہ فاطر رکوع ۲) اسی کی طرف اچھے کلمے پہونچتے ہیں اور نیک عمل اُن کو پہنچاتا ہے۔

ف: کلمہ طیبہ کے بیان میں بھی اس آیت کا ذکر گذر چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

فرماتے ہیں کہ جب تمھیں ہم کوئی حدیث سناتے ہیں تو قرآن شریف سے اس کی سند اور تائید بتا دیتے ہیں۔ مسلمان جب سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللّٰهُ اَکْبَرُ تَبَارَکَ اللّٰهُ پڑھتا ہے تو فرشتہ اپنے پروں میں نہایت احتیاط سے ان کلموں کو آسمان پر لے جاتا ہے اور جس آسمان پر گذرتا ہے اُس آسمان کے فرشتے اُس پڑھنے والے کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں اور اس کی تائید یہ آیت شریفہ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ ہے۔ حضرت کعبؓ اَحبار فرماتے ہیں کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللّٰهُ اَکْبَرُ کے لئے عرش کے گرداگرد ایک بھنبھناہٹ ہے جس میں اپنے پڑھنے والوں کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت کعبؓ نے حضورؐ سے یہ مضمون نقل کیا ہے اور ایک دوسرے صحابی حضرت نعمانؓ نے بھی اس قسم کا مضمون خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے نقل کیا ہے۔

فصل ــــ دوم

ان احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ ہیں۔

(رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ کذا فی الترغیب)

ف: زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی دِقت یا دیر لگے اور اس کے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئے گا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کی وجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سو مرتبہ پڑھ لیا

کرے ہزار نیکیاں ہو جائیں گی۔ اتنے گناہ تو اِنْ شَاءَ اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں۔ اور اس تسبیح کے علاوہ جتنے نیک کام کیے ہوں گے اُن کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح وشام ایک ایک تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کی پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکَ بِاَحَبِّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ بِاَحَبِّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ فَقَالَ اِنَّ اَحَبَّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرور بتاویں ارشاد فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔ دوسری حدیث میں ہے سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِہٖ۔

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کے لئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے۔

(رواہ مسلم والنسائی والترمذی الا انہ قال سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِہٖ وقال حسن صحیح وعزاہ السیوطی فی الجامع الصغیر الی مسلم واحمد والترمذی ورقم لہ بالصحۃ وفی روایۃ لمسلم اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْکَلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَی اللّٰہُ لِمَلٰئِکَتِہٖ اَوْ لِعِبَادِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کذا فی الترغیب قلت واخرج الاخیر الحاکم وصححہ علی شرط مسلم واقرہ علیہ الذھبی وذکرہ السیوطی فی الجامع بروایۃ احمد عن رجل مختصرا ورقم لہ بالصحۃ)

ف: پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گذر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور ان کے علاوہ سب اللہ جلّ شانہٗ کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہتے ہیں ان کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔ اسی وجہ سے جب آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انہوں نے یہی بارگاہِ الٰہی میں ذکر کیا کہ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ۔ جیسا کہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گذر چکا ہے۔ ایک حدیث

میں وارد ہے کہ آسمان (عظمتِ الٰہی کے بوجھ سے) بولتا ہے (چرچراتا ہے جیسا کہ چارپائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کے لئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول نہ ہو۔

(۳) عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَّاَرْبَعًا وَّعِشْرِيْنَ اَلْفَ حَسَنَةٍ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا لَّا يَهْلِكُ مِنَّا اَحَدٌ قَالَ بَلٰى اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَجِیْئُ بِالْحَسَنَاتِ لَوْ وُضِعَتْ عَلٰى جَبَلٍ اَثْقَلَتْهُ ثُمَّ تَجِیْئُ النِّعَمُ فَتَذْهَبُ بِتِلْكَ ثُمَّ يَتَطَاوَلُ الرَّبُّ بَعْدَ ذٰلِكَ بِرَحْمَتِهٖ۔

(رواه الحاكم وقال صحيح الاسناد كذا فی الترغيب قلت واقره عليه الذهبی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لیکر آئیں گے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے۔ لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہٗ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

ف: اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہوگا کہ اللہ جل جلالہٗ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا، اور کیا شکر ادا کیا بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ہر چیز کا ایک حق ہے اس حق کی ادائیگی کا مطالبہ

ہوتا ہے۔ چنانچہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ الحدیث (فی المشکوۃ بروایۃ المسلم قلت ورواہ ابوداؤد و ابن ماجۃ) جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑ اور ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سَو ساٹھ ۳۶۰ جوڑ ہیں اس کے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے یعنی اس بات کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سونے کے بعد جو مَر جانے کے مشابہ حالت تھی پھر از سرِ نو زندگی بخشی اور ہر عضو صحیح سالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا، اتنے صدقہ روزانہ کرنے کی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا صدقہ ہے۔ راستہ سے کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے۔ اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے راحت و آرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت مُیَسَّر ہوتی ہیں وہ مزید برآں۔

قرآن پاک میں سورۃ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سُوال ہوگا۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت، کانوں کی صحت، آنکھوں کی صحت سے سُوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں اُن کو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا (یا چوپایوں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا (کان، آنکھ، دل ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سُوال ہوگا ان میں بیفکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحتِ بدن بھی ہے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سُوال ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے۔ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (پھر اس دن نعمتوں سے بھی سُوال کئے جاؤگے) کا مطلب کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سُوال ہوگا اور رہنے کے لئے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسولَ اللہ کن نعمتوں کا سُوال

ہوگا آدھی بھوک روٹی ملتی ہے اور وہ بھی جَو کی (پیٹ بھرائی روٹی بھی مُیَسّر نہیں) وحی نازل ہوئی۔ کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے، کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا یا رسُولَ اللہ کن نعمتوں سے سوال ہوگا۔ کھجور اور پانی صرف یہ دو چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلواریں (جہاد کے لئے) ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مُقابِل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بے فکری سے نصیب نہیں ہوتیں) حضُورؐ نے فرمایا کہ عنقریب نعمتیں مُیَسّر ہونے والی ہیں۔ ایک حدیث میں حضُورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سُوال ہوگا ان میں سب سے اوّل یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اس میں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب کیا (درحقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی مُیَسّر نہیں ہوتا ان سے کوئی اس کی قدر پوچھے۔ یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اس کے نعمتِ عظیمہ ہونے کی طرف اِلتفات بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اور اس کی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سُوال ہوگا یہ ہیں۔ وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے۔ وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ پریشان ہوکر گھر سے چلے۔ مسجد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اس وقت یہاں کہاں۔ فرمایا کہ بھوک کی بیتابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ وَاللہِ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں۔ یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردارِ دو عالم نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یا رسُولَ اللہ بھوک نے پریشان کیا۔ جس سے مضطرب ہوکر نکل پڑے۔ حضُورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہوکر حضرت ابُو ایُّوب انصاریؓ کے مکان پر پہنچے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ بیوی نے بڑی مسرّت و افتخار سے ان حضرات کو بٹھایا۔ حضُورؐ نے دریافت فرمایا ابُو ایُّوبؓ کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابُو ایُّوبؓ بھی حاضرِ خدمت ہوگئے اور فرطِ خوشی میں کھجور کا ایک بڑا

سا خوشہ توڑ لائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا، اس میں کچّی اور آدھ کچری بھی ٹوٹ گئیں چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرماویں (کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے آدھ کچری زیادہ پسند ہوتی ہیں) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کر لیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابو ایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہنچا دو۔ اس کو بھی کئی دن سے کچھ نہیں مل سکا۔ وہ فوراً پہنچا کر آئے۔ ان حضرات نے بھی سیر ہو کر نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے ہر قسم کی کچّی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا۔ اُس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا جن حالات کے تحت میں اس وقت یہ چیزیں میسّر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے) صحابہؓ کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہو گیا (کہ ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں میسّر آئیں اور ان پر بھی سوال و حساب ہوگا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالو تو اوّل بِسْمِ اللّٰہِ پڑھو اور جب کھا چکو تو کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا وَاَفْضَلَ (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا) اس دعا کا پڑھنا شکر ادا کرنے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے ذکر کئے گئے ہیں چنانچہ ایک مرتبہ ابو الہیثمؓ مالک بن تیہان کے مکان پر تشریف لے جانے کی نوبت آئی۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقفی کہا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا گذر ایک شخص پر ہوا جو کوڑھی بھی تھا اور اندھا، بہرا، گونگا بھی تھا۔ آپؓ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے پاس کونسی نعمت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا پیشاب سہولت سے نہیں کر سکتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین دربار ہیں۔ ایک دربار میں نیکیوں کا حساب ہے دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے تیسرے میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہو جائیں گی اور برائیاں باقی رہ جائیں گی جو اللہ کے فضل کے

تحت میں ہوں گی ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی جس قدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں اُن کا شکر کرنا، ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے اس لئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہو سکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ ناک کان اور دوسرے بدن کے حصوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہوگا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ)۔ دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا، بائیں طرف دیکھے گا تب بھی یہی منظر ہوگا۔ جس قسم کے بھی اچھے یا بُرے اعمال کئے ہیں وہ سب ساتھ ہوں گے جہنم کی آگ سامنے ہوگی اس لئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کرو خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اوّل یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی، اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا) دوسری حدیث میں ہے کہ اس وقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹے گا جب تک پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جاتے۔ عمر کس کام میں خرچ کی؟ جوانی (کی قوت) کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)۔

(۴) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيْتُ اِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَقْرِئْ اُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَاَنَّهَا قِيْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ (رواه الترمذی والطبرانی فی الصغیر و

حضورِ اقدس صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے، کہ شب معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام سے ہوئی تو اُنہوں نے فرمایا کہ اپنی اُمّت کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ جنّت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹّی ہے اور بہترین پانی لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے (درخت) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہیں (جتنے کسی کا دل چاہے درخت

لاوسط و زاد لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وقال الترمذی حسن غریب من ھذا الوجه ورواه الطبرانی ایضًا باسناد واہٍ من حدیث سلمان الفارسیؓ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ مَرْفُوْعًا مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ غُرِسَ لَهٗ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ شَجَرَةٌ فِی الْجَنَّةِ رواه الطبرانی واسناده حسن لاباس به فی المتابعات وَعَنْ جَابِرٍؓ مَرْفُوْعًا مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ نَخْلَةٌ فِی الْجَنَّةِ۔

لگالے، ایک حدیث میں اس کے بعد لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنّت میں لگایا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھے گا ایک درخت جنّت میں لگایا جاوے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تشریف لے جارہے تھے، حضرت اَبُوْ ہُرَیْرَةؓ کو دیکھا کہ ایک پودا لگارہے ہیں دریافت فرمایا کیا کررہے ہو انہوں نے عرض کیا درخت لگارہا ہوں، ارشاد فرمایا میں بتاؤں بہترین پودے جو لگائے جاویں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہر کلمہ سے ایک درخت جنّت میں لگتا ہے۔

رواه الترمذی وحسنه والنسائی الا انه قال شجرة وابن حبان فی صحیحه والحاکم فی الموضعین باسنادین قال فی احدهما علی شرط مسلم وفی الاخر علی شرط البخاری وذکره فی الجامع الصغیر بروایة الترمذی وابن حبان والحاکم ورقم له بالصحة وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهٖ وَهُوَ یَغْرِسُ الحدیث رواه ابن ماجة باسناد حسن والحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب وعزاه فی الجامع الی ابن ماجة والحاکم ورقم له بالصحة قلت وفی الباب من حدیث ابی ایوبؓ مرفوعًا رواه احمد باسناد حسن وابن ابی الدنیا وابن حبان فی صحیحه ورواه ابن ابی الدنیا والطبرانی من حدیث ابن عمر ایضا مرفوعا مختصرا الا ان فی حدیثهما الحوقلة فقط کما فی الترغیب قلت وذکر السیوطی فی الدر

حدیث ابن عباس مرفوعا بلفظ حدیث ابن مسعودؓ و قال اخرجه ابن مردویه وذکر ایضاً حدیث ابن مسعودؓ وقال اخرجه الترمذی وحسنه و الطبرانی و ابن مردویه قلت وذکره فی الجامع الصغیر بروایة الطبرانی ورقم له بالصحة وذکر فی مجمع الزوائد عدة روایات فی معنی هذا الحدیث۔

ف: حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام بھیجا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہنچے اس کو چاہئے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ جنّت کی مٹی بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو مطلب ہیں۔ اوّل یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے، کہ بہترین جگہ ہے جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مُشک وزعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ۔ ایسی جگہ ہر شخص اپنا مسکن بنانا چاہتا ہے اور تفریح وراحت کے لئے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مہیا ہوں تو کون چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ دینے سے ایک درخت وہاں قائم ہو جاوے گا، اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشوونما پاتا رہے گا۔ صرف ایک مرتبہ بیج ڈال دینا ہے باقی سب کچھ خود ہی ہو جائے گا۔ اس حدیث میں جنّت کو چٹیل میدان فرمایا ہے، اور جن احادیث میں جنّت کا حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنّت میں ہر قسم کے میوے باغ درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنّت کے معنی ہی باغ کے ہیں اس لئے بظاہر اِشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائے گی اُن کے اعمال کے موافق اس میں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہوں گے۔ دوسری توجیہ بعض علماء نے یہ فرمائی ہے کہ جنّت کے وہ باغ وغیرہ ان اعمال کے موافق ملیں گے۔ جب اِن اعمال کی وجہ سے اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوئے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصّہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے اس میں بہت سے حصّہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں، اور بہت سا حصّہ خالی پڑا ہوا ہے۔ جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کرے گا اتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد جو

کوکب[1] دری میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے سارے درخت پنیر[2] کی طرح سے ایک جگہ مجتمع ہیں۔ ہر شخص جس قدر اعمالِ خیر کرتا رہتا ہے اُتنا ہی اُس کے حصہ کی زمین میں لگتے رہتے ہیں اور نشو و نما پاتے رہتے ہیں۔

(۵) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ھَالَہُ اللَّیْلُ اَنْ یُّکَابِدَہٗ اَوْ بَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ یُّنْفِقَہٗ اَوْجَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ یُّقَاتِلَہٗ فَلْیُکْثِرْ مِنْ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فَاِنَّھَا اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ جَبَلِ ذَھَبٍ یُّنْفِقُہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کی مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بُخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بُزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اس کو چاہیئے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کثرت سے پڑھا کرے کہ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

(رواہ الفریابی والطبرانی واللفظ لہ وھو حدیث غریب ولا بأس باسنادہ انشاء اللّٰہ کذافی الترغیب وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی وفیہ سلیمان بن احمد الواسطی وثقہ عبدان وضعفہ الجمھور والغالب علی بقیۃ رجالہ التوثیق وفی الباب عن ابی ھریرۃ ؓ مرفوعا اخرجہ ابن مردویہ وابن عباس ایضا عند ابن مردویہ کذا فی الدر)

ف: کس قدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کے لئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا۔ راتوں کو نہیں جاگا جاتا، کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا، بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا۔ اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کا فکر ہے تو اس کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ کما نہ سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گذر چکا ہے۔

(۶) عَنْ سَمُرَۃَ ؓ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰہِ

حضورؐ کا ارشاد ہے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

[1] یہ عربی میں ترمذی شریف کی شرح ہے۔ [2] پنیری

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِنَّ بَدَأْتَ۔ ان میں سے جس کو چاہے پہلے پڑھے اور جس کو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

(رواہ مسلم وابن ماجۃ والنسائی وزادوھن من القرآن ورواہ النسائی ایضاً وابن حبان فی صحیحہ من حدیث ابی ہریرۃؓ کذا فی الترغیب وعزا السیوطی حدیث سمرۃ الی احمد ایضاً ورقم لہ بالصحۃ وحدیث ابی ہریرۃؓ الی مسند الفردوس للدیلمی ورقم لہ ایضاً بالصحۃ)

ف: یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور قرآن پاک میں ان کا حکم، ان کی ترغیب وارد ہوئی ہے، چنانچہ پہلی فصل میں مفصّل بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مُزیّن کیا کرو یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا کثرت سے ورد کیا جائے۔

(۷) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ اِنَّ الْفُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ فَقَالَ مَا ذَاكَ قَالُوْا يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَيُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَآ اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ وَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ فقراءِ مہاجرین جمع ہو کر حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ یہ مالدار سارے بلند درجے لے اُڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت اُنہیں کے حصّہ میں آگئی، حضورؐ نے فرمایا کیوں، عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی اور مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمھیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب

تَحْمَدُوْنَ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ مَرَّۃً قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَھْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

تک ان ہی اعمال کو نہ کرے صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳،۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اس زمانہ کے مالدار بھی اسی نمونہ کے تھے اُنھوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فُقرا دوبارہ حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سُن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے، حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرماتے اس کو کون روک سکتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا اس میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمھارے لئے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہ بیوی سے ہم بستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہو جائے حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مُبتلا ہو تو گناہ ہوگا یا نہیں صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ہوگا۔ ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔

(متفق علیہ ولیس قول ابی صالح الٰی اٰخرہ الا عند مسلم وفی روایۃ للبخاری تُسَبِّحُوْنَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ عَشْرًا وَّتَحْمَدُوْنَ عَشْرًا وَّتُکَبِّرُوْنَ عَشْرًا بَدَلَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ کذا فی المشکوٰۃ وعن ابی ذرؓ بنحو ھٰذا الحدیث وفیہ اِنَّ بِکُلِّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃً وَّبِکُلِّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃً وَّفِیْ بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَاْتِیْ اَحَدُنَا شَھْوَتَہٗ یَکُوْنُ لَہٗ فِیْھَا اَجْرٌ الحدیث اخرجہ احمد وفی الباب عن ابی الدرداء عند احمد)

ف: مطلب یہ ہے کہ اس نیّت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری سے بچے ثواب اور اجر کا سبب ہے اسی قِصّہ کی ایک دوسری حدیث میں اس اِشکال کے جواب میں کہ بیوی سے ہم بستری اپنی شہوت کا پورا کرنا ہے حضورؐ کا یہ جواب نقل کیا گیا ہے۔ بتاؤ اگر بچہ پیدا ہو جائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اس کی خوبیوں کی اُمید باندھنے لگو پھر وہ مر جائے۔ کیا

تم ثواب کی اُمید رکھتے ہو۔ عرض کیا گیا کہ بیشک اُمید ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں تم نے اس کو پیدا کیا، تم نے اس کو ہدایت کی تھی، تم نے اس کو روزی دی تھی بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ اُسی نے ہدایت دی ہے وہی روزی عطا کرتا ہے۔ اسی طرح صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اس کو زندہ کرے کہ اس سے اولاد پیدا کر دے یا مُردہ کرے کہ اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مُقتضٰی یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچّہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

(۸) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامُ الْمِائَةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ (رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ وکذا فی مسند احمد)

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ مرتبہ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے۔ اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، خواہ اتنی کثرت سے ہوں جتنے سمندر کے جھاگ۔

ف: خطایا کی مغفرت کے بارہ میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث گذر چکی ہے کہ ان خطایا سے مُراد عُلماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں۔ اس حدیث میں تین کلمے ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ آرہا ہے حضرت زیدؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر ایک کو ۳۳ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ ایک انصاریؓ نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس ۲۵ مرتبہ کر لو اور ان کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۲۵ مرتبہ کا اضافہ کر لو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کیا گیا۔ حضورؐ نے قبول فرما لیا اور اس کی اجازت فرمادی کہ ایسا ہی کر لیا جائے۔ ایک حدیث میں سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر کلمہ کو

ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ کا حکم ہے اور ایک حدیث میں ۱۰، ۱۰ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۱۰ مرتبہ باقی تینوں کلمے ہر ایک ۳۳ مرتبہ۔ ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے ۱۰۰، ۱۰۰ مرتبہ وارد ہوتے ہیں جیسا کہ حِصنِ حصین میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اختلاف بظاہر حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں جو لوگ دوسرے ضروری کاموں میں مشغول ہیں ان کے لئے کم مقدار تجویز فرمائی، اور جو لوگ فارغ ہیں اُن کے لئے زیادہ مقدار۔ لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ جو عدد احادیث میں مذکور ہیں اُن کی رعایت ضروری ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہے اس میں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

(۹) عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ اَوْفَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ ثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَسْبِيْحَةً وَّثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَحْمِيْدَةً وَّ اَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَكْبِيْرَةً۔

حضورِ اقدس صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ چند پیچھے آنے والے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

(رواه مسلم كذا فى المشكوٰة وعزاه السيوطى فى الجامع الى احمد ومسلم والترمذى والنسائى ورقم له بالضعف وفى الباب عن ابى الدرداء عند الطبرانى)

ف: ان کلمات کو پیچھے آنے والے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں، یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے ان کو دھونے اور مٹا دینے والے ہیں یا اس وجہ سے کہ یہ کلمات ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت اَبُو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳، ۳۳ بار اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

(۱۰) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَفَعَهٗ اَمَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّعْمَلَ كُلَّ يَوْمٍ مِّثْلَ اُحُدٍ عَمَلًا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ قَالَ كُلُّكُمْ يَسْتَطِيْعُ

حضورِ اقدس صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ اُحُد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کر لیا

قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَاذَا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ۔

کرے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اُس کی کون طاقت رکھتا ہے (کہ اتنے بڑے پہاڑ کے برابر عمل کرے) حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہر شخص طاقت رکھتا ہے صحابہؓ نے عرض کیا اس کی کیا صورت ہے ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کا ثواب اُحُد سے زیادہ ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اُحُد سے زیادہ ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا اُحُد سے زیادہ ہے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا اُحُد سے زیادہ ہے۔

(للکبیر والبزار کذا فی جمع الفوائد والیھما عزاہ فی الحصن ومجمع الزوائد وقال رجالھا رجال الصحیح)

ف: یعنی ان کلموں میں سے ہر کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحُد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا نامعلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کا ثواب آدھی ترازو ہے، اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اس کو پُر کر دیتی ہے اور اللّٰہُ اَکْبَرُ آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ مجھے ہر اُس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کے واسطے خرچ کردوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سُلیمان عَلَیْہِ السَّلَام ہوائی تخت پر تشریف لے جا رہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جنّ و انس وغیرہ لشکر دو قطار۔ ایک عابد پر گذر ہوا جس نے حضرت سُلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے اس وُسعتِ مُلکی اور عمومِ سلطنت کی تعریف کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمال نامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داؤدؑ کے سارے مُلک سے اچھی ہے کہ یہ مُلک فنا ہو جائے گا، اور تسبیح باقی رہنے والی چیز ہے۔

(۱۱) عَنْ اَبِیْ سَلَامٍ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَخٍ بَخٍ

ایک مرتبہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمال نامہ تُلنے کی) ترازو میں کتنی زیادہ وزنی ہیں

خَمْسٌ مَا اَثْقَلَهُنَّ فِی الْمِیْزَانِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ وَ الْوَلَدُ الصَّالِحُ يُتَوَفّٰى لِلْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فَيَحْتَسِبُهٗ۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور وہ بچّہ جو مر جائے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اُس پر صبر کرے۔

(الحدیث اخرجه احمد فی مسنده ورجاله ثقات كما فی مجمع الزوائد والحاكم و قال صحیح الاسناد واقره علیه الذهبی وذكره فی الجامع الصغیر برواية البزار عن ثوبان وبرواية النسائی وابن حبان والحاكم عن ابی سلمٰی وبرواية احمد عن ابی امامة ورقم له بالحسن. وذكره فی مجمع الزوائد برواية ثوبان وابی سلمٰی راعی رسول الله صلی الله علیه وسلم وسفینة ومولی لرسول الله صلی الله علیه وسلم لم یسم وصحح بعض طرقها)

ف: یہ مضمون کئی صحابہؓ سے مُتعدِّد احادیث میں نقل کیا گیا ہے۔ بخٍ بخٍ بڑے سرور اور فرحت کا کلمہ ہے۔ جس چیز کو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس خوشی اور مسرّت سے ارشاد فرما رہے ہوں، عطا فرما رہے ہوں کیا محبّت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذِمّہ نہیں ہے کہ ان کلموں پر مر مٹیں کہ حضورؐ کی اس خوشی کی قدر دانی اور اس کا استقبال یہی ہے۔

(۱۲) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَّجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ نُوْحٌ لِّابْنِهٖ اِنِّیْ مُوْصِيْكَ بِوَصِيَّةٍ وَّقَاصِرُهَا لِكَیْ لَا تَنْسَاهَا اُوْصِيْكَ بِاثْنَيْنِ وَاَنْهَاكَ عَنِ اثْنَيْنِ اَمَّا الَّتِیْ اُوْصِيْكَ بِهِمَا فَيَسْتَبْشِرُ اللّٰهُ بِهِمَا وَصَالِحُ خَلْقِهٖ وَهُمَا يُكْثِرَانِ الْوُلُوْجَ عَلَى اللّٰهِ اُوْصِيْكَ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَوْ كَانَتَا حَلْقَةً قَصَمَتْهُمَا وَلَوْ كَانَتَا فِیْ كِفَّةٍ وَ

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَامُ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمھیں وصیّت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ۲ دو کام کرنے کی وصیّت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں جن ۲ دو کاموں کے کرنے کی وصیّت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جلّ شانُہٗ ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے۔ ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی

زَنَّتْهُمَا وَ اُوْصِيكَ بِسُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ فَاِنَّهُمَا صَلٰوةُ الْخَلْقِ وَ بِهَا يُرْزَقُ الْخَلْقُ وَاِنْ مِّنْ شَيْئٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا وَاَمَّا اللَّتَانِ اَنْهَاكَ عَنْهُمَا فَيَحْتَجِبُ اللهُ مِنْهُمَا وَصَالِحُ خَلْقِهٖ اَنْهَاكَ عَنِ الشِّرْكِ وَالْكِبْرِ۔

(اور مقبولیت) بھی بہت زیادہ ہے ان دو میں سے ایک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمین ایک حلقہ ہو جائیں تو بھی یہ پاک کلمہ ان کو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ رہے اور اگر تمام آسمان اور زمین کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں یہ پاک کلمہ ہو تب بھی وہی پلڑا جھک جائے گا اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ کا پڑھنا ہے کہ یہ کلمہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ساری مخلوق کو روزی دی جاتی ہے کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے اللہ سے حجاب ہو جاتا ہے اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہو جاتا ہے۔

(رواه النسائی واللفظ له والبزار والحاکم من حدیث عبد الله بن عمرو وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب قلت وقد تقدم فی بیان التهلیل حدیث عبد الله بن عمرو مرفوعًا وتقدم فیه ایضًا مافی الباب وتقدم فی الآیات قوله عز اسمه وَاِنْ مِّنْ شَيْئٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ الآية وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَاَبُو الشَّيْخِ فِی الْعَظْمَةِ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَيْئٍ اَمَرَ بِهٖ نُوْحٌ اِبْنَهٗ اِنَّ نُوْحًا قَالَ لِابْنِهٖ يَا بُنَیَّ اٰمُرُكَ اَنْ تَقُوْلَ سُبْحَانَ اللهِ فَاِنَّهَا صَلٰوةُ الْخَلْقِ وَتَسْبِيْحُ الْخَلْقِ وَبِهَا يُرْزَقُ الْخَلْقُ وَاَخْرَجَ احمد وابن مردويه عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا اِنَّ نُوْحًا لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ لِابْنَيْهِ اٰمُرُكُمَا بِسُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ فَاِنَّهَا صَلٰوةُ كُلِّ شَيْئٍ وَبِهَا يُرْزَقُ كُلُّ شَيْئٍ کذا فی الدر)

ف: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کے بیان میں بھی اس حدیث کا مضمون گذر چکا ہے۔ تسبیح کے متعلق جو ارشاد اس حدیث میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گذر چکا ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْئٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ قرآن پاک کی آیت ہے۔ نبیِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ شبِ معراج میں آسمانوں کی تسبیح حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے خود سُنی۔ ایک مرتبہ حضور کا ایسی جماعت پر گذر ہوا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی ہوئی تھی حضور نے ارشاد

فرمایا کہ جانوروں کو منبر اور کرسیاں نہ بناؤ. بہت سے جانور سواروں سے بہتر اور ان سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والے ہوتے ہیں. حضرت ابنِ عباس رضؓ فرماتے ہیں، کہ کھیتی بھی تسبیح کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے. ایک مرتبہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ثرید تھا. آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے. کسی نے عرض کیا آپؐ اُس کی تسبیح سمجھتے ہیں. حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں. اس کے بعد آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کو فلاں شخص کے قریب کر دو. وہ پیالہ اس کے قریب کیا گیا تو انہوں نے بھی تسبیح سُنی. اُس کے بعد پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اسی طرح کیا گیا اُنھوں نے بھی سُنا. کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سُنوایا جائے. حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو ان میں سے سُنائی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ گناہ گار ہے. اس چیز کا تعلق کشف سے ہے حضرات اَنبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَام کو تو یہ چیز بدرجہ اتمّ حاصل تھی اور ہونا چاہیئے تھی حضرات صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم کو بھی بسا اوقات حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فیضِ صحبت اور انوارِ قُرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہو جاتی تھی. سینکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں. صوفیہ کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جمادات اور حیوانات کی تسبیح، ان کا کلام، ان کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں لیکن محققین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیلِ کمال ہے نہ مُوجبِ قُرب کہ جو بھی اس قسم کے مجاہدے کرتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے خواہ اس کو حق تعالیٰ شانُہٗ کے یہاں قُرب حاصل ہو یا نہ ہو. اس لئے محققین اس کو غیر اہم سمجھتے ہیں بلکہ اس لحاظ سے مُضر سمجھے ہیں کہ جب مُبتدی اس میں لگ جاتا ہے تو دنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کے لئے مانع بن جاتا ہے مجھے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے بعض خُدام کے متعلق معلوم ہے کہ جب ان کو یہ صورتِ کشف پیدا ہونے لگی تو حضرت نے چند روز کے لئے اہتمام سے سب ذکر شغل چھڑا دیا تھا کہ مبادا یہ حالت ترقی بگڑ جائے. اس کے علاوہ یہ حضرات اس لئے بھی بچتے ہیں کہ اس صورت میں دوسروں کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کے لئے تکدّر کا سبب ہوتا ہے. علامہ شعرانیؒ نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دُھلتا ہوا نظر آتا اُس کو معلوم کر لیتے. یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ، مکروہ فعل ہے یا خلافِ اَولیٰ. جیسا کہ حسّی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا. چنانچہ ایک دفعہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضو خانہ میں تشریف فرما تھے ایک جوان وضو کر رہا تھا. اس کے وضو

کا پانی گرتے ہوئے آپ نے دیکھا اُس کو چپکے سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کرلے اُس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی کہ بھائی زنا نہ کیا کر بہت بُرا عیب ہے۔ اُس وقت اس نے بھی زنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور لہو و لعب کا پانی گر رہا ہے اُس کو بھی نصیحت فرمائی اُس نے بھی توبہ کی۔ الغرض اُس کے بعد امام صاحبؒ نے اللہ جل جلالہٗ سے دُعا کی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دور فرمادے کہ میں لوگوں کی بُرائیوں پر مُطّلع ہونا نہیں چاہتا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے دُعا قبول فرمائی اور یہ چیز زائل ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحبؒ نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور متعفّن نظر آتا تھا تو کیسے اس کو پاک فرماتے، مگر جب یہ چیز زائل ہوگئی تو اس کو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا۔ ہمارے حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نوّر اللہ مرقدہٗ کے خدّام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اس وجہ سے استنجے نہیں جاسکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے۔ اور بھی سینکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردّد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصہ ملتا ہے وہ اس حصہ کے بقدر احوال کو معلوم کرلیتے ہیں۔

(۱۳) عَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ مَرَّ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ كَبِرْتُ وَضَعُفْتُ اَوْ كَمَا قَالَتْ فَمُرْنِيْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهٗ وَاَنَا جَالِسَةٌ قَالَ سَبِّحِي اللّٰهَ مِائَةَ تَسْبِيْحَةٍ فَاِنَّهَا تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ رَقَبَةٍ تُعْتِقِيْنَهَا مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِيْلَ وَاحْمَدِي اللّٰهَ مِائَةَ تَحْمِيْدَةٍ فَاِنَّهَا تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ فَرَسٍ مُسْرَجَةٍ مُلْجَمَةٍ تَحْمِلِيْنَ عَلَيْهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكَبِّرِي اللّٰهَ مِائَةَ تَكْبِيْرَةٍ فَاِنَّهَا تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ بَدَنَةٍ مُقَلَّدَةٍ مُتَقَبَّلَةٍ وَ

حضرت اُمِّ ہانی رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتادیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ سو۱۰۰ مرتبہ پڑھا کرو۔ اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو۱۰۰ غلام عرب آزاد کئے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سو۱۰۰ مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو۱۰۰ گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ سو۱۰۰ مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو۱۰۰ اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور

هَلِّلِی اللّٰہَ مِائَۃَ تَہْلِیْلَۃٍ قَالَ اَبُوْ خَلَفٍ اَحْسِبُہٗ قَالَ تَمْلَأُ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ وَلَا یُرْفَعُ لِاَحَدٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِمَّا یُرْفَعُ لَکِ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیَ بِمِثْلِ مَا اَتَیْتِ۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سَو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابورافع رضؓ کی بیوی حضرت سلمیٰ رضؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جَلَّ شَانُہٗ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سُبْحَانَ اللّٰہِ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شَانُہٗ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کردی۔ دس مرتبہ تم اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ کہو (دس مرتبہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کردی)

(رواہ احمد باسناد حسن واللفظ لہ والنسائی ولم یقل ولا یرفع الی اٰخرہ والبیھقی بتمامہ وابن ابی الدنیا فجعل ثواب الرقاب فی التحمید والفرس فی التسبیح وابن ماجۃ بمعناہ باختصار والطبرانی فی الکبیر بنحو احمد ولم یقل احسبہ وفی الاوسط باسناد حسن بمعناہ کذا فی الترغیب باختصار قلت رواہ الحاکم بمعناہ وصححہ وعزاہ فی الجامع الصغیر الی احمد والطبرانی والحاکم ورقم لہ بالصحۃ وذکرہ فی مجمع الزوائد بطرق وقال اسانیدھم حسنۃ وفی الترغیب ایضا عن ابی امامۃ مرفوعا بنحو حدیث الباب مختصرا وقال رواہ الطبرانی ورواتہ رواۃ الصحیح خلا سلیم بن عثمان الفوزی یکشف حالہ فانہ لا یحضرنی الاٰن فیہ جرح ولا عدالۃ اھ وفی الباب عن سلمیٰ ام بنی ابی رافع قالت یارسول اللہ اخبرنی بکلمات ولا تکثر علی الحدیث مختصرا فیہ التکبیر والتسبیح عشرا عشرا واللھم اغفر لی عشرا قال المنذری رواہ الطبرانی ورواتہ محتج بھم فی الصحیح اھ قلت وبمعناہ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ مَرْفُوْعًا بِلَفْظِ مَنْ سَبَّحَ لِلّٰہِ مِائَۃً بِالْغَدَاۃِ وَمِائَۃً بِالْعَشِیِّ کَانَ کَمَنْ حَجَّ مِائَۃَ حَجَّۃٍ الحدیث وجعل فیہ التحمید کمن حمل علی مائۃ فرس والتھلیل کمن اعتق مائۃ رقبۃ من ولد اسمٰعیل ذکرہ فی المشکوٰۃ بروایۃ الترمذی وقال حسن غریب)

ف : ضعفاء اور بوڑھوں کے لئے بالخصوص عورتوں کے لئے کس قدر سہل اور مختصر چیز حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرما دی ہے۔ دیکھئے ایسی مختصر چیزوں پر جن میں نہ زیادہ مشقت ہے، نہ چلنا پھرنا ہے کتنے بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ ہے۔ کتنی کم نصیبی ہو گی اگر ان کو وصول نہ کیا جائے۔ حضرت اُمِّ سُلیمؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا کوئی چیز مجھے تعلیم فرما دیجئے جس کے ذریعہ سے نماز میں دُعا کیا کروں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللہُ اَکْبَرُ ۱۰، ۱۰ مرتبہ پڑھ لیا کرو اور جو چاہے اس کے بعد دُعا کیا کرو۔ دوسری حدیث میں اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے دُعا کیا کرو حق تعالیٰ شانہٗ اس دُعا پر فرماتے ہیں ہاں ہاں (میں نے قبول کی)، کتنے سہل اور معمولی الفاظ ہیں جن کو نہ یاد کرنا پڑتا ہے نہ ان میں کوئی محنت اٹھانی پڑتی ہے دن بھر ہم لوگ بکواس میں گذار دیتے ہیں تجارت کے ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے یا کھیتی کے ساتھ زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہوتے اگر زبان سے ان تسبیحوں کو پڑھتے رہیں تو دنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آجائے۔

(۱۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً یَّطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَھْلَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَّذْکُرُوْنَ اللہَ تَنَادَوْا ھَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِکُمْ فَیَحُفُّوْنَھَا بِاَجْنِحَتِھِمْ اِلَی السَّمَآءِ فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا اِلَی السَّمَآءِ فَیَسْأَلُھُمْ رَبُّھُمْ وَھُوَ یَعْلَمُ مِنْ اَیْنَ جِئْتُمْ فَیَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَّکَ یُسَبِّحُوْنَکَ وَیُکَبِّرُوْنَکَ وَیُحَمِّدُوْنَکَ فَیَقُوْلُ ھَلْ رَاَوْنِیْ فَیَقُوْلُوْنَ لَا فَیَقُوْلُ کَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ فَیَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْکَ کَانُوْا اَشَدَّ لَکَ عِبَادَۃً وَّاَشَدَّ لَکَ تَمْجِیْدًا وَّاَکْثَرَ لَکَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنے والے ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بُلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں اللہ جلّ جلالہٗ باوجودیکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تکبیر اور تحمید (بڑائی بیان کرنے اور تعریف

تَسْبِيْحًا فَيَقُوْلُ فَمَا يَسْأَلُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ يَسْأَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ وَهَلْ رَأَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوْا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَّأَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ مِنَ النَّارِ فَيَقُوْلُ وَهَلْ رَأَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوْا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَّأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً فَيَقُوْلُ أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَيَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ.

کرنے) میں مشغول تھے ارشاد ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے عرض کرتے ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ وہ جنّت چاہتے ہیں ارشاد ہوتا ہے کیا انھوں نے جنّت کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنّا اور اس کی طلب میں لگ جاتے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے عرض کرتے ہیں کہ جہنّم سے پناہ مانگ رہے تھے ارشاد ہوتا ہے کیا انھوں نے جہنّم کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو ہے نہیں ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے ارشاد ہوتا ہے اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخشدیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یا اللہ فلاں شخص اس مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ ان کا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا لہٰذا اس کو بھی بخش دیا)۔

(رواہ البخاری ومسلم والبیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر والمشکوٰۃ)

ف: اس قسم کا مضمون متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذکر کی مجالس اور ذکر کرنے والی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے

ان کے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے اُن کا ذکر سُنتی ہے چنانچہ پہلے باب کی حدیث نمبر ۸ میں یہ مضمون گذر چکا ہے اور اس میں یہ گذر چکا ہے کہ فرشتوں سے تفاخر کے طور پر اللہ جَلَّ شانُہٗ اس کا ذکر کیوں فرماتے ہیں۔ فرشتہ کا یہ عرض کرنا کہ ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اس وقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں اسی وجہ سے اس کے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مبادا اعتراض ہو جائے لیکن یہ اللہ کا لطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے ان کے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔ اللہ جَلَّ شانُہٗ کا ارشاد ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (سورۂ توبہ رکوع ۱۵) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو) صوفیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ جَلَّ جلالُہٗ کے ساتھ رہو اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر ان لوگوں کے ساتھ رہو جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ارشاد ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے۔ جو وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اس کو دیتا ہوں۔ ہاتھ پاؤں بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہر کام اللہ کی رضا اور محبت کے ذیل میں ہوتا ہے۔ اس کا کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا۔ صوفیہ کے احوال اور اُن کے واقعات جو کثرت سے تواریخ میں موجود ہیں وہ شاہد عدل ہیں اور وہ اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کے انکار کی بھی گنجائش نہیں۔ ایک رسالہ اس باب میں نُزہۃُ البساتین کے نام سے مشہور ہے جس سے اس قسم کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔

شیخ ابو بکر کتانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں چند صوفیہ کا اجتماع تھا جن میں سب سے کم عمر حضرت جُنید بغدادیؒ تھے۔ اس مجمع میں محبتِ الٰہی پر بحث شروع ہوئی کہ مُحب کون ہے، مختلف حضرات مختلف ارشادات فرماتے رہے حضرت جُنیدؒ چپ رہے۔ ان حضرات نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کچھ کہو۔ اس پر انھوں نے سر جھکا کر روتے ہوئے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے، خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہو گیا

ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو، دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو، اس کے دل کو انوارِ ہیبت نے جلا دیا ہو۔ اس کے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو، اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو۔ گویا حق تعالیٰ شانہٗ ہی اس کی زبان سے کلام فرماتا ہے اگر حرکت کرتا ہو تو اللہ ہی کے حکم سے، اگر تسکین پاتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ، اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر کھانا پینا سونا جاگنا سب کاروبار اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو جاتے ہیں۔ نہ دنیا کا رسم و رواج قابلِ التفات رہتا ہے نہ لوگوں کی طعن و تشنیع قابلِ وقعت۔ حضرت سعید بن المسیبؒ مشہور تابعی ہیں بڑے محدثین میں شمار ہیں۔ ان کی خدمت میں ایک شخص عبداللہ بن ابی وداعہ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہو سکے۔ کئی روز کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت سعیدؒ نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی وجہ سے مشاغل میں پھنسا رہا۔ فرمایا ہم کو خبر نہ کی ہم بھی جنازہ میں شریک ہوتے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھ کر آنے لگا فرمایا دوسرا نکاح کر لیا میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے کون نکاح کر دے گا دو تین آنے کی میری حیثیت ہے آپ نے فرمایا ہم کر دیں گے اور یہ کہہ کر خطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس آنہ پر مجھ سے کر دیا (اتنی مقدار مہر کی ان کے نزدیک جائز ہو گی جیسا کہ بعض اماموں کا مذہب ہے حنفیہ کے نزدیک ڈھائی[ع] روپے سے کم جائز نہیں) نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مسرت تھی خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کے لئے کس سے قرض مانگوں، کیا کروں۔ اسی فکر میں شام ہو گئی۔ میرا روزہ تھا، مغرب کے وقت روزہ افطار کیا نماز کے بعد گھر آیا۔ چراغ جلایا، روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا اس کو کھانے لگا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے، حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں۔ باہر آ کر دیکھا کہ سعید بن المسیبؒ ہیں میں نے عرض کیا۔ آپ نے مجھے نہ بلا لیا۔ فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا۔ میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے تنہا رات کو سونا مناسب نہیں اس لئے تمہاری بیوی کو لایا ہوں۔ یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی۔ میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے

ع چاندی کے روپے مراد ہیں

سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی۔ لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ حضرت سعیدؒ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اس وقت وہ اس کو خود ہی پہونچا گئے ہیں۔ سب کو بڑا تعجب ہوا۔ کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس کا چرچا ہوا۔ میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آگئیں اور کہنے لگیں اگر تین دن تک تو نے اس کو چھیڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین دن میں اس کی تیاری کر لیں۔ تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت قرآن شریف کی حافظہ اور سنتِ رسول سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر۔ ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعیدؒ میرے پاس آئے نہ میں ان کی خدمت میں گیا۔ ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی کو کیسا پایا۔ میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھ کر خوش ہوں، دشمن جلیں۔ فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی سے خبر لینا۔ میں واپس آگیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درہم (تقریباً پانچ ہزار روپے) مجھے دے گیا۔ اس لڑکی کو عبد الملک بن مروان بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کے لئے جو ولی عہد بھی تھا مانگا تھا مگر حضرت سعیدؒ نے عذر کر دیا تھا جس کی وجہ سے عبد الملک ناراض بھی ہوا اور ایک حیلہ سے حضرت سعیدؒ کے سَو کوڑے سخت سردی میں لگوائے اور پانی کا گھڑا ان پر گروایا۔

(۱۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کُتِبَتْ لَہٗ بِکُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَمَنْ اَعَانَ عَلٰی خُصُوْمَۃٍ بَاطِلٍ لَمْ یَزَلْ فِیْ سَخَطِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْزِعَ وَمَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُہٗ دُوْنَ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ فَقَدْ ضَادَّ اللّٰہَ فِیْ اَمْرِہٖ وَمَنْ بَھَتَ مُؤْمِنًا اَوْ مُؤْمِنَۃً

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی جھگڑے میں ناحق کی حمایت کرتا ہے وہ اللہ کے غصہ میں رہتا ہے جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرے اور جو اللہ کی کسی سزا میں سفارش کرے (اور شرعی سزا کے ملنے میں حارج ہو) وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر بہتان باندھے وہ قیامت

حَبَسَهُ اللّٰهُ فِیْ رَدْغَةِ الْخَبَالِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یَخْرُجَ مِمَّا قَالَ وَ لَیْسَ بِخَارِجٍ۔

کے دن رَدْغَۃُ الْخَبَال میں قید کیا جائے گا یہاں تک کہ اس بہتان سے نکلے اور کس طرح اس سے نکل سکتا ہے۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالھما رجال الصحیح کذا فی مجمع الزوائد قلت اخرجہ ابوداود بدون ذکر التسبیح فیہ)

ف: ناحق کی حمایت آج کل ہماری طبیعت بن گئی ہے۔ ایک چیز کو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں، مگر رشتہ داروں کی طرف داری ہے پارٹی کا سوال ہے۔ لاکھ اللہ کے غصہ میں داخل ہوں اللہ کی ناراضگی ہو، اس کا عتاب ہو مگر کنبہ برادری کی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ہم اس ناحق کرنے والے کو ٹوک نہ سکیں اور سکوت کریں یہ بھی نہیں بلکہ ہر طرح سے اس کی حمایت کریں گے۔ اگر اس پر کوئی دوسرا مطالبہ کرنے والا کھڑا ہو تو اُس کا مقابلہ کریں گے۔ کسی دوست نے چوری کی ظلم کیا عیاشی کی، اس کے حوصلے بلند کریں گے اس کی ہر طرح مدد کریں گے کیا یہی ہے ہمارے ایمان کا مقتضیٰ، یہی ہے دین داری، اسی پر اسلام کے ساتھ ہم فخر کرتے ہیں یا اپنے اسلام کو دوسروں کی نگاہ میں بھی بدنام کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص عَصَبیّت پر کسی کو بُلائے یا عَصَبیّت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عَصَبیّت سے یہ مراد ہے کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔ رَدْغَۃُ الْخَبَال وہ کیچڑ ہے جو جہنمی لوگوں کے لہو پیپ وغیرہ سے جمع ہو جائے۔ کس قدر گندی اور اذیت دینے والی جگہ ہے جس میں ایسے لوگوں کو قید کر دیا جائے گا جو مسلمانوں پر بہتان باندھتے ہوں۔ آج دنیا میں بہت سرسری معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق جو چاہا مُنہ بھر کر کہہ دیا۔ کل جب زبان سے کہی ہوئی ہر بات کو ثابت کرنا پڑے گا اور ثبوت بھی وہی جو شرعاً معتبر ہو، دنیا کی طرح نہیں کہ چرب لِسانی اور جھوٹی باتیں ملا کر دوسرے کو چُپ کر دیا جائے اس وقت آنکھیں کھلیں گی ہم نے کیا کہا تھا اور کیا نکلا۔ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ آدمی بعض کلام زبان سے ایسا نکالتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی بعضی بات صرف اس وجہ سے کہتا ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے لیکن اس کی وجہ سے اتنی دور (جہنم میں) پھینک دیا جاتا ہے جتنی دور آسمان سے زمین ہے پھر ارشاد فرمایا کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کو کسی گناہ سے عار دلاوے وہ خود مرنے سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس سے گناہ گار توبہ کر چکا ہو حضرت اُبوبکر صدیقؓ اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر کھینچتے تھے کہ تیری بدولت ہم ہلاکتوں میں پڑتے ہیں ابن المنکدرؒ مشہور محدثین میں ہیں اور تابعی ہیں انتقال کے وقت رونے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمانے لگے مجھے کوئی گناہ تو ایسا معلوم نہیں جو میں نے کیا ہو، اس پر روتا ہوں کہ کوئی بات ایسی ہو گئی ہو جس کو میں نے سرسری سمجھا ہو اور وہ اللہ کے نزدیک سخت ہو۔

(۱۶) عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ الْاَسْلَمِیِّؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِاٰخِرِہٖ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ فَقَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ لَتَقُوْلُ قَوْلًا مَا کُنْتَ تَقُوْلُہٗ فِیْمَا مَضٰی قَالَ کَفَّارَۃٌ لِّمَا یَکُوْنُ فِی الْمَجْلِسِ.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اُٹھتے تو سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضورؐ کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

(رواہ ابن ابی شیبۃ وابوداؤد والنسائی والحاکم وابن مردویہ کذا فی الدر وفیہ ایضاً بروایۃ ابن ابی شیبۃ عن ابی العالیہ بزیادۃ عَلَّمَنِیْهِنَّ جبرئیلؑ)

ف: حضرت عائشہؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجلس سے اُٹھتے تو سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبِّیْ وَبِحَمْدِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دُعا کو بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجلس کے ختم پر اس کو پڑھ لیا کرے تو اُس مجلس میں جو لغزشیں اُس سے ہوئی ہوں وہ سب مُعاف ہو جائیں گی۔ مجالس میں عُموماً فضول باتیں بیکار تذکرے ہو ہی جاتے ہیں کتنی مختصر دُعا ہے اگر کوئی شخص ان دُعاؤں میں سے کوئی سی ایک دُعا پڑھ لے تو مجلس

کے وبال سے خلاصی پاسکتا ہے. حق تعالیٰ شانہٗ نے کیسی کیسی سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں.

(۱۷) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ مِنْ تَسْبِيْحِهٖ وَتَحْمِيْدِهٖ وَتَكْبِيْرِهٖ وَتَهْلِيْلِهٖ يَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ يَذْكُرْنَ بِصَاحِبِهِنَّ اَلَا يُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ لَّا يَزَالَ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ شَيْءٌ يُذَكِّرُ بِهٖ.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں کہ ان کے لئے ہلکی سی آواز (بھنبھناہٹ) ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکر خیر کرتا رہے.

(رواہ احمد والحاکم وقال صحیح الاسناد قال الذہبی موسٰی بن سالم قال ابوحاتم منکر الحدیث ولفظ الحاکم كَدَوِيِّ النَّحْلِ يَقُلْنَ لِصَاحِبِهِنَّ واخرجہ بسند اٰخر وصححہ علی شرط مسلم واقرہ علیہ الذہبی وفیہ كَدَوِيِّ النَّحْلِ يَذْكُرْنَ بِصَاحِبِهِنَّ)

ف: جو لوگ حکام رس ہیں، کرسی نشین کہلاتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ بادشاہ نہیں وزیر نہیں، وائسرائے کو بھی چھوڑ دیجئے، کسی گورنر کے یہاں ان کی تعریف ہو جائے اُن کا ذکر خیر آجائے پھولے نہیں سماتے، دماغ آسمان پر پہونچ جاتا ہے حالانکہ اس تذکرہ سے نہ تو دین کا نفع نہ دنیا کا. دین کا نفع نہ ہونا تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے اور دنیا کا نفع نہ ہونا اس وجہ سے کہ شاید جتنا نفع اس قسم کے تذکروں سے ہوتا ہو اس سے زیادہ نقصان اس نوع کے مرتبے اور تذکرے حاصل کرنے میں پہونچ جاتا ہے. جائدادیں فروخت کر کے سودی قرض لے کر ایسے مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مُفت کی عداوتیں مول لی جاتی ہیں اور ہر قسم کی ذلتیں برداشت کی جاتی ہیں. الیکشنوں کے منظر سب کے سامنے ہیں کہ کیا کیا کرنا پڑتا ہے اس کے بالمقابل اللہ جلّ جلالہٗ کے عرش پر تذکرہ، مالکُ الملک کے حضور میں تذکرہ اس پاک ذات کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں دین و دنیا اور سارے جہانوں کی ہر چیز ہے. اس قدرت والے کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں بادشاہوں کے دل ہیں. حاکموں کے اختیارات اس کے اختیار میں ہیں. نفع اور نقصان کا واحد مالک وہی ہے. سارے جہان کے تمام

آدمی، حاکم ومحکوم، بادشاہ ورعایا کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں اور وہ مالکُ المُلک نہ چاہے تو کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔ ساری مخلوق کسی کو نفع پہونچانا چاہے اور اس کی رضا نہ ہو تو ایک قطرہ پانی کا نہیں پلا سکتی۔ ایسی پاک ذات کے یہاں اپنا ذکرِ خیر ہو، کوئی دولت دنیا کی اُس کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ کوئی عزت دنیا کی خواہ کتنی ہی بڑی ہو جائے اس کی برابری کر سکتی ہے نہیں ہر گز نہیں اور اس کے مقابلہ میں دنیا کی کسی عزت کو اگر وقیع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں۔

(۱۸) عَنْ يُسَيْرَةَ رضی اللہ عنہا وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ وَاعْقِدْنَ بِالْأَنَامِلِ فَإِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُّسْتَنْطَقَاتٌ وَّلَا تَغْفُلْنَ فَتَنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ۔

حضرت یُسَیرہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت کرنے والی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سُبْحَانَ اللہ کہنا) اور تہلیل (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ پڑھنا)، اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا مثلاً سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ پڑھنا، یا سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ کہنا لازم کرلو اور انگلیوں پر گنا کرو اسلئے کہ انگلیوں سے قیامت میں سُوال کیا جاوے گا اور ان سے جواب طلب کیا جائے گا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں) گویائی دی جائے گی اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا (اگر ایسا کروگی تو اللہ کی) رحمت سے محروم کر دی جاؤ گی۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد کذا فی المشکوٰۃ وفی المنهل اخرجه ایضاً احمد والحاکم اھ وقال الذهبی فی تلخیصه صحیح وکذا رقم له بالصحة فی الجامع الصغیر وبسط صاحب الاتحاف فی تخریجه وعن عبد الله بن عمرو رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيْحَ رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی وحسنه والحاکم کذا فی الاتحاف وبسط فی تخریجه ثم قال قال الحافظ معنی العقد المذکور فی الحدیث احصاء العدد وهو اصطلاح العرب بوضع بعض الانامل علی بعض عقد انملة اخری فالاحاد والعشرات بالیمین والمئون والالاف بالیسار اھ)

ف: قیامت میں آدمی کے بدن سے، اس کے ہاتھ پاؤں سے بھی سُوال ہوگا کہ ہر ہر حصہ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا ناجائز اور بُرے کام کئے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ

اس کا ذکر ہے ایک جگہ ارشاد ہے یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ الآية (سورہ نور رکوع ۳) جس روز ان کے خلاف گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کاموں کی (یعنی گناہوں کی) جن کو یہ کرتے تھے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ الآیاتہ (سورہ حم سجدہ رکوع ۳) اس جگہ کئی آیتوں میں اس کا ذکر ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن (حشر میں) اللہ کے دشمن جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر ان کو ایک جگہ روک دیا جاوے گا پھر سب کے سب اس جہنم کے قریب آجائیں گے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں، ان کی کھالیں ان پر گواہیاں دیں گے (اور بتائیں گی کہ ہمارے ذریعہ سے اس شخص نے کیا کیا گناہ کئے اس وقت وہ لوگ (تعجب سے) ان سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی (ہم تو دنیا میں تمہاری ہی لذت اور راحت کے واسطے گناہ کرتے تھے)، وہ جواب دیں گے کہ ہم کو اس پاک اللہ نے گویائی عطا کی جس نے سب چیزوں کو گویائی عطا فرمائی اسی نے تم کو بھی اول پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس اب تم لوٹائے گئے ہو۔ احادیث میں اس گواہی کے متعدد واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کافر باوجودیکہ اپنی بداعمالیوں کو جانتا ہوگا پھر بھی انکار کرے گا کہ میں نے گناہ نہیں کئے اس سے کہا جائے گا کہ یہ تیرے پڑوسی تجھ پر گواہی دیتے ہیں وہ کہے گا کہ یہ لوگ دشمنی سے جھوٹ بولتے ہیں، پھر کہا جائے گا کہ تیرے عزیز واقارب گواہی دیتے ہیں وہ ان کو بھی جھٹلائے گا تو اس کے اعضاء کو گواہ بنایا جائے گا ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے ران گواہی دے گی کہ کیا کیا بداعمالیاں اس سے کرائی گئی تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ پل صراط سے آخری گذرنے والا اس طرح گرتا پڑتا گذرے گا جیسے کہ بچہ جب اس کو باپ مار رہا ہو کہ وہ کبھی اِدھر گرتا ہے کبھی اُدھر۔ فرشتے اس سے کہیں گے کہ اچھا اگر تو سیدھا چل کر پل صراط سے گذر جائے تو اپنے سب اعمال بتادے گا وہ اس کا وعدہ کرے گا کہ میں سچ سچ سب بتادوں گا اور اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہے گا کہ کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ وہ کہیں گے کہ اچھا سیدھا کھڑا ہوجا اور چل، وہ سہولت سے پل صراط پر گذر جائے گا اور پار ہوجانے کے بعد اس سے پوچھا جائے گا کہ اچھا اب بتا۔ وہ سوچے گا کہ اگر میں نے اقرار کرلیا تو ایسا نہ ہو کہ مجھ کو واپس کردیا جائے۔ اس لئے صاف انکار کردے گا کہ میں نے کوئی برا عمل نہیں کیا فرشتے کہیں گے کہ اچھا اگر ہم نے گواہ پیش کردیئے تو وہ اِدھر اُدھر دیکھے گا کہ کوئی آدمی آس پاس نہیں اس کو خیال

ہو گا کہ اب گواہ کہاں سے آئیں گے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ گئے ہیں اس لئے کہے گا کہ اچھا لاؤ گواہ، تو اس کے اعضاء کو حکم کیا جائے گا اور وہ کہنا شروع کریں گے تو مجبوراً اس کو اقرار کرنا پڑے گا اور کہے گا کہ بے شک ابھی اور بھی بہت سے مہلک گناہ بیان کرنا باقی ہیں تو ارشاد ہو گا کہ اچھا ہم نے مغفرت کر دی غرض ان وجوہ سے ضرورت ہے کہ آدمی کے اعضاء سے نیک کام بھی بکثرت ہوں تاکہ گواہ دونوں قسم کے مل سکیں اسی لئے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس حدیثِ بالا میں انگلیوں پر شمار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے دوسری احادیث میں مسجد میں کثرت سے آنے جانے کا حکم ہے کہ نشاناتِ قدم بھی گواہی دیں گے اور ان کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے لئے برائی کا گواہ کوئی بھی نہ ہو کہ گناہ کئے ہی نہیں یا توبہ وغیرہ سے معاف ہو گئے اور بھلائی اور نیکی کے گواہ سینکڑوں ہزاروں ہوں جس کی سہل ترین صورت یہ ہے کہ جب کوئی گناہ صادر ہو جائے فوراً توبہ سے اس کو محو کر ڈالیں کہ پھر وہ کالعدم ہو جاتے ہیں جیسا کہ باب دوم فصل سوم حدیث نمبر ۳۳ کے تحت گذر چکا ہے اور نیکیاں اعمال ناموں میں باقی رہیں جس کے گواہ بھی موجود ہوں اور جن جن اعضاء سے یہ نیک اعمال کئے ہیں وہ سب گواہی دیں۔ متعدد احادیث میں خود نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انگلیوں پر گننا مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (انگلیوں پر) تسبیح گنتے تھے۔ اس کے بعد حدیث بالا میں اللہ کے ذکر سے غفلت پر رحمتِ الٰہیہ سے محروم کئے جانے کی وعید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم رہتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں (رحمت کے ساتھ) تمہارا ذکر کروں گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی یاد کو بندہ کی یاد پر مرتب فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ (سورۂ زخرف رکوع ۴) اور جو شخص اللہ کے ذکر سے (خواہ کسی قسم کا ہو قرآن پاک ہو یا کسی اور قسم کا جان بوجھ کر) اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں۔ پس وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سب کے سب اُن لوگوں کو (جو اللہ کے ذکر سے اندھے بن گئے ہیں سیدھے) راستہ سے ہٹاتے رہتے ہیں اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ہدایت

پر ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان مُقرّر ہے۔ کافر کے ساتھ تو وہ ہر وقت شریکِ حال رہتا ہے۔ کھانے میں بھی پینے میں بھی سونے میں بھی۔ لیکن مومن سے ذرا دور رہتا ہے اور ہر وقت مُنتظِر رہتا ہے۔ جب اس کو ذرا غافل پاتا ہے فوراً اس پر حملہ کر دیتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ۔ اِلیٰ آخر السورۃ (سورہ منافقون رکوع ۲) اے ایمان والو تم کو تمھارے مال اور اولاد اور اسی طرح دوسری چیزیں، اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ والے ہیں اور ہم نے جو کچھ (مال و دولت) عطا کر رکھا ہے اُس میں سے (اللہ کے راستہ میں) اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آجاتے اور پھر (حسرت و افسوس سے) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے کچھ دنوں اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کسی شخص کو بھی موت کا وقت آجانے کے بعد مہلت نہیں دیتے اور اللہ کو تمھارے سارے اَعمال کی پوری پوری خبر ہے (جیسا کروگے بھلا یا بُرا ویسا ہی پاؤ گے) اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے ایسے بھی بندے ہیں جن کو کسی وقت بھی غفلت نہیں ہوتی۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنون شخص ہے لڑکے اس کے ڈھیلے مار رہے ہیں۔ میں نے ان کو دھمکایا۔ وہ لڑکے کہنے لگے کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے غور سے سُنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تُو نے بہت ہی اچھا کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مُسلّط کر دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں کہنے لگا کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ تم خدا کو دیکھنے کے مُدّعی ہو۔ یہ سُن کر اُس نے ایک چیخ ماری اور یہ کہا شبلی اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبّت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قُرب و بُعد میں مجھ کو بھٹکا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جاتے (یعنی حُضوری حاصل نہ رہے) تو میں دردِ فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں۔ یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا ؎

خَیَالُکَ فِیْ عَیْنِیْ وَذِکْرُکَ فِیْ فَمِیْ وَمَثْوَاکَ فِیْ قَلْبِیْ فَاَیْنَ تَغِیْبُ

تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے۔ تیرا ٹھکانا میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔

حضرت جُنیدؒ بغدادی کا جب انتقال ہونے لگا تو کسی نے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ تلقین کیا فرمانے لگے میں کسی وقت بھی اس کو نہیں بھولا (یعنی یاد تو اس کو دلاؤ جس کو کسی وقت بھی غفلت ہوئی ہو) حضرت مُمشاد دِینوریؒ مشہور بزرگ ہیں جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی حق تعالیٰ شانُہٗ آپ کو (جنت کی)، فلاں فلاں دولت عطا فرمائیں تو ہنس پڑے۔ فرمانے لگے تیس برس سے جنت اپنے سارے سازوسامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے ایک دفعہ بھی تو (اللہ جَلَّ شانُہٗ کی طرف سے توجہ ہٹا کر) ادھر توجہ نہیں کی۔ حضرت رُوَیمؒ کو انتقال کے وقت کسی نے کلمہ تلقین کیا تو فرمانے لگے میں اس کے غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں۔ احمد بن خضرویہ کے انتقال کا وقت تھا کسی شخص نے کوئی بات پوچھی، آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ کہنے لگے پچانوے ۹۵ برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے مجھے معلوم نہیں کہ وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ مجھے اس وقت بات کی فرصت کہاں۔

(۱۹) وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِہَا بُکْرَۃً حِیْنَ صَلَّی الصُّبْحَ وَھِیَ فِیْ مَسْجِدِھَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰی وَھِیَ جَالِسَۃٌ قَالَ مَازِلْتِ عَلَی الْحَالِ الَّتِیْ فَارَقْتُکِ عَلَیْھَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَکِ اَرْبَعَ کَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْیَوْمِ لَوَزَنَتْھُنَّ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ۔

اُمُّ المؤمنین حضرت جُوَیریہؓ فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صبح کی نماز کے وقت اُن کے پاس سے نماز کے لئے تشریف لے گئے اور یہ اپنے مصلّے پر بیٹھی ہوئی (تسبیح میں مشغول تھیں) حضورؐ چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں حضورؐ نے دریافت فرمایا تم اسی حال پر ہو جس پر میں نے چھوڑا تھا عرض کیا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا میں نے تم سے (جدا ہونے کے) بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جاتے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں وہ کلمے یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ

وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ (اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں بقدر اس کی مخلوقات کے عدد کے اور بقدر اس کی مرضی اور خوشنودی کے اور بقدر وزن اس کے عرش کے اور اس کے کلمات کی مقدار کے موافق)۔

(رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ قال القاری وکذا اصحاب السنن الاربعۃ وفی الباب عن صفیۃ قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین یدی اربعۃ الاف نواۃ اسبح بھن الحدیث اخرجہ الحاکم وقال الذھبی صحیح)

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍؓ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِمْرَاَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى اَوْحَصًى تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا اَوْاَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِى السَّمَاۗءِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِى الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے ساتھ ایک صحابیؓ عورت کے پاس تشریف لے گئے اُن کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی ہوتی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں حضورؐ نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل ہو (یعنی کنکریوں پر گننے سے سہل ہو) یا یہ ارشاد فرمایا کہ اُس سے افضل ہو سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ اخیر تک۔ اللہ کی تعریف کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے جو آسمان میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو زمین میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو ان دونوں کے درمیان ہے یعنی آسمان زمین کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں بقدر اس کے جس کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور اس سب کے برابر اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور اس کے برابر ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اسی کے مانند لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وقال الترمذی حدیث غریب کذا فی المشکوۃ قال القاری وفی نسخۃ حسن غریب اھ وفی المنھل اخرجہ ایضا النسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم والترمذی وقال حسن غریب من ھذا الوجہ اھ قلت وصححہ الذھبی)

ف: مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ان کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبّر اور غور وفکر زیادہ ہوگا اتنا ہی ذکر افضل ہوگا اس لئے قرآن پاک جو تدبّر سے پڑھا جائے وہ تھوڑا سا بھی اُس تلاوت سے بہت زیادہ افضل ہے جو بلا تدبّر کے ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ افضلیت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ جلّ جلالُہٗ کی حمد و ثنا کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال ہے عبدیّت کا۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ گناہ تو بلاحساب اور بیشمار کرتے ہو اور اللہ کے پاک نام کو شمار سے اور گن گن کر کہتے ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شمار نہ کرنا چاہئیے اگر ایسا ہوتا تو پھر احادیث میں کثرت سے خاص خاص اوقات میں شمار کیوں بتائی جاتی حالانکہ بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرمائے گئے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہئیے بلکہ جو اَوراد مخصوص اوقات میں متعیّن ہیں ان کو پورا کرنے کے علاوہ خالی اوقات میں بھی جتنا ممکن ہو بے شمار اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہئیے کہ یہ ایسی بڑی دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اس کے حُدود سے بالاتر ہے ان احادیث سے تسبیح مُتعارف یعنی دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے بعض لوگوں نے اس کو بدعت کہہ دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے جب اس کی اصل ثابت ہے حضورؐ نے کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہوگئی دھاگہ میں پُرو دینے میں اور نہ پروتے میں کوئی فرق نہیں۔ اسی وجہ سے جملہ مشائخ اور فقہاء اس کا استعمال فرماتے رہے ہیں۔ مولانا عبدالحیؒ صاحب نے ایک مستقل رسالہ "نُزہۃُ الفِکر" اس بارے میں تصنیف فرمایا ہے۔ مُلّا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح دلیل ہے تسبیح مُتعارف کے جواز کی، اس لئے کہ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان گٹھلیوں یا کنکریوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا جو شرعی دلیل ہے اور کھلے ہوئے دانے یا پروئے ہوتے میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول قابلِ اعتماد نہیں ہے فرماتے ہیں کہ صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو شیطان کا کوڑا کہا جاتا ہے۔ حضرت جُنیدِ بغدادیؒ کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں بھی تسبیح دیکھی جب وہ مُنتہائے کمال پر پہونچ چکے تھے تو ان سے اس بارہ میں سوال کیا۔ فرمایا جس چیز کے ذریعہ سے ہم اللہ تک پہونچے ہیں اس کو کیسے چھوڑ دیں۔ بہت

سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوصفیہ صحابیؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گنا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے گٹھلیاں اور کنکریاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک دھاگہ رہتا تھا جس میں گرہیں لگی ہوتی تھیں ان پر شمار فرمایا کرتے تھے، اور ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں بھری رہتی۔ اُن پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ تھیلی خالی ہو جاتی تو ایک باندی تھی جو اُن سب کو پھر اُس میں بھر دیتی اور حضرت ابوہریرہؓ کے پاس رکھ دیتی۔ خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہو جاتی تو سارے دانے سمیٹ کر وہ باندی پھر اس تھیلی میں بھر دیتی۔ حضرت ابودرداءؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک تھیلی میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں صبح کی نماز پڑھ کر اس تھیلی کو لے کر بیٹھتے اور جب تک وہ خالی ہوتی بیٹھے پڑھتے رہتے۔ حضرت ابوصفیہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے ان کے سامنے ایک چمڑا بچھا رہتا اُس پر کنکریاں پڑی رہتیں اور صبح سے زوال کے وقت تک ان کو پڑھتے رہتے جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چمڑا اٹھالیا جاتا، وہ اپنی ضروریات میں مشغول ہو جاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ بچھا دیا جاتا اور شام تک ان کو پڑھتے رہتے۔ حضرت ابوہریرہؓ کے پوتے نقل کرتے ہیں کہ دادے ابا کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ایک مرتبہ ان پر تسبیح نہ پڑھ لیتے۔ حضرت امام حسینؓ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؒ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ اُن کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں گرہیں لگی ہوتی تھیں ان پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں تسبیح کا نام مذکِرہ (یاد دلانے والی) بھی ہے اس وجہ سے کہ جب یہ ہاتھ میں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہی ہے اس لئے گویا اللہ کے نام کو یاد دلانے والی ہے۔ اس بارہ میں ایک حدیث بھی نقل کی جاتی ہے جو حضرت علیؓ سے نقل کی گئی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تسبیح کیا ہی اچھی مذکِرہ یعنی یاد دلانے والی چیز) ہے۔ اس باب میں ایک مُسلسل حدیث مولانا عبدالحیؒ صاحب نے نقل فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا سے لے کر اُوپر تک ہر اُستاد نے اپنے شاگرد کو ایک تسبیح عطا فرمائی اور اس کے پڑھنے کی اجازت بھی دی۔ اخیر میں حضرت جُنیدؒ بغدادی کے شاگرد

تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اُستاد حضرت جُنیدؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ اس عُلُوّ مرتبہ پر بھی تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ سَری سَقَطیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو اُن سے یہی سُوال کیا تھا جو تم نے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے استاد حضرت معروف کرخیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سُوال کیا تھا انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے اُستاد حضرت بشر حافیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو یہی سُوال کیا تھا انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے اُستاد حضرت عُمر مکیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سُوال کیا تھا اُنہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے اُستاد حضرت حسن بصریؒ (جو سارے مشائخ چشتیہ کے سرگروہ ہیں) کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو عرض کیا تھا کہ آپ کی اس رفعتِ شان اور عُلُوّ مرتبہ کے باوجود بھی اب تک تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے تصوُّف کی ابتداء میں اس سے کام لیا تھا اور اس کے ذریعہ سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب آخیر میں اس کو چھوڑ دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے زبان سے ہاتھ سے ہر طرح اللہ کا ذکر کروں محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی کیا گیا ہے۔

(۲۰) عَنِ ابْنِ اَعْبُدٍ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ اَلَا اُحَدِّثُكَ عَنِّیْ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مِنْ اَحَبِّ اَهْلِهٖ اِلَيْهِ قُلْتُ بَلٰى قَالَ اِنَّهَا جَرَّتْ بِالرَّحٰى حَتّٰى اَثَّرَ فِیْ يَدِهَا وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتّٰى اَثَّرَ فِیْ نَحْرِهَا وَكَنَسَتِ الْبَيْتَ حَتّٰى اِغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا فَاَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدَمٌ فَقُلْتُ لَوْ اَتَيْتِ اَبَاكِ فَسَاَلْتِهٖ خَادِمًا فَاَتَتْهُ فَوَجَدَتْ عِنْدَهٗ حُدَّاثًا فَرَجَعَتْ فَاَتَاهَا مِنَ الْغَدِ فَقَالَ مَا كَانَ حَاجَتُكِ فَسَكَتَتْ فَقُلْتُ اَنَا اُحَدِّثُكَ

حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمھیں اپنا اور اپنی بیوی فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی صاحبزادی اور سب گھر والوں میں زیادہ لاڈلی تھیں قصہ نہ سُناؤں؟ انہوں نے عرض کیا ضرور سنائیں۔ فرمایا کہ وہ خود چکّی پیستی تھیں جس سے ہاتھوں میں گٹّے پڑ گئے تھے اور خود ہی مشک بھر کر لاتی تھیں جس سے سینہ پر رسّی کے نشان پڑ گئے تھے خود ہی جھاڑو دیتی تھیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے تھے ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لونڈی غلام آئے میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ تم اگر اپنے والد صاحب

يَا رَسُوْلَ اللهِ جَرَتْ بِالرَّحٰى حَتّٰى اَثَّرَتْ فِىْ يَدِهَا وَحَمَلَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتّٰى اَثَّرَتْ فِىْ نَحْرِهَا فَلَمَّا اَنْ جَاءَكَ الْخَدَمُ اَمَرْتُهَا اَنْ تَأْتِيَكَ فَتَسْتَخْدِمَكَ خَادِمًا يَقِيْهَا حَرَّمَا هِىَ فِيْهِ قَالَ اِتَّقِى اللهَ يَا فَاطِمَةُ وَاَدِّىْ فَرِيْضَةَ رَبِّكِ وَاعْمَلِىْ عَمَلَ اَهْلِكِ فَاِذَا اَخَذْتِ مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِىْ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَاحْمَدِىْ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَكَبِّرِىْ اَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ فَتِلْكَ مِائَةٌ فَهِىَ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ خَادِمٍ قَالَتْ رَضِيْتُ عَنِ اللهِ وَعَنْ رَسُوْلِهٖ (اخرجه ابوداؤد) وفى الباب عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْحَسَنِ الضَّمْرِىِّ اَنَّ اُمَّ الْحَكَمِ اَوْضُبَاعَةَ ابْنَتَىِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حَدَّثَتْهُ عَنْ اِحْدٰهُمَا اَنَّهَا قَالَتْ اَصَابَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيًا فَذَهَبْتُ اَنَا وَاُخْتِىْ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَحْنُ فِيْهِ وَسَاَلْنَاهُ اَنْ يَّأْمُرَلَنَا بِشَيْءٍ مِّنَ السَّبْىِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَكُنَّ يَتَامٰى بَدْرٍ وَّلٰكِنْ سَادُلُّكُنَّ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ لَّكُنَّ مِنْ ذٰلِكَ تُكَبِّرْنَ اللهَ عَلٰى اَثَرِ

کی خدمت میں جاکر ایک خادم مانگ لاؤ تو اچھا ہے سہولت رہے گی وہ گئیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کا مجمع تھا اس لئے واپس چلی آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز خود ہی مکان پر تشریف لائے اور فرمایا تم کل کس کام کو آئی تھیں وہ چپ ہوگئیں (شرم کی وجہ سے بول بھی نہ سکیں) میں نے عرض کیا حضور چکی سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے مشکیزہ بھرنے کی وجہ سے سینہ پر بھی نشان پڑ گیا ہے جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں کل آپ کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے تھے اس لئے میں نے ان سے کہا تھا کہ ایک خادم اگر مانگ لائیں تو ان مشقتوں میں سہولت ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا فاطمہ اللہ سے ڈرتی رہو اور اس کے فرض ادا کرتی رہو اور گھر کے کاروبار کرتی رہو اور جب سونے کے لئے لیٹو تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے بہتر ہے انھوں نے عرض کیا کہ میں اللہ (کی تقدیر) اور اس کے رسول (کی تجویز) سے راضی ہوں دوسری حدیث میں حضورؐ کی پھوپھی زاد بہنوں کا قصہ بھی اسی قسم کا آیا ہے وہ کہتی ہیں کہ ہم دو بہنیں اور حضورؐ کی بیٹی

كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ تَكْبِيْرَةً وَّثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ تَسْبِيْحَةً وَّ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ تَحْمِيْدَةً وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

فاطمہؓ تینوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی مشقت اور دقتیں ذکر کرکے ایک خادم کی طلب کی حضورؐ نے فرمایا کہ خادم دینے میں تو بدر کے یتیم تم سے مقدم ہیں میں تمھیں خادم سے بھی بہتر چیز بتاؤں ہر نماز کے بعد یہ تینوں کلمے یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھ لیا کرو یہ خادم سے بہتر ہے۔

(رواه ابوداؤد وفي الجامع الصغير برواية ابن مندة عن جليس كان يامر نسائه اذا ارادت احداهن ان تنام ان تحمد الحديث ورقم له بالضعف)

ف: حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے گھر والوں اور عزیزوں کو خاص طور سے ان تسبیحات کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی بیویوں کو یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر ایک ۳۳ مرتبہ پڑھیں۔ حدیث بالا میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دُنیوی مشقتوں اور تکلیفوں کے مقابلہ میں ان تسبیحات کو تلقین فرمایا۔ اس کی ظاہری وجہ تو ظاہر ہے کہ مسلمان کے لئے دُنیوی مشقت اور تکلیف قابلِ التفات نہیں ہے اُس کو ہر وقت آخرت اور مرنے کے بعد کی راحت و آرام کی فکر ضروری ہے اس لئے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے چند روزہ زندگی کی مشقت اور تکلیف کی طرف سے توجہ کو ہٹا کر آخرت کی راحت کے سامان بڑھانے کی طرف متوجہ فرمایا اور ان تسبیحات کا آخرت میں زیادہ سے زیادہ نافع ہونا ان روایات سے جو اس باب میں ذکر کی گئیں ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان تسبیحات کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جہاں دینی منافع اور ثمرات سے شرف بخشا ہے دُنیوی منافع بھی ان میں رکھے ہیں۔ اللہ کے پاک کلام میں اس کے رسول کے پاک کلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں آخرت کے ساتھ ساتھ دنیاوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دجّال کے زمانہ میں مؤمنوں کی غذا فرشتوں کی غذا ہوگی یعنی تسبیح و تقدیس (سُبحان اللہ وغیرہ الفاظ کا پڑھنا) کہ جس شخص کا کلام ان چیزوں کا پڑھنا ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس

سے بھوک کی مشقت کو زائل کر دیں گے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بغیر کھائے پئے صرف اللہ کے ذکر پر گذارہ ممکن ہو سکتا ہے اور دجّال کے زمانہ میں عام مؤمنین کو یہ دولت حاصل ہو گی تو اس زمانہ میں خواص کو اس حالت کا مُیَسَّر ہو جانا کچھ مشکل نہیں۔ اس لئے جن بزرگوں سے اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا بلا غذا کے وہ کئی کئی دن گذار دیتے تھے ان میں کوئی وجہ انکار یا تکذیب کی نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کہیں آگ لگ جائے تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو یہ اس کو بجھا دیتی ہے۔ حِصن حَصِین میں نقل کیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی کام میں تَعَب اور مَشقّت معلوم ہو یا قوت کی زیادتی مطلوب ہو تو سوتے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھے یا تینوں کلمے ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے یا کوئی سا ایک ۳۴ مرتبہ پڑھ لے۔ (چونکہ مختلف احادیث میں مختلف عدد آئے ہیں اس لئے سب ہی کو نقل کر دیا ہے) حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی ان احادیث سے جن میں نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت فاطمہؓ کو خادم کے بدلے یہ تسبیحات تعلیم فرمائیں یہ اِستنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مُداومت کرے اس کو مُشقّت کے کاموں میں تکان اور تَعَب نہیں ہو گا حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر معمولی تَعَب ہوا بھی تب بھی مَضرّت نہ ہو گی۔ مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مُجَرَّب ہے یعنی تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ان تسبیحوں کا سوتے وقت پڑھنا اِزالۂ تکان اور زیادتیٔ قوت کا سبب ہوتا ہے۔ علّامہ سُیُوطیؒ نے مرقاۃ الصُّعود میں لکھا ہے کہ ان تسبیحوں کا خادم سے بہتر ہونا آخرت کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے کہ آخرت میں یہ تسبیحیں جتنی مفید، کار آمد اور نافع ہوں گی، دنیا میں خادم اتنا کار آمد اور نافع نہیں ہو سکتا، اور دنیا کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے کہ ان تسبیحوں کی وجہ سے کام پر جس قدر قوت اور ہمت ہو سکتی ہے خادم سے اتنا کام نہیں ہو سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو۲ خصلتیں ایسی ہیں کہ جو اُن پر عمل کرے وہ جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت سہل ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں ایک یہ کہ ان تسبیحوں کو ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں تو ایک سو پچاس ہوئیں لیکن اعمال کی ترازو میں پندرہ سو ہوں گی۔ دوسرے یہ کہ سوتے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں سو۱۰۰ مرتبہ ہوئیں اور ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار ہوئیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیا بات

ہے کہ ان پر عمل کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے وقت شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں ضرورت ہے اور فلاں کام ہے اور جب سونے کا وقت ہوتا ہے وہ اِدھر اُدھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے جس سے پڑھنا رہ جاتا ہے۔ ان احادیث میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا جنت کی عورتوں کی سردار اور دو جہاں کے سردار کی بیٹی اپنے ہاتھ سے آٹا پیستیں حتّٰی کہ ہاتھوں میں گٹّے پڑ گئے۔ خود ہی پانی بھر کر لاتیں حتّٰی کہ سینہ پر مشک کی رسی کے نشان ہو گئے۔ خود ہی گھر کی جھاڑو وغیرہ سارا کام کرتیں جس سے ہر وقت کپڑے میلے رہتے۔ آٹا گوندھنا، روٹی پکانا غرض سب ہی کام اپنے ہاتھوں سے کرتیں تھیں۔ کیا ہماری بیبیاں یہ سارے کام تو کیا ان میں سے آدھے بھی اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں اور اگر نہیں کرتیں تو کتنی غیرت کی بات ہے کہ جن کے آقاؤں کی یہ زندگی ہو ان کے نام لیوا، ان کے نام پر فخر کرنے والوں کی زندگی اس کے آس پاس بھی نہ ہو؟ چاہیئے تو یہ تھا کہ خادموں کا عمل اُن کی مشقت آقاؤں سے کچھ آگے ہوتی مگر افسوس کہ یہاں اس کے آس پاس بھی نہیں۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔

خاتمہ

خاتمہ میں ایک نہایت مُہتمّم بالشّان چیز کو ذکر کرتا ہوں اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں یہ تسبیحات جن کا اوپر ذکر کیا گیا نہایت ہی اہم اور دین و دنیا میں کار آمد اور مفید ہیں جیسا کہ احادیث بالا سے معلوم ہوا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کے اہتمام اور فضیلت کی وجہ سے ایک خاص نماز کی ترغیب بھی فرمائی ہے جو صلوٰۃ التسبیح (تسبیح کی نماز) کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کو صلوٰۃ التسبیح کہا جاتا ہے کہ یہ تسبیحات اس میں تین سو مرتبہ پڑھی جاتی ہیں حضورؐ نے بہت ہی اہتمام اور ترغیبوں کے ساتھ اس نماز کو تعلیم فرمایا چنانچہ حدیث میں وارد ہے:۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَا عَبَّاسُ یَا عَمَّاہُ اَلَا اُعْطِیْکَ اَلَا اَمْنَحُکَ اَلَا اُخْبِرُکَ اَلَا اَفْعَلُ بِکَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا۔ اے عباس اے میرے چچا کیا میں تمھیں ایک عطیہ کروں ایک بخشش کروں ایک چیز بتاؤں تمھیں دس چیزوں کا مالک بناؤں جب تم اس

فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذَنْبَكَ أَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ قَدِيْمَهٗ وَحَدِيْثَهٗ خَطَأَهٗ وَعَمَدَهٗ صَغِيْرَهٗ وَكَبِيْرَهٗ سِرَّهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ اَنْ تُصَلِّيَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُوْرَةً فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِيْ اَوَّلِ رَكْعَةٍ وَاَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ خَمْسَ عَشْرَةَ ثُمَّ تَرْكَعُ فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوْعِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِيْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ عُمُرِكَ مَرَّةً۔

کام کو کرو گے تو حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے چھوٹے اور بڑے چھپ کر کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف فرما دیں گے، وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوٰۃ التسبیح کی نیت باندھ کر) پڑھو اور ہر رکعت میں جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پندرہ مرتبہ پڑھو پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو۔ پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب دوسرے سجدے سے اٹھو تو (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو۔ ان سب کی میزان پچھتر ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہوگا اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو، یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔

(رواہ ابوداود وابن ماجۃ والبیہقی فی الدعوات الکبیر وروی الترمذی عن ابی رافع نحوہ کذا فی المشکوٰۃ قلت واخرجہ الحاکم وقال ھذا حدیث وصلہ موسی بن عبدالعزیز عن الحکم بن ابان وقد اخرجہ ابوبکر محمد بن اسحق وابوداؤد وابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب فی الصحیح ثم قال بعد ما ذکر توثیق رواتہ واما ارسال ابراھیم بن الحکم عن ابیہ فلا یوھن وصل الحدیث فان الزیادۃ من الثقۃ اولی من الارسال علی ان امام عصرہ فی الحدیث اسحٰق بن ابراھیم الحنظلی قد اقام ھذا الاسناد عن ابراھیم بن الحکم ووصلہ اھ قال السیوطی فی اللآلی ھذا اسناد حسن وما قال الحاکم اخرجہ النسائی فی کتابہ الصحیح لم نرہ فی شیء من نسخ السنن لا الصغری ولا الکبری)

(۲) وَعَنْ اَبِی الْجَوْزَاءِ عَنْ رَجُلٍ کَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ یَرَوْنَ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِئْتِنِیْ غَدًا اَحْبُوْكَ وَاُثِیْبُكَ وَاُعْطِیْكَ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ یُعْطِیْنِیْ عَطِیَّةً قَالَ اِذَا زَالَ النَّهَارُ فَقُمْ فَصَلِّ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ فذکر نحوہ وفیہ وَقَالَ فَاِنَّكَ لَوْ کُنْتَ اَعْظَمَ اَهْلِ الْاَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَ لَكَ بِذٰلِكَ قَالَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اُصَلِّیَهَا تِلْكَ السَّاعَةَ قَالَ صَلِّهَا مِنَ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ (رواہ ابوداؤد)

ایک صحابیؓ کہتے ہیں مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کل صبح کو آنا تم کو ایک بخشش کروں گا ایک چیز دوں گا ایک عطیہ کروں گا وہ صحابیؓ کہتے ہیں میں ان الفاظ سے یہ سمجھا کہ کوئی (مال) عطا فرمائیں گے (جب میں حاضر ہوا) تو فرمایا کہ جب دوپہر کو آفتاب ڈھل چکے تو چار رکعت نماز پڑھو اسی طریقہ سے بتایا جو پہلی حدیث میں گذرا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ گنہگار ہوگے، تو تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت میں کسی وجہ سے نہ پڑھ سکوں تو ارشاد فرمایا کہ جس وقت ہو سکے دن میں یا رات میں پڑھ لیا کرو۔

(۳) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَجَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اِلٰی بِلَادِ الْحَبْشَةِ فَلَمَّا قَدِمَ اِعْتَنَقَهٗ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی حضرت جعفرؓ کو حبشہ بھیج دیا تھا جب وہ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حضورؐ نے ان کو گلے لگایا اور پیشانی

وَقَبَّلَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَهَبُ لَكَ اَلَا اُبَشِّرُكَ اَلَا اَمْنَحُكَ اَلَا اُتْحِفُكَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُصَلِّيْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ (فذكر نحوه اخرجه الحاكم وقال اسناد صحيح

پر بوسہ دیا پھر فرمایا میں تجھے ایک چیز دوں، ایک خوشخبری سناؤں، ایک بخشش کروں، ایک تحفہ دوں. انہوں نے عرض کیا ضرور. حضورؐ نے فرمایا چار رکعت نماز پڑھ. پھر اسی طریقے سے بتائی جو اوپر گذرا. اس حدیث میں ان چار کلموں کے ساتھ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ بھی آیا ہے.

لاغبار عليه وتعقبه الذهبي بان احمد بن داؤد كذبه الدارقطني كذا في المنهل وكذا قال غيره تبعا للحافظ لكن في النسخة التي بايدينا من المستدرك وقد صحت الرواية عن ابن عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم علم ابن عمه جعفرًا ثم ذكر الحديث بسنده وقال في اٰخره هذا اسناد صحيح لاغبار عليه وهكذا قال الذهبي في اول الحديث واٰخره ثم لايذهب عليه ان في هذا الحديث زيادة لاحول ولاقوة الا بالله العلي العظيم ايضا على الكلمات الاربع)

(۴) وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَهَبُ لَكَ اَلَا اُعْطِيْكَ اَلَا اَمْنَحُكَ فَظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُعْطِيْنِيْ مِنَ الدُّنْيَا شَيْئًا لَمْ يُعْطِهٖ اَحَدًا مِّنْ قَبْلِيْ قَالَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ.

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں بخشش کروں، ایک عطیہ دوں، ایک چیز عطا کروں. وہ کہتے ہیں میں یہ سمجھا کہ کوئی دنیا کی ایسی چیز دینے کا ارادہ ہے جو کسی کو نہیں دی (اسی وجہ سے اس قسم کے الفاظ بخشش عطا وغیرہ کو بار بار فرماتے ہیں) پھر آپ نے چار رکعت نماز سکھائی جو اوپر گذری اس میں یہ بھی فرمایا کہ جب التحیات کے لئے بیٹھو تو پہلے ان تسبیحوں کو پڑھو پھر التحیات پڑھنا.

(فذكر الحديث وفي اٰخره غير انك اذا جلست للتشهد قلت ذلك عشر مرات قبل التشهد الحديث اخرجه الدارقطني في الافراد وابونعيم في القربان وابن شاهين في الترغيب كذا في اتحاف السادة شرح الاحياء)

(۵) قال الترمذي وقد روى ابن المبارك وغير واحد من اهل العلم صلوة التسبيح وذكروا

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور بہت سے علماء سے اس نماز کی فضیلت نقل کی گئی ہے اور اس کا یہ طریقہ نقل کیا گیا

الفضل فیہ حدثنا احمد بن
عبدۃ نا ابو وھب سألت عبد اللہ
بن المبارک عن الصلوٰۃ التی یسبح
فیھا قال یکبر ثم یقول سبحانک
اللھم وبحمدک وتبارک اسمک
وتعالٰی جدک ولا الہ غیرک ثم
یقول خمس عشرۃ مرۃ سبحان اللہ
والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر
ثم یتعوذ ویقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وفاتحۃ الکتاب وسورۃ ثم یقول
عشر مرات سبحان اللہ والحمد للہ
ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ثم یرکع
فیقولھا عشرا ثم یرفع رأسہ فیقولھا
عشرا ثم یسجد فیقولھا عشرا ثم
یرفع رأسہ فیقولھا عشرا ثم یسجد
الثانیۃ فیقولھا عشرا یصلی اربع

ہے کہ سُبحانک اللّٰھم پڑھنے کے بعد
الحمد للہ شریف پڑھنے سے پہلے پندرہ
دفعہ ان کلموں کو پڑھے پھر اعوذ اور
بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف اور پھر
کوئی سورت پڑھے، سورت کے بعد
رکوع سے پہلے دس مرتبہ پڑھے پھر رکوع
میں دس مرتبہ پھر رکوع سے اُٹھ کر، پھر
دونوں سجدوں میں، اور دونوں سجدوں
کے درمیان میں بیٹھ کر دس دس مرتبہ
پڑھے یہ پچھتر پوری ہو گئی لہٰذا دوسرے
سجدہ کے بعد بیٹھ کر پڑھنے کی ضرورت
نہیں رہی، رکوع میں پہلے سبحان
ربی العظیم اور سجدہ میں پہلے سبحان
ربی الاعلیٰ پڑھے۔ پھر ان کلموں کو پڑھے
(حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی
اس طریقہ سے نقل کیا گیا ہے)

رکعات علی ھذا فذلک خمس وسبعون تسبیحۃ فی کل رکعۃ ثم قال قال
ابو وھب اخبرنی عبد العزیز عن عبد اللہ انہ قال یبدأ فی الرکوع سبحان
ربی العظیم وفی السجدۃ سبحان ربی الاعلیٰ ثلثا ثم یسبح التسبیحات قال
عبد العزیز قلت لعبد اللہ بن المبارک ان سہا فیھا یسبح فی سجدتی السھو
عشرا عشرا قال لا انما ھی ثلث مائۃ تسبیحۃ اھ مختصرا قلت وھکذا رواہ
الحاکم وقال رواتہ عن ابن المبارک کلھم ثقات اثبات ولا یتھم عبد اللہ
ان یعلمہ مالم یصح عندہ سندہ اھ وقال الغزالی فی الاحیاء بعد ماذکر
حدیث ابن عباس المذکور وفی روایۃ اخری انہ یقول فی اول الصلوٰۃ سبحانک
اللھم ثم یسبح خمس عشرۃ تسبیحۃ قبل القراءۃ وعشرا بعد القراءۃ والباقی

كما سبق عشرًا عشرًا ولا يسبح بعد السجود الاخير وهذا هو الاحسن وهو اختيار ابن المبارك اه قال الزبيدى فى الاتحاف ولفظ القوت هذه الرواية احبّ الوجهين الىّ اه قال الزبيدى اى لا يسبح فى الجلسة الاولىٰ بين الركعتين ولا فى جلسة التشهد شيئًا كما فى القوت قال وكذلك روينا فى حديث عبد الله بن جعفر بن ابى طالب ان النبى صلى الله عليه وسلم علمه صلوٰة التسبيح فذكره اه ثم قال الزبيدى واما حديث عبد الله بن جعفر فاخرجه الدارقطنى من وجهين عن عبد الله بن زياد بن سمعان قال فى احدهما عن معاوية و اسمٰعيل بن عبد الله ابنى جعفر عن ابيهما وقال فى الاخرى عن عون بدل اسمٰعيل عن ابيهما قال قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم الا اعطيك فذكر الحديث وابن سمعان ضعيف وهذه الرواية هى التى اشار اليها صاحب القوت وهى الثانية عنده قال فيها يفتتح الصلوٰة فيكبر ثم يقول فذكر الكلمات وزاد فيها الحوقلة ولم يذكر هذا السجدة الثانية عند القيام ان يقولها قال وهو الذى اختاره ابن المبارك اه قال المنذرى فى الترغيب وروى البيهقى من حديث ابى جناب الكلبى عن ابى الجوزاء عن ابن عمر و (بن العاص) فذكر الحديث بالصفة التى رواها الترمذى عن ابن المبارك ثم قال وهذا يوافق ما رويناه عن ابن المبارك ورواه قتيبة بن سعيد عن يحيى بن سليم عن عمران بن مسلم عن ابى الجوزاء قال نزل على عبد الله بن عمرو بن العاص فذكر الحديث وخالفه فى رفعه الى النبى صلى الله عليه وسلم ولم يذكر التسبيحات فى ابتداء القراءة انما ذكرها بعدها ثم ذكر جلسة الاستراحة كما ذكرها سائر الرواة اه قلت حديث ابى الجناب مذكور فى السنن على هذا الطريق طريق ابن المبارك وما ذكر من كلام البيهقى ليس فى السنن بهذا اللفظ فلعله ذكره فى الدعوات الكبير وما فى السنن انه ذكر اولا حديث ابى جناب تعليقا مرفوعا ثم قال قال ابوداؤد رواه روح ابن المسيب وجعفر بن سليمان عن عمرو بن مالك النكرى عن ابى الجوزاء عن ابن عباس قوله وقال فى حديث روح فقال حديث النبى صلى الله عليه

وسلم اھ وظاھر ان الاختلاف فی السند فقط لا فی لفظ الحدیث وذکر شارح الاقناع من فروع الشافعیة صلوٰۃ التسبیح واقتصر علی صفة ابن المبارکؒ فقط قال البجیرمی ھذہ روایة ابن مسعود والذی علیه مشائخنا انه لا یسبح قبل القراءۃ بل بعدھا خمسة عشر والعشرۃ فی جلسة الاستراحة وھذہ روایة ابن عباس اھ مختصراً وعلم منه ان طریق ابن المبارکؒ مروی عن ابن مسعود ایضاً لکن لم اجد حدیث ابن مسعود فیما عندی من الکتب بل المذکور فیھا علی ما بسطه صاحب المنھل وشارح الاحیاء وغیرھما ان حدیث صلوٰۃ التسبیح مروی عن جماعة من الصحابة منھم عبد اللہ والفضل ابنا العباس وابوھما عباس بن عبد المطلب وعبد اللہ بن عمرو بن العاص وعبد اللہ بن عمر بن الخطاب وابو رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وعلی بن ابی طالب واخوہ جعفر بن ابی طالب وابنه عبد اللہ بن جعفر وام المؤمنین ام سلمة والانصاری غیر مسمی وقد قیل انه جابر بن عبد اللہ قال له الزبیدی وبسط فی تخریج احادیثھم وعلم مما سبق ان حدیث صلوٰۃ التسبیح مروی بطرق کثیرۃ وقد افرط ابن الجوزی ومن تبعه فی ذکرہ فی الموضوعات ولذا تعقب علیه غیر واحد من ائمة الحدیث کالحافظ ابن حجر والسیوطی والزرکشی قال ابن المدینی قد اساء ابن الجوزی بذکرہ ایاہ فی الموضوعات کذا فی اللآلی قال الحافظ وممن صححه اوحسنه ابن مندہ والف فیه کتابا والاجری والخطیب وابو سعد السمعانی وابو موسی المدینی وابو الحسن بن المفضل والمنذری وابن الصلاح والنووی فی تھذیب الاسماء والسبکی واٰخرون کذا فی الاتحاف وفی المرقاۃ عن ابن حجر صححه الحاکم وابن خزیمة وحسنه جماعة اھ قلت وبسط السیوطی فی اللآلی فی تحسینه وحکی عن ابی منصور الدیلمی صلوٰۃ التسبیح اشھر الصلوٰۃ واصحھا اسناداً۔

ف: صَلوٰۃُ التَّسبیح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ کچھ احادیثِ بالا سے ہو سکتا ہے کہ نبیِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کس قدر شفقت اور اہتمام سے اس کو تعلیم فرمایا ہے. علمائے اُمّت، محدِّثین، فقہاء، صوفیہ ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں. امام حدیث حاکمؒ نے لکھا ہے کہ

اس حدیث کے صحیح ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ تبع تابعین کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک مقتدا حضرات اس پر مُداومت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے رہے ہیں جن میں عبد اللہ بن مبارکؒ بھی ہیں۔ یہ عبد اللہ بن مبارکؒ، امام بخاریؒ کے استادوں کے استاد ہیں۔ بیہقیؒ کہتے ہیں کہ ابن مبارکؒ سے پہلے ابو الجوزاءؒ جو مُعتمد تابعی ہیں۔ اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ روزانہ جب ظہر کی اذان ہوتی تو مسجد میں جاتے اور جماعت کے وقت تک اس کو پڑھ لیا کرتے۔ عبد العزیز بن ابی رَوّادؒ جو ابن مبارک کے بھی استاد ہیں۔ بڑے عابد زاہد مُتقی لوگوں میں ہیں کہتے ہیں کہ جو جنت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کو مضبوط پکڑے۔ ابو عثمان حِیریؒ جو بڑے زاہد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کے لئے صلوٰۃ التسبیح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ علامہ تقی سُبکیؒ فرماتے ہیں کہ یہ نماز بڑی اہم ہے بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکا میں نہ پڑھنا چاہیئے۔ جو شخص اس نماز کے ثواب کو سُن کر بھی غفلت کرے وہ دین کے بارے میں سُستی کرنے والا ہے۔ صُلحاء کے کاموں سے دُور ہے اس کو پکا آدمی نہ سمجھنا چاہیئے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے۔

ف ۲: بعض علماء نے اس وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے کہ اتنا زیادہ ثواب صرف چار رکعت پر مشکل ہے بالخُصوص کبیرہ گناہوں کا مُعاف ہونا۔ لیکن جب روایت بہت سے صحابہؓ سے منقول ہے تو انکار مشکل ہے البتہ دوسری آیات واحادیث کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کی معافی کیلئے توبہ کی شرط ہوگی۔

ف ۳: احادیث بالا میں اس نماز کے دو طریقے بتائے گئے ہیں۔ اوّل یہ کہ کھڑے ہو کر الحمد شریف اور سورہ کے بعد پندرہ مرتبہ چاروں کلمے سُبْحَانَ اللهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، اَللهُ اَکْبَرُ پڑھے۔ پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر رکوع سے کھڑے ہو کر سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر دونوں سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے دس مرتبہ پڑھے اور جب دوسرے سجدہ سے اُٹھے تو اَللهُ اَکْبَرُ کہتا ہوا اُٹھے اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے اور دس مرتبہ پڑھ کر بغیر اَللهُ اَکْبَرُ کے کہنے کے کھڑا ہو جائے اور دو رکعت کے بعد اسی طرح چوتھی رکعت کے بعد پہلے ان کلموں کو دس دس مرتبہ پڑھے پھر التحیات پڑھے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھے اور پھر اَلْحَمْدُ اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقہ بدستور۔ البتہ اس صورت میں نہ تو

دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التحیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علماء نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اُس طرح۔

ف ۴ : چونکہ یہ نماز عام طور سے رائج نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق چند مسائل بھی لکھے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو سہولت ہو۔

مسئلہ ۱ : اس نماز کے لئے کوئی سورۃ قرآن کی متعیّن نہیں جونسی سورت دل چاہے پڑھے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورہ حَدِید، سورہ حشر، سورہ صَف، سورہ جمعہ، سورۂ تَغَابُن میں سے چار سورتیں پڑھے بعض حدیثوں میں بیس آیتوں کی بقدر آیا ہے اس لئے ایسی سورتیں پڑھے جو بیس آیتوں کے قریب قریب ہوں۔ بعض نے اِذَا زُلْزِلَتِ، وَالْعَادِیَات، تَکَاثُر، وَالْعَصْرِ، کَافِرُوْن، نَصْر اِخْلَاص لکھا ہے کہ ان میں سے پڑھ لیا کرے۔

مسئلہ ۲ : ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے کہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی انگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لے کر اس پر گننا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی کو اسی جگہ دباتا رہے۔

مسئلہ ۳ : اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرے البتہ بھولے ہوئے کی قضا رکوع سے اُٹھ کر اور دو سجدوں کے درمیان نہ کرے۔ اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے، تو اُن میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے بلکہ صرف ان کی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہو اس میں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے مثلاً اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو ان کو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ ۴ : اگر سجدہ سہو کسی وجہ سے پیش آجائے تو اس میں تسبیح نہیں پڑھنا چاہیئے اس لئے کہ مقدار تین سو ہے وہ پوری ہو چکی، ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہی ہو تو سجدہ سہو میں پڑھ لے۔

مسئلہ ۵ : بعض احادیث میں آیا ہے کہ التحیات کے بعد سلام سے پہلے یہ دُعا پڑھے۔ رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ من حدیث ابن عباس ولفظہ اذا فرغت قلت بعد التشھد قبل التسلیم اللّٰھم الخ کذا فی الاتحاف وقال اوردہ الطبرانی ایضاً من حدیث العباس وفی سندہ متروک اھ قلت زاد فی المرقاۃ فی اٰخر الدعاء بعض الالفاظ بعد قولہ خالق النور زدتھا تکمیلا للفائدۃ ودعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ　　اے اللہ میں آپ سے ہدایت والوں کی

الْهُدٰى وَاَعْمَالَ اَهْلِ الْيَقِيْنِ وَ
مُنَاصَحَةَ اَهْلِ التَّوْبَةِ وَعَزْمَ
اَهْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَهْلِ الْخَشْيَةِ
وَطَلَبَ اَهْلِ الرَّغْبَةِ وَتَعَبُّدَ اَهْلِ الْوَرَعِ
وَعِرْفَانَ اَهْلِ الْعِلْمِ حَتّٰى اَخَافَكَ
اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ مَخَافَةً تَحْجُزُنِىْ
بِهَا عَنْ مَّعَاصِيْكَ وَحَتّٰى اَعْمَلَ
بِطَاعَتِكَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِهٖ
رِضَاكَ وَحَتّٰى اُنَاصِحَكَ فِى
التَّوْبَةِ خَوْفًا مِّنْكَ وَحَتّٰى
اُخْلِصَ لَكَ النَّصِيْحَةَ حُبًّا لَّكَ
وَحَتّٰى اَتَوَكَّلَ عَلَيْكَ فِى الْاُمُوْرِ
حُسْنَ الظَّنِّ بِكَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ
رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا
اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بِرَحْمَتِكَ
يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

سی توفیق مانگتا ہوں اور یقین والوں کے عمل اور توبہ والوں کا خُلوص مانگتا ہوں اور صابرین کی پختگی اور آپ سے ڈرنے والوں کی سی کوشش (یا احتیاط) مانگتا ہوں اور رغبت والوں کی سی طلب اور پرہیزگاروں کی سی عبادت اور علماء کی سی معرفت تاکہ میں آپ سے ڈرنے لگوں اے اللہ ایسا ڈر جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے اور تاکہ میں آپ کی اطاعت سے ایسے عمل کرنے لگوں جن کی وجہ سے آپ کی رضا اور خوشنودی کا مستحق بن جاؤں اور تاکہ خُلوص کی توبہ آپ کے ڈر سے کرنے لگوں اور تاکہ سچا اخلاص آپ کی محبت کی وجہ سے کرنے لگوں اور تاکہ آپ کے ساتھ حُسنِ ظن کی وجہ سے آپ پر توکل کرنے لگوں۔ اے نور کے پیدا کرنے والے! تیری ذات پاک ہے اے ہمارے رب ہمیں کامل نُور عطا فرما اور تو ہماری مغفرت فرما بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے درخواست کو قبول فرما۔

مسئلہ: اس نماز کا اوقاتِ مکروہہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے پھر دن میں کسی وقت پھر رات کو۔

مسئلہ: بعض حدیثوں میں سوم کلمہ کے ساتھ لاحول کو بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر تیسری حدیث میں گذرا۔ اس لئے اگر کبھی اس کو بڑھالے تو اچھا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

محمد زکریا کاندھلوی

شب جمعہ ۲۶ شوال ۱۳۵۸ ہجری

فضائلِ تبلیغ

مؤلفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب
نور اللہ مرقدہٗ

ناشر

کتب خانہ فیضی لاہور

نوٹ: یہ کتاب محدود تعداد میں چھپتی ہے اس لئے بذریعہ ڈاک پارسل یا تاجران کو نہیں بھیجی جاتی۔

فہرست مضامین

کُتب خانہ فیضی لاہور پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

تمہید

حمد و صلوٰۃ کے بعد، مجدّدِ دینِ اسلام کے ایک درخشندہ جوہر اور علماء و مشائخِ عصر کے ایک آبدار گوہر کا ارشاد ہے کہ تبلیغِ دین کی ضرورت کے متعلق مختصر طور پر چند آیات و احادیث لکھ کر پیش کروں چونکہ مجھ جیسے سیہ کار کے لئے ایسے ہی حضرات کی رضا و خوشنودی وسیلۂ نجات اور کفّارۂ سیّئات ہو سکتی ہے اس لئے اس عُجالۂ نافعہ کو خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہر اسلامی مدرسہ، اسلامی انجمن، اسلامی سکول اور ہر اسلامی طاقت بلکہ ہر مسلمان سے گذارش ہے کہ اس وقت دین کا اِنحطاط جس قدر روزافزوں ہے، دین کے اُوپر جس طرح کُفّار کی طرف سے نہیں خود مسلمانوں کی طرف سے حملے ہو رہے ہیں. فرائض و واجبات پر عمل، عام مسلمانوں سے نہیں بلکہ خاص اور اَخصّ الخواص مسلمانوں سے متروک ہوتا جا رہا ہے. نماز روزہ کے چھوڑ دینے کا کیا ذکر جب کہ لاکھوں آدمی کُھلے ہوئے شرک و کفر میں مُبتلا ہیں اور غضب یہ ہے کہ ان کو شرک و کفر نہیں سمجھتے مُحرّمات اور فسق و فجور کا شیوع جس قدر صاف اور واضح طریق سے بڑھتا جا رہا ہے اور دین کے ساتھ لاپرواہی بلکہ اِستخفاف و اِستہزاء جتنا عام ہوتا جا رہا ہے وہ کسی فردِ بشر سے مخفی نہیں. اسی وجہ سے خاص علماء بلکہ عام علماء میں بھی لوگوں سے یکسوئی اور وحشت بڑھتی جا رہی ہے. جس کا لازمی اثر یہ ہو رہا ہے کہ دین اور دینیات سے اجنبیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے. عوام اپنے کو معذور کہتے ہیں کہ اُن کو بتلانے والا کوئی نہیں، اور علماء اپنے کو معذور سمجھتے ہیں کہ اُن کی سُننے والا کوئی نہیں. لیکن خدائے قدوس کے یہاں نہ عوام کا یہ عذر کافی کہ کسی نے بتلایا نہ تھا، اس لئے کہ دینی اُمور کا معلوم کرنا، تحقیق کرنا ہر شخص کا اپنا فرض ہے. قانون سے ناواقفیت کا عذر کسی حکومت میں بھی معتبر نہیں اَحکمُ الحاکمین کے یہاں یہ پوچ عذر کیسے چل سکتا ہے یہ تو عذرِ گناہ بدتر

از گناہ کا مصداق ہے۔ اسی طرح نہ علماء کے لئے یہ جواب موزوں کہ کوئی سُننے والا نہیں جن اسلاف کی نیابت کے آپ حضرات دعوے دار ہیں انہوں نے کیا کچھ تبلیغ کی خاطر برداشت نہیں فرمایا۔ کیا پتھر نہیں کھائے، گالیاں نہیں کھائیں مصیبتیں نہیں جھیلیں؟ لیکن ہر نوع کی تکالیف برداشت فرمانے کے بعد اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کا احساس فرما کر لوگوں تک دین پہنچایا۔ ہر سخت سے سخت مُزاحمت کے باوجود نہایت شفقت سے اسلام و اَحکامِ اسلام کی اِشاعت کی۔

عام طور پر مسلمانوں نے تبلیغ کو علماء کے ساتھ مخصوص سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جس کے سامنے کوئی مُنکر ہو رہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو یا اس کے روکنے کے اسباب پیدا کر سکتا ہو اس کے ذمہ واجب ہے کہ اس کو روکے اور اگر بفرضِ محال مان بھی لیا جاوے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی جب کہ وہ اپنی کوتاہی سے یا کسی مجبوری سے اس حق کو پورا نہیں کر رہے ہیں یا ان سے پورا نہیں ہو رہا ہے تو ضروری ہے کہ ہر شخص کے ذمہ یہ فریضہ عائد ہو۔ قرآن و حدیث میں جس قدر اہتمام سے تبلیغ اور اَمر بِالمعرُوف وَنَہی عَنِ المُنکر کو اِرشاد فرمایا گیا ہے وہ ان آیات و احادیث سے ظاہر ہے، جو آئندہ فصلوں میں آرہی ہیں۔ ایسی حالت میں صرف علماء کے ذمہ رکھ کر یا ان کی کوتاہی بتا کر کوئی شخص بَرِیُ الذِمّہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میری عَلَی العُمُوم درخواست ہے کہ ہر مسلمان کو اس وقت تبلیغ میں کچھ نہ کچھ حصہ لینا چاہیئے۔ اور جس قدر وقت بھی دین کی تبلیغ اور حفاظت میں خرچ کر سکتا ہو کرنا چاہیئے ؂

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

یہ بھی معلوم کر لینا ضروری ہے کہ تبلیغ کے لئے یا اَمر بالمعرُوف اور نہی عَنِ المُنکر کے لئے پورا کامل و مکمل عالم ہونا ضروری نہیں۔ ہر وہ شخص جو کوئی مسئلہ جانتا ہو اس کو دوسروں تک پہنچائے۔ جب اس کے سامنے کوئی ناجائز امر کیا جا رہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو تو اس کا روکنا اس پر واجب ہے۔

اس رسالہ میں مختصر طور پر سات فصلیں ذکر کی ہیں۔

ؐ عام طور پر۔

فصلِ اوّل

اس میں تبرّکاً اللہ پاک کی بابرکت کلام میں سے چند آیات کا ترجمہ جن میں تبلیغ وامر بالمعروف کی تاکید وترغیب فرمائی ہے پیش کرتا ہوں جس سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ خود حق سُبحانہٗ وتقدّس کو اس کا کتنا اہتمام ہے کہ جس کے لئے بار بار مختلف عنوانات سے اپنے پاک کلام میں اس کا اعادہ کیا ہے۔ تقریباً ساٹھ آیات تو میری کوتاہ نظر سے اس کی ترغیب اور توصیف میں گذر چکی ہیں۔ اگر کوئی دقیقُ النّظر غور سے دیکھے تو نہ معلوم کس قدر آیات معلوم ہوں۔ چونکہ ان سب آیات کا اس جگہ جمع کرنا طول کا سبب ہوگا اس لئے چند آیات ہی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

(۱) قَالَ اللّٰہُ عَزَّ اِسْمُہٗ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (پ ۲۴۔ رکوع ۱۹)

اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو خدا کی طرف بُلاتے اور نیک عمل کرے، اور کہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں (بیان القرآن)

مُفسّرین نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو بُلائے وہ اس بشارت اور تعریف کا مُستحق ہے خواہ کسی طریق سے بُلائے۔ مثلاً اَنبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ معجزہ وغیرہ سے بلاتے ہیں اور عُلماء دلائل سے، مجاہدین تلوار سے۔ اور مؤذّنین اذان سے۔ غرض جو بھی کسی شخص کو دعوت اِلَی الخیر کرے وہ اس میں داخل ہے خواہ اعمالِ ظاہرہ کی طرف بُلائے یا اعمالِ باطنہ کی طرف۔ جیساکہ مشائخ صوفیہ معرفتُ اللہ کی طرف بُلاتے ہیں (خازن) مُفسّرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ساتھ تفاخر بھی ہو اس کو اپنے لئے باعثِ عزت بھی سمجھتا ہو۔ اس اسلامی امتیاز کو تفاخر کے ساتھ ذکر بھی کرے۔ بعض مُفسّرین نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مقصد یہ ہے کہ اس وعظ، نصیحت، تبلیغ سے اپنے کو بہت بڑی ہستی نہ کہنے لگے، بلکہ یہ کہے کہ عام مسلمین میں سے ایک مسلمان میں بھی ہوں۔

(۲) وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ○

(پ ۲۷۔ رکوع ۲)

اے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ لوگوں کو سمجھاتے رہیئے۔ کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔

مُفسّرین نے لکھا ہے کہ اس سے قرآن پاک کی آیات سُنا کر نصیحت فرمانا مقصود ہے کہ وہ نفع رساں ہے۔ مؤمنین کے لئے تو ظاہر ہے کُفّار کے لئے بھی۔ اس لحاظ سے کہ وہ انشاء اللہ اس کے ذریعہ سے مؤمنین میں داخل ہو جائیں گے اور آیت کے مصداق میں شامل ہوں گے۔ ہمارے اس زمانے میں وعظ و نصیحت کا راستہ تقریبًا بند ہو گیا ہے وعظ کا مقصد بالعموم شستگی تقریر بن گیا ہے تاکہ سُننے والے تعریف کر دیں حالانکہ نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا ارشاد ہے جو شخص تقریر و بلاغت اس لئے سیکھے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو قیامت کے دن اس کی کوئی عبادت مقبول نہیں نہ فرض نہ نفل۔

(۳) وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى○

(پ ۱۶۔ رکوع ۱۷)

اے محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) اپنے مُتعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے ہم آپ سے مَعاش نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

مُتعدّد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جب نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو کسی کی تنگیِ معاش کے رفع فرمانے کا فکر ہوتا تو اس کو نماز کی تاکید فرماتے اور آیتِ بالا کو تلاوت فرما کر گویا اس طرف اشارہ فرماتے کہ وسعتِ رزق کا وعدہ اہتمامِ نماز پر موقوف ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس آیتِ شریفہ میں نماز کے حکم کرنے کے ساتھ خود اس پر اہتمام کرنے کا حکم اس لئے ارشاد ہوا ہے کہ یہ اَنفع ہے کہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ جس چیز کا دوسروں کو حکم کیا جاوے خود بھی اس پر اہتمام کیا جاوے کہ اس سے دوسروں پر اثر بھی زیادہ ہوتا ہے اور دوسروں کے اہتمام کا سبب بنتا ہے۔ اسی لئے ہدایت کے واسطے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو مبعوث فرمایا ہے کہ وہ نمونہ بن کر سامنے ہوں تو عمل کرنے والوں کو عمل کرنا سہل ہو اور یہ خدشہ نہ گذرے کہ فلاں حکم مشکل ہے اس پر عمل کیسے ہو سکتا ہے

اس کے بعد رزق کے وعدہ کی مصلحت یہ ہے کہ نماز کا اپنے اوقات کے ساتھ اہتمام بسا اوقات اسبابِ معیشت میں ظاہرؔ النقصان کا سبب معلوم ہوتا ہے بالخصوص تجارت ملازمت وغیرہ میں، اس لئے اس کو ساتھ کے ساتھ دفع فرمادیا کہ یہ ہمارے ذِمّہ ہے یہ سب دُنیاوی اُمُور کے اعتبار سے ہے اس کے بعد بطورِ قاعدۂ کلیہ اور امر بدیہی کے فرمایا کہ عاقبت تو ہے ہی مُتّقیوں کے لئے اِس میں کسی دوسرے کی شرکت ہی نہیں۔

(۴) یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ۭ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (پ۲۱ ۔ ع ۱۱)

بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر کہ یہ ہمّت کے کاموں میں سے ہے۔ (بیان القرآن)

اس آیت شریفہ میں مُہتم بالشّان اُمُور کو ذکر فرمایا ہے اور حقیقۃً یہ اُمُور اہم ہیں تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہیں مگر ہم لوگوں نے ان ہی چیزوں کو خاص طور سے پسِ پُشت ڈال رکھا ہے۔ اَمر بالمعروف کا تو ذکر ہی کیا کہ وہ تو تقریباً سب ہی کے نزدیک متروک ہے۔ نماز جو تمام عبادات میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے اور ایمان کے بعد سب سے مُقدّم اسی کا درجہ ہے اس کی طرف سے بھی کس قدر غفلت برتی جاتی ہے۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو بے نمازی کہلاتے ہیں خود نمازی لوگ بھی اس کا کامل اہتمام نہیں فرماتے بالخصوص جماعت جس کی طرف اقامتِ نماز سے اشارہ ہے صرف غُرباء کے لئے رہ گئی اُمَراء اور باعزّت لوگوں کے لئے مسجد میں جانا گویا عار بن گیا ہے۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی ؏ آنچہ عارِ تست اُو فخرِ مَن اَست۔

(۵) وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ۭ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (پ۴ ۔ ع۲)

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بُلاتے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور بُرے کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔

حق سبحانہٗ وتقدس نے اس آیت شریفہ میں ایک اہم مضمون کا حکم فرمایا ہے وہ یہ کہ اُمّت میں سے ایک جماعت اس کام کے لئے مخصوص ہو کہ وہ اسلام کی طرف لوگوں کو تبلیغ کیا کرے یہ حکم مسلمانوں کے لئے تھا مگر افسوس کہ اس اصل کو ہم لوگوں نے بالکلیہ ترک کر دیا ہے اور دوسری قوموں نے نہایت اہتمام سے پکڑ لیا ہے۔ نصاریٰ کی مستقل جماعتیں دُنیا میں تبلیغ کے لئے مخصوص ہیں اور اسی طرح دوسری اقوام میں اس کے لئے مخصوص کارکن موجود ہیں لیکن کیا مسلمانوں میں بھی کوئی جماعت ایسی ہے؟ اس کا جواب نفی میں نہیں تو اثبات میں بھی مشکل ہے۔ اگر کوئی جماعت یا کوئی فرد اس کے لئے اُٹھتا بھی ہے تو اس وجہ سے کہ بجائے اعانت کے اس پر اعتراضات کی اس قدر بھرمار ہوتی ہے کہ وہ آج نہیں تو کل تھک کر بیٹھ جاتا ہے حالانکہ خیر خواہی کا مقتضا یہ تھا کہ اس کی مدد کی جاتی اور کوتاہیوں کی اصلاح کی جاتی، نہ یہ کہ خود کوئی کام نہ کیا جاوے اور کام کرنے والوں کو اعتراضات کا نشانہ بنا کر ان کو کام کرنے سے گویا روک دیا جاوے۔

(۶) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۭ (پ ۴۔ ع ۳)

تم بہترین اُمّت ہو کہ لوگوں کے (نفع رسانی) کے لئے نکالے گئے ہو۔ تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو اور بُرے کام سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ (بیانُ القرآن وترجمہ عاشقی)

مسلمانوں کا اَشْرَفُ النَّاس اور اُمّتِ محمّدیہ کا اَشْرَفُ الْاُمَم ہونا متعدد احادیث میں تصریح سے وارد ہوا ہے۔ قرآن پاک کی آیات میں بھی کتنی جگہ اس مضمون کو صراحۃً واشارۃً بیان فرمایا گیا ہے۔ اس آیت شریفہ میں بھی خیر اُمّۃ کا اطلاق فرمایا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کی علت کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ تم بہترین امت ہو اس لئے کہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو۔

مُفسّرین نے لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ میں اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایمان سے بھی پہلے ذکر فرمایا حالانکہ ایمان سب چیزوں کی اصل ہے، بغیر ایمان کے کوئی خیر بھی معتبر نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان میں تو اور اُمم سابقہ بھی شریک تھیں۔ یہ خاص خصوصیت جس کی وجہ سے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متبعین سے اُمّتِ

مُحمّدیہ کو تفوّق ہے وہ یہی اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جو اس اُمّت کا تمغۂ امتیاز ہے اور چونکہ بغیر ایمان کے کوئی عملِ خیر معتبر نہیں اس لئے ساتھ ہی بطورِ قید کے اس کو بھی ذکر فرمادیا ورنہ اصل مقصود اس آیت شریفہ میں اسی کا ذکر فرمانا ہے اور چونکہ وہی اس جگہ مقصود بالذِکر ہے اس لئے اس کو مُقدّم فرمایا۔

اس اُمّت کے لئے تمغۂ امتیاز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مخصوص اہتمام کیا جائے ورنہ کہیں چلتے پھرتے تبلیغ کردینا اس میں کافی نہیں۔ اس لئے کہ یہ امر پہلی اُمّتوں میں بھی پایا جاتا تھا جس کو فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖ وغیرہ آیات میں ذکر فرمایا ہے۔ امتیاز مخصوص اہتمام کا ہے کہ اس کو مستقل کام سمجھ کر دین کے اور کاموں کی طرح سے اس میں مشغول ہوں۔

(۷) لَاخَيۡرَ فِىۡ كَثِيۡرٍ مِّنۡ نَّجۡوٰٮهُمۡ اِلَّا مَنۡ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوۡ مَعۡرُوۡفٍ اَوۡ اِصۡلَاحٍۢ بَيۡنَ النَّاسِ‌ؕ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰ لِكَ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ فَسَوۡفَ نُـؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا‏ ○ (پ۵ رکوع ۱۴)

عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (وبرکت) نہیں ہوتی مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ صدقہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کردینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم وترغیب کے لئے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں اُن کے مشوروں میں البتہ خیروبرکت ہے) اور جو شخص یہ کام (یعنی نیک اعمال کی ترغیب محض) اللہ کی رضا کے واسطے کریگا (نہ کہ لالچ یا شہرت کی غرض سے) اس کو ہم عنقریب اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہٗ نے اَمر بالمعروف کرنے والوں کے لئے بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے اور جس اجر کو حق جلّ جلالہٗ بڑا فرماویں اس کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نبئ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ مبارک نقل کیا گیا ہے کہ آدمی کا ہر کلام اس پر بار ہے مگر یہ کہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو یا اللہ کا ذکر ہو۔

دوسری احادیث میں نبئ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے "کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو نفل نماز روزہ صدقہ سب سے افضل ہو" صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں مُصالحت کرانا کیونکہ آپس کا بگاڑ نیکیوں کو اس طرح صاف

کر دیتا ہے جیسا کہ اُسترا بالوں کو اُڑا دیتا ہے" اور بھی بہت سی نصوص میں لوگوں کے درمیان مُصالحت کرانے کی تاکید فرمائی گئی ہے اس جگہ اس کا ذکر مقصود نہیں۔ اس جگہ اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ اَمر بِالمعروف میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں میں مُصالحت کی صورت جس طریق سے بھی پیدا ہو سکے اس کا بھی ضرور اہتمام کیا جائے۔

فصلِ ثانی

اس میں ان احادیث میں سے بعض کا ترجمہ ہے جو مضمون بالا کے متعلق وارد ہوتی ہیں۔ تمام احادیث کا نہ اِحاطہ مقصود ہے نہ ہو سکتا ہے، نیز اگر کچھ زیادہ مقدار میں آیات واحادیث جمع بھی کی جائیں تو ڈر یہ ہے کہ دیکھے گا کون۔ آج کل ایسے امور کے لئے کسے فرصت اور کس کے پاس وقت ہے۔ اس لئے صرف یہ امر دکھلانے کے لئے اور آپ حضرات تک پہنچا دینے کے لئے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے کس قدر اہمیّت کے ساتھ اس کی تاکید فرمائی ہے اور نہ ہونے کی صورت میں کس قدر سخت وعید اور دھمکی فرمائی ہے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ رَّاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ (رواه مسلم والترمذی وابن ماجة والنسائی کذا فی الترغیب)

نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کر دے تو اس کو بند کر دے۔ اگر اتنی مقدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اُس کو بُرا سمجھے۔ اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اگر اس کو زبان سے بند کرنے کی طاقت

ہو تو بند کر دے ورنہ دل سے اُس کو بُرا سمجھے کہ اس صورت میں بھی وہ بَرِئُ الذِّمہ ہے۔
ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص دل سے بھی اس کو بُرا سمجھے تو وہ بھی مؤمن ہے مگر اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں۔

اس مضمون کے متعلق کئی ارشادات نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے مختلف احادیث میں نقل کئے گئے ہیں۔ اب اس کے ساتھ اس ارشاد کی تعمیل پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں کہ کتنے آدمی ہم میں سے ایسے ہیں کہ کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھ کر ہاتھ سے روک دیتے ہیں یا فقط زبان سے اس کی بُرائی اور ناجائز ہونے کا اظہار کر دیتے ہیں، یا کم از کم اس ایمان کے ضعیف درجہ کے موافق دل ہی سے اس کو بُرا سمجھتے ہیں یا اس کام کو ہوتا ہوا دیکھنے سے دل تلملاتا ہے۔ تنہائی میں بیٹھ کر ذرا تو غور کیجئے کہ کیا ہونا چاہئے تھا اور کیا ہو رہا ہے۔

(۲) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ مَثَلُ الْقَائِمِ فِيْ حُدُوْدِ اللهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ نِ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَصَارَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَ بَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا فَكَانَ الَّذِيْ فِيْ اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَ لَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَاِنْ تَرَكُوْهُمْ وَ مَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا وَ اِنْ اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَ نَجَوْا جَمِيْعًا
(رواه البخاري والترمذي)

نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم ہے اور اس شخص کی جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا ہے اس قوم کی سی ہے جو ایک جہاز میں بیٹھے ہوں اور قُرعہ سے (مثلاً) جہاز کی منزلیں مقرر ہو گئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر کے حصّہ میں ہوں اور بعض لوگ نیچے (طبق) کے حصّہ میں ہوں جب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ جہاز کے اُوپر کے حصّہ پر آکر پانی لیتے ہیں اگر وہ یہ خیال کر کے کہ ہمارے بار بار اُوپر پانی کے لئے جانے سے اُوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے ہم اپنے ہی حصّہ میں یعنی جہاز کے نیچے کے حصّہ میں ایک سوراخ سمندر میں کھول لیں جس سے پانی یہاں ہی ملتا رہے اوپر والوں کو ستانا نہ پڑے ایسی صورت میں اگر اوپر والے ان احمقوں کی اس تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کر لیں گے کہ وہ جانیں ان کا کام، ہمیں اُن سے کیا واسطہ تو اس صورت میں وہ جہاز غرق ہو جائے گا اور دونوں فریق ہلاک ہو جائیں گے اور

اگر وہ ان کو روک دیں گے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔

صحابۂ کرامؓ نے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ہم لوگ ایسی حالت میں بھی تباہ و برباد ہو سکتے ہیں جب کہ ہم میں صلحاء اور متقی لوگ موجود ہوں؟ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہو جائے۔

اس وقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے ہر طرف گیت گائے جا رہے ہیں اور اس پر شور مچایا جا رہا ہے۔ نئے نئے طریقے ان کی اصلاح کے واسطے تجویز کئے جا رہے ہیں مگر کسی روشن خیال (تعلیمِ جدید کے شیدائی) کی تو کیا کسی تاریک خیال (مولوی صاحب) کی بھی نظر اس طرف نہیں جاتی ہے کہ حقیقی طبیب اور شفیق مربّی نے کیا مرض تشخیص فرمایا اور کیا علاج بتلایا ہے اور اس پر کس درجہ عمل کیا جا رہا ہے کیا اس ظلم کی کچھ انتہاء ہے کہ جو سببِ مرض ہے جس سے مرض پیدا ہوا ہے وہی علاج تجویز کیا جا رہا ہے کہ (دین کی ترقی کے لئے دین و اسبابِ دین سے بے توجہی کی جا رہی ہے، اپنی ذاتی رایوں پر عمل کیا جا رہا ہے) تو یہ مریض کل کی جگہ آج ہلاک نہ ہوگا تو کیا ہوگا ؎

میرؔ کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب ٭ اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰى بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اَنَّهٗ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ فَيَقُوْلُ يَا هٰذَا اتَّقِ اللّٰهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ بِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يَحِلُّ لَكَ ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ عَلٰى حَالِهٖ فَلَا يَمْنَعُهٗ ذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ اَكِيْلَهٗ وَشَرِيْبَهٗ وَقَعِيْدَهٗ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ الى قوله فَاسِقُوْنَ ثُمَّ قَالَ

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تنزّل اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص کسی دوسرے سے ملتا اور کسی ناجائز بات کو کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو منع کرتا کہ دیکھ اللہ سے ڈر ایسا نہ کر لیکن اس کے نہ ماننے پر بھی وہ اپنے تعلقات کی وجہ سے کھانے پینے میں اور نشست و برخاست میں ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا کہ اس سے پہلے تھا، جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے قلوب کو بعضوں کے ساتھ خلط کر دیا

كَلَّا وَاللهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَأْخُذُنَّ عَلٰى يَدِ الظَّالِمِ وَلَتَأْطُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی کذا فی الترغیب)

(یعنی نافرمانوں کے قلوب جیسے تھے، ان کی نحوست سے فرماں برداروں کے قلوب بھی ویسے ہی کر دیئے) پھر ان کی تائید میں کلام پاک کی آیتیں لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے فَاسِقُوْنَ تک پڑھیں اس کے بعد حضورؐ نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ اَمْر بِالْمَعروف اور نَہْی عَنِ الْمُنکر کرتے رہو، ظالم کو ظلم سے روکتے رہو، اور اس کو حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو۔

دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حضورؐ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے جوش میں اُٹھ کر بیٹھ گئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ تم نجات نہیں پاؤ گے جب تک کہ ان کو ظلم سے نہ روک دو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم اَمْر بِالْمَعْرُوف اور نَہْی عَنِ الْمُنْکَر کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو ورنہ تمھارے قلوب بھی اسی طرح خلط کر دیئے جائیں گے جس طرح ان لوگوں کے کر دیئے گئے اور اسی طرح تم پر بھی لعنت ہو گی جس طرح ان پر یعنی بنی اسرائیل پر لعنت ہوئی۔ قرآن پاک کی آیات تائید میں اس لئے پڑھیں کہ ان آیاتِ شریفہ میں ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اور سببِ لعنت مُنجملہ اور اسباب کے یہ بھی ہے کہ وہ مُنکرات سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے۔

آج کل یہ خوبی سمجھی جاتی ہے کہ آدمی صُلح کُل رہے جس جگہ جاوے ویسی ہی کہنے لگے۔ اسی کو کمال اور وُسعتِ اخلاق سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ عَلَی الْاِطْلَاق غلط ہے بلکہ جہاں اَمْر بِالْمَعروف وغیرہ قطعاً مفید نہ ہو ممکن ہے کہ صرف سُکوت کی کچھ گنجائش نکل آوے (نہ کہ ہاں میں ہاں ملانے کی)، لیکن جہاں مفید ہو سکتا ہے مثلاً اپنی اولاد، اپنے ماتحت، اپنے دستِ نگر لوگوں میں، وہاں کسی طرح بھی یہ سُکوت کمالِ اخلاق نہیں بلکہ سُکوت کرنے والا شرعاً و عُرفاً خود مجرم ہے۔

سُفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کو محبوب ہو، اپنے بھائیوں میں محمود ہو، (اغلب یہ ہے کہ) وہ مُداہِن ہو گا۔

مُتعدّد روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کوئی گناہ مخفی طور سے کیا جاتا ہے اس کی مَضرّت کرنے والے ہی کو ہوتی ہے لیکن جب کوئی گناہ کھُلّم کھُلّا کیا جاتا ہے اور لوگ اس کے روکنے پر قادر ہیں اور پھر نہیں روکتے تو اس کی مَضرّت اور نقصان بھی عام ہوتا ہے۔

اب ہر شخص اپنی ہی حالت پر غور کرلے کہ کتنے معاصی اس کے علم میں ایسے کئے جاتے ہیں جن کو وہ روک سکتا ہے اور پھر بے توجہی، لاپرواہی، بے اِلتفاتی سے کام لیتا ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اس کو روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے، اس کو کوتاہ نظر بتلایا جاتا ہے، اس کی اعانت کرنے کی بجائے اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○

(۴) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا (رواه ابوداؤد وابن ماجة وابن حبان والاصبهانى وغيرهم كذا فى الترغيب)

نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت وقوم باوجود قدرت کے اس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مُسلّط ہو جاتا ہے۔

میرے مخلص بزرگو! اور ترقیِ اسلام ومسلمین کے خواہشمند دوستو! یہ ہیں مسلمانوں کی تباہی کے اسباب اور روزافزوں بربادی کی وجوہ۔ ہر شخص اجنبیوں کو نہیں، برابر والوں کو نہیں، اپنے گھر کے لوگوں کو، اپنے چھوٹوں کو، اپنی اولاد کو، اپنے ماتحتوں کو ایک لمحہ اس نظر سے دیکھ لے کہ کتنے کھُلے ہوئے مَعاصی میں وہ لوگ مُبتلا ہیں، اور آپ حضرات اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے ان کو روکتے ہیں یا نہیں؟ روکنے کو چھوڑیئے روکنے کا ارادہ بھی کرلیتے ہیں یا نہیں؟ یا آپ کے دل میں کسی وقت اس کا خطرہ بھی گذرجاتا ہے کہ لاڈلا بیٹا کیا کر رہا ہے۔ اگر وہ حکومت کا کوئی جرم کرتا ہے، جُرم بھی نہیں سیاسی

مجالس میں شرکت ہی کر لیتا ہے تو آپ کو فکر ہوتی ہے کہ کہیں ہم نہ مُلَوَّث ہو جائیں اِس کو تنبیہ کی جاتی ہے اور اپنی صفائی اور تبرّی کی تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں. مگر کہیں اَحْکَمُ الْحَاکِمِین کے مجرم کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا ہے جو معمولی حاکمِ عارضی کے مجرم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ پیارا بیٹا شطرنج کا شوقین ہے، تاش سے دل بہلاتا ہے، نماز کتنی وقت کی اُڑا دیتا ہے، مگر افسوس کہ آپ کے منہ سے کبھی حرفِ غلط کی طرح بھی یہ نہیں نکلتا کہ کیا کر رہے ہو۔ یہ مسلمانوں کے کام نہیں ہیں. حالانکہ اُس کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دینے کے بھی مامور تھے. جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ؏

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

ایسے بہت سے لوگ ملیں گے جو اپنے لڑکے سے اس لئے ناخوش ہیں کہ وہ عہدی ہے. گھر پڑا رہتا ہے، ملازمت کی سعی نہیں کرتا ہے، یا دوکان کا کام تندہی سے نہیں کرتا ہے لیکن ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جو لڑکے سے اس لئے ناراض ہوں کہ وہ جماعت کی پرواہ نہیں کرتا یا نماز قضا کر دیتا ہے۔

بُزرگو اور دوستو! اگر صرف آخرت ہی کا وبال ہوتا تب بھی یہ اُمور اس قابل تھے کہ ان سے کوسوں دور بھاگا جاتا، لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اس دنیا کی تباہی کو جس کو ہم عملاً آخرت سے مُقدّم سمجھتے ہیں اِنہیں امور کی وجہ سے ہے. غور تو کیجئے اس اندھے پن کی کوئی حد بھی ہے. مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى حقیقی بات یہ ہے کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ کا پرتو ہے۔

(۵) رُوِیَ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَهَا وَتَرُدُّ عَنْهُمُ الْعَذَابَ وَالنِّقْمَةَ مَا لَمْ يَسْتَخِفُّوْا بِحَقِّهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِخْفَافُ

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ (کلمہ توحید) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) کہنے والے کو ہمیشہ نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب و بلا کو دفع کرتا ہے جب تک کہ اس کے حقوق سے بے پرواہی اور استخفاف نہ کیا جائے۔

بِحَقِّهَا قَالَ يَظْهَرُ الْعَمَلُ بِمَعَاصِي اللّٰهِ فَلَا يُنْكَرُ وَلَا يُغَيَّرُ۔

(رواه الاصبہانی، ترغیب)

صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کے حقوق سے بے پرواہی و استخفاف کیے جانے کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نافرمانیاں کھلے طور پر کی جائیں اور ان کو بند کرنے کی کوئی کوشش نہ کی جائے۔

اب آپ ہی ذرا انصاف سے فرمایئے کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی کوئی انتہا، کوئی حد ہے، اور اس کے روکنے یا بند کرنے کی یا کم از کم تقلیل کی کوئی سعی، کوئی کوشش ہے، ہرگز نہیں۔ ایسے خطرناک ماحول میں مسلمانوں کا عالم میں موجود ہونا ہی اللہ تعالیٰ کا حقیقی اِنعام ہے۔ ورنہ ہم نے اپنی بربادی کے لئے کیا کچھ اسباب نہیں پیدا کر لئے ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کوئی اللہ کا عذاب اگر زمین والوں پر نازل ہو، اور وہاں کچھ دین دار لوگ بھی ہوں تو ان کو بھی نقصان پہنچتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ دنیا میں تو سب کو اثر پہنچتا مگر آخرت میں وہ لوگ گنہگاروں سے علیحدہ ہو جائیں گے، اس لئے وہ حضرات جو اپنی دینداری پر مطمئن ہو کر دنیا سے یکسو ہو بیٹھے اس سے بے فکر نہ رہیں کہ خدانخواستہ اگر منکرات کے اس شیوع پر کوئی بلا نازل ہو گئی تو ان کو بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

(٦) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ اَنْ قَدْ حَضَرَهُ شَيْءٌ فَتَوَضَّأَ وَمَا كَلَّمَ اَحَدًا فَلَصِقْتُ بِالْحُجْرَةِ اَسْتَمِعُ مَا يَقُولُ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ لَكُمْ مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ اَنْ تَدْعُوا فَلَا اُجِيبَ لَكُمْ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دولت کدہ پر تشریف لائے تو میں نے چہرۂ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے، حضورؐ نے کسی سے کچھ بات چیت نہیں فرمائی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ میں حجرہ کی دیوار سے لگ کر سننے کھڑی ہو گئی کہ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ حضورؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد

وَتَسْأَلُوْنِیْ فَلَا اُعْطِیَکُمْ وَتَسْتَنْصِرُوْنِیْ فَلَا اَنْصُرَکُمْ فَمَا زَادَ عَلَیْھِنَّ حَتّٰی نَزَلَ (رواہ ابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب)

ارشاد فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعا مانگو اور قبول نہ ہو۔ تم سوال کرو اور سوال پورا نہ کیا جائے تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد چاہو اور میں تمھاری مدد نہ کروں"۔ یہ کلمات طیبات حضورؐ نے ارشاد فرمائے اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

اس مضمون پر وہ حضرات خصوصیت سے توجہ فرمائیں جو دشمن کے مقابلہ کے لئے امورِ دینیہ میں تسامح اور مسایلت پر زور دیتے ہیں کہ مسلمانوں کی اعانت اور امداد دین کی پختگی ہی میں مضمر ہے۔ حضرت ابو الدرداءؓ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مسلط کردے گا جو تمھارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، تمھارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ اس وقت تمھارے برگزیدہ لوگ دعائیں کریں گے تو قبول نہ ہوں گی، تم مدد چاہو گے تو مدد نہ ہوگی، مغفرت مانگو گے تو مغفرت نہ ملے گی۔ خود حق جلّ جلالہٗ کا ارشاد ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ (ترجمہ) اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا (اور دشمنوں کے مقابلہ میں) تمھارے قدم جمادے گا۔ (بیان القرآن)۔ دوسری جگہ ارشاد باری عزّ اسمہٗ ہے اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ الآیۃ (ترجمہ) اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ تمھاری مدد کریں تو کوئی شخص تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمھاری مدد نہ کریں تو پھر کون شخص ہے جو تمھاری مدد کرسکتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیئے۔

دُرِّ منثور میں بروایت ترمذی وغیرہ حضرت حذیفہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے قسم کھاکر یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔ ورنہ اللہ جلّ جلالہٗ اپنا عذاب تم پر مسلط کردیں گے پھر تم دعا بھی مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔

یہاں پہنچ کر میرے بزرگ اوّل یہ سوچ لیں کہ ہم لوگ اللہ کی کس قدر نافرمانیاں کرتے ہیں پھر معلوم ہوجائے گا کہ ہماری کوششیں بیکار کیوں جاتی ہیں، ہماری دعائیں

بے اثر کیوں رہتی ہیں، ہم اپنی ترقی کے بیج بو رہے ہیں یا تنزل کے۔

(۷) عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِیَ الدُّنْیَا نُزِعَتْ مِنْھَا ھَیْبَۃُ الْاِسْلَامِ وَاِذَا تَرَکَتِ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ حُرِمَتْ بَرَکَۃَ الْوَحْیِ وَاِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِیْ سَقَطَتْ مِنْ عَیْنِ اللّٰہِ۔
(کذا فی الدر عن الحکیم الترمذی)

نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ جب میری اُمّت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت اور وقعت اس کے قلوب سے نکل جائے گی اور جب اَمر بِالمعروف اور نَہی عَنِ المُنکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی، اور جب آپس میں گالی گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی نگاہ سے گر جائے گی۔

اے بہی خواہانِ قوم! ترقّیٔ اسلام اور ترقّیٔ مسلمین کے لئے ہر شخص کوشاں اور ساعی ہے۔ لیکن جو اسباب اس کے لئے اختیار کئے جا رہے ہیں وہ تنزل کی طرف لے جانے والے ہیں اگر درحقیقت تم اپنے رسول (رُوحی فداہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو سچا رسول سمجھتے ہو، اُن کی تعلیم کو سچی تعلیم سمجھتے ہو۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس چیز کو وہ سببِ مرض بتا رہے ہیں، جن چیزوں کو وہ بیماری کی جڑ فرما رہے ہیں وہی چیزیں تمہارے نزدیک سببِ شفاء وصحت قرار دی جا رہی ہیں۔ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اُس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔" لیکن تمھاری رائے ہے کہ مذہب کی آڑ کو بیچ سے ہٹا دیا جائے تاکہ ہم بھی دیگر اقوام کی طرح ترقی کر سکیں۔ اللہ جلّ جلالہٗ کا ارشاد ہے۔

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ ج وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ۔
(پ ۲۵ - ع ۴)

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اُس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو کچھ دنیا دے دیں گے اور آخرت میں اُس کا کچھ حصّہ نہیں۔
(بیان القرآن)

حدیث میں آیا ہے کہ جو مسلمان آخرت کو اپنا نصب العین بنالیتا ہے اللہ جل شانہ اُس کے دل کو غنی فرما دیتے ہیں اور دُنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔ اور جو شخص دنیا کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور دنیا میں جتنا حصّہ مقدر ہو چکا ہے اُس سے زیادہ ملتا ہی نہیں۔

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیتِ پاک کو تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے ابنِ آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرے سینہ کو تفکرات سے خالی کر دوں گا اور تیرے فقر کو ہٹا دوں گا ورنہ تیرے دل میں دسیوں طرح کے مشاغل بھر دوں گا اور تیرا فقر بند نہیں کروں گا" یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول کا ارشاد ہے اور تمھاری رائے ہے کہ مسلمان ترقی میں اس لئے پیچھے ہٹے ہوئے ہیں کہ جو راستہ ترقی کے لئے اختیار کیا جاتا ہے یہ مُلّا نے اُس میں رکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔ آپ ہی ذرا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ اگر یہ مُلّا نے ایسے ہی لالچی ہیں تو آپ حضرات کی ترقیات اُن کے لئے تو مسرّت کا سبب ہوں گی کیونکہ جب اُن کی روزی آپ کے زعم میں آپ کے ذریعہ سے ہے تو جس قدر وسعت اور فتوحات آپ پر ہوں گی وہ اُن کے لئے بھی سبب وسعت اور فتوحات ہوں گی مگر یہ خود غرض پھر بھی آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو کوئی تو مجبوری اُن کو درپیش ہے جس کی وجہ سے یہ اپنے نفع کو بھی کھو رہے ہیں، اور آپ جیسے محسن و مُربّیوں سے بگاڑ کر گویا اپنی دنیا خراب کر رہے ہیں۔ میرے دوستو! ذرا غور تو کرو، اگر یہ مُلّا نے کوئی ایسی بات کہیں جو قرآن پاک میں بھی صاف طور پر موجود ہو تو پھر تو اُن کی ضد سے اس سے منہ پھیرنا نہ صرف عقل ہی سے دُور ہے بلکہ شانِ اسلام سے بھی دُور ہے۔ یہ مُلّا نے خواہ کتنے ہی نااہل ہوں، مگر جب کہ صریح ارشادِ باری عزّ اسمہٗ اور ارشادِ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تک پہنچا رہے ہوں، تو آپ پر ان ارشادات کی تعمیل فرض ہے اور حکم عدولی کی صورت میں جواب دہی لازمی ہے۔ کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ سرکاری قانون کی اس لئے پرواہ نہیں، کہ اعلان کرنے والا بھنگی تھا۔

آپ حضرات یہ نہ فرمائیں کہ یہ مولوی جو دینی کاموں کے لئے مخصوص ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمیشہ دنیا سے سوال کرتے ہیں۔ اس لئے کہ میرا جہاں تک خیال ہے

حقیقی مولوی اپنی ذات کے لئے شائد ہی کبھی سُوال کریں بلکہ جس قدر بھی وہ اللہ کی عبادت میں مُنہمک ہیں اسی قدر اِستغناء سے ہدیہ بھی قبول فرماتے ہیں. البتہ کسی دینی کام کے لئے سوال کرنے میں اِنشاء اللہ وہ اس سے زیادہ ماجُور ہیں جتنا اپنے لئے سوال نہ کرنے میں۔

ایک عام اِشکال یہ کیا جاتا ہے کہ دینِ مُحمّدی عَلَیہِ الصَّلوٰۃ وَالسَّلام میں رُہبانیت کی تعلیم نہیں۔ اس میں دین و دنیا دونوں کو ساتھ رکھا گیا ہے. اِرشادِ باری عزّ اسمُہ ہے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور اس آیت شریفہ پر بہت زور دیا جاتا ہے گویا تمام قرآن پاک میں عمل کرنے کے لئے یہی ایک آیت نازل ہوئی ہے. لیکن اوّل تو آیت شریفہ کی تفسیر رَاسِخِیْنَ فِی الْعِلْم سے معلوم کرنے کی ضرورت تھی اور اسی وجہ سے عُلماء کا اِرشاد ہے کہ صرف لفظی ترجمہ دیکھ کر اپنے کو عالمِ قرآن سمجھ لینا جہالت ہے. صحابہ کرامؓ اور علماء تابعینؒ سے جو آیتِ شریفہ کی تفسیر میں منقول ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت قَتادہؓ سے مروی ہے کہ دنیا کی بھلائی سے مراد عافیت اور بقدرِ کفایت روزی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے کہ اس سے صالح بیوی مراد ہے. حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اس سے مراد علم اور عبادت ہے. سُدّیؒ سے منقول ہے کہ پاک مال مراد ہے. حضرت ابنِ عمرؓ سے مروی ہے کہ نیک اولاد اور خلقت کی تعریف مراد ہے. جعفرؓ سے منقول ہے کہ صحت اور روزی کا کافی ہونا اور اللہ پاک کے کلام کا سمجھنا، دشمنوں پر فتح اور صالحین کی صحبت مراد ہے. دوسرے یہ کہ اگر ہر قسم کی دُنیا کی ترقی مراد ہو جیسا کہ میرا بھی دل چاہتا ہے تب بھی اس میں اللہ تعالےٰ سے دعا کا ذکر ہے نہ اس کی تحصیل میں اِنہماک اور مشغولی کا۔ اور اللہ تعالیٰ سے مانگنا خواہ ٹوٹے ہوئے جوتے کی اصلاح ہی کیوں نہ ہو یہ خود دین ہے. تیسرے یہ کہ دنیا کے حاصل کرنے کو، اس کے کمانے کو کون منع کرتا ہے. یقیناً حاصل کیجئے اور بہت شوق سے حاصل کیجئے. ہم لوگوں کی ہرگز یہ غرض نہیں ہے کہ خدانخواستہ آپ دنیا جیسی مُغتنم و مقصود چیز کو چھوڑ دیں۔

مقصد یہ ہے کہ جتنی کوشش دنیا کے لئے کریں اس سے زیادہ نہیں تو کم ازکم اس کے برابر تو دین کے لئے کریں اس لئے کہ خود آپ کے قول کے موافق دین اور

دنیا دونوں کی تعلیم دی گئی ہے ورنہ میں پوچھتا ہوں کہ جس قرآن پاک میں یہ آیت ارشاد فرمائی ہے اسی کلامِ پاک کی وہ آیت بھی تو ہے جو اُوپر گذر چکی مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ پ۲۵ اور اسی کلامِ پاک میں یہ بھی ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ (پ۱۵ ع ۲) اسی کلامِ پاک میں ہے ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ (سورۃ آلِ عمران رکوع ۲) اسی کلامِ پاک میں ہے مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ پ۴ آلِ عمران۔ اسی کلامِ پاک میں ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (پ۵)، اسی کلامِ پاک میں ہے وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (سورہ انعام) اسی کلامِ پاک میں ہے وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (سورۃ انعام) اسی کلامِ پاک میں ہے تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (پ۱۰) اسی کلامِ پاک میں ہے اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (پ۱۰)، اسی کلامِ پاک میں ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (پ۱۲) اسی کلامِ پاک میں ہے وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝ (پ۱۳)، اسی کلامِ پاک میں ہے فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ (پ۱۴)

ان کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جن میں دنیا و آخرت کا تقابل کیا گیا ہے۔ اس وقت نہ احصاء مقصود نہ ضرورت، نمونہ کے طور پر چند آیات اختصاراً لکھ دی ہیں اور اختصار ہی کی وجہ سے ترجمہ کی بجائے پارہ کا حوالہ لکھ دیا ہے۔ کسی مترجم قرآن شریف سے ترجمہ دیکھ لیجیے، مقصود سب کا یہ ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں جو لوگ دنیا کو ترجیح دیتے ہیں وہ نہایت خسران میں ہیں۔ اگر دونوں کو آپ نہیں سنبھال سکتے تو پھر

صرف آخرت ہی قابلِ ترجیح ہے۔ مجھے انکار نہیں کہ دنیا کی زندگی میں آدمی ضروریاتِ دُنیویہ کا سخت محتاج ہے مگر اس وجہ سے کہ آدمی کو بیتُ الخلا جانا لابُدّ ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں، اس لئے دن بھر وہیں بیٹھا رہے۔ اس کو کوئی بھی عقلِ سلیم گوارا نہیں کرے گی۔

حکمتِ الٰہی پر ایک نگاہِ عمیق ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ شریعتِ مُطہّرہ میں ایک ایک چیز کا انضباط ہے۔ اللہ جَلَّ جلالُہٗ وَعَمَّ نَوالُہٗ نے ایک ایک چیز کو واضح فرما دیا۔ نمازوں کے اوقات کی تقسیم نے صاف طور سے اس جانب اشارہ کر دیا کہ روز و شب کے چوبیس گھنٹوں میں نصف بندہ کا حق ہے چاہے وہ اس کو اپنی راحت میں خرچ کرے یا طلبِ مَعیشت میں، اور نصف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور آپ کی تجویز کے موافق دین و دنیا کے ساتھ ساتھ رکھنے کا مُقتضیٰ بھی یہی ہونا چاہیئے کہ روز و شب میں سے آدھا وقت دین کے لئے خرچ ہونا چاہیئے اور آدھا دنیا کے لئے۔ ورنہ اگر دنیاوی مَشاغِل خواہ فکرِ معاش کے ہوں یا راحتِ بدن کے، نصف سے بڑھ گئے تو یقیناً آپ نے دنیا کو راجح بنالیا۔ پس آپ کی تجویز کے موافق بھی مقتضائے عدل یہی ہے کہ شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں سے ۱۲ گھنٹے دین کے لئے خرچ کئے جاویں تاکہ دونوں کا حق ادا ہو جائے اور اس وقت یقیناً یہ کہنا بجا ہو گا کہ دنیا و آخرت دونوں کی حَسَنات کی تحصیل کا حکم کیا گیا ہے اور اسلام نے رُہبانیت نہیں سکھلائی۔ یہ مضمون اس جگہ مقصود نہ تھا بلکہ اِشکال کے جواب میں تَبَعاً آ گیا۔ اس لئے مختصر و مُجمل طور پر اشارہ کر کے چھوڑ دیا۔ اس فصل میں مقصود احادیثِ تبلیغ کا ذکر کرنا تھا۔ ان میں سے سات احادیث پر اکتفاء کرتا ہوں کہ ماننے والے کے لئے سات تو سات ایک بھی کافی ہے اور نہ ماننے والے کے لئے ﴿فَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ پ ۱۹ ع ۱۵ کافی سے زائد ہے۔

اخیر میں ایک ضروری گذارش یہ بھی ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں جب کہ بُخل کی اطاعت ہونے لگے اور خواہشاتِ نفسانیہ کا اِتّباع کیا جائے، دنیا کو دین پر ترجیح دی جائے، ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے دوسرے کی نہ مانے، اس وقت میں نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے دوسروں کی اِصلاح چھوڑ کر یکسوئی کا حکم فرمایا ہے مگر مشائخ کے نزدیک ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ اس لئے جو کچھ

کرنا ہے کر لو۔ خدا نہ کرے کہ وہ وقت دیکھتی آنکھوں آن پہنچے کہ اس وقت کسی قسم کی اصلاح ممکن نہ ہو گی۔ نیز اُن عیوب سے جن کا ذکر اس حدیث شریف میں وارد ہوا ہے اہتمام سے بچنا ضروری ہے کہ یہ فتنوں کے دروازے ہیں، ان کے بعد سراسر فتنے ہی فتنے ہیں۔ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک حدیث میں ان کو ہلاک کر دینے والی چیزوں میں شمار کیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الْفِتَنِ مَاظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ۔

فصلِ ثالث

اس میں ایک خاص مضمون پر تنبیہ مقصود ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح اس زمانہ میں نفسِ تبلیغ میں کوتاہی ہو رہی ہے اور عام طور پر لوگ اس سے بہت زیادہ غافل ہو رہے ہیں، اسی طرح بعض لوگوں میں ایک خاص مرض یہ ہے کہ جب وہ کسی دینی منصب، تقریر، تحریر، تعلیم، تبلیغ، وعظ وغیرہ پر مامور ہو جاتے ہیں تو دوسروں کی فکر میں ایسے مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اپنے سے غفلت ہو جاتی ہے حالانکہ جس قدر دوسروں کی اِصلاح کی ضرورت ہے اس سے بہت زیادہ اپنے نفس کی اصلاح کی احتیاج ہے۔ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مُتعدّد مَواقع میں بہت زیادہ اہتمام سے منع فرمایا ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرتا پھرے اور خود مبتلائے معاصی رہے۔

آپؐ نے شبِ معراج میں ایک جماعت کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کترے جاتے تھے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں تو حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ لوگ آپ کی اُمت کے واعظ و مقرر ہیں کہ دوسروں کو نصیحت کرتے تھے خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے (مشکوٰۃ شریف) ایک حدیث میں وارد ہے کہ اہلِ جنت کے چند لوگ بعض اہلِ جہنم سے جا کر پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئے ہم تو جنت میں تمھاری ہی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی بدولت پہنچے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہم تم کو تو بتلاتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بدکار قرّا

(علماء) کی طرف عذاب جہنّم زیادہ سرعت سے چلے گا۔ وہ اس پر تعجّب کریں گے کہ بُت پرستوں سے بھی پہلے ان کو عذاب دیا جاتا ہے۔ تو جواب ملے گا کہ جاننے کے باوجود کسی جُرم کا کرنا انجان ہو کر کرنے کی برابر نہیں ہو سکتا۔

مَشائخ نے لکھا ہے کہ اس شخص کا وعظ نافع نہیں ہوتا جو خود عامل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر روز جلسے، وعظ، تقریریں ہوتی رہتی ہیں مگر ساری بے اثر مُختلف اَنواع کی تحریرات و رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں مگر سب بے سود۔ خود اللہ جَلَّ جَلالُہٗ کا ارشاد ہے۔

اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

(ع-۵)

کیا تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو حالانکہ پڑھتے ہو کتاب کیا تم سمجھتے نہیں (ترجمۂ عاشقی)

نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے۔

مَا تَزَالُ قَدَمَا عَبْدٍ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْئَالَ عَنْ اَرْبَعٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اِكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ اَنْفَقَهٗ وَعَنْ عِلْمِهٖ مَاذَا عَمِلَ فِيْهِ (ترغيب عن البيهقي وغيره)

قیامت میں آدمی کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے جب تک چار سوال نہ کر لیے جاویں۔ عُمر کس مشغلہ میں ختم کی۔ جوانی کس کام میں خرچ کی۔ مال کس طرح کمایا تھا اور کس کس مصرف میں خرچ کیا تھا۔ اپنے علم پر کیا عمل کیا تھا۔

حضرت ابُو الدَّرداءؓ جو ایک بڑے صحابی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ اس امر کا خوف ہے کہ قیامت کے دن تمام مجمعوں کے سامنے مجھے پُکار کر یہ سُوال نہ کیا جاوے کہ جتنا علم حاصل کیا تھا اس پر کیا عمل کیا۔ خود نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کسی صحابیؓ نے دریافت کیا کہ بدترین خلائق کون شخص ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بُرائی کے سوالات نہیں کیا کرتے، بھلائی کی باتیں پوچھو۔ بدترین خلائق بدترین علماء ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو صرف

زبان پر ہو، وہ اللہ تعالیٰ کا الزام ہے اور گویا اس عالم پر حجت تام ہے۔ دوسرے وہ علم ہے جو دل پر اثر کرے۔ وہ علم نافع ہے۔ حاصل یہ ہے کہ علم ظاہری کے ساتھ علم باطن بھی حاصل کرے تاکہ علم کے ساتھ قلب بھی متصف ہو جائے ورنہ اگر دل میں اس کا اثر نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی حجت ہوگا اور قیامت کے دن اُس پر مواخذہ ہوگا کہ اس علم پر کیا عمل کیا۔ اور بھی بہت سی روایات میں اس پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ مبلغین حضرات اپنی اصلاح ظاہر و باطن کی پہلے فکر کریں۔ مبادا ان وعیدوں میں داخل ہو جائیں۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ اپنی رحمتِ واسعہ کے طفیل اس سیہ کار کو بھی اصلاح ظاہر و باطن کی توفیق عطا فرماویں کہ اپنے سے زیادہ بدافعال کسی کو بھی نہیں پاتا۔ اِلَّآ اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہِ الْوَاسِعَۃِ۔

فصل رابع

اس میں بھی ایک خاص و نہایت اہم امر کی طرف حضراتِ مبلغین کی توجہ مبذول کرانا مقصود ہے جو نہایت ہی اہتم ہے۔ وہ یہ کہ تبلیغ میں لبسا اوقات تھوڑی سی بے احتیاطی سے نفع کے ساتھ نقصان بھی شامل ہو جاتا ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ احتیاط کے ہر پہلو کا لحاظ رکھا جائے۔ بہت سے لوگ تبلیغ کے جوش میں اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ ایک مسلمان کی پردہ دری ہو رہی ہے حالانکہ عرضِ مسلم ایک عظیم الشان و وقیع شے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ مَرْفُوْعًا مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُسْلِمٍ سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ. (رواہ مسلم وابوداود وغیرہما۔ ترغیب)

جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہٗ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد فرماتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ مَرْفُوْعًا مَنْ سَتَرَ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ سَتَرَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ کَشَفَ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ کَشَفَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ حَتّٰی یَفْضَحَہٗ بِھَا فِیْ بَیْتِہٖ۔ (رواہ ابن ماجہ ترغیب)

نبئ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جَلَّ شَانُہٗ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ دری کرتا ہے اللہ جَلَّ شَانُہٗ اس کی پردہ دری فرماتا ہے۔ حتّٰی کہ گھر بیٹھے اس کو رسوا کر دیتا ہے۔

اَلغرض بہت سی روایات میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے اس لئے مُبلِّغین حضرات کو مسلمان کی پردہ پوشی کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے اور اس سے زیادہ بڑھ کر اس کی آبرو کی حفاظت ہے۔ نبئِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایسے وقت میں مسلمان کی مدد نہ کرے کہ اس کی آبرو ریزی ہو رہی ہو تو اللہ جَلَّ شَانُہٗ اس کی مدد سے ایسے وقت میں اعراض فرماتے ہیں جب کہ وہ مدد کا محتاج ہو۔ ایک دوسری حدیث میں نبئِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد مبارک ہے کہ بدترین سود مسلمان کی آبرو ریزی ہے۔

اسی طرح بہت سی روایات میں مسلمان کی آبرو ریزی پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اس لئے بہت ضروری ہے کہ مُبلِّغین حضرات اس کا پُر زور اہتمام رکھیں کہ نَہْی عَنِ الْمُنْکَر میں اپنی طرف سے پردہ دری نہ ہو۔ جو مُنکَر مخفی طور سے معلوم ہو اُس پر مخفی انکار ہو اور جو عَلانیہ کیا جائے اس پر علانیہ انکار ہونا چاہیئے۔ نیز انکار میں بھی اس کی آبرو کی حَتَّی الْوُسْع فکر رہنی چاہیئے مَبادا نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہو جائے۔ حاصل یہ ہے کہ منکر پر انکار ضرور کیا جائے کہ سابقہ وعیدیں بھی بہت سخت ہیں مگر اس میں اس کی آبرو کا بھی حَتَّی الْوُسْع سخت اہتمام کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ جس معصیت کا وقوع علانیہ طور پر ہو رہا ہو اس پر بے تکلّف علانیہ انکار کیا جائے لیکن جس منکر کا کرنے والے کی طرف سے اِفشا نہ ہو اُس پر انکار کرنے میں اپنی طرف سے کوئی ایسی صورت اختیار نہ فرمائی جائے جس سے اس کا افشا ہو۔ نیز یہ بھی آدابِ تبلیغ

ہیں سے ہے کہ نرمی اختیار کی جائے۔ مامونُ الرَّشید خلیفہ کو کسی شخص نے سخت کلامی سے نصیحت کی۔ اُنھوں نے فرمایا کہ نرمی سے کہو، اس لئے کہ اللہ جَلَّ شانُہٗ نے تم سے بہتر یعنی حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہما الصَّلوٰۃُ والسَّلام کو میرے سے زیادہ بُرے یعنی فرعون کی طرف بھیجا تھا تو فرمایا تھا قُولَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا یعنی تم اس سے نرم گفتگو کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کرے۔

نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمتِ اقدس میں ایک جوان حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِین اس کی تاب نہ لا سکے اور ناراض ہونا شروع فرما دیا۔ حضورؐ نے اُس سائل سے فرمایا قریب ہو جاؤ، اور پھر فرمایا کہ کیا تُو چاہتا ہے کہ کوئی تیری ماں کے ساتھ زنا کرے۔ کہا میں آپ پر قربان ہوں یہ میں ہرگز نہیں چاہتا۔ فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ اُن کی ماؤں کے ساتھ زنا کیا جائے۔ پھر فرمایا کیا تُو پسند کرتا ہے کہ کوئی تیری بیٹی سے زنا کرے۔ عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہوں نہیں چاہتا۔ فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ ان کی بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا جائے۔ غرض اسی طرح بہن خالہ پھوپھی کو پوچھ کر حضورؐ نے دستِ مبارک اس شخص کے سینہ پر رکھ کر دُعا فرمائی کہ یا اللہ اس کے دل کو پاک کر اور گناہ کو مُعاف فرما اور شرمگاہ کو معصیت سے محفوظ فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اُس کے بعد سے زِنا کی برابر کوئی چیز اس شخص کے نزدیک مبغوض نہ تھی۔ بِالْجُملہ دُعا سے، دوا سے، نصیحت سے، نرمی سے یہ تصوّر کر کے سمجھائے کہ میں اس جگہ ہوتا تو میں اپنے لئے کیا صورت پسند کرتا کہ لوگ مجھ کو اس صورت سے نصیحت کریں۔

فصلِ خامس

اس میں بھی مبلغین کی خدمت میں ایک ضروری درخواست ہے وہ یہ کہ اپنی ہر تقریر و تحریر کو خلوص و اخلاص کے ساتھ مُتّصف فرمائیں کیونکہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی دینی اور دُنیوی ثمرات کے اعتبار سے بہت بڑھا ہوا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا میں اس کا کوئی اثر، نہ آخرت میں کوئی اجر۔

نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشادِ مبارک ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (مشکوٰۃ عن مسلم)

حق تعالیٰ شانُہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کسی نے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے حضورؐ نے فرمایا کہ اخلاص۔ ترغیب نے مختلف روایات میں یہ مضمون ذکر کیا ہے۔ نیز ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت معاذرضؓ کو جب نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یمن میں حاکم بنا کر بھیجا تو انھوں نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرما دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ دین میں اِخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص انھیں کے لئے کیا گیا ہو۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَآءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً اَشْرَکَ فِیْہِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَکْتُہٗ وَشِرْکَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاَنَا مِنْہُ بَرِیْءٌ فَھُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَہٗ (مشکوٰۃ عن مسلم) ترجمہ: حق سبحانہٗ وتقدّس کا اِرشاد ہے کہ میں سب شرکاء میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہوں (یعنی دنیا کے شرکاء شرکت کے محتاج اور شرکت پر راضی ہوتے ہیں اور میں خلّاق علی الاطلاق ہوں بے پرواہ ہوں عبادت میں غیر کی شرکت سے بیزار ہوں)

جو شخص کوئی عمل ایسا کرے جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کرے میں اس کو اس کے شریک کے حوالہ کر دیتا ہوں، دوسری روایت میں ہے کہ میں اُس سے بری ہو جاتا ہوں۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن میدانِ حشر میں ایک مُنادی باآواز بلند کہے گا کہ جس شخص نے کسی عمل میں دوسرے کو شریک کیا ہو وہ اس کا ثواب اور بدلہ اسی سے مانگے۔ اللہ تعالیٰ سب شرکاء میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے:۔

مَنْ صَلّٰی یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَ مَنْ صَامَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَ مَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ۔

(مشکوٰۃ عن احمد)

جو شخص ریاکاری سے نماز پڑھتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے اور جو شخص ریاکاری سے روزہ رکھتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے جو شخص ریاکاری سے صدقہ دیتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے۔

مشرک ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو جن کے دکھلانے کے لئے یہ اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیتا ہے۔ اس حالت میں یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہتے ہیں بلکہ ان لوگوں کے لئے بن جاتے ہیں جن کو دکھلانے کے لئے کئے جاتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:۔

اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی عَلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَتَهٗ فَعَرَفَهَا فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِیْكَ حَتّٰی اُسْتُشْهِدْتُ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ جَرِیْءٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَ

قیامت کے دن جن لوگوں کا اوّل وہلہ میں فیصلہ سُنایا جاوے گا ان میں سے ایک وہ شہید بھی ہو گا جس کو بُلا کر اوّلاً اللہ تعالیٰ اپنی اس نعمت کا اظہار فرمائیں گے جو اس پر کی گئی تھی وہ اس کو پہچانے گا اور اقرار کرے گا اس کے بعد سُوال کیا جاوے گا کہ اس نعمت سے کیا کام لیا۔ وہ کہے گا کہ تیری رضا کے لئے جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا ارشاد ہو گا کہ جھوٹ

عَلَّمَهٗ وَ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَ عَلَّمْتُهٗ وَقَرَأْتُ فِیْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِیُقَالَ اِنَّكَ عَالِمٌ وَ قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ هُوَ قَارِیٌٔ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِیْلٍ تُحِبُّ اَنْ یُّنْفَقَ فِیْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِیْهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِیُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ بِهٖ عَلٰی وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ۔

(مشکوٰۃ عن مسلم)

ہے یہ اس لئے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں گے سو کہا جا چکا اور جس غرض کے لئے جہاد کیا گیا تھا وہ حاصل ہو چکی۔ اس کے بعد اُس کو حکم سُنا دیا جاوے گا اور وہ منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جاتے گا۔ دوسرے وہ عالم بھی ہوگا جس نے علم پڑھا اور پڑھایا اور قرآن پاک حاصل کیا۔ اس کو بُلا کر اس پر جو انعامات دنیا میں کئے گئے تھے اُن کا اظہار کیا جاوے گا اور وہ اقرار کرے گا۔ اس کے بعد اس سے بھی پوچھا جائے گا کہ ان نعمتوں میں کیا کیا کام کئے وہ عرض کرے گا کہ تیری رضا کے لئے علم پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا قرآن پاک تیری رضا کے لئے حاصل کیا۔ جواب ملے گا جھوٹ بولتا ہے تو نے علم اس لئے پڑھا تھا کہ لوگ عالم کہیں، اور قرآن اس لئے حاصل کیا تھا کہ لوگ قاری کہیں سو کہا جا چکا (اور جو غرض پڑھنے پڑھانے کی تھی وہ پوری ہو چکی) اس کے بعد اس کو بھی حکم سُنا دیا جاوے گا اور وہ بھی منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ تیسرے وہ مال دار بھی ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے وسعتِ رزق عطا فرمائی اور ہر قسم کا مال مرحمت فرمایا، بلایا جائے گا اور اس سے بھی نعمتوں کے اظہار اور ان کے اقرار کے بعد پوچھا جائے گا کہ ان انعامات میں کیا کارگذاری کی ہے۔ وہ عرض کرے گا، کہ کوئی مصرف خیر ایسا نہیں جس میں خرچ کرنا تیری رضا کا سبب ہو اور میں نے اس میں خرچ نہ کیا ہو۔ ارشاد

ہو گا کہ جھوٹ ہے۔ سب اس لئے کیا گیا کہ لوگ فیّاض کہیں۔ سو کہا جا چکا۔ اس کو بھی حکم کے موافق کھینچ کر جہنّم میں پھینک دیا جائے گا۔

لہٰذا بہت ہی اہم اور ضروری ہے کہ مبلّغین حضرات اپنی ساری کارگذاری میں اللہ کی رضا، اس کے دین کی اشاعت، نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سُنّت کا اِتّباع مقصود رکھیں۔ شہرت، عزّت تعریف کو ذرا بھی دل میں جگہ نہ دیں۔ اگر خیال بھی آجائے تو لاحول و اِستغفار سے اس کی اصلاح فرمالیں۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ اپنے لُطف اور اپنے محبوب کے صدقے اور محبوب کے پاک کلام کی برکت سے مجھ سیاہ کار کو بھی اخلاص کی توفیق عطا فرمائے اور ناظرین کو بھی۔ آمین۔

فصلِ سادِس

اس میں عامّۂ مسلمین کو ایک خاص امر کی طرف مُتوجّہ کرنا ہے وہ یہ کہ اس زمانہ میں عُلماء کی طرف سے بدگمانی، بے توجہی ہی نہیں بلکہ مقابلہ اور تحقیر کی صورتیں بالعُموم اختیار کی جارہی ہیں۔ یہ امر دین کے لحاظ سے نہایت ہی سخت خطرناک ہے۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ دُنیا کی ہر جماعت میں جس طرح اچھوں میں بُرے بھی ہوتے ہیں، عُلماء کی جماعت میں بھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ جھوٹے سچّوں میں شامل ہیں اور عُلماء سوء، عُلمأ رُشد میں مخلوط ہیں۔ مگر پھر بھی دو امر بے حد لحاظ کے قابل ہیں۔ اوّل یہ کہ جب تک کسی شخص کا عُلماء سُوء میں سے ہونا مُحقّق نہ ہوجائے اس پر ہرگز کوئی حکم نہ لگا دینا چاہیئے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ؕ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝ ترجمہ: اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد نہ کیا کر۔ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی (بیان القرآن) اور محض اس بدگمانی پر کہ کہنے والا شاید عُلماء سُوء میں ہو، اُس کی بات کو بلا تحقیق رَد کردینا اور بھی زیادہ ظلم ہے۔

نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس میں اس قدر احتیاط فرمائی ہے کہ یہود توراۃ کے مضامین کو عربی میں نقل کر کے سُناتے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ نہ ان کی تصدیق

کیا کرو نہ تکذیب بلکہ یہ کہہ دیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہے سب پر ہمارا ایمان ہے یعنی یہ کافروں کی نقل کے متعلق بھی بلا تحقیق تصدیق و تکذیب سے روک دیا لیکن ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی شخص کسی قسم کی بات ہماری رائے کے خلاف کہتا ہے تو اس کی بات کی وقعت گرانے کے لئے کہنے والے کی ذات پر حملے کئے جاتے ہیں گو اس کا اہلِ حق ہونا بھی محقق ہو۔

دوسرا ضروری امر یہ ہے کہ علماء حقانی، علماء رشد، علماء خیر بھی بشریت سے خالی نہیں ہوتے معصوم ہونا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان ہے اس لئے اُن کی لغزشوں، اُن کی کوتاہیوں، اُن کے قصوروں کی ذمہ داری انہیں پر عائد ہے اور اللہ تعالیٰ سے اُن کا معاملہ ہے سزا دیں یا معاف فرمادیں بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان کی لغزشیں انشاء اللہ معاف ہی ہوجاویں گی۔ اس لئے کہ کریم آقا اپنے اس غلام سے جو ذاتی کاروبار چھوڑ کر آقا کے کام میں مشغول ہوجاتے اور ہمہ تن اسی میں لگا رہے اکثر تسامح اور درگذر کیا کرتا ہے۔ پھر اللہ جلَّ وعلَا کی برابر تو کوئی کریم ہو ہی نہیں سکتا لیکن وہ بمقتضاء عدل گرفت بھی فرمائیں تو وہ اُن کا اپنا معاملہ ہے۔ ان امور کی وجہ سے علماء سے لوگوں کو بدگمان کرنا نفرت دلانا، دور رکھنے کی کوشش کرنا لوگوں کے لئے بددینی کا سبب ہوگا، اور ایسا کرنے والوں کے لئے وبالِ عظیم ہے۔ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرِ الْغَالِی فِیْہِ وَلَا الْجَافِیْ عَنْہُ وَاِکْرَامَ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ۔	تینوں اصحاب ذیل کا اعزاز اللہ کا اعزاز ہے، ایک بوڑھا مسلمان۔ دوسرا وہ محافظِ قرآن جو افراط تفریط سے خالی ہو۔ تیسرا منصف حاکم۔

(ترغیب عن ابی داؤد)

دوسری حدیث میں ارشاد ہے:۔

لَیْسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ لَّمْ یُبَجِّلْ کَبِیْرَنَا وَیَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیَعْرِفْ عَالِمَنَا۔	وہ شخص جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، ہمارے بچوں پر رحم نہ کرے، ہمارے علماء کی قدر نہ کرے وہ ہماری اُمت میں سے

(ترغیب عن احمد والحاکم وغیرہما) نہیں ہے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے:۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ لَا یَسْتَخِفُّ بِھِمْ اِلَّا مُنَافِقٌ ذُوالشَّیْبَۃِ فِی الْاِسْلَامِ وَذُوالْعِلْمِ وَاِمَامٌ مُقْسِطٌ۔

(ترغیب عن الطبرانی)

نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ ان کو خفیف سمجھنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے (نہ کہ مسلمان، وہ تینوں شخص یہ ہیں) ایک بوڑھا مسلمان دوسرا عالم۔ تیسرا منصف حاکم۔

بعض روایات میں نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مجھے اپنی اُمت پر سب چیزوں سے زیادہ تین چیزوں کا خوف ہے۔ ایک یہ کہ ان پر دُنیاوی فتوحات زیادہ ہونے لگیں جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے حسد پیدا ہونے لگے۔ دوسرے یہ کہ قرآن شریف آپس میں اس قدر عام ہو جائے کہ ہر شخص اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے حالانکہ اس کے معانی اور مطالب بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا، اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ بھی یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں، سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے (بیان القرآن) یعنی علم میں پختہ کار لوگ بھی تصدیق کے سوا آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتے تو پھر عوام کو چون وچرا کا کیا حق ہے۔ تیسرے یہ کہ علماء کی حق تلفی کی جائے اور ان کے ساتھ لاپروائی کا معاملہ کیا جائے۔ ترغیب میں اس حدیث کو بروایتِ طبرانی ذکر کیا ہے، اور اس قسم کی روایات بکثرت حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

جس قسم کے الفاظ اس زمانہ میں عُلَماء اور عُلومِ دینیہ کے مُتعلّق اکثر استعمال کئے جاتے ہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ان میں سے اکثر الفاظ کو الفاظِ کفریہ میں شمار کیا ہے مگر لوگ اپنی ناواقفیت سے اس حکم سے غافل ہیں اس لئے نہایت ضروری ہے کہ اس قسم کے الفاظ بالعُموم استعمال کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کی جائے۔ بالفرض اگر مان بھی لیا جاوے کہ عُلَماء حقّانی کا اس وقت وجود ہی نہیں رہا اور یہ سب جماعتیں جن پر عُلماء کا اطلاق کیا جاتا ہے عُلماء سُوء ہی ہیں تب بھی آپ حضرات کی صرف عُلماء کو علماء سُوء کہنے سے سبکدوشی

نہیں ہو سکتی، بلکہ ایسی حالت میں تمام دنیا پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ علماء حقانی کی ایک جماعت پیدا کی جائے، ان کو علم سکھایا جائے اس لئے کہ علماء کا وجود فرض کفایہ ہے۔ اگر ایک جماعت اس کے لئے موجود ہے تو یہ فرض سب سے ساقط ہے ورنہ تمام دنیا گناہ گار ہے۔

ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ ان عُلماء کے اختلاف نے عوام کو تباہ و برباد کر دیا ہے ممکن ہے کہ کسی درجہ میں صحیح ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ علماء کا یہ اختلاف آج کا نہیں، نثو پچاس برس کا نہیں خیر القرون بلکہ خود نبئ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے زمانہ سے ہے۔

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم حضرت اَبُو ہُرَیرۃ رضؓ کو اپنے نعلین شریف بطور علامت کے دے کر اس اعلان کے لئے بھیجتے ہیں کہ جو شخص کلمہ گو ہو وہ جنت میں ضرور داخل ہو گا، راستہ میں حضرت عمر رضؓ ملتے ہیں اور معاملہ پوچھتے ہیں۔ حضرت اَبُو ہُرَیرۃ رضؓ اپنے آپ کو حضور کا قاصد بتاتے ہیں لیکن پھر بھی حضرت عمر رضؓ اس زور سے ان کے سینہ پر دونوں ہاتھ مارتے ہیں کہ وہ بیچارے سُرینوں کے بَل زمین پر گر پڑتے ہیں مگر نہ کوئی حضرت عمر رضؓ کے خلاف پوسٹر شائع ہوتا ہے نہ کوئی جلسہ ہو کر احتجاجی ریزولیوشن پاس ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضؓ میں ہزاروں مسئلے مُختَلِف فیہا ہیں اور ائمہ اربعہؒ کے یہاں تو شاید فقہ کی کوئی جُزئی ہو جو مُختَلِف فیہ نہ ہو۔ چار رکعت نماز میں نیّت باندھنے سے سلام پھیرنے تک تقریباً دو سو مسئلے ائمہ اربعہؒ کے یہاں ایسے مختلف فیہ ہیں جو مجھ کوتاہ نظر کی نگاہ سے بھی گذر چکے ہیں اور اس سے زائد نہ معلوم کتنے ہوں گے مگر کبھی رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ دو تین مسئلوں کے سوا کانوں میں نہ پڑتے ہوں گے، نہ ان کے لئے اشتہارات و پوسٹر شائع ہوتے ہوں گے، نہ جلسے اور مُناظرے ہوتے دیکھے ہوں گے۔ راز یہ ہے کہ عوام کے کان ان مسائل سے آشنا نہیں ہیں، علماء میں اختلاف رحمت ہے اور بدیہی امر ہے جب کوئی عالم کسی شرعی دلیل سے کوئی فتویٰ دے گا دوسرے کے نزدیک اگر وہ حُجت صحیح نہیں تو وہ شرعاً اختلاف کرنے پر مجبور ہے۔ اگر اختلاف نہ کرے تو مُداہن اور عاصی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ کام نہ کرنے کے لئے اس لچر اور پوچ عذر کو حیلہ بناتے ہیں ورنہ ہمیشہ اَطِبّاء میں اختلاف ہوتا ہے، وُکلاء کی رائے میں اختلاف ہوتا ہے مگر کوئی

شخص علاج کرانا نہیں چھوڑتا، مقدمہ لڑانے سے نہیں رکتا، پھر کیا مصیبت ہے کہ دینی امور میں اختلافِ علماء کو حیلہ بنایا جاتا ہے یقیناً سچے عمل کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ جس عالم کو وہ اچھا سمجھتا ہے، متبعِ سنت سمجھتا ہے اس کے قول پر عمل کرے اور دوسروں پر لغو حملوں اور طعن و تشنیع سے باز رہے۔ جس شخص کے ذہن کی رسائی دلائل کے سمجھنے اور ان میں ترجیح دینے تک نہیں ہے اس کا حق نہیں کہ ان میں دخل دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ علم کو ایسے لوگوں سے نقل کرنا جو اس کے اہل نہ ہوں اس کو ضائع کرنا ہے مگر جہاں بد دینی کی یہ حد ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات پر لب کشائی ہر شخص کا حق سمجھا جاتا ہو، وہاں بیچارے علماء کا کیا شمار ہے۔ جس قدر الزامات رکھے جائیں کم ہیں۔ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (پ۲)

فصل سابع

یہ گویا چھٹی فصل کا تکملہ اور تتمہ ہے۔ اس میں ناظرین کی خدماتِ عالیہ میں ایک اہم درخواست ہے وہ یہ کہ اکثر اللہ والوں کے ساتھ ارتباط، ان کی خدمت میں کثرت سے حاضری، دینی امور میں تقویت اور خیر و برکت کا سبب ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اَلَا اُدُلُّكَ عَلٰى مِلَاكِ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِىْ تُصِيْبُ بِهٖ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ اَهْلِ الذِّكْرِ۔ (الحدیث (مشکوٰۃ ص۲۱۹)	کیا تجھے دین کی نہایت تقویت دینے والی چیز نہ بتاؤں جس سے تو دین و دنیا دونوں کی فلاح کو پہنچے وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے والوں کی مجلس ہے اور جب تو تنہا ہوا کرے تو اپنے کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے رطب اللسان رکھا کر۔

اس کی تحقیق بہت ضروری ہے کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں؟ اہل اللہ کی پہچان اتباعِ سنت ہے۔ کہ حق سبحانہ وتقدس نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی ہدایت کے لئے نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (پ ۳ ع ۱۲)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدائے تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں (بیان القرآن)

لہٰذا جو شخص نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کامل متبع ہو وہ حقیقۃً اللہ والا ہے اور جو شخص اتباعِ سنت سے جس قدر دور ہو وہ قربِ الٰہی سے بھی اسی قدر دور ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے اور سنتِ رسول (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے اس لئے کہ قاعدۂ محبت اور قانونِ عشق ہے کہ جس سے کسی کو محبت ہوتی ہے اُس کے گھر سے، درودیوار سے، صحن سے، باغ سے حتیٰ کہ اس کے کتے سے، اس کے گدھے سے محبت ہوتی ہے ؎

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی ۔۔۔ اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَذَا الْجِدَارَا
وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ ۔۔۔ وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَا

ترجمہ: کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کے شہر پر گذرتا ہوں تو اس دیوار کو اور اس دیوار کو پیار کرتا ہوں، کچھ شہروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہے بلکہ اُن لوگوں کی محبت کی کارفرمائی ہے جو شہروں کے رہنے والے ہیں۔ دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

تَعْصِی الْاِلٰہَ وَاَنْتَ تُظْہِرُ حُبَّہٗ ۔۔۔ وَھٰذَا الْعَمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ
لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاَطَعْتَہٗ ۔۔۔ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

ترجمہ: تو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو کبھی نافرمانی نہ کرتا، اس لئے کہ عاشق ہمیشہ معشوق کا تابعدار ہوتا ہے۔

نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ میری تمام اُمت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کردیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ "وجس نے انکار کردیا" سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو نافرمانی کرے گا وہ انکار کرنے والا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اُس

وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

حیرت کی بات ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی کے دعوے دار اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت سے بے بہرہ ہوں۔ کسی بات کو اُن مدعیوں کے سامنے یہ کہہ دینا کہ سُنّت کے خلاف ہے، حضورؐ کے طریقہ کے خلاف ہے گویا برچھی مار دینا ہے ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پیمبر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے طریقہ کے خلاف جو شخص بھی کوئی راستہ اختیار کرے گا کبھی بھی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ بالجملہ اس تحقیق کے بعد کہ یہ شخص اللہ والوں میں سے ہے، اس کے ساتھ ربط کا بڑھانا، اس کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہونا، اس کے علوم سے مُنتفع ہونا، دین کی ترقی کا سبب ہے اور نبئ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا امر بھی ہے۔

ایک حدیث میں ارشادِ عالی ہے کہ جب تم جنّت کے باغوں میں گذرا کرو تو کچھ حاصل بھی کر لیا کرو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جنّت کے باغ کیا چیز ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس۔

دوسری حدیث میں نبئ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ عُلماء کی خدمت میں بیٹھنے کو ضروری سمجھو اور حُکمائے اُمّت کے ارشادات کو غور سے سُنا کرو، کہ حق تعالیٰ شانہٗ حکمت کے نور سے مُردہ دلوں کو ایسے زندہ فرماتے ہیں کہ جیسے مُردہ زمین کو موسلا دھار بارش سے، اور حکماء دین کے جاننے والے ہی ہیں نہ کہ دوسرے اشخاص۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبئ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کسی نے دریافت کیا کہ بہترین ہم نشین ہم لوگوں کے واسطے کون شخص ہے، حضورؐ نے فرمایا کہ جس کے دیکھنے سے اللہ کی یاد پیدا ہو، جس کی بات سے علم میں ترقی ہو، جس کے عمل سے آخرت یاد آجائے۔ ترغیب میں ان روایات کو ذکر کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ خود حق سُبحانہٗ وتقدّس کا ارشاد ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝ (پ۱۱ ع۴) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو (بیان القرآن)

مفسّرین نے لکھا ہے کہ سچّوں سے مراد اس جگہ مشائخ صوفیہ ہیں۔ جب کوئی شخص ان کی چوکھٹ کے خُدّام میں داخل ہو جاتا ہے تو ان کی تربیت اور قوّتِ ولایت کی بدولت بڑے بڑے مراتب تک ترقی کر جاتا ہے۔ شیخ اکبرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تیرے کام دوسرے کی مرضی کے تابع نہیں ہوتے تو تو کبھی بھی اپنے نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کر سکتا گو عمر بھر مجاہدے کرتا رہے۔ لہٰذا جب بھی تجھے کوئی ایسا شخص ملے جس کا احترام تیرے دل میں ہو اس کی خدمت گذاری کر اور اس کے سامنے مُردہ بن کر رہ کہ وہ تجھ میں جس طرح چاہے تصرُّف کرے اور تیری اپنی کوئی بھی خواہش نہ رہے۔ اس کے حکم کی تعمیل میں جلدی کر، اور جس چیز سے روکے اس سے احتراز کر، اگر پیشہ کرنے کا حکم کرے پیشہ کر، مگر اس کے حکم سے نہ کہ اپنی رائے سے، بیٹھ جانے کا حکم کرے تو بیٹھ جا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ شیخ کامل کی تلاش میں سعی کر، تاکہ تیری ذات کو اللہ سے ملا دے۔ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتی ہو تو ملائکہ اس کو گھیر لیتے ہیں، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، اور حق سُبحانہٗ وتقدّس اپنی پاک مجلس میں ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک دلربا وہ کے واسطے اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ محبوب کی مجلس میں اس کا ذکر ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کی یاد کرنے والی جماعت کے لوگوں کو جو اخلاص سے اللہ کو یاد کر رہے ہوں، ایک پُکارنے والا آواز دیتا ہے کہ اللہ نے تمھاری مغفرت کر دی، اور تمھاری بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں، اس کے رسول پر درود نہیں، اس مجلس والوں کو قیامت کے دن حسرت ہو گی۔

حضرت داؤد علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی دُعا ہے کہ یا اللہ اگر تو مجھے ذاکرین کی مجلس سے گذر کر غافلین کی مجلس میں جاتا ہوا دیکھے تو میرے پاؤں توڑ دے ؎

جب اس کی صوت و صورت سے ہے محرومی تو بہتر ہے
مرے کانوں کا کر ہونا، اور آنکھیں کور ہو جانی

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسی چمکتی ہیں جیسے کہ زمین والوں کے نزدیک ستارے۔

حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا، کہ تم لوگ یہاں بیٹھے ہو اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگ دوڑے ہوئے آئے، وہاں کچھ بھی تقسیم نہ ہو رہا تھا۔ واپس جا کر عرض کیا کہ وہاں تو کچھ بھی نہیں۔ ابوہریرہؓ نے پوچھا کہ آخر کیا ہو رہا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ چند لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت میں انہوں نے کہا کہ یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔

امام غزالیؒ نے اس نوع کی روایات بکثرت ذکر فرمائی ہیں۔ اس سب سے بڑھ کر یہ کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حکم ہے:-

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○ (پ ۱۵۔ ع ۱۶)	اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پاویں، اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کے قلب کو ہم نے

اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔

متعدد روایات میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہ کا اس پر شکر ادا فرمایا کرتے تھے کہ میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جن کی مجلس میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا مامور ہوں، اور اسی آیت شریفہ میں دوسری جماعت کا بھی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جن کے قلوب اللہ کی یاد سے غافل ہیں، اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں، حدود سے بڑھ جاتے ہیں ان کے اتباع سے روک دیا گیا ہے۔ اب وہ حضرات جو ہر قول و فعل میں دین و دنیا کے کاموں میں کفار و فساق کو مقتدا بناتے ہیں، مشرکین و نصاریٰ کے ہر قول و فعل پر سو جان سے نثار ہیں، خود ہی غور فرمالیں کہ کس راستے جا رہے ہیں ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی | کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

مراد ما نصیحت بود و کردیم | حوالت باخدا کردیم و رفتیم

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ

ممتثل امرہ
محمد زکریا کاندھلوی
مقیم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۵ صفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۳۱ء شب دوشنبہ

فضائلِ رمضان

مؤلفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

نور اللہ مرقدہ

ناشر

کتب خانہ فیضی لاہور

پاکستان

نوٹ: یہ کتاب محدود تعداد میں چھپتی ہے اس لئے بذریعہ ڈاک پارسل یا تاجران کو نہیں بھیجی جاتی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا

حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ چند احادیث کا ترجمہ ہے جو رَمضانُ المبارک کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْن ذات نے مسلمانوں کے لئے ہر باب میں جس قدر فضائل اور ترغیبات اِرشاد فرمائی ہیں اُن کا اصل شکریہ اور قدردانی تو یہ تھی کہ ہم ان پر مر مٹتے مگر ہماری کوتاہیاں اور دینی بے رغبتیاں اس قدر روزافزوں ہیں کہ ان پر عمل تو درکنار، ان کی طرف اِلتفات اور توجُّہ بھی نہیں رہی۔ حتّٰی کہ اب لوگوں کو ان کا علم بھی بہت کم ہوگیا ہے۔

ان اوراق کا مقصد یہ ہے کہ اگر مساجد کے ائمّہ تراویح کے حُفّاظ اور وہ پڑھے لکھے حضرات جن کو دین کی کسی درجہ میں بھی رغبت ہے اوائل رمضان میں اس رسالہ کو مساجد اور مجامع میں سُنادیا کریں، تو اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ اپنے محبوب کے کلام کی برکت سے ہم لوگوں کو مبارک مہینے کی کچھ قدر اور اسکی بَرَکات کی طرف کچھ توجُّہ ہو جایا کرے اور نیک اَعمال کی زیادتی اور بداعمالیوں کی کمی کا ذریعہ بن جایا کرے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر حق تعالیٰ شانُہٗ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت فرمادیں تو تیرے لئے سُرخ اُونٹوں سے (جو عمدہ مال شمار ہوتا ہے) بہتر اور افضل ہے رَمَضانُ الْمبارک کا مہینہ مسلمانوں کے لئے حق تعالےٰ شانُہٗ کا بہت ہی بڑا اِنعام ہے مگر جب ہی کہ اس انعام کی قدر بھی کی جاتے۔ ورنہ ہم سے محروموں کے لئے ایک مہینہ تک رمضان رمضان چلاتے جانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ رَمضان کیا چیز ہے تو میری اُمّت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جاتے۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ سال بھر کے روزے رکھنے کا رے دارد، مگر رَمضانُ المبارک کے ثواب کے مقابلہ میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگ اسکی تمنا کرنے لگیں۔

ایک حدیث میں اِرشاد ہے کہ رَمضانُ المبارک کے روزے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھنا دِل کے کھوٹ اور وساوس کو دُور کرتا ہے۔ آخر کوئی بات، تو ہے کہ صحابۂ کرام رضؓ رمضان کے مہینے میں جہاد کے سفر میں باوجود نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بار بار افطار کی اجازت فرمادینے کے روزہ کا

اِہتمام فرماتے حتّٰی کہ حضورؐ کو حکماً منع فرمانا پڑا۔
مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضؓ ایک غزوہ کے سفر میں ایک منزل پر اُترے۔ گرمی نہایت سخت تھی اور غربت کی وجہ سے اس قدر کپڑا بھی سب کے پاس نہ تھا کہ دھوپ کی گرمی سے بچاؤ کر لیں۔ بہت سے لوگ اپنے ہاتھ سے آفتاب کی شعاع سے بچتے تھے۔ اس حالت میں بھی بہت سے روزے دار تھے، جن سے کھڑے ہو سکنے کا تحمل نہ ہوا اور گر گئے۔ صحابہ کرام رضؓ کی ایک جماعت گویا ہمیشہ تمام سال روزے دار ہی رہتی تھی۔
نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سینکڑوں روایات میں مختلف اَنواع کے فضائل نقل کئے گئے، جن کا اِحاطہ تو مجھ جیسے ناکارہ کے امکان سے خارج ہے ہی، لیکن میرا یہ بھی خیال ہے کہ اگر ان کو کچھ تفصیل سے لکھوں تو دیکھنے والے اُکتا جائیں گے کہ اس زمانہ میں دینی اُمور میں جس قدر بے اِلتفاتی کی جارہی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ علم و عمل دونوں میں جسقدر بے پرواہی دین کے بارے میں بڑھتی جارہی ہے وہ ہر شخص اپنی ہی حالت میں غور کرنے سے معلوم کر سکتا ہے۔ اس لئے اکیس ۲۱ احادیث پر اِکتفا کرتا ہوں، اور ان کو تین فصلوں پر مُنقسم کرتا ہوں۔

فصل اوّل: رَمضانُ المبارک کے فضائل میں جس میں دسؔ احادیث مذکور ہیں۔

دوسری فصل: شبِ قدر کے بیان میں جس میں سات حدیثیں ہیں۔

تیسری فصل: میں اِعتکاف کا ذکر ہے جس میں تین حدیثیں ہیں۔ اس کے بعد خاتمہ میں ایک طویل حدیث پر اس رسالہ کو ختم کر دیا۔ حق تعالیٰ شانُہٗ اپنی کریم ذات اور اپنے محبوبؐ کے طُفیل اس کو قبول فرماویں اور مجھ سیہ کار کو بھی اس کی برکات سے اِنتفاع کی توفیق عطا فرماویں۔

فَاِنَّہٗ بَرٌّ جَوَادٌ کَرِیْمٌ

کُتب خانہ فیضی لاہور۔ پاکستان

فصلِ اوّل

فضائلِ رمضان میں

(۱) عَنْ سَلْمَانَؓ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ مُّبَارَکٌ شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ. شَھْرٌ جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَّقِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْ مَا سِوَاہُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّۃُ وَشَھْرُ الْمُوَاسَاۃِ وَشَھْرٌ یُّزَادُ فِیْ رِزْقِ الْمُؤْمِنِ فِیْہِ مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا کَانَ مَغْفِرَۃً لِّذُنُوْبِہٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْءٌ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَیْسَ کُلُّنَا یَجِدُ مَا یُفَطِّرُ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِی اللّٰہُ

حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخر تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تمھارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے، بہت مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ہے، (شبِ قدر) جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے، ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض کو ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستّر فرض ادا کرے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنّت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا، اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو

هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةِ مَاءٍ اَوْ مَذْقَةِ لَبَنٍ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّ اَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ وَاسْتَكْثِرُوْا فِيْهِ مِنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ خَصْلَتَيْنِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ وَخَصْلَتَيْنِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا فَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ فَشَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَتَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا فَتَسْئَلُوْنَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ۔ وَ تَعَوَّذُوْنَ بِهٖ مِنَ النَّارِ وَمَنْ سَقٰى صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَّا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔

(رواه ابن خزيمة فى صحيحه و قال ان صح الخبر و رواه البيهقى و رواه ابو الشيخ ابن حبان فى الثواب باختصار عنهما و فى اسانيدهم على بن زيد بن جدعان و رواه ابن خزيمة ايضًا والبيهقى باختصار عنه من حديث ابى هريرة وفى اسناده كثير بن زيد كذا فى الترغيب قلت

ثواب ہوگا مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وُسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے تو آپؐ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ جَلَّ شَانُہٗ ایک کھجور سے کوئی افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی پلادے یا ایک گھونٹ لسّی پلادے اس پر بھی مرحمت فرمادیتے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اوّل حصّہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی حصّہ مغفرت ہے اور آخری حصّہ آگ سے آزادی ہے جو شخص اس مہینہ میں ہلکا کردے اپنے غلام (وخادم) کے بوجھ کو حق تعالیٰ شانُہٗ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی فرماتے ہیں، اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمھیں چارہ کار نہیں پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رَبّ کو راضی کرو وہ کلمہ طیّبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنّت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں

علی بن زید ضعفه جماعة وقال الترمذی صدوق وصحح له حدیثا فی الاسلام وحسن له غیر ما حدیث وکذا اکثر ضعفه النسائی وغیرہ قال ابن معین ثقة وقال ابن عدی لم ار بحدیثه باسا واخرج بحدیثه ابن خزیمة فی صحیحه کذا فی رجال المنذری ص ۵ لکن قال العینی الخبر منکر فتامل)

گے جس کے بعد جنّت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

ف: مُحدِّثین کو اس کے بعض رُواۃ میں کلام ہے، لیکن اوّل تو فضائل میں اس قدر کلام قابلِ تحمّل ہے دوسرے اس کے اکثر مضامین کی دوسری روایات مؤیّد ہیں۔ اس حدیث سے چند اُمور معلوم ہوتے ہیں۔ اوّل نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اہتمام کہ شعبان کی اخیر تاریخ میں خاص طور سے اس کا وعظ فرمایا اور لوگوں کو تنبیہ فرمائی تاکہ رَمضانُ المُبارک کا ایک سیکنڈ بھی غفلت سے نہ گذر جائے۔ پھر اس وعظ میں تمام مہینہ کی فضیلت بیان فرمانے کے بعد چند اہم اُمور کی طرف خاص طور سے مُتوجّہ فرمایا۔ سب سے اوّل شب قدر کہ وہ حقیقت میں بہت ہی اہم رات ہے ان اوراق میں اس کا بیان دوسری فصل میں مُستقل آئے گا۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ اللہ نے اس کے روزہ کو فرض کیا اور اس کے قیام یعنی تراویح کو سُنّت کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تراویح کا ارشاد بھی خود حق سُبحانَہٗ وتقدّس کی طرف سے ہے۔ پھر جن رِوایات میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ میں نے سُنّت کیا۔ اُن سے مراد تاکید ہے کہ حضورؐ اس کی تاکید بہت فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے سب ائمہؒ اس کے سُنّت ہونے پر مُتفق ہیں۔ برہان میں لکھا ہے کہ مسلمانوں میں سے روافض کے سوا کوئی شخص اس کا منکر نہیں۔

حضرت مولانا الشّاہ عبد الحق صاحب مُحدِّث دہلوی رح ماثبت بالسُّنّة میں بعض کُتب فقہ سے نقل کیا ہے کہ کسی شہر کے لوگ اگر تراویح چھوڑ دیں تو اس کے چھوڑنے پر امام ان سے مُقاتلہ کرے۔ اس جگہ خصُوصیت سے ایک بات کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے وہ یہ کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ جلدی سے کسی مسجد میں آٹھ دس دن میں کلام مجید سُن لیں پھر چھٹی۔ یہ خیال رکھنے کی بات ہے کہ یہ دو سُنّتیں الگ الگ ہیں۔ تمام کلامُ اللہ شریف کا تراویح میں پڑھنا یا سُننا یہ مُستقل سُنّت ہے اور پورے رمضان شریف کی تراویح مُستقل سُنّت ہے۔ پس اس صورت میں ایک سُنّت پر عمل ہوا اور دوسری رہ گئی۔ البتہ جن لوگوں کو رَمضانُ المُبارک میں سفر وغیرہ یا کسی اور

وجہ سے ایک جگہ تراویح پڑھنی مشکل ہو، ان کے لئے مناسب ہے کہ اوّل قرآن شریف چند روز میں سُن لیں تاکہ قرآن شریف ناقص نہ رہے، پھر جہاں وقت ملا اور موقعہ ہوا وہاں تراویح پڑھ لی کہ قرآن شریف بھی اس صورت میں ناقص نہیں ہوگا اور اپنے کام کا بھی حرج نہ ہوگا۔ حضُور نے روزہ اور تراویح کا ذکر فرمانے کے بعد عام فرض اور نفل عبادات کے اہتمام کی طرف متوجہ فرمایا کہ اس میں ایک نفل کا ثواب دوسرے مہینوں کے فرائض کے برابر ہے اور اُس کے ایک فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستّر فرائض کے برابر ہے اس جگہ ہم لوگوں کو اپنی اپنی عبادات کی طرف بھی ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس مبارک مہینہ میں فرائض کا ہم سے کسقدر اہتمام ہوتا ہے اور نوافل میں کتنا اضافہ ہوتا ہے۔ فرائض میں تو ہمارے اہتمام کی یہ حالت ہے کہ سحر کھانے کے بعد جو سوتے ہیں تو اکثر صبح کی نماز قضا ہو گئی، اور کم از کم جماعت تو اکثروں کی فوت ہو ہی جاتی ہے گویا سحر کھانے کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ کے سب سے زیادہ مہتمم بالشان فرض کو یا بالکل قضا کر دیا یا کم از کم ناقص کر دیا کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنے کو اہلِ اُصول نے ادا، ناقص فرمایا ہے اور حضُور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا تو ایک جگہ ارشاد ہے کہ مسجد کے قریب رہنے والوں کی تو (گویا) نماز بغیر مسجد کے ہوتی ہی نہیں۔

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے بدون جماعت نماز پڑھتا ہے اس کے ذمہ فرض تو ساقط ہو جاتا ہے مگر اس کو نماز کا ثواب نہیں ملتا۔ اسی طرح دوسری نماز مغرب کی بھی جماعت اکثروں کی افطار کی نذر ہو جاتی ہے اور رکعتِ اُولیٰ یا تکبیرِ اُولیٰ کا تو ذکر ہی کیا ہے، اور بہت سے لوگ تو عشاء کی نماز بھی تراویح کے احسان کے بدلے میں وقت سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔ یہ تو رَمَضَانُ المُبارک میں ہماری نماز کا حال ہے جو اہم ترین فرائض میں ہے کہ ایک فرض کے بدلے میں تین کو ضائع کیا۔ یہ تین تو اکثر ہیں، ورنہ ظہر کی نماز قیلولہ کی نذر اور عصر کی جماعت افطاری کا سامان خریدنے کی نذر ہوتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا گیا ہے۔ اسی طرح اور فرائض پر آپ خود غور فرمالیں کہ کتنا اہتمام رَمَضَانُ المُبارک میں ان کا کیا جاتا ہے اور جب فرائض کا یہ حال ہے تو نوافل کا کیا پوچھنا۔ اشراق اور چاشت تو رَمَضَانُ المُبارک میں سونے کی نذر ہو ہی جاتے ہیں اور اوّابین کا کیسے اہتمام ہو سکتا ہے جب کہ ابھی روزہ کھولا ہے اور آئندہ تراویح کا سہم ہے اور تہجّد کا وقت تو ہے ہی عین سحر کھانے کا وقت، پھر نوافل کی گنجائش کہاں لیکن یہ سب باتیں بے توجہی اور نہ کرنے کی ہیں کہ ؏ "تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں"

کتنے اللہ کے بندے ہیں کہ جن کے لئے انہی اوقات میں سب چیزوں کی گنجائش نکل آتی ہے۔ میں نے اپنے آقا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کو متعدد رمضانوں میں دیکھا ہے کہ

باوجود ضُعف اور پیرانہ سالی کے مغرب کے بعد نوافل میں سواپارہ پڑھنا یا سُنانا اور اس کے بعد آدھ گھنٹہ کھانا وغیرہ ضروریات کے بعد ہندوستان کے قیام میں تقریباً دو سوا دو گھنٹے تراویح میں خرچ ہوتے تھے اور مدینہ پاک کے قیام میں تقریباً تین گھنٹے میں عشاء اور تراویح سے فراغت ہوتی۔ اس کے بعد آپ حسبِ اختلافِ موسم دو تین گھنٹے آرام فرمانے کے بعد تہجّد میں تلاوت فرماتے اور صبح سے نصف گھنٹہ قبل سَحَر تناول فرماتے۔ اس کے بعد سے صبح کی نماز تک کبھی حفظ تلاوت فرماتے اور کبھی اَوْرَاد وَوَظائف میں مشغول رہتے۔ اِسْفار یعنی چاندنی میں صبح کی نماز پڑھ کر اشراق تک مُراقب رہتے اور اشراق کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ آرام فرماتے۔ اس کے بعد سے تقریباً بارہ بجے تک اور گرمیوں میں ایک بجے تک "بَذْلُ المجہود[۱]"، تحریر فرماتے اور ڈاک وغیرہ مُلاحظہ فرماکر جواب لکھاتے۔ اس کے بعد ظہر کی نماز تک آرام فرماتے اور ظہر سے عصر تک تلاوت فرماتے عصر سے مغرب تک تسبیح میں مشغول رہتے اور حاضرین سے بات چیت بھی فرماتے "بَذْلُ المجہود"، ختم ہوجانے کے بعد صبح کا کچھ حصہ تلاوت اور کچھ کُتُب بینی میں، "بَذْلُ المجہود"، اور "وَفَاءُ الوَفا" زیادہ تر اس وقت زیرِ نظر رہتی تھی۔ یہ اس پر تھا کہ رَمَضانُ المبارک میں معمولات میں کوئی خاص تغیّر نہ تھا کہ نوافل کا یہ معمول دائمی تھا، اور نوافل مذکورہ کا تمام سال بھی اِہتمام رہتا تھا، البتہ رکعات کے طول میں رَمَضانُ المبارک میں اضافہ ہوجاتا تھا، ورنہ جن اکابر کے یہاں رَمَضانُ المبارک کے خاص معمولات مستقل تھے اُن کا اتّباع تو ہر شخص سے نبھنا بھی مشکل ہے۔

حضرت اقدس مولانا شیخُ الہند رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ تراویح کے بعد سے صبح کی نماز تک نوافل میں مشغول رہتے تھے۔ اور یکے بعد دیگرے مُتَفرّق حُفّاظ سے کلام مجید ہی سُنتے رہتے تھے، اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری قُدِّسَ سِرُّہٗ کے یہاں تو رَمَضانُ المبارک کا مہینہ دن و رات تلاوت ہی کا ہوتا تھا کہ اس میں ڈاک بھی بند اور ملاقات بھی ذرا گوارا نہ تھی۔ بعض مخصوص خُدّام کو صرف اتنی اجازت ہوتی تھی، کہ تراویح کے بعد جتنی دیر حضرت سادی چاء کے ایک دو فنجان نوش فرمائیں اتنی دیر حاضرِ خدمت ہوجایا کریں۔ بزرگوں کے یہ معمولات اس وجہ سے نہیں لکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے ان کو پڑھ لیا جائے، یا کوئی تفریحی فقرہ ان پر کہدیا جائے بلکہ اس لئے ہیں کہ اپنی ہمّت کے مُوافق ان کا اِتباع کیا جائے اور حَتَّی الْوُسع پورا کرنے کا اِہتمام کیا جائے کہ ہر لائن اپنے مخصوص امتیازات میں دوسرے پر فائق ہے۔ جو لوگ دُنیوی مشاغل سے مجبور نہیں ہیں، کیا ہی اچھا ہو کہ گیارہ مہینے ضائع کردینے کے بعد ایک

---

[۱] "بذل المجہود"، عربی زبان میں ابوداؤد کی مکمل شرح ہے اور پانچ جلدوں میں ہے۔

مہینہ مرٹنے کی کوشش کریں۔ ملازم پیشہ حضرات جو دس بجے سے چار بجے تک دفتر میں رہنے کے پابند ہیں اگر صبح سے دس بجے تک کم از کم رَمَضانُ المبارک کا مبارک مہینہ تلاوت میں خرچ کر دیں تو کیا دِقت ہے آخر دُنیوی ضروریات کے لیے دفتر کے علاوہ اوقات میں سے وقت نکالا ہی جاتا ہے اور کھیتی کرنے والے تو نہ کسی کے نوکر نہ اوقات کے تغیر میں ان کو ایسی پابندی کہ اس کو بدل نہ سکیں یا کھیتی پر بیٹھے بیٹھے تلاوت نہ کر سکیں، اور تاجروں کیلئے تو اس میں کوئی دِقت ہی نہیں کہ اس مبارک مہینہ میں دوکان کا وقت تھوڑا سا کم کر دیں یا کم از کم دُکان ہی پر تجارت کے ساتھ تلاوت بھی کرتے رہا کریں کہ اس مبارک مہینہ کو کلامِ الٰہی کے ساتھ بہت ہی خاص مناسبت ہے اسی وجہ سے عُمُوماً اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی تمام کتابیں اسی ماہ میں نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر تمام کا تمام اسی ماہ میں نازل ہوا۔ اور وہاں سے حسبِ موقع تھوڑا تھوڑا تیئس ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔ اس کے علاوہ حضرت ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کے صحیفے اسی ماہ کی یکم یا ۳ تاریخ کو عطا ہوئے، اور حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلام کو زبور ۱۸ یا ۱۲ رمضان کو ملی اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کو توریت ۶ رمضان المبارک کو عطا ہوئی اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کو انجیل ۱۲ یا ۱۳ رمضان المبارک کو ملی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو کلامِ الٰہی کے ساتھ خاص مناسبت ہے اسی وجہ سے تلاوت کی کثرت اس مہینہ میں منقول ہے اور مشائخ کا معمول۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال رمضان میں تمام قرآن شریف نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سناتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سُنتے تھے۔ علماء نے ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے قرآن پاک کے دَور کرنے کا جو عام طور سے رائج ہے اِستحباب نکالا ہے۔ بالجُملہ تلاوت کا خاص اہتمام جتنا بھی ممکن ہو سکے کرے اور جو وقت تلاوت سے بچے اس کو بھی ضائع کرنا مناسب نہیں کہ نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسی حدیث کے آخر میں چار چیزوں کی طرف خاص طور سے مُتوجہ فرمایا اور اس مہینہ میں اُن کی کثرت کا حکم فرمایا۔ کلمہ طیبہ [۱] اور اِستغفار اور جنّت [۳] کے حصول اور دوزخ سے بچنے کی دعا۔ اس لئے جتنا وقت بھی مل سکے ان چیزوں میں صرف کرنا سعادت سمجھے اور یہی نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اِرشاد مبارک کی قدر ہے۔ کیا دِقت ہے کہ اپنے دُنیوی کاروبار میں مشغول رہتے ہوئے زبان سے درود شریف یا کلمہ طیبہ کا بھی وِرد رہے اور کل کو یہ کہنے کا مُنہ باقی رہے ؎

میں گو رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تمہاری یاد سے غافل نہیں رہا

اس کے بعد نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس مہینہ کی کچھ خصوصیتیں اور آداب ارشاد فرمائے۔ اوّلاً یہ کہ

یہ صبر کا مہینہ ہے یعنی اگر روزہ وغیرہ میں کچھ تکلیف ہو تو اُسے ذوق شوق سے برداشت کرنا چاہیئے یہ نہیں کہ مار دھاڑ، ہول پکار جیسا کہ اکثر لوگوں کی گرمی کے رمضان میں عادت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر اتفاق سے سَحَر نہ کھائی گئی تو صبح ہی سے روزہ کا سوگ شروع ہو گیا۔ اسی طرح رات کی تراویح میں اگر دقّت ہو تو اس کو بڑی بشاشت سے برداشت کرنا چاہیئے۔ اس کو مصیبت اور آفت نہ سمجھیں کہ یہ بڑی سخت محرومی کی بات ہے۔ ہم لوگ دُنیوی معمولی اَغراض کی بدولت کھانا پینا، راحت و آرام سب چھوڑ دیتے ہیں تو کیا رضائے الٰہی کے مقابلہ میں ان چیزوں کی کوئی وقعت ہو سکتی ہے۔

پھر ارشاد ہے کہ یہ غم خواری کا مہینہ ہے یعنی غرباء مساکین کے ساتھ مُدارات کا برتاؤ کرنا۔ اگر دس چیزیں اپنی افطاری کے لئے تیار کی ہیں تو دو چار غرباء کے لئے بھی کم از کم ہونی چاہئیں۔ ورنہ اصل تو یہ تھا کہ ان کے لئے اپنے سے افضل نہ ہوتا تو مساوات ہی ہوتی۔ غرض جس قدر بھی ہمّت ہو سکے اپنے افطار و سَحَر کے کھانے میں غُرباء کا حصّہ بھی ضرور لگانا چاہیئے۔ صحابہ کرام رضؓ اُمّت کے لئے عملی نمونہ اور دین کے ہر جُزو کو اس قدر واضح طور پر عمل فرما کر دکھلا گئے کہ اب ہر نیک کام کے لئے ان کی شاہراہِ عمل کھلی ہوئی ہے۔ ایثار و غم خواری کے باب میں ان حضرات کا اِتباع بھی دل گردہ والے کا کام ہے۔ سینکڑوں ہزاروں واقعات ہیں جن کو دیکھکر بجز حیرت کے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

ایک واقعہ مثالاً لکھتا ہوں۔ اَبُو جَہم رضؓ کہتے ہیں کہ یَرمُوک کی لڑائی میں میں اپنے چچا زاد بھائی کو تلاش کرنے چلا اور اس خیال سے پانی کا مشکیزہ بھی لے لیا کہ اگر اس میں کچھ رَمَق باقی ہوئی تو پانی پلادوں گا اور ہاتھ منہ دھو دوں گا۔ وہ اِتّفاق سے پڑے ہوئے ملے۔ میں نے اُن سے پانی کو پوچھا۔ انہوں نے اشارہ سے مانگا کہ اتنے میں برابر سے دوسرے زخمی نے آہ کی۔ چچا زاد بھائی نے پانی پینے سے پہلے اس کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ اس کے پاس گیا اور پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی پیاسے ہیں اور پانی مانگتے ہیں کہ اتنے میں ان کے پاس والے نے اشارہ کر دیا۔ انھوں نے بھی خود پانی پینے سے قبل اس کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ اتنے میں وہاں تک پہونچا تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی۔ واپس دوسرے صاحب کے پاس پہونچا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے تو لوٹ کر چچا زاد بھائی کے پاس آیا تو دیکھا کہ اُن کا بھی وصال ہو گیا۔ یہ ہیں تمھارے اَسلاف کے ایثار کہ خود پیاسے جان دے دی اور اجنبی بھائی سے پہلے پانی پینا گوارا نہ کیا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَاَرۡضَاھُمۡ وَرَزَقَنَا اِتِّبَاعَھُمۡ۔ اٰمین۔

رُوح البیان میں سُیوطی رحؒ کی جامع الصغیر اور سخاوی رحؒ کی مقاصد سے بروایت حضرت ابن عمر رضؓ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میری اُمّت میں ہر وقت پانسو برگزیدہ بندے اور

چالیس اَبدال رہتے ہیں۔ جب کوئی شخص ان میں سے مرجاتا ہے فوراً دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان لوگوں کے خصوصی اعمال کیا ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ظلم کرنے والوں سے درگذر کرتے ہیں اور بُرائی کا معاملہ کرنے والوں سے (بھی) احسان کا برتاؤ کرتے ہیں اور اللہ کے عطا فرمائے ہوئے رزق میں لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث سے نقل کیا ہے کہ جو شخص بھوکے کو روٹی کھلائے یا ننگے کو کپڑا پہنائے یا مسافر کو شب باشی کی جگہ دے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے ہَولوں سے اس کو پناہ دیتے ہیں۔ یحییٰ برمکی رح حضرت سُفیان ثوری رح پر ہر ماہ ایک ہزار درہم خرچ کرتے تھے تو حضرت سُفیان رح سجدے میں اُن کے لئے دعا کرتے تھے کہ یا اللہ یحییٰ نے میری دنیا کی کفایت کی، تو اپنے لُطف سے اس کی آخرت کی کفایت فرما۔ جب یحییٰ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے خواب میں اُن سے پوچھا کہ کیا گذری۔ انہوں نے کہا کہ سُفیان رح کی دُعا کی بدولت مغفرت ہوئی۔ اس کے بعد حضورؐ نے روزہ افطار کرانے کی فضیلت ارشاد فرمائی۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جو شخص حلال کمائی سے رمضان میں روزہ افطار کرائے اس پر رمضان کی راتوں میں فرشتے رحمت بھیجتے ہیں، اور شبِ قدر میں جبرئیل علیہ السلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جس سے جبرئیلؑ مصافحہ کرتے ہیں (اس کی علامت یہ ہے کہ) اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔ حمّاد بن سلمہؒ ایک مشہور محدّث ہیں روزانہ پچاس آدمیوں کے روزہ افطار کرانے کا اہتمام کرتے تھے۔ ۱؎

افطار کی فضیلت ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا ہے کہ اس مہینہ کا اوّل حصّہ رحمت ہے یعنی حق تعالیٰ شانہٗ کا انعام متوجّہ ہوتا ہے اور یہ رحمتِ عامّہ سب مسلمانوں کے لئے ہوتی ہے، اس کے بعد جو لوگ اس کا شکر ادا کرتے ہیں اُن کے لئے اس رحمت میں اضافہ ہوتا ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔ اور اس کے درمیانی حصّہ سے مغفرت شروع ہوجاتی ہے، اس لئے کہ روزوں کا کچھ حصّہ گذر چکا ہے اس کا معاوضہ اور اکرام مغفرت کے ساتھ شروع ہوجاتا ہے، اور آخری حصّہ تو بالکل آگ سے خلاصی ہے ہی۔

اور بھی بہت سی روایات میں ختمِ رمضان پر آگ سے خلاصی کی بشارتیں وارد ہوئی ہیں۔ رمضان کے تین حصّے کئے گئے، جیسا کہ مضمونِ بالا سے معلوم ہوا۔ بندۂ ناچیز کے خیال میں تین حصّے رحمت اور مغفرت اور آگ سے خلاصی کے درمیان میں فرق یہ ہے کہ آدمی تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ لوگ جن کے اُوپر گناہوں کا بوجھ نہیں، اُن کے لئے شروع ہی سے رحمت اور انعام کی بارش شروع ہوجاتی ہے۔ دوسرے وہ لوگ جو معمولی گناہ گار ہیں، اُن کے لئے کچھ حصّہ روزہ رکھنے کے بعد اُن روزوں کی برکت اور بدلہ میں مغفرت

۱؎ روح البیان

اور گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ تیسرے وہ جو زیادہ گناہ گار ہیں، اُن کے لئے زیادہ حصّہ روزہ رکھنے کے بعد آگ سے خلاصی ہوتی ہے اور جن لوگوں کے لئے ابتدا ہی سے رحمت تھی اور اُن کے گناہ بخشے بخشائے تھے اُن کا تو پوچھنا ہی کیا کہ ان کے لئے رحمتوں کے کس قدر انبار ہوں گے (واللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ)

اس کے بعد حضورؐ نے ایک اور چیز کی طرف رغبت دلائی ہے کہ آقا لوگ اپنے ملازموں پر اس مہینہ میں تخفیف رکھیں اسلیئے کہ آخر وہ بھی روزہ دار ہیں، کام کی زیادتی سے ان کو روزہ میں دقّت ہوگی البتہ اگر کام زیادہ ہو تو اس میں مضائقہ نہیں کہ رمضان کے لئے ہنگامی ملازم ایک آدھ بڑھالے مگر جب ہی کہ ملازم روزہ دار بھی ہو ورنہ اس کے لئے رمضان بے رمضان برابر۔ اور اس ظلم و بے غیرتی کا تو ذکر ہی کیا کہ خود روزہ خور ہو کر بے حیا منہ سے روزہ دار ملازموں سے کام لے اور نماز روزہ کی وجہ سے اگر تعمیل میں کچھ تساہُل ہو تو برسنے لگے وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ترجمہ:۔ اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیسی (مصیبت) کی جگہ لوٹ کر جائیں گے (مراد جہنم ہے) اس کے بعد نبیِ کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے رمضانُ المبارک میں چار چیزوں کی کثرت کا حکم فرمایا۔

اوّل کلمہ شہادت، احادیث میں اس کو افضلُ الذِّکر ارشاد فرمایا ہے۔ مشکوٰۃ میں بروایت ابُوسعید خدریؓ نقل کیا ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السّلام نے ایک مرتبہ اللّٰہ جلّ جلالہٗ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یااللّٰہ تُو مجھے کوئی ایسی دعا بتلادے کہ اس کے ساتھ میں تجھے یاد کیا کروں اور دُعا کیا کروں وہاں سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ارشاد ہوا۔ حضرت موسٰیؑ نے عرض کیا کہ یہ کلمہ تو تیرے سارے ہی بندے کہتے ہیں میں تو کوئی دُعا یا ذکر مخصوص چاہتا ہوں۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ موسٰیؑ اگر ساتوں آسمان اور ان کے آباد کرنے والے میرے سوا یعنی ملائکہ اور ساتوں زمین ایک پلڑہ میں رکھ دیئے جاویں اور دوسرے میں کلمہ طیّبہ رکھدیا جاوے تو وہی جھک جائے گا۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اخلاص سے اس کلمہ کو کہے، آسمان کے دروازے اس کے لئے فوراً کھل جاتے ہیں اور عرش تک پہنچنے میں کسی قسم کی روک نہیں ہوتی بشرطیکہ کہنے والا کبائر سے بچے عادتُ اللّٰہ اسی طرح جاری ہے کہ ضرورتِ عامّہ کی چیز کو کثرت سے مرحمت فرماتے ہیں۔ دنیا میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی ہی عام ہوتی ہے۔ مثلاً پانی ہے کہ عام ضرورت کی چیز ہے حق تعالیٰ شانہٗ کی بے پایاں رحمت نے اس کو کس قدر عام کر رکھا ہے اور کیمیا جیسی لغو اور بیکار چیز کو عنقا کر دیا۔ اسی طرح کلمہ طیّبہ افضلُ الذِّکر[1] ہے۔ متعدّد احادیث سے اس کی تمام اذکار پر افضلیّت معلوم

---

[1] مصنّف کا ایک رسالہ فضائل ذکر کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

ہوتی ہے اس کو سب سے عام کر رکھا ہے کہ کوئی محروم نہ رہے۔ پھر بھی اگر کوئی محروم رہے تو اس کی بدبختی ہے بالجملہ بہت سی احادیث اس کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں جن کو اختصاراً ترک کیا جاتا ہے دوسری چیز جس کی کثرت کرنے کو حدیث بالا میں ارشاد فرمایا گیا وہ اِستغفار ہے۔ احادیث میں اِستغفار کی بھی بہت ہی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص استغفار کی کثرت رکھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ ہر تنگی میں اس کے لئے راستہ نکال دیتے ہیں اور ہر غم سے خلاصی نصیب فرماتے ہیں اور ایسی طرح روزی پہنچاتے ہیں کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی گنہگار تو ہوتا ہی ہے۔ بہترین گنہگار وہ ہے جو توبہ کرتا رہے۔ ایک حدیث قریب آنے والی ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ایک کالا نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے اگر توبہ کرتا ہے تو وہ دُھل جاتا ہے ورنہ باقی رہتا ہے اس کے بعد حضورؐ نے دو چیز کے مانگنے کا امر فرمایا ہے جن کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ جنت کا حصول اور دوزخ سے امن۔ اللہ اپنے فضل سے مجھے بھی مرحمت فرمائے اور تمہیں بھی۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِیَتْ اُمَّتِیْ خَمْسَ خِصَالٍ فِیْ رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهُنَّ اُمَّةٌ قَبْلَهُمْ خُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحِیْتَانُ حَتّٰی یُفْطِرُوْا وَیُزَیِّنُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ كُلَّ یَوْمٍ جَنَّتَهٗ ثُمَّ یَقُوْلُ یُوْشِكُ عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ اَنْ یُّلْقُوْا عَنْهُمُ الْمَؤُنَةَ وَیَصِیْرُوْا اِلَیْكِ وَتُصَفَّدُ فِیْهِ مَرَدَةُ الشَّیَاطِیْنِ فَلَا یَخْلُصُوْا فِیْهِ اِلٰی مَا كَانُوْا یَخْلُصُوْنَ اِلَیْهِ فِیْ غَیْرِهٖ وَیُغْفَرُ لَهُمْ فِیْ اٰخِرِ لَیْلَةٍ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِیَ لَیْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ

ابوہریرہؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ میری اُمّت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی اُمتوں کو نہیں ملی ہیں (۱) یہ کہ اُن کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے (۲) یہ کہ ان کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دُعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔ (۳) جنت ہر روز ان کے لئے آراستہ کی جاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اُوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں (۴) اس میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں اُن برائیوں

لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرُهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ۔ رواه احمد والبزاز والبيهقي ورواه ابو الشيخ ابن حبان في كتاب الثواب الا ان عنده وتستغفر لهم الملائكة بدل الحيتان۔ كذا في الترغيب)

کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں (۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لئے مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے"۔

نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس حدیث پاک میں پانچ خصوصیتیں ارشاد فرمائی ہیں جو اس اُمّت کے لئے حق تعالیٰ شانُہٗ کی طرف سے مخصوص انعام ہوئیں اور پہلی اُمّت کے روزہ داروں کو مرحمت نہیں ہوئیں کاش ہمیں اس نعمت کی قدر ہوتی اور ان خصوصی عطایا کے حصول کی کوشش کرتے اوّل یہ کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو جو بھوک کی حالت میں ہوجاتی ہے حق تعالیٰ شانُہٗ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ شُرّاحِ حدیث کے اس لفظ کے مطلب میں آٹھ قول ہیں جن کو مُوطّا[۵] کی شرح میں بندہ مُفصّل نقل کرچکا ہے۔ مگر بندہ کے نزدیک ان میں سے تین قول راجح ہیں۔ اوّل یہ کہ حق تعالیٰ شانُہٗ آخرت میں اس بدبو کا بدلہ اور ثواب خوشبو سے عطا فرمائیں گے جو مشک سے زیادہ عمدہ اور دماغ پرور ہوگی۔ یہ مطلب تو ظاہر ہے اور اس میں کچھ بُعد بھی نہیں۔ نیز درِّ منثور کی ایک روایت میں اس کی تصریح بھی ہے اس لئے یہ بمنزلہ متعیّن کے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت میں جب قبروں سے اُٹھیں گے تو یہ علامت ہوگی کہ روزہ دار کے منہ سے ایک خوشبو جو مُشک سے بھی بہتر ہوگی وہ آئے گی۔ تیسرا مطلب جو بندہ کی ناقص رائے میں ان دونوں سے اچھا ہے وہ یہ کہ دنیا ہی میں اللہ کے نزدیک اس بُو کی قدر مُشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور یہ امر اربابُ المحبت سے ہے جس کو کسی سے مَحبّت و تعلّق ہوتا ہے اس کی بدبو بھی فریفتہ کے لئے ہزار خوشبوؤں سے بہتر ہوا کرتی ہے[۵]

اے حافظِ مسکین چہ کنی مشکِ ختن را   از گیسوئے احمد بستان عطرِ عدن را

مقصود روزہ دار کا کمالِ تقرُّب ہے کہ بمنزلہ محبوب کے بن جاتا ہے۔ روزہ حق تعالیٰ شانُہٗ کی محبوب ترین عبادتوں میں سے ہے اسی وجہ سے اِرشاد ہے کہ ہر نیک عمل کا بدلہ مَلائکہ دیتے ہیں مگر روزہ کا بدلہ میں خود عطا کرتا ہوں اس لئے کہ وہ خالص میرے لئے ہے۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ لفظ اُجزٰی بِہٖ ہے۔ یعنی یہ کہ اس کے بدلے میں مَیں خود اپنے کو دیتا ہوں اور محبوب کے ملنے سے زیادہ اُونچا

[۵] موطا امام مالک کی عربی زبان میں بہترین شرح موصوف نے کی ہے جو اوجز المسالک کے نام سے مشہور ہے چھ جلدوں میں ہے

بدلہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ساری عبادتوں کا دروازہ روزہ ہے یعنی روزہ کی وجہ سے قلب منوّر ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ہر عبادت کی رغبت پیدا ہوتی ہے مگر جب ہی کہ روزہ بھی روزہ ہو، صرف بھوکا رہنا مراد نہیں بلکہ آداب کی رعایت رکھ کر جن کا بیان حدیث نمبر ۹ کے ذیل میں مفصّل آئے گا۔

اس جگہ ایک ضروری مسئلہ قابلِ تنبیہ یہ ہے کہ اس منہ کی بدبو والی حدیثوں کی بناء پر بعض ائمہ روزہ دار کو شام کے وقت مسواک کرنے کو منع فرماتے ہیں۔ حَنَفِیّہ کے نزدیک مسواک ہر وقت مُستحب ہے۔ اس لئے کہ مسواک سے دانتوں کی بُو زائل ہوتی ہے اور حدیث میں جس بُو کا ذکر ہے وہ معدہ کے خالی ہونے کی ہے نہ کہ دانتوں کی۔ حنفیہ کے دلائل اپنے موقع پر کُتُبِ فقہ و حدیث میں موجود ہیں۔

دوسری خُصوصِیّت مچھلیوں کے اِستغفار کرنے کی ہے۔ اس سے مقصود کثرت سے دُعا کرنے والوں کا بیان ہے۔ مُتعدِّد رِوایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ملائکہ اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ میرے چچا[۱] جان کا اِرشاد ہے کہ مچھلیوں کی خصوصیّت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ اللہ جَلَّ شانُہٗ کا اِرشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا پ ۱۶ ع ۹ "جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے حق تعالیٰ شانُہٗ اُن کے لئے (دنیا ہی میں) محبوبیت فرما دیں گے۔" اور حدیث پاک میں ارشاد ہے جب حق تعالیٰ شانُہٗ کسی بندے سے محبّت فرماتے ہیں تو جبرئیل عَلَیْہِ السَّلام سے ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں شخص پسند ہے تم بھی اس سے محبت کرو، وہ خود محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان پر آواز دیتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ کا پسندیدہ ہے تم سب اس سے محبّت کرو۔ پس اس آسمان والے اس سے محبّت کرتے ہیں اور پھر اس کے لئے زمین پر قبولیّت رکھدی جاتی ہے اور عام قاعدہ کی بات ہے کہ ہر شخص کی محبّت اس کے پاس رہنے والوں کو ہوتی ہے لیکن اس کی محبّت اتنی عام ہوتی ہے کہ آس پاس رہنے والوں ہی کو نہیں بلکہ دریا کے رہنے والے جانوروں کو بھی اس سے محبت ہوتی ہے کہ وہ بھی دعا کرتے ہیں اور گویا بَرّ سے مُتجاوز ہو کر بحر تک پہنچنا محبوبیت کی انتہا ہے۔ نیز جنگل کے جانوروں کا دُعا کرنا بطریقِ اولیٰ معلوم ہو گیا۔

تیسری خصوصیّت جنّت کا مُزیّن ہونا ہے۔ یہ بھی بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ سال کے شروع ہی سے رمضان کے لئے جنت کو آراستہ کرنا شروع ہو جاتا ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص کے آنے کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اتنا ہی پہلے سے اس کا اِنتظام کیا

[۱] یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوَّرَ اللہُ مَرقَدَہٗ بانی تحریکِ تبلیغ بستی حضرت نظام الدین رحؒ۔ نئی دہلی۔

جاتا ہے۔ شادی کا اہتمام مہینوں پہلے سے کیا جاتا ہے۔

چوتھی خصوصیّت سرکش شیاطین کا قید ہو جانا ہے کہ جس کی وجہ سے معاصی کا زور کم ہو جاتا ہے۔ رَمضانُ المبارک میں رحمت کے جوش اور عبادت کی کثرت کا مقتضیٰ یہ تھا کہ شیاطین بہکانے میں بہت ہی اَن تھک کوشش کرتے اور پاؤں چوٹی کا زور ختم کردیتے اور اس وجہ سے مَعاصی کی کثرت اس مہینہ میں اتنی ہو جاتی کہ حد سے زیادہ۔ لیکن باوجود اس کے یہ مُشاہدہ ہے اور مُحقق کہ مجموعی طور سے گناہوں میں بہت کمی ہو جاتی ہے۔ کتنے شرابی کبابی ایسے ہیں کہ رَمضان میں خصوصیّت سے نہیں پیتے، اور اسی طرح اور گناہوں میں بھی کُھلی کمی ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود گناہ ہوتے ضرور ہیں مگر ان کے سرزد ہونے سے حدیث پاک میں تو کوئی اشکال نہیں، اس لئے کہ اس کا مضمون ہی یہ ہے کہ سرکش شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں۔ اس بناء پر اگر وہ گناہ غیر سرکشوں کا اثر ہو تو کچھ خلجان نہیں۔ البتہ دوسری رِوایات میں سرکش کی قید بغیر مُطلقًا شیاطین کے مُقیّد ہونے کا اِرشاد بھی موجود ہے پس اگر ان رِوایات سے بھی سرکش شیاطین کا ہی قید ہونا مراد ہے کہ بسا اوقات لفظ مطلق بولا جاتا ہے مگر دوسری جگہ سے اس کی قُیودات معلوم ہو جاتی ہیں، تب بھی کوئی اشکال نہیں رہا۔ البتہ اگر ان روایات سے سب شیاطین کا محبوس ہونا مراد ہو تب بھی ان مَعاصی کے صادر ہونے سے کچھ خلجان نہ ہونا چاہیئے، اسلئے کہ اگرچہ مَعاصی عمُومًا شیاطین کے اثر سے ہوتے ہیں مگر سال بھر تک اُن کے تَلبّس اور اِختلاط اور زہریلے اثر کے جماؤ کی وجہ سے نفس ان کے ساتھ اس درجہ مانوس اور مُتأثر ہو جاتا ہے کہ تھوڑی بہت غیبت محسوس نہیں ہوتی، بلکہ وہی خیالات اپنی طبیعت بن جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بغیر رمضان کے جن لوگوں سے گناہ زیادہ سرزد ہوتے ہیں، رمضان میں بھی انہی سے زیادہ تر صُدور ہوتا ہے اور آدمی کا نفس چونکہ ساتھ رہتا ہے اسی لئے اس کا اثر ہے دوسری بات ایک اور بھی ہے، نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا اِرشاد ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے اگر وہ سچّی توبہ کرلیتا ہے تو وہ دُھل جاتا ہے ورنہ لگا رہتا ہے، اور اگر دوسری مرتبہ گناہ کرتا ہے تو دوسرا نقطہ لگ جاتا ہے حتّٰی کہ اس کا قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے پھر خیر کی بات اس کے قلب تک نہیں پہنچتی۔ اُسی کو حق تعالےٰ شانُہٗ نے اپنے کلام پاک میں کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اُن کے قلوب زنگ آلود ہو گئے۔ ایسی صورت میں وہ قلوب ان گناہوں کی طرف خود مُتوجّہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ایک نوع کے گناہ کو بے تکلُّف کرلیتے ہیں، لیکن

اسی جیسا جب کوئی دوسرا گناہ سامنے ہوتا ہے تو قلب کو اس سے انکار ہوتا ہے۔ مثلاً جو لوگ شراب پیتے ہیں ان کو اگر سؤر کھانے کو کہا جائے تو ان کی طبیعت کو نفرت ہوتی ہے حالانکہ معصیت میں دونوں برابر ہیں۔ تو اسی طرح جبکہ غیرِ رمضان میں وہ ان گناہوں کو کرتے رہتے ہیں تو دل اُن کے ساتھ رنگے جاتے ہیں جس کی وجہ سے رَمَضَانُ الْمبارک میں بھی ان کے سرزد ہونے کے لئے شیاطین کی ضرورت نہیں رہتی۔ بالجملہ اگر حدیث پاک سے سب شیاطین کا مُقیّد ہو جانا مراد ہے تب بھی رَمَضَانُ الْمبارک میں گناہوں کے سرزد ہونے سے کچھ اشکال نہیں، اور اگر مُتمرِّد اور خبیث شیاطین کا مُقیّد ہونا مراد ہو تب تو کوئی اشکال ہے ہی نہیں، اور بندۂ ناچیز کے نزدیک یہی توجیہ اَولیٰ ہے اور ہر شخص اس کو غور کر سکتا ہے اور تجربہ کر سکتا ہے کہ رَمَضَانُ المبارک میں نیکی کرنے کے لئے یا کسی معصیت سے بچنے کے لئے اتنے زور لگانے نہیں پڑتے جتنے کہ غیرِ رمضان میں پڑتے ہیں۔ تھوڑی سی ہمت اور توجّہ کافی ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مُختلِف لوگوں کے اعتبار سے ہیں۔ یعنی فسّاق کے حق میں صرف مُتکبّر شیاطین قید ہوتے ہیں اور صُلحا کے حق میں مُطلقاً ہر قسم کے شیاطین محبوس ہو جاتے ہیں۔

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ رَمَضَانُ الْمبارک کی آخری رات میں سب روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ یہ مضمون پہلی روایت میں بھی گذر چکا ہے۔ چونکہ رَمَضَانُ الْمبارک کی راتوں میں شبِ قدر سب سے افضل رات ہے۔ اس لئے صحابۂ کرام رضؓ نے خیال فرمایا کہ اتنی بڑی فضیلت اسی رات کے لئے ہو سکتی ہے مگر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے فضائل مستقل علیحدہ چیز ہے یہ انعام تو ختمِ رمضان کا ہے۔

(۳) عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقَى دَرَجَةً قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ

کعبؓ بن عُجرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے جب حضورؐ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے

شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ، قَالَ إِنَّ
جِبْرَئِيْلَ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ بَعُدَ مَنْ
أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ قُلْتُ
آمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ
بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ
عَلَيْكَ قُلْتُ آمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ
قَالَ بَعُدَ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ الْكِبَرُ
عِنْدَهُ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ
الْجَنَّةَ قُلْتُ آمِيْنَ - (رواه الحاكم و
قال صحيح الاسناد كذا في الترغيب
وقال السخاوي رواه ابن حبان في
ثقاته وصححه والطبراني في الكبير
والبخاري في بر الوالدين له والبيهقي في
الشعب وغيرهم ورجاله ثقات و
بسط طرقه وروى الترمذي عن ابي
هريرة بمعناه وقال ابن حجر طرقه
كثيرة كما في المرقاة)

اُترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوتے) ایسی بات سُنی جو پہلے کبھی نہیں سُنی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسوقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے کہا کہ ہلاک ہوجیو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اسکی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا آمین پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہوجیو وہ شخص جس کے سامنے آپکا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا آمین۔

ف: اس حدیث میں حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے تین بددعائیں دی ہیں اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان تینوں پر آمین فرمائی۔ اوّل تو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام جیسے مقرّب فرشتے کی بددعا ہی کیا کم تھی اور پھر حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی آمین نے تو جتنی سخت بددعا بنادی وہ ظاہر ہے۔ اللہ ہی اپنے فضل سے ہم لوگوں کو ان تینوں چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرماویں اور ان برائیوں سے محفوظ رکھیں، ورنہ ہلاکت میں کیا تردّد ہے۔ دُرِّ منثور کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے حضورؐ سے کہا کہ آمین کہو۔ تو حضورؐ نے فرمایا آمین، جس سے اور بھی زیادہ اہتمام معلوم ہوتا ہے۔

ع بضم العین ای عن الخیر و بکسرہا ای ہلک قالہ السخاوی ۱۲ منہ

اوّل وہ شخص کہ جس پر رَمَضَانُ الْمبارک گذر جائے اور اُسکی بخشش نہ ہو۔ یعنی رَمَضَانُ الْمبارک جیسا خیر و برکت کا زمانہ بھی غفلت اور مَعاصی میں گذر جائے کہ رَمَضَانُ الْمبارک میں مغفرت اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی رحمت بارش کی طرح برستی ہے۔ پس جس شخص پر رَمَضَانُ الْمبارک کا مہینہ بھی اسی طرح گذر جائے کہ اس کی بداعمالیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے وہ مغفرت سے محروم رہے تو اس کی مغفرت کیلئے اور کون سا وقت ہوگا اور اُس کی ہلاکت میں کیا تأمُّل ہے، اور مغفرت کی صورت یہ ہے کہ رَمَضَانُ الْمبارک کے جو کام ہیں، یعنی روزہ و تراویح، ان کو نہایت اِہتمام سے ادا کرنے کے بعد ہر وقت کثرت کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ و اِستِغْفار کرے۔

دوسرا شخص جس کے لئے بددعا کی گئی وہ ہے جس کے سامنے نَبِیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ذکرِ مبارک ہو، اور وہ درود نہ پڑھے۔ اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ اسی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک جب بھی نَبِیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ذکرِ مبارک ہو تو سُننے والوں پر درود شریف کا پڑھنا واجب ہے۔ حدیث بالا کے علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جس کے سامنے حُضُورؐ کا تذکرہ ہو اور وہ درود نہ بھیجے۔ بعض احادیث میں اس کو شقی اور بخیل تر لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ نیز جفا کار اور جنّت کا راستہ بھولنے والا، حتّٰی کہ جہنّم میں داخل ہونیوالا اور بد دین تک فرمایا ہے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ نَبِیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چہرۂ مبارک نہ دیکھے گا۔ مُحَقِّقِین علماء نے ایسی روایات کی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ درود شریف نہ پڑھنے والے کے لئے آپ کے ظاہر ارشادات اس قدر سخت ہیں کہ اُن کا تحمُّل دشوار ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ کے اِحسانات اُمّت پر اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ تحریر و تقریر ان کا احصاء کر سکے، اس کے علاوہ آپ کے حُقوقِ اُمّت پر اس قدر زیادہ ہیں کہ اُن کو دیکھتے ہوئے درود شریف نہ پڑھنے والوں کے حق میں ہر وعید اور تنبیہ بجا اور موزوں معلوم ہوتی ہے، خود درود شریف کے فضائل اس قدر ہیں کہ اُن سے محرومی مُستقِل بدنصیبی ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوگی کہ جو شخص نَبِیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایک مرتبہ درود بھیجے، حق تعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ اُس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں، نیز ملائکہ کا اس کے لئے دُعا کرنا، گناہوں کا مُعاف ہونا، دَرَجات کا بلند ہونا، اُحد پہاڑ کے برابر ثواب کا ملنا، شفاعت کا اس کے لئے واجب ہونا وغیرہ وغیرہ امور مزید برآں۔ نیز اللہ جَلَّ جلالُہٗ کی رضا، اُسکی رحمت، اس کے غصہ سے امان، قیامت کے ہَول سے نجات، مرنے سے قبل جنّت میں اپنے ٹھکانے کا دیکھ لینا وغیرہ بہت سے وعدے درود شریف کی خاص خاص مقداروں پر مقرر

فرمائے گئے ہیں۔ ان سب کے علاوہ درود شریف سے تنگیٔ معیشت اور فقر دور ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے دربار میں تقرّب نصیب ہوتا ہے، دشمنوں پر مدد نصیب ہوتی ہے اور قلب کی نفاق اور زنگ سے صفائی ہوتی ہے۔ لوگوں کو اس سے محبت ہوتی ہے۔ اور بہت سی بشارتیں ہیں جو درود شریف کی کثرت پر احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ فقہاء نے اسکی تصریح کی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بھر میں درود شریف کا پڑھنا عملاً فرض ہے اور اس پر علماءِ مذہب کا اتفاق ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر مبارک ہو، ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے یا نہیں بعض علماء کے نزدیک ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے اور دوسرے بعض کے نزدیک مستحب۔

تیسرے وہ شخص جس کے بوڑھے والدین میں سے دونوں یا ایک موجود ہوں اور وہ اُن کی اس قدر خدمت نہ کرے کہ جس کی وجہ سے جنّت کا مستحق ہوجائے۔ والدین کے حقوق کی بھی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔ علماء نے ان کے حقوق میں لکھا ہے کہ مباح امور میں ان کی اطاعت ضروری ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اُن کی بے ادبی نہ کرے، تکبّر سے پیش نہ آئے اگرچہ وہ مشرک ہوں، اپنی آواز کو اُن کی آواز سے اونچی نہ کرے، ان کا نام لے کر نہ پکارے، کسی کام میں ان سے پیش قدمی نہ کرے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی کرے اگر قبول نہ کریں توسلوک کرتا رہے اور ہدایت کی دُعا کرتا رہے، غرض ہر بات میں اُن کا بہت احترام ملحوظ رکھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جنّت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ باپ ہے، تیرا جی چاہے اسکی حفاظت کر یا اس کو ضائع کر دے۔ ایک صحابی رضؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ والدین کا کیا حق ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ تیری جنّت ہیں یا جہنّم یعنی ان کی رضا جنّت ہے اور ناراضگی جہنّم ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مطیع بیٹے کی محبّت اور شفقت سے ایک نگاہ والد کی طرف ایک مقبول حج کا ثواب رکھتی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ شرک کے سوا تمام گناہوں کو جس قدر دل چاہے اللہ معاف فرما دیتے ہیں مگر والدین کی نافرمانی کا مرنے سے قبل دنیا میں بھی وبال پہنچاتے ہیں۔ ایک صحابی رضؓ نے عرض کیا کہ میں جہاد میں جانے کا ارادہ کرتا ہوں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تیری ماں بھی زندہ ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ اُن کی خدمت کر کہ اُن کے قدموں کے نیچے تیرے لیے جنّت ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے اور بھی بہت سی روایات میں اس کا اہتمام اور فضل وارد ہوا ہے۔ جو لوگ کسی غفلت سے اس میں کوتاہی کرچکے ہیں اور اب اُن کے والدین موجود نہیں، شریعتِ مطہرہ میں اس کی تلافی بھی موجود ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس کے والدین

اس حالت میں مر گئے ہوں کہ وہ ان کی نافرمانی کرتا ہو تو اُن کے لئے کثرت سے دعا اور استغفار کرنے سے مُطیع شمار ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بہترین بھلائی باپ کے بعد اس کے ملنے والوں سے حُسنِ سُلوک ہے۔

(۴) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضـ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا وَحَضَرَنَا رَمَضَانُ اَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرُ بَرَكَةٍ يَغْشَاكُمُ اللّٰهُ فِيْهِ فَيُنْزِلُ الرَّحْمَةَ وَيَحُطُّ الْخَطَايَا وَيَسْتَجِيْبُ فِيْهِ الدُّعَاءَ يَنْظُرُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى تَنَافُسِكُمْ فِيْهِ وَيُبَاهِيْ بِكُمْ مَلٰٓئِكَتَهٗ فَاَرُوا اللّٰهَ مِنْ اَنْفُسِكُمْ خَيْرًا فَاِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ فِيْهِ رَحْمَةَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (رواه الطبراني ورواته ثقات الا ان محمد بن قيس لا يحضرني فيه جرح ولا تعديل كذا في الترغيب)

حضرت عُبادہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے رَمَضانُ المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے، حق تعالیٰ شانُہٗ اس میں تمہاری طرف مُتوجّہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمتِ خاصّہ نازل فرماتے ہیں، خطاؤں کو مُعاف فرماتے ہیں، دُعا کو قبول کرتے ہیں، تمہارے تنافُس کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ۔ بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاوے۔

ف: تنافُس اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی حرص میں کام کیا جاتے اور مقابلہ پر دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام کیا جاوے، تفاخُر اور تقابُل والے آویں اور یہاں اپنے اپنے جوہر دکھلاویں۔ فخر کی بات نہیں تحدیثِ بالنّعمۃ کے طور پر لکھتا ہوں، اپنی نااہلیت سے خود اگرچہ کچھ نہیں کر سکتا مگر اپنے گھرانہ کی عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ اکثروں کو اس کا اہتمام رہتا ہے کہ دوسری سے تلاوت میں بڑھ جاوے۔ خانگی کاروبار کے ساتھ پندرہ بیس پارے روزانہ بے تکلّف پورے کر لیتی ہیں۔ حق تعالیٰ شانُہٗ اپنی رحمت سے قبول فرمادیں اور زیادتی کی توفیق عطا فرمادیں۔

(۵) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رضـ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عُتَقَاءَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ يَعْنِيْ فِيْ رَمَضَانَ وَاِنَّ لِكُلِّ

نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں سے (جہنّم کے) قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کے لئے ہر شب و روز

مُسْلِمٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ دَعْوَۃٌ مُّسْتَجَابَۃٌ۔ (رواہ البزار کذا فی الترغیب)

میں ایک دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

ف: بہت سی روایات میں روزے دار کی دُعا کا قبول ہونا وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ افطار کے وقت دُعا قبول ہوتی ہے مگر ہم لوگ اس وقت کھانے پر اس طرح گرتے ہیں کہ دعا مانگنے کی تو کہاں فرصت، خود افطار کی دُعا بھی یاد نہیں رہتی۔ افطار کی مشہور دعا یہ ہے:۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (ترجمہ) اے اللہ تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر بھروسہ ہے تیرے ہی رزق سے افطار کرتا ہوں۔

حدیث کی کتابوں میں یہ دُعا مختصر ملتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ افطار کے وقت یہ دعا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ۔ (ترجمہ) اے اللہ تیری اس رحمت کے صدقے جو ہر چیز کو شامل ہے یہ مانگتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرما دے۔ بعض کُتُب میں خود حضورؐ سے یہ دُعا منقول ہے یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْلِیْ (ترجمہ) اے وسیع عطا والے میری مغفرت فرما۔ اور بھی مُتعدّد دعائیں روایات میں وارد ہوتی ہیں مگر کسی دعا کی تخصیص نہیں اجابتِ دُعا کا وقت ہے اپنی اپنی ضرورت کے لئے دُعا فرماویں۔ یاد آجاوے تو اس سیاہ کار کو بھی شامل فرمالیں کہ سائل ہوں اور سائل کا حق ہوتا ہے۔

چشمۂ فیض سے گر ایک اشارا ہوجائے
لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہوجائے

(۶) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ لَّا تُرَدُّ دَعْوَتُھُمُ الصَّائِمُ حَتّٰی یُفْطِرَ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَیُفْتَحُ لَھَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَیَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّکِ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ۔ (رواہ احمد فی حدیث والترمذی و

حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دُعا رد نہیں ہوتی۔ ایک روزہ دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی دُعا، تیسرے مظلوم کی جس کو حق تعالیٰ شانہٗ بادلوں سے اوپر اُٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا، گو (کسی مصلحت سے)

حسنہ و ابن خزیمۃ و ابن حبان فی صحیحہما کذا فی الترغیب)۔ کچھ دیر ہو جائے۔

ف: دُرِّ منثور میں حضرت عائشہ رضؓ سے نقل کیا ہے، جب رمضان آتا تھا تو نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا رنگ بدل جاتا تھا اور نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا اور دُعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے اور خوف غالب ہو جاتا تھا۔ دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ رمضان کے ختم تک بستر پر تشریف نہیں لاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ رمضان میں عرش کے اُٹھانے والے فرشتوں کو حکم فرما دیتے ہیں کہ اپنی اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ داروں کی دُعا پر آمین کہا کرو۔ بہت سی روایات سے رمضان کی دُعا کا خصوصیّت سے قبول ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ بے تردّد بات ہے کہ جب اللہ کا وعدہ ہے، اور سچے رسولؐ کا نقل کیا ہوا ہے تو اُس کے پورا ہونے میں کچھ تردّد نہیں لیکن اس کے بعد بھی بعض لوگ کسی غرض کے لئے دُعا کرتے ہیں مگر وہ کام نہیں ہوتا، تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ دُعا قبول نہیں ہوئی بلکہ دُعا کے قبول ہونے کے معنی سمجھ لینا چاہیئے۔

نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان دُعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دُعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانُہٗ کے یہاں سے تین چیزوں میں اُسے ایک چیز ضرور ملتی ہے، یا خود وہی چیز ملتی ہے جس کی دُعا کی، یا اس کے بدلے میں کوئی بُرائی یا مصیبت اُس سے ہٹا دی جاتی ہے، یا آخرت میں اُسی قدر ثواب اُس کے حصّہ میں لگا دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانُہٗ بندہ کو بُلا کر ارشاد فرمائیں گے کہ اے میرے بندے میں نے تجھے دُعا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا تو نے مجھ سے دُعا مانگی تھی۔ وہ عرض کرے گا کہ مانگی تھی، اس پر ارشاد ہوگا کہ تو نے کوئی دعا ایسی نہیں کی جس کو میں نے قبول نہ کیا ہو۔ تو نے فلاں دُعا مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹا دی جائے میں نے اس کو دنیا میں پورا کر دیا تھا اور فلاں غم کے دفع ہونے کے لئے دُعا کی تھی مگر اس کا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہوا۔ میں نے اس کے بدلے میں فلاں اجر و ثواب تیرے لئے متعیّن کیا۔ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ اُس کو ہر ہر دُعا یاد کرائی جاوے گی اور اس کا دنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اس کا عوض بتلایا جاوے گا۔ اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اس کی تمنّا کرے گا کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی دعا بھی پوری نہ ہوئی ہوتی کہ یہاں اس کا اس قدر

اجر ملتا۔ غرض دُعا نہایت ہی اہم چیز ہے۔ اُس کی طرف سے غفلت بڑے سخت نقصان اور خسارہ کی بات ہے، اور ظاہر میں اگر قبول کے آثار نہ دیکھیں تو بددِل نہ ہونا چاہیئے۔

اس رسالہ کے ختم پر جو لمبی حدیث آرہی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی حق تعالےٰ شانُہٗ بندہ ہی کے مَصالِح پر نظر فرماتے ہیں۔ اگر اس کے لئے اس چیز کا عطا فرمانا مَصلحت ہوتا ہے تو مرحمت فرماتے ہیں ورنہ نہیں۔ یہ بھی اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ہم لوگ بسا اوقات اپنی نافہمی سے ایسی چیز مانگتے ہیں جو ہمارے مناسب نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ دوسری ضروری اور اہم بات قابلِ لحاظ یہ ہے کہ بہت سے مرد اور عورتیں تو خاص طور سے اس مرض میں مُبتلا ہیں کہ بسا اوقات غُصّے اور رنج میں اولاد وغیرہ کو بددُعا دیتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ جَلَّ شانُہٗ کے عالی دربار میں بعض اوقات ایسے خاص قبولیت کے ہوتے ہیں کہ جو مانگو مل جاتا ہے۔ یہ احمق غصہ میں اوّل تو اولاد کو کوستی ہیں اور جب وہ مرجاتی ہے یا کسی مصیبت میں مُبتلا ہوجاتی ہے تو پھر روتی پھرتی ہیں اور اس کا خیال بھی نہیں آتا کہ یہ مصیبت خود ہی اپنی بددعا سے مانگی ہے۔

نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ اپنی جانوں اور اولاد کو نیز مال اور خادموں کو بددعا نہ دیا کرو، مبادا اللہ کے کسی ایسے خاص وقت میں واقع ہوجائے جو قبولیت کا ہے بالخصوص رَمَضانُ المُبارک کا تمام مہینہ تو بہت ہی خاص وقت ہے اس میں اہتمام سے بچنے کی کوشش اشد ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نقل کرتے ہیں کہ رَمَضانُ المُبارک میں اللہ کو یاد کرنے والا شخص بخشا بخشایا ہے اور اللہ سے مانگنے والا نامراد نہیں رہتا۔

حضرت ابنِ مسعودؓ کی ایک روایت سے ترغیب میں نقل کیا ہے کہ رمضان کی ہر رات میں ایک مُنادی پکارتا ہے کہ اے خیر کی تلاش کرنے والے مُتوجّہ ہو اور آگے بڑھ، اور اے بُرائی کے طلبگار بس کر اور آنکھیں کھول۔ اُس کے بعد وہ فرشتہ کہتا ہے کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کی جائے، کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے، کوئی دُعا کرنے والا ہے کہ اُسکی دُعا قبول کی جائے، کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔ اس سب کے بعد یہ امر بھی نہایت ضروری اور قابلِ لحاظ ہے کہ دُعا کے قبول ہونے کے لئے کچھ شرائط بھی وارد ہوئی ہیں کہ ان کے فوت ہونے سے بسا اوقات دعا رَد کردی جاتی ہے منجملہ ان کے حرام غذا ہے کہ اس کی وجہ سے بھی دُعا رد ہوجاتی ہے۔ نبیِ کریم صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ بہت سے پریشان حال آسمان

کی طرف ہاتھ کھینچ کر دعا مانگتے ہیں اور یارب یارب کرتے ہیں مگر کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام ایسی حالت میں کہاں دُعا قبول ہوسکتی ہے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں مُستجاب الدّعا لوگوں کی ایک جماعت تھی، جب کوئی حاکم ان پر مُسلّط ہوتا اس کے لئے بددعا کرتے وہ ہلاک ہوجاتا۔ حجّاج ظالم کا جب وہاں تسلّط ہوا تو اس نے ایک دعوت کی جس میں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا اور جب کھانے سے فارغ ہوچکے تو اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی بددعا سے محفوظ ہوگیا کہ حرام کی روزی ان کے پیٹ میں داخل ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہمارے زمانہ کی حلال روزی پر بھی ایک نگاہ ڈالی جائے جہاں ہر وقت سُود تک کے جواز کی کوششیں جاری ہوں، مُلازمین رشوت کو اور تاجر دھوکہ دینے کو بہتر سمجھتے ہوں۔

(۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الْمُتَسَحِّرِیْنَ۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط و ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب)

حُضور صلّی اللہ عَلَیہِ وَسلّم کا اِرشاد ہے کہ خود حق تعالیٰ شانُہٗ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔

ف: کس قدر اللہ جَلّ جلالُہٗ کا اِنعام واِحسان ہے کہ روزہ کی برکت سے اس سے پہلے کھانے کو جس کو سحری کہتے ہیں اُمّت کے لئے ثواب کی چیز بنادیا اور اس میں بھی مسلمانوں کو اجر دیا جاتا ہے۔ بہت سی احادیث میں سحر کھانے کی فضیلت اور اجر کا ذکر ہے۔ علامہ عینیؒ نے سترہ صحابہؓ سے اِسکی فضیلت کی احادیث نقل کی ہیں اور اس کے مُستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ بہت سے لوگ کاہلی کی وجہ سے اس فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں، اور بعض لوگ تراویح پڑھ کر کھانا کھا کر سو جاتے ہیں اور وہ اس کے ثواب سے محروم رہتے ہیں، اس لئے کہ لُغت میں سحر اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے قریب کھایا جائے جیسا کہ قاموس نے لکھا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آدھی رات سے اس کا وقت شروع ہوجاتا ہے[۱] صاحب کشّافؒ نے اخیر کے چھٹے حصّہ کو بتلایا ہے یعنی تمام رات کو چھ حصّوں پر تقسیم کرکے اخیر کا حصّہ مثلاً اگر غروب آفتاب سے طُلوعِ صبح صادق تک بارہ گھنٹے ہوں تو اخیر کے دو گھنٹے سحر کا وقت ہے اور ان میں بھی تاخیر اَولٰے ہے۔ بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ روزہ میں شک ہونے لگے۔ سَحر کی فضیلت بہت سی احادیث میں آئی ہے۔

[۱] مرقاۃ

نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ ہمارے اور اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزہ میں سَحری کھانے سے فرق ہوتا ہے کہ وہ سحری نہیں کھاتے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ سحری کھایا کرو کہ اس میں برکت ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین چیزوں میں برکت ہے۔ جماعت میں، اور ثرید میں، اور سَحری کھانے میں۔ اس حدیث میں جماعت سے عام مراد ہے، نماز کی جماعت اور ہر وہ کام جس کو مسلمانوں کی جماعت مل کر کرے کہ اللہ کی مدد اس کے ساتھ فرمائی گئی ہے، اور ثرید گوشت میں پکی ہوئی روٹی کہلاتی ہے جو نہایت لذیذ کھانا ہوتا ہے، تیسرے سَحری۔ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب کسی صحابی رضؓ کو اپنے ساتھ سَحر کھلانے کے لئے بلاتے تو ارشاد فرماتے کہ آؤ برکت کا کھانا کھالو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سحری کھا کر روزہ پر قوّت حاصل کرو، اور دوپہر کو سو کر اخیر شب کے اُٹھنے پر مدد چاہا کرو۔

حضرت عبداللہ بن حارثؓ ایک صحابی رضؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ آپ سحری نوش فرما رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایک برکت کی چیز ہے جو اللہ نے تم کو عطا فرمائی ہے اس کو مت چھوڑنا۔ حضورؐ نے متعدد روایات میں سحور کی ترغیب فرمائی ہے حتیٰ کہ ارشاد ہے کہ اور کچھ نہ ہو تو ایک چھوہارہ ہی کھالے یا ایک گھونٹ پانی ہی پی لے۔ اس لئے روزہ داروں کو اس ہم خرما و ہم ثواب کا خاص طور سے اہتمام کرنا چاہیئے کہ اپنی راحت اپنا نفع اور مفت کا ثواب۔ مگر اتنا ضروری ہے کہ اِفراط و تفریط ہر چیز میں مضر ہے اس لئے نہ اتنا کم کھاوے کہ عبادات میں ضُعف محسوس ہونے لگے اور نہ اتنا زیادہ کھاوے کہ دن بھر کھٹی ڈکاریں آتی رہیں۔ خود ان احادیث میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ چاہے ایک چھوارہ ہو یا ایک گھونٹ پانی۔ نیز مُستقل احادیث میں بھی بہت کھانے کی مُمانعت آئی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ بخاری کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ سحری کی برکات مُختلف وُجوہ سے ہیں، اِتباعِ سُنّت، اہلِ کتاب کی مخالفت کہ وہ سحری نہیں کھاتے، اور ہم لوگ حتیّ الوسع ان کی مُخالفت کے مامور ہیں۔

نیز عبادت پر قوت، عبادت میں دل بستگی کی زیادتی، نیز شدّتِ بھوک سے اکثر بد خلقی پیدا ہو جاتی ہے اس کی مدافعت، اس وقت کوئی ضرورت مند سائل آجائے تو اس کی اعانت، کوئی پڑوس میں غریب فقیر ہو اس کی مدد، یہ وقت خصوصیّت سے قبولیتِ دعا کا ہے۔ سحری کی بدولت دعا کی توفیق ہو جاتی ہے اُس وقت میں ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اِبنِ دقیقُ العید کہتے ہیں کہ صُوفیاء کو سُحور کے مسئلہ میں کلام ہے کہ وہ مقصدِ روزہ کے

خلاف ہے اسلئے کہ مقصدِ روزہ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کا توڑنا ہے اور سحری کھانا اس مقصد کے خلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ مقدار میں اتنا کھانا کہ یہ مَصْلَحَت بِالْکُلِّیہ فوت ہو جائے یہ تو بہتر نہیں اس کے علاوہ حسبِ حیثیت وضرورت مُختلِف ہوتا رہتا ہے، بندہ کے ناقص خیال میں اس بارے میں قولِ فیصَل بھی یہی ہے کہ اصل سُحور وافطار میں تقلیل ہے مگر حسبِ ضرورت اس میں تغیرؔ ہو جاتا ہے مثلاً طُلبا، کی جماعت کہ ان کے لئے تقلیلِ طعام منافعِ صوم کے حاصل ہونے کے ساتھ تحصیلِ علم کی مَضرّت کو شامل ہے اسلئے ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ تقلیل نہ کریں کہ علمِ دین کی اہمیت شریعت میں بہت زیادہ ہے اسی طرح ذاکرین کی جماعت علیٰ ہٰذا دوسری جماعتیں جو تقلیلِ طعام کی وجہ سے کسی دینی کام میں اہمیت کے ساتھ مشغول نہ ہو سکیں۔ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ جہاد کو تشریف لیجاتے ہوئے اعلان فرمادیا کہ سفر میں روزہ نیکی نہیں حالانکہ رَمَضَانُ الْمُبَارک کا روزہ تھا مگر اس جگہ جہاد کا تقابُل آپڑا تھا۔ البتہ جس جگہ کسی ایسے دینی کام میں جو روزے سے زیادہ اہم ہو ضُعف اور کَسَل پیدا نہ ہو وہاں تقلیلِ طعام ہی مناسب ہے شرحِ اِقناع میں علامہ شَعرانی رح سے نقل کیا ہے کہ ہم سے اس پر عہد لئے گئے کہ پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائیں بِالْخُصُوص رَمَضَانُ الْمُبَارک کی راتوں میں۔ بہتر یہ ہے کہ رمضان کے کھانے میں غیرِ رمضان سے کچھ تقلیل کرے اسلئے کہ افطار وسحر میں جو شخص پیٹ بھر کر کھائے اُس کا روزہ ہی کیا ہے۔ مَشَائِخ نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان میں بھوکا رہے آئندہ رمضان تک تمام سال شیطان کے زور سے محفوظ رہتا ہے، اور بھی بہت سے مَشَائِخ سے اس باب میں شِدّت منقول ہے۔

شرحِ اِحیاء میں عوارِف سے نقل کیا ہے کہ سہل رح بن عبداللہ تُستَری پندرہ روز میں ایک مرتبہ کھانا تناوُل فرماتے تھے اور رَمَضَانُ الْمُبَارک میں ایک لُقمہ، البتہ روزانہ اِتّباعِ سُنّت کی وجہ سے محض پانی سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ حضرت جُنید رح ہمیشہ روزہ رکھتے لیکن (اللہ والے) دوستوں میں سے کوئی آتا تو اُسکی وجہ سے روزہ افطار فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ (ایسے) دوستوں کے ساتھ کھانے کی فضیلت کچھ روزہ کی فضیلت سے کم نہیں۔ اور بھی سَلَف کے ہزاروں واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ کھانے کی کمی کے ساتھ نفس کی تادیب کرتے تھے مگر شرط وہی ہے کہ اس کی وجہ سے اور دینی اہم امور میں نقصان نہ ہو۔

(۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ

حُضُور کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ اُن کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا

لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ۔

رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ اُن کو رات کے جاگنے (کی مشقّت) کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔

(رواہ ابن ماجہ واللفظ لہ والنسائی وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم وقال علی شرط البخاری ذکر لفظہما المنذری فی الترغیب بمعناہ)

ف : عُلماء کے اس حدیث کی شرح میں چند اقوال ہیں اوّل یہ کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو دن بھر روزہ رکھ کر مال حرام سے افطار کرتا ہے کہ جتنا ثواب روزہ کا ہوا تھا اس سے زیادہ گناہ حرام مال کھانے کا ہو گیا اور دن بھر بھوکا رہنے کے سوا اور کچھ نہ مِلا۔

دوسرے یہ کہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا ہے لیکن غیبت میں بھی مُبتلا رہتا ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ روزہ کے اندر گناہ وغیرہ سے احتراز نہیں کرتا۔ نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ارشادات جامع ہوتے ہیں یہ سب صورتیں اس میں داخل ہیں اور ان کے علاوہ بھی۔ اسی طرح جاگنے کا حال ہے کہ رات بھر شب بیداری کی مگر تفریحاً تھوڑی سی غیبت یا کوئی اور حماقت بھی کرلی تو وہ سارا جاگنا بیکار ہو گیا۔ مثلاً صبح کی نماز ہی قضا کردی یا محض ریا اور شہرت کے لئے جاگا تو وہ بیکار ہے۔

(۹) عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الصِّیَامُ جُنَّۃٌ مَالَمْ یَخْرِقْھَا۔

حُضُور اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے جب تک اُس کو پھاڑ نہ ڈالے۔

(رواہ النسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ والحاکم وصححہ علی شرط البخاری والفاظہم مختلفۃ حکاہا المنذری فی الترغیب)

ف : ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے۔ دوسری روایت میں ہے کہ روزہ جہنّم سے حفاظت ہے۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے۔ حُضُور نے فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے۔ ان دونوں روایتوں میں اور اسی طرح اور بھی متعدد روایات میں روزہ میں اس قسم کے اُمور سے بچنے کی تاکید آئی ہے اور روزہ کا گویا ضائع کردینا اس کو قرار دیا

ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں روزہ کے کاٹنے کے لئے مشغلہ اس کو قرار دیا جاتا ہے کہ واہی تباہی میری تیری باتیں شروع کردی جائیں۔ بعض علماء کے نزدیک جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں ان حضرات کے نزدیک ایسی ہیں جیسے کہ کھانا پینا وغیرہ سب روزہ کو توڑنے والی اشیاء ہیں۔ جمہور کے نزدیک اگرچہ روزہ ٹوٹتا نہیں، مگر روزہ کے برکات جاتے رہنے سے تو کسی کو بھی انکار نہیں۔

مشائخ نے روزہ کے آداب میں چھ امور تحریر فرمائے ہیں کہ روزہ دار کو ان کا اہتمام ضروری ہے اوّل نگاہ کی حفاظت کہ کسی بے محل جگہ پر نہ پڑے حتّٰی کہ کہتے ہیں کہ بیوی پر بھی شہوت کی نگاہ نہ پڑے پھر اجنبی کا کیا ذکر اور اسی طرح کسی لہو ولعب وغیرہ ناجائز جگہ نہ پڑے۔ نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اس سے اللہ کے خوف کی وجہ سے بچ رہے حق تعالےٰ جَلَّ شَانُہٗ اس کو ایسا نورِ ایمانی نصیب فرماتے ہیں جس کی حلاوت اور لذّت قلب میں محسوس کرتا ہے۔ صوفیاء نے بے محل کی تفسیر یہ کی ہے کہ ہر ایسی چیز کا دیکھنا اس میں داخل ہے، جو دل کو حق تعالےٰ شانُہٗ سے ہٹا کر کسی دوسری طرف متوجہ کردے۔ دوسری چیز زبان کی حفاظت ہے۔ جھوٹ، چغل خوری، لغو بکواس، غیبت، بدگوئی، بدکلامی، جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے اسلئے روزہ دار کو چاہیئے کہ زبان سے کوئی فحش بات یا جہالت کی بات مثلاً تمسخر جھگڑا وغیرہ نہ کرے۔ اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تو کہہ دے کہ میرا روزہ ہے یعنی دوسرے کی ابتداء کرنے پر بھی اس سے نہ اُلجھے۔ اگر وہ سمجھنے والا ہو تو اس سے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے اور اگر وہ بیوقوف ناسمجھ ہو تو اپنے دل کو سمجھا دے کہ تیرا روزہ ہے تجھے ایسی لغویات کا جواب مناسب نہیں، بالخصوص غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی احتراز ضروری ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا۔ روزہ میں اس شدّت سے بھوک لگی کہ ناقابلِ برداشت بن گئی، ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں۔ صحابۂ کرام رضؓ نے نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دریافت کیا تو حضورؐ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور اُن دونوں کو اس میں قے کرنے کا حکم فرمایا دونوں نے قے کی تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حق تعالےٰ شانُہٗ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی

رہیں۔ اس حدیث سے ایک مضمون اور بھی مُترشّح ہوتا ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے روزہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ دونوں عورتیں روزہ کی وجہ سے مرنے کے قریب ہوگئیں۔ اسی طرح اور بھی گناہوں کا حال ہے اور تجربہ اس کی تائید کرتا ہے، کہ روزہ میں اکثر مُتقی لوگوں پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا اور فاسق لوگوں کی اکثر بُری حالت ہوتی ہے اس لئے اگر یہ چاہیں کہ روزہ نہ لگے تب بھی اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ گناہوں سے اس حالت میں احتراز کریں بالخصوص غیبت سے جس کو لوگوں نے روزہ کاٹنے کا مشغلہ تجویز کر رکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانُہ، نے اپنے کلام پاک میں غیبت کو اپنے بھائی کے مردار گوشت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور احادیث میں بھی بکثرت اس قسم کے واقعات ارشاد فرمائے گئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کا حقیقۃً گوشت کھایا جاتا ہے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے، معلوم ہوا کہ اُن کی غیبت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ میں رکھے کہ ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں، عوام کا ذکر نہیں خواص مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیادار کہلاتے ہیں دین داروں کی مجالس بھی بالعموم اس سے کم خالی ہوتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اکثر اس کو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اگر اپنے یا کسی کے دل میں کچھ کھٹکا بھی پیدا ہو تو اس پر اظہار واقعہ کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ غیبت کیا چیز ہے حضورؐ نے فرمایا کہ کسی کی پسِ پُشت ایسی بات کرنی جو اُسے ناگوار ہو، سائل نے پوچھا کہ اگر اس میں واقعۃً وہ بات موجود ہو جو کہی گئی۔ حضورؐ نے فرمایا جب ہی تو غیبت ہے۔ اگر واقعۃً موجود نہ ہو تب تو بہتان ہے ایک مرتبہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے۔ ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے، دوسرے کو پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سُود کے ستّر سے زیادہ باب ہیں، سب سے سہل اور ہلکا درجہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے اور ایک درہم سود کا پینتیس زنا سے زیادہ سخت ہے اور بدترین سود اور سب سے زیادہ خبیث ترین سود مسلمان کی آبرو ریزی ہے۔ احادیث میں غیبت اور مسلمان کی آبرو ریزی پر سخت سے سخت وعیدیں آئی ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ ان میں سے کچھ مُعتدبہ روایات جمع کروں اسلیئے کہ ہماری مجلسیں اس سے بہت ہی زیادہ پُر رہتی ہیں، مگر مضمون

دوسرا ہے اس لئے اسی قدر پر اکتفاء کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اس بلا سے محفوظ فرمائیں اور بزرگوں اور دوستوں کی دُعا سے مجھ سیہ کار کو بھی محفوظ فرمائیں کہ باطنی امراض میں کثرت سے مُبتلا ہوں ؎

کِبر و نخوت جہل و غفلت حِقد و کینہ بدظنی | کِذب و بدعہدی ریا و بُغض و غیبت دشمنی
کون بیماری ہے یارب جو نہیں مجھ میں ہوئی | عَافِنِیْ مِنْ کُلِّ دَاءٍ وَاقْضِ عَنِّیْ حَاجَتِیْ

اِنَّ لِیْ قَلْبًا سَقِیْمًا اَنْتَ شَافِ لِلْعَلِیْلِ

تیسری[۳] چیز جس کا روزہ دار کو اہتمام ضروری ہے وہ کان کی حفاظت ہے ہر مکروہ چیز سے جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے اس کی طرف کان لگانا اور سُننا بھی ناجائز ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ غیبت کا کرنے والا اور سُننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔ چوتھی[۴] چیز باقی اعضاءِ بدن مثلاً ہاتھ کا ناجائز چیز کے پکڑنے سے، پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا اور اسی طرح اور باقی اعضاءِ بدن کا۔ اسی طرح پیٹ کا افطار کے وقت مُشتبہ چیز سے محفوظ رکھنا۔ جو شخص روزہ رکھ کر حرام مال سے افطار کرتا ہے اُس کا حال اُس شخص کا سا ہے کہ کسی مرض کے لئے دوا کرتا ہے مگر اس میں تھوڑا سا سنکھیا بھی ملا لیتا ہے کہ اس مرض کے لئے تو وہ دوا مفید ہو جائے گی مگر یہ زہر ساتھ ہی ہلاک بھی کر دے گا۔

پانچویں[۵] چیز افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ شکم سیر ہو جائے اسلئے کہ روزہ کی غرض اس سے فوت ہو جاتی ہے۔ مقصود روزہ سے قوّتِ شہوانیہ اور بہیمیہ کا کم کرنا ہے اور قوّتِ نورانیہ اور ملکیہ کا بڑھانا ہے۔ گیارہ مہینہ تک بہت کچھ کھایا ہے اگر ایک مہینہ اس میں کچھ کمی ہو جائے گی تو کیا جان نکل جاتی ہے۔ مگر ہم لوگوں کا حال ہے کہ افطار کے وقت تلافیِ مافات میں اور سحر کے وقت حِفظِ ماتقدّم میں اتنی زیادہ مقدار کھا لیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے اور بغیر روزہ کی حالت کے اتنی مقدار کھانے کی نوبت کبھی نہیں آتی۔ رمضان المبارک بھی ہم لوگوں کے لئے خوید کا کام دیتا ہے۔ علامہ غزالی رح لکھتے ہیں کہ روزہ کی غرض یعنی قہرِ ابلیس اور شہوتِ نفسانیہ کا توڑنا کیسے حاصل ہو سکتا ہے اگر آدمی افطار کے وقت اس مقدار کی تلافی کر لے جو فوت ہوئی۔ حقیقۃً ہم لوگ بجز اس کے کہ اپنے کھانے کے اوقات بدل دیتے ہیں اس کے سوا کچھ بھی کمی نہیں کرتے، بلکہ اور زیادتی مختلف انواع کی کر جاتے ہیں جو بغیر رمضان کے مُیسّر نہیں ہوتی۔ لوگوں کی کچھ ایسی عادت ہو گئی ہے کہ عمدہ عمدہ اشیاء رمضان کے لئے رکھتے ہیں اور نفس دن بھر کے فاقہ کے بعد جب ان پر

پڑتا ہے تو خوب زیادہ سیر ہو کر کھاتا ہے تو بجائے قوّتِ شہوانیہ کے ضعیف ہونے کے اور بھڑک اٹھتی ہے اور جوش میں آجاتی ہے اور مقصد کے خلاف ہوجاتا ہے۔ روزہ کے اندر مُختلِف اَغراض اور فوائد اور اس کے مَشروع ہونے سے مُختلِف مَنافِع مقصود ہیں وہ سب جب ہی حاصل ہوسکتے ہیں جب کچھ بھوکا بھی رہے۔ بڑا نفع تو یہی ہے جو معلوم ہوچکا یعنی شہوتوں کا توڑنا، یہ بھی اسی پر موقوف ہے کہ کچھ وقت بھوک کی حالت میں گذرے۔ نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح چلتا ہے اس کے راستوں کو بھوک سے بند کرو۔ تمام اَعضاءٗ کا سیر ہونا نفس کے بھوکا رہنے پر موقوف ہے جب نفس بھوکا رہتا ہے تو تمام اَعضاء سیر رہتے ہیں اور جب نفس سَیر ہوتا ہے تو تمام اَعضاء بھوکے رہتے ہیں۔ دوسری غرض روزہ سے فقراء کے ساتھ تَشَبُّہ اور ان کے حال پر نظر ہے وہ بھی جب ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ جب سَحَر میں معدہ کو دودھ جلیبی سے اتنا نہ بھرلے کہ شام تک بھوک ہی نہ لگے۔ فُقراء کے ساتھ مشابہت جب ہی ہوسکتی ہے جب کچھ وقت بھوک کی بے تابی کا بھی گذرے۔ بِشر حافی رح کے پاس ایک شخص گئے وہ سردی میں کانپ رہے تھے اور کپڑے پاس رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ وقت کپڑے نکالنے کا ہے فرمایا کہ فُقَراء بہت ہیں اور مجھ میں اُن کی ہمدردی کی طاقت نہیں، اتنی ہمدردی کرلوں کہ میں بھی ان جیسا ہوجاؤں۔ مَشائخ صُوفیاء نے عامّۃً اس پر تنبیہ فرمائی ہے اور فُقَہاء نے بھی اُسکی تصریح کی ہے۔ صاحب مَراقی الفلاح رح لکھتے ہیں کہ سُحور میں زیادتی نہ کرے جیسا کہ مُتنَعِّم لوگوں کی عادت ہے کہ یہ غرض کو فوت کردیتا ہے۔ علّامہ طحطاوی رح اُس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ غرض کا مقصود یہ ہے کہ بھوک کی تلخی کچھ محسوس ہو تاکہ زیادتیٔ ثواب کا سبب ہو اور مساکین و فُقراء پر ترس آسکے۔ خود نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ جلّ شانُہٗ کو کسی برتن کا بھرنا اس قدر ناپسند نہیں ہے جتنا کہ پیٹ کا پُر ہونا ناپسند ہے۔ ایک جگہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ آدمی کے لئے چند لقمے کافی ہیں جن سے کمر سیدھی رہے۔ اگر کوئی شخص بالکل کھانے پر تُل جائے تو اُس سے زیادہ نہیں کہ ایک تہائی پیٹ کھانے کے لئے رکھے اور ایک تہائی پینے کے لئے اور ایک تہائی خالی۔ آخر کوئی تو بات تھی کہ نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کئی کئی روز تک مُسلسل لگاتار روزہ رکھتے تھے کہ درمیان میں کچھ بھی نوش نہیں فرماتے تھے۔ میں نے اپنے آقا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کو پورے رَمَضانُ المبارک دیکھا ہے کہ افطار و سحر دونوں وقت کی مقدار تقریباً ڈیڑھ چپاتی سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ کوئی خادم عرض بھی کرتا تو فرماتے کہ بھوک نہیں ہوتی، دوستوں کے

خیال سے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں، اور اس سے بڑھ کر حضرت مولٰنا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سُنا ہے کہ کئی کئی دن مُسلسل ایسے گذر جاتے تھے کہ تمام شب کی مقدار سحر و افطار بے دودھ کی چائے کے چند فنجان کے سوا کچھ نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت کے مخلص خادم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر[۱] صاحب (نوّر اللہ مرقدہٗ) نے لجاجت سے عرض کیا کہ ضُعف بہت ہو جائے گا حضرت کچھ تناوُل ہی نہیں فرماتے تو حضرت نے فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ جنّت کا لُطف حاصل ہو رہا ہے۔ حق تعالیٰ ہم سیہ کاروں کو بھی ان پاک ہستیوں کا اِتباع نصیب فرمادیں تو زہے نصیب۔ مولٰنا سعدی رح فرماتے ہیں ؎

ندارند تن پروراں آگہی کہ پُر معدہ باشد زحکمت تہی

چھٹی[۶] چیز جس کا لحاظ روزہ دار کے لئے ضروری فرماتے ہیں یہ ہے کہ روزہ کے بعد اس سے ڈرتے رہنا بھی ضروری ہے کہ نامعلوم یہ روزہ قابلِ قبول ہے یا نہیں اور اسی طرح ہر عبادت کے ختم پر کہ نامعلوم کوئی لغزش جس کی طرف اِلتفات بھی نہیں ہوتا ایسی تو نہیں ہوگئی جس کی وجہ سے یہ منہ پر مار دیا جائے۔ نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا اِرشاد ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ہیں کہ قرآن پاک ان کو لعنت کرتا رہتا ہے۔ نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا اِرشاد ہے کہ قیامت میں جن لوگوں کا اوّلین وہلہ میں فیصلہ ہوگا (ان کے مِن جُملہ) ایک شہید ہوگا جس کو بُلایا جائے گا اور اللہ کے جو جو اِنعام دنیا میں اُس پر ہوئے تھے وہ اس کو جتائے جائیں گے۔ وہ اُن سب نعمتوں کا اقرار کریگا۔ اس کے بعد اس سے پوچھا جائے گا کہ ان نعمتوں میں کیا حق ادائیگی کی۔ وہ عرض کرے گا کہ تیرے راستے میں قِتال کیا حتّٰی کہ شہید ہوگیا۔ اِرشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے بلکہ قِتال اس لئے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں، سو کہا جاچکا۔ اس کے بعد حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنّم میں پھینک دیا جائے گا۔ ایسے ہی ایک عالم بلایا جائے گا اس کو بھی اسی طرح سے اللہ کے اِنعامات جتلا کر پوچھا جائے گا۔ کہ ان انعامات کے بدلے میں کیا کارگذاری ہے وہ عرض کرے گا کہ علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کی خاطر تلاوت کی۔ اِرشاد ہوگا کہ جُھوٹ ہے یہ اسلیے کیا گیا تھا کہ لوگ عَلّامہ کہیں، سو کہا جاچکا۔ اس کو بھی حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنّم میں پھینک دیا جائے گا اسی طرح

---

[۱] حضرت مولانا رح حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خُلفاء میں ہیں۔ رائپور ہی قیام رہتا ہے اپنے شیخ کے قدم بقدم متبع ہیں جو لوگ رائے پوری دربار سے محروم رہ گئے مولانا کے وجود کو غنیمت سمجھیں کہ ہر جانے والا اپنی نظیر نہیں چھوڑتا۔

(اب حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا بھی ۱۵ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ جمعرات کو وصال ہوگیا۔)

ایک دولت مند بلایا جائے گا، اس سے انعاماتِ الٰہی شمار کرانے اور اقرار لینے کے بعد پوچھا جائے گا کہ اللہ کی ان نعمتوں میں کیا عمل کیا وہ کہے گا کہ کوئی خیر کا راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں میں نے کچھ خرچ نہ کیا ہو۔ اِرشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اسلئے کیا گیا تھا کہ لوگ سخی کہیں، سو کہا جاچکا۔ اس کو بھی حکم ہوگا اور منہ کے بَل کھینچ کر جہنّم میں پھینک دیا جائے گا۔ اللہ محفوظ فرمائیں کہ یہ سب بدنیتی کے ثمرات ہیں۔ اس قسم کے بہت سے واقعات احادیث میں مذکور ہیں اسلئے روزہ دار کو اپنی نیت کی حفاظت کے ساتھ اس سے خائف بھی رہنا چاہیئے اور دعا بھی کرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ اس کو اپنی رضا کا سبب بنالیں۔ مگر ساتھ ہی یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اپنے عمل کو قابلِ قبول نہ سمجھنا امر آخر اور کریم آقا کے لطف پر نگاہ امر آخر ہے اس کے لُطف کے انداز بالکل نرالے ہیں۔ معصیت پر بھی کبھی ثواب دیدیتے ہیں تو پھر کوتاہی عمل کا کیا ذکر ؎

خوبی ہمیں کرشمہ وناز وخرام نیست   بسیار شیوہ ہاست بتاں راکہ نام نیست

یہ چھ چیزیں عام صُلحاء کے لئے ضروری بتلائی جاتی ہیں۔ خَواص اور مُقرّبین کے لئے ان کے ساتھ ایک ساتویں چیز کا بھی اِضافہ کرتے ہیں کہ دل کو اللہ کے سوا کسی چیز کی طرف بھی مُتوجّہ نہ ہونے دے حتّٰی کہ روزہ کی حالت میں اس کا خیال اور تدبیر کہ افطار کے لئے کوئی چیز ہے یا نہیں یہ بھی خطا فرماتے ہیں۔ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ روزہ میں شام کو افطار کے لئے کسی چیز کے حاصل کرنے کا قصد بھی خطا ہے اسلئے کہ یہ اللہ کے وعدۂ رزق پر اعتماد کی کمی ہے۔ شرحِ اِحیاء میں بعض مشائخ کا قصّہ لکھا ہے کہ اگر افطار کے وقت سے پہلے کوئی چیز کہیں سے آجاتی تھی تو اس کو کسی دوسرے کو دیدیتے تھے مَبادا دل کو اس کی طرف اِلتفات ہوجائے اور توکّل میں کسی قسم کی کمی ہوجائے۔ مگر یہ اُمور بڑے لوگوں کے لئے ہیں۔ ہم لوگوں کو ان امور کی ہوس کرنا بھی بے محل ہے اور اس حالت پر پہنچے بغیر اس کو اختیار کرنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ مُفسّرین نے لکھا ہے کہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ میں آدمی کے ہر جزو پر روزہ فرض کیا گیا ہے، پس زبان کا روزہ جھوٹ وغیرہ سے بچنا ہے اور کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سُننے سے احتراز، آنکھ کا روزہ لہو ولعب کی چیزوں سے اِحتراز ہے اور ایسے ہی باقی اعضاء حتّٰی کہ نفس کا روزہ حرص وشہوتوں سے بچنا، دل کا روزہ حُبِّ دنیا سے خالی رکھنا، روح کا روزہ آخرت کی لذّتوں سے بھی اِحتراز اور سِرِّ خاص کا روزہ غیر اللہ کے وجود سے بھی اِحتراز ہے۔

(١٠) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ   نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا اِرشاد ہے کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَّلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَاِنْ صَامَهٗ۔

جو شخص (قصداً) بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کردے، غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ والدارمی والبخاری فی ترجمۃ باب کذا فی المشکوٰۃ قلت وبسط الکلام علی طرقہ العینی فی شرح البخاری)

ف: بعض عُلَماء کا مذہب جن میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ وغیرہ حضرات بھی ہیں اس حدیث کی بِناء پر یہ ہے کہ جس نے رَمَضَانُ الْمبارک کے روزہ کو بلا وجہ کھودیا اس کی قضا ہو ہی نہیں سکتی چاہے عمر بھر روزے رکھتا رہے مگر جمہور فُقَہاء کے نزدیک اگر رمضان کا روزہ رکھا ہی نہیں تو ایک روزے کے بدلے ایک روزہ سے قضا ہو جائے گی اور اگر روزہ رکھ کر توڑ دیا تو قضا کے ایک روزہ کے علاوہ دو مہینہ کے روزۂ کفّارہ کے ادا کرنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے البتہ وہ برکت اور فضیلت جو رَمَضَانُ الْمبارک کی ہے ہاتھ نہیں آسکتی اور اس حدیث پاک کا مطلب یہی ہے کہ وہ برکت ہاتھ نہیں آسکتی جو رمضان شریف میں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی۔ یہ سب کچھ اس حالت میں ہے کہ بعد میں قضا بھی کرے اور اگر سرے سے رکھے ہی نہیں جیساکہ اس زمانہ کے بعض فُسّاق کی حالت ہے تو اُس کی گمراہی کا کیا پوچھنا۔ روزہ ارکانِ اسلام سے ایک رکن ہے۔ نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اسلام کی بُنیاد پانچ چیزوں پر ارشاد فرمائی ہے۔ سب سے اوّل توحید ورسالت کا اقرار، اس کے بعد اسلام کے چاروں مشہور رکن نماز، روزہ زکوٰۃ، حج۔ کتنے مسلمان ہیں جو مردم شماری میں مسلمان شمار ہوتے ہیں، لیکن ان پانچوں میں سے ایک کے بھی کرنے والے نہیں۔ سرکاری کاغذات میں وہ مسلمان لکھے جائیں مگر اللہ کی فہرست میں وہ مسلمان شمار نہیں ہو سکتے۔ حتّٰی کہ حضرت ابنِ عباس رض کی روایت میں ہے کہ اسلام کی بنیاد تین چیز پر ہے۔ کلمہ شہادت اور نماز روزہ۔ جو شخص ان میں سے ایک بھی چھوڑ دے وہ کافر ہے، اس کا خون کردینا حلال ہے۔ عُلماء نے ان جیسی روایات کو انکار کے ساتھ مُقیَّد کیا ہو یا کوئی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے انکار نہیں کہ نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ارشادات ایسے لوگوں کے بارے میں سخت سے سخت وارد ہوئے ہیں۔ فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی کرنے والوں کو اللہ کے قہر سے

بہت ہی زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہے کہ موت سے کسی کو چارہ نہیں، دنیا کی عیش وعشرت بہت جلد چھوٹنے والی چیز ہے، کارآمد چیز صرف اللہ کی اطاعت ہے۔ بہت سے جاہل تو اتنے ہی پر کفایت کرتے ہیں کہ روزہ نہیں رکھتے لیکن بہت سے بددین زبان سے بھی اس قسم کے الفاظ بک دیتے ہیں کہ جو کفر تک پہنچا دیتے ہیں۔ مثلاً روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو یا ہمیں بھوکا مارنے سے اللہ کو کیا مل جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے الفاظ سے بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور بہت غور و اہتمام سے ایک مسئلہ سمجھ لینا چاہیئے کہ دین کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا تمسخر اور مذاق اڑانا بھی کفر کا سبب ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے، کبھی بھی روزہ نہ رکھے اسی طرح اور کوئی فرض ادا نہ کرے بشرطیکہ اس کا منکر نہ ہو وہ کافر نہیں، جس فرض کو ادا نہیں کرتا اُس کا گناہ ہوتا ہے اور جو اعمال ادا کرتا ہے ان کا اجر ملتا ہے لیکن دین کی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بات کا تمسخر بھی کفر ہے جس سے اور بھی تمام عمر کے نماز روزہ نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، بہت زیادہ قابلِ لحاظ امر ہے، اس لئے روزہ کے متعلق بھی کوئی ایسا لفظ ہرگز نہ کہے، اور اگر تمسخر وغیرہ نہ کرے تب بھی بغیر عذر افطار کرنیوالا فاسق ہے حتّٰی کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جو شخص رمضان میں علی الاعلان بغیر عذر کے کھاوے اس کو قتل کیا جاوے لیکن قتل پر اگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے قدرت نہ ہو کہ یہ کام امیر المؤمنین کا ہے تو اس فرض سے کوئی بھی سُبکدوش نہیں کہ اس کی اس ناپاک حرکت پر اظہار نفرت کرے اور اس سے کم تو ایمان کا کوئی درجہ ہی نہیں کہ اس کو دل سے بُرا سمجھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے مطیع بندوں کے طفیل مجھے بھی نیک اعمال کی توفیق نصیب فرماویں کہ سب سے زیادہ کوتاہی کرنے والوں میں ہوں۔ فصل اوّل میں دس حدیثیں کافی سمجھتا ہوں کہ ماننے والے کے لئے ایک بھی کافی ہے چہ جائیکہ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ اور نہ ماننے والے کیلئے جتنا بھی لکھا جائے بیکار ہے حق تعالیٰ شانہٗ سب مسلمانوں کو عمل کی توفیق نصیب فرماویں۔

فصلِ ثانی

شبِ قدر کے بیان میں

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شبِ قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی برکت اور خیر کی رات ہے۔ قرآن پاک میں اس کو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی برس چار ماہ ہوتے ہیں۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے کہ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گذار دے اس نے گویا تراسی برس چار ماہ سے زیادہ زمانہ کو عبادت میں گذار دیا اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینے سے کتنے ماہ زیادہ افضل ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ کا حقیقۃً بہت ہی بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لئے یہ ایک بے نہایت نعمت مرحمت فرمائی۔ دُرِّ منثور میں حضرت انس رضؓ سے حضور صلعم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ شبِ قدر حق تعالیٰ جلّ شانہٗ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا۔ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوتی ہیں اور آپ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں اگر وہ نیک اعمال میں اُن کی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن۔ اس سے اللہ کے لاڈلے نبیؐ کو رنج ہوا۔ اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس راتیں بھی نصیب ہو جاویں اور ان کو عبادت میں گذار دے تو گویا آٹھ سو تینتیس ۸۳۳ برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ کامل عبادت میں گذار دیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا رہا۔ صحابہؓ کو اس پر رشک آیا تو اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ نے اس کی تلافی کے لئے اس رات کا نزول فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا حضرت ایوبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت حزقیلؑ، حضرت یوشعؑ کہ اسّی اسّی برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حیرت ہوئی تو حضرت

جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام حاضرِ خدمت ہوئے اور سورۃ اَلْقَدر سنائی۔ اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں۔ اس قسم کے اختلافِ روایات کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو ہر واقعہ کی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔ بہرحال سببِ نزول جو بھی کچھ ہوا ہو لیکن اُمتِ محمدیہ کے لئے یہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا بہت ہی بڑا انعام ہے یہ رات بھی اللہ ہی کا عطیہ ہے اور اس میں عمل بھی اسی کی توفیق سے مُیَسَّر ہوتا ہے ورنہ ؎

تہیدستانِ قسمت راچہ سُود از راہبرِ کامل　　　کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

کس قدر قابلِ رشک ہیں وہ مشائخ جو فرماتے ہیں کہ بلوغ کے بعد سے مجھ سے شبِ قدر کی عبادت کبھی فوت نہیں ہوئی، البتہ اس رات کی تعیین میں علماءِ امت کے درمیان میں بہت ہی کچھ اختلاف ہے۔ تقریباً پچاس کے قریب اقوال ہیں سب کا احاطہ دُشوار ہے البتہ مشہور اقوال کا ذکر عنقریب آنے والا ہے۔ کُتُبِ احادیث میں اس رات کی فضیلت مختلف اَنواع اور مُتعدّد روایات سے وارد ہوئی ہے جن میں سے بعض کا ذکر آتا ہے مگر چونکہ اس رات کی فضیلت خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے اور مُستقل ایک سورت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اسلئے مناسب ہے کہ اوّل اس سورۃ شریفہ کی تفسیر لکھ دی جائے۔ ترجمہ حضرت اقدس حکیم الاُمّۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کی تفسیر بیانُ القرآن سے مَاخُوذ ہے اور فوائد دوسری کُتُب سے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚ بیشک ہم نے قرآن پاک کو شبِ قدر میں اُتارا ہے۔

ف: یعنی قرآن پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اسی رات میں اُترا ہے۔ یہ ہی ایک بات اس رات کی فضیلت کے لئے کافی تھی کہ قرآن پاک جیسی عظمت والی چیز اس میں نازل ہوئی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سے برکات وفضائل شامل ہو گئے ہوں۔ آگے زیادتیٔ شوق کے لئے ارشاد فرماتے ہیں وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ؕ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شبِ قدر کیسی بڑی چیز ہے۔ یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں۔ اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕ شبِ قدر ہزاروں مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اُس سے زیادہ شبِ قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ اس رات میں فرشتے اُترتے ہیں۔ علامہ رازیؒ لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جب ابتداء میں تجھے دیکھا تھا تو تجھ سے نفرت ظاہر کی تھی، اور بارگاہِ عالی میں عرض کیا تھا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا

فرماتے ہیں جو دنیا میں فساد کرے اور خون بہاوے اس کے بعد والدین نے جب تجھے اوّل دیکھا تھا جب کہ تو منی کا قطرہ تھا تو تجھ سے نفرت کی تھی۔ حتیٰ کہ کپڑے کو اگر لگ جاتا تو کپڑے کو دھونے کی نوبت آتی۔ لیکن جب حق تعالیٰ شانہٗ نے اس قطرہ کو بہتر صورت مرحمت فرمادی تو والدین کو بھی شفقت اور پیار کی نوبت آئی اور آج جب کہ توفیقِ الٰہی سے توشبِ قدر میں معرفتِ الٰہی اور طاعتِ ربّانی میں مشغول ہے تو ملائکہ بھی اپنے اس فقرہ کی مَعذرت کرنے کیلئے اُترتے ہیں وَالرُّوحُ فِيهَا اور اس رات میں رُوح القُدُس یعنی حضرت جبرئیل عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلام بھی نازل ہوتے ہیں روح کے معنی میں مُفسّرین کے چند قول ہیں۔ جُمہور کا یہی قول ہے جو اُوپر لکھا گیا کہ اس سے حضرت جبرئیل عَلَيْهِ السَّلام مراد ہیں۔ علامہ رازی رح نے لکھا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے اور حضرت جبرئیل عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلام کی افضلیت کی وجہ سے ملائکہ کے ذکر کے بعد خاص طور سے ان کا ذکر فرمایا بعض کا قول ہے کہ روح سے مراد ایک بہت بڑا فرشتہ ہے کہ تمام آسمان و زمین اس کے سامنے ایک لقمہ کے بقدر ہیں۔ بعضوں کا قول ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی ایک مخصوص جماعت ہے جو اور فرشتوں کو بھی صرف لَيْلَةُ الْقَدْر ہی میں نظر آتے ہیں۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ اللہ کی کوئی مخصوص مخلوق ہے جو کھاتے پیتے ہیں مگر نہ فرشتے ہیں نہ انسان۔ پانچواں یہ کہ حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ السَّلام مراد ہیں جو اُمّتِ محمّدیہ کے کارنامے دیکھنے کے لئے ملائکہ کے ساتھ اُترتے ہیں۔ چھٹا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے یعنی اس رات میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور ان کے بعد میری رحمت خاص نازل ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی چند اقوال ہیں مگر مشہور قول پہلا ہی ہے۔ سُنَنِ بَیہقی میں حضرت اَنس رض کے واسطے سے نبیِ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اِرشاد منقول ہے کہ شبِ قدر میں حضرت جبرئیل عَلَيْهِ السَّلام فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اُترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّن كُلِّ أَمْرٍ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امرِ خیر کو لے کر زمین کی طرف اُترتے ہیں۔ مَظاہرِ حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی اور اسی رات میں آدم ع کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا۔ اسی رات میں جنّت میں درخت لگائے گئے اور دعا وغیرہ کا قبول ہونا تو بکثرت روایات میں وارد ہے۔ دُرِّ منثُور کی ایک روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ السَّلام آسمان پر اُٹھائے گئے، اور اسی رات میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی سَلَامٌ وہ رات سراپا سلام ہے یعنی تمام رات ملائکہ کی طرف سے مومنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فوج آتی ہے دوسری جاتی ہے جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے۔

یا یہ مراد ہے کہ یہ رات سراپا سلامتی ہے، شر و فساد وغیرہ سے امن ہے۔ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ وہ رات (ان ہی برکات کے ساتھ) طلوعِ فجر تک رہتی ہے۔ یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے۔ اس سورۂ شریفہ کے ذکر کے بعد کہ خود اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے کلام پاک میں اس رات کی کتنی نوع کی فضیلتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں، احادیث کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی لیکن احادیث میں بھی اس کی فضیلت بکثرت وارد ہوئی ہے اُن میں سے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (کذا فی الترغیب عن البخاری ومسلم)

نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ جو شخص لَیْلَةُ الْقَدْر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیّت سے (عبادت کیلئے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

ف: کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت تلاوت اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو اور ثواب کی اُمّید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی بدنیتی سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو۔ خطابیؒ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو، بوجھ سمجھ کر بددلی کے ساتھ نہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جسقدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہو گا اتنا ہی عبادت میں مشقّت کا برداشت کرنا سہل ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قُربِ الٰہی میں جسقدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے، نیز یہ معلوم ہو جانا بھی ضروری ہے کہ حدیثِ بالا اور اُس جیسی احادیث میں گناہوں سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں اس لئے کہ قرآن پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے اُن کو اِلَّا مَنْ تَابَ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی بناء پر عُلماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے مُعاف نہیں ہوتا۔ پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے عُلماء اُس کو صغائر کے ساتھ مُقیّد فرمایا کرتے ہیں میرے والد صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ وَبَرَّدَ مَضْجَعَہٗ کا ارشاد ہے کہ احادیث میں صَغائر کی قید دو وجہ سے مذکور نہیں ہوتی۔ اوّل تو یہ کہ مسلمان کی شان یہ ہے ہی نہیں کہ اس کے ذمّہ کبیرہ گناہ ہو کیونکہ جب کبیرہ گناہ اس سے صادر ہو جاتا

ہے تو مسلمان کی اصل شان یہ ہے کہ اس کو اُس وقت تک چین ہی نہ آوے جب تک کہ اس گناہ سے توبہ نہ کرلے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اس قسم کے مواقع ہوتے ہیں مثلاً لیلۃ القدر ہی میں جب کوئی شخص بامیدِ ثواب عبادت کرتا ہے تو اپنی بداعمالیوں پر ندامت اس کے لئے گویا لازم ہے اور ہو ہی جاتی ہے اس لئے توبہ کا تحقق خود بخود ہوجاتا ہے کہ توبہ کی حقیقت گذشتہ پر ندامت اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہے لہٰذا اگر کوئی شخص کبائر کا مرتکب بھی ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ لیلۃ القدر ہو یا کوئی اور اجابت کا موقع ہو اپنی بداعمالیوں سے سچے دل سے پختگی کے ساتھ دل وزبان سے توبہ بھی کرلے تاکہ اللہ کی رحمتِ کاملہ متوجہ ہو اور صغیرہ کبیرہ سب طرح کے گناہ معاف ہوجاویں اور یاد آجاوے تو اس سیہ کار کو بھی اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یاد فرمالیں۔

(۲) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا مَحْرُوْمٌ۔ (رواه ابن ماجة واسناده حسن انشاء الله كذا في الترغيب وفي المشكوة عنه الا كل محروم)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے اُوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہی ہے۔

ف: حقیقۃً اس کی محرومی میں کیا تامل ہے جو اس قدر بڑی نعمت کو ہاتھ سے کھو دے۔ ریلوے ملازم چند کوڑیوں کی خاطر رات رات بھر جاگتے ہیں اگر اسّی برس کی عبادت کی خاطر کوئی ایک مہینہ تک رات میں جاگ لے تو کیا دِقت ہے۔ اصل یہ ہے کہ دل میں تڑپ ہی نہیں اور اگر ذرا سا چسکہ پڑجائے تو پھر ایک رات کیا سینکڑوں راتیں جاگی جاسکتی ہیں ؎

اُلفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

آخر کوئی بات تو تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ساری بشارتوں اور وعدوں کے جن کا آپ کو یقین تھا پھر اتنی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں وَرم کر جاتے تھے۔ انہی کے نام لیوا اور اُمتی آخر ہم بھی کہلاتے ہیں، ہاں جن لوگوں نے ان اُمور کی قدر کی وہ سب کچھ کر گئے اور نمونہ بن کر اُمت کو دکھلا گئے کہنے والوں

کو یہ موقع بھی نہیں رہا کہ حضورؐ کی حرص کون کر سکتا ہے اور کس سے ہو سکتی ہے. دل میں سما جانے کی بات ہے کہ چاہنے والے کے لئے دودھ کی نہر پہاڑ سے کھودنی بھی مشکل نہیں ہوتی، مگر یہ بات کسی کی جوتیاں سیدھی کئے بغیر مشکل سے حاصل ہوتی ہے ؎

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

آخر کیا بات تھی کہ حضرت عمرؓ عشاء کی نماز کے بعد گھر میں تشریف لے جاتے اور صبح تک نماز میں گذار دیتے تھے. حضرت عثمانؓ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز میں گذار دیتے. صرف رات کے اول حصہ میں تھوڑا سا سوتے تھے، رات کی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے. شرح احیاء میں ابو طالب مکیؒ سے نقل کیا ہے کہ چالیس تابعین سے بطریق تواتر یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے نماز صبح پڑھتے تھے. حضرت شدادؓ رات کو لیٹتے اور تمام رات کروٹیں بدل کر صبح کر دیتے اور کہتے یا اللہ آگ کے ڈر نے میری نیند اڑا دی. اسودؒ بن یزید رمضان میں مغرب عشاء کے درمیان تھوڑی دیر سوتے اور بس. سعید بن المسیبؒ کے متعلق منقول ہے کہ پچاس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی. صلہ بن اشیمؒ رات بھر نماز پڑھتے اور صبح کو یہ دعا کرتے کہ یا اللہ میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ جنت مانگوں، صرف اتنی درخواست ہے کہ آگ سے بچا دیجیو. حضرت قتادہؒ تمام رمضان تو ہر تین رات میں ایک قرآن ختم فرماتے مگر عشرۂ اخیرہ میں ہر رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے. امام ابو حنیفہؒ کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنا اتنا مشہور و معروف ہے کہ اس سے انکار تاریخ کے اعتماد کو ہٹاتا ہے. جب اُن سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ قوت کس طرح حاصل ہوئی تو اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے ناموں کے طفیل ایک مخصوص طریق پر دعا کی تھی. صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سوتے اور فرماتے کہ حدیث میں قیلولہ کا ارشاد ہے گویا دوپہر کے سونے میں بھی اتباعِ سُنّت کا ارادہ ہوتا. قرآن شریف پڑھتے ہوئے اتنا روتے کہ پڑوسیوں کو ترس آنے لگتا تھا۔ ایک مرتبہ ساری رات اس آیت کو پڑھتے اور روتے گذار دی بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ الخ (سورۃ قمر رکوع ۳) ابراہیمؒ بن ادہم رمضان المبارک میں نہ تو دن کو سوتے نہ رات کو. امام شافعیؒ رمضان المبارک میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ قرآن شریف ختم کرتے اور ان کے علاوہ سینکڑوں کے واقعات ہیں جنہوں نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ پر عمل کر کے بتلا دیا کہ کرنے والے کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ یہ سلف کے واقعات ہیں۔ اب بھی کرنے والے موجود ہیں اس درجہ کا مجاہدہ نہ سہی مگر اپنے زمانہ کے موافق اپنی طاقت و قدرت کے موافق نمونۂ سلف اب بھی موجود ہیں

اور نبیؐ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سچّا اِقتداء کرنے والے اس دورِ فساد میں بھی موجود ہیں، نہ راحت و آرام انہماکِ عبادت سے مانع ہوتا ہے نہ دُنیوی مَشاغل سدِ راہ ہوتے ہیں۔ نبیِؐ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ اللہ جَلَّ جلالُہٗ کا اِرشاد ہے۔ اے ابنِ آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا، میں تیرے سینے کو غنا سے بھردونگا اور تیرے فقر کو بند کردوں گا ورنہ تیرے سینہ کو مَشاغل سے بھردوں گا اور فقر زائل نہیں ہوگا۔ روزمرّہ کے مُشاہدات اس سچّے اِرشاد کے شاہدِ عدل ہیں۔

(۳) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ فِیْ کَبْکَبَۃٍ مِّنَ الْمَلٰئِکَۃِ یُصَلُّوْنَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدِھِمْ یَعْنِیْ یَوْمَ فِطْرِھِمْ بَاھٰی بِھِمْ مَلٰئِکَتَہٗ فَقَالَ یَا مَلٰئِکَتِیْ مَا جَزَاءُ اَجِیْرٍ وَّفّٰی عَمَلَہٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَاؤُہٗ اَنْ یُّوَفّٰی اَجْرُہٗ؏ قَالَ مَلٰئِکَتِیْ عَبِیْدِیْ وَاِمَائِیْ قَضَوْا فَرِیْضَتِیْ عَلَیْھِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا یَعُجُّوْنَ اِلَی الدُّعَاءِ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکَرَمِیْ وَعُلُوِّیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَاُجِیْبَنَّھُمْ فَیَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَبَدَّلْتُ سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَیَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّھُمْ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ)

نبیِؐ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے کہ شبِ قدر میں حضرت جبرئیل؏ ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور اُس شخص کیلئے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کررہا ہے (اور عبادت میں مشغول ہے) دعائے رحمت کرتے ہیں اور جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے، تو حق تعالیٰ جَلَّ شانُہٗ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں (اسلیئے کہ انہوں نے آدمیوں پر طعن کیا تھا) اور اُن سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کردے کیا بدلہ ہے وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رَب اس کا بدلہ یہی ہے کہ اُس کی اُجرت پوری دیدی جائے تو ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو! میرے غلاموں نے اور باندیوں نے میرے فریضہ کو پورا کردیا پھر دعا کے ساتھ چلّاتے ہوئے (عیدگاہ کی طرف) نکلے ہیں میری عزّت کی قسم میرے جلال کی قسم میری بخشش کی قسم میرے عُلوِّ شان کی قسم میرے بلندیِ مرتبہ کی قسم میں ان لوگوں کی دُعاضرور

؏ بالنصب وقیل بالرفع کذا فی المرقات ۱۲

قبول کروں گا پھر ان لوگوں کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور تمہاری بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے پس یہ لوگ عیدگاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔

ف : حضرت جبرئیلؑ کا ملائکہ کے ساتھ آنا خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا اور بہت سی احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے۔ رسالہ کی سب سے اخیر حدیث میں اس کا مُفصّل ذکر آرہا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تمام فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ ہر ذاکر و شاغل کے گھر جاویں اور اُن سے مُصافحہ کریں۔ "غالیۃ المواعظ" میں حضرت اقدس شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ کی غُنیۃ سے نقل کیا ہے کہ ابنِ عباس رضؓ کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبرئیلؑ کے کہنے سے مُتفرّق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مومن ہو اور وہ فرشتے مُصافحہ کرنے کے لئے وہاں نہ جاتے ہوں لیکن اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کُتّا یا سؤر ہو یا حرام کاری کی وجہ سے جنبی یا تصویر ہو، مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں جن میں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں، اور اللہ کی اتنی بڑی نعمتِ رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں۔ تصویر لٹکانے والا ایک آدھ ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔

(۴) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (مشکوٰۃ عن البخاری)

حضرت عائشہ رضؓ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔

ف : جمہور عُلماء کے نزدیک اخیر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے عام ہے کہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا۔ اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شبِ قدر کی تلاش ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ راتوں میں کرنا چاہیئے اگر مہینہ ۲۹ کا ہو تب بھی اخیر عشرہ یہی کہلاتا ہے مگر ابنِ حزم رحؒ کی رائے ہے کہ عشرہ کے معنی دس کے ہیں لہٰذا اگر تیس ۳۰ کا چاند رمضان المبارک کا ہو تب تو یہ ہے لیکن اگر ۲۹ کا چاند ہو تو اس صورت میں اخیر عشرہ بیسویں شب سے شروع ہوتا ہے اور اس صورت میں وتر راتیں یہ

ہونگی ۲۰، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۲۸۔ لیکن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃُ القَدر ہی کی تلاش میں رمضان المبارک کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور وہ بالاتفاق اکیسویں شب سے شروع ہوتا تھا۔ اس لئے بھی جمہور کا قول اکیسویں رات سے طاق راتوں میں قوی احتمال ہے زیادہ راجح ہے۔ اگرچہ احتمال اور راتوں میں بھی ہے اور دونوں قولوں پر تلاش جب ممکن ہے کہ بیسویں شب سے لے کر عید کی رات تک ہر رات میں جاگتا رہے اور شبِ قدر کی فکر میں لگا رہے۔ دس گیارہ راتیں کوئی ایسی اہم یا مشکل چیز نہیں جن کو جاگ کر گذار دینا اس شخص کے لئے کچھ مشکل ہو جو ثواب کی اُمید رکھتا ہو ؎

عُرفی اگر بگریہ مُیسّر شدے وصال
صد سال میتواں بہ تمنّا گریستن

(۵) عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُخْبِرَنَا بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَکُمْ بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا لَّکُمْ فَالْتَمِسُوْھَا فِی التَّاسِعَۃِ وَالسَّابِعَۃِ وَالْخَامِسَۃِ (مشکوٰۃ عن البخاری)

حضرت عُبادۃؓ کہتے ہیں کہ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس لئے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شبِ قدر کی اطلاع فرمادیں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اسلئے آیا تھا کہ تمھیں شبِ قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ جس کی وجہ سے اس کی تعیین اُٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اُٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو لہٰذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

ف: اس حدیث میں تین مضمون قابلِ غور ہیں۔ امرِ اوّل جو سب سے اہم ہے وہ جھگڑا ہے جو اس قدر سخت بُری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے شبِ قدر کی تعیین اُٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ تمھیں نماز روزہ صدقہ وغیرہ سب سے افضل چیز بتلاؤں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آپس کا سُلوک سب سے افضل ہے اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی ہے یعنی جیسے اُسترے سے سر کے بال ایک دم صاف ہو جاتے ہیں آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے دنیا دار دین سے بے خبر لوگوں کا کیا ذکر جب کہ بہت سی لمبی لمبی تسبیحیں پڑھنے والے دین کے دعویدار بھی ہر وقت آپس کی لڑائی میں مُبتلا رہتے ہیں اوّل حضورؐ کے ارشاد کو غور سے دیکھیں اور پھر اپنے

اس دین کی فکر کریں جس کے گھمنڈ میں صلح کے لئے جھکنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ فصل اوّل میں روزہ کے آداب میں گذر چکا ہے، کہ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مسلمانوں کی آبروریزی کو بدترین سُود اور خبیث ترین سود ارشاد فرمایا ہے لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبرو کی پرواہ کرتے ہیں، نہ اللہ اور اس کے سچے رسول کے ارشادات کا خیال۔ خود اللہ جَلَّ جَلالُہٗ کا ارشاد ہے وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا الآیة اور نزاع مت کرو، ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اُکھڑ جائے گی[1]۔ آج وہ لوگ جو ہر وقت دوسروں کا وقار گھٹانے کی فکر میں رہتے ہیں تنہائی میں بیٹھ کر غور کریں کہ خود وہ اپنے وقار کو کتنا صدمہ پہنچا رہے ہیں اور اپنی ان ناپاک اور کمینہ حرکتوں سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کتنے ذلیل ہو رہے ہیں اور پھر دنیا کی ذلّت بدیہی۔ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ چھوٹ چھٹاؤ رکھے اگر اس حالت میں مرگیا تو سیدھا جہنّم میں جاوے گا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر پیر و جمعرات کے دن اللہ کی حضوری میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی رحمت سے (نیک اعمال کی بدولت) مشرکوں کے علاوہ اوروں کی مغفرت ہوتی رہتی ہے مگر جن دو میں جھگڑا ہوتا ہے، ان کی مغفرت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان کو چھوڑے رکھو جب تک صلح نہ ہو۔ ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ ہر پیر جمعرات کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے، اس میں توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہوتی ہے اور اِستغفار کرنے والوں کی اِستغفار قبول کی جاتی ہے مگر آپس میں لڑنے والوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شب برأت میں اللہ کی رحمت عامّہ خلقت کی طرف مُتوجّہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے بہانہ سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی، ایک کافر دوسرا وہ جو کسی سے کینہ رکھے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبولیت کے لئے ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی، جن میں آپس کے لڑنے والے بھی فرمائے ہیں۔ یہ جگہ ان روایات کے اِحاطہ کی نہیں مگر چند روایات اس لئے لکھ دی ہیں کہ ہم لوگوں میں، عوام کا ذکر نہیں خواص میں اور ان لوگوں میں جو شُرفاء کہلاتے ہیں دیندار سمجھے جاتے ہیں اُن کی مجالس، اُن کے مجامع، اُن کی تقریبات، اس کمینہ حرکت سے لبریز ہیں۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔ لیکن ان سب کے بعد یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہ سب دُنیوی دشمنی اور عداوت پر ہے۔ اگر کسی شخص کے فسق کی وجہ سے یا کسی دینی امر کی حمایت کی وجہ سے ترکِ تعلّق کرے تو جائز ہے۔ حضرت ابنِ عمرؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ کا اِرشاد نقل فرمایا تو اُن کے بیٹے نے اس پر ایک لفظ کہہ دیا جو صورتاً حدیث پر اعتراض تھا۔ حضرت ابنِ عمرؓ مرنے تک اُن سے نہیں بولے، اور

[1] بیان القرآن

بھی اس قسم کے واقعات صحابۂ کرام رضؓ کے ثابت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ شانہٗ دانا و بینا ہیں، قلوب کے حال کو اچھی طرح جاننے والے ہیں، اس سے خوب واقف ہیں کہ کون سا ترکِ تعلق دین کی خاطر ہے اور کون سا اپنی وجاہت اور کسرِ شان اور بڑائی کی وجہ سے ہے۔ ویسے تو ہر شخص اپنے کینہ اور بغض کو دین کی طرف منسوب کر ہی سکتا ہے۔ دوسرا امر جو حدیثِ بالا میں معلوم ہوتا ہے وہ حکمتِ الٰہی کے سامنے رضا اور قبول و تسلیم ہے کہ باوجود اس کے کہ شبِ قدر کی تعیین کا اُٹھ جانا صورتاً بہت ہی بڑی خیر کا اُٹھ جانا تھا لیکن چونکہ اللہ کی طرف سے ہے اس لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ شاید ہمارے لئے یہی بہتر ہو۔ نہایت عبرت اور غور کا مقام ہے اللہ جلّ شانہٗ کی رحیم و کریم ذات بندہ پر ہر وقت مہربان ہے۔ اگر بندہ اپنی بداعمالی سے کسی مصیبت میں مُبتلا ہو جاتا ہے تب بھی اللہ جلّ جلالہٗ کی طرف سے تھوڑی سی توجہ اور اقرارِ عجز کے بعد اللہ کا کرم شاملِ حال ہو جاتا ہے اور وہ مصیبت بھی کسی بڑی خیر کا سبب بنا دی جاتی ہے اور اللہ کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں چنانچہ علماء نے اُس کے اخفاء میں بھی چند مصالح ارشاد فرمائے ہیں۔ اوّل یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طبائع ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتیں اور اس صورتِ موجودہ میں اس احتمال پر کہ آج ہی شاید شبِ قدر ہو، مُتعدّد راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہو جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کئے بغیر اُن سے رہا ہی نہیں جاتا، تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں معصیت کی جرأت کی جاتی تو سخت اندیشہ ناک تھا۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے ایک صحابیؓ سو رہے تھے۔ آپؐ نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگا دو تاکہ وضو کر لیں۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ نے جگا تو دیا مگر حضورؐ سے پوچھا کہ آپ تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں آپ نے خود کیوں نہ جگا دیا۔ حضورؐ نے فرمایا مبادا انکار کر بیٹھتا اور میرے کہنے پر انکار کفر ہو جاتا، تیرے کہنے سے انکار پر کفر نہیں ہوگا۔ تو اسی طرح حق سُبحانہٗ و تقدّس کی رحمت نے گوارا نہ فرمایا کہ اس عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پر جرأت کرے۔ تیسری یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اِتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی ایک دو رات تو کم از کم ہر شخص کو میسر ہو ہی جاتی ہیں۔ چوتھی یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں اُن سب کا مُستقل ثواب علیحدہ ملے گا۔ پانچویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جلّ شانہٗ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا۔ اس صورت میں تفاخر کا زیادہ موقع ہے کہ بندے باوجود معلوم نہ ہونے کے

محض احتمال اور خیال پر رات رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں کہ جب احتمال پر اسقدر کوشش کر رہے ہیں اگر بتلا دیا جاتا کہ یہی رات شب قدر ہے تو پھر ان کی کوششوں کا کیا حال ہوتا۔ ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں۔ ایسے ہی اُمور کی وجہ سے عَادۃُ اللہ یہ جاری ہے کہ اس نوع کی اہم چیزوں کو مخفی فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ اسمِ اعظم کو مخفی فرما دیا۔ اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقت خاص مقبولیتِ دعا کا ہے اس کو بھی مخفی فرما دیا۔ ایسے ہی اور بھی بہت سی چیزیں اس میں شامل ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رَمَضَانُ المبارک میں تعیین بھلا دی گئی ہو اور اس کے بعد دیگر مَصالِح مذکورہ کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے تعیین ہٹا دی گئی ہو۔ تیسری بات جو اس حدیث پاک میں وارد ہے وہ شب قدر کی تلاش کے لئے تین راتیں ارشاد فرمائی ہیں نویں، ساتویں، پانچویں۔ دوسری روایات کے ملانے سے اتنا تو مُحَقَّق ہے کہ یہ تینوں راتیں اخیر عشرہ کی ہیں لیکن اس کے بعد پھر چند احتمال ہیں کہ اخیر عشرہ میں اگر اوّل سے شمار کیا جائے تو حدیث کا محمل ۲۹، ۲۷، ۲۵ رات ہوتی ہے اور اگر اخیر سے شمار کیا جائے جیسا کہ بعض الفاظ سے مُتَرَشِّح ہے تو پھر ۲۹ کے چاند کی صورت میں ۲۱، ۲۳، ۲۵ اور ۳۰ کے چاند کی صورت میں ۲۲، ۲۴، ۲۶ ہے۔ اس کے علاوہ بھی تعیین میں روایات بہت مُختلف ہیں، اور اسی وجہ سے علماء کے درمیان میں اس کے بارے میں بہت کچھ اختلاف ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ پچاس کے قریب علماء کے اَقوال ہیں۔ روایات کے بکثرت اختلاف کی وجہ بعض مُحَقِّقین کے نزدیک یہ ہے کہ یہ رات کسی تاریخ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ مختلف سالوں میں مُختلف راتوں میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے روایات مُختلف ہیں کہ ہر سال نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس سال کے متعلق مختلف راتوں میں تلاش کا حکم فرمایا اور بعض سالوں میں مُتعیَّن طور سے بھی ارشاد فرمایا۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ حُضورؐ کی مجلس میں ایک مرتبہ شب قدر کا ذکر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ آج کونسی تاریخ ہے۔ عرض کیا گیا کہ ۲۲ ہے۔ حُضورؐ نے فرمایا کہ آج ہی کی رات میں تلاش کرو۔ حضرت ابُوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ شبِ قدر نبیؐ کے زمانہ کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے۔ حُضورؐ نے فرمایا کہ قیامت تک رہے گی۔ میں نے عرض کیا کہ رمضان کے کس حصہ میں ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ عشرۂ اوّل اور عشرۂ آخر میں تلاش کرو۔ پھر حُضورؐ اور باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے موقع پا کر عرض کیا۔ اجی یہ تو بتلا ہی دیجئے کہ عشرہ کے کون سے حصہ میں ہوتی ہے۔ حضورؐ اتنے ناراض ہوئے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خفا ہوئے تھے نہ بعد میں، اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ شانُہٗ کا یہ مقصود ہوتا تو بتلا نہ دیتے، آخر کی سات رات میں تلاش کرو بس اس کے بعد

اور کچھ نہ پوچھیو۔ ایک صحابی رضؓ کو حضورؐ نے ۲۳ شب متعیّن طور پر ارشاد فرمائی۔ ابنِ عباس رضؓ کہتے ہیں کہ میں سورہا تھا مجھے خواب میں کسی نے کہا کہ اُٹھ آج شبِ قدر ہے میں جلدی سے اُٹھ کر نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا تو آپ کی نماز کی نیت بندھ رہی تھی اور یہ رات ۲۳ شب تھی۔ بعض روایات میں متعیّن طور سے ۲۴ شب کا ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص تمام سال رات کو جاگے وہ شبِ قدر کو پا سکتا ہے (یعنی شبِ قدر تمام سال میں دائر رہتی ہے) کسی نے اُبَیّ بن کعبؓ سے اس کو نقل کیا تو وہ فرمانے لگے کہ ابنِ مسعودؓ کی غرض یہ ہے کہ لوگ ایک رات پر قناعت کر کے نہ بیٹھ جائیں پھر قسم کھا کر یہ بتلایا کہ وہ ۲۷ رمضان کو ہوتی ہے، اور اسی طرح سے بہت سے صحابہ رضؓ اور تابعینؒ کی رائے ہے کہ وہ ۲۷ شب میں ہوتی ہے۔ اُبَیّ بن کعبؓ کی تحقیق یہی ہے ورنہ ابنِ مسعودؓ کی تحقیق وہی ہے کہ جو شخص تمام سال جاگے وہ اس کو معلوم کر سکتا ہے۔ اور دُرِّ منثور کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں۔ ائمہ میں سے بھی امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ تمام سال میں دائر رہتی ہے۔ دوسرا قول امام صاحبؒ کا یہ ہے کہ تمام رمضان میں دائر رہتی ہے۔ صاحبینؒ کا قول ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے جو متعیّن ہے، مگر معلوم نہیں۔ شافعیہ کا راجح قول یہ ہے کہ ۲۱ شب میں ہونا اقرب ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمد ابن حنبلؒ کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے، کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں زیادہ امید ہے۔ شیخ العارفین محی الدین ابنِ عربیؒ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ان لوگوں کا قول زیادہ صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر رہتی ہے اس لئے کہ میں نے دو مرتبہ اس کو شعبان میں دیکھا ہے ایک مرتبہ ۱۵ کو اور ایک مرتبہ ۱۹ کو اور دو مرتبہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں ۱۳ کو اور ۱۸ کو اور رمضان کے آخر عشرہ کی ہر طاق رات میں دیکھا ہے اس لئے مجھے اس کا یقین ہے کہ وہ سال کی راتوں میں پھرتی رہتی ہے لیکن رمضان المبارک میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شبِ قدر سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے ایک وہ رات ہے جس میں احکامِ خداوندی نازل ہوتے ہیں اور اسی رات میں قرآن شریف لوحِ محفوظ سے اُترا ہے، یہ رات رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں تمام سال میں دائر رہتی ہے لیکن جس سال قرآن پاک نازل ہوا، اس سال رمضان المبارک میں تھی اور اکثر رمضان المبارک ہی میں ہوتی ہے۔ اور دوسری شبِ قدر وہ ہے جس میں روحانیت کا ایک خاص انتشار ہوتا ہے اور ملائکہ بکثرت زمین پر اُترتے ہیں، اور

شیاطین دور رہتے ہیں۔ دعائیں اور عبادتیں قبول ہوتی ہیں، یہ ہر رمضان میں ہوتی ہے اور اخیر عشرہ کی وتر راتوں میں ہوتی ہے اور بدلتی رہتی ہے۔ میرے والد صاحب نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ وَ بَرَّدَ مَضْجَعَہٗ اسی قول کو راجح فرماتے تھے۔

بہر حال شبِ قدر ایک ہو یا دو، ہر شخص کو اپنی ہمت و وُسعت کے مُوافق تمام سال اس کی تلاش میں سعی کرنا چاہیئے، نہ ہو سکے تو رمضان بھر جستجو چاہیئے، اگر یہ بھی مشکل ہو تو عشرۂ اخیرہ کو غنیمت سمجھنا چاہیئے، اتنا بھی نہ ہو سکے تو عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے اور اگر خدا نخواستہ یہ بھی نہ ہو سکے تو ستائیسویں شب کو تو بہر حال غنیمت بارِدہ سمجھنا ہی چاہیئے کہ اگر تائیدِ ایزدی شاملِ حال ہے اور کسی خوش نصیب کو مُیَسَّر ہو جائے تو پھر تمام دنیا کی نعمتیں اور راحتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں، لیکن اگر مُیَسَّر نہ بھی ہو تب بھی اَجر سے خالی نہیں، بالخصوص مغرب عشاء کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام تو ہر شخص کو تمام سال بہت ہی ضروری ہونا چاہیئے کہ اگر خوش قسمتی سے شبِ قدر کی رات میں یہ دو نمازیں جماعت سے مُیَسَّر ہو جائیں تو کس قدر با جماعت نمازوں کا ثواب ملے۔ اللہ کا کس قدر بڑا اِنعام ہے کہ کسی دینی کام میں اگر کوشش کی جاوے تو کامیابی نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کوشش کا اجر ضرور ملتا ہے لیکن اس کے باوجود کتنے ہمت والے ہیں جو دین کے درپے ہیں، دین کے لئے مرتے ہیں کوششیں کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل اَغراض دُنیویہ میں کوشش کے بعد اگر نتیجہ مُرَتَّب نہ ہو تو وہ کوشش بے کار اور ضائع۔ لیکن اس پر بھی کتنے لوگ ہیں کہ دُنیوی اَغراض اور بے کار و لغو اُمور کے حاصل کرنے کے لئے جان و مال دونوں کو برباد کرتے ہیں ؏

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

(۶) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّهٗ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ فِيْ رَمَضَانَ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَاِنَّهَا فِيْ لَيْلَةِ وِتْرٍ فِيْ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ اَوْ ثَلٰثٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْ تِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ

حضرت عُبادہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے شبِ قدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے اِرشاد فرمایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں ہے ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹، یا رمضان کی آخر رات میں، جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اس رات میں عبادت کرے

اَوْ اٰخِرِ لَیْلَۃٍ مِّنْ رَمَضَانَ مَنْ قَامَھَا اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمِنْ اَمَارَاتِھَا اَنَّھَا لَیْلَۃٌ بَلْجَۃٌ صَافِیَۃٌ سَاکِنَۃٌ سَاجِیَۃٌ لَاحَارَّۃٌ وَّلَابَارِدَۃٌ کَاَنَّ فِیْھَا قَمَرًا سَاطِعًا وَّلَا یَحِلُّ لِنَجْمٍ اَنْ یُّرْمٰی بِہٖ تِلْکَ اللَّیْلَۃَ حَتّٰی الصَّبَاحِ وَمِنْ اَمَارَاتِھَا اَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ صَبِیْحَتَھَا لَاشُعَاعَ لَھَا مُسْتَوِیَۃٌ کَاَنَّھَا الْقَمَرُ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَحَرَّمَ اللّٰہُ عَلَی الشَّیْطَانِ اَنْ یَّخْرُجَ مَعَھَا یَوْمَئِذٍ۔ (در منثور عن احمد و البیہقی و محمد بن نصر وغیرھم)

اس کے پچھلے سب گناہ مُعاف ہو جاتے ہیں۔ اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے، صاف شفاف نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی، بلکہ مُعتدِل گویا کہ اس میں (انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا ہوا ہے اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے نیز اُسکی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اُس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شُعاع کے طُلوع ہوتا ہے ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیساکہ چودھویں رات کا چاند، اللہ جلّ شانُہٗ نے اس دن کے آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا (بخلاف اور دِنوں کے کہ طُلوعِ آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے)۔

ف: اس حدیث کا اوّل مضمون تو سابقہ روایات میں ذکر ہو چکا ہے۔ آخر میں شب قدر کی چند علامات ذکر کی ہیں جن کا مطلب صاف ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں، اُن کے علاوہ اور بھی بعض علامات روایات میں اور ان لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جن کو اس رات کی دولت نصیب ہوئی ہے بالخصوص اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامت بہت سی روایاتِ حدیث میں وارد ہوئی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور علامتیں لازمی اور لابدی نہیں ہیں۔ عَبدۃ بن اَبی لُبابۃؓ کہتے ہیں کہ میں نے رَمَضانُ المبارک کی ستائیس شب کو سمندر کا پانی چکھا تو بالکل میٹھا تھا۔ ایُّوبؒ بن خالد کہتے ہیں کہ مجھے نہانے کی ضرورت ہوگئی میں نے سمندر کے پانی سے غسل کیا تو بالکل میٹھا تھا اور یہ تئیس شب کا قصہ ہے۔

مَشَائخ نے لکھا ہے کہ شب قدر میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ حتّٰی کہ درخت زمین پر گر جاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسی چیزوں کا تعلق اُمورِ کشفیہ سے ہے جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتے

(۷) عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ أَرَأَیْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَیَّ لَیْلَۃٍ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ مَا أَقُوْلُ فِیْہَا قَالَ قُوْلِیْ اَللّٰہُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (رواہ احمد وابن ماجۃ والترمذی وصححہ کذا فی المشکوۃ)

حضرت عائشہ رضؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ یارسول اللہ اگر مجھے شبِ قدر کا پتہ چل جاوے تو کیا دعا مانگوں حضورؐ نے اَللّٰہُمَّ سے اخیر تک دعا بتلائی. جس کا ترجمہ یہ ہے. اے اللہ تو بیشک مُعاف کرنیوالا ہے اور پسند کرتا ہے مُعاف کرنے کو، پس مُعاف فرمادے مجھ سے بھی۔

ف: نہایت جامع دُعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لُطف وکرم سے آخرت کے مطالبہ سے مُعاف فرمادیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیئے ؎

من نگویم کہ طاعتم بپذیر قلمِ عفو بر گناھم کش

حضرت سُفیان ثوری رح کہتے ہیں کہ اس رات میں دُعا کے ساتھ مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے، بہ نسبت دوسری عبادات کے۔ ابنِ رجب رحؒ کہتے ہیں کہ صرف دُعا نہیں بلکہ مُختلف عبادات میں جمع کرنا افضل ہے مثلاً تلاوت، نماز، دُعا اور مُراقبہ وغیرہ، اسلیئے کہ نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے یہ سب اُمور منقول ہیں۔ یہی قول زیادہ اقرب ہے کہ سابقہ احادیث میں نماز، ذکر وغیرہ کئی چیزوں کی فضیلت گذر چکی ہے۔

فصلِ ثالث

اِعتکاف کے بیان میں

اِعتکاف کہتے ہیں مسجد میں اِعتکاف کی نیّت کر کے ٹھہرنے کو۔ حَنَفِیَّہ کے نزدیک اُسکی تین قسمیں ہیں۔ ایک واجب جو مَنّت اور نذر کی وجہ سے ہو جیسے یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو اتنے دنوں کا اِعتکاف کروں گا یا بغیر کسی کام پر مَوقُوف کرنے کے یونہی کہہ لے کہ میں نے اتنے دنوں کا اِعتکاف اپنے اوپر لازم کر لیا، یہ واجب ہوتا ہے اور جتنے دنوں کی نیت کی ہے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ دوسری قسم سُنّت ہے جو رمضان المبارک کے اَخیر عشرہ کا ہے کہ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عادت شریفہ ان ایّام کے اِعتکاف فرمانے کی تھی۔ تیسرا اِعتکاف نفل ہے جس کے لئے نہ کوئی وقت، نہ ایّام کی مقدار، جتنے دن کا جی چاہے کرلے حتّٰی کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اِعتکاف کی نیّت کرلے تب بھی جائز ہے البتہ کمی میں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک ایک دن سے کم کا جائز نہیں لیکن امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اسلیئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اِعتکاف کی نیّت کر لیا کرے کہ اتنے نماز وغیرہ میں مشغول رہے اِعتکاف کا ثواب بھی رہے۔ میں نے اپنے والد صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ وَبَرَّدَ مَضْجَعَہٗ کو ہمیشہ اس کا اِہتمام کرتے دیکھا کہ جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو دایاں پاؤں اندر داخل کرتے ہی اِعتکاف کی نیّت فرماتے تھے اور بسا اوقات خُدّام کی تعلیم کی غرض سے آواز سے بھی نیّت فرماتے تھے۔ اِعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے اور اس کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہو گی کہ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیشہ اس کا اِہتمام فرماتے تھے۔ مُعتَکِف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے دَر پر جا پڑے کہ اتنے میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے　　یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اگر حقیقۃً یہی حال ہو تو سخت سے سخت دل والا بھی پسیجتا ہے اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی کریم ذات تو بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے، بلکہ بے بہانہ مَرحَمت فرماتے ہیں ؎

تُو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے　　در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھُلے

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اس لئے جب کوئی شخص اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازے جانے میں کیا تأمل ہو سکتا ہے، اور اللہ جل شانہٗ جس کو اکرام فرمادیں اس کے بھرپور خزانوں کا بیان کون کرسکتا ہے، اس کے آگے کہنے سے قاصر ہوں کہ نامردُ بلوغ کی کیفیت کیا بیان کرسکتا ہے مگر ہاں یہ ٹھان لے کر ؎

جس گل کو دل دیا ہے جس پھول پر فدا ہوں یا وہ بغل میں آئے یا جاں قفس سے چھوٹے

ابن قیم رح کہتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصود اور اس کی روح دل کو اللہ کی پاک ذات کے ساتھ وابستہ کرلینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے اور ساری مشغولیوں کے بدلہ میں اسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے اور اس کے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر ایسی طرح اس میں لگ جاوے کہ خیالات تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر، اس کی محبت سما جاوے حتیٰ کہ مخلوق کے ساتھ اُنس کے بدلہ، اللہ کے ساتھ اُنس پیدا ہو جاوے کہ یہ اُنس قبر کی وحشت میں کام دے کہ اس دن اللہ کی پاک ذات کے سوا نہ کوئی مُونس نہ دل بہلانے والا، اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہوگا تو کس قدر لذت سے وقت گذرے گا ؎

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن بیٹھا رہوں تصورِ جاناں کئے ہوئے

صاحب مراقی الفلاح رح کہتے ہیں کہ اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال سے ہے۔ اس کی خصوصیتیں حدِ احصاء سے خارج ہیں کہ اس میں قلب کو دنیا و مافیہا سے یکسو کر لینا ہے اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا اور آقا کی چوکھٹ پر پڑ جانا ہے ؎

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں سر زیر بارِ منتِ درباں کئے ہوئے

نیز اس میں ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ تقرب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف (آہستہ بھی) چلتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ نیز اس میں اللہ کے گھر پڑ جانا ہے اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے۔ نیز اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں وغیرہ وغیرہ بہت سے فضائل اور خواص اس اہم عبادت کے ہیں۔

مسئلہ: مرد کے لئے سب سے افضل جگہ مسجدِ مکہ ہے پھر مسجدِ مدینہ منورہ، پھر مسجد

بَیْتُ الْمُقَدَّس اُن کے بعد مسجد جامع پھر اپنی مسجد۔ امام صاحبؒ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کرے اس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو۔ صاحبینؒ کے نزدیک شرعی مسجد ہونا کافی ہے، اگرچہ جماعت نہ ہوتی ہو۔ عورت کے لئے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہئے۔ اگر گھر میں کوئی جگہ مسجد کے نام سے مُتعیّن نہ ہو تو کسی کونہ کو اس کے لئے مخصوص کرلے۔ عورتوں کے لئے اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ سہل ہے کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے کاروبار بھی گھر کی لڑکیوں وغیرہ سے لیتی رہیں اور مُفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں۔ مگر اس کے باوجود عورتیں اس سُنّت سے گویا بالکل ہی محروم رہتی ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فِیْ قُبَّۃٍ تُرْکِیَّۃٍ ثُمَّ اَطْلَعَ رَاْسَہٗ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ اَلْتَمِسُ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ ثُمَّ اَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ ثُمَّ اُتِیْتُ فَقِیْلَ لِیْ اِنَّھَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ کَانَ اعْتَکَفَ مَعِیْ فَلْیَعْتَکِفِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ فَقَدْ اُرِیْتُ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ ثُمَّ اُنْسِیْتُھَا وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَسْجُدُ فِیْ مَاءٍ وَّطِیْنٍ مِنْ صَبِیْحَتِھَا فَالْتَمِسُوْھَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَ الْتَمِسُوْا فِیْ کُلِّ وِتْرٍ قَالَ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْکَ اللَّیْلَۃَ وَکَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰی عَرِیْشٍ فَوَکَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَیْنَایَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

اَبُوسعید خُدری رضؓ کہتے ہیں کہ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رَمَضانُ المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی پھر ترکی خیمہ سے جس میں اعتکاف فرما رہے تھے باہر سر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا، پھر اسی کی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا، پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتہ) نے بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں ہے لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اِعتکاف کر رہے ہیں وہ اخیر عشرہ کا بھی اِعتکاف کریں مجھے یہ رات دکھلادی گئی تھی پھر بھُلادی گئی (اس کی علامت یہ ہے) کہ میں نے اپنے آپ کو اس رات کے بعد کی صبح میں کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ لہٰذا اب اس کو اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو راوی کہتے ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی، اور مسجد

وَسَلَّمَ وَعَلٰى جَبْهَتِهٖ اَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ مِنْ صَبِيْحَةِ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ (مشکوٰۃ عن المتفق علیہ باختلاف اللّفظ)

چھپّر کی تھی وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے نبیِ کریم صلّی اللہ عَلَیہِ وسَلّم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر اکیس۲۱ کی صبح کو دیکھا۔

ف : نبیِ کریم صلّی اللہ عَلَیہِ وسَلّم کی عادتِ شریفہ اعتکاف کی ہمیشہ رہی ہے اس مہینہ میں تمام مہینہ کا اِعتکاف فرمایا اور جس سال وصال ہوا ہے اس سال بیس روز کا اعتکاف فرمایا تھا لیکن اکثر عادتِ شریفہ چونکہ اخیر عشرہ ہی کے اعتکاف کی رہی ہے اس لئے علماء کے نزدیک سُنّتِ مؤکّدہ وہی ہے۔ حدیثِ بالا سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس اعتکاف کی بڑی غرض شبِ قدر کی تلاش ہے اور حقیقت میں اِعتکاف اس کے لئے بہت ہی مناسب ہے کہ اِعتکاف کی حالت میں اگر آدمی سوتا ہوا بھی ہو تب بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور اِدھر اُدھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے اس لئے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا۔ لہٰذا شبِ قدر کے قدردانوں کے لئے اعتکاف سے بہتر صورت نہیں۔ نبیِ کریم صلّی اللہ عَلَیہِ وسَلّم اوّل تو سارے ہی رمضان میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام اور کثرت فرماتے تھے لیکن اخیر عشرہ میں کچھ حد ہی نہیں رہتی تھی، رات کو خود بھی جاگتے اور گھر کے لوگوں کو بھی جگانے کا اہتمام فرماتے تھے جیساکہ صحیحینؔ کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اخیر عشرہ میں حضورؐ لنگی کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا احیاء فرماتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے۔ لنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہو سکتی ہے، اور بیویوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد ہو سکتا ہے۔

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ وَيُجْرٰى لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا (مشکوٰۃ عن ابن ماجۃ)

نبیِ کریم صلّی اللہ عَلَیہِ وَسَلّم کا ارشاد ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اُس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کہ کرنے والے کے لئے۔

ف: دو مخصوص منافع اعتکاف کے اس حدیث میں ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہو جاتی ہے ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ اسباب ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ اس میں آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے متبرک وقت میں معصیت کا ہو جانا کس قدر ظلمِ عظیم ہے۔ اعتکاف کی وجہ سے ان سے امن اور حفاظت رہتی ہے دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسا کہ جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے معتکف ان کو نہیں کر سکتا، اس لئے اعتکاف کی وجہ سے جن عبادتوں سے رُکا رہا اُن کا اجر بغیر کئے بھی ملتا رہے گا۔ اللہ اکبر کس قدر رحمت اور فیاضی ہے کہ ایک عبادت آدمی کرے اور دس عبادتوں کا ثواب مل جائے۔ درحقیقت اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈھتی ہے اور تھوڑی سی توجہ اور مانگ سے دھواں دار برستی ہے۔ ع

بہانہ مے دہد بہانے دہد

مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں، ضرورت ہی نہیں توجہ کون کرے اور کیوں کرے، کہ دین کی وقعت ہی ہمارے قلوب میں نہیں ہے

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

(۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضؓ اَنَّهٗ كَانَ مُعْتَكِفًا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ رضؓ يَا فُلَانُ اَرَاكَ مُكْتَئِبًا حَزِيْنًا قَالَ نَعَمْ يَا ابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِفُلَانٍ عَلَيَّ حَقٌّ وَلَا ع وَحُرْمَةِ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ مَا اَقْدِرُ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَفَلَا اُكَلِّمُهٗ فِيْكَ قَالَ

حضرت ابن عباس رضؓ ایک مرتبہ مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں معتکف تھے آپکے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے (چپ چاپ) بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے اُس سے فرمایا کہ میں تمھیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے اُس نے کہا اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے میں بیشک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف

ع ھٰكذا في النسخة التي بايدينا بلفظ حرف النهي وهو الصواب عندي لوجوه و وقع في بعض النسخ بلفظ ولاء بالهمزة في اٰخره وهو تصحيف عندي من الكاتب وعليه قرائن ظاهرة ١٢

إِنْ أَحْبَبْتَ قَالَ فَانْتَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ أَنَسِيتَ مَا كُنْتَ فِيهِ قَالَ لَا وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَهْدُ بِهٖ قَرِيبٌ فَدَمَعَتْ عَيْنَاهُ وَهُوَ يَقُولُ مَنْ مَشٰى فِي حَاجَةِ أَخِيهِ وَبَلَغَ فِيهَا كَانَ خَيْرًا لَهٗ مِنِ اعْتِكَافِ عَشْرِ سِنِينَ وَمَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلٰثَ خَنَادِقَ أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ۔

(رواه الطبرانی فی الاوسط والبیہقی واللفظ له والحاکم مختصرا وقال صحیح الاسناد وکذا فی الترغیب وقال السیوطی فی الدر صححه الحاکم وضعفه البیہقی)

اشارہ کر کے کہا کہ) اس قبر والے کی عزت کی قسم میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اچھا کیا میں اس سے تیری سفارش کروں اُس نے عرض کیا کہ جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ ابن عباسؓ یہ سُنکر جوتہ پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ آپ اپنا اعتکاف بُھول گئے فرمایا بُھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سُنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گذرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضورؐ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے اس کیلئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کیواسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔ (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ مقدار ہو گی)

ف: اس حدیث سے دو مضمون معلوم ہوئے۔ اوّل یہ کہ ایک دن کے اعتکاف کا ثواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرما دیتے ہیں اور ہر خندق اتنی

بڑی ہے جتنا سارا جہاں اور ایک دن سے زیادہ جس قدر زیادہ دنوں کا اعتکاف ہوگا اتنا ہی اجر زیادہ ہوگا۔ علامہ شعرانی رحؒ نے کشف الغمہ میں نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص عشرۂ رمضان کا اعتکاف کرے اس کو دو حج اور دو عمروں کا اجر ہے اور جو شخص مسجد جماعت میں مغرب سے عشاء تک کا اعتکاف کرے کہ نماز، قرآن کے علاوہ کسی سے بات نہ کرے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لیے جنت میں ایک محل بناتے ہیں۔ دوسرا مضمون جو اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ مسلمانوں کی حاجت روائی ہے کہ دس برس کے اعتکاف سے افضل ارشاد فرمایا ہے اسی وجہ سے ابن عباس رضؓ نے اپنے اعتکاف کی پرواہ نہیں فرمائی کہ اس کی تلافی پھر بھی ہو سکتی ہے اور اس کی قضا ممکن ہے اسی وجہ سے صوفیار کا مقولہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں ٹوٹے ہوئے دل کی جتنی قدر ہے اتنی کسی چیز کی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی بددعا سے احادیث میں بہت ڈرایا گیا ہے۔ حضورؐ جب کسی شخص کو حاکم بنا کر بھیجتے تھے اور نصائح کے ساتھ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ مظلوم کی بددعا سے بچیو ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از در حق بہر استقبال می آید

اس جگہ ایک مسئلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لئے بھی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اعتکاف واجب ہو تو اس کی قضاء واجب ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت بشری کے علاوہ کسی ضرورت سے بھی مسجد سے باہر تشریف نہیں لاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضؓ کا یہ ایثار کہ دوسرے کی وجہ سے اپنا اعتکاف توڑ دیا، ایسے ہی لوگوں کے مناسب ہے کہ دوسروں کی خاطر خود پیاسے تڑپ تڑپ کر مر جاویں مگر پانی کا آخری قطرہ اس لئے نہ پئیں کہ دوسرا زخمی جو پاس لیٹا ہوا ہے وہ اپنے سے مقدم ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس رضؓ کا یہ اعتکاف نفلی اعتکاف ہو، اس صورت میں کوئی اشکال نہیں۔ خاتمہ میں ایک طویل حدیث جس میں کئی نوع کے فضائل ارشاد فرمائے ہیں ذکر کرکے اس رسالہ کو ختم کیا جاتا ہے۔

(۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّةَ لَتَبَخَّرُ وَتُزَيَّنُ مِنَ الْحَوْلِ اِلَى الْحَوْلِ لِدُخُوْلِ شَهْرِ

ابن عباس رضؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے حضورؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے

رَمَضَانَ فَإِذَا كَانَتْ أَوَّلُ لَيْلَةٍ
مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ
مِّنْ تَحْتِ الْعَرْشِ يُقَالُ لَهَا
الْمُثِيْرَةُ فَتُصَفِّقُ وَرَقُ أَشْجَارِ
الْجِنَانِ وَحَلَقُ الْمَصَارِيْعِ فَيُسْمَعُ
لِذٰلِكَ طَنِيْنٌ لَمْ يَسْمَعِ السَّامِعُوْنَ
أَحْسَنَ مِنْهُ فَتَبْرُزُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ
حَتّٰى يَقِفْنَ بَيْنَ شُرَفِ الْجَنَّةِ
فَيُنَادِيْنَ هَلْ مِنْ خَاطِبٍ إِلَى
اللّٰهِ فَيُزَوِّجَهُ ثُمَّ يَقُلْنَ الْحُوْرُ
الْعِيْنُ يَا رِضْوَانَ الْجَنَّةِ مَا هٰذِهِ
اللَّيْلَةُ فَيُجِيْبُهُنَّ بِالتَّلْبِيَةِ ثُمَّ
يَقُوْلُ هٰذِهِ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ
رَمَضَانَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ
لِلصَّائِمِيْنَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
وَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا رِضْوَانُ
افْتَحْ أَبْوَابَ الْجِنَانِ وَيَا مَالِكُ
أَغْلِقْ أَبْوَابَ الْجَحِيْمِ عَنِ
الصَّائِمِيْنَ مِنْ أُمَّةِ أَحْمَدَ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَا
جِبْرَئِيْلُ اهْبِطْ إِلَى الْأَرْضِ
فَاصْفِدْ مَرَدَةَ الشَّيَاطِيْنِ
وَغُلَّهُمْ بِالْأَغْلَالِ ثُمَّ
اقْذِفْهُمْ فِي الْبِحَارِ حَتّٰى

آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے پس جب رمضانُ المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مُثیرہ ہے (جس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنّت کے درختوں کے پتّے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی دل آویز سُریلی آواز نکلتی ہے کہ سُننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سُنی پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنّت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دیتی ہیں، کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنیوالا تاکہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کو ہم سے جوڑ دیں۔ پھر وہی حوریں جنّت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے وہ لبّیک کہکر جواب دیتے ہیں کہ رمضانُ المبارک کی پہلی رات ہے۔ جنّت کے دروازے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت کیلئے (آج) کھول دیئے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رضوان سے فرمادیتے ہیں کہ جنّت کے دروازے کھول دے اور مالک (جہنّم کے داروغہ) سے فرمادیتے ہیں، کہ احمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت کے روزہ داروں پر جہنّم کے دروازے بند کردے اور جبرئیلؑ کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور

لَا يُفْسِدُوْا عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ
حَبِيْبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صِيَامَهُمْ قَالَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ
وَجَلَّ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ
رَمَضَانَ لِمُنَادٍ يُّنَادِيْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ
هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَاُعْطِيَهٗ سُؤْلَهٗ
هَلْ مِنْ تَائِبٍ فَاَتُوْبَ عَلَيْهِ
هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَلَهٗ مَنْ
يُّقْرِضُ الْمَلِيَّ غَيْرَ الْعَدُوْمِ وَ
الْوَفِيَّ غَيْرَ الظَّلُوْمِ قَالَ وَلِلّٰهِ
عَزَّوَجَلَّ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ
رَمَضَانَ عِنْدَ الْاِفْطَارِ اَلْفُ اَلْفِ
عَتِيْقٍ مِّنَ النَّارِ كُلُّهُمْ قَدِ
اسْتَوْجَبُوا النَّارَ فَاِذَا كَانَ اٰخِرُ
يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ اَعْتَقَ
اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ بِقَدْرِ مَا
اَعْتَقَ مِنْ اَوَّلِ الشَّهْرِ اِلٰى اٰخِرِهٖ
وَاِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَاْمُرُ
اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ جِبْرَئِيْلَ فَيَهْبِطُ
فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ
مَعَهُمْ لِوَاءٌ اَخْضَرُ فَيَرْكُزُ اللِّوَاءَ
عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ وَلَهٗ مِائَةُ
جَنَاحٍ مِّنْهَا جَنَاحَانِ لَا يَنْشُرُهُمَا
اِلَّا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيَنْشُرُهُمَا
فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيُجَاوِزُ الْمَشْرِقَ

سرکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں
طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ میرے
محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزوں
کو خراب نہ کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ
رمضان کی ہر رات میں ایک مُنادی کو
حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے
کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں
ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اُسکی توبہ
قبول کروں، کوئی ہے مغفرت چاہنے والا
کہ میں اُس کی مغفرت کروں، کون ہے
جو غنی کو قرض دے ایسا غنی جو نادار نہیں
ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی
نہیں کرتا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ
شانہٗ رمضان شریف میں روزانہ افطار
کیوقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم
سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے
مستحق ہو چکے تھے اور جب رمضان کا
آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے
آج تک جسقدر لوگ جہنم سے آزاد کئے
گئے تھے اُن کے برابر اُس ایک دن میں
آزاد فرماتے ہیں اور جس رات شب قدر
ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ حضرت جبرئیلؑ
کو حکم فرماتے ہیں وہ فرشتوں کے ایک
بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں

اِلَى الْمَغْرِبِ فَيَحُثُّ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَلٰئِكَةَ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَيُسَلِّمُوْنَ عَلٰى كُلِّ قَائِمٍ وَّقَاعِدٍ وَّمُصَلٍّ وَّذَاكِرٍ وَيُصَافِحُوْنَهُمْ وَيُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَائِهِمْ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ يُنَادِيْ جِبْرَئِيْلُ مَعَاشِرَ الْمَلٰئِكَةِ الرَّحِيْلَ الرَّحِيْلَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا جِبْرَئِيْلُ فَمَا صَنَعَ اللّٰهُ فِيْ حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اُمَّةِ اَحْمَدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ نَظَرَ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا عَنْهُمْ اِلَّا اَرْبَعَةً فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ قَالَ رَجُلٌ مُّدْمِنُ خَمْرٍ وَّعَاقٌّ لِّوَالِدَيْهِ وَقَاطِعُ رَحِمٍ وَّمُشَاحِنٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُشَاحِنُ قَالَ هُوَ الْمُصَارِمُ فَاِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ فَاِذَا كَانَتْ غَدَاةُ الْفِطْرِ بَعَثَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمَلٰئِكَةَ فِيْ كُلِّ بِلَادٍ فَيَهْبِطُوْنَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَقُوْمُوْنَ عَلٰى اَفْوَاهِ السِّكَكِ فَيُنَادُوْنَ بِصَوْتٍ يَسْمَعُ مَنْ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا الْجِنَّ وَ

اُن کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو کعبہ کے اُوپر کھڑا کرتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سو بازو ہیں جن میں سے دو بازو کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو، اس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں، صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔

جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیلؑ آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت اب کوچ کرو اور چلو۔ فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو مُعاف فرما دیا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ چار شخص کون ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنیوالا ہو، تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو، چوتھا وہ شخص جو کینہ

وَالْاِنْسِ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اُخْرُجُوْا اِلٰى رَبٍّ كَرِيْمٍ يُعْطِى الْجَزِيْلَ وَيَعْفُوْ عَنِ الْعَظِيْمِ فَاِذَا بَرَزُوْا اِلٰى مُصَلَّاهُمْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْمَلٰئِكَةِ مَا جَزَاءُ الْاَجِيْرِ اِذَا عَمِلَ عَمَلَهٗ قَالَ فَتَقُوْلُ الْمَلٰئِكَةُ اِلٰهَنَا وَسَيِّدَنَا جَزَاؤُهٗ اَنْ تُوَفِّيَهٗ اَجْرَهٗ قَالَ فَيَقُوْلُ فَاِنِّىْ اُشْهِدُكُمْ يَا مَلٰئِكَتِىْ اَنِّىْ قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِنْ صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَقِيَامِهِمْ رِضَائِىْ وَمَغْفِرَتِىْ وَيَقُوْلُ يَا عِبَادِىْ سَلُوْنِىْ فَوَعِزَّتِىْ وَجَلَالِىْ لَا تَسْئَلُوْنِى الْيَوْمَ شَيْئًا فِىْ جَمْعِكُمْ لِاٰخِرَتِكُمْ اِلَّا اَعْطَيْتُكُمْ وَلَا لِدُنْيَاكُمْ اِلَّا نَظَرْتُ لَكُمْ فَوَعِزَّتِىْ لَاَسْتُرَنَّ عَلَيْكُمْ عَثَرَاتِكُمْ مَا رَاقَبْتُمُوْنِىْ وَعِزَّتِىْ وَجَلَالِىْ لَا اُخْزِيْكُمْ وَلَا اُفْضِحُكُمْ بَيْنَ اَصْحَابِ الْحُدُوْدِ وَانْصَرِفُوْا مَغْفُوْرًا لَّكُمْ قَدْ اَرْضَيْتُمُوْنِىْ وَرَضِيْتُ عَنْكُمْ فَتَفْرَحُ الْمَلٰئِكَةُ وَتَسْتَبْشِرُ بِمَا يُعْطِى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ اِذَا اَفْطَرُوْا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ۔

رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔ پھر جب عیدُ الفطر کی رات ہوتی ہے تو اُس کا نام (آسمانوں پر) لَیْلَۃُ الجَائِزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں۔ وہ زمین پر اُتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سُنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُمت اس کریم رب کی (درگاہ) کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے، اور بڑے سے بڑے قصور کو مُعاف فرمانے والا ہے۔ پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں، کیا بدلہ ہے اُس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے، تو حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے اُن کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے مانگو۔ میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے

(هكذا في الترغيب وقال رواه ابو الشيخ بن حبان في كتاب الثواب والبيهقي واللفظ له وليس في اسناده من اجمع على ضعفه قلت قال السيوطي في التدريب قد التزم البيهقي ان لا يخرج في تصانيفه حديثا يعلمه موضوعا الخ وذكر القاري في المرقاة بعض طرق الحديث ثم قال فاختلاف طرق الحديث يدل على ان له اصلا اه)

اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کروگے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کروگے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کرونگا۔ میری عزت کی قسم کہ جب تک تم میرا خیال رکھوگے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور اُن کو چھپاتا رہونگا) میری عزّت کی قسم اور میرے جلال کی قسم میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رُسوا اور فضیحت نہ کرونگا۔ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کردیا اور میں تم سے راضی ہوگیا۔ پس فرشتے اس اجر وثواب کو دیکھ کر جو اس اُمّت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

ف: اس حدیث کے اکثر مضامین رسالہ کے گذشتہ اوراق میں بیان ہوچکے ہیں البتہ چند اُمور قابلِ غور ہیں جن میں سب سے اوّل اور اہم تو یہ ہے کہ بہت سے محروم رمضان کی مَغفِرت عامّہ سے بھی مُستثنیٰ تھے جیساکہ پہلی روایات میں معلوم ہوچکا ہے اور وہ عید کی اس مَغفِرت عامّہ سے بھی مُستثنیٰ کردیئے گئے، جن میں سے آپس کے لڑنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے بھی ہیں۔ اُن سے کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ناراض کرکے اپنے لئے کون ساٹھکانہ ڈھونڈ رکھاہے افسوس تم پر بھی اور تمہاری اس عزّت پر بھی جس کے حاصل کرنے کے غلط خیال میں تم رسولِ اللہ کی بد دعائیں برداشت کررہے ہو، جبرئیلؑ کی بد دعائیں اُٹھارہے ہو اور اللہ کی رحمت ومَغفِرت عامّہ سے بھی نکالے جارہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ آج تم نے اپنے مقابل کو زک دے ہی دی، اپنی مونچھ اُونچی کرہی لی، وہ کتنے دن تمہارے ساتھ رہ سکتی ہے جبکہ اللہ کا پیارا رسولؐ تمہارے اُوپر لعنت کررہاہے، اللہ کا مُقرّب فرشتہ تمہاری ہلاکت کی بددُعا دے رہاہے، اللہ جلّ شانُہٗ تمھیں اپنی مَغفِرت ورحمت سے نکال رہے ہیں۔ اللہ کے واسطے سوچو اور بس کرو۔ صبح کا بھٹکا شام کو گھر آجائے تو کچھ نہیں گیا۔ آج وقت ہے اور تلافی ممکن، اور کل جب ایسے حاکم کی پیشی میں جاناہے جہاں نہ عزّت ووجاہت کی پوچھ، نہ مال ومتاع کارآمد، وہاں صرف تمہارے اعمال کی پوچھ ہے اور ہر حرکت لکھی لکھائی سامنے

ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے حقوق میں درگذر فرماتے ہیں مگر بندوں کے آپس کے حقوق میں بغیر بدلہ دیئے نہیں چھوڑتے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مُفلس میری اُمت میں وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال کے ساتھ آوے اور نماز روزہ صدقہ سب ہی کچھ لادے لیکن کسی کو گالی دے رکھی ہے، کسی کو تہمت لگادی تھی، کسی کو مار پیٹ کی تھی۔ پس یہ سب دعویدار آویں گے اور اس کے نیک اعمال میں سے ان حرکتوں کا بدلہ وصول کرلیں گے اور جب اُس کے پاس نیک اعمال ختم ہوجاویں گے تو اپنی برائیاں اُن حرکتوں کے بدلہ میں اس پر ڈالتے رہیں گے اور پھر اس انبار کی بدولت وہ جہنم رسید ہوجاتے گا اور اپنی کثرتِ اعمال کے باوجود جو حسرت و یاس کا عالم ہوگا وہ محتاجِ بیان نہیں ؎

وہ مایوسِ تمنا کیوں نہ سُوئے آسماں دیکھے
کہ جو منزل بمنزل اپنی محنت رائیگاں دیکھے

دوسرا[۲] امر قابلِ غور یہ ہے کہ اس رسالہ میں چند مواقع مغفرت کے ذکر کئے گئے ہیں اور اُن کے علاوہ بھی بہت سے اُمور ایسے ہیں کہ وہ مغفرت کے سبب ہوتے ہیں اور گناہ ان سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس پر ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ جب ایک مرتبہ گناہ مُعاف ہوچکے تو اُس کے بعد دوسری دفعہ مُعافی کے کیا معنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مغفرت کا قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ بندہ کی طرف مُتوجّہ ہوتی ہے اگر اس پر کوئی گناہ ہوتا ہے تو اس کو مٹاتی ہے اور اگر اس کے اُوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا تو اس کے بقدر اس پر رحمت اور انعام کا اضافہ ہوجاتا ہے۔

تیسرا[۳] امر یہ ہے کہ سابقہ احادیث میں بھی بعض جگہ اور اس حدیث میں ابھی حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی مغفرت فرمانے پر فرشتوں کو گواہ بنایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کی عدالت کے مُعاملات ضابطہ پر رکھے گئے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ان کی تبلیغ کے بارے میں بھی گواہ طلب کئے جائیں گے۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں بہت سے مواقع پر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم سے میرے بارے میں سُوال ہوگا لہٰذا تم گواہ رہو کہ میں پہنچا چکا ہوں۔ بخاری وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام قیامت کے دن بُلائے جائیں گے۔ اُن سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے رسالت کا حق ادا کیا، ہمارے احکام پہنچائے وہ عرض کریں گے کہ پہنچائے تھے۔ پھر ان کی اُمت سے پوچھا جائے گا کہ تمھیں احکام پہنچاتے تھے۔ وہ کہیں گے مَاجَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ۔ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا نہ ڈرانے والا تو

حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ اپنے گواہ پیش کرو۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمّت کو پیش کریں گے۔ اُمتِ محمدیہ بلائی جائے گی اور گواہی دے گی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ان سے جرح کی جائے گی کہ تم کو کیا خبر کہ نوح ؑ نے اپنی اُمت کو احکام پہنچائے۔ یہ عرض کریں گے کہ ہمارے رسول ؐ نے خبر دی۔ ہمارے رسول پر جو سچی کتاب اُتری اُس میں خبر دی گئی۔ اسی طرح اور انبیاء کی اُمّت کے ساتھ بھی پیش آئے گا۔ اسی کے متعلق اِرشادِ خداوندی ہے وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ۔

امام فخرُ الدّین رازی رح لکھتے ہیں کہ قیامت میں گواہیاں چار طرح کی ہوں گی۔ ایک ملائکہ کی، جس کے مُتعلق آیاتِ ذیل میں تذکرہ ہے وَجَآءَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّعَھَا سَآئِقٌ وَّشَھِیْدٌ ؕ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ؕ وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ دوسری گواہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ ج فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا ؕ تیسری اُمتِ محمدیہ کی گواہی ہوگی جس کے مُتعلق ارشاد ہے وَجِیْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّھَدَآءِ چوتھی آدمی کی اپنے اعضاء کی گواہی جس کے مُتعلق ارشاد ہے یَوْمَ تَشْھَدُ عَلَیْھِمْ اَلْسِنَتُھُمْ وَاَیْدِیْھِمْ الآیۃ اور اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاھِھِمْ وَتُکَلِّمُنَآ اَیْدِیْھِمْ الآیۃ۔ اِختصار کے خیال سے ان آیات کا ترجمہ نہیں لکھا سب آیات کا حاصل قیامت کے دن ان چیزوں کی گواہی دینے کا ذکر ہے جن کا بیان آیت کے شروع میں لکھ دیا گیا۔ چوتھا امر حدیثِ بالا میں یہ اِرشادِ مبارک ہے کہ میں تم کو کُفّار کے سامنے رُسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ یہ حق تعالیٰ شانُہٗ کا غایت درجہ کا لطف وکرم اور مسلمانوں کے حال پر غیرت ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈنے والوں کے لئے یہ بھی لُطف وانعام ہے کہ ان کی لغزشوں اور سیّئات سے وہاں بھی درگذر اور پردہ پوشی کی جاتی ہے۔

عبداللہ بن عمر رضؓ حُضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانُہٗ ایک مومن کو اپنے قریب بُلاکر اس پر پردہ ڈال کر کہ کوئی دوسرا نہ دیکھے، اس کی لغزشوں اور سیّئات یاد دلاکر اس سے ہر ہر گناہ کا اقرار کرائیں گے اور وہ اپنے گناہوں کی کثرت اور اقرار پر یہ سمجھے گا کہ اب ہلاکت کا وقت قریب آگیا۔ تو ارشاد ہوگا کہ میں نے دنیا میں تجھ پر ستّاری فرمائی ہے تو آج بھی اُن پر پردہ ہے اور مُعاف ہیں۔ اس کے بعد اس کے نیک اعمال کا دفتر اُس

کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

اور بھی سینکڑوں روایات سے یہ مضمون مُستنبط ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈنے والوں، اس کے احکام کی پابندی کرنے والوں کی لغزشوں سے درگذر کر دیا جاتا ہے اسلئے نہایت اہمیت کے ساتھ ایک مضمون سمجھ لینا چاہیئے کہ جو لوگ اللہ والوں کی کوتاہیوں پر ان کی غیبت میں مُبتلا رہتے ہیں وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ مَبادا قیامت میں ان کے نیک اعمال کی برکت سے ان کی لغزشیں تو مُعاف کر دی جائیں اور پردہ پوشی فرمائی جائے لیکن تم لوگوں کے اعمال نامے غیبت کا دفتر بنکر ہلاکت کا سبب بنیں۔ اللہ جل شانہٗ اپنے لطف سے ہم سب سے درگذر فرماویں۔

پانچواں امر ضروری یہ ہے کہ حدیثِ بالا میں عید کی رات کو انعام کی رات سے پکارا گیا۔ اس رات میں حق تعالےٰ شانہٗ کی طرف سے اپنے بندوں کو انعام دیا جاتا ہے اس لئے بندوں کو بھی اُس رات کی بیحد قدر کرنی چاہیئے۔ بہت سے لوگ عوام کا تو پوچھنا ہی کیا خواص بھی رمضان کے تھکے ماندے اس رات میں میٹھی نیند سوتے ہیں۔ حالانکہ یہ رات بھی خصُوصیّت سے عبادت میں مشغول رہنے کی ہے۔ نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے کہ جو شخص ثواب کی نیّت کر کے دونوں عیدوں میں جاگے (اور عبادت میں مشغول رہے) اس کا دل اُس دن نہ مرے گا جس دن سب کے دل مرجاویں گے (یعنی فتنہ وفساد کے وقت جب لوگوں کے قلُوب پر مُردنی چھاتی ہے، اس کا دل زندہ رہے گا اور ممکن ہے کہ صُور پھُونکے جانے کا دن مراد ہو، کہ اس کی رُوح بیہوش نہ ہوگی۔

ایک حدیث میں اِرشاد ہے کہ جو شخص پانچ راتوں میں (عبادت کے لئے) جاگے۔ اُس کے واسطے جنّت واجب ہو جاوے گی۔ لَیلَۃُ التَّروِیَہ (آٹھ ذِی الحِجّہ کی رات)، لَیلَۃُ العَرفہ (۹ ذِی الحِجّہ کی رات) لَیلَۃُ النَّحر (۱۰ ذی الحِجّہ کی رات) اور عیدُ الفِطر کی رات اور شبِ برات یعنی ۱۵ شعبان کی رات۔

فُقہاء نے بھی عیدَین کی رات میں جاگنا مُستحَب لکھا ہے۔ مَاثَبَتَ بِالسُّنّۃ میں امام شافعی رح صاحب سے نقل کیا ہے کہ پانچ راتیں دُعا کی قبُولیت کی ہیں۔ جمعہ کی رات، عیدَین کی راتیں، غُرّہ رجب کی رات اور نِصف شعبان کی رات۔

تنبیہ

بعض بزرگوں کا اِرشاد ہے کہ رَمضانُ المُبارک میں جمعہ کی رات کا بھی خصُوصیّت سے اہتمام

چاہیئے کہ جمعہ اور اُسکی رات بہت متبرک اوقات ہیں۔ احادیث میں ان کی بہت فضیلت آئی ہے مگر چونکہ بعض روایات میں جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ مخصوص کرنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے اسلئے بہتر ہے کہ ایک دو رات کو اس کے ساتھ اور بھی شامل کرلے۔

آخر میں ناظرین سے لجاجت سے درخواست ہے کہ رمضان المبارک کے مخصوص اوقات میں جب آپ اپنے لئے دعا فرمائیں تو ایک سیہ[۱] کار کو بھی شامل فرمائیں، کیا بعید ہے، کہ کریم آقا تمہاری مخلصانہ دعا سے اس کو بھی اپنی رضا و محبت سے نواز دیں۔

گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہ جہاں ۔۔۔ پر ترے در کو بتا اب چھوڑ کر جاؤں کہاں
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کے واسطے

کشمکش سے ناامیدی کی ہوا ہوں میں تباہ ۔۔۔ دیکھ مت میرے عمل، کر لطف پر اپنے نگاہ
یا ربّ اپنے رحم و احسان و عطا کے واسطے

چرخِ عصیاں سر پہ ہے زیرِ قدم بحرِ الم ۔۔۔ چار سُو ہے فوجِ غم، کر جلد اب بہرِ کرم
کچھ رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے ۔۔۔ اور تکیہ زُہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

نے فقیری چاہتا ہوں، نے امیری کی طلب ۔۔۔ نے عبادت نے ورع نے خواہشِ علم و ادب
دردِ دل، پر چاہیئے مجھ کو خدا کے واسطے

عقل و ہوش و فکر اور نعمائے دنیا بے شمار ۔۔۔ کی عطا تو نے مجھے، پر اب تو اے پروردگار
بخش وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے

حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا ۔۔۔ کر مری امداد اللہ، وقت ہے امداد کا
اپنے لطف و رحمتِ بے انتہا کے واسطے

گو میں ہوں اک بندۂ عاصی غلامِ پُر قصور ۔۔۔ جُرم میرا حوصلہ ہے، نام ہے تیرا غفور
تیرا کہلاتا ہوں میں جیسا ہوں اے ربِّ شکور ۔۔۔ اَنْتَ شَافٍ اَنْتَ کَافٍ فِیْ مُھِمَّاتِ الْاُمُوْرِ

اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْلُ

محمد زکریا کاندھلوی ——— مقیم مظاہر العلوم سہارنپور وارد بستی حضرت نظام الدین دہلی، ۲۷ شب رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ

[۱] یعنی حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ۔

مسلمانوں کی موجودہ

پستی کا واحد علاج

تجویز فرمودہ

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ

مرتبہ

حضرت مولانا محمد احتشام الحسن صاحب کاندھلوی

ناشر

کتب خانہ فیضی لاہور

پاکستان

نوٹ: یہ کتاب محدود تعداد میں چھپتی ہے اس لئے بذریعہ ڈاک پارسل یا تاجران کو نہیں بھیجی جاتی۔

اظہارِ حقیقت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سَیِّدِیْ وَمَولَائِیْ زُبْدَۃُ الْفُضَلَاءِ قُدْوَۃُ الْعُلَمَاءِ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دام مجدہٗ کے خاص شغف اور انہماک اور دیگر بزرگانِ ملّت اور علماءِ اُمّت کی توجّہ اور برکت اور عملی جدّوجہد سے ایک عرصہ سے مخصوص انداز میں تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کا سلسلہ جاری ہے جس سے باخبر طبقہ بخوبی واقف ہے۔

مجھ بے علم اور سیاہ کار کو ان مُقدّس ہستیوں کا حکم ہوا کہ اس طرزِ تبلیغ اور اس کی ضرورت اور اہمیّت کو قلم بند کیا جائے تاکہ سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی ہو اور نفع عام ہو جائے۔

تعمیلِ ارشاد میں یہ چند کلمات نذرِ قرطاس کئے جاتے ہیں جو اُن مقدس ہستیوں کے دریائے علوم و معارف کے چند قطرے اور اس باغیچۂ دینِ محمدیؐ کے چند خوشے ہیں جو انتہائی عُجلت میں جمع کئے گئے ہیں۔ اگر ان میں کوئی غلطی یا کوتاہی نظر سے گذرے تو میری لغزشِ قلم اور بے علمی کا نتیجہ ہے۔ نظرِ لطف و کرم سے اس کی اصلاح فرمادیں تو موجبِ شکر و منّت ہو گا۔

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل و کرم سے میری بداعمالیوں اور سیہ کاریوں کی پردہ پوشی فرمادیں اور مجھے اور آپ کو ان مُقدّس ہستیوں کے طُفیل سے اچھے اعمال اور اچھے کردار نصیب فرمادیں اور اپنی رضا و محبّت اور اپنے پسندیدہ دین کی اشاعت اور اپنے برگزیدہ رسولؐ کی اطاعت اور فرماں برداری کی دولت سے سرفراز فرماویں۔

خاکپائے بزرگاں
محمد احتشام الحسن
مدرّس کاشف العلوم
بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ دہلی

۱۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۸ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ۔

آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال قبل جب دُنیا کفر و ضلالت، جہالت و سفاہت کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی، بطحا کی سنگ لاخ پہاڑیوں سے رُشد و ہدایت کا ماہتاب نمودار ہوا اور مشرق و مغرب، شمال و جنوب غرض دُنیا کے ہر گوشہ کو اپنے نُور سے مُنوّر کیا اور ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں بنی نوع انسان کو اس معراجِ ترقی پر پہنچایا کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے اور رُشد و ہدایت، صلاح و فلاح کی وہ مشعل مسلمانوں کے ہاتھ میں دی جس کی روشنی میں ہمیشہ شاہراہِ ترقی پر گامزن رہے اور صدیوں اس شان و شوکت سے دنیا پر حکومت کی کہ ہر مخالف قوّت کو ٹکرا کر پاش پاش ہونا پڑا یہ ایک حقیقت ہے جو ناقابلِ انکار ہے لیکن پھر بھی ایک پارینہ داستاں ہے جس کا بار بار دُہرانا، نہ تسلّی بخش ہے اور نہ کارآمد اور مفید، جب کہ موجودہ مُشاہدات اور واقعات خود ہماری سابقہ زندگی اور ہمارے اسلاف کے کارناموں پر بدنُما داغ لگا رہے ہیں۔

مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ زندگی کو جب تاریخ کے اَوراق میں دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم عزّت و عظمت، شان و شوکت، دبدبہ و حشمت کے تنہا مالک اور اجارہ دار ہیں لیکن جب ان اوراق سے نظر ہٹا کر موجودہ حالات کا مُشاہدہ کیا جاتا ہے تو ہم انتہائی ذِلّت و خواری، اِفلاس و ناداری میں مُبتلا نظر آتے ہیں، نہ زور و قوت ہے، نہ زر و دولت ہے، نہ شان و شوکت ہے، نہ باہمی اُخوّت و اُلفت۔ نہ عادات اچھی، نہ اَخلاق اچھے، نہ اعمال اچھے نہ کردار اچھے۔ ہر بُرائی ہم میں موجود اور ہر بھلائی سے کوسوں دُور۔ اَغیار ہماری اس زبوں حالی پر خوش ہیں اور برملا ہماری کمزوری کو

اُچھالا جاتا ہے اور ہمارا مضحکہ اُڑایا جاتا ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ خود ہمارے جگر گوشے نئی تہذیب کے دلدادہ نوجوان، اسلام کے مقدس اصولوں کا مذاق اُڑاتے ہیں، بات بات پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں اور اس شریعتِ مقدسہ کو ناقابلِ عمل، لغو اور بیکار گردانتے ہیں عقل حیران ہے کہ جس قوم نے دنیا کو سیراب کیا وہ آج کیوں تشنہ ہے؟ جس قوم نے دنیا کو تہذیب و تمدن کا سبق پڑھایا وہ آج کیوں غیر مہذب اور غیر متمدن ہے؟

رہنمایانِ قوم نے آج سے بہت پہلے ہماری اس حالتِ زار کا اندازہ لگایا اور مختلف طریقوں پر ہماری اصلاح کے لئے جدّوجہد کی مگر ؏ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آج جب کہ حالت بد سے بدتر ہو چکی اور آنے والا زمانہ ماسبق سے بھی زیادہ پُرخطر اور تاریک نظر آرہا ہے، ہمارا خاموش بیٹھنا اور عملی جدّوجہد نہ کرنا ایک ناقابلِ تلافی جرم ہے لیکن اس سے پہلے کہ ہم کوئی عملی قدم اٹھائیں، ضروری ہے کہ ان اسباب پر غور کریں جن کے باعث ہم اس ذلت وخواری کے عذاب میں مبتلا کئے گئے ہیں۔ ہماری اس پستی اور انحطاط کے مختلف اسباب بیان کئے جاتے ہیں، اور ان کے ازالہ کی متعدد تدابیر اختیار کی گئیں لیکن ہر تدبیر ناموافق و ناکام ثابت ہوئی جس کے باعث ہمارے رہبر بھی یاس و ہراس میں گھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اب تک ہمارے مرض کی تشخیص ہی پورے طور پر نہیں ہوئی۔ یہ جو کچھ اسباب بیان کئے جاتے ہیں اصل مرض نہیں بلکہ اس کے عوارض ہیں پس تاوقتیکہ اصل مرض کی جانب توجہ نہ ہوگی اور مادّۂ حقیقی کی اصلاح نہ ہوگی، عوارض کی اصلاح ناممکن اور محال ہے پس جب تک کہ ہم اصل مرض کی ٹھیک تشخیص اور اس کا صحیح علاج معلوم نہ کر لیں، ہمارا اصلاح کے بارے میں لب کشائی کرنا سخت ترین غلطی ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ کہ ہماری شریعت ایک مکمل قانونِ الٰہی ہے جو ہماری دینی اور دنیوی فلاح و بہبود کا تاقیامِ قیامت ضامن ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم خود ہی اپنا مرض تشخیص کریں اور خود ہی اس کا علاج شروع کر دیں، بلکہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن حکیم سے اپنا اصل مرض معلوم کریں اور اسی مرکزِ رشد وہدایت سے طریقِ علاج معلوم کر کے اس پر کاربند ہوں۔ جب قرآنِ حکیم قیامت تک کے لئے مکمل دستورُ العمل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس نازک حالت میں ہماری رہبری سے قاصر رہے۔ مالکِ ارض وسما جَلَّ وَعَلَا کا سچا وعدہ ہے کہ روئے زمین کی بادشاہت وخلافت مومنوں کے لئے ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ   اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ (نور-ع ۷) — میں سے ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیے کہ اُن کو ضرور روئے زمین کا خلیفہ بنائے گا۔

اور یہ بھی اطمینان دلایا ہے کہ مومن ہمیشہ کُفّار پر غالب رہیں گے اور کافروں کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ (فتح ۳ع) — اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے۔ پھر نہ پاتے کوئی یار و مددگار۔

اور مومنوں کی نصرت اور مدد اللہ تعالیٰ کے ذِمّہ ہے اور وہی ہمیشہ سر بلند اور سرفراز رہیں گے۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الروم-ع ۵) — اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۴) — اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہوگے اگر تم پورے مومن رہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (منافقون ع ۲) — اور اللہ ہی کی ہے عزّت اور اس کے رسولؐ کی اور مسلمانوں کی۔

مذکورہ بالا ارشادات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عزّت، شان و شوکت، سربلندی و سرفرازی اور ہر برتری و خوبی اُن کی صفتِ ایمان کے ساتھ وابستہ ہے اگر اُن کا تعلق خدا اور رسولؐ کے ساتھ مُستحکم ہے (جو ایمان کا مقصود ہے) تو سب کچھ انکا ہے اور اگر خدانخواستہ اس رابطہ تعلق میں کمی اور کمزوری پیدا ہوگئی ہے تو پھر سراسر خُسران اور ذلّت و خواری ہے جیسا کہ واضح طور پر بتلا دیا گیا ہے۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (سورۃ عصر) — قسم ہے زمانہ کی انسان بڑے خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

ہمارے اَسلاف عزّت کے مُنتہا کو پہنچے ہوئے تھے اور ہم انتہائی ذلّت و خواری میں مُبتلا ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ وہ کمالِ ایمان سے مُتّصف تھے اور ہم اس نعمتِ عُظمیٰ سے محروم ہیں جیسا کہ مُخبرِ صادق صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خبر دی ہے۔

سَيَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ۔ (مشکوٰۃ) — یعنی قریب ہی ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا، اور قرآن کے صرف نقوش رہ جائیں گے۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ اگر واقعی ہم اس حقیقی اسلام سے محروم ہو گئے جو خدا اور رسولؐ کے یہاں مطلوب ہے اور جس کے ساتھ ہماری دین و دنیا کی فلاح و بہبود وابستہ ہے تو کیا ذریعہ ہے جس سے وہ کھوئی ہوئی نعمت واپس آئے؟ اور وہ کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے روح اسلام ہم سے نکال لی گئی اور ہم جسد بے جان رہ گئے جب مُصحف آسمانی کی تلاوت کی جاتی ہے اور "اُمتِ محمدیہؐ" کی فضیلت اور برتری کی علت و غایت ڈھونڈھی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس اُمت کو ایک اعلیٰ اور برتر کام سپرد کیا گیا تھا جس کی وجہ سے "خَیْرُ الْاُمَم" کا معزز خطاب اس کو عطا کیا گیا۔

دُنیا کی پیدائش کا مقصدِ اصلی خداوحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات وصفات کی معرفت ہے اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے کہ جب تک بنی نوع انسان کو برائیوں اور گندگیوں سے پاک کر کے بھلائیوں اور خوبیوں کے ساتھ آراستہ نہ کیا جائے۔ اسی مقصد کے لئے ہزاروں رسول اور نبی بھیجے گئے اور آخر میں اس مقصد کی تکمیل کے لئے سَیِّدُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنؐ کو مبعوث فرمایا اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کا مژدہ سنایا گیا۔

اب چونکہ مقصد کی تکمیل ہو چکی تھی، ہر بھلائی اور برائی کو کھول کھول کر بیان کر دیا گیا تھا، ایک مکمل نظامِ عمل دیا جا چکا تھا، اس لئے رسالت و نبوّت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا اور جو کام پہلے نبی اور رسول سے لیا جاتا تھا، وہ قیامت تک "اُمتِ محمدیہؐ" کے سپرد کر دیا گیا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

(آل عمران۔ ع ۱۲)

اے اُمّتِ محمدیہ! تم افضل اُمّت ہو تم کو لوگوں کے نفع کے لئے بھیجا گیا ہے۔ تم بھلی باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہو اور بُری باتوں سے ان کو روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (آل عمران ع ۱۱)

اور چاہیئے کہ تم میں ایسی جماعت ہو کہ لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور بھلی باتوں کا حکم کرے، اور بُری باتوں سے منع کرے اور صرف وہی لوگ فلاح والے ہیں جو اس کام کو کرتے ہیں۔

پہلی آیت میں "خیر اُمم" ہونے کی وجہ یہ بتلائی کہ تم بھلائی کو پھیلاتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔ دوسری آیت میں حصر کے ساتھ فرمادیا کہ فلاح و بہبود صرف انہی لوگوں کے لئے

ہے جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں اسی پر بس نہیں بلکہ دوسری جگہ صاف طور پر بیان کر دیا گیا کہ اس کام کو انجام نہ دینا لعنت اور پھٹکار کا موجب ہے۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

(مائدہ۔ ع ۱۱)

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انھوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے جو برا کام انھوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہ آتے تھے واقعی ان کا یہ فعل بے شک برا تھا۔

اس آخری آیت کی مزید وضاحت احادیث ذیل سے ہوتی ہے۔

(۱) وفی السنن والمسند من حديث عبد الله بن مسعودؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانَ اِذَا عَمِلَ الْعَامِلُ فِيْهِمْ بِالْخَطِيْئَةِ جَاءَهُ النَّاهِيْ تَعْزِيْرًا فَقَالَ يَا هٰذَا اتَّقِ اللّٰهَ فَاِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ جَالَسَهٗ وَاٰكَلَهٗ وَشَارَبَهٗ كَاَنَّهٗ لَمْ يَرَهٗ عَلٰى خَطِيْئَةٍ بِالْاَمْسِ فَلَمَّا رَاٰى عَزَّوَجَلَّ ذٰلِكَ مِنْهُمْ ضَرَبَ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ ثُمَّ لَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ دَاوٗدَ وَعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں جب کوئی خطا کرتا تو روکنے والا اس کو دھمکاتا اور کہتا کہ خدا سے ڈر، پھر اگلے ہی دن اس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا، کھاتا پیتا گویا کل اس کو گناہ کرتے ہوئے دیکھا ہی نہیں۔ جب حق عزّوجلّ نے ان کا یہ برتاؤ دیکھا تو بعض کے قلوب کو بعض کے ساتھ خلط کر دیا اور ان کے نبی داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی ان پر لعنت کی اور یہ اس لئے کہ انھوں نے خدا کی نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے تم ضرور اچھی باتوں کا حکم کرو اور بری باتوں سے منع کرو

عَلٰی یَدِ السَّفِیْهِ وَلَتَاْطُرُنَّ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا اَوْ لَیَضْرِبَنَّ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِکُمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ یَلْعَنُکُمْ کَمَا لَعَنَهُمْ۔

اور چاہیے کہ بیوقوف نادان کا ہاتھ پکڑو اور اس کو حق بات پر مجبور کرو، ورنہ حق تعالیٰ تمہارے قلوب کو بھی خلط ملط کر دیں گے اور پھر تم پر بھی لعنت ہو گی جیسا کہ پہلی اُمتوں پر لعنت ہوئی۔

(۲) وفی سنن ابی داؤد وابن ماجۃ

عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ رَّجُلٍ یَکُوْنُ فِیْ قَوْمٍ یَعْمَلُ فِیْهِمْ بِالْمَعَاصِیْ یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّغَیِّرُوْا عَلَیْهِ وَلَا یُغَیِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتُوْا

حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص گناہ کرتا ہے اور وہ قوم باوجود قدرت کے اس کو نہیں روکتی تو اُن پر مرنے سے پہلے ہی حق تعالیٰ اپنا عذاب بھیج دیتے ہیں یعنی دنیا ہی میں ان کو طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

(۳) وروی الاصبہانی عن انسؓ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَهَا وَتَرُدُّ عَنْهُمُ الْعَذَابَ وَالنِّقْمَةَ مَا لَمْ یَسْتَخِفُّوْا بِحَقِّهَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْاِسْتِخْفَافُ بِحَقِّهَا قَالَ یَظْهَرُ الْعَمَلُ بِمَعَاصِی اللّٰهِ فَلَا یُنْکَرُ وَلَا یُغَیَّرُ۔ (ترغیب)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اپنے پڑھنے والے کو نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب وبلا دُور کرتا ہے جب تک کہ اس کے حقوق سے بے پروائی نہ برتی جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کے حقوق کی بے پروائی کیا ہے؟ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی کھلے طور پر کی جائے پھر نہ ان کا انکار کیا جائے اور نہ ان کے بند کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۴) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفْتُ فِیْ وَجْهِهٖ اَنْ قَدْ حَضَرَهٗ شَیْءٌ فَتَوَضَّأَ وَمَا کَلَّمَ اَحَدًا فَلَصِقْتُ بِالْحُجْرَةِ اَسْتَمِعُ مَا یَقُوْلُ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے تو میں نے چہرۂ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لَكُمْ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ اَنْ تَدْعُوْا فَلَا اُجِيْبَ لَكُمْ وَتَسْاَلُوْنِىْ فَلَا اُعْطِيَكُمْ وَتَسْتَنْصِرُوْنِىْ فَلَا اَنْصُرَكُمْ فَمَا زَادَ عَلَيْهِنَّ حَتّٰى نَزَلَ (ترغیب)

وَسَلَّمَ نے کسی سے کوئی بات نہیں کی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے، میں مسجد کی دیوار سے لگ گئی تاکہ کوئی ارشاد ہو اُس کو سُنوں۔ حضور اقدس ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا "لوگو! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بھلی باتوں کا حکم کرو اور بُری باتوں سے منع کرو مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعا مانگو اور میں اس کو قبول نہ کروں اور تم مجھ سے سوال کرو اور میں اس کو پورا نہ کروں اور تم مجھ سے مدد چاہو اور میں تمھاری مدد نہ کروں۔ حضور اقدس ﷺ نے صرف یہ کلمات ارشاد فرمائے اور منبر سے اُتر گئے۔

(۵) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِىْ الدُّنْيَا نُزِعَتْ مِنْهَا هَيْبَةُ الْاِسْلَامِ وَاِذَا تَرَكَتِ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىَ عَنِ الْمُنْكَرِ حُرِمَتْ بَرَكَةَ الْوَحْىِ وَاِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِىْ سَقَطَتْ مِنْ عَيْنِ اللهِ۔ (كذا فى الدر عن الحكيم الترمذى)

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ جب میری اُمّت دنیا کو قابلِ وقعت و عظمت سمجھنے لگے گی تو اسلام کی وقعت و ہیبت اُن کے قلوب سے نکل جائے گی اور جب اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی اور جب آپس میں ایک دوسرے کو سبّ و شتم کرنا اختیار کرے گی تو اللہ جلّ شانہٗ کی نگاہ سے گر جائے گی۔

احادیثِ مذکورہ پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑنا خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ کی لعنت اور غضب کا باعث ہے اور جب اُمّتِ محمدیہ اس کام کو چھوڑ دے گی تو سخت مصائب و آلام اور ذلّت و خواری میں مبتلا کر دی جائے گی اور ہر قسم کی غیبی نصرت و مدد سے محروم ہو جائے گی اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ اُس نے اپنے فرضِ منصبی کو نہیں پہچانا اور جس کام کی انجام دہی کی ذمّہ دار تھی اس سے غافل رہی۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ایمان کا خاصہ اور جزو لازمی قرار دیا اور اس کے چھوڑنے کو ایمان کے ضعف و اضمحلال کی علامت بتلایا۔ حدیث ابو سعید خدریؓ میں ہے مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَ ذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔ (مسلم)

یعنی تم میں سے جب کوئی شخص برائی کو دیکھے تو چاہیئے کہ اپنے ہاتھوں سے کام لے کر اس کو دور کرے اور اگر اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ پائے تو دل سے اور یہ آخری صورت ایمان کی بڑی کمزوری کا درجہ ہے۔ پس جس طرح آخری درجہ اضعف ایمان کا ہوا، اسی طرح پہلا درجہ کمال دعوت اور کمال ایمان کا ہوا۔ اس سے بھی واضح تر حدیث ابن مسعودؓ کی ہے۔ مَا مِنْ نَّبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ لَہٗ فِیْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ یَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِنَّھَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِھِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَا لَا یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَیْسَ وَرَاءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ (مسلم)

یعنی سنتِ الٰہی یہ ہے کہ ہر نبی اپنے ساتھیوں اور تربیت یافتہ یاروں کی ایک جماعت چھوڑ جاتا ہے۔ یہ جماعت نبی کی سنت کو قائم رکھتی ہے اور ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کرتی ہے یعنی شریعتِ الٰہی کو جس حال اور جس شکل میں نبی چھوڑ گیا ہے اس کو بعینہ محفوظ رکھتے ہیں اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں آنے دیتے لیکن اس کے بعد شر و فتن کا دور آتا ہے اور ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو طریقہ نبی سے ہٹ جاتے ہیں۔ ان کا فعل ان کے دعوے کے خلاف ہوتا ہے اور ان کے کام ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے شریعت نے حکم نہیں دیا۔ سو ایسے لوگوں کے خلاف جس شخص نے قیامِ حق و سنت کی راہ میں اپنے ہاتھ سے کام لیا وہ مومن ہے، اور جو ایسا نہ کر سکا مگر زبان سے کام لیا وہ بھی مومن ہے اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکا اور دل کے اعتقاد اور نیت کے ثبات کو ان کے خلاف کام میں لایا وہ بھی مومن ہے لیکن اس آخری درجہ کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں اس پر ایمان کی سرحد ختم ہو جاتی ہے، حتّٰی کہ اب رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہو سکتا۔

اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو امام غزالیؒ نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

"اس میں کچھ شک نہیں کہ اَمر بالمعروف وَنہی عَنِ المنکر دین کا ایسا زبردست رُکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں۔ اس کو انجام دینے کے لئے حق تعالیٰ نے تمام انبیاءِ کرام کو مبعوث فرمایا۔ اگر خدانخواستہ اس کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم و عمل کو ترک کر دیا جائے تو اَلعیاذُ باللہ نبوّت کا بیکار ہونا لازم آئے گا۔ دیانت جو شرافتِ انسانی کا خاصہ ہے، مضمحل اور افسردہ ہو جائے گی، کاہلی اور سستی عام ہو جائے گی، گمراہی اور ضلالت کی شاہراہیں کھل جائیں گی، جہالت عالمگیر ہو جائے گی تمام کاموں میں خرابی آجائے گی، آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی، آبادیاں خراب ہو جائیں گی، مخلوق تباہ و برباد ہو جائے گی اور اس تباہی اور بربادی کی اس وقت خبر ہوگی جب روزِ محشر خدائے بالا و برتر کے سامنے پیشی اور باز پُرس ہوگی۔

افسوس صد افسوس! جو خطرہ تھا وہ سامنے آگیا، جو کھٹکا تھا آنکھوں نے دیکھ لیا۔

كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ○ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ○

اس سرسبز سُتون کے علم و عمل کے نشانات مِٹ چکے، اس کی حقیقت و رُسوم کی برکتیں نیست و نابود ہو گئیں، لوگوں کی تحقیر و تذلیل کا سکّہ قلوب پر جم گیا، خدائے پاک کے ساتھ کا قلبی تعلق مٹ چکا اور نفسانی خواہشات کے اِتّباع میں جانوروں کی طرح بے باک ہو گئے۔ روئے زمین پر ایسے صادق مومن کا ملنا دشوار و کمیاب ہی نہیں بلکہ معدوم ہو گیا جو اظہارِ حق کی وجہ سے کسی کی ملامت گوارا کرے۔

اگر کوئی مردِ مومن اس تباہی اور بربادی کے ازالہ میں سعی کرے اور اس سُنّت کے احیاء میں کوشش کرے اور اس مبارک بوجھ کو لے کر کھڑا ہو اور آستینیں چڑھا کر اس سُنّت کے زندہ کرنے کے لئے میدان میں آئے تو یقیناً وہ شخص تمام مخلوق میں ایک ممتاز اور نمایاں ہستی کا مالک ہوگا۔"

اِمام غزالیؒ نے جن الفاظ میں اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کیا ہے وہ ہماری تنبیہ اور بیداری کے لئے کافی ہیں۔

ہمارے اس قدر اہم فریضہ سے غافل ہونے کی چند وجوہ معلوم ہوتی ہیں:۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس فریضہ کو علماء کے ساتھ خاص کر لیا حالانکہ خطاباتِ قرآنی عام ہیں جو اُمّتِ محمدیہ کے ہر ہر فرد کو شامل ہیں اور صحابۂ کرامؓ اور خیرُ القرونؒ کی زندگی اس

کے لئے شاہد عدل ہے۔

فریضۂ تبلیغ اور اَمر بالمعروف وَنہی عن المنکر کو علماء کے ساتھ خاص کر لینا اور پھر ان کے بھروسہ پر اس اہم کام کو چھوڑ دینا ہماری سخت نادانی ہے۔ علماء کا کام راہِ حق بتلانا اور سیدھا راستہ دکھلانا ہے، پھر اس کے موافق عمل کرانا اور مخلوقِ خدا کو اس پر چلانا یہ دوسرے لوگوں کا کام ہے۔ اس کی جانب اس حدیث شریف میں تنبیہ کی گئی ہے۔

اَلاَ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ فَالْاَمِیْرُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ عَلَیْہِمْ وَھُوَ مَسْئُولٌ عَنْھُمْ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَ مَسْئُولٌ عَنْھُمْ وَالْمَرْأَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ بَعْلِھَا وَوَلَدِہٖ وَھِیَ مَسْئُولَۃٌ عَنْھُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِہٖ وَھُوَ مَسْئُولٌ عَنْہُ فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ۔ (بخاری ومسلم)

بیشک تم سب کے سب نگہبان ہو اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں سوال کئے جاؤ گے پس بادشاہ لوگوں پر نگہبان ہے وہ اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جاوے گا اور مرد اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے اور اس سے اُن کے بارے میں سوال کیا جاوے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اولاد پر نگہبان ہے وہ ان کے بارے میں سوال کی جاوے گی اور غلام اپنے مالک کے مال پر نگہبان ہے اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جاوے گا پس تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جاوے گا۔

اور اسی کو واضح طور پر اس طرح بیان فرمایا ہے۔

قَالَ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِمْ (مسلم)

حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا دین سراسر نصیحت ہے۔ (صحابہؓ نے) عرض کیا کس کے لئے۔ فرمایا اللہ کے لئے اور اللہ کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے مقتداؤں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔

اگر بفرضِ محال مان بھی لیا جائے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی اس وقت قضاءِ زمانہ کا مُقتضیٰ یہی ہے کہ ہر شخص اس کام میں لگ جائے اور اعلاءِ کلمۃُ اللہ اور حفاظتِ دینِ متین کے لئے کمربستہ ہو جائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ اگر ہم خود اپنے ایمان میں پختہ ہیں تو دوسروں کی گمراہی ہمارے لئے نقصان دہ نہیں جیساکہ اس آیت شریفہ کا مفہوم ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ (مائدہ۔ ع ۱۴)

اے ایمان والو! اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

(بیان القرآن)

لیکن درحقیقت آیت سے یہ مقصود نہیں جو ظاہر میں سمجھا جا رہا ہے اس لئے کہ یہ معنی حکمتِ خداوندیہ اور تعلیماتِ شرعیہ کے بالکل خلاف ہیں۔ شریعتِ اسلامی نے اجتماعی زندگی اور اجتماعی اِصلاح اور اجتماعی ترقی کو اصل بتلایا ہے اور اُمّتِ مُسلِمہ کو بمنزلہ ایک جسم کے قرار دیا ہے کہ اگر ایک عُضو میں درد ہو جائے تو تمام جسم بے چین ہو جاتا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ بَنی نَوع انسان خواہ کتنی ہی ترقی کر جائے اور کمال کو پہنچ جاوے اس میں ایسے لوگوں کا ہونا بھی ضروری ہے جو سیدھے راستے کو چھوڑ کر گمراہی میں مُبتلا ہوں تو آیت میں مومنوں کے لئے تسلّی ہے کہ جب تم ہدایت اور صراطِ مستقیم پر قائم ہو تو تم کو ان لوگوں سے مضرّت کا اندیشہ نہیں جنہوں نے بھٹک کر سیدھا راستہ چھوڑ دیا۔

نیز اصلِ ہدایت یہ ہے کہ انسان شریعتِ محمدیہ کو مع تمام اَحکام کے قبول کرے اور منجملہ اَحکامِ خداوندی کے ایک اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے۔

ہمارے اس قول کی تائید حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اِرشاد سے ہوتی ہے۔

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رض قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تَقْرَءُونَ هٰذِهِ الْآيَةَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! تم یہ آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ پیش کرتے ہو

فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الْمُنْکَرَ فَلَمْ یُغَیِّرُوْہُ اَوْشَکَ اَنْ یَّعُمَّہُمُ اللّٰہُ بِعِقَابِہٖ۔

اور میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جب لوگ خلافِ شرع کسی چیز کو دیکھیں اور اس میں تغیّر نہ کریں تو قریب ہے کہ حق تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے عُمومی عذاب میں مُبتلا فرما دے۔

علمائِ محققین نے بھی آیت کے یہی معنی لئے ہیں۔ امام نَوَوِیؒ شرح مُسلم میں فرماتے ہیں:-

علمائِ مُحققین کا صحیح مذہب اس آیۃ کے معنی میں یہ ہے کہ جب تم اس چیز کو ادا کر دو جس کا تمھیں حکم دیا گیا ہے تو تمھارے غیر کی کوتاہی تمھیں مَضرّت نہ پہنچائے گی جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اور جب ایسا ہے تو منجملہ ان اشیاء کے جن کا حکم دیا گیا اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہِیْ عَنِ الْمُنْکَر ہے پس جب کسی شخص نے اس حکم کو پورا کر دیا اور مُخاطَب نے اس کی تعمیل نہ کی تو اب ناصح پر کوئی عتاب اور سرزنش نہیں، اس لئے کہ جو کچھ اس کے ذِمّہ واجب تھا اور وہ امر و نہی ہے اس نے اس کو ادا کر دیا، دوسرے کا قبول کرنا اس کے ذِمّے نہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ"۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ عوام و خواص، عالم و جاہل ہر شخص اصلاح سے مایوس ہو گیا اور اُنھیں یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں کی ترقی اور ان کا عُروج ناممکن اور دشوار ہے۔ جب کسی شخص کے سامنے کوئی اصلاحی نظام پیش کیا جاتا ہے تو جواب یہی ملتا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی اب کیسے ہو سکتی ہے جب کہ ان کے پاس نہ سلطنت و حکومت ہے، نہ مال و زر اور نہ سامانِ حرب اور نہ مرکزی حیثیت، نہ قوتِ بازو اور نہ باہمی اِتّفاق و اتّحاد۔

بالخصوص دیندار طبقہ تو بزعمِ خود یہ طے کر چکا ہے کہ اب چودھویں صدی ہے زمانہ رسالت کو بُعد ہو چکا، اب اسلام اور مسلمانوں کا انحطاط ایک لازمی شے ہے پس اُس کے لئے جدّوجُہد کرنا عبث اور بیکار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جس قدر مشکوٰۃِ نبُوّت سے بُعد ہوتا جائے گا حقیقی اسلام کی شعاعیں ماند پڑتی جائیں گی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بقائے شریعت اور حفاظتِ دینِ محمّدی کے لئے جدّوجُہد اور سَعْی نہ کی جائے، اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا اور ہمارے اَسلاف بھی خدانخواستہ یہی سمجھ لیتے تو آج ہم تک اس دین کے پہنچنے کی کوئی

سبیل نہ تھی البتہ جب کہ زمانہ ناموافق ہے تو رفتارِ زمانہ کو دیکھتے ہوئے زیادہ ہمّت اور اِستقلال کے ساتھ اس کام کو لے کر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے۔

تعجّب ہے کہ جو مذہب سراسر عمل اور جِدّوجُہد پر مبنی تھا آج اس کے پیرو عمل سے یکسر خالی ہیں، حالانکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں جگہ جگہ عمل اور جُہد کا سبق پڑھایا اور بتلایا ہے کہ ایک عبادت گذار تمام رات نفل پڑھنے والا، دن بھر روزہ رکھنے والا، اللہ اللہ کرنے والا ہرگز اس شخص کے برابر نہیں ہوسکتا جو دوسروں کی اِصلاح اور ہدایت کی فکر میں بے چین ہو۔

قرآن کریم نے جگہ جگہ جہاد فی سَبِیلِ اللہ کی تاکید کی اور مُجاہد کی فضیلت اور برتری کو نمایاں کیا۔

لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ، فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً، وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى، وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۙ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً، وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ (نساء۔ ع ۱۳)	برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کریں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بلند کیا ہے جو اپنے مال و جان سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر بیٹھنے والوں کے۔ اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مُجاہدین کو بمقابلہ

گھر میں بیٹھنے والوں کے اجرِ عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت، اور اللہ بڑی مغفرت، رحمت والے ہیں۔

اگرچہ آیۃ میں جہاد سے مراد کُفّار کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونا ہے تاکہ اسلام کا بول بالا ہو اور کفر و شرک مغلوب و مقہور ہو لیکن اگر بد قسمتی سے آج ہم اس سعادتِ عظمیٰ سے محروم ہیں تو اس مقصد کے لئے جس قدر جِدّوجُہد ہماری مقدرت اور اِستطاعت میں ہے اس میں تو ہرگز کوتاہی نہ کرنی چاہیئے پھر ہماری یہی معمولی حرکت عمل اور جِدّوجُہد ہمیں کشاں کشاں آگے بڑھائے گی۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جو

لوگ ہمارے دین کے لئے کوشش کرتے ہیں ہم ان کے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔
اس میں شک نہیں کہ دینِ محمدی کی بقاء اور تحفظ کا حق تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے لیکن اس کے عروج و ترقی کے لئے ہمارا عمل اور سعی مطلوب ہے۔ صحابۂ کرامؓ نے اس کے لئے جس قدر انتھک کوشش کی اسی قدر ثمرات بھی مشاہدہ کئے اور غیبی نصرت سے سرفراز ہوتے۔ ہم بھی ان کے نام لیوا ہیں اگر اب بھی ہم اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور اعلاءِ کلمۃُ اللہ اور اشاعتِ اسلام کے لئے کمربستہ ہو جائیں تو یقیناً ہم بھی نصرتِ خداوندی اور امدادِ غیبی سے سرفراز ہوں گے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ[1] یعنی اگر تم خدا کے دین کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاؤ گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔
چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم خود ان باتوں کے پابند نہیں اور اس منصب کے اہل نہیں تو دوسروں کو کس منہ سے نصیحت کریں لیکن یہ نفس کا صریح دھوکہ ہے۔ جب ایک کام کرنے کا ہے اور حق تعالیٰ کی جانب سے ہم اس کے مامور ہیں تو پھر ہمیں اس میں پس و پیش کی گنجائش نہیں۔ ہمیں خدا کا حکم سمجھ کر کام شروع کر دینا چاہئے پھر انشاء اللہ یہی جدوجہد ہماری پختگی، استحکام اور استقامت کا باعث ہوگی اور اسی طرح کرتے کرتے ایک دن تقربِ خداوندی کی سعادت نصیب ہو جائے گی۔ یہ ناممکن اور محال ہے کہ ہم حق تعالیٰ کے کام میں جدوجہد کریں اور وہ رحمٰن و رحیم ہماری طرف نظرِ کرم نہ فرمائے۔ میرے اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رضؓ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا نَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ حَتّٰى نَعْمَلَ بِهٖ كُلِّهٖ وَلَا نَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰى نَجْتَنِبَهٗ كُلَّهٗ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَاِنْ لَّمْ تَعْمَلُوْا بِهٖ كُلِّهٖ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَاِنْ لَّمْ تَجْتَنِبُوْهُ كُلَّهٗ۔ (رواه الطبرانی فی الصغیر والاوسط)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم بھلائیوں کا حکم نہ کریں جب تک خود تمام پر عمل نہ کریں اور برائیوں سے منع نہ کریں جب تک خود تمام برائیوں سے نہ بچیں، حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا۔ نہیں بلکہ تم بھلی باتوں کا حکم کرو اگرچہ تم خود ان سب کے پابند نہ ہو اور برائیوں سے منع کرو اگرچہ تم خود ان سب سے نہ بچ رہے ہو۔

[1] سورۃ محمد۔ ع ۱

پانچویں وجہ یہ ہے کہ ہم سمجھ رہے ہیں کہ جگہ جگہ مدارسِ دینیہ کا قائم ہونا، علماء کا وعظ و نصیحت کرنا، خانقاہوں کا آباد ہونا، مذہبی کتابوں کا تصنیف ہونا، رسالوں کا جاری ہونا، یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے شعبے ہیں اور ان کے ذریعہ اس فریضہ کی ادائیگی ہو رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان سب اداروں کا قیام اور بقاء بہت ضروری ہے اور ان کی جانب اعتناء اہم امور سے ہے اس لئے کہ دین کی جو کچھ تھوڑی بہت جھلک دکھائی دے رہی ہے وہ انہی اداروں کے مبارک آثار ہیں، لیکن پھر بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو ہماری موجودہ ضرورت کے لئے یہ ادارے کافی نہیں اور ان پر اکتفاء کرنا ہماری کھلی غلطی ہے اس لئے کہ ان اداروں سے ہم اس وقت منتفع ہو سکتے ہیں جب ہم میں دین کا شوق اور طلب ہو اور مذہب کی وقعت اور عظمت ہو۔ اب سے پچاس سال پہلے ہم میں شوق و طلب موجود تھا اور ایمانی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ اس لئے ان اداروں کا قیام ہمارے لئے کافی تھا لیکن آج غیر اقوام کی انتھک کوششوں نے ہمارے اسلامی جذبات بالکل فنا کر دیئے اور طلب و رغبت کے بجائے آج ہم مذہب سے متنفر اور بیزار نظر آتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مستقل کوئی تحریک ایسی شروع کریں جس سے عوام میں دین کے ساتھ تعلق اور شوق و رغبت پیدا ہو اور ان کے سوئے ہوئے جذبات بیدار ہوں، پھر ہم ان اداروں سے ان کی شان کے مطابق منتفع ہو سکتے ہیں ورنہ اگر اسی طرح دین سے بے رغبتی اور بے اعتنائی بڑھتی گئی، تو ان اداروں سے انتفاع تو درکنار ان کا بقا بھی دشوار نظر آتا ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ جب ہم اس کام کو لے کر دوسروں کے پاس جاتے ہیں تو وہ بری طرح پیش آتے ہیں اور سختی سے جواب دیتے ہیں اور ہماری توہین و تذلیل کرتے ہیں، لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ کام انبیاء کرام ؑ کی نیابت ہے اور ان مصائب اور مشقتوں میں مبتلا ہونا اس کام کا خاصہ ہے اور یہ سب مصائب و تکالیف بلکہ اس سے بھی زائد انبیاء کرام ؑ نے اس راہ میں برداشت کیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِىْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (حجر۔ ع۱)

ہم بھیج چکے ہیں رسول تم سے پہلے اگلے لوگوں کے گروہوں میں اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا تھا مگر یہ اس کی ہنسی

اُڑاتے رہے۔
نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے۔ دعوتِ حق کی راہ میں جس قدر مجھ کو اذیّت اور تکلیف میں مُبتلا کیا گیا ہے کسی نبی اور رسول کو نہیں کیا گیا۔
پس جب سردارِ دو عالم اور ہمارے آقا و مولٰی نے ان مصائب اور مشقتوں کو تحمّل اور بُردباری کے ساتھ برداشت کیا تو ہم بھی ان کے پیرو ہیں اور انہی کا کام لے کر کھڑے ہوئے ہیں ہمیں بھی ان مصائب سے پریشان نہ ہونا چاہیئے اور تحمل اور بُردباری کے ساتھ ان کو برداشت کرنا چاہیئے۔
ماسبق سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ ہمارا اصل مرض روحِ اسلامی اور حقیقتِ ایمانی کا ضُعف اور اضمحلال ہے۔ ہمارے اسلامی جذبات فنا ہو چکے اور ہماری ایمانی قوت زائل ہو چکی اور جب اصل شے میں انحطاط آگیا تو اس کے ساتھ جتنی خوبیاں اور بھلائیاں وابستہ تھیں ان کا انحطاط پذیر ہونا بھی لابدی اور ضروری تھا اور اس ضُعف و انحطاط کا سبب اس اصل شے کا چھوڑ دینا ہے جس پر تمام دین کا بقا اور دار و مدار ہے اور وہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے افراد خوبیوں اور کمالات سے آراستہ نہ ہوں۔
پس ہمارا علاج صرف یہ ہے کہ ہم فریضۂ تبلیغ کو ایسی طرح لے کر کھڑے ہوں جس سے ہم میں قوتِ ایمانی بڑھے اور اسلامی جذبات اُبھریں، ہم خدا اور رسول کو پہچانیں اور احکامِ خداوندی کے سامنے سرنگوں ہوں اور اس کے لئے ہمیں وہی طریقہ اختیار کرنا ہو گا جو سیّد الانبیاء والمرسلین نے مشرکینِ عرب کی اصلاح کے لئے اختیار فرمایا۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (احزاب۳) — بے شک تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھی پیروی ہے۔

اسی کی جانب امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اشارہ فرماتے ہیں۔ لَنْ یُّصْلِحَ اٰخِرَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا مَا اَصْلَحَ اَوَّلَھَا۔ یعنی اس اُمّتِ محمّدیہ کے آخر میں آنے والے لوگوں کی ہرگز اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہی طریقہ اختیار نہ کیا جاتے جس نے ابتداء میں اصلاح کی ہے۔
جس وقت نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دعوتِ حق لے کر کھڑے ہوئے، آپ تنہا تھے،

کوئی آپ کا ساتھی اور ہم خیال نہ تھا، دُنیوی کوئی طاقت آپ کو حاصل نہ تھی۔ آپؐ کی قوم میں خُودسری اور خودرائی انتہا درجہ کو پہنچی ہوئی تھی، اُن میں سے کوئی حق بات سُننے اور اطاعت کرنے پر آمادہ نہ تھا بالخصوص جس کلمۂ حق کی آپ تبلیغ کرنے کھڑے ہوئے تھے اس سے تمام قوم کے قلوب مُتنفّر اور بیزار تھے، ان حالات میں کونسی طاقت تھی جس سے ایک مُفلس و نادار، بے یار و مددگار انسان نے تمام قوم کو اپنی طرف کھینچا، اب غور کیجئے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جس کی طرف آپ نے مخلوق کو بُلایا اور جس شخص نے اس چیز کو پالیا وہ پھر ہمیشہ کے لئے آپ کا ہو رہا۔ دنیا جانتی ہے کہ وہ صرف ایک سبق تھا جو آپ کا مطمحِ نظر اور مقصودِ اصلی تھا جس کو آپ نے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ (آلِ عمران ع ۷)

بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر۔

اللہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ کے سوا ہر شے کی عبادت اور اطاعت اور فرماں برداری کی ممانعت کی اور اَغیار کے تمام بندھنوں اور علاقوں کو توڑ کر ایک نظامِ عمل مقرر کر دیا اور بتلا دیا کہ اس سے ہٹ کر کسی دوسری طرف رُخ نہ کرنا۔

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۗ (اعراف ع ۱)

تم لوگ اس کا اِتباع کرو جو تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کا اِتباع مت کرو۔

یہی وہ اصل تعلیم تھی جس کی اشاعت کا آپؐ کو حکم دیا گیا۔

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ (نحل ع ۱۶)

اے محمدؐ! بلاؤ لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور نیک نصیحت سے اور ان کے ساتھ بحث کرو جس طرح بہتر ہو، بیشک تمھارا رب ہی خُوب جانتا ہے اس شخص کو جو گمراہ ہو اس کی راہ سے، وہی خوب جانتا

ہے راہ چلنے والوں کو۔

اور یہی وہ شاہراہ تھی جو آپؐ کے لئے اور آپؐ کے ہر پیرو کے لئے مقرر کی گئی۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؁ (یوسف۔ ع ۱۲)

کہہ دو یہ ہے میرا راستہ، بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر، میں اور جتنے میرے تابع ہیں وہ بھی، اور اللہ پاک ہے، اور میں شریک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ؁ (حٰم سجدہ۔ ع ۴)

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی مخلوق کو بلانا، بھٹکے ہوؤں کو راہِ حق دِکھلانا، گمراہوں کو ہدایت کا راستہ دکھلانا نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وظیفۂ حیات اور آپؐ کا مقصدِ اصلی تھا اور اسی مقصد کی نشوونما اور آبیاری کے لئے ہزاروں نبی اور رسول بھیجے گئے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ؁ (الانبیاء۔ ع ۲)

اور ہم نے نہیں بھیجا تم سے پہلے کوئی رسول مگر اس کی جانب یہی وحی بھیجتے تھے کہ کوئی معبود نہیں بجز میرے، پس میری بندگی کرو۔

نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حیاتِ طیبہ اور دیگر انبیاءِ کرامؑ کے مقدس لمحاتِ زندگی پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مقصد اور نصبُ العین صرف ایک ہے، اور وہ اللہ رَبُّ العَالَمِیْن وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ کی ذات وصفات کا یقین کرنا، یہی ایمان اور اسلام کا مفہوم ہے اور اسی لئے انسان کو دُنیا میں بھیجا گیا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ؁ یعنی ہم نے جنات اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ بندہ بن کر زندگی بسر کریں۔ اب جب کہ مقصدِ زندگی واضح ہو گیا اور اصل مرض اور اس کے مُعالجہ کی نوعیّت معلوم ہو گئی تو طریق علاج کی تجویز میں زیادہ دُشواری پیش نہ آئے گی اور اس نظریے کے ماتحت جو بھی علاج کا طریقہ اختیار کیا جائے گا اِنْشَاءَ اللّٰہ نافع اور سود مند ہوگا۔

ہم نے اپنی نارسا فہم کے مُطابق مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ایک نظامِ عمل تجویز کیا ہے جس کو فِی الحَقِیقت اسلامی زندگی یا اسلاف کی زندگی کا نمونہ کہا جا سکتا ہے جس کا

اجمالی نقشہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

سب سے اہم اور پہلی چیز یہ ہے کہ ہر مسلمان تمام اغراض و مقاصدِ دُنیوی سے قطع نظر کرکے اِعلائے کلمۃُ اللہ اور اشاعتِ اسلام اور احکامِ خداوندی کے رواج اور سرسبزی کو اپنا نَصبُ العَین بنا دے اور اس بات کا پختہ عہد کرے کہ حق تعالیٰ کے ہر حکم کو مانوں گا اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا اور کبھی خداوند کریم کی نافرمانی نہ کروں گا اور اس نَصبُ العَین کی تکمیل کے لئے اس دُستُورُ العَمَل پر کاربند ہو۔

(۱) کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کا صحتِ الفاظ کے ساتھ یاد کرنا اور اس کے معنی اور مفہوم کو سمجھنا اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کرنا اور اپنی پوری زندگی کو اس کے موافق بنانے کی فکر کرنا۔

(۲) نماز کا پابند ہونا، اس کے آداب و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کرنا اور ہر ہر رُکن میں خداوند کریم کی عظمت و بزرگی اور اپنی بندگی اور بیچارگی کا دھیان کرنا۔ غرض اس کوشش میں لگے رہنا کہ نماز اس طرح ادا ہو جو اس رَبُّ العِزَّت کی بارگاہ کی حاضری کے شایانِ شان ہو۔ ایسی نماز کی کوشش کرتا رہے اور حق تعالیٰ سے اس کی توفیق طلب کرے۔ اگر نماز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو اس کو سیکھے اور نماز میں پڑھنے کی تمام چیزوں کو یاد کرے۔

(۳) قرآن کریم کے ساتھ وابستگی اور دل بستگی پیدا کرنا جس کے دو طریقے ہیں۔

(الف) کچھ وقت روزانہ ادب و احترام کے ساتھ معنی و مفہوم کا دھیان کرتے ہوئے تلاوت کرنا۔ اگر عالم نہ ہو اور معنی و مفہوم کو سمجھنے سے قاصر ہو تب بھی بغیر معنی سمجھے کلامِ ربانی کی تلاوت کرے، اور سمجھے کہ میری فلاح و بہبود اسی میں مُضمَر ہے۔ محض الفاظ کا پڑھنا بھی سعادتِ عظمیٰ ہے اور مُوجب خیر و برکت ہے اور اگر الفاظ بھی نہیں پڑھ سکتا تو تھوڑا وقت روزانہ قرآنِ مجید کی تعلیم میں صَرف کرنا۔

(ب) اپنے بچوں اور اپنے محلہ اور گاؤں کے لڑکوں اور لڑکیوں کی قرآن مجید اور مذہبی تعلیم کی فکر کرنا اور ہر کام پر اس کو مُقدَّم رکھنا۔

(۴) کچھ وقت یادِ الٰہی اور ذکر و فکر میں گذارنا۔ پڑھنے کے لئے کوئی چیز کسی شیخ طریقت، مُتَّبع سُنّت سے دریافت کرے ورنہ کلمہ سوم سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ○ اور درود و استغفار کی تسبیح صبح اور ایک شام معنی کا دھیان کرتے ہوئے جی لگا کر اطمینانِ قلب کے ساتھ پڑھے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت

آئی ہے۔

(۵) ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھنا، اس کے ساتھ ہمدردی اور غم گساری کا برتاؤ کرنا صفتِ اسلام کی وجہ سے اس کا ادب و احترام کرنا، ایسی باتوں سے بچنا جو کسی مسلمان بھائی کی تکلیف و اذیت کا باعث ہوں۔

ان باتوں کا خود بھی پابند بنے اور کوشش کرے کہ ہر مسلمان ان کا پابند بن جائے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ خود بھی اپنا کچھ وقت دین کی خدمت کے لئے فارغ کرے اور دوسروں کو بھی ترغیب دے کر دین کی خدمت اور اشاعتِ اسلام کے لئے آمادہ کرے۔

جس دین کی اشاعت کے لئے انبیاءِ کرامؑ نے مشقتیں برداشت کیں، طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوئے، صحابہ کرامؓ اور ہمارے اسلاف نے اپنی عمروں کو اس میں صرف کیا اور اس کی خاطر راہِ خدا میں اپنی جانوں کو قربان کیا اس دین کی ترویج اور بقاء کے لئے تھوڑا وقت نہ نکالنا بڑی بدنصیبی اور خسران ہے اور یہی وہ اہم فریضہ ہے جس کو چھوڑ دینے کی وجہ سے آج ہم تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔

پہلے مسلمان ہونے کا مفہوم یہ سمجھا جاتا تھا کہ اپنا جان و مال، عزت و آبرو، اشاعتِ اسلام اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کی راہ میں صرف کرے اور جو شخص اس میں کوتاہی کرتا تھا وہ بڑا نادان سمجھا جاتا تھا لیکن افسوس کہ آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور دین کی باتوں کو اپنی آنکھوں سے مٹتا ہوا دیکھ رہے ہیں، پھر بھی اس دین کی ترویج اور بقا کے لئے کوشش کرنے سے گریز کرتے ہیں بغرض اعلاءِ کلمۃ اللہ اور اشاعتِ دینِ متین جو مسلمان کا مقصدِ زندگی اور اصلی کام تھا اور جس کے ساتھ ہماری دونوں جہان کی فلاح و ترقی وابستہ تھی اور جس کو چھوڑ کر آج ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ اب پھر ہمیں اپنے اصلی مقصد کو اختیار کرنا چاہئے اور اس کام کو اپنا جزوِ زندگی اور حقیقی مشغلہ بنانا چاہئے تاکہ پھر رحمتِ خداوندی جوش میں آوے اور ہمیں دنیا اور آخرت کی سرخروئی اور شادابی نصیب ہو۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنا تمام کاروبار چھوڑ کر بالکل اس کام میں لگ جائے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ جیسا اور دنیوی ضروریات انسان کے ساتھ لگی ہوتی ہیں اور ان کو انجام دیا جاتا ہے، اس کام کو بھی ضروری اور اہم سمجھ کر اس کے واسطے وقت نکالا جائے جب چند آدمی اس مقصد کے لئے تیار ہو جائیں تو ہفتہ میں چند گھنٹے اپنے محلّے، اور مہینہ میں تین دن قرب و جوار کے مواضعات میں، اور سال میں

ایک چلّہ دُور کے مواضعات میں اس کام کو کریں اور کوشش کریں کہ ہر مسلمان امیر ہو یا غریب تاجر ہو یا ملازم، زمیندار ہو یا کاشتکار، عالم ہو یا جاہل، اس کام میں شریک ہو جائے اور ان اُمور کا پابند بن جائے۔

کام کرنے کا طریقہ

کم از کم دس آدمیوں کی جماعت تبلیغ کے لئے نکلے۔ اوّل اپنے میں سے ایک شخص کو امیر بنا دے اور پھر سب مسجد میں جمع ہوں اور وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کریں (بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو) بعد نماز مل کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اِلتجا کریں اور نُصرت و کامیابی اور تائید خداوندی اور توفیقِ الٰہی کو طلب کریں اور اپنے ثبات اور اِستقلال کی دُعا مانگیں۔ دُعا کے بعد سُکون و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ حق تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے روانہ ہوں اور فضول بات نہ کریں۔ جب اس جگہ پہنچیں جہاں تبلیغ کرنی ہے تو پھر سب مل کر حق تعالیٰ سے دُعا مانگیں اور تمام محلہ یا گاؤں میں گشت کر کے لوگوں کو جمع کریں۔ اوّل اُن کو نماز پڑھوائیں اور پھر ان اُمور کی پابندی کا عہد لیں اور اس طریقہ پر کام کرنے کے لئے آمادہ کریں اور ان لوگوں کے ہمراہ گھروں کے دروازوں پر جاکر عورتوں سے بھی نماز پڑھوائیں اور ان کی پابندی کی تاکید کریں۔

جو لوگ اس کام کو کرنے کے لئے تیّار ہو جائیں ان کی ایک جماعت بنا دی جائے اور ان میں سے ایک شخص کو ان کا امیر مقرر کر دیا جائے اور اپنی نگرانی میں ان سے کام شروع کرا دیا جائے اور پھر ان کے کام کی نگرانی کی جائے۔ ہر تبلیغ کرنے والے کو چاہیئے کہ اپنے امیر کی اطاعت کرے اور امیر کو چاہیئے کہ اپنے ساتھیوں کی خدمت گذاری اور راحت رسانی، ہمت افزائی اور ہمدردی میں کمی نہ کرے اور قابلِ مشورہ باتوں میں سب سے مشورہ لے کر اس کے موافق عمل کرے۔

تبلیغ کے آداب

یہ کام حق تعالیٰ کی ایک اہم عبادت اور سعادتِ عُظمیٰ ہے اور انبیاء کرامؑ کی نیابت ہے۔ کام جس قدر بڑا ہوتا ہے اسی قدر آداب کو چاہتا ہے۔ اس کام سے مقصد دوسروں کی ہدایت نہیں بلکہ خود اپنی اصلاح اور عبدیت کا اظہار اور حُکمِ خداوندی کی بجا آوری اور حق تعالیٰ کی رضا جوئی ہے پس چاہیئے کہ اُمورِ مُندرجہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرے اور ان کی پابندی کرے

(۱) اپنا تمام خرچ کھانے پینے، کرایہ وغیرہ کا حتیٰ الوسع خود برداشت کرے اور اگر گنجائش اور وسعت ہو تو اپنے نادار ساتھیوں پر بھی خرچ کرے۔

(۲) اپنے ساتھیوں اور اس مقدس کام کرنے والوں کی خدمت گذاری اور ہمت افزائی کو اپنی سعادت سمجھے اور ان کے ادب و احترام میں کمی نہ کرے۔

(۳) عام مسلمانوں کے ساتھ نہایت تواضع اور انکساری کا برتاؤ رکھے۔ بات کرنے میں نرم لہجہ اور خوشامد کا پہلو اختیار کرے۔ کسی مسلمان کو حقارت اور نفرت کی نظر سے نہ دیکھے، بالخصوص علماء دین کی عزت و عظمت میں کوتاہی نہ کرے۔ جس طرح ہم پر قرآن وحدیث کی عزت و عظمت، ادب و احترام واجب اور ضروری ہے اسی طرح ان مقدس ہستیوں کی عزت و عظمت، ادب و احترام بھی ضروری ہے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا۔ علماء حق کی توہین دین کی توہین کے مترادف ہے، جو خدا کے غیظ و غضب کا موجب ہے۔

(۴) فرصت کے خالی وقتوں کو بجائے جھوٹ، غیبت، لڑائی، فساد، کھیل تماشے کے، مذہبی کتابوں کے پڑھنے اور مذہب کے پابند لوگوں کے پاس بیٹھنے میں گذارے جس سے خدا اور رسولؐ کی باتیں معلوم ہوں، خصوصاً ایامِ تبلیغ میں فضول باتوں اور فضول کاموں سے بچے اور اپنے فارغ اوقات کو یادِ الٰہی اور ذکر و فکر اور درود و استغفار اور تعلیم و تعلّم میں گذارے۔

(۵) جائز طریقوں سے حلال روزی حاصل کرے اور کفایت شعاری کے ساتھ اس کو خرچ کرے، اور اپنے اہل و عیال اور دیگر اقرباء کے شرعی حقوق کو ادا کرے۔

(۶) کسی نزاعی مسئلہ اور فروعی بات کو نہ چھیڑے بلکہ صرف اصلِ توحید کی طرف دعوت دے، اور ارکانِ اسلام کی تبلیغ کرے۔

(۷) اپنے تمام افعال و اقوال کو خلوصِ نیت کے ساتھ مزین اور آراستہ کرے کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی موجبِ خیر و برکت اور باعثِ ثمراتِ حسنہ ہوتا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا ہی میں کوئی ثمرہ نکلتا ہے نہ آخرت میں اجر و ثواب ملتا ہے۔ حضرت معاذؓ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انھوں نے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجیے، حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ دین کے کاموں میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ (تھوڑا) عمل بھی کافی ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ "حق تعالیٰ شانہٗ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول

فرماتے ہیں جو خالص انھیں کے لئے کیا گیا ہو" دوسری جگہ ارشاد ہے: "حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے قلوب اور تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں"۔ پس سب سے اہم اور اصل شے یہ ہے کہ اس کام کو خلوص کے ساتھ کیا جائے ریا و نمود کو اس میں دخل نہ ہو۔ جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر کام میں ترقی اور سرسبزی ہوگی۔ اس دستور العمل کا مختصر خاکہ آپ کے سامنے آگیا اور اس کی ضرورت اور اہمیت پر بھی کافی روشنی پڑگئی۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ کشمکش اور اضطراب و بے چینی میں یہ طریق کار کس حد تک ہماری رہبری کر سکتا ہے؟ اور کہاں تک ہماری مشکلات کو دور کر سکتا ہے؟ اس کے لئے پھر ہمیں قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ قرآن کریم نے ہماری اس جدوجہد کو ایک سود مند تجارت سے تعبیر کیا ہے اور اس کی جانب اس طرح رغبت دلاتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (صف ع۲)

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچائے۔ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں تم اپنے مال و جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔ اللہ تعالےٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے، اور ایک اور بھی ہے کہ تم اس کو پسند کرتے ہو، اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتح یابی۔ اور آپ مؤمنین کو بشارت دے دیجئے۔

اس آیت میں ایک تجارت کا تذکرہ ہے جس کا پہلا ثمرہ یہ ہے کہ وہ عذاب الیم سے نجات دلانے والی ہے۔ وہ تجارت یہ ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاویں اور خدا کی راہ میں اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کریں۔ یہ وہ کام ہے جو ہمارے لئے سراسر خیر ہے، اگر ہم میں کچھ بھی عقل و فہم ہو۔ اس معمولی کام پر ہمیں کیا منافع ملے گا۔ ہماری تمام لغزشوں اور کوتاہیوں

کو ایک دم معاف کر دیا جائے گا اور آخرت میں بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔ یہی بہت بڑی کامیابی اور سرفرازی ہے مگر اس پر بس نہیں بلکہ ہماری چاہتی چیز بھی ہمیں دے دی جائے گی اور وہ دُنیا کی سرسبزی اور نُصرت و کامیابی اور دشمنوں پر غلبہ و حکمرانی ہے۔

حق تعالیٰ نے ہم سے دو چیزوں کا مُطالبہ کیا۔ اول یہ کہ ہم خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاویں۔ دوسرے یہ کہ اپنے جان، مال سے خدا کی راہ میں جہاد کریں اور اس کے بدلے میں دو چیزوں کی ہم سے ضمانت کی۔ آخرت میں جنّت اور ابدی چین اور راحت، اور دُنیا میں نصرت و کامیابی۔ پہلی چیز جو ہم سے مطلوب ہے وہ ایمان ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے اس طریق کا مَنشا بھی یہی ہے کہ ہمیں حقیقی ایمان کی دولت نصیب ہو۔ دوسری چیز جو ہم سے مطلوب ہے وہ جہاد ہے۔ جہاد کی اصل اگرچہ کُفّار کے ساتھ جنگ اور مقابلہ ہے مگر درحقیقت جہاد کا منشا بھی اعلاء کلمۃ اللہ اور احکام خداوندی کا نفاذ و اجراء ہے اور یہی ہماری تحریک کا مقصد اصلی ہے

پس معلوم ہوا کہ جیسا کہ مرنے کے بعد کی زندگی کا خوشگوار ہونا اور جنّت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا، خدا اور رسولؐ پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جدوجُہد کرنے پر موقوف ہے۔ ایسا ہی دُنیاوی زندگی کی خوشگواری اور دنیا کی نعمتوں سے مُنتفع ہونا بھی اس پر موقوف ہے کہ ہم خدا اور رسولؐ پر ایمان لاویں اور اپنی تمام جدوجُہد کو اس کی راہ میں صَرف کریں۔

اور جب ہم اس کام کو انجام دے لیں گے یعنی خدا اور رسولؐ پر ایمان لے آویں گے اور اس کی راہ میں جدوجُہد کر کے اپنے آپ کو اعمال صالحہ سے آراستہ بنا لیں گے تو پھر ہم روئے زمین کی بادشاہت اور خلافت کے مستحق ہو جائیں گے اور سلطنت و حکومت ہمیں دے دی جائے گی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــــًٔا ۭ (نور ۔ ع ۷)

تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن سے بدل دے گا بشرطیکہ میری بندگی کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

اس آیت میں تمام اُمّت سے وعدہ ہے ایمان وعملِ صالح پر حکومت دینے کا، جس کا ظہور عہدِ نبویؐ سے شروع ہو کر خلافتِ راشدہ تک مُتّصلاً مُمتد رہا۔ چنانچہ جزیرۂ عرب آپؐ کے زمانے میں اور دیگر ممالک زمانۂ خُلفاء راشدین میں فتح ہو گئے، اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً گو اِتّصال نہ ہوا، دوسرے صُلحاء مُلوک وخُلفاء کے حق میں اس وعدہ کا ظہور ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ اِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ ○ ونحوہ (بیان القرآن)

پس معلوم ہوا کہ اس دنیا میں چین وراحت اور اطمینان وسُکون اور عزّت وآبرو کی زندگی بسر کرنے کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں کہ ہم اس طریق پر مضبوطی کے ساتھ کاربند ہوں اور اپنی اجتماعی اور انفرادی ہر قسم کی قوت اس مقصد کی تکمیل کے لئے وقف کریں۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران) تم سب دین کو مضبوط پکڑو اور ٹکڑے ٹکڑے مت ہو۔

یہ ایک مختصر "نظامِ عمل" ہے جو درحقیقت اسلامی زندگی اور اَسلاف کی زندگی کا نمونہ ہے۔ مُلکِ میوات میں ایک عرصہ سے اس طرز پر کام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اس ناتمام کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ قوم روز بروز ترقی کرتی جا رہی ہے۔ اس کام کے وہ برکات وثمرات اس قوم میں مُشاہدہ کئے گئے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر تمام مسلمان اجتماعی طور پر اس طریقِ زندگی کو اختیار کر لیں تو حق تعالےٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ ان کی تمام مصائب اور مُشکلات دُور ہو جائیں گی اور وہ عزّت وآبرو اور اطمینان وسُکون کی زندگی پالیں گے اور اپنے کھوئے ہوئے دبدبے اور وقار کو پھر حاصل کر لیں گے۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (منافقون)

ہر چند میں نے اپنے مقصد کو سُلجھانے کی کوشش کی لیکن یہ چند تجاویز کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک عملی نظام کا خاکہ ہے جس کو اللہ کا برگزیدہ بندہ اسیدی ومولائی مخدومی ومخدوم العالم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ لے کر کھڑا ہوا اور اپنی زندگی کو اس مقدّس کام کے لئے وقف کیا۔ اس لئے آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ ان بے ربط سُطور کے پڑھنے اور سمجھنے پر ہرگز اِکتفاء نہ کریں بلکہ اس کام کو سیکھیں اور اس نظام کا عملی نمونہ دیکھ کر اس سے سبق حاصل کریں اور اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اسی جانب مُتوجّہ کرنا میرا مقصود ہے اور بس۔

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگِ قبول
پھول کچھ میں نے چُنے ہیں ان کے دامن کیلئے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

شیخ صاحب

کُتُب خانۂ فیضی لاہور
پاکستان

حکایات صحابہ رضی اللہ عنہم

فضائل قرآن مجید

فضائل نماز

فضائل ذکر

فضائل رمضان

فضائل تبلیغ

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج

عکسی

فضائلِ اعمال

قسم اعلیٰ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

نور اللہ مرقدہ

ناشر

کتب خانہ فیضی لاہور

پاکستان

کتب خانہ فیضی لاہور (پاکستان)